UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226296

UNIVERSAL
LIBRARY

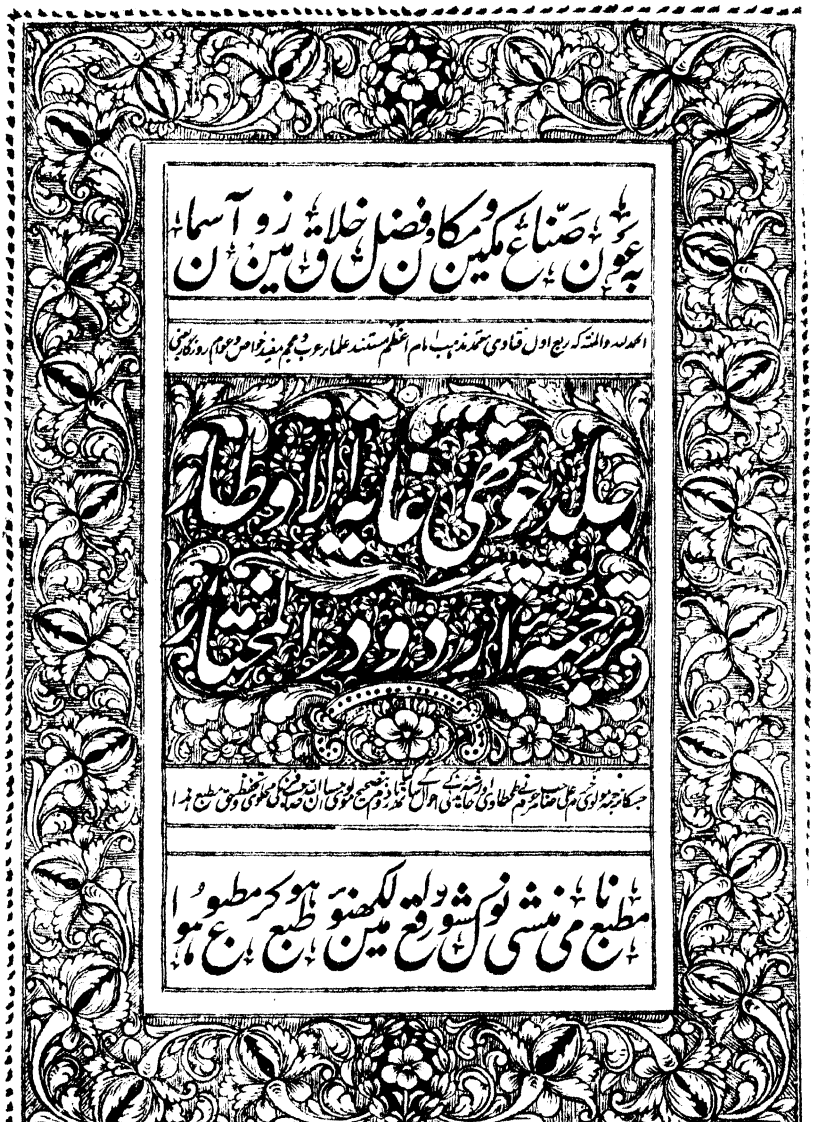
بعون صناع مکین ومکان فضل خلاق زمین وزمان
الحمد لله والمنة کہ ربع اول فتاوی محمدیہ مذہب امام اعظم مستند علماء عرب وعجم مفید خواص وعوام روزگار ہوئی
جلد دوم حصہ غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو درالمختار
جسکا ترجمہ مولوی محمد عبدالحی صاحب طاب ثراہ نے حاشیہ فتاوی حامدیہ سے اور آل اسکا جلد دوم منضم ہوئی ہیں الحمد للہ یہ حصہ بھی محموی ومحفوظ ومحمی مطبع ہذا سے
مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ طبع ہو کر مطبوع ہوا

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو مجانا پر مل سکتی ہی جسکے مطالعہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ازان ہی اس کتاب کے مثل بیچ کے تین صفحے جو سادے ہین انہین بعض کتب فقہ اردو و فارسی و عربی و اصول فقہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کا رخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اردو

راہ نجات - از مولوی محمد علی مسائل نماز مدلل مزین بطریقہ نکاح خوانی مع خطبہ نکاح۔

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان از مولوی عبد الحق۔

کشف الحاجات - اردو ترجمہ مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین۔

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ۔

(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) خلاصہ شریعت (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام۔

شرح محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ از مولوی سید محمد و محمد طیب۔

حیرۃ الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین - تحقیقات مسائل بلور ستنتا مولفہ مولوی لال محمد۔

تحفۃ المومنین - از مولوی ابراہیم علی

نور الہدایہ اردو ترجمہ شرح وقایہ [illegible]

عبادات مین از مولوی وحید الزمان۔

ایضاً - اردو ترجمہ جلد ین آخرین شرح وقایہ کا معاملات مین

کنز الدقائق اردو مسمی بہ تحفۃ العجم - از مولوی محمد سبحان۔

رسالہ چار باب - اردو ترجمہ از مولوی کفایت اللہ

چہل مسائل فقہ [illegible] محمد ابراہیم حسین بنگلوری۔

اشرف المسائل معروف بجواہر اشرفی از مولوی اشرف علی خان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمران

احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق۔ جو مسائل ضروریہ فقہ مین بہت مستند ہی کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اردو مین مرقوم مین ترجمہ مولوی محمد احسن صدیقی۔

فقہ فارسی

بدائع منظوم - از مولوی نائم علی۔

نائم حق - از شرف الدین نجاری۔

مائۃ مسائل - از مولوی [illegible]

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحار از مولوی عبد الحق سب دل

وحاشیہ از مولوی ابراہیم۔

شرح مختصر وقایہ کوزہ میری - فارسی از جلال الدین سمرقندی۔

مسالک التقیین منظوم - علماے ولایت نے اسمین مسائل فقہ حنفیہ کے کار آمد ضروری مندرج کیے ہین مصنفہ مولوی الہ بار خان۔

فتاواے ہر شنبہ - اسمین مسائل فقہیہ ہین مصنفہ مفتی محمد نصیر الدین۔

بناء الاسلام فی احکام الصیام مذہب امامیہ کی کتاب ہی۔

ہدایہ - مع ترجمہ و شرح حال المتن منقول از مطبوعہ کلکتہ جو چند علماے نامدار نے باتفاق راے مدون کیا یہ کتاب مقتداران وکلا کے لیے مفید ہی چار جلد مین۔

۱- جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴- جلد چہارم کتاب الشفعہ سے مسائل متفرقہ تک۔

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالمختار

صفحہ	مضمون
۱	کتاب الاباحۃ
	یعنے شکار اور نوکری کی لونڈی دوسری اور کرایہ کے احکام
۱۰	جس محل میں رقص ہو وہاں جانے کا مباح ہونا
۱۴	باب ما یجوز من الاجارۃ وما لا یکون خلافا لما فیہا
	یعنے جو اجارہ درست ہے اور جس میں اختلاف ہے
۲۸	باب الاجارۃ الفاسدۃ یعنے اجارہ فاسدہ کے احکام
۳۲	حرمت اجرت جنتی حیوانات و مال مغنیان و نوحہ گران و مزامیر نواز ان و جواز نوکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت واذان
۳۹	باب ضمان الاجیر یعنے مزدور سے تاوان لینے کے احکام
۴۷	باب فسخ الاجارۃ یعنے اجارہ توڑنے کے احکام
۵۳	مسائل شتے یعنے اجارہ کے مسائل متفرقہ
۵۶	تحریر سپاہ و زیر طائفی کو اجرت لینی جنتی و دسرا کا اجیر بیت کر
۶۰	کتاب المکاتب
	یعنے اس غلام کے احکام جسکو مولیٰ نے کہا کہ تو اتنا مال دے تو آزاد ہے
۶۴	باب ما یجوز من تصرف المکاتب یعنے غلام مکاتب کو کون سے تصرف جائز ہیں
۶۸	باب کتابۃ العبد المشترک یعنے غلام مشترک کے مکاتب کرنے کا بیان
۶۹	باب جنایۃ المکاتب علی نفسہ وجنایۃ رقیقہ ومعاملۃ المولی
	یعنے مکاتب کے جرم اور مال اور کتابت اور آقا کے تصرف کے احکام
۷۴	کتاب الولاء
	یعنے ولاء کے کمال و دعوہ ثبوت ولاء و ارث بسبب ولاء کے احکام
۷۹	فصل فی جنایۃ المولاۃ یعنے غلاموں کی جنایت جو کہ ملتا ہے
۷۹	کتاب الاکراہ
	یعنے دوسرے پر زبردستی کرنے کے احکام
۹۰	کتاب الحجر
۹۰	یعنے شرع قول یا فعل سے ممانعت تصرف کی کہ اسکی وجہ کو جیسے حالات بیشتر ہیں
۹۵	فصل فی البلوغ یعنے وہ دو عورت کے بالغ ہونے کا ذکر
۹۶	کتاب الماذون
	یعنے غلام اور نابالغ کو اجازت تجارت وغیرہ دینے کے احکام
۱۰۷	کتاب الغصب
	یعنے چیز کے چھین لینے کے احکام
۱۱۸	فصل اما من غصب عبدا فاعتقہ الخ کا بیان ہے
۱۲۶	کتاب الشفعۃ
	یعنے شفعہ کے احکام
۱۳۸	ترتیب شفیعان
۱۳۰	باب طلب الشفعۃ یعنے شفعہ طلب کرنے کے مسائل
۱۲۷	باب ما یشفع فیہ وکیفیتہ یعنے کون سی چیزوں میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کون سی بات میں نہیں
۱۳۶	باب ما یبطلہا یعنے کون سی باتیں سے شفعہ جاتا رہتا ہے
۱۴۷	کتاب القسمۃ
	یعنے مشترک چیز کا شریکوں میں بانٹنا
۱۵۹	کتاب المزارعۃ
	یعنے بٹائی پر کھیت دینے کے احکام
۱۶۵	کتاب المساقاۃ
	یعنے جنوں کو پرورش کے لیے درخت گودنیا اور اسکے کچھ حصہ پر مقرر کر دینا
۱۶۸	کتاب الذبائح
	یعنے بیچ کے اور مذبوح جانوروں کے احکام
۱۸۱	کتاب الاضحیۃ
	یعنے قربانی کے احکام
۱۹۲	کتاب الحظر والاباحۃ
۱۹۲	یعنے شرع قول یا فعل سے ممانعت تصرف کی کہ اسکی وجہ کو جیسے حالات بیشتر ہیں
۹۳	یعنے مکروہ حرام و مباح جیسے اور اوکا بیان
۲۰۲	فصل فی اللباس یعنے کپڑے پہننے کا جائز اور کونسا مکروہ
۲۰۷	فصل فی التداوی والمرض یعنے علاج کرنا جائز ہے کہ کونسے اعضا
۲۱۳	باب الاستبراء وغیرہ یعنے جس چیز کا استبراء کرنا ضروری
۲۲۰	یوسکی باب فی تقسیم الرزق
الیضاً	فصل فی البیع یعنے کونسی چیزوں کی بیع درست مکروہ
۲۲۱	احکام مسجد
۲۲۰	پکنے کھانا حیوانات کی ہڈی کا استعمال حیوانات و درندہ کا
۲۳۳	قصہ خوانی میں حق ہے یا نہیں
الیضاً	چار چرند کا دفن کرنا چاہیے
۲۳۶	اقسام علم
الیضاً	باب ما یحل من الاشربۃ یعنے کونسی چیزیں حلال ہیں
۲۳۸	فضائل صدقہ رحم
۲۴۰	خط کے سلام کو پہنچے کہ جواب دینا واجب ہے
۲۴۲	زیارت قبور
۲۴۵	وصیہ کا حضاب مکروہ تحریمی
۲۴۶	وصیت کا طریق
۲۵۰	اصول حلال کے دس ہیں
الیضاً	کتاب احیاء الموات
	یعنے زمین غیر مزروع کو قابل زراعت کرنا
۲۵۴	فصل فی الشرب۔ یعنے کھیت سینچنے اور جانوروں کے پانی پلانے کے بارے کے احکام
۲۶۰	کتاب الاشربۃ
	یعنے پینے کی چیزوں میں کونسی حرام ہیں اور کونسی جائز ضرر کے برتن کے پاک کرنے کا طریق
۲۶۷	

صفحہ	مضمون
۲۰۹	ذکر تاویل اصول یعنی انکار کرنے کے مسائل
۲۷۵	گوئی کا انکار حلال نہیں
۲۷۹	کتاب الرھن یعنے گرو رکھنے کے مسائل
۲۸۰	باب ما یجوز رھنہ وما لا یجوز یعنے جس چیز کا گرو رکھنا جائز ہے اور جس کا ناجائز
۲۹۵	باب الرھن یوضع علی عدل یعنے گرو رکھنے کی چیز کو ترازو پر رکھنے کا بیان
۲۹۶	باب التصرف فی الرھن یعنے گرو میں لی ہوئی چیز کا تصرف کرنا
۳۰۱	فصل فی مسائل متفرقۃ یعنے متفرق مسئلوں کے ذکر میں
۳۱۲	کتاب الجنایات
	یعنے قصاص نفس اور اعضا کے مسائل کے ذکر میں
۳۱۶	فصل فیما یوجب القود دمالا یوجبہ
	یعنے ان افعال کے ذکر میں جو قصاص کے موجب ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے
۳۳۴	باب القود فیما دون النفس
	یعنے جانی کے ہر چیز مثلاً ہاتھ یا دانت وغیرہ کا عوض لینے میں
۳۳۸	فصل فی المقطعین یعنے دو قصور کرنے کے مسائل
۳۴۳	باب الشھادۃ فی القتل یعنے قتل کی گواہی دینے کے احکام
۳۴۷	کتاب الدیات
	یعنے جو مال کہ جانی کے عوض دینا چاہیے خواہ اقسام دیت کے عوض مسائل
۳۴۹	قاعدہ کلیہ دیت اعضا
۳۵۲	فصل فی الشجاج یعنے ہر سر اور چہرہ کے زخموں کے بیان میں
۳۵۷	فصل فی الجنین یعنے اگر پیٹ کا بچہ مرجائے تو کیا سزا ہے
۳۶۱	فیما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ
	یعنے آدمی جو راہ وغیرہ میں کوئی چیز بنا دے یا بیٹھے وغیرہ کا حکم
۳۶۱	فصل فی الحائط المائل یعنے گرنے والی دیوار کے مسائل
۳۶۱	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ
	یعنے جو اپنے کسی کو تلف کرے یا اسکو کوئی تلف کرے
۳۶۶	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

صفحہ	مضمون
	یعنے جملہ کہ کسی کا بگاڑ کرے یا اسکا کوئی بگاڑ کرے
۳۷۰	فصل فی الجنایۃ علی العبد یعنے غلام میں کوئی نقصان ڈالنے کے بعد
۳۸۱	فصل فی غصب العبد یعنے غلام کے غصب کرنے کے بعد
۳۸۲	باب الاباق یعنے بھاگے ہوئے غلام کے بیان میں
۳۹۳	کتاب المعاقل
	یعنے دیت میں بھاری کس طرح معتبر ہوتی ہے
۳۹۷	کتاب الوصایا
	یعنے وصیتوں کے احکام
۴۰۴	تفسیر مرض موت یعنے جس بیماری میں تصرف بیمار کا کامل نافذ نہیں ہوتا اور کون سی ہے
۴۱۰	باب الوصیۃ بثلث المال یعنے تہائی مال کی وصیت کے احکام
۴۱۸	باب الحق فی المرض یعنے مرض موت میں اسقاط کرنیکا ذکر
۴۲۱	باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم
	یعنے رشتہ داروں وغیرہم کے لئے وصیت کرنے کے احکام
۴۲۲	سبب ہونا ماں کی طرف سے معتبر نہیں
۴۲۳	فقیہ اور متفقہ میں کیا فرق ہے
۴۲۷	باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ
	یعنے خدمت غلام یا سکونت مکان اور پھل کی بھلا کس طرح وصیت کیجاتی ہے
۴۳۰	فصل فی وصایا الذمی یعنے ذمی وغیرہ کی وصیت کیسے نبھائی جائے
۴۳۱	باب الوصی یعنے جسکو وصی بنا کر کیا کیا کام سپرد کیجائے
۴۳۹	فصل فی شھادۃ الوصایا یعنے وصیت کی گواہی میں
۴۴۸	کتاب الخنثی
	یعنے جس شخص میں مرد عورت دونوں کی علامت ہو اسکے احکام
۴۵۹	مسائل شتی یعنے متفرق مسائل سب باب کے
۴۵۳	احکام اربعہ
۴۶۴	ذکر انبیاء کا جو ممتحن پیدا ہوئے

صفحہ	مضمون
۴۶۴	لڑکیوں کے کان چھیدنے درست ہیں
۴۶۵	قرآن کے احکام
۴۷۵	کتاب الفرائض
	یعنے ورثہ کے حصوں کا بیان
۴۸۱	فصل فی العصبات یعنے عصبوں کے بیان میں
۴۹۲	باب العصبۃ یعنے حصہ دار وں کا سہام کے منہ سے بڑھ جانا
۴۹۴	مسائل الرد یعنے مال بانٹ کر ورثہ پر رد کرنے کے مسائل
۴۹۸	باب توریث ذوی الارحام یعنے ذوی الارحام کے وارث کرنے کے مسائل
۵۰۱	فصل فی الغرقی والحرقی والھدمی وغیرھم
	یعنے جو لوگ ایکساتھ ڈوب جائیں یا جل مریں یا دب کر مریں انکے وراثت کے احکام
۵۰۳	فصل فی قسمۃ التصفیات یعنے قبل تقسیم ترکہ اگر کوئی وارث مرجاوے تو کس طرح تقسیم ہوگی
۵۰۸	باب المخارج یعنے مخرجوں کے بیان میں
۵۱۰	تصحیح مسائل کے سات قاعدے
۵۱۱	اعداد کی نسبت کا بیان
۵۱۴	قسمۃ ھوالاء ورثہ کو ترکہ کی تقسیم کا طور
۵۱۶	تھاج کا بیان یعنے اگر کوئی وارث کچھ ترکہ لیکر علیحدہ ہوجاوے تو کیا کرنا چاہیے
	تمت

بعون صناع مکین و مکان فضل خلاق زمین و زمان

الحمد لله والمنة که ربع رابع فتاوی محمدیه مذهب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام رونق افزای

بلند حوض خانه اداره طاهر

ترجمه اردو در المختار

که کارخانه علوی صاحب مرحوم مطبع علوی در شهر آگره اقبال آباد بزیور طبع مرصع گردید حسب الاذن صاحب مذکور مطبوعی و محفوظی مطبع هذا

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکهنؤ طبع هوکر مطبوعا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قولہ الھبۃ لکونھا تملیک عین ھذہ تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنے اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ھی لغۃ اسم للاجرۃ وھی ما یستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا تجکو اجر عظیم دے ھم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہو خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ ثالاجرۃ الکراء وعلط اوھری نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اوسپر دلالت کرتی ہی انتہے یعنے عینی نے اجرت کی تفسیر کراء اجیر اور اجری کی تفسیر یستحق علی عمل الخیر کی ہو وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بھا او دابۃ لیجنبھا بین یدیہ او دارا لا لیسکنھا او عبدا او دراھم او غیر ذلک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی کل ولا اجر لانھا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجی اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اوس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے بابرتن کرایہ لیے تاکہ اون سے تجمل اور آرایش حاصل کرے یا گھوڑا اسلئے کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کو تل چلاوے یا گھر کرایہ لے نہ اسواسطے کہ اوسمین سکونت کرے یا غلام یا دراہم یا سوائے اسکے اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین تو لاوے بلکہ لوگ اس کو دیکھین آدمی کہ وہ چیز اوسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہو عین سے کذا فی البزازیہ اور اسکا ذکر آگے آویگا ص نفع کی قید سے بیع اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونیکی قید نہین لگائی اشارہ کردہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصودین استعمال کرے اور یہ جو منھا کا قول ہی کہ اجارۂ فاسدہ مین انتفاع سے اُجرت واجب ہوتی ہی تو اس صورت پر محمول ہی جب کہ نفع مقصودہ مین استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح ثمنا لمبیع صلح اجرۃ لانھا من المنفعۃ اذ ھو بمعنی البیع مین بدل ہونیکی صلاحیت رکھتی ہو وہ اجرت اور مزدوری

ہو تبھی بھی صلاحیت نہ ہوتی ہو اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ہم ثمن ہی بھی ہوتا ہو اور ثمن بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں مبیع اور ثمن اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو ولا یعکس کلیا فلا یقال ما لا یجعل ثمنا لا یجعل اجرۃ تبعا لاجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجیء اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہیں ہوتا تو لوں نہ بولیں گے کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہیں اُسکا اجرت ہونا جائز نہیں بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض منفعت کے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہو اور مبیع میں منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہیں عکس کلی سے یہاں عکس لغوی مراد ہو یہ عکس مطلق و تنعقد باعرتك هذه الدار شهرا بكذا لا ان العارية بعوض اجارة بخلاف العكس اور منعقد ہوتا ہو اجارہ اس قول سے کہ میں نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعوض تنکے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہو برخلاف عکس یعنے عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہیں ہوتی تو اگر یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وهبتك او اجرتك منافعها شهرا بركذا یا منعقد ہوتا ہو اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینہ بعوض اسقدر کے افادان ركنهما الايجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہو کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہ نہیں ہو سکتا بدون ایجاب اور قبول کے اتنے میں کہتا ہوں اور شاید کہ رکنیت ایجاب اور قبول کی تنعقد کے لفظ سے نکلتی ہو اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہو ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضي الى المنازعة اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہو اجرت اور منفعت کا اسواسطے کہ دونوں کا غیر معلوم ہونا منازعت کیطرف پہونچاتا ہو وحكمها وقوع الملك في البدلين ساعة فساعة اور حکم یعنے اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہو دونوں عوضوں یعنے منفعت اور اجرتین موصوفہ میں اور گھڑی گھڑی ہم وجہا سکی یہ ہو کہ اجارہ عقد معاوضہ ہو اور احد العوضین منفعت ہو کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہو اور معاوضہ مقتضی ہو مساوات کا تو بالضرور تراخی فی المنفعۃ موجب ہو تراخی فی البدل کا ہاں اگر تعجیل اجرت عقد میں شرط ہوگئی تو پہلا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وهل تنعقد بالتعاطي ظاهر الخلاصة نعوان علمت المدة وفي البزازية ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہو تعاطی سے بلا ایجاب و قبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہو کہ ہاں تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہو اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ میں ہو کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہو اور اگر کمتر نہو تو منعقد نہیں ہوتا صاحب امام محمد نے اصل میں مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعین دو یگیں اجارہ لیں تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو یگیں مختلف المقدار ہوتی ہیں تو اگر وہ شخص دو یگیں لایا اور مستاجر نے قبول کرلیں پہلے کرایہ پر تو جائز ہو اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے اور تتمہ میں ہو کہ میں نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہو نادین یا حجامت کرواتا ہو یا فصد لیتا ہو یا حمام میں جاتا ہو یا سقے سے پانی پیتا ہو پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہو ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہو بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی عن العالمگيرية عن التتارخانية ويعلم المغرم ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذا فان مدة كانت وان طالت ولو مضافة كاجرتكها غدا او للموجر مبهما وتبطل الاجارة به يفتى خانية اور منفعت معلوم ہو جاتی ہو مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو مگر مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اوس عام ستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہو اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائیگا اسی قول پر فتوے ہو کذا فی الخانیہ ہم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہو اگرچہ موجر اور ستاجر اوس مدت تک زندہ نہ رہیں یہی قول خصاف کا مختار ہو اور بعضوں نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہو

سلہ پہلے تین کو دو میں کرکے ۱۲

اور تابید بطل اجارہ ہو یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولہ تزد فی الاوقاف علی ثلث سنین فی القہستانی وعلی سنۃ فی غیرہا کما فی جامع الفصولین اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین چنانچہ گھر اور دکان مین جسطرح باب لوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ماجور لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارۂ طویلکا یہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو لیوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اُسکا فسخ کردینا چاہیے کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط الواقف ملا یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیتبع القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنیوالا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیروی لازم ہی مگر جب کہ اُسکی اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اُسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہی یعنے قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہی قالوا وتؤمنا لوقف ان الفتوی وعلی بطلان الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجیء متنا فلیراجع وہی یحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کرچکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوے ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہوا ور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اُسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اُسکو یاد رکھنا چاہیے فلیس لہا جورہا المتولی الکثر مما تصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہوگا وتنفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قارئ الہدایۃ وہو ما رجحہ المصنف علی ما فی نفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنے نہ تین سال تین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی فتاوے قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کی کو ترجیح دی ہی اور نفع الوسائل کے قول پر ہم نفع الوسائل مین مذکور ہی کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہو تو تین برس تین صحیح ہوگا اور باقی تین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فسادہ ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضۃ النخالیۃ مویا ستاجر بمبلغ کثیر دیسا فی علی اشجارہا بسہم او بسہمین اور مصنف نے اپنی شرح مین اوس امر کی فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی وقف یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہی اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے ہم یعنے ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی فالخطاط فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو ظن یعنے فساد کا نصیب ظاہر ہی اجارہ مین نہ مساقات مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہی لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہی درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید ان تو مفاد اُسکا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولے فساد ہی مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک اُن دونون مین سے یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنے عقد مستقل ہی وہو منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہی کہ پہلے برسون کی مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوتو صحیح نہوگا لکھتے وجہ اولویت کی یہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کیواسطے خیر اور شر دونون ہی اور باوجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اُسکا فاسد ہونا بطریق اولے ہی غیر مفادہ کی اُسکی طرف راجع ہی جو اُس کے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقید واسرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد لفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محلہ ولا یتعدا الی کجمع بین عبدہ ومدبر فتسل ہر میں کہتا ہوں وبیع فاسد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد جائز فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہاں سے بھی نہ بڑھیگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اسکو تامل کرہم یہ شارح نے النفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پھیلیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوہ ایضا من الفساد الطارئ فتنبہ اور یہ بھی ہے کہ فقہا نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہو ہوم یہ دوسری تائید ہے یعنے جب کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری ہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے میں تامل ہے لیکن سابق کہ سلب عقد میں داخل ہے اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وصی زید باع ضیعۃ من ترکتہ لہ وبین علی انہا ملکہ ثم ظہر ان بعضہا وقف مسجد ہل یصح البیع فی الباقی اجاب فریق نعم وفریق بلا والف بعضہم رسالۃ ملخصہا تجمع الاول قائل وملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ سنو ہے کہ زید کے وصی نے اوسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کے واسطے اس شخص کے کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا باقی میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی میں یعنے غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہ ہوگی اور بعضے علما نے اسمیں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون اس رسالہ کا یہ ہوا کہ اول کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کرہم شارح نے فرمایا تامل سے النفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوے عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی اجر ضیعۃ وقف ثلث سنین وکتب فی الصک انہ اجر ثلثین عقدا کل عقد عقیب الاخر لا تصح الاجارۃ وہو الصحیح وعلیہ الفتوی صیانۃ للاوقاف ثم قال ولو قضی قاض بصحتہا لیکون مجتہدا فیہ یرتفع الخلاف انتہی اور جواہر الفتاوے سے یہ ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ دینے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنے عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارۂ مذکور صحیح نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے اوقاف کی محافظت کیواسطے یعنے تاکہ اسکے تصرف سے سنا جو وقف کی ملکیت کا دعوے کرے سے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی ہم رفع خلاف اُسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجئ ان المتولی والوصی لو اجر بدون اجر المثل یلزم المستاجر تمامہ بخلاف المتولی والا یصح الا لانفع للوقف تین کہتا ہوں اوسکے آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہا وسپر عمل ہوگا جو زیادہ متنازع ہو وقف کے واسطے وفی جامع الحامدیۃ تعتبر فساد العقد فی البعض بعضہ مقارن یفسد فی الکل اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اوس مقصد کے جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ہم مصنف اپنی شرح میں اس قول کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتحہ کی تقویت کے واسطے ویعلم النفع ایضا ببیان العمل کالصباغۃ والصبغ والخیاطۃ بما یرتفع الجہالۃ بہ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اوس طرح کا بیان جو جہالت کو دور کر ڈالے ہم عمل زرگری میں ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ بالکل رنگ ہو یا گہرا اور ہو اور دوخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ثوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے واہذا محیط میں ہے کہ اگر تو دیکھے دس کپڑوں کے ثوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلاظت اور رقت میں مختلف ہوتا ہے فیتفاحش عند استیجار الدابۃ للرکوب بیان الوقت والملوہنم فلو خلا عنہا فہی فاسدۃ بس اسزیادہ

تو سواری کے واسطے جانور کرایہ لینے میں بیان وقت یا مکان کو شرط ہو تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنے اسواسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہیں و یعلم ایضا بالاشارۃ کقفل ھذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لینا اس طعام کا فلانے مکان تک ہم چند منفعت مشار الیہ نہیں ہوتی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر واعلم ان الاجیر لا یلزمہ بالعقد ولا یجب تسلیمہ بہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کرکہ اجیر اور مزدوری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں اوسکی تسلیم یعنے اوسکا ادا کرنا عقد سے بلا مستاجر کی تعجیل سے یا اجارۂ حاضرہ میں تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم تسلیم ہوتی ہے اور واجب نہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو اب اوسکو نہیں پھیر سکتا کذا فی الظہیریۃ وہی عن العتابیہ اما المضافۃ فلا تملک فیھا الاجرۃ بشرط التعجیل اجماعاً اور اجارۂ مضافہ یعنے وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت مملوک نہیں ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق و قبل تعجل عقود اوکل الاحکام فیفتی بروایۃ بملکھا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وھبانیہ للشرنبلالی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام میں عقود معجلہ کی مانند ہے یہاں تک کہ اجیر کے مالک ہونیکا فتوے دیا ہے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کذا فی شرح الوھبانیہ للشرنبلالی ہم شارح سے یہاں اختصار مخل واقع ہوا بالتفصیل مطلب ظاہر ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا میں متعارف ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر بازمین کا اجارہ کرتے ہیں متواتر تیس برس لیکن تین تین ہر سال سے کچھ اتصال سنوات باقی نہ رہی اور سال کی اجرت قبل مقرر کرتے ہیں اور پچھلے سال کی اجرت کنیز معین کرتے ہیں علما اسکے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہیں یعنے مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہیں اور یعنے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں اسواسطے کہ اگر عقود جدا جدا کیجیے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرینگے اور اجارۂ مضافہ میں اجرت مملوک نہیں ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اصل اجارہ سے تملک اجرت ہے صدر الاسلام شہید نے کہا ہے نزدیک صحیح یہ ہے کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہوا اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل آتی اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اسمیں اشتراط تعجیل باطل ہے اور بالفعل اوسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہے و ہندا ہلی تک کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہیں ہوا اور اگر شارح یوں کہتا اوقیل یعجل عقدا او صدفیفتی بروایۃ تملکھا بشرط التعجیل ای علی ھذا القول تو بہتر اور واضح ہوتا کذا فی الظھیریۃ او الاستیفاء کم للصنعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کرنیکے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلث مل کو سرۃ فی الاستیجار کا یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر اوسمیں صورتوں میں باوجود قدرت لازم نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم وقاضی کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اسوقت میں اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعجیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی بادہ چیزاوسکے اسباب سے فارغ نہیں یا فارغ تسلیم کی مدت کی غیر تنزیل مدت میں تسلیم کی لیکن اوسکو غیر محل اجارہ میں حبس کر رکھا یا اوسکو محل اجارہ میں رکھا اور اوسمیں کوئی عذر ہے مانع یا موجر کیطرف سے کوئی عذر نہیں لیکن حاکم یا خاصتے اوسکو روک رکھا یا کرایہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنیٰ صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس نہ رکھا اور اوسپر سوار نہوا تیسری صورت یہ کہ گھر اکرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کرکے پھر اوسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون چننے کے تو اجرت لازم نہوگی اوتنی مدت کہ بعد کہ اگر اوسکو پھینتا تو گر جاتا یعنے وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کذا فی الظہیریۃ پھر اوس مدت کے بعد اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الظھیریۃ وہی ثم فرع علی ھذا بقولہ فیجب لا جل الاستیفاء فاسدہ قبضت و لم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنے قدرت بتمکن پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اوس طرح کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اوسمیں مستاجر نہیں رہا واجب ہوتا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت بتمکن کے وہی ھذا ان کانت

الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الا الحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العمادیۃ اور یہ یعنے وجوب اجرت بقدرت انتفاع اوسوقت ہی جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین شرح بیان کیا ہی وظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقت فتجب حزته فی الفاسدۃ بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا کالٹ الناہی وقف تو وقف کی اجرت مد اجارہ مین واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ہم خلاصہ عبارت یہ ہی کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین متقدمین کے قول پر انتے تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف ہمین نظر نہین آیا اور اجناس مین خود معجر نے وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتے اور یہ لفظ صحیح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو ایتام وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہوگیا ہمین شارح بیان تردد کیلئے کذا فی الطحطاوی فلخصا قلت وهل مال اليتيم والمعد للاستغلال والمستأجر فی البيع فاوعلى ما افتى به علماء الروم كذلك محل تردد فليرجع ہین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کیواسطے مہیا ہی اور بیع الوفا کے اجارہ والی چیز جو بموجب فتوائے علماے روم بھی بسطرح وقف کے مانند ہی تردد کا مقام ہی تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم یہ تردد کا مقام نہین پنانچہ ہم مذکور کرچکے اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہی تو قدرت انتفاع ہمین کی ہی اور اگر اجارہ فاسد ہی تو اسکے حکم مین کچھ تغیر نہین آیا بیع الوفا کی یہ صورت ہی کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا بشیرینی سے اوس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے کل وقت تک تو مدت اجارہ مین اجارہ صحیح ہی پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اوسکے ہاتھ مین باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوے دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال کیا ہمین یہ خلل ہی کہ بعد انقضاے مدت اجارہ صحیح نہین کذا فی المطولات وی یقول له ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولة بین المستأجر والعین لان حقیقة الغصب تجری فی العقار اور مشائخ نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی ہی ساقط ہوتی ہی اجرت غصب سے یعنے مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہین ہوتی زمین مین یعنے جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی وهل تنفسخ بالغصب قال فی الهداية نعم خلافا لقاضیخان اور کیا اجارہ فسخ ہوجاتا ہی غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہوجاتا ہی برخلاف قاضی خان کے وفی غصب فی بعض المدة فحسابه اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب اوسکی اجرت ساقط ہوگی الا ان یمکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعة او حمایة اشباہ مگر جبکہ کالنا غاصب کو مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاردن کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہوگی کذا فی الاشباہ ہم اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اور سکونہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہی اجرت اوپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اوسکا اخراج ممکن نہو تو غیر مین ہی کہ اجرت ساقط نہوگی وفی انکار ذلك ای الغصب لموجره ادعاء المستأجر فی لاثبینة له فی هذا الحال کمسئلة الطحوی اور اگر موجر یعنے اجارہ دینے والا غصب کا منکر ہو اور مستاجر یعنے اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہون تو ظاہر حال حکم کریگا جو پچھلے مسئلہ کے مانند ہم یعنے اگر مستاجر گھر مین رہتا ہو مدعی نزاعت کے حال مین تو موجر کا قول مقبول ہو اور اگر اسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہی اور اسپر کرایہ نہوگا کذا فی الخیر اور اگر بین بھی کہ مستاجر اور موجر مین اختلاف واقع ہوا بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنے اگر بانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الکبلی ولا یقبل قول الساکن لانه فرد خیره اور دیگر کے رہنے والے کا قول قبول نہوگا اسواسطے کہ وہ متشخص ہی کذا فی الذخیرہ یعنے مسئلہ غصب مین ساکن دار کا قول معتبر نہین اور اگر گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ وبقوله ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجیرا لانه لم یملک بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد نہوگا قریب دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو بارہ مین اسواسطے کہ موجر اوسکا مالک نہین ہوگیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اوس کی یہ ہی

گزرید کا غلام خالد ای محمود کا بھائی سو بدت محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اوسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنے موجر کی ملک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر حیث لا مانع من الانتفاع اور تمکن سے استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمہ العین الی المستاجر فی بعد مثلی یعنی بعد المدۃ لموجرۃ ولیس ہناک ما یمنعہما الا امتناع عن التسلیم والتسلم فی الباقی المدۃ اذا المرکبون فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیہا لاجل ذلک تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسیکو باقی مدتمیں دینے اور لینے سے امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنے تمام مدت یکساں ہوتا متناع دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی العین المؤجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتہا کمن الموسم فانہ کالمرکب یرغب فیہا بعد الموسم قلو لم یسلمہ فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ایسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دوکانیں موسم حج کے زمانے میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اونکی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اوسوقت میں تسلیم نکرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے نے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر ہم یعنے اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خریداوسے خرید میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان مکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا یشبہ کا اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اوسکی کھولنے پر قادر نہوا بسبب گم ہوجانے کنجی کے تو اگر اوسکو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ ہم اور اگر مالک نے کہایہ مکان لے اور ہمیں رہ گیا اور دروازہ کھول دیا اور مستاجر نے مدتکے بعد کرایہ دیکھیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مدت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ قفل توڑ ڈالا اور کیوں نہ ہمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہن للفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ انما تصح فیما بین کتابہن اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنے موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی العینیہ ولو اختلفا فالحکم الحال او یا گرد دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنے بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس ہو مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہو کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہو اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہو کذا فی الطحطاوی ولو ہرہنا فبینۃ الموجر ذخیرۃ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرۃ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے تشبیہ دی موجر مستاجر کی سایع الفارمین کہا گھر خریدکیا اور کنجی اوسکی لی اور گھر کیطرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہر یگا اور نہیں تو نہیں کذا فی البنایع وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہوا اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم فرق للدابۃ کل مرحلۃ اذا الطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو یا تید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرح کے موافق وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ واسلم فلک قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اسکے اور

پیشوں کی مزدوری مانگتا جائز ہی جب کہ اوس کام سے فراغت حاصل کرے اور تاجر کو تسلیم کرے یعنے ہمیں مزدوری کا مطالبہ ہے دن نہیں بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہو ہم کہتے ہیں کہ وہ یا سودگری نے سیا اور اوسکی بلاتعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہو گا کیون ہی وہ کذا کل من لعلہ اثر فی اور اسیطرح ہر ایک اوس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور سونے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہو گا وما لا اثر لہ کحمال لہ الاجر کما فرغ وان بعد تسلم الخ اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا چنانچہ حمال تو اُسکی مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہو گی کذا فی البحر وان وصل عمل فی بیت المستاجر دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بعد ان فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو متعلق ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہی کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین ہی اور گھر اوسکے قبضہ مین ہی تو اسپر تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوئی بمجرد عمل کے انتہے تو ہو سکے اگر کپڑا اوغیرہ تلف ہو گا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوئی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعلیم مذکور کی ہی لیکن تسلیم بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہی کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تا وقتیکہ عمل سے انتفاع حاصل نہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہو گا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہو گا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعۃ مین ہی کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کر کے پھر اسکی چوری ہو جاے تو بقدر دوخت اوسکی اجرت ثابت ہو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہے درین ہی کہ موجب ہدایہ و بحر کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور موجب اول و ذوالمذہبیۃ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اوسکے مساب کے اجرت واجب ہو تو اگر کپڑا چوری ہو جاے کچھ سینے کے بعد تو اوسکے مساب کے موافق استحقاق اجر ثابت ہو گا لانہ لو سرق بعد ما خاط بعض ثوب او الحذو معہ ملبنا کان لہ قسط من الاجر بحسابہ علی المذھب ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہو جاے بعد اسکے کہ درزی نے اسکے کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اوسکا اجر ثابت ہو گا اوسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر وابن کمال ہم یہ مستدرک بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہی تو اجرت واجب ہی خواہ بعض دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہی کہ مسئلہ بنا خود اس مین متصدی ہی کہ بعض عمل سے اجرت اوسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو جماعت اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان نہین ہدایہ پر رد کر کے تو جہی منسوب نہ ہونا اولیٰ مصنف پنے صاحب کنز نے متصدی مین اسکو پسند کیا ہی اگرچہ اوسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطہ الخیاط باجر فقتہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لہ تضمین الفاتق کپڑا درزی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو یہون اور دھیرا کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون کو دھیرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یجبر علی الاعادۃ وان کان الخیاط ھو الفاتق فعلیہ الاعادۃ کما نہ لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہو گا اور اگر درزی ہی سیون کا اور دھیرنا ہوا ہو تو اوسپر دوبارہ سینا واجب ہو گویا واجب نہ سیا تھا برخلاف اجنبی سے یعنے اجنبی شخص کے اودھیرنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وھل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا شباہ لکن فی حاشیتھا مغربیا للصفتہ رات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتھی اشرہ ایت فی التتارخانیۃ مغرب بالکبرے

ان الفتوی علی الاول فتامل اور کیا خیاط کیواسطے کپڑا ہیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہو یا نہین قول اصح یہ ہی کہ قطع کرنے سے بدون سیلنے کے مزدوری نہین کذا فی الاشباہ لیکن شباہ کے حاشیۂ غمرات سے منقول ہی کہ قول مفتی بہ یہ ہی کہ ہان اجرت ہوا ور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہی کہ رواج پر حکم ہوا تھے سپہر مین سنے تاتا خانیہ مین فتاوے کبرے سے منقول ہی دیکھا کہ قول اول پر فتوے ہی تو تامل کر حکم صورت مسئلہ یہ ہی کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اُسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو یا نکا اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہی تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کیہہ حاجت رہتی اسواسطے کہ صاحب خلاصہ اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہی کہ وجوب اجرت پر فتوے ہی اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہی کہ عدم لزوم پر فتوے ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی فتامل کذا فی الطحطاوی و المنحار طالب اجر للخیز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمام عمل ذلک و باخراجہ بعضہ بخلاف بیع جوھرۃ اور روٹی پکانے والیکو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ بیچنگی کی تمامی بسطرح کالنے کے بعد ہی اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اوسکے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرۃ فان احترق بعد ما اخراجہ بغیر فعلہ فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ و لا عزم بعد التعدی و قتا لا یعزم مثل دقیقہ و لا اجر و ان شاء ضمنہ الخبز و الطحا کہ الا جس سواگر تنور سے کالنے کے بعد بلا فصل طباخ روٹی جل جاوے تو اوسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر مین رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اُسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اوسکے آنے کے برابر اور اوسکی مزدوری نہین اور اگر مستاجر جاہی تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اوسکو روٹی پکانے کی مزدوری دے و لو احترق قبلہ کالاجر لہ و یغرم اتفاقا لتقصیرہ در رو بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُسکی مزدوری نہین اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدر و البحر و ان لم یکن الخبز فیہ ای بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر لہ لعدم التسلیم حقیقۃ و لا ضمان لو امینا فی ید الامانۃ خلافا لھما و ھی مسئلۃ الاجیر المشترک جوھرۃ اور اگر مستاجر کے گھر مین روٹی نہو خواہ نان پز کے گھر مین ہو یا مین اور سپہر جل جاوے یا چوری جاوے تو اوسکے واسطے مزدوری نہین بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اوسپر تاوان نہین اگر چوری گئی اسواسطے کہ اوسکے پاس امانت تھی بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تاوان ہی اور یہ مسئلہ ہی اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہی تو ضمان نہین بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی و ان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان ثم ان شاء ضمن الخباز و ان شاء ضمن المستاجر لانہ ملکہ بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلا اجر لہ و ان ضمنہ قیمتہ عجینا فلہ الاجر لہ للھلاک قبل التسلیم و لا یضمن الحطب و المسلہ اور اگر روٹی جل گئی یا اوسکے ہاتھ سے گر پڑے تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہی پھر مالک کو اختیار ہی کہ اگر اوس سے پکی روٹی کا تاوان لے تو اوسکی مزدوری ثابت ہی اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہین بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اوسپر لکڑی اور تپ کا تاوان نہین و یعلم بعد العرف الا اذا کان لاھل بیتہ جوھرہ و الاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہی کالنے بعد پکنے کے جب دیگ سے پیالون اور رکابون مین باورچی کا ل چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جب کہ نیچ مستاجر کے گھر والون کیواسطے ہو نہ اہل دعوت کیواسطے تو کالنا لازم نہین کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اسمین وارد ہی یعنے اگر یہ رواج ہی کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہین تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ جس محل مین نفس نہین وہان حادث کا اعتبار ہی فان فسد ای الطعام الطباخ ان احرقہ او لم یعجبہ فھو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچی رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہی یعنے طعام کی قیمت کا

فرع عامل بجبر الدرس فی الدرس فی الدرس

اوپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بناء لیخبز لو لیطبخ فیہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شیء من المستأجر بعدہ المتعدی جو گھر اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لگیا روئی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اُسمیں سے ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اُسپر تاوان نہیں بجہت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جائے۔ مثلاً والوں کا بواسطہ عدم تفقد کے ہم طحطاوی نے کہا یہ سئلہ مخصوص یا حیز نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے والضرب للبنین بعد الاقامۃ وقالا بعد التشہد لجلبہ او جعل بعضہ علی بعض وبقولہما یفتی ابن کمال مفرز للیمین اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ نیٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہی اور صاحبین نے کہا کہ تشہد کے بعد یعنے بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو نقل کیا ہے ابن کمال نے یمین سے وھذا اذا ضرب وثبت المستأجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعلم منصوبا عندہ ومشرجا عندھما کما یفتی اور یہ اُسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہوئی ہو اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جب تک شما اکثر دے کر امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی قسم مستفی تہ تسلیم شرط کی ہو نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے المابین علی البنان فالواجب علی المستاجر واد خال الحمل المنزل علی الحمال لا فیہ فی المجانی وموعودہ للفرقۃ الاشرائیت پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور سنی اینٹ پتھا ہوا سانچا دینے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانیوالے پر نہ اوسکا ڈالنا اور بھرنا بوریوں میں یا اُسکا چڑھانا چھت پر کرنا مزدور کرنے سے واکیاک دابۃ للحمل علی المکاری وکذا الحمال والحوالوق اور بوجھ لادنے کیواسطے یا لان جانور پر باندھنا مکاری لینے کرایہ والے پر ہے اور اسیطرح رسیان اور کونین مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدھا ظہیریہ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ نہیں اور کاغذ شرط کرنا کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار حبسہا لاجل اجرہ اور جس اجیر کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیز عین میں جیسے دھوبی کا کپڑا دھونے سے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے ہم دھوبی سے وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھونے نشاستہ وغیرہ کا کلب لگا کر نہ فقط غاسل ثوب جیسے یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں ثابت ہے تو حق حبس بدلا لینے کے واسطے ہو اپنا نیچہ بیع میں کذا فی الدرر وھل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغزل مجرد ما یعاین ویرنے قولان اصحہما الثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والحطب الضمان والخیاط والخفاف وحالق رأس العبد لھو حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنیوالے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے سمین دو قول ہیں یعنے ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور لپسہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سبکو روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے موجب قول صحیح کذا فی البحر الرائق ہیں ہو کذا فی المصفیہ میں ذخیرہ سے منقول ہو کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما یعاین ہیں حق حبس نہیں تو صحیح مختلف سمہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی درزمین نمایہ عن قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوائے میل چھوڑانے کے ہیں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اوسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہوگئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اوسنے سپیدی ایجاد کردی ہے ہر کہ بیفزود چیزے بدو اذا کان حالا اما اذا کان الاجر موجلا فلا یملک حبسہا کعمل فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنے حق حبس اوسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہوگئی ہو تو اجیر کے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم محلی کے وتضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اگر یہ ہے تاوان

لازم ہو گا تدی سے اگرچہ تدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الغایۃ فان حبس فضاع فلا اجر لہ کما لو ضاع بعد الاتیان ہو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اوسکی مزدوری نہیں اور نہ اوسپر تاوان ہو بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہر اوی دابۃ والملاح وغاسل الثوب ہای لتظہیرہ لا لتحسینہ فلیحفظ کالمحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو جیسے حمال جو چیز بوجھ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے فاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوئے واسکے ظاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہی اسواسطے کہ سفیدی مخفی ستھی جو اُسکے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اوسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو محسن ثوب ہوا مالک ہو گا نہ مطہر ثوب اور رہین کو ہلاک کرنیوالے کو جس ثابت ہے اگرچہ اوسکے عمل کا اثر نہیں فلو حبس ضمن ضمان الغصب وسیجئ فی باب الیمین اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے سے اور ضمان غصب سے آویگا غصب کے باب میں وہ چیز تلف ہو گئی تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وہی صاحبہا یا لخیارہ ان شاء ضمنہ قیمتہا ای یوم لہا کشرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمل لہ ولا اجر جو ہر ہے اور محمول چیز کا مالک مختار ہو گا اگر چاہے حمال سے اوسکو محمول اعتبار کر کے اوسکی قیمت لینے اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الہجو ہرہ واذا شرط عملہ بنفسہ یأتی بقولہ الحمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلافا اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ اوسسے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ ہم غایۃ البیان میں کہہ کر دریچی کہا کہ تو خود کپڑا اسکے دھو یا دھوبی سے کہلا کہ تو خود دھو دے بھر اُسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب ہو گا کذا فی الحاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ او یدیا لا استبحارا نہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ صرح فی الخلاصہ اور اگر مطلق بلا تید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہی کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص ثانی سے کچھ نہ لے سکیگا اور ضمان تلف ہو نیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اسکو صریح بیان کیا ہی وقید بشرط العمل لانہ لو شرطہ الیوم او غدا فلم یفعل وطالبہ فرارا فقط حتی سرق لا یضمن وہو اجماع شمس الائمۃ یا ضمان کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اوسنے اوسدن کام نہ کیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار طلب کیا سو اوس نے کوتاہی کی یہاں تک کہ وہ چیز چوری ہو گئی تو تاوان اجیر پر لازم نہو گا اور شمس الائمہ نے وجہ ضمان کا جو اپنے یا ہی کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان تعمل طلاق لا تقیید مستصفی فالمراد بالعمل غیرہا اور مستاجر کا یوں کہنا کہ استیجار میرے عمل پر لے طلاق ہمیہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہی کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجر یا بیاتی بعملہ فمات بعضہم فجاء من بقی فلہ اجرۃ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے دیکھا کہ اجیر اُسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمیں کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگوں کو لے آیا تو اوسکی مزدوری ثابت ہو گی اوسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اوسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا بخلاف عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہو گا پس اگر سب کو لانا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا مستحق ہو گا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہو گا وقید بقولہ لہ لو کان الی قولہ معلومین ای للمعاقدین لیکون الاجیر غالبا مجتہدا ومصنف نے اس قول سے فید لگائی کہ اگر اُسکے اہل وعیال معلوم ہوں بخصوصہا عاقدین او نکو جانتے ہوں تو بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہو گا تا کہ اجرت کے مقابلہ میں پوری ہو والا یکون ما معلومین فکلہا ای لہ کل الاجر وقال ابن الکمال ان کانت الاجرۃ تقل بنقصان عددہم فہکذا والا کلہا او اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کو اسطے تمام اجرت واجب ہو گی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنے امام سرخسی سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اُسکے حساب اجرت لازم ہو گی ورنہ اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہو گی

لا یصال قطا ای کتاب او ذا الی زید لان رد کالای المکتوب والزاد لموتہ ای زید ای غیبتہ لا شیٔ لہ لانہ لم تقضہ بعد د کالخیاط اذا خاط ثوبہ فسئی ٔ کا مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ ہو پہنچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پہنچا دیا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اسکے واسطے کچھ مزدوری نہیں بواسطہ کہ اُسنے معقود علیہ یعنے ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اور اسکے پہنچا لانے سے جو اجر اور رتبی نے جب کہ سیا پھر اسکو ادھیڑ ڈالا مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچا تا اور جواب لاتا اور توشہ ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لاتا مذکور نہ ہوگا تو خط پہنچا لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا اور توشہ مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ای فی الخانیۃ استأجر لیذہب لموضع کذا و یدعو فلانا یأجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کیطرف جائے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین مزدوری پر پس اجیر وہاں گیا اور اُسنے اُس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ہم خانیہ میں تبع رسالت کا مذکور ہے کہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانیکو یکساں قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع القطا فی رسالتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ الا احضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذہاب وھو نصف الاجر المسمی الکل فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی الفہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجئی بالجواب فمصنف والا فکلہم فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو اور صورت موت زید کے یا اوس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا دے جب کہ وہ آوے اور صورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہوگا کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہے صاحب درر کا دلیکن بہت محشیوں نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن فہستانی نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجر لازم ہے تو توفیق میں القول ہوگئی یعنے صاحب درر اور مصنف کا کلام شرط جواب پر محمول ہے اور محشیوں کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے والله تعالی اعلم وجب لہ شیٔ لانتفاء المعقود علیہ وھو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اوسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اوسکی واجب نہ ہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنے ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نہیں اور اختلف فیما لو فتقہ اور اسمیں اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنے بعضوں کے نزدیک اسمیں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متون الارض لو وقفا جرھا بغیر لم المثل لازم مستاجرھا ای مستاجر فرس الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضھم تمام الجزم المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ یا مثل ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل پر بھاڑ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا احکموہ وصاحب کما فی مجمع الفتاوی اور بیطرح کا حکم جو دی اور بالکل چنانچہ مجمع الفتاوی میں ہے یعنے اگر دھی یا بامر سنبھالنے زمین کمتر از اجرت مثل کے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ دھی اور باب پر یقتدی بالصغار فی غصب عقار الوقف وعصب منافعہ وکذا یفتی لکل ما ھو للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی لقطۃ الاجارۃ عنہ لزیادۃ القاشانی نظر الوقف وصیانتہ تعالی اعلم توفیق دیا گیا ہے فاحفظہ تا وان پر زمین بالکل وقف غصب کرنے میں اور منافع زمین بالکل وقف کے غصب کرنیمیں اور واسطے حراج ہر ایک اُس چیز کا فتوے ہی جو وقف کے واسطے نافع تر ہو جسمیں غالبوں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو لقطہ اجارہ کا حکم کرایہ کے قصانے زیادت فاحشہ کے نزدیک یہی ملاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کو واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد نی نصف اجر مثل کا زیادہ ہو جاتا ہے بلا تفاوت چنانچہ منقریب فروع میں مذکور ہوگا مات الاجر وعلیہ دیون حتی فنیہ الحقل بعد التحمیل للمرسل فالمستاجر الواجدون یباع ولو بعقد فاسد لبساط المسجد بخلاف الدہن المتخذ منہ حصیر فی الاصح مر گیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اسپر لوگوں کے دین ہیں تا انیکہ عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تحمیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر عقد اجارہ کی چیز کا کہ اور قرضخواہ ہونے تا انیکہ مستاجر مشغولی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعقد فاسد کے تصرف میں ہو کذا فی الاشباہ ہم یعنے جب کہ موجر مر گیا اور اُسپر غیر مستاجر دین ہیں پس اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق باقی ثمن جو باقی قرضخواہوں سے کذا فی الطحطاوی یعنے پہلے مستاجر اوسکے ثمن سے اپنی چشگی دی ہوئی لیگا بعد اُسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا

تو اور فسخ خواہ یا دین گے الا انہ لا یستقط الدین بھلاکہ ای بھلاک ھذا المستاجر الا لمیری ھن مال وھو گریہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو مستقط دین خلافا لزفر فانہ مضمون بالقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجی فی باب الرھن فھو امانۃ فی حقہ ضمان بخلاف مرہونکے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ مرہونکی ہلاکی میں مرتہن پر تاوان ہے کلمۃ کام مرہونکی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آویگا کذا فی مجمع الفتاوی وھو قولہ من قیمتہ ومن الدین یہ ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز مضمون ہو وہ رہن ہے حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت و دین کا لحاظ کیا جائے سو دونو نہیں ہے بل ھو تارۃ بالاقل من قیمتہ ودین وتارۃ بالاقل من الدین تو اس صورت میں رہن ہے یہ ہوگا نہ تفصیلیہ کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر تصح فی المدۃ وبعدھا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ہم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت شاہ اور صنیع العقاد رسے مخالف ہے وما الزیادۃ علی المستاجر فان فی المالکی ولیتم لہ تقبل الکل رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے اگرچہ میتہ کی ملک ہو تو مقبول نہیں چنانچہ اگر اجرت ارزاں ہوگئی تو معتبر نہیں ہم یعنے بعد اجرت معین ہوچکنے کی اجرت کا نرخ گراں ہوگیا یا ارزاں تو غیر وقف میں اسکا اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجرھا لنا ظر بالغ عرض علی الاول لکن الاصح صحتھا بالمثل ولو دعی ھو انہا غبنی فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقفیت میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ کے بدون پر چھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحت اجارہ مذکورہ ہی بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مدعو دعوے کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھ شامی بین لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وقولہ صحیحۃ باجر المثل واقع فی فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذا فسخھا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف کار خبر کرے کہ اجارہ اسوقت ہو جب مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو فسخ کردالے ھ شارح کو یوں کہنا کہ خوب واضح تر تھا اگر مدعو دعوے کرے کہ اجارہ غبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہی مگر جب کہ قاضی کو خبر واقف شخص خبر کرے یعنے مدعو دعوے مذکورہ صحت کا قاضی حکم نہ کرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل البصیرت اور صاحب الخبرۃ کے قول کی طرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شھد واوفت لعقد فضولی اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت معقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہو ولا فان کانت ضرر لرفع تعدنا لم تقبل اور اگر قاضی کو خبر واقف شخص خبرہ نکرے کہ اجارہ غبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہوگی ھم ضرارا وتذلیل کی زیادت وہ ہی جسکو قبول نکرے گر ایک شخص مدعو دعوے کرے کہ یہ زیادت میں ہر کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہو گا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولھا کفیسخھا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرھا کمن قبل اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اوسکو قبول کرلینا قول مختار ہی تو متولی اجارہ فسخ کردے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے بعد اوسکو اجارہ دے اُس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت باجر مثل ہو مراد اوس سے یہ ہے کہ کوئی نقصان اجرت زیادہ ہو جائے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گراں ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجانے کا گاہکی رغبت کے سبب سے کسی چیز کی اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی من فسخ لم یصح لعینی فان کملت دارا او حانوتا او ارضا فکرغبۃ عرضھا علی المستاجر فان قبلھا فھو احق بھا ولیس لہ الزیادۃ من وقت قبولھا فقط اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اسکا زیادہ تر حقدار ہوا اور اُسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنے زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل الی حمی انہا اضر فلا بد من البرھان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوے کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اُسپر گواہ قائم کرنا یعنے زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلھا اجر ھا لمثلہ اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے ھم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزدومۃ لم تصح اجارتھا لغیر صاحب الزرع لکن تصح الی قدر الزیادۃ من وقتھا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اُسکا اجارہ دینا سوائے کشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادت ملانی چاہیے مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے

وان

وان کان بنی او غرس فان کان استاجرھا مشاھرۃ فانھا تتوجر لغیرہ اذ فوغ الشھر لان لیقبلھا لانعقاد عقد سنۃ کل شھر او اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب کہ مہینہ ختم ہونے کے قریب ہو کیونکہ اکثر مستاجر زیادت کو قبول نہ کرے بسبب منقطع ہونے اجارۂ ماہواری کے ہر مہینے کے سر پر ہر مہینہ میں ہو کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اوسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الظھیریۃ و البناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع الوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر اور یہ صبر جبری تخلص بناء کا یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اوسکی عمارت خلاصی پاوے یعنے انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لہ تو جو غیر مستاجر اوسنے تقاضا علیہ الزیادۃ کا کہ زیادۃ دیکر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہو واما اذا زاد ھو المثل فی نفسہ من غیر ان یزید ان احد فللمتولی فسخھا و علیہ الفتوی اور جب کہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جاوے بدون اسکے کہ کوئی شخص سر بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہو اور اسی پر فتوے ہو وما لم تنقض علیہ الزیادۃ کان علی المستاجر المسمی اشبہ بمزارعۃ الصغر اور جب متولی اجارہ کو فسخ نہ کرے تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں فتاوے صغر سے منقول ہو قلت وظاھر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ لجھۃ الوقف قھرا علی صاحبہ وھذا اولا مر من تنقص بالقلع والاشراط رضاہ کما فی عامۃ الشروح منھا البحر والمنح فیعول علیھا لانھا الموضوعۃ لنقل المذھب بخلاف فتاوی الفقہاء میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول والبناء یتملکہ الناظر الی آخرہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبراً اور زبردستی کرکے اور یہ یعنے زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اوس صورت میں ہو کہ زمین ناقص ہو جاوے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہ ہو تو قیمت دیکر مالک ہو نہیں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے ازانجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقررین ہیں برخلاف نقول فتاوے یعنے اگر فتاوے کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوے مذکورہ فتاوے سید زادہ ہی جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ سے اونمیں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوگا کذا فی الطحطاوی محتمداً فی فتاوی حامد زاد ۲ من الوقف مغرباً للفصولین حاکنوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن متولیہ ان لم یضر برفعہ رفعہ وان ضر فھو للضمیع مالہ فلیتربص الی ان تخلص او تھدم او ینھدم ثم یأخذ اور سید زادہ کے فتاوے میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کہ ایک دوکان ہے وقف کی جسمیں اوسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھودڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنیوالا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اوسکا مال سخت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ مانعاً من صحۃ الاجارۃ لانہ اذا لا یزید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعۃ اور عمارت اوس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اوسکا تصرف اور قبض نہیں اوس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اوسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین متروعا کما مبنیا فیہ صح اور اگر اسپر اتفاق کریں کہ اوس عمارت کو وقف کے تحت میں کردیں بعوض اوس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنے منہدم عمارت کی قیمت اور ملبۂ عمارت کی قیمت میں سے جسکی قیمت کمتر ہو اوس سے اوسکا ثمن زیادہ نہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ دفعہ ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وھو الاصح اور اگر موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کردے اور اجارہ سے دوالیکو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوے ہے ہم یہ اوس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرائے اوس جبر کو نہ بیکر

میزان ۱۲ کہ وہ جس نہ مثل الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا مما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجر اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ بالمثل او بزیادۃ بقدر ما یرغبہ بہ المستاجر استحسانا اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اور مثل سے اس قدر کہ اس کی مثل لوگ نہ غبن فاحش کریں اور یہ اجارہ اول سے ہو یا غیر سے بالمثل یا بزیادت اس قدر کہ رغبت دلائے مستاجر کو استحسانا اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا کمتر اور مثل سے اس قدر کہ اکثر یا اکثر ہو جس قدر میں لوگ غبن فاحش کریں یعنی جس قدر میں غبن واقع نہیں ہوتا تو اب جادہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اس کا اجارہ صحیحہ منعقدہ کرے خواہ مستاجر اول سے یا اس کے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقدر کہ یا زیادہ اجرت مثل سے جس قدر سے کہ مستاجر راضی ہو تنقائی فتاوی حجۃ وی فتاوی الحانوتی بنبیہ الاثبات مقدمۃ وھی الق شھودہ بان الاجر او لاجر المثل وقد افصل بھا الخصاف فلا تنقل ہ یعنی اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی منقل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا حانوتی نے کہا اور یہی چاہئے یا ہونا چاہئے بقیہ اہل اثبات تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طلوتی کی عبارت یہ ہے کہ نوالدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ ما کہ نے مدت اجارہ وقف کا اور اسکا اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اوس سے متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیھا ای فی الاجرۃ

باب ما یجوز من الاجارۃ

یہ باب ہے اوس اجارہ کا جو جائز ہے اور جو اجارہ میں اختلاف ہے طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہے اوان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں ف اجارۃ حانوت ای دکان ودار بالایبان ما یعمل فیھا لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنے دوکان کا اور گھر کا بالایمان اوس فعل کے ہوا وہیں کیا جائے بسبب پھرنے فعل اوس عمل کے متعارف اور رائج کہ اوس میں کیا جاتا ہے اوس کے اسطے کہ عمل متعارف اوسمیں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت مفاوت چیز نہیں و بالایبان من یسکنھا فلہ ان یسکنھا غیرہ بالاجارۃ وغیرھا کما یجیئی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ جس شخص کو چاہے گھر کا کرایہ پر دیدے آگے مذکور ہوگا کہ غیر کو رکھنا جائز ہے اگر یہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی ولہ ان یعمل فیھا ای الحانوت و الدار کل ما اراد فیشتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطین ہر جی الید واخرج ینعوتنصب ہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دوکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو بیچ گاڑی اور اپنے جانور اوس میں باندھے اور اگر یہاں تو رسے اور اسکی دیوار سے استنجا کرے اور کنواں چھ بچہ بنا دے اگر ضرر نہ ہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو سکتا ہو کذا فی القنیہ ہم جائز باندھنا یہاں تک وقت جائز ہے جبکہ جانور دن کو اسطے کہ کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل بنا دے اور چکی کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہو جس سے حکم نکلتا ہے یعنے منع کا دھارا الخلاصۃ کما فی البزازیۃ ولا یمنع من رمی الیدوان کان یضر یمنع علیہ الفتوی سے پھینے ہاتھ کی چکی منع نہیں اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوے ہے جموے نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر دے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ کسی شرط ہو گئی ہو یا مالک اوس فعل سے راضی ہو جائے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ لا یسکن بالبناء للفاعل والمفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضا المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوھن البناء ہ یعنی مستاجر کو جائز نہیں کہ کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوائے اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والا کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اوسکے شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر دیتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا یہاں معروف یا مجہول کا صیغہ ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ لیسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہی چنانچہ منع الفقہاء من ہی تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للمالک لانہ ینکر الزیادۃ اور اگر مستاجر اور موجر شرط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول معتبر ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اوسی کا قول مقبول ہوگا ان اقام

البنية فالبنية بينة للمستاجر لاثباتها الزيادة خلاصه اور اگر دونون گواہ لاوین تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہین بواسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصہ وفیہا استاجر للحصاد فلہ الحصاد ان اتحد زرعہما اور خلاصہ مین ہی کہ گھر اجارہ لیا کاذری کے واسطے تو اوسکو اُسمین آہنگری درست ہی اگر کاذری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل ما لیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لہما لانعدامہما اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اوسکو درست نہین ہی تو اوسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اوس کام سے عمارت منہدم ہوجاے تو اوسکا تاوان دے اور اس صورت مین کرایہ نہین ہی اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہین ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ لا باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بہ المستعمل یطل التقیید لانہ غیر مفید او مبتاجر کو جائز ہی آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہین ہوتا استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اوسمین استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہی اسواسطے کہ تقیید نہ کرنا مفید نہین یعنے بسبب عدم تفاوت کے بخلاف اسکے کہ جسمین اختلاف ہی برخلاف اوس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہی استعمال کرنیوالیکے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم چنانچہ رکوب اور کپڑا پہنا کہ اونمین تفاوت ہوتا ہی معتبر استعمال کرنے والے کے تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر بالکر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اگر اوسنے اجرت مقرر کرکے تو زیادتی تو خیرات کرے یعنے اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف مین نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس واصلح فیہا شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہی جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر مین کچھ درستی کرائی ہو مخالف جنس یہ کہ روپیون کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسون یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر مین چونہ کاری کرادے یا بہتیرے دروے لگادے جسوے سے کہا جاتا ہی اور دینا اصلاح مین داخل نہین ولو آجرہا من الموجر لا تصح وتنفسخ الاجارۃ فی الاصح بخلاف بعکسہ یا بالجنس ہو بھی تصحیح خلافہ وفیہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح مین چنانچہ بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہوا اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہیو یعنے متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح وہمانیہ وغیرہ سے نقل کرینگے وتصح اجارۃ الارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان یزرع فیہا ما شاء لم یصلا لتقع المنازعۃ والافہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ بزرعہا وجب المسمی اور صحیح ہی اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اوس مین بوئی جاوے گی یا مستاجر یون کہے کہ جو چاہون لیتا ہون اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرون گا جو چیز کہ چاہون گا بیان مزروع کا یعنے مزروع اسواسطے شرط ہوا تا کہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہی اور اجارہ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا اوس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہی تو دفع نزاع کی واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہی مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان اجرت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ معلوم ہوگیا اور فساد تعامل سے معلوم ہوگیا اور فساد تعامل بسبب تادانستگی مزروع کے تو جب کہ جہالت دفع ہوگئی زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب فی الطریق اور زمین کے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت ہی ہم اجارہ مین پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہی اور زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہین ہا سواسطے کہ اجارہ ہوتا ہی انتفاع کیواسطے اور بدون دونون چیزون کے زمین سے فائدہ لینا نہین ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہی انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہی اور اوسکا اجارہ زراعت کیواسطے جائز نہین کذا فی الظہاریۃ وینزع عن زرعین بیعا وخریفا اور مستاجر دوبار زراعت کرے ربیع اور خریف مین ہم یہ اوس صورت مین ہی جبکہ سان بیہ کا اجارہ ہوکما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاختیاجہا کسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ الاجارۃ جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے

تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اوسقد مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے اجر ھا وھی مشغولۃ بزرع غیرہ ان امکان الزرع بحیث لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمھا فالاجارۃ تنعقد یعنی اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت ازراہ حق ہو جیسے مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زرع کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائیگا ماکم یستحصد الزرع فتجوز ویومر بالحصاد والتسلیم یفتی بہ ازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا ایسا فتوے ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرھا مضافۃ الی المستقبل فتجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کیطرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر واجبی ہم بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم یجبر علی قلعہ ادرک اور اگر فتاوی قاضی الھدایۃ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو جیسے بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الھدایہ وفی الوھبانیہ تصح اجارۃ الاراس للمشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ واتیانہ الی من ھی تحت یدہ تسلیمھا اور وھبانیہ میں ہے کہ وہ مشغول ہے جیسے جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اوس کا اجارہ جائز ہے یعنے اوسہ موجر کو حکم ہوگا اوس کے خالی کر دینے کا ابتدائے مدت اجارہ اوس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا او فارغا صح فی الفارغ فقط وبیجی فی المتفرقات اور شاہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اس کا ذکر باب المتفرقات میں آگے آئیگا

وتعم اجارۃ الارض للبناء والغرس وساکنہ الانتفاعات کطبخ ابر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعھا ام لا اجر اور صحیح ہوا اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اوس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہو کذا فی البحر ہم یہ اجارہ زراعت کے واسطے نہیں ہوتا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعھا وسلمھا فارغۃ لعدم تناولھا سو اگر اجارہ کی مدت گذر جائے تو مستاجر کا مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی تنہائی ہم حموی نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہوا سواسطے کہ اوسی نے زمین کو خراب کر ڈالا الا ان یعزم لہ الموجر قیمتھا ای البناء والغرس مقلوعا بان تقوم الارض بھما وبدونھما فیغرم ما بینھما اختیارا مستاجر زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھاے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت سمجھائی جاے تو موجر تاوان دے ماہین قیمتین کا کذا فی الاختیار ویتملکہ بالدفع عطف علی یعزم لان فیہ نظرا لما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہوا سواسطے کہ اسمین مستاجر ور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا یتملک کا لفظ منصوب لیزم پر عطف ہو قال فی البحر وھذا الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فافادانہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن الکلام تنقص تملکھا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا اور یہ استثنا یعنے الا ان یعزم قلع علے استثنا لزوم قلع علے المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کریگے زمین کا مالک ہوا اور اگر ناقص نہوتی ہو تو اوسکی رضامندی سے مالک ہو یعنے بعد ادا سے قیمت اور رضی الموجر عطف علی یعزم ای یترکھا للبناء والغرس فیکون لھما او للارض لھا او لھما یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا

یعنے مستاجر کا اور زمین اسکی یعنے موجر کی شارح نے کہا برضی عطفہ ہی یعنے یہ وھذا الترک ان باجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلھما ان یواجر وھما ثلاثۃ ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصۃ مجتبیٰ اور یہ ترک قلع یعنے مکان اور درخت کا اکھیڑنے تو یا ہو موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہو ورنہ اعارہ ہی تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونوں شخص بھر نکو زمین کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ کو اتا ہی المجتبیٰ ہم مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر کے اور ایک درم مستاجر فوقف القنیۃ بنی فی الدار المستاجرۃ بلا اذن القیم ونزع البناء یلیض بالوقف بخلاف القیم حلد فم قیمۃ للبناء الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہی کہ کسی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اُس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اوسکی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کیجاے الی آخر العبارۃ یعنے حاکم زبردستی قیمت دلادے بخلاف اصلاح وقف ولو استاجر ارضا من وقف وغرس فیھا کرما وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر استبقاءھا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیھم الا القلع لیس لھم ذلک کذا فی التتارخانیۃ اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اُسمیں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہی جب کہ اس باقی رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جن پر زمین وقف ہی وہ نہ ہمیں سوائے کھودینے کے تو انکو اسکا اختیار نہیں کذا فی القنیہ ہم ظاہر بیان مصنف اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین متعلق کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی اور اسمیں اور عادیہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہی کہ عمارت جب وقف کو ضرر کرے تو اوس کے کھودنے پر بنا نیوالے پر زبردستی کیجانے کہتے ہیں اور علمانے ذکر کیا ہی کہ قنیہ کا نزلا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اُسپر عمل ہو گا جو شہر کتابوں کے مخالف ہو یا اسکو اختلاف مشائخ پر محمول کیجئے کذا فی الطحاوی مختصرا قال فی البحر ویجب تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ابتدائی وقاۃ الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہی اور وہ تو اوقاف خصاف میں بھی منقول ہی ہم یعنے اگر مستاجر مکان بنادے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہی اور اوسکو حق قرار ثابت ہو گا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اوسکا مالک نہو گا وقف کے واسطے مگر اوسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی حلوا کا جو اول کتاب البیع میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی والوطبۃ لعدھم نھا یتھا کالشجر فتقلع لعدم معنی الملک اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اوس کی نہایت کے تو کھودا جاے مدت گذر جانے کے بعد ہ

دونو جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنے مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو پختگی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہی جو دونو نہیں فسخ ہوگی بخلاف ما قبل ادرا کہ فانہ یترک بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان ابقاءہ علی ما کان ولی ما دامت المدۃ باقیۃ اما بعدھا فباجر المثل برخلاف موت مستاجر یا موجر کہ کھیت پکنے سے پہلے اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہوگیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ اُسکا باقی رکھنا بحال ماضی ہتہ ہی جبتک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد فوات وقت تو اجرت مثل لازم ہوگی ویلحق بالمستاجر المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر المثل اور متاجر سے مستعیر ملحق ہی تو قرض نکیا جاے کھیت سے اُسکے پکنے تک یعنے ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ مین اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہین پکا تو مستعیر کے ہاتھ مین نہین چھوڑ سکی جاوے گی اجرت مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور اظہر اسی حکم ہی عاریت کی زمین مین مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیؤمر بالقلع مطلقا لظلمہ اور غاصب کو کھیت اوکھاد ڈالنے کا حکم ہوگا ہرطرح اگرچہ کھیت پکا ہو اوسکے ظلم کے سبب سے یعنے ظلما واجب الہدم ہی نہ واجب الابقاء ثم المراد بقولھم یترک الزرع باجر ای بقضاء او بعقدھما حتی لا یجب الاجر الا باحدھما کما فی القنیۃ فلیحفظ ثم پھر دریافت کرنا چاہیے رفقہا کے اس قول سے کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت لیکر ادا یہ ہی کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب ہوگی مگر قضایا عقد متعاقدین سے چنانچہ قنیہ مین ہی تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہی کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کیواسطے اور کپڑہ کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست نہین ہی اور اگر سواری کیواسطے کرایہ کیا تو اُسپہ لادنا درست نہین کذا فی الخلاصۃ درر مین کافی سے منقول ہی کہ اگر بیان نکیا کہ کون شخص جانور پہ سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاوے گی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ فاسد ہی لا تصح اجارۃ الدابۃ لیحتبسھا ای لاجل ان یجعلھا حتبیۃ بین یدیہ ولا یرکبھا اور صحیح نہین کرایہ جانور کا تاکہ اوسکو خالی لے چلے یعنے اسواسطے کرایہ جائز نہین کہ اوسکو کوئی لیچلے اپنے سامنے اور اوسپہ سوار نہو ولا تصح اجارتھا ایضا لاجل ان یربطھا علی باب دارہ للبرھا المشار الیہ قبلا لان فرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہین کہ اوسکو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تاآدمی اوسکو دیکھین تو یون کہین کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہی او لاجل ان یرین بہ او ثوبا لما قدمنا ان ھذا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہین کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرنے کیرے سے اجارات ثمانیہ مذکورہ اوس لیل سے جائز نہین جسکو ہم اول باب مین مذکور کرچکے کہ جانور کا کوتل لیچلنا یا دروازے پر باندہ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت غیر مقصودہ ہی گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیان اور چاندنیان کرایہ لے تا اپنے گھر مین او فرش کرے اور اوپر نہ بیٹھے اور نہ سووے تو جائز نہین کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جب کرایا جازۂ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اوسکی کچھ اجرت نہین کرایہ لینے والے پر وکذا الواسطی اجیر یتصدق فیہ او طبیا لیشمہ او کتابا لو لشرہ لیقرأہ او مصحفا لشرھ وھلیۃ اور اسیطرح جائز نہین اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اوسمین نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے کیواسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کیواسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا نماز کیواسطے صحیح نہین علامہ عبدالرشاج وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہین اسمین کافر اور مسلمان برابر ہی اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہی تو اگر مدت معین ہوجاے تو اجارہ صحیح ہی اسمین مسلم اور کافر دونون برابر ہین اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجئے تو بھی اسیطرح کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی وان لم تعین جاز ان لبس ثیابا لا تلبس من ساعتہ اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ مین کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نلگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہنا دے ہم عدم تقیید سے مراد اسیطرح کی تعمیم ہی کہ مستاجر کیلئے موجر سے کہ سوار کردن کا یا پہنا دینے کا

جسکو مین چاہون گا گذانی الحموے اور یہ مراد نہین ہی کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ کے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہی بنا بنچہ شارح مذکور کریگا و تعین
اول راکب لابس اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا اھم یعنے جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہو جاویگا کہ اسی شخص اصل سے مراد تھا
تو اب دوسرے شخص کو اُسپر سوار ہونا جائز نہوگا گذانی الدرر عن الکافی وان لم یعین من یرکبھا فندب للمالک اور اگر مستاجر نے بیان نکیا کہ کون
اوسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ھم شارح کو یون کہنا صواب تھا رو لو استاجر بالرکوب مطلقا) یعنے اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری
کیواسطے تو اجارہ فاسد ہی اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہی کہ مستاجر فقدار رکوب ذکر کرے اور زیادہ نکرے کذا فی الحلوانی وتنقلب صحیحۃ بہ کو بھا اور اجارہ
فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاویگا جانور پر سوار ہونے سے ھم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے از راہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی
وجہ استحسان یہ ہو کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم تھا کی تعین کو بنذلہ کی
تعین کے ماند قرار دیتے ہین اور سوار پر تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہین بسبب عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید
برکب اولابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ اور اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اُسکے مخالف کیا تو اُسپر
تاوان لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہو جاوے اور اوسپر اجرت نہین اگرچہ اوسنے تسلیم کی ہو ھم مخالفتے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست مین متفاوت
ہوتے ہین اسواسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہین کہ اونکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہی بسبب ناواقف کاری کے اور بہت موٹے نازسے ہین جنکی سواری سے جانور کو
ضرر نہین ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہین بخلاف ما لو نوت اقعد فیہ ھذا او مثلا ھیت بجلد اھیم اذا سلم لانہ ما سلم تعیین انہ
لیوخذ الدواب ھما کالو ھو من یرکبہ کما تو فیا برخلاف اوس دوکان کے جسمین مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اسواسطے کہ تعین اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کیطرف سے
تسلیم دوکان واقع ہوا سواسطے کہ جب اوسنے دوکان تسلیم کی تو ظاہر ہو گیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہین کی اور معلوم ہو گیا کہ صداذگھر کو کمزور نہین کرتی
کذا فی النہایۃ ھم طحطاوی نے کہا اسمین گفتگو ہوا سواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ صداد ی عمارتکو ضعیف کر دالتی ہی لان مع الضمان ممتنع واسطے اجرت تاوان
کے ساتھ جمع نہین ہوتی ھم یہ تعلیل ہی مصنف کے اس قول کی ولا اجر کذا فی الجلبی ومثلہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالنساط اور جانور کی
سواری کے ماند ہی حکم مین جو چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شوئین کے نزدیک خیمہ درحکم جانور ہی اسواسطے کہ آدمی خیمے
گھر مے کرنے مین اور مکان نصب کے تجویز کرنے مین اور اوسکی میخین گاڑنے مین متفاوت ہوتے ہین بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہین اور بعضے بے سلیقہ
ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہین اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہی حکم مین بزازیہ مین ہو کہ خیمہ کی میخین مستاجر کے ذمہ پر ہین اور رسیان موجر پر وفیما لا یختلف فیہ
بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لما مر ان التقیید غیر مفید اور جس چیز مین تفاوت نہین باوجود اختلاف
مستعمل کے تو اُسکی تقیید اور تخصیص باطل ہی چنانچہ اگر گھر کے اجارہ مین ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہی کہ اوسکے غیر کو اوسمین رکھے اسواسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ یہان قید لگانا مفید نہین لو ان سمی نوعا و قدرا لکونہ مرادہ حمل مثلہ او اخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا چنانچہ
گیہون بقدر ایک مُد تو مستاجر کو اوسکے مانند اور اوس سے ہلکا لادنا جائز ہی نہ لادنا زیادہ ترضرر والی چیز کا چنانچہ تانبے کا ھم کُرنیم کاف پیمانہ ہی جسمین بارہ صاع
خوسادی اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس رطل ہوتا ہی مانند کی مثال جیسے معین گیہون کے برابر اور کیہون اوسکے وزن کے برابر
لادنا اور خفیف ترکی مثال جیسے گیہون کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لانا گیہون کے عوض جائز نہین والاصل ان من استحق منفعۃ مقدرۃ
بالعقد فاستوفاھا او مثلھا لو دونھا کما لو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا جارہ کے عقد سے
پھر اوسی منفعت کو یا اوسکی برابر یا اوس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہی اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہین ومنہ تحمیل وزن البر قطعا

لا شعیر فی الاصح اور نہ حمل غیر جائز کے ہو لادنا روئی کا برابر ہو گیہون کے نہ لادنا جو کا قول صحیح میں ہم یعنے اگر من بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو من بھر روئی یا جانور پر لادے تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہے اور اسمیں گرمی بھی زیادہ ہوتی ہے تو اوس کا ضرر زیادہ ہوگا ٹھہرا گیہون سے اور گیہون کی عوض اگر جوا وسیدر لاوے اور جانور مر گیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ جب جوا ور گیہون وزن میں برابر ہیں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتوے ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو بھاوے وچیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مفرط ہونے چنانچہ گیہون کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اکثر زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آویگا مگر جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر متجاوز ہو بنا بریں روئی عوض گیہوں کذا فی الطحاوی و لو اردف مریستمسك بنفسه وعطبت الدابة یضمن النصف اور ستاجر جانور پر بٹھانے پیچھے اوس شخص کو سوار کیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر ٹھہرا رہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دہم اور اگر مستاجر پیچھے بٹھا ہوتو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا سوا سطیکہ آدمی غیر موزون ہو یعنے آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو صدر آپ کا اعتبار ہوگا گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہو کہ قتیل سوار کیے واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے وهذا ان كانت الدابة تطيق حمل الاثنين والا فالكل كل حال اور یعنے نصف ضمان اوسوقت ہے جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اوٹھا سکتا ہو اور اگر اوٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہوگا مستاجر پر ہر حالیں یعنے خواہ بذات خود سوار ہوا ہو کسی اور کو سوار کیا ہو وحمله الواهب على عاتقه فانه يضمن الكل وان كانت تطيق حملهما لكونه في مكان واحد پنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر نے اپنے کندھے پر اوٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کو بوجھ اوٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب اوسکے ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنے جب دونوں کا بوجھ بنبچھ پر ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا دون ان كان الرديف صغيرا لا يتمسك يضمن بقدر ثقله اور اگر ہلکا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان سے بقدر اوسکی گرانباری کے یعنے جسقدر بوجھ بنباری ہو گیا صغیر سوار کے سبب اوتنا تاوان لازم ہوگا كحمله شيئا آخر ولو من ملك ما جبها كولد الناقة لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اوٹھانے سے بقدر اوسکے نقل کے تاوان لازم ہوتا ہی اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اوٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس للمرء ان الرجل یوزن هل ان یسأل اهل الخبرة كم يزن اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مزن تولا جاوے بلکہ مراد یہ ہو کہ اہل دانش سے پوچھا جاوے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہو گیا حمل صغیر یا حمل شے آخر سے ولو ركب على موضع الحمل فمن الكل تماما اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان دیگا بموجب اوس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنے سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہو گیا وكذا لو لبس ثيابا كثيرة اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہوا یعنے در صورت ہلاکت جانور کل کا ضمان دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو ما يلبسه الناس فمن يقبل زاد فجبني اور اگر اوستدر پہنے ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضمان دیگا كذا في المحيط واذا هلكت بعد بلوغ المقصد وجب جميع الاجر لتحققه بنفسه ومع التمكين في النصف الباقي لوجوده بعينه ولو ركب بغير اذنه او ردفه بعد ما سار اكثر المسافة او نصفها فعطبت فعليه جميع الاجر اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہوگیا تو سارا ہی اجرت واجب ہوا سوبسبب یہ کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا ہوا سلیے کہ دونوں سوار کیا ثم ان ضمن الراكب لا يرجع وان ضمن الرديف يرجع استحسانا وان لم يستأجر والا لا پھر اگر سوار یعنے مستاجر راکب نے تاوان دیا تو رویف سے بھرا نہ لیگا اور اگر رویف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بھرے اگر اوسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر رویف بطریق اباحہ سوار ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں كذا في المحيط وهذا في ما يكون هلاكها بالسير فقط مصنف نے مسئلہ رویف میں جانور کے ہلاک ہونیکی تین لگائی سو سلیکہ اگر جانور باوجود ان سب سلامت رہا تو ضمان ساقط ہوگا یہ لازم آویگا کہ تاوان یعنے جمیع صورتہ کورہ میں كذا في المحيط وبكونه ارديفا لانه لو اقعده في السرج صار غاصبا فاجر عليه مجرى العادة

اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف کی قید لگائی اسواسطیکہ اگر مستاجر اوسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو نا مناسب ٹھہریگا تو اوپر اجرت لازم ہوگی یعنے فقط تاوان اوپر لازم ہوگا نہ کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوھاج عن المسکل ما یخالفہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ غیرھا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہی جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے خلاف ہی تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کیوقت کیونکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہی کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے مع سراج مشکل سے یوں مذکور ہی کہ ارداف کی قید اتفاقی ہی تو خواہ مستاجر آگے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورت میں حکم یکسان ہی شارح نے امر با تامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا ذکر بلا وجہ ہی اسواسطیکہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہی اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہی تو ایک ماہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان کا اجرت کے ساتھ وہاں ہوتا ہی جہاں مجتمع ہی جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہوجائے اور جہاں ایسا نہیں واذا استاجرھا لیحمل علیھا مقدارا فحمل علیھا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل ورجع بکلہ جانور کرایہ لیا تا کہ اوپر مقدار معین لادے اور اوپر اوس سے زیادہ تر لادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو تاوان دینے پر زیادہ ہو جانے بوجھ کے ہم مثلاً تین من لادنا مقرر ہوا سو اوس نے چار من لادا تو جانور کی جو تہائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا مأذون تھا سو اوسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر مأذون کا اور وہ چوتھائی ہی لہذا چوتھائی قیمت کا تاوان لازم ہوا وعلی ھذا لو حملھا ما یحملہ مثلھا وھلکت فلا ضمان علی المستاجر لانہ ھو المأمور شرعا دون اور یہ حکم اسوقت ہی جب کہ خود مستاجر اوسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اوسپر لادے تو مستاجر پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو میانہ ہی کذا فی البحر والعمادیہ ہم خواہ مالک زیادتی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کہکہ بوجھ زیادہ تھا تو اوسکو جواب دیا جائے کہ تو نے کیوں نہ تول لیا تھا علامہ مقدسی نے کہا اس قول کی کہیں اشارہ ہی نہ معلوم ہوتے مالک کے اور یہ بعید ہی مقدسی کی نہ روایت ہی کے مانند تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وان حملا الحمل معا ووضعا علیھا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وھدر فعل ربھا بمجتمع اور اگر مستاجر اور مالک جانور نے بوجھ ساتھی اوٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اوسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبے ولو کان البر مثلا فوجی لقفیزین فحمل کل واحد منھما جزءا ی مما کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیھما معا ومتعاقبا لا ضمان علی المستاجر ولو یحمل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد فانیہ اور اگر شلا گیہوں ہو دو گونی میں اور مستاجر اور مالک ہر دو احد نے ایک ایک گون تنہا اوٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنے درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اوسمانا اور لادنا تحقیق بوقدر اجارہ ٹھہرایا جاوے گا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جو لفظ یعنے ایک طرف ہی گٹھے کے مانند مثلا ومتعاقبا انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وھو الوجیہ مرتضی علینا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المجمع اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہی اسی سبب سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہی مصنف کی شرح میں قلت وفی الخلاصۃ ھو ما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا الاضمان لو حمل المستاجر او لا قسم رب الدابۃ وان حملھا ربھا اولا شارک المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتھی فتنبہ بین کہتا ہوں وجو خلاصہ میں ہی وہ اس متن کے بعض نسخہ میں موجود ہی مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی پھر جانور کے مالک نے اور اگر اوسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر پر نصف قیمت کا تاوان دینے کا مقتضای خلاصہ تو خبر دار رہو اس قول غیر معتمد سے وھذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ للمستاجر او تطیق مثلہ اور یہ یعنے مسئلہ اوپر میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اوسوقت ہی جب کہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق

بتضمین القیمۃ لانہ لزم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر الاجر المحل والزمان للزیادۃ نہایۃ ورجب کہ جانور اوتخم لوجہ اوکھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر یہ تمام اجرت واجب ہوگی اجتماع واجب ہوئی لاوسنے کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی وجہ سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہوکہ بیان اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ شبہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں مجتمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہوکہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہی جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی او لا من غیر لا ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت کے فائدہ ظاہر کردیا کہ زیادت حمل معین کی بہت ہی تو اگر زیادتی اوسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت تین تمام تاوان لازم ہی کہ اگر فقط حمل معین بلا لحاظ زیادت لادا پھر جانور مر گیا فقط زیادت لادنے کذا فی البحر قال ولیتیقرضوا للاجر اذا سلمت لظہور وجوب لتسلیمہ فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہی اور غصب منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق ملکہ اور ظہور وجوب تسلیم سے معلوم ہوگیا کہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم لینے جب کہ حمل معین پر کچھ لوجھا زیادہ لادا وہ جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا کبہیمۃ الجمال المقتبۃ الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ لیتے ہر ضرب مارنا اور لگام کھینچنا کہ اکرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہی لیکن یہ اذن وہاں ہی جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب اوالوصی للتادیب ضمن لو قوعہ بہ جرح وتعریک تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کے مارسے مرجاوے تو تاوان لیوے دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جسکے ادا کان مروج نے سو قال لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ہے متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرطیکہ ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے مذکور ہوکہ اصح رجوع کرنا صاحبین کے قول کیطرف صحیح تر قول ہی لا یضمن بسبب فیہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان المستاجر الضرب للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہی اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ ایاحت ضرب معاد معلوم ہو بشرط سلامت وامامنعہ لہ الہدایۃ نفسہ فقال فی الغنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے لا یضربہا اصلا ولیحاسبہ فہم ارادعی المؤدب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس غنیہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے ہی کہ اوسکو اصلا نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ہم یعنے ہر شخص کو منع کرتا جائز ہی علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن ینزع السرج ووضع الاکاف سواء اوکفہ بمثلہم لا اور تاوان دے زین کے اور اتار لیوے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اوسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شارح پر کہ ارکان مثبتہ ہوا کان کے ساتھ اسواسطے کہ ارکان مصدر ہی بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہی دونوں لفظ واقع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہی وبالسرج بما لا یسرج ہو الحمار مثلہم جمیع قیمتہ اور اسطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اوسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہی تو تاوان لازم نہیں مگر درصورت زیادت وزن حقائق تبیین سے منقول ہی صاحبین کے قول پر فتوے ہی کذا فی الطحطاوی ولو بمثلہ او اسرج بما

مکان الا یکاف لا یضمن الا اقل ادونا فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُس پر باندھا جاتا ہو یا بجائے پالان کے زین ہی باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جب کہ تول میں زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکر ابن کمال ھم یضمن اگر پالان ہو دو سیکا دو زین ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرھا بغیر لجام فالجم بالجم لا بالجم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا درصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے پھر اوس کے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اوسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الضمان لا یختلف بالجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اُسکے نہیں لگائی جاتی اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ھم طحطاوی نے کہا تاوان کی تعلیل مناسب تر یہ ہے کہ لگام غیر مثل ہے مستاجر متعدی ٹھہرا اور سواری طریقا غیر ما عینہ المالک و تفاوتا بعدا او وعرا او خوفا فالجیث لا یسلکہ المتامل ربما یسلکہ المستاجر وہ راہ چلا جو مثاثر تھی اوس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہوں میں تفاوت تحقیق دوری یا سختی ہونے یا خوف ہونے کا لوگ اوس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلکہ المتامل والخطر البحر فلو لم یقید بالبر لا یضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لادکر دریا میں جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آوے گا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب نہ چلنے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنے تلف ہو جانے سے وان بلغ المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنے تو گویا اوس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزیع سرطبۃ وقد امر بالبر فنقص من الامر کان بوسطۃ اضر من البر رطبہ ہونے سے حالانکہ مالک نے گیہون ہونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گیہون سے یعنے اسواسطے کہ رطبہ کی جڑیں کثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب لا فیما استشنی کما سیجئ اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اسواسطے کہ رطبہ ہونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہی اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنے ہیں اجرت ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزیع الاضر لانہ یا لا قل ضررا لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے ہونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب ہوگی ھم اقل مضرت کی صورت یہ ہو کہ رطبہ ہونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن بخیاطۃ قباء وھم یقمیص قمیصا قطنیا وقبا کے سینے سے اور رطبہ کے نہ سینے سے اور رطبہ کا مالک درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اور سکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھم قبا اوسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا وقمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو وکذا لو امرہ بخیاطۃ ثوب فخاط القباء ودفعہ الیہ مثلہ لانہ جاوز المسمی کما ھو حکم الاجارۃ للفاسدۃ اور اوسکو لینے کپڑے کے مالک کو جائز ہوگا قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنے اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فقستید الدرایۃ اتفاقی اور سیطرح اگر درزی سے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے صح قول میں یعنے مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ اور اوسکی مزدوری دے تو درزی قبا کی قید لگانا اتفاقی ہوھم درزی میں تخییر کا حکم درصورت تمیص اور قبا کے مذکور ہو مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہے ورنہ مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بصبغہ احمر قیمۃ ثوب ابیض وان شاء المالک اخذہ وغرامۃ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریزہ سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریزہ کو اوتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریزہ کیواسطے اجرت نہیں یعنے سرخی کی ولو صبغہ زیادا ان لو یکن الصبغ فاحشا لا یضمن

الصباغ وان کان فاحشا عند اھل الفن ضمن النقصان وان یسیرا لم یضمن خلاصہ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص ہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص رنگریز کے پیشہ والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے قال للخیاط طوله وعرضه وکم کذا فجاء ناقصا ان قدر ما یصبغ ثوبا معتادا لایضمن درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہو بمقدار تین سے سوا انگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطع هذا قطعه وهذا خطه فقطعه ثم قال لا اریدہ مالک نے درزی سے کہا اگر یہ کپڑا میرے قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو قطع کر ایک درمی مزدوری پر اور اوسکو سی درزی نے قطع کیا پھر مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنے اسواسطے کہ اوس نے وہ کھا دیا ولو قال لم یکفنی قمیصا فقال نعم فقال اقطعه فقطعه ثم قال لا یکفیك لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا میری قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اوسکو قطع کر اور اوسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجکو کفایت نہیں کرتا تو اپنے تاوان لازم نہیں ہم سمجھے اگر مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق زبانی ہو نہ حکم کذا فی الطحطاوی فی مواقف ولو مر بمحل حتی فسد العمل بسرقة او طر ضمن لها السرقة وللطر غالبا خلاصہ ساربان یا وتراسمان میں اور وہاں سے کوچ کیا یہاں تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا یعنے اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہاں کے چھوڑنے سے اور اگر غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق البیع متاعه فلما عاد فقدهما اور اشباہ میں ہے مددگاری نجاری ایک مرد سے بازار میں تاکہ اوسکا مال بیچ دے سو اوسنے مزدوری مانگی تو اوسکی عادت کا اعتبار ہے یعنے بلا تقرر اجرت اوسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں ودکن الواد خل رجلا فی حانوته لیعمل اور اسطرح کا حکم ہے اگر اپنی دوکان میں کسی دکودا خل کیا اپنے کام کرنے کیواسطے یعنے عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب اجرت میں فی الدرر دفع غلامه او ابنه لحائك مدة لیعلمه النسج وشرط علیه کل شهر کذا جاز ولو لم یشترط فعلیه کل شهر ما یلیق بحاله اور درر میں ہے کہ موسے نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اوسکو پارچہ بافی سکھلاوے اور موسے نے استاد پر ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نکی اور تعلیم کے بعد ہر دو اعلم اور موسے سے اجرت طلب کرے تو رواج شہر کا اور اس کا تعین مقرر ہوگا یعنے اگر مرد شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر مرد موسے کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر من کاتبنی خان وفیها استأجر دابة الموضع فجاوزها الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العادی وهو قولهما والیه رجع الامام کما فی البزازیة اور درر میں ہے کہ حانوتی کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کیطرف پھرا یا اور جانور ہلاک ہوگیا تو ستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں یعنے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور صاحبین کا قول یہی ہے اور اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوے ضمن مطلقاً یعنے خواہ آمد و رفت دو فون کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہرصورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت کیسا تھا کہ تاوان لازم آویگا مطلقاً مکان سے مہورکے تجاوز سے وفیه خوفوا المکاری فوجد وه علی الحمل بحاله الاول لا یجب ضمان بتجدید عقد الاجارة تو گوں نے مکاری پر خانوں کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھرا یا اور مکان اول کیطرف بوجھا پھرا یا تو اوسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اوسپر نہ دی جاوے کذا فی مجمع الفتاوے وفیه دفع ابتوبه ما الی الصباغ لیصبغه بکذا ثم قال لم یصبغه ورجعه علی فلم یجده ثم هلك لا ضمن اور مجمع الفتاوے میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو کہ اوسکو سرخ رنگ اسقدر اجرت پر پھر اوسنے کہا کہ بولا کہ اوسکو مت رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اوسنے پھیر دیا پھر کہا مت رنگ ہو گیا تو رنگریز پر تاوان نہیں وفی مسئل الحیط عن استأجر رجلا لیعمل له فی الضیعة فلما خرج نزل الصعلوك استعمه بسبب ذلك الرجل قال لا اور مجمع الفتاوے میں ہے کہ ظہیر الدین سے پوچھا گیا اوس شخص کے حکم کا سوال اس

لعل قال الطحاوی کان لم یعلم الصانع انکاره فلیراجع

جیسے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ اوسکا کام کرے زمین میں سو جب کہ مزدور کام کیواسطے نکلا بیٹہ رہنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اوسکے سبب کیا اوسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنے اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استأجوہ لیحملہا الی کذا فرضت فحملہا وہی اہل للاستئجار الوجہ فصحیحۃ قال لا الا نہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اوسپر لدتا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اسواسطے کہ مستاجر بھی قدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استأجروحی فضعفہ الجیون یعنی فی التوھین البناء وحکم القاضی بضعفہ ھل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال الامام نعم حملہ الملح مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اوسکو پڑوسیوں نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہوجانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جب تک ظاہر ہیں پیسنے سے منع نکیا جائیگا ھو مرادیہ واللہ اعلم کہ لوگ اوسکو چکی نہ پیسنے دیں یا چکی کے گھومانے دلے جانور کو کھول دیں کذا فی الطحطاوی استأجر حماما سنۃ فغرق مدۃ ھل یجب کل الاجر قال لا بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوھبانیۃ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما لو انھدم بعض الدار فالبعد یخرج اور وہبانیہ میں ہی اور ساقط ہوتا ہی اجر عمارت کے وقت میں مانند اوس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان نہدم ہوجاے تو اوسکا تخمین کیا جاے ھم بقدر مقدار انہدام تخمین کرکے بقدر اوسکے اجرت ساقط کیجائے اور یہ ظاہر الروایۃ ہی ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ گھر کے بعض مکان سے گرجانے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ المبدا البوھو خالف فی قدر العمارۃ اھ یقدم فیھا قولہ لا المعصر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو اسمیں مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت بنانیوالے کا ھم صورت مسئلہ یہ ہی کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانیکا اور کرایہ میں مجرا کرلینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستأجر بما ثبت علی المؤجر بعد العمارۃ الخ وتقدم فی الرجوع عن الامر بالعمارۃ فراجعہ ومن ثم الوجوع علیہ میں کہتا ہوں اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہی مستاجر کا اوس چیز کو جو موجر پر ثابت ہوئی بعد امر کرنے کے یعنے مگر تنور اور نجاست کے پیچ تانے میں رجوع بعد مرمت کے مفہوم ہی اشتراط رجوع سے موجر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسلم نظم سے مرتبط نہیں بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہی جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہی واسطے کہ بعض الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنا دے مالک کے امر سے تو جسقدر اوسکا صرف ہوا مر سے بھرے اگرچہ رجوع پر شرط نہو پھر قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور پیچ میں رجوع بغیر اذن بلا شرط صحیح نہیں اتتصافی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شمل تنور ذکر کیا وہ قنیہ کا ہی ہے فتدبر ولو خربت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخھا المستأجر بخلاف الموجر ھو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی فسخ نہیں ہوجاتا جب تک اوسکو موجر کے سامنے فسخ نکرے یہی قول صحیح ہی ھم اگر بعضا مکان کھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہی یا بیماری کے عذر سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی اوسکی طرف سے وکیل قایم کرے کہ وہ فسخ کردے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بقیت لاخیار لہ اور جب کہ گھر بنا یا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنے اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا وفی صکک عرضتھا للایجار لا اجرۃ لہ ابن الشحنۃ قلت وفی فتح نظر ولعلہ لعدم الجدوی لقلۃ الماء مثلا فلا نافی ما مر تدبر وھما فتاملہ وسیجئ فی فسخھا ما یفید بعضہ اور خانہ منہدم کے پیش در وازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہی ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اسکی نفی میں اعتراض ہی اور شاید کہ نفی سے اجرت سونہ گھر کی مراد ہی لیکن مثل اوس میدان کے کرایہ پر حاصہ میدان کے کرایہ کے لائم ہوتے کا کوئی بیان نہیں اور فسخ جاتا باب میں وہ قول آویگا جو لزوم اجرت کا مفید ہوگا سو خبردار رہنا ھم باب الفسخ کا قول مذکور یہ ہی زلیعی سے کہ اگر چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان سوکھ

لف ونشر مرتب
از ردعلی الاول
المصلحۃ العام
کرایہ الحمام
بالجزء الشائع
بیتہ والثانی
بالاجارۃ

سوا مہینے کے لائق انتفاع ہی تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی زمانہ مستقبلہ کے اگر منفعت لیگا تو بقدر اوسکے حصہ کے اجرت لازم ہوگی ختنہ اور قاوے عالمگیریہ مذکور ہی اگر گھر منہدم ہوجائے تو اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ پیش دروازے سے انتفاع ممکن ہوگا کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط حط اجرۃ شھر من للعطلۃ فان شرط حطہ قدر العطلۃ وھو شھر بزمان ہجوم اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کرلی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہوگا کذا فی ابوالرئیہ ھم لیخے اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون علی رب الدین حتی لمنعہ القاضی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب یہ ہوگا کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی پھر اسواسطے کہ اوسی کے وسطے تو مدیون مقید ہوا ہی انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک وسنۃ کاملۃ یلزمہ الکراء لھذہ السنۃ لانہ لیس کنھا عما وجہ الاجارۃ لذلک لو انقضت تلک المدۃ والدار فی ید المؤجر لتلف المؤجر ولو تکن بأجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہی سو مستاجر ایک سال اُسمیں ہا تو اُسپر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں ہا سطریق اگر بہت اجارہ ہوجائے اور مستاجر غائب ہوا اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اسواسطے کہ عورت اُسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دار کا کل شہر ویکذا فاکل الفرض عند تمام شہر فلو غاب المستاجر قبل تمام شہر فلا شیء علیہ لانہ لم یتمکن من الانتفاع بزوجۃ ومتاعہ فیھا لو یکن للآجر الضم مع المرأۃ لانھا لیست بمخصوصۃ للحمالۃ اجار نھا اجارا حتی قبل تمام الشھر وقبل تمکنہ فیہ وقولہ فاذا انقضی الشھر فاذا انقضی الاول فتنعقد الثانیۃ فتجب منھا للزاۃ وتسلم للثانی خانیۃ اینا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہی مہینہ تمام ہونے کے وقت لو اگر فسخ نہ کیا ہو مہینہ تمام ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اُسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مستاجر مخاصمہ نہیں اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہی کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا کذا فی التاترخانیہ ۱۲ مستاجر کی عورت اوسمیں سے نکلے گی اور دوسرے سے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیہ ۱۲

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہی اجارہ فاسدہ کے احکام میں العقود ما کان مشروعا باصلہ ووصفہ عقود میں سے عقد فاسدہ وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اور صحیح اصلا ووصفا وہ ہی جو اصل مشروع ہو اوسکی اصل مشروع ہونہ وصف اُسکا صحیح اجارہ باطل جیسا اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بہت تراشی یا تصویر بنانے کے یا واسطے کسی کو قتل کرنا وحکمہ الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل لا المستعمل لو المستعمل مولی کی اور اوّل جیسے اجارہ فاسد کا حکم واجب ہوتا ہی اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال صحیح اجرت مثل سے مراد اوس شخص کی اجرت ہی جو ایسے کام کا ماہر ہو اوس عمل میں جیسے ایسا کام کرتا ہو اوس زمان اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی جسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارۃ فاسدہ کی حلال ہی اگرچہ اوسکا سبب حرام ہو یہ قول ہی حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں ہی اور اجرت مثل وہ ان علی الاطلاق معتبر ہی جہاں اجرت مسمی نہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اوجسمی سے زیادہ نہوگی اوز ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ درصورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہی اور عاقل کا ایسا نہیں ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وھو الباطل فانہ لا اجر فیہا لا المستعمل تعلیل بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں ہی مگر اسکے کہ کذا فی اتحاف الاکابر لا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہوجاتی ہی مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیملک ان یؤجرھا برخلاف اجارہ فاسدہ کے اوسمیں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اوسکو جائز نہیں کہ اوسکو کسی شخص کے اجارہ میں دے سو لو اجرھا وجب اجر المثل ولا یکون عاصبا

باب الاجارۃ الفاسدۃ

وللاخر وفی نقض الثانیۃ تجہ ہیز بالکنس مدۃ دراگر ستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ سستا نہ ہوگا اور اول یعنی کہ موجر اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول وفی الاشباہ المستأجر فاسد الی الغیر صحیح اجاز المؤجر الاول او ابراہ یعنی اجارہ فاسدہ کا ستاجر اگر اوسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا مع ہذا معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی البطحاوی

تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہیں وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے مخالف ہیں ہم چنانچہ بیان کر چکے کہ اجارہ تین شرط ہوئی کہ اگر یہ پائی منقطع ہو جائے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب ہو بالقدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع تمام یفسد ہا کجہالۃ ما جور او اجرۃ او اجلہ وکشرط طعام عبد وعلف دوبۃ دار ومغلومہا وعشر او خراج ومئونۃ رد استہلاکہ

سو جو چیز بیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے ایک غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اوسکے مصارف اور مدارات کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پر کچھ دینے کا خرچ شرط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ جملہ اجرت کے قرار دیئے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجر موجب ہی باقی اجرت کے جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود ویفسد ایضا بالشیوع بان یؤجر نصیبہ من دار او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ اتفہم المسائل وعمادیہ من الفصل الثلثین اور شیوع یعنے عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے کہ پورے حصہ مکان یا پورے مکان میں اجارہ دے یا اپنے شریک کے سوا کسی دوسرے شخص کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ اتفہم المسائل اور عمادیہ تین میں ہے کذا فی الطحطاوی اور عمادیہ میں ہے کہ اصل اس میں یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو بیع کو فاسد کرتی ہے اجارہ کو بھی فاسد کر ڈالتی ہے پس اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحوز ذا الاصلی عن الطاری فلا یفسدہا علی الظاہر کان اجر الکل ثم فرق فی البعض واجر الواحد فما وقع للاقل اور میں نے احوز اسکو کہا کہ اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع عمادی اجارہ کا مفسد نہیں ہوتا بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین کا اجارہ دیا پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مر گیا یا اسکے بالعکس یعنے ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا ہم موجر تین یا خبر تین میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی ببعض ما اجرہ اور وہ یعنے تمام چیز میں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے جاننے میں چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانا ہم یعنے جو جانتے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اوسکی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اوس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اوسکے جائز ہونیکا حکم دے الا لو اجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجمع ان شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزہ فی کل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وجزم معزیا للمغنی لکن رجح العلامۃ قاسم وتصحیحہ بان معانی الغلۃ شاذ ہم قول القائل فلا یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنے خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق میں یہ فتوے منعی سے منقول ہے لیکن اس فتوے کو علامہ قاسم نے اپنی شرح میں رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوے منعی ہیں اسا شاذ ہے جسکا قائل معدوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوے مختار الدین میں ہے کہ فتوا ہم کے قول پر ہے اور اسی پر عمل کیا گیا اور باب شرب اور ستون نے تو یہی مذہب اختیار کیا قلت وفی البدائع لو آجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسمہ وسلمہ جاز للزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم ثم قسمہ وسلمہ لم یجز حتی کتبا ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اوس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اوسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے

بسبب دور ہو جانے ان کے یعنے شیوع کے اور اگر جانے اجارہ شائع کو باطل کر دیا پھر اوسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ویفتی بجواز الاول لابناء الرجل والعرصۃ الخ فصلین من الفصل الحادی والعشرین یعنے الی سطر ۱۰ اور فتوے دیا جاے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت اوسکی مرفق ہو زمین اوسکی دوسرے شخص کی بنا پر فصلین من الفصل الخ یعنے دو فصل ہین ایکسو بیس فصل سے یعنے اوس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ کہ ہم یعنے اگر صاحب عمارت اوسکو اجارہ صاحب زمین یا اوسکے غیر کو تو جائز ہو اور اوس زمین کا اجازہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد الاجارۃ المسمی کلھا او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او ما یتاثر دھم علی ان یرھما المستاجر تصدیقا للرویۃ مر الاجرۃ تصیر الاجرۃ مجھولۃ ۱۲ اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر کہ گھر مرت کرے بسبب ہو جانے مرت کے اجرت مین سے یعنے خرچ مرت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرت مین صرف ہوگا ہم کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کونسا جانور اور کونسو درم اور مرت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعد التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر الا اذا اجارہ فاسدہ ہوتا ہو اجرت کے تطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سور کے نام لینے سے ہم عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجکو اجارہ دیا اور یہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالخمر فھما لا اجر المسمی وھدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط لا یقطع علی المسمی اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنے مسمے کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گی یعنے مجہولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے ہم شمار بکے اس قول یعنے لا ینقص عن المسمی مین خلل ہی اسواسطے کہ دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین منزلہ ہوا اور جہالت مسمے تو درحکم عدم ہی کذا فی الطحطاوی بل یاستیفاء المنفعۃ حقیقۃ کما مر الغاما بالتعلم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنے موجر کے قادر کر دینے سے واجب ہوتی ہی نہ کہ استیفاء منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی پنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتی کیون نہو بسبب پہنچنے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے دلا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہوسے سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اوسکے عدم مرجع الیہ اسکے مخالف ہی والا فیفسد بھما کما مر او الشیوع مع العلم بالمسمی لورود بہ المثل علی المسمی رضاھما ۱۲ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع مسمی فاسد ہوا یا فوت معلوم ہونے اجر سے کے تو اجرت مثل سے بڑہ نہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمے سے یعنے دونون بتراضا منہ مسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت سے اور عدم تسمیہ مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہی بلکہ اونکی قیمت عقد یا شبہ عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جب کہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمے ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اوسکے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جب کہ اجر مسمے مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنے وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی سطح الارض ہی اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر ویتقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تشبیہ کے واستثنی الزیلعی ما لو استاجر حمارا علی ان ولدہ یرکبھا فمات ولدہ وجب اجر المثل لانہ لما لم یسلم ما سمی لہ لم یسلم لہ شیء اور زیلعی نے فاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گدھا جاہدیا اس شرط پر کہ مستاجر اوسپر سوار نہوگا اور اوسکا بچہ اوسپر سوار ہو تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اوسپر سوار ہوا اور اوسکا بچہ مر گیا تو اجارہ فاسد نہوگا اور اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بچہ اوسکا سوار ہوا اور اوسکا بچہ مر گیا تو

لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت سے کیطرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھیے اور ہر تقدیر پر مستثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو مستدرک بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر گننا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہوا وہ ایک چیز ہے قلت ینبغی ہو استثناء الوقف لان الواجب فی الاجارۃ المسمی المعلوم فتامل قنا میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں اجارت مثل واجب ہوتی ہے عقد کہ اجرت مثل ہو سو نور کہ فان اجر دارہ بقدر ہم فی جہالۃ المسمی بعد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ المسمی اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر گزرا ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمیہ پر متفرع ہوا جو ما نوتا کہ شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی ما بقی لجہالۃ انتہا ء وکان کرایہ ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے کے یعنے معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ بتعیین اضافۃ او اشارۃ فسد لکل فسخہا بترک المضور الا فی انتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہوا ایسی چیز پر جسکی انتہا معلوم نہیں جیسے مہینہ یا ایام اور شہور تو اوسکا گننا معین ہوگا یعنے ایکدن یا ایک مہینہ پیہم جب مہینہ تمام ہوگا تو مجرد اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرطیکہ حاضر ہوئے دوسرے شخص کے بسبب ہونے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی او یومہا کما فی الہدایہ فیفسخ العقد فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہیگا دوکان یا گھر میں تو اوس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات ہے چاند رات اور اوسکا دن ہی عرف میں اور اسی کا فتوے ہے ہم یعنے بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دنمیں وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہی بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی ہر مہینہ اول ماہ رویت ہلال سے ہی لیکن چونکہ اوسکے اعتبار میں ہر حج تھا لہذا چاند رات اور اوسکا دن معتبر ہوا بخلاف الدرر و شرح الوقایہ ولیس للموجر اخراج احد حتی یمضی الا بعد کما لو عجل اجرۃ شہور فابی لکونہ کالمسلم فیہ بل یملکہا اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ گزر جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہی چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا سلمی کے مانند ہی کذا فی الزیلعی الا ان یبقی الکل او جملۃ شہور معاوۃ فیفسخ لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہی مگر یہ کہ تمام یعنے سب شہور معہود کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے ہم یعنے موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر جو مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی الفتح واذا اجر سنۃ بکذا صح وان لم یسم کل شہر او قسم سوی قدر ہر ایک گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہی اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا اول المدۃ من الشہر اعتبر الاہلۃ سوا اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند دن کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ بفتح او فتح یا بعنی دیدہ شود بلال اور مراد اوس سے مہینہ کا پیدا دن ہی کذا فی الشمنی والا فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت ہوا ہو تو مہینوں کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا فالایتم الاول بالایام والبواقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ جو دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے ہم یعنے اگر دیکھی کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی دیکھی کی دسویں تاریخ اور اگر دیکھی اوننیس ۲۹

دن کا ہو گا تو سال تمام ہو گا ذخیرہ کی گیارہویں تاریخ کذانی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم ولطعامہ لم یجز بالجماع بعض الازھر کما مر
نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اوسکی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنے اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر تو رکھے
تو بعض اجر یعنے خوراک مجہول ہی یعنے معلوم نہیں کھوراک کسقدر کھوے یہ بار بار پھرے اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہو بسوط میں ہو کہ جس اجارہ میں خوراک یا دیا
جانور کا شرط ہو وہ اجارہ فاسد ہو گرد ایکا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہی لنتے فتاوے عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہو کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے
اجارہ میں چارپائے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنے عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ میں تو غلام کھانا ہو مستاجر کا سے بنا بر رواج اور عادت کذانی البطحاوی
وجاز لجامہ لا الحمام لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ ولتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہو واسطے اس حضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کے جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے اور بسبب رواج لوگوں کے عام اتفاقی نے کہا وجہ جواز یہ ہو کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں
اگرچہ استعمال کے پانی کی اور دہان کے ٹھرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہو تو مسلمین کا اجماع ہونے پر دلالت کرتا ہی اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا مگر
اثر میں ہو کہ دخول حمام جحفہ کی مدینہ موضع ہو کذانی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما رآہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن
قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما ذکرنا ابن بحر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز اللہ کے
نزدیک نیک ہو میں کہتا ہوں اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہو کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہو یعنے یہ قول صحابی کا ہو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
چنانچہ ابن مجہ نے اور سکو بیان کیا ہو ہم متعاصد حسنۃ میں ہو کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہو کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالے نے بندوں کے دل دیکھے
سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانیں وہ عند اللہ نیک ہو اور
جسکو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہو اور یہ حدیث موقوف حسن ہو اور اسطرح بزار اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہو کذانی الطحطاوی
یہ حدیث بحیثیت اجماعی کی دلیل ہو وجاز بناؤہ للرجال والنساء ھو الصحیح للحاجۃ بل حاجتھن لکثرۃ اسباب الغسل لھن اور حمام کا بنانا
مردوں اور عورتوں کے بنانے کے واسطے جائز ہو یہی قول صحیح ہو بسبب حاجت غسال کے بلکہ عورتوں کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہو اسواسطے کہ عورتوں کے
تہلنے کے اسباب بہت ہیں وکراھۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ لیلی اور مضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہو اوس حمام پر جسمیں
کشف عورت اور بے پردگی ہو کذانی الزیلعی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لھا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمرضیۃ او نفساء او المعتم
ان لا کراھۃ مطلقا قلت فی زماننا الاشکال فی الکراھۃ لتحقق کشف العورۃ وقد فرغنا للنفقۃ اور اشباہ کے احکامات میں ہو اور مکروہ ہو عورت
کو واسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہو کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہو اور قول معتمد یہ ہو کہ مطلقا مکروہ ہو میں کہتا ہوں اور ہمارے
زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اسکا ذکر کرنا باب النفقہ میں مذکور ہوچکا والحمام لانہ صلے اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی
اجرتہ وحدیث النھی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنے پچھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکالنا یا پچھنے لگوانا
اسکی مزدوری دے اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہو والظاہر بکسر فھمزۃ المرضعۃ باجر معین تعامل الناس بخلاف بیتہ الحیوانات لعدم التعامل اور دیکھا اجارہ
اجر معین پر جائز ہو بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنے شیر نوشی کیواسطے کسی کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں صعید واجع کے مذہب سے ہمارے
نے کہا ظہر کہ نظر ابجیوہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہو وکل الطعام مھما وکسوتھا الوسط وھذا عند الاطلاق وجبان بما یتعارفہ اھل البلد
متفقہ علے الی ہلم اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہو اور اوسکے نہ واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنے نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہو بخلاف
اور یہ جواز امام کے نزدیک ہو اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشادگی کی عادت جاری ہو بچے کی محبت اور شفقت سے مضرت دودھ کے بارے میں ہو کہ دایہ کے

اجارہ مین تاقیت یعنے دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہوا تھا اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہین اور یہی قیاس ہی اسواسطے کہ اجرت مجہول ہی امام کیطرف سے جواب یہ ہی کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہین ہی وللزوج ان یطاھا خلافا لمالک (وقت معین کرنا ۱۲) اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہی برخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک جائز نہین لانی بیت المستاجر لانہ ملکہ فلایدخلہ الا باذنہ ولہ کا شوہر قربت نکرے اوس سے مستاجر کے گھر مین داخل نہو مگر اوسکے اذن سے والزوجہ لہ فی نکاح ظاھر او معلوم لغیر الاقرار فسخھا مطلقا کما نہ اجارتھا اولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر یا معلوم نکاح یعنے اوس نکاح مین جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہی قول اصح مین ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اوسکو عیب لگتا ہو یا اسطرح اوسکے شخصیت یا حیثیت لگتا ہو ولو غیر ظاھر بان علما باقرارھما لا یفسخھا لان قولھا لا یقبل علی المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہوا اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونون کے اقرار سے تو زوج اپنا رفع نکریگا اسواسطے کہ دونون کا قول مستاجر کے حقین مقبول نہین وللمستاجر فسخھا لجھلھا ومرضھا وفجورھا کجنونہا وبرصھا وخوذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہی دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اوسکی بیماری اور اوسکی زنا ہرزنا کاری سے اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہی ہم منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہو کہ لڑکا اوسکے دودھ کو تھے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اوسکا دودھ نہ پیتا ہو الی آخر جو امر صغیر کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو ہو ینبغی کہا چنانچہ زمانہ طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور اوسقدر اجارہ سے مستثنے ہوگا نماز کے اوقات کیمانند ذاتی الطمث وی ولا یکفرھا لانہ لا یخلو عن العیب اور فسخ اجارہ جائز نہین دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا ولو مات الصبی او الضر انفسخت الاجارۃ اور اگر لڑکا مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابو الصغیر او اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہین ٹوٹتا مراسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہوا نہ اوسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہو اور بعضون نے کہا بشرطیکہ مال ہو اور اوسکا منع جائز نہوگا وعلیھا غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودھنہ بقدر الذی یلیہ بالمعروف وھو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہی صغیر اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکے کپڑے نہ پھٹنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہی جہان نص شرع نہین شارح نے کہا ہین یقع دال عبارت ہی تیل لگانے پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اوس کام کی توابع ہی اور اجیر پر اوسکی شرط نہوئی ہو اجارہ مین لواوسمین رواج کا اعتبار ہی کفایہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ ہی اور میلے کپڑون کا دھونا اوپر نہین اور جواہر انقتادی سے مین اس قول کو صحیح تر کہا ہی اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہی کہ دایہ طعام کو جیسا کہ صغیر کو دے اور ایسی چیز پکائے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور اوپر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہی کذا فی الظہیری وی لا یلزمھا شیئ من ذالک وما ذکر محمد من ان الدھن والریحان علیھا نعادۃ اھل الکوفۃ ورد دایہ پر لازم نہین دن چیزون کا ثمن یعنے تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہی کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہی سوا اہل کوفہ کی عادت کیوجہ سے ہی وھو ای ثمنہ اجرۃ علیھا علی ابیہ ان لم یکن لہ للصغیر مال والا فعلہ لانہ کالنفقۃ اور دودھ پینے تیل وغیرہ کا ثمن اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت اوسکے باپ پر ہی اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اوسکا مال ہو تو پر اشا ہی ہے تو اوسکا ثمن صغیر کے مال مین ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہی فاذا ارضعتہ بلبن شاۃ اوغذتہ بطعام ومضت المدۃ لا اجر لھا سو جب کہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اوسکی اجرت نہین لان الصحیح ان العقود علیہ ھو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتعزیۃ بعنایہ اسواسطے اجرت نہین کہ قول صحیح یہ ہی کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہی وہ آدمی کا دودھ پلانا ہی اور پرورش نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی الکنایہ بخلاف ما لو دفعتہ الی حاد متھا حقا ارضعتہ او استاجرت مرارا ضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط رضاعھا علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اوسنے اوسکو دودھ پلایا یا دایہ اس عورت کو جو اس

رکھا جتنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلوانے سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ہم فتاوے عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہوا نہ اصح پھر فتاوے صغرے سے منقول ہوا کہ قول اول وجیہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہے جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسہا لذلک لقوم آخرین ولو بعلوا الاولون فارضعتہم وفرغت اثمت ولہا الاجر کما حملوا علی الفرنقین شیخہا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اوس واسطے یعنے دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجر کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اور سنے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اوسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہے خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح اسبیجابی میں یوں مذکور ہوا کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنے نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابن کرنے کیواسطے اور لینے لوگ پانچ یا دس روپے دیکر عمدہ گھوڑیکو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں سچھ لینے کے واسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اوپر اجرت لینا جائز نہوگا عاشیہ سلبی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہوا والاجعل المعاصی مثل الغناء النوح والملاھی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہوگا نہ ہون کیواسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور ہاجون کیواسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر رووے اور اوس کی خوبیاں بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنے لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہے مستقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکون کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اوسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاذنے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف شروط کے مانند ہے انتہے اور ہمارے زمانے مین یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانے والے بدون اجرت کے نہین جاتی کذا فی الطحطاوی وملتضاہ کالراجح الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل تقبیض المسمی بعقد ولو المثل اذا الوہبانیۃ من کتاب الشرکۃ ویفتی بہ خلافہ وفی الخلاصۃ یفتی بہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم فقہ کے اور رائج یعنے اس مانہین فتوے دیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اوس مال کے دینے پر جو اوسنے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاوے اسی قول کا فتوے ہم اہل بخارا کے کہ عہد اوسے یہ اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشایخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنے کا فتوے دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق مین اہل حل کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت مین اسلام ضعیف ہوگیا امور مذکورہ سب برہم ہوگئے لہذا علم تحصیل معاش مین مشغول ہوے اور وہ لوگ دیندار کم ہوگئے جو لوجہ تعلیم کرین لہذا اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائین لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوے ہوا اور مشایخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہین زمانے کے اختلاف سے کذا فی البلخ وغیرہ تو زمان سابق مین اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس طرح مین جائز ہے بو جہ مرپور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تربیہ کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ للمرسومۃ ھی ما یہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ

ہدیہ جو معلم کو والدہ صغیر دیتی ہے

مال ضمانی اور نوحہ گران

اجرت تعلیم قرآن مجید اور اذان و امامت

ھدایہ الحلاوی ہے اور معلم قرآن کے ذکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر شہر بردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو مسلم کو دیکھائی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں تک شروع کرنے پر جیسا کہ سورۂ تبارک اور فتح اور لیس یہ دینا جسے پر شیرینی ہوا سلئے جو اکثر شیرینی پر دینے کی عادت ہے ہم کو حلاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادۃ تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد میں ہے ولو دفع غزلا لیحوکہ لہ بنصفہ او استأجر لیغزل لہ بنصفہ او لیزن لہ بعضا او لیطبخ لہ بعضہ بقیفزا لم یستحق شیئا لانہ استأجر لیاکل لانہ استأجر لجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلے اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان قد مضی فی بیع الوفا اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو بن دے اوسکی نصف پر لیجئے بنے نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اوسکا اناج لاوے بعض اناج مذکور کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تا اوسکے گیہوں پیس دے کچھ اُسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسلئے کہ مزدوری مُہر اُی امر کے بعض عمل سے بعضے بنا کیا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اوسی سے اوسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث ہے جسکو ابو داؤد اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ جائز ہی بعضے بعض منسوج یا محمول یا مطحون کے تسلیم سے جائز ہی اسواسطے کہ حصول امکانی کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں تمام ہوا تاہدایہ میں کہا ہے کہ یہ اصل کہ ہر ذی بعضے قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من جملہ قُطن پینجے کا اجارہ کیا سر جملہ تل کی مزدوری پر یا زمین بھی تا دوسرا شخص اوسمیں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر بین نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اوسکی قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اوسکی عمل کی اور سطح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کی کمیت سے نصف کپاس تک اور بیش پر اور جوار یا جو کا ماننا یعنے بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کٹانا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی الحلاوی عن الشیبانی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں کے پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہو اوسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کے اونٹ اور کپھال اجارہ لی پانی لانے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر آسمین اللہ تعالے روزی دے وہ دونوں میں نصفا نصف ہو تو اجارہ فاسد ہوگا پھر اگر کپھال میں پانی اونٹ پر لادا گیا اور بیچے گا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور کپھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہو تو جسقدر شکار لیکر وہ شکار کرنیوالا کیا ہے اور جال کی اجرت مثل اوسپر واجب ہوگی اور اگر اوسکے یا غیر میں دوسرے شخص کو بیچ کر اوسکے واسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اوسنے اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گلوئن اور نصف گلوئن کو اوسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا دیلون ہے دوسرے شہر میں سوا سو نے مزدور سے کہا کہ اوسکے بار جا اور میرا مال حاصل کر بھیجدیو مال مذکور لادیگا تو پچاس درم دون گا اوسی مال سے پھیرہ گیا اور مال یا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض کے شرط فاسد ہونے کے سبب سے قفیز طحان ہو کذا فی العالمگیریہ ہم مجموع مسائل مذکورہ قفیز طحان ہیں واصل ان یفرز لہ الاجود او لا او یسمی قفیزا لا یعین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیکون اور مسائل تین کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اوسکی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنے مالک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از تسمیہ وحمل دے یا قفیز طحان کی صورتیں ایک قفیز آٹا مقرر کرکے بلا تعیین یعنے یوں نکہے کہ اس گیہوں کا آٹا پیسو اور سکو ایک قفیز آٹا اوسکے پیسے آٹے سے دے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کیطرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا جو طرح مشارالیہ ہونا جائز ہی اوسیطرح اوسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہی پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو نہیں ملیگا کہ اوسی گیہوں کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی الحاکمیہ عن الحلوانی لو استأجر لیحمل لہ نصف ھذا الطعام ونصف الآخر لا لم یستحق شیئا لانہ صیر مرتہ بمنزلۃ اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا مالک یا نصف غلہ دے یا نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے ہلا اجرت نہیں یعنے نہ اجرت مسمی نہ اجر مثل

لہ قفیز طحان یعنی پیسنے والے کا حصہ مقرر ہونا جو اوسی گیہوں سے ہو جسکو وہ پیستا ہے اور یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجیر کو اجرت مثل ملتی ہے اور اگر اجیر نے اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا

بسبب ہو جانے اجیر کے شریک ہم صورت اوسکی یہ ہو کہ مثلاً زید کا من بھر یعنے چالیس سیر غلہ ہو اوسنے خالد کو کہا کہ بیس سیر لادیجیو اور بیس سیر باقی اپنی اجرت میں سے سو اوسنے چودہ من لادا تو اوسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہو گیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اوس غلہ کو لادے جو اوسمیں اور اوسکے غیر میں مشترک وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہ ہوگا ما استشکلہ الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ میں اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اوسکا جواب دیا ہے یعنے اپنی شرح میں ہم زیلعی نے اس مسئلہ میں دو اشکال ذکر کیے ہیں اشکال اوّل یہ کہ یہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ میں اجرت فقط عقد سے معلوم نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہو گا یعنے جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اُجرت اور ملکیت میں منافات ہے پھر جب غیر مستحق اجرت ہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب یوں دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یوں جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلقاً یہ اثر نہیں ہے کہ اجیر اجارہ فاسدہ کا ابتداءً مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت سے اور عدم استحقاق کا مطلقاً یہ اثر نہیں ہے کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے لطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل اور وجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک بھی گیا مالک کا غلہ میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونوں مطلوبوں میں ثانی نہوئی بلکہ اول مودی ذی ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب میں یہ عیب ہے کہ عقد فاسدہ اور فاسد میں بدون عمل کے اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہرگز تعجیل نہیں ہو سکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہیں انتہی فضولی نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو قدیر کا کلام یوں ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحاوی مختصر اور قال صوحوا بان دلالۃ النص لا عموم لہا فلا یخصص عنہا شیٔ بالخبر کما ذہبہ مشایخنا فی تخصیص بنی تغلب عن کبار اور علماء نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص میں عموم نہیں تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے دھم زیلعی میں ہے کہ مشائخ بلخ اور اسنے فی عمل الطعام کو بعض محمول در نسخ تو بعض منسوخ کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل و رواج کے سبب سے اور جو اوسکو جائز نہیں جانتا وہ اوسکو تقیید طعام پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر یوں کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ تقیید طعام کے نص اور سکو شامل ہے بابتناء دلالۃ کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل اور عرف کے انتہی نہ جانا ہو کہ استصناع میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اوسکی تخصیص ہو گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہیں رکھتے اسواسطے کہ یہ کیا اس طرح کا رواج ہے اور اس سے حدیث تقفیز طحانی مخصوص نہیں ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اوسکا رواج جمیع بلاد میں ہو گیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصص ہو جاتا ہے انتہی اور مناہیں ہوں اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالۃ النص بعض فی منہ غیر طحانی کے تعارف و رواج کی سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشائخ بلخ نے تخصیص کی جو اپنے شہر کے رواج سے میں کہتا ہوں دلالۃ النص میں عموم ہی نہیں کہ اوسکو مخصوص کیجئے کذا فی الطحاوی واستدل بالخبر لکن اکثفیزۃ قیس الیوم بدرہم وفسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولان جہالۃ احدہما تفضی للمنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم صار اجماعاً یعنی اگر کسی نے اجارہ کیا کہ اوسکو اتنے آٹے سے مثلاً ایک تقفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درہم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہو امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونوں میں ایکمار کو ترجیح نہیں تو جہالت ہو گی تو اگر یہی سے الیوم کہدے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر آج نہ پی سے آج فراغت پا دے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کیونکہ جب عمل اور وقت میں اجتماع ہوا تو دونوں اجارہ کی لیاقت رکھتے ہیں اور کوئی اون میں سے اولے نہیں ٹھہرتا جو باعث نزاع مفسد عقد ہو اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور ظروف ظرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہا کہ اگر بعض یوم میں تو فراغت ہو سو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایۃ مختصراً اور اضاف بشر طان یشتہیہا ای یجد شہوتہا حتی او یکرہ انہا کرہا الخطابۃ او میر فیہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد بان یزیل جادہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوس کو ہمیشہ چاہے یا اس شرط

کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کردے یا زمین میں مستاجر پالن ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کے موکلے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر انکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہ ہوگا ہم دوبار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد بیج بونے سے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ بدال اپنے نالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے بیچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب ہے عقد کا اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف مقتضا ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پالن ڈالنا اور زمین کو جوت کو موجر کو دینا کذا فی الطحاوی اور شرط ان یزارعھا بزراعۃ ارض اخری لعلہ یجیٔ ان الجنس باتفاق ہو مم السنا ۱۲ یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنے اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنے بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کردینا ہو ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے نوع سے چنانچہ اجارہ سکنے کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض ہے کہ جزء تاخیر کی مقدارات میں ہے اور یہاں مقدارات میں نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کے واسطے اور متحد الجنس منفعت کے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر نا جائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر منفعتا منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقولہ فسدت جواب الشرط وھو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنے فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنے شرط مذکور اور اوسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے وصحت لو سلم علان یکریھا ویزرعھا او یسقیھا ویزرعھا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کے کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بوئے یا اوسکو سینچے اور بوئے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینھما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اوس فعل کے لادنے کا جو دونوں میں مشترک ہے تو اوسکے واسطے کچھ اجرت نہیں اسواسطے کہ شریک ابکوئی چیز عمل میں نہ لادیگا مگر کہ بعض عمل خود اپنے کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا ہم اور اگر شریک کی ناؤ یا نوحی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اوسکے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہیں کذا فی الوسیط ویجب کراھر استاجر الوھر من المرتھن فی ظاھر الروایۃ لانہ لاجل المنفعۃ کما لو استاجر من الراھن ہر مرہون کو کرایہ پر تھن سے تو مرتھن کیواسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنے ملک سے ہم متفقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہوا اور مرتھن منافع مرہون کا مالک نہیں جو تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتھن کے مرہون میں تصرف نہیں کرسکتا پھر جسقدر مرتھن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی مملوک سے منتفع ہوا والا بائنے کے سبب وفی جواھر الفتاوی لو استاجر حمامافدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یسترد بعض المعقود علیہ وھو منفعۃ الحمام فی المدۃ فاسقط شیئا من الاجر لانہ لیس معلوما اور جواہر الفتاوی میں ہے اگر حمام اجارہ لیا اور موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام میں داخل ہوا یعنے نہانے کے واسطے تو موجر سے اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنے حمام کی منفعت سے کچھ اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجر سے ساقط نہوئی ہو اسواسطے کہ بعض مقصود علیہ معلوم نہیں استاجر ارضا لم یذکر ما یزرعھا او ای شیٔ یزرعھا فسدت لان یعمر مختلف الدار ربما یقوی علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اوسمیں زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کردے بسطرح کہ جو چیز چاہو گا بوئوں گا تو فاسد نہوگا برخلاف اجارہ مکان کہ وہاں بحالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اوّل باب میں مذکور ہوچکا واذا فسد اجر رحا فضی الاجر علی حسابہ فلہ المسمی استحسانا وکذا لو لم یعمل الاجل لارتفاع الجھالۃ بالزراعۃ قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فمضی الاجر کما ضنخان فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارۂ مذکورہ جب کہ فاسد ہوا بسبب مستاجر نے کوئی چیز بوئی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئے تو اجارہ صحیح ہوگیا

اور اگر کہے واحد اجیر مشترک یعنی حسانا تک لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مدت منقضی ہوگئی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت دین کتا ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمعنی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضی خان نے شرح جامع میں حذف کیا ہی تو بہتر ہوتا تم طحطاوی نے کہا اگر تمام کہا ہے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الی بغداد ولم یسم حملا فحملہ المعتاد فھلک الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فاھمین اما کما فی الصحیحۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھ بیان نکیا کہ کتنا بھرا دیں پھر حمل معتاد لادا سو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں کیونکہ اجارہ فاسدہ ہے تو امین ہے جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہی جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہوتی ہے ہم بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ حمل معتاد میں اسواسطے تاوان نہ لازم آیا اسواسطے کہ مطلق اذن معتاد کیطرف منصرف ہوا اور گدھا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اوسکا ضمان امر نہ پایا گیا تو تاوان کس کیا وجہ ہی فان بلغ فلما ذکر لما مر فی الوزنیۃ پھر اگر گدھا لادکر بغداد میں پہونچا تو اجارہ مستحق ثابت ہوگا اوس دلیل سے جو زراعت میں گذر گئی یعنے حالت مرتفع ہوگئی قبل از تمام عقد فان فارق قبل الزرع فمسئلۃ الزراعۃ او الحمل فی مسئلتنا تشحن الاجارۃ فاسدۃ فالفسخ لغیا بعد سپرد اگر دونوں میں نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت مسئلہ میں یا حمل میں نزاع واقع ہوا ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کردو الا جارے رفع فساد کیواسطے بسبب بقائم ہونے عقد کے ہنوز استاجر مجمل الاجارۃ وبعض الطریق وجب علیہ اجر ما رکب قبل لا یکاد یجب لانہ لا یجب حصار غاصبا او الحمل وضمان الاجر معا لا یجتمعان وعند محمد یجب المسمی ان رکبا کما لو اکراہ اور اگر اجارہ لیا سپرد اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اوس مسافت کے جسمیں وہ سوار ہا قابل انکار کے اجرت لازم ہوگی اور بعد اوس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اسپر تاوان لازم ہوا واجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہی کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہی ہم طحطاوی سے کہ مراد یہ ہی کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں جنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی وفی الاشباہ قصر الثوب المجحود فان قیمہ فاما الاجیر الا مشترک الصباغ والقصار اور اشباہ میں ہی کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھویا یعنے متصور ہو کر تو اگر کپڑا اوسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہی اور نہیں تو اجرت نہیں درپی حکم ہی رنگریز اور جولاہے ہم یعنے اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہی اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہی چاہے کپڑا لے اور اسکا قیمت دے جسمیں رنگت سے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرے اور جولاہے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اوسکی اجرت ہی اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جو لاسکا ہی اور اوسپر ستو کی قیمت ہی کذا فی الولوالجیہ اور اس بیان سے شباہ اور شارح کا اجمال منحل ہو گیا اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا کاستیجار مسکنۃ بخدمۃ عبد او زراعۃ ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہی جب کہ دونو منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحد الجنس لا یجوز کاجارۃ المسکنۃ بالمسکنۃ والملبس بالملبس والمرکوب بالمرکوب وفی ذلک اختلاف تعرف فی الجنس الفرق فھر الکنز فیجوز اجارۃ بیت لیستوفی المفعم کام لفساد اتحاد جنس المنفعتین وجب کہ دونوں منفعتیں متحد الجنس ہوں جیسے اجارہ مکانے کا مکانے سے اور لباس کا لباس سے سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہو جاتا ہی کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار اور بہار کو حرام کردینے متحد ہوتا ہی اور منفعت اجرت مثل واجب ہوگی جنانچہ مذکور ہو چکا لیکن ہو سکتا ہی کہ سبب نہ سر ہونے عقد کے استاجر لیصیبہ او یخطب لہ فان وقت لذلک وقتا فمھا ذلک یا کسی شخص سے کہا کہ تیرا مقدر کیا ایک شخص سے کہ استاجر کیواسطے تاکہ کہے یا لوگوں میں اوسکے واسطے اسکے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو جو کچھ جائز ہی ہم نے صبح سے شام تک تاکہ کیواسطے مذکور کیا جائیگا ہی ہو اسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہی اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہی خواہ تاکہ کہے یا نہ کہے کیونکہ یہ اجیر خاص ہی اور اجیر خاص میں بیان وقت ضروری ہوا والا فلو لم یوقت ومن الخطب لا اھا اگر تاکہ کیلئے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین کر لیا اور لوگوں میں معین کر دیں تو اجارہ فاسدہ ہی الا اذا عین الخطب ھوای الخطب ملکہ فیجوز

سے لینے اگر وزن کا ذکر ہوگا تو تنکار اور گرمی تعلیل ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا اور صیغہ نہ ہیں مذکور ہو اور عرف ہیں تو عدہ ہو جواز ہو اگر یہ بھی مذکور ہو جیسا کہ نیچ منح القفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی **قولہ** مسائل ملتقط شان کے استأجر امرأۃ لتخبز لہ خبزا لاکل لہ یغیر ولا یبیع جاز صبر فیاض نہ ہو جیسے کہا کہ ہمارے کھانے کیواسطے ابوت پر روٹی پکاوے تو جائز نہیں اور نہ بیچنے کیواسطے زوجہ ہے روٹیاں پکواہیں تو اجارہ جائز ہو کذا فی الصغیر **قولہ** صم جواز کی وجہ یہ کہ زوج کیواسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہو یا متبادر دیانت کے سواسطے کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیئے تھے علی مرتضے اور فاطمہ زہرا علیہا السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضے پر **قولہ** کذا فی الطحطاوی احبت دارھا لزوجھا فسلکناھا فلا اجر اشباہ وخانیہ قلت لکن فی حاشیتہا یتولی الجواب عن المضمرات معزیا للکبری قال فافیخان ھذا الفتوی علی صحتھا للبیعتھا فی الحکم فلیحفظ نزوجہ کو اجارہ دیا پھر دونوں اوس گھر میں رہے تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ والخانیہ یعنے اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہو نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ منویر البصائر میں مضمرات سے نسبت ابتنا وی کیے یہ منقول ہو کہ قاضی خان نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوے ہم اسواسطے کہ رواج ہو سکونت میں تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے صرطحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنے فتاوے قاضی خان میں تو عدم جواز مذکور ہو شاید کہ فتوے جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادات میں قاضی خان نے ذکر کیا ہوا نتہے اور یہ بھی احتمال ہو کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مبنی یہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزیین العروس ان ذکر العمل والمدۃ او العمل فقط فی الاصح بزازیۃ وجاز اجارۃ القناۃ والنھر مع الماء یفتی لعموم البلوی یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ ھم شہر ہلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل والمدۃ کا واو بمعنی او ہی وجاز اجارۃ القناۃ والنھر مع الماء یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہی اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتوے ہو عموم حاجت کے سبب کذا فی المضمرات ھم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس ہیں اسواسطے کہ ہتلاکر عین پر عقد وارد ہی اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہی منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوے ہوا ہی

باب ضمان الاجیر

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہمزد دے کے تاوان کے احکام ہیں کا جیر علی ضربین مشترک وخاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص والاول من یعمل للعامۃ کالخیاط ونحوہ تو اول یعنے اجیر مشترک وہ ہی جو سب کا کام کرے فقط ایک شخص کا کام کرے پیا نچہ درزی اور مانند اوسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہو نہ فقط ایک شخص کے **اویعمل لہ عملا غیر موقت کان استأجرہ للخیاطۃ وقیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیر مشترکا وان یعمل الغیر اجیر مشترک وہ ہی ہو ایک شخص کا کام کرے بلا تعین وقت پیا نچہ مستاجر نے مقرر نہ کیا ہو اسواسطے کہ رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو صورتیں درزی اجیر مشترک ہو گا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام کرے **او** موقتا بلا تخصیص کان استأجرہ لرعی غنم شہرا بدرھم کان مشترکا لان یقول او الا دخل بلا تخصیص یا اجیر مشترک وہ ہی جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کیواسطے ایک مہینہ درعمل مزدوری پر تو عدم تخصیص مستاجر سے وہ اجیر مشترک ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اوس سے کہے کہ نہ چرا ئیو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور اگر کہے خلاہر ہو گا وفی جواہر الفتاوی استأجرہ کما کل ینسج ثوبا ثم اجر الحائک فنسج خرج للمستاجر کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی میں ہو کہ جو ملا ہے کو اجارہ لیا تا کہ اوسکی بھیڑ اون جو اوسے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونو عقدین صحیح ہیں اسواسطے کہ معقود علیہ عمل ہی نہ منفعت **والاجیر المشترک الذی جمع عملہ کالقصار وتحوہ کخیاط وحمال وملاح ودلال** اور اجیر مشترک کا حکم یہ ہو کہ جو کام کرے چنانچہ دھوبی اور مانند اوسکے چنانچہ رسی بٹنے والا اور بوجھا لادنے والا اور دلال **وان خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف العمل مجتبی** اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہو ہر کام اوس عمل میں جو مختلف ہو جاتا ہو عمل کے بدلنے سے کذا فی المحیط **ھم** مجتبی میں ہو کہ دھوبی سے تو بیس روپے کے دھونے کی شرط کی ایک درہم کی اجرت پر دیا اور وہ راضی ہو کیا پھر جب دھوبی نہ کپڑا دیکھا تو بولا میں راضی نہیں تو یہ اوسکو جائز ہی اور اسطرح درزی کی حکم ہی اور اصل یہ ہی کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو عمل کے اختلاف سے

اور سین خیار الرویت ہو محل یکھنے کے بعد اور جو محتمل نہ ہوں اور سین اجیر کو اعتبار نہیں چنانچہ معین گیہوں کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کرنا فی المنح
ولا یضمن ما هلك فی یده وان شرط علیه الضمان لان شرط الضمان مخ الامانة بالمل کما لو وضع وبه یفتی کما فی علمة المعتبرات وبه جزم صاحب
المتون فکان هو والعدم خلافا للاشباه اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہ ہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہو جاے اگرچہ اُسپر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو
اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ و ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتوے ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر
مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ص شباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہے امام کا بھی مذہب ہے
کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروق نفاد
مرتضے سے اور صاحبین نے کہا کہ اوپر تاوان ہے مگر جس امر سے اضطرار ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق اور مرتضے رضہ سے زیلعی میں ہے کہ متاخرین
کے قول پر فتوے ہے اسواسطے کہ زمانہ درو غلبا ر ہو گئے ہیں اور لوگوں نے اموال محفوظ نہ رہیں گے درغایہ اور محیط اور متمنہ میں ہے کہ امام کے قول پر
فتوے ہے تو اس مسئلہ میں فتوے مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمة اور ستانر نے نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتوے دیا ہے صلح الزیتہ
میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک کو میں مجاہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوے دیا تھا بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتوے
دیا ہے تا دونوں قول پر عمل ہو پینے جب سو روپے کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک
واجب کذا فی الطحطاوی وقیل لا جید مصلحا کما فی یضمن وان تجاوزه یضمن فی المستور الحال بهذا الصلح عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک
دیندار نیکوکار ہو تو اوپر تاوان نہیں اور اوسکے برخلاف ہو یعنے فاسق بے باک ہو تو تاوان اوپر ہے اور اگر اوسکے نیکوکاری اور دیندار کی حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہوگا کذا فی
العمادیہ قلت وهل یجبر علیه محرر فی تنویر البصائر لعله کما مر فی قسمة فوسط البحر والبوية تبقی الاجارة بالجبر میں کہتا ہوں اور صلح پر
کیا زبردستی کیجاے گی یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ بیان زبردستی ہوگی صلح پر یا نہیں اور اس شخص کے کہ اوسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا بیچ کے حصے
تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ھ طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل بعض ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو تحریر کیا ہے اور عمادیہ ھ فتنہ کا
فتوے ہے جواز صلح پر ہے بلا ہر ویضمن ما هلك بما کتخریق الثوب مرقد وزلق الحمال وغرق السفینة من مدة جاوز المعتاد او بالخلاف المعهود
وفحوه کما یأتی عمادیہ اور اجیر مشترک پر اوسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اوسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور یا ڈوب جانا
حمال کا اور ڈبو دینا کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ھم غرقی کشتی میں کھینچنے کی
تیز اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اوپر کسی چیز کے گرنے یا بجاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگئی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والغرق فی الدر وغیرها
علی خلاف المختار صدر الشریعة فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعہ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کرو ص ماں
تقریر صدر شریعہ ہو کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی انگل سے دریافت کرسکتا ہو کہ کپڑا تحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اوسکے فعل میں سلامتی شرط ہوئی
بخلاف فصاد اور حجام کے کہ رد قوت طبیعت اور نصف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اوسکو دریافت نہیں کرسکتا لہذا اوسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ
شرح وقایہ میں کہا جو خفتانے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اوپر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ کہ اوسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمیں متقاد معتاد سے
تجاوز واقع ہو گیا ہو چنانچہ حجام کے عمل میں عدم تاوان عدم تجاوز من المتاد مراد ہے لکن قوی القهستانی قول صدر الشریعة لکن قہستانی نے صدر
الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خیرہ اور بہنام شرح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قہستانی میں محیط سے
منقول ہے وہ آسان تر اور لائق ترجیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی الذخیرة هذا اذا ذهب ولکن رده المتاع او وکیله فان کان لا یضمن

اجیر مشترک سے مراد وہ شخص ہے جو کسی کام کے لیے ایک معین مدت کے لیے ملازم ہو اور اس مدت میں وہ کسی اور کا کام نہ کرے اور نہ ہی اپنے کام کرے اور اس کی تنخواہ مقرر ہو جیسے کوئی شخص کسی کی دکان پر ایک مہینے کے لیے ملازم ہو اور اس مہینے میں وہ کسی اور کا کام نہ کرے اور نہ ہی اپنے کام کرے اور اس کی تنخواہ مقرر ہو

فیہا الدر بخلاف ما اذا کان محل العمل غیر محل الیبس اور مینہ مین ہو کہ یعنے کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہوتا اوسوقت ہے جب کہ اسباب مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جب کہ وہ حد متاد سے تجاوز ہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہے یعنے منتفع ہوا ہان نوس بلکہ صاحب متاع یا وکیل اوسکا بھی وہان ہو تو تصور نقطا وسکی طرف منصوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فاتفقا الکل فعثرت وعطبت للتلف لا بفعلہا جمیعا اور مینہ مین ہو کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اوپر سوار ہوا پھر اوسکو کرایہ کرنیوالے یا نکا اور وہ سکو کر کھا کر گرپڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اُسپر تاوان نہین یا لاتفاق یعنے اسواسطے کہ عمل اوسی کیطرف مسلم نہین قلت قد مناعلی الاشباہ مغرما للمرتعی ان الودیعۃ باجر مضمونہ فیلحفظ ہین کہتا ہون مجھے اشباہ سے نسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہو کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو اور رکھنا چاہیے ص محفوظ یعنے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام مین معلوم نہین ہوتی ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا کمن غرق فی السفینۃ او سقط علی الدابۃ وکان بسوقہا لفقود الاذن الادمی لا یضمر بالعقد بالجنایۃ ولا جنایۃ لانہ فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوبگئے اونکا تاوان لینے دیت لازم نہین ہوتی بلاخ طرح خواہ آدمی ضعیف ہو یا کیونکہ بقول صحیح آدمی زیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خون بھاعقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت نہین اسواسطے کہ اوسکا اذن ہے یہین یعنے کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر ن فی الطریق ان شاء للمالک ضمر القیمۃ فیمکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر او اجر بالحساب اور اگر ممکارا مین ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اوس قیمت کا جو اسکے مکان مین اور اوسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب سے موافق اوسکی اجرت دے یعنے اگر نصف راہ مین گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وھو ن الو نکسر لصنعہ والا بان زاحم الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اوس صورت مین ہے اگر ممکارا اوسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنے لوگون کے اُسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین ص صاحبین یعنے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اوسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار نہ رہا کذا فی الطحطاوی وکالضمان علی حجام وبزاع ای بسبط او فصد لم یجاوز المعتاد او تجاوز لا یضمن الحجام سر یعنے پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتہی اور آدمیون کی قصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا ص یعنے جسنے موضع مقرری سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا او الوھلک لکن علی حساب اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنے بے موقع اپنے نشتر لگایا یا تو پوری زیادت کا اوپر تاوان لازم ہوگا جب کہ تعفن نہی ہلاک نہوگیا ہو ص طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتہی مین سیر اد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجائے زخم مادون کے ساتھ پھر اوسکی قیمت لیجائے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت مین دونون طرح قیمت سمجھائی جاوے اور اگر آزاد ہو تو دو غلام سمجھا رہاے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ھلک ضمن بصفعیۃ النفس لتلفہا بمادون فیہ وغیرہ مادون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جانکی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک مادون دوسرا مادون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنے مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد مین مثلاً نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر اذن ہے پھر جو دو فعل سے ہلاکی ہوئی تو اذن کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر اذن کا تاوان لازم ہوا ص وقع علیہ ھو لہ فلو قطع الختان الحشفۃ وھو المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ ما وجد فعل مضاف الیہ فی المحشفۃ وھی عضو کامل کالسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے خاص قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے ہمارے کاروائی کے موافق قطع کیا ہو تو ہلاک ہوگیا تو جراح پر پوری دیت یعنے خون بہا پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اوپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے تا ندھم عضو کامل ہو یعنے عضو مقصود ہے جسکا تاثی تہین نفس مین تو اوسکا بدل معتد بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان مین ہوا رانی نے کہا یہ عجیب

ل الدر
منہج الطالب
اسود مربع الکعبہ
وہو مذہب ابی حنیفہ
وابی یوسف الخ
الصواب
انہ موضع

مسئلہ ہو کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہو اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصف قیمۃ الحصول تلف النفع بعلیہ نصفہما مأذون فیہ وھو قطع الجلدۃ والاخر غیر مأذون فیہ وھو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مخنون مر گیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جانکے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جسمیں اذن تھا یعنے کھلدنی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں اذن نہیں یعنے سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنے نصف دیت لازم ہوگی ولو مشترکا علی الصحیح کما فی الحاکم وغیرہ العمل علی وجہ لا یسیر ہی لا یضمن کما فی التاترخانیۃ وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیۃ اور اگر حجام وغیرہ سے طرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کیطرف نہ پہونچا وے تو یہ شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ بات اوسکی اختیار اور قابو میں نہیں مگر جبکہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیۃ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلامی او عبدی افصد فافصد یہ فصدہ معتادا فمات بسببہ قال تجب بہ الدیۃ الخ وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لا بخطئہ اور عمادیہ میں ہو کہ صاحب محیط سے اوس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اوسنے فصد معتاد کھولی پھر اوسکے سبب سے وہ مر گیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فصاد کے حمایت والے برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہو یعنے سواسطے کہ اوسنے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم ماذونیت اور فعل معتاد و سئل عمن فصد ناقۃ فماتت حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اوس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اوسکو چھوڑا بلا بندش یہانتک کہ وہ مر گیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہی یعنے اسواسطے کہ یہ لڑنے والی چیز ہے اوسکو قتل کیا والثانی وھو الاجیر الخاص وھو یعم بتعمیم وھو اجیر یعمل عملا مؤقتا بالتخصیص اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہی اور اوسکو اجیر وحد بھی کہتے ہیں یعنے ایک شخص کا اجیر وھو من یعمل لواحد عملا مؤقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہی جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرنے تخصیص کے ساتھ ہم مقدسی نے کہا کہ اگرچہ شریکوں نے اپنی مشترک مجموع کریان چرانے کو اسواسطے ایک شخص کو یعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوائے اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہی اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہی تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہی حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکل جاے جو ایک مستاجر کم کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا کپڑا سیے اور سینے کی مدت مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر نے اوس سے یہ شرط نکی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نکرنا کذا فی الطحطاوی وتستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ ولو لم یعمل کمن استؤجر شہرا للخدمۃ او شہرا للرعی النفع المسمی یا جو مسمے اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہی اپنی ذات کی تسلیم سے یعنے مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی البحر ہر دو لگاتار بعد حاضر ہونے کے کام کرے متاتا اوس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر رکھے خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کیواسطے معین برسہا ہی پر ہم مدت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہی اور خدمت متعارفہ وظیفہ صبح سے ہی تا وقتیکہ لوگ سو دین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی بخلاف مالو اخر المدۃ بان استؤجر للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط لہ یا خصہم عینہ او الرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی البحر بخلاف اوس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اوّل ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اس طرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوا اسکے اور کسی کی بکریاں نہ چراوے سواے اوسکے تو اس تخصیص سے باوجود متاخیر خدمت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی دُرر میں ہم درر میں یوں مذکور ہی کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اوسوقت اجیر خاص ہوتا ہی جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور اور بعید اسکا یہ ہی کہ جب مدت پر اوّل کام واقع ہوا تو منافع اوسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں تخصوص ہو گئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممنع ہو گیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہی کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جاے اور یہ بھی احتمال ہی کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہی اوسکا بیان نوع مدت خاص میں منظور ہو اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو بیلا حکم یعنے مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہوتا رہیگا یہانتک کہ اوسکے خلاف کی تخصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہرے گا اور اگر

ل قولہ اجیر وحد مقابل للاجیر المشترک فی الحاصل بالمصدر ای الوحد وھو العمل فی المدۃ المعینۃ او العمل المعین فی المستقبل فالحاصل ان اجیر الوحد ھو الذی عمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص او بالتعمیم فی مدۃ معینۃ او عمل معین فی المستقبل فالاجیر المشترک ھو الذی عمل لاکثر من واحد عملا موقتا بالتخصیص او بالتعمیم فی مدۃ معینۃ او عمل معین فی المستقبل فالاجیر الخاص ھو الذی عمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص او بالتعمیم فی مدۃ معینۃ او عمل معین فی المستقبل فالاجیر المشترک ھو الذی عمل لاکثر من واحد عملا موقتا بالتخصیص او بالتعمیم فی مدۃ معینۃ او عمل معین فی المستقبل ۱۲ منہ

مدت کو سمجھے ذکر کیا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور لانقضی مختصر ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدرہا عمل فتاوی التواز ل اور اجیر خاص کو خبز کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کردالا جائے کذا فی فتاوی التواز ل وان ھلک فی المدۃ بلا تعد او اکثر من نصف قفیز الطحین فلا اجر لہ کما مر ای مما یرعی منہا شیئا کما مر ان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل ان ھلک کلھا بلا تعد یسیر او مدت اجارہ تمین آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریاں ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے حتیٰ کہ بعض کو اوننے سے چرانے سے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی البحر ہذا وظاہر التعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہوجائیں اور اسی کی تصریح کی ہے عمادی میں ہم یعنے جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا یہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو قول مؤلف تقیید ہلاک بعض پر مقدم ہے کذا فی النہر اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہے ثم وقع علی ھذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر وصبی ضاع فی یدھا او سرق ما علیہ من الحلی کی نہ اجیر وحد پھر مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اوس لڑکے میں جو اسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اوسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ہم اجیر خاص اوسوقت ہے جب کہ بستا رہے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لے گیا کیونکہ لیلی ہو تو اجیر مشترک ہے جیسی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا الاضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی حفاظت کرنیوالے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن فتویٰ دینے میں ہے کہ اول قول پر فتوے ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح تردید الاجر بالتردید فی العمل کان خاط قمیصا فدرھما واوفی فبدرھمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کی طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہیں ہم تردید اسواسطے صحیح ہوئے کہ مستاجر نے عمل کی دو میں قسموں کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وہ ذہنا فی الاول لکن الخط المصنف ملحقا ولم یشر الی ستتضح اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے کذا اول میں اسیطرح ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنے قولہ والعمل کی شرح میں ہم یعنے قولہ وزمانی فی الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الوصلی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خاط الیوم فبدرھم او غدا فبنصف ہمارے استاد ملی نے کہا کہ زمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے ایک دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو آج کے دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہے وہ مکانہ کان سکنت ھذہ فبدرھم او ھذہ فبدرھمین اور مکان عمل میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہیگا تو دو درم کرایہ ہے والعامل کالساکت عطارا فبدرھم او ھذا فبدرھمین اور تردید صحیح ہے کذا فی الخانیہ موجر کا یوں کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا اوسکو رکھیگا تو دو درم کرایہ ہے وہی المسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرھم او للبصرۃ فبدرھمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یوں کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ تک گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک کیا تو دو درم اجرت ہے والحمل کان حملت شعیرا فبدرھم او برا فبدرھمین اور بوجھ لادنے میں تردید صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہوں لادیگا تو دو درم وکذا الوخیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان

ف ۱ اس سے معلوم ہوا کہ اجیر مشترک کا ضامن ہونا اس کی امانت کے منافی نہیں ہے اور اجیر خاص کا ضامن نہ ہونا اس کی امانت کے منافی نہیں ہے فقط واللہ اعلم منہ غفرلہ

اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل ہیں اگر اوسکو اختیار دے تین چیزوں میں ولو بین اربعۃ لیختر کما فی البیع اھ اگر چار چیزوں میں اختیار دیدے تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیز کی تخییر صحیح نہیں ویجب جزما وجھہ الا فی تخییر الزوجات فیجیء فیہ التفصیل المتقدم فی الاول لیسے وفی اسئاجر اجوا مثل لا یزاد علی درھم ولو عملہ بعد ذلک علی النصف درھم ولیہ خلافھما اور ترددات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائیگی اوسکی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی دو خدمتوں میں اجر مسمے واجب ہوگا اور دوسرے دنکی دو خدمتوں میں وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر تمام کپڑوں میں پہنے گا تو اسکی اجرت مثل نصف درہم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی میں صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی میں دونوں شرطیں صحیح ہیں مثال مذکور میں اول ان کی دو خدمتوں میں ایک درہم اور دوسرے دنکی دو خدمتوں میں نصف درہم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح نہیں اور اقوال ثلثہ کے دلائل یہ ہیں مذکورہیں بنی المستاجر تنورا او دکانا عباءۃ الدار او کانوتا فالاظہر المستاجرۃ واحترق بعض بیوت الجیران والدار ضمان علیہ مطلقا سواٰ بنی باذن رب الدار او لا اجارہ کے گھر میں مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایوں کے بیٹھنے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہیں خواہ اوسنے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا دُرر کی عبارت میں کانون یعنے مجمر ہے سو یہ دوکان مذکور ہوگا کانون احراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو ممکن ہے والا ان یجاور زما یصنعہ الناس فی وضعہ وایقادنار کما یوفد مثلھا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ بیطرح توڑ دے جسطرح دُرر کہتے ہیں اور شامی نے کہا ہے مستاجر زیادتی کرے اوسکی وضع میں اور آگ جلانے میں کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور مجمر میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر احمر افضل عن الطین ان علم انہ لا یجد بعد الطلب یعنی مکاریا عن مرتع طبیعہ مشتاۃ مخاف علی الباقی الھلاک ان جمعھا لانہ افتراء الحفظ بزعمہ فلا یضمن کہ فم الودیعۃ حال الغرق ثلاثہ ھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے لیجیے ظن غالب کہ اوسکو یاد یگا تلاش کرنے کے بعد تو اوسپر تاوان نہیں اسیطرح وہ چرانیوالا جسکی ریوڑ سے مثلا بہ نکل بھاگا سو چرانے والا دُرکا اگر اوسکا پیچھا کریگا تو باقی جانور تلف ہو جائینگے تو اوسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ اوسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنے ہر چند موجب محافظت ودیعت کی بنات خود لازم ہو لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہو تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہیں قال لان کان لمواعی مشترکا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنمان امکنہ التمیز لا یضمن القول لہ فی تعیین الی واب انھا لفلان اور اگر چرانیوالے نے لوگوں کی بھیڑ بکریاں ملا دالیں اگر اوسکو جدا کر دینا اوسکا ممکن ہو تو اوسپر تاوان نہیں اور جانور دونگے میں کر دینے میں اوسکا قول مقبول ہوگا کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے وان لم یمکنہ ضمن قیمتھا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عماد یہ اور اگر اوسکو جدا کر دینا ممکن نہو تو تاوان دے اوس قیمت کا جو ملانے کے دن ہیں اوس جانور قیمت کی ہو اور مقدار قیمت میں چرانیوالے کا قول مقبول ہوگا کذا فی الھدایہ ولیس للراعی ان ینزی علی شیء منھا بلا اذن ربھا فان فعل فعطب ضمن فی ان نزی بلا فعل فلا ضمان حیث ظن ارادۃ الجمل اور چرانے والیکو جائز نہیں چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا دیا بلا فعل راعی کے تو اوسپر ضمان نہیں کذا فی البحر ہم یعنے اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الخطابی ولا یسافر بھا بعد استاجر الا لخمسۃ مشقۃ اور مستاجر سفر میں نہ لیجائے اوس غلام کو جسکو اوسنے خدمتکے واسطے بھاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنے سفر کی خدمت سے زیادہ تر شاق ہو حضر کی خدمت سے الا بشرط الا ان اشترط المالک علیک اھ مالک نے سفر میں لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری منفعت یا منفعت کیواسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالیت کا سبب ہے یعنے شرط شروع کی پورا کرنیمیں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اور سیمیں یا نقصان ولکن الوعرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر مستاجر کا

ف نقیہ ابو اللیث نے کہا ہے اسی پر فتوی ہے اور اسی پر عمل ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی کو صحیح کہا ہے اور اسی کو اصح کہا ہے اور اسی کو اظہر کہا ہے اور اسی کو اوسط کہا ہے اور اسی کو اعدل کہا ہے اور اسی کو احوط کہا ہے اور اسی کو ارفق کہا ہے اور اسی کو اولی کہا ہے اور اسی کو اقیس کہا ہے اور اسی کو اوسع کہا ہے اور اسی کو انفع کہا ہے اور اسی کو اسہل کہا ہے اور اسی کو اخصر کہا ہے اور اسی کو اجمع کہا ہے اور اسی کو اعم کہا ہے اور اسی کو اشمل کہا ہے اور اسی کو اکثر کہا ہے اور اسی کو اشہر کہا ہے اور اسی کو اقوی کہا ہے اور اسی کو اکمل کہا ہے اور اسی کو اجمل کہا ہے اور اسی کو اعلی کہا ہے اور اسی کو اولی کہا ہے اور اسی کو اقرب کہا ہے اور اسی کو اسلم کہا ہے اور اسی کو اسد کہا ہے اور اسی کو اصوب کہا ہے اور اسی کو اصلح کہا ہے اور اسی کو اصلح کہا ہے اور اسی کو اصلح

سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہوا ہم معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت شہر سفر کا سامان کرنا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ برخلاف اس غلام کے جسکی خدمت کرنیکی مولے نے موصے کیواسطے وصیت کی ہو تو اسکو غلام کا سفر میں لیجانا درست ہے جو طرح خواہ سفر میں لیجانے کی شرط ہوئی ہو یا نہوئی ہو اسواسطے کہ اسکا خرچ موصی کیذمہ ہے یعنے بخلاف غلام اجرکہ اوسکا خرچ مولے پر ہے نہ مستاجر پر دلو سافر المستاجر بہ فھلاک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لیگیا پھر غلام مرگیا تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اوسپر اجرت واجب نہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان جمع نہیں ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکے واسطے اجرت مثل ہوگا لا یستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل علہ لعدوھا بعد الدفع صحیحۃ استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اوسنے اوسکو دی اوسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہیں جسنے بلا اذن مولے اور ولی کے آپہ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطوری ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرہ العبد نفسہ بعلمھم تقوم عند ابی حنیفہ اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہیں اسواسطے کہ غاصب مولے ہے غلام کا اور نہ اوسکا نائب اور غلام اپنے اعتبار سے نہیں بلکہ وہ غاصب کے قبضہ میں ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن لو اتلفا لو اجر الغاصب لان اجرہ لا مالیکہ پنانچہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنیفہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ آپہ اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجر مسمے غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کیواسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطوری وہی جائز للعبد قبضھا لو آجر نفسہ لا لو آجر المولی لانہ کالاذن دلالۃ عنایۃ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اوسنے آپہ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اوسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت میں عاقد غلام ہے اور دوسرے میں عاقد مولے کذا فی العنایہ فلو وجدھا موکلتہ فی یدہ اخذھا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کے ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہر چند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اسمیں ہنوز باقی ہے لہذا اسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شھرین شھرا باربعۃ وشھرا بخمسۃ صح بخلاف التزویج المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ وبعکسہ خمسۃ مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط عمل کرے گا تو چار درم پاوے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلفا الاجر والمستاجر فی اباق العبد او موضعہ او جری ماء الرحی حکم الحال ویکون القول قول من شھد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اوسکی جاریہ میں پانی کے پانی جاری ہونیمیں تو حال حکم اور جو فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنے قول اوسکا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد حال ہوگا اوسکی قسم کے ساتھ کما یحکم بہ الحال ولو اقاما البینۃ ترد واختلفا فی بیعہ او ھبتہ او عتقہ او ای التصرف فالقول قول من ینفی بما یثبت النمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت پھل سمیت بیچے جسمیں پھل ہوں یا بغیر پھل کے بیچ میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اوسکا قول ہے جسکے ہاتھ اوہ قبض میں پھل ہوں لان الاصل ان القول لمن یشھد لہ الظاھر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اوس شخص کا قول مقبول ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ تقطع ما لم یحز

سقط من الاجر بحساب ذلو عادت اور خلاصہ میں ہی کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اوسکے حساب سے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الخ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والخمر والصفرة ولکنا فی الاجر وعدم اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا میں اور سرخی الاحمر دین اور اصطبخ اجرت اور عدم اجرت میں یعنے مالک کہتا ہو کہ بغیر فیس سلائی کے تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قیاً سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو بغیر فیس نہ کہتا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور بسطح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہیں تو نہیں یعنے اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں وقال محمد ان کان الصانع معروفا بان الصنعة بالاجر وقیام حالہ بہا ای بحال الصنعة کان القول قولہ بشہادة العادة الخ اور بتفصیل ذیلی اور بعضوں نے کہا یعنے محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے میں اور اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اوسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوے ہو کذا فی الزیلعی وھذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیارا ہدیہ یعنے حکم مذکور اوسوقت ہے جب کہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنے سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونوں قسمیں کھائیں کذا فی الاختیار فرع مسائل لمعة شارح کے فعلی الاجیر فی کل الصنائع بضمان الاستہلاک فما تلفہ بفعلہ لا باستاذہ احتیاطا سب پیشوں میں مزدور کا کام اوس کے استاد کاریگر کی طرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کرے گا تو اوس کا تاوان استاد کو نہ دے گا کذا فی الاختیار یعنے مالم یتعمد فیضمنہ ھو عادة یعنے استاد اوسوقت تاوان دے جبتک مزدور کی طرف سے زیادتی اور تقصیر نہ ہوا ور بدر صورت تقصیر مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی الھدایہ ھم ہمارے یعنے صاحبین وکان خیاط یا رنگ ریز اجیر مشترک ہی لہذا اسپر تاوان ہوا ور مزدور اجیر خاص ہی تو دوکا نہ دار کا لہذا اسپر تاوان نہیں مگر درصورت تقصیر وفی الاشباہ ادعی ان اللحام داخل الحمام ساکن المعدة لاستکمال الغصب لم یصدق وکلاجر واجب قلت وکذا مالک البیت علی المفتی بہ بتتبع اور اشباہ میں ہی کہ سر لے کے اوستہ نہوالے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جدکان کو کرایہ کے واسطے بنا اوسکے رہنے والے نے غصب کا دعوے کیا یعنے میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھپر کرایہ واجب نہیں بواسطہ عدم اجارہ تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور کرایہ واجب ہی میں کہتا ہوں بسطح مال یتیم کا حکم ہی یعنے دعوے غصب سے اسکی بھی اجرت ساقط نہیں بقول مفتی بہ تو اگر رہیو دفیہا الاجرة لا الارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرھا للزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب الماثل الا صطلام وسقط ما بازاء ہ قلت وھو ما اعتمدہ فی الولوالجیة اور اشباہ میں ہی کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہر بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ پر لے زراعت کیواسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتمد کہا ہی ولوالجیہ میں ہم یہ قول والولوالجیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ اوسمیں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہی یعنے آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہی قول معتمد ہی انتھے اور یہ جو کہا کہ بابعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہی سو قول مفتی یہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ محیط میں ہی کہ فتوے اسپر ہی کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمیں اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اوس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہوگا منع غاصب کا کذا فی الظہیریہ وی لکن حرم فی الخانیة بوجوبہ بعدم سقوط تسقی حیث قال اصاب الزرع آفة فھلک او سرق ولم یبق لہ الا جر کما لو

قدر ما تحرق ولو غرقت قبل ان یذرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوے قاضیخان میں علم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اسواسطے کہ مستاجر اوسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہے ہم یہ قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم ۔

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب فسخ اجارہ کے احکام میں ینفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط و رؤیۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضاے عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند بر خلاف امام شافعی ہم کہتے ہیں کہ اجارہ عبارت ہے شراء منافع سے لہذا مثل بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد میں اور خیار رویت کے جیسے خیر کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اوسکے فسخ کروانے کا مختار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط صحیح نہیں اور نہ بے دیکھے خیر کا اجارہ درست ہے ویخیر احدھما بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار انقطاع ماء الرحی او انقطاع ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہے جیسے سبب سے منفعت فوت ہو جاے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے ورنہ لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ اور اگر تفسخ علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین پہنچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو پانی منقطع ہو گیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیہ یعنے قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ اس باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ اسسے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے ولہذا مصنف نے تفسخ کہا ہے تنفسخ فی المجوھرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضھا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلھا او ترک وقسم بحساب ما ردی منھا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی تو مستاجر کو اختیار رہی جاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہونچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہوا سکے حساب سے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجرھا بغیر شرب فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی لہ الخیار او ان انقطع قلیلا قلیلا او یرجی منہ فسقی فلا اجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ کی بدون شرب لینے اوس میں کی آب پاشی کی نوبت اجارہ میں داخل کی پھر کلیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اوسکی امید باقی نہیں رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اوسقدر سے پیچھے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ نفر غوا او جلوا سقط الاجر عنہ وان نقر بعض الناس کما یسقط الاجر وان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی او بخل عطف علی یفوت بما ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد وعجز الدابۃ ای فرحتھا وسقوط حائط بنی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اوس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنے اوس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ کزمہ حصتہ اور تبیین میں ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اوس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اوسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے

پھر جب وہاں کی پوداش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کریگا تو اجرت بقدر اوسکے حصہ کے اوپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب به او ازاله للاجر او انتقم بالعمل سقط خیاره لزوال السبب پھر اگر عیب منقت کا خلل انداز نہو یا موجر اوس عیب کو زائل کردے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب اُن دو جانے بسبب فسخ کے مع عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جاتا یا اوسکے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب یہ صورت ہو کہ دار منہدمہ کو موجر جدید طیار کردے وعمارة الدار المستاجرة وتطيينها واصلاح الميزاب ما كان من البناء على رب الدار دكل ما يخلى مالكه كنے اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اوسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ ہے ہم طلائین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہے کذا فی الظہیریہ فان ابی صاحبها ان يفعل كان للمستاجر ان يخرج منها الا ان يكون المستاجر استاجرها وهي كذلك وقد راها الوطاه بالعيب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بناوے تو مستاجر کو اوس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو تو آپ نکل جانا جائز نہین بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح ماء البير والبالوعة والخرج على صاحب الدار لكن لا يجبر عليه لانه لا يجبر على اصلاح ملكه فان فعله المستاجر فهو متبرع وله ان يخرج ان لم يرفعها اليه اذا رآها كما مر اور کوئین کے پانی اور نجس پانے کے بعد بچے اور بدرو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ پر ہے لیکن اوسپر زبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست کرنے کو زبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر کو اوس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اوسکا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ لیکن اگر اوس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اوس نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوهرة حكمه ان يفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کردے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارين فسخت لو تعينت احداهما فله ترکهما لو عقد عليهما صفقة واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اوسکو دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون پر ساتھی یکبارگی عقد کیا ہو یعنے اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت وفي حاشية الاشباه معزيا للبناية ان العذر ظاهرا فبعذرين مستتبعا لا يفرد وهو لا صحيح ہین کہتا ہون اور حاشیۂ اشباہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کرسکتا ہے اور اگر عذر شبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کرسکتا اور رہی قول اصح ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین متفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہین کذا فی فتاوے قاضی خان وبعذر عطف على بخيار شرط لزوم صوابه لم يستحق بالعقد ان بقي العقد كما في سكون ضوء لم يستوجر القلعة وموت عوبي واختلا عيها استوجر طبلا خرطع وليمتها اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہی یعنے اگر عقد اجارہ قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین ہے چنانچہ اوس ڈاڑہ کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اوکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اوس زوجہ کا مر جانا یا اوسکا فلج کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہم یعنے جب درد بھر گیا تو ڈاڑہ اوکھاڑنے مین صبر کیا مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلہ کے ولیمہ کرنے مین سر انسان کا فلج کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر خیار شرط پر عطف ہے کہ مذکور ہے کہ عذر سے مراد جائز ہونا ہے اھ العاقدین کا اجارہ قایم رکھنے مین مگر یہ تحمل ضرر نہائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دين سواء كان ثابتا بعيان من الناس او ببيان اى بينة او اقرار واحمال انه كالمال له غيره

ای غیر المستأجر لانہ یحبس بہ فیتضرر اذا کانت الاجرۃ معجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے دوم دین کے
عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا
اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادا سے دین واسطے بیچی جاے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو اوسکو ضرر پہونچیگا مگر جب کرایہ پیشگی دی ہوئی اجرت
اوس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہوگا کذا فی الاشباہ ہم یعنے اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے اسیقدر اجرت موجر کو
پیشگی دی ہو تو انقضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اوس وقت اجارہ فسخ ہوگا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعذر افلاس
مستأجر دوکان لیتجر فیہا اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جیسے دوکان اجارہ پر لی سو دا گری کے واسطے یعنے اسواسطے کہ
افلاس مین تجارت ممکن نہین و بعذر افلاس خیاط بعمل بآلتہ لا بارتہ استأجر عبد الخیاط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس خیاط
کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو علماے
اوس خیاط کا کام چھوڑ دیا اوسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی او مقراض سے کام کرتا ہو تو اوسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے
و بعذر بکاء مکتری دابۃ من سقیہا اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل بہت گیا سفر کرنے سے ہم اگر
جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اوس کو سفر کرنا بہتہ معلوم ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اوس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا
یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی خان و لو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃ
وسہولۃ والا فبقدر ذلک شوہر وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل بہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف
سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اوسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذا فی شرح الوہبانیۃ والکافیۃ محال ف بدلہ المکاری
فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال الجیرۃ برخلاف دین بجنے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہین ہے اسواسطے کہ مکاری یعنے جانور کے
مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے و فی الملتقی لو مرض عذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ الاصل قلت
وبہ لا یفتی اور ملتقی مین ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور
پہلی روایت یعنے کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال ولو استأجر دکانا لیعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل الخز فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دوکان
کرایہ کی دوخت کے عمل کیواسطے پھر اوسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاوے کبرے کے مخالف ہے
فتاوے عالمگیری مین کبرے سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کیواسطے دوکان مین مستعد ہوا تو اوسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو
نقض جائز ہے انتہے اور اسی کو شارح بعد اسکے ولو ابجہ سے نقل کریگا و کذا لو استأجر عقارا ثم اراد السفر انتہے اور اسطرح کا عذر ہے اگر زمین کو
اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہے ما فی الملتقی و فی القہستانی سفر مستأجر دار للسکنی عد یکون سفر مکاری و قہستانی مین ہے سفر کرنا اس
مستاجر کا جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اوسکے موجر کا سفر یعنے صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستأجر بأنہ عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کھائیگا اوسنے سفر کا ارادہ کیا ہے
و فی الولوالجیۃ تحولہ عن صنعتہ الی غیرہا عن دُوان لم یفلس حبث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیدر ولو ابجہ یتین ہے پھر نامستاجر کا اپنے پیشہ سے
دوسرے پیشہ کیطرف عذر ہے فسخ اجارہ دوکان کا اگرچہ وہ مفلس ہوگیا ہو جب کہ اوسکو اوس پیشہ کا کرنا دوکان مین ممکن نہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین
و فی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا لارسال غلامہ او المجیء لاجر بخلافہا اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا

لازم نہیں اور نہ بھیجنا غلام کا اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبد بخیط لیعمل متعلق بترک فی الصوف لامکان الجمع برخلاف اوس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا درخت کے واسطے پھر درخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ فسخ نہیں فسخ کا اسواسطے کہ جمع بین المنفعتین ممکن ہے لیتے دونوں کام ہو سکتے ہیں اسطرح پر کہ دوکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ہم الطحاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتالی اضافات کے تو اگر یوں کہتا (وبخلاف خیاط استاجر عبد الخیاط فترکہا لیعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا بخلاف بیع ما آجرہ ایضاً لیس بعذر بیدون کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا وھو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ قامۃ نے شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچنا اسکے موجر کے اوس چیز کو جسکو اوس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہیں بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ودفیہ معزیا المخانیۃ لو باع الاجیر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ وھو الصحیح ولو باع الراھن المرتھن فسخہ اور شرح وہبانیہ میں ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوپر مرتہن اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اوسکی بیع فسخ کرے ہم لیکن ہمارے مذہب میں فتاوے صغرے سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق میں نافذ ہے راہن اور مرتہن اسکو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ والی بیع کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لانہ بحدوثہ مطبقا عقدا ھا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک تا اسکے جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولہا حاکم فی الطریق یسبقہ الی مکۃ یرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیخرجہا لہ امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برھن علی دفعہا وتبطل البینۃ ھنا لا خصم کالرھن یبدء الاخذ من ثمن مالی یدہ لا الشیاء اور احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجر کا مر جانا مکہ معظمہ کی راہ میں اور حالانکہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہاں کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاسے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا اور کو قیمت بیچ دالے اور مستاجر کو پھیرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کردے اور اس مقام میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے سوا بطلے کہ یہ مدعی اوس چیز کی ثمن سے لیا جاتا ہے جو اوسکے قبضے میں ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا وحماما او ارضا شھرا فتسلمہا ثم عرض ما یقوم بہ التھدم کالانھدام او الاستغلال لعدم سکان او لاکلہ یطحن اور خانیہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اوسمیں دو مہینے سکونت کی اور پھر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر دو چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو وہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کیواسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتوے ہے ذکرت فلن الوقف ومال الیتیم ولکن الوقف اقتضاء کالمالک وطالبہ بالاجر فسکن بلزمہ الاجر لسکناہ بعد کہمیں کہتا ہوں اسطرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن ہوا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوس کی سکونت کرنے سے بعد اوس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت المرجر ھل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم ھو الاجارۃ وقیل ھو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن ہوا بعد موجر کے کیا اوسکو اوسکی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر اجارہ سابقہ پر اور بعضوں نے کہا نہیں اجرت لازم ہوگی مگر اسطرح پر کہ سکونت شہر ثانی کے

لازم نہیں اور نہ بھیجنا غلام کا اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبد بخیط لیعمل متعلق بترک فی الصوف لامکان الجمع برخلاف اوس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا درخت کے واسطے پھر درخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ فسخ نہیں فسخ کا اسواسطے کہ جمع بین المنفعتین ممکن ہے لیتے دونوں کام ہو سکتے ہیں اسطرح پر کہ دوکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ہم الطحاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتالی اضافات کے تو اگر یوں کہتا (وبخلاف خیاط استاجر عبد الخیاط فترکہا لیعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا بخلاف بیع ما آجرہ ایضاً لیس بعذر بیدون کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا وھو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ قامۃ نے شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچنا اسکے موجر کے اوس چیز کو جسکو اوس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہیں بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ودفیہ معزیا المخانیۃ لو باع الاجیر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ وھو الصحیح ولو باع الراھن المرتھن فسخہ اور شرح وہبانیہ میں ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوپر مرتہن اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اوسکی بیع فسخ کرے ہم لیکن ہمارے مذہب میں فتاوے صغرے سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق میں نافذ ہے راہن اور مرتہن اسکو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ والی بیع کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لانہ بحدوثہ مطبقا عقدا ھا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک تا اسکے جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولہا حاکم فی الطریق یسبقہ الی مکۃ یرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیخرجہا لہ امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برھن علی دفعہا وتبطل البینۃ ھنا لا خصم کالرھن یبدء الاخذ من ثمن مالی یدہ لا الشیاء اور احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجر کا مر جانا مکہ معظمہ کی راہ میں اور حالانکہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہاں کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاسے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا اور کو قیمت بیچ دالے اور مستاجر کو پھیرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کردے اور اس مقام میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے سوا بطلے کہ یہ مدعی اوس چیز کی ثمن سے لیا جاتا ہے جو اوسکے قبضے میں ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا وحماما او ارضا شھرا فتسلمہا ثم عرض ما یقوم بہ التھدم کالانھدام او الاستغلال لعدم سکان او لاکلہ یطحن اور خانیہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اوسمیں دو مہینے سکونت کی اور پھر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر دو چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو وہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کیواسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتوے ہے ذکرت فلن الوقف ومال الیتیم ولکن الوقف اقتضاء کالمالک وطالبہ بالاجر فسکن بلزمہ الاجر لسکناہ بعد کہمیں کہتا ہوں اسطرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن ہوا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوس کی سکونت کرنے سے بعد اوس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت المرجر ھل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم ھو الاجارۃ وقیل ھو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن ہوا بعد موجر کے کیا اوسکو اوسکی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر اجارہ سابقہ پر اور بعضوں نے کہا نہیں اجرت لازم ہوگی مگر اسطرح پر کہ سکونت شہر ثانی کے

مانند ہو ہم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کیواسطے بنایا ہو یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین آقامت اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہوگی اور نہین تو لازم نہین دیلیعی ان لا یظہر الانفساخ ہذا ما لم یطالبہ الوارث بالنفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معتدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ ھل یلزم المسمی او اجر المثل ظاہر الفتیۃ الثانی وتمامہ فی شرحہ الوہبانیۃ وعلی الثانی بقوا مدتہ یعنے کہ یہان اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہو جب کہ وارث موجر کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نکرے یا التزام اور اجرت کا نہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہوا سو واسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہوا اور کیا اجرت مسمیٰ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہی اور اوسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہو وفی المنیۃ مات احدھما او انوہر یبقی بقی العقد بالمستحق حتی یدرک وجد المورث باجر المثل اور منیہ مین ہی کہ احد العاقدین مر گیا اور کمیت ساگ ہی یعنے ہنوز کمیت خام ہی تو عقد اجارہ باقی رہیگا یہانتک کہ بموجب اجرت معینہ کے اور بعد انقضاء مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا فی جامع الفصولین لو رضی الوارث وھو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی لے فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای لجوازھا بالتعاطی تامل اھ اور جامع الفصولین مین ہی اور اگر موجر کا وارث بالغ بعد اجارہ پدر ماضی ہوا اور مستاجر بھی اپدر ماضی ہو تو جائز ہی انتہی فی الفصولین یعنے تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دی جائیگی یعنے جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کرو ــــ

فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا سویۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہی کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ تر حقدار ہین عین کے باقی دین والون سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہین اور دین والون کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے اگر موجر مر گیا اور اوسپہ دیون ہین تو اور دین سے مستاجر زیادہ تر حقدار ہوا اوسیطرح مرتہن احق ہی اور اگر چیز خریدی اور ہنوز قبض مین نہین آئی کہ بائع مر گیا اور اوسپہ دیون ہین تو مشتری احق ہی یعنے اور مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر چیز زیادہ باقی رہیگی تو اور ارباب دیون پاوینگے فان عقدھا لغیرہ کا تقسیم کو کیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کو واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنے مثلاً زید یعنے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کیواسطے اجارہ دے اور اوسنے محمود کو اجارہ دے تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ اجارہ عاقد کیواسطے نہ تھا وامّا الوکیل بالاستیجار اذا مات بطل الاجارۃ لان الوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ تصییر موجرا للموکل فھو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الخبازیۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع البزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جائیگا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہی تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہی تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہی ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہی ایسا نقل کیا ہی مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع اور خبازیہ اور عمادیہ مین ہی ثم قال المصنف قلت ھذا مستقیم علی ما ذکرہ الذرعی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وھو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا مین کہتا ہون یہ یعنے مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہی کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کیواسطے ثابت ہوتی ہی پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہی اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہی کہ ملک موکل کیواسطے ابتداء ثابت ہوتی ہی اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین اور وہی صحیح تر قول ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہی قول المصنف

قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لانہ قدیم علی عدم عتق نصیب الوکیل کان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر قلت صرح فی کما مین کنتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسواسطے کہ بطلان اجارہ بموجب اوس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اوسکے مالک سے خریدکرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا مین مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم وَوَصِیٍّ وَاَبٍ وَجَدٍّ وَقَاضٍ ومتولی لوقف لبقاء المستحق علیہ المستحق جمیع لومات المعقود لہ بطلت دوسرا اور پنچایت وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اوسکی موت سے کذا فی الدرر ہم مستحق علیہ سے مراد وہ ہے جسکے نفع کیواسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوہبانیۃ قال والاطلاق المتون بخلافہ قلت صاحب الاطلاق المتون انتہی قاری الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسکی ذات کیواسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون نقہ کا اطلاق اس تشنیہ کے مخالف ہی مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فقہ سے دیا ہوا قاری ہدایہ تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کہ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ ابعد ہذا رایتہ فی الاسعاف الاجارۃ تبوت موجر الوقف الی مسئلتین ما اذا آجرہا الوقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ فیما اذا آجرہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور سیواسطے اشباہ مین کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کرنیوالے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنے اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کیواسطے تھی اور یہی صورت مین وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم مسئلۃ اجرا لناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر المستاجر کذا رایتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوے قاری الہدایہ فتنبہ اور فتاوے ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہین ہوجاتا اسطرح مین نے دیکھا ہے فتاوے مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہے فتاوے قاری ہدایہ کی پس تنبیہ کرو کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہو ہم مخالف نظر یہی ہے کہ اوس مین لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بعقودہ فتنبہ اور اوسی فتاوے مین یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کیواسطے سو خبردار رہنا ہم شارح نے خبردار ی سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنے وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہے وہ اس قول سے بھی ہٹ گیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات وفی الاسعاف لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض مین ہے کہ وقف کرنیوالا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجاوے تو اسسے نہین اجارہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیر وقف کے واسطے اجارہ دیا یعنے کہ

مصرف موقوف علیہم جن نہ واقف اور اسیطرح ہر ایسے جس میں ہو فی السراجیہ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت والانفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کی برابر ہے تو اونکے عزل سے اجارہ فسخ نہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین حصتہ او حصۃ للمیت لو عقدھا لنفسہ فقط وبقیت فی حصۃ الحی اور دو مستاجر دن یا دو موجرون میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اوسکے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور ماتی رہیگا اجارہ مردہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں **فروع** مسئلہ لمحۃ شارح کافی وقف الاشباہ تخلیہ البعید باطلا فلو استاجر قریۃ وھو بالمصر لم تصح تخلیتھا علی الاصح بینابی للمتولی ان یذھب للقریۃ مع المستاجر او غیرہ فیخلی بینہ وبینھا ای یرسل وکیلہ او رسولہ اجیا ملال فلیحفہ قلت لکن نقل محشیھا ابن المصنف فی زواھر الجواھر عن ہوم فتاوی قاری الھدایۃ انہ متی امضی مدۃ یتمکن من الذھاب الیھا والاتیان فیھا کان قابضا والا فلا فتنبہ انتہے اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف میں کردینا باطل ہے تو اگر کانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اسکا تخلیہ صحیح نہیں بنا برقول صحیح ہے کہ تو متولی وقف کو لائق ہے کہ کانون میں جاے مستاجر کے ساتھ یعنی اوسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کردے درمیان مستاجر اور درمیان کانون کے یعنی بلا مزاحمت احد سے اوسکے تصرف میں کردے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اوسکے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں ممکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوے قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا جو جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاے کہ جسمیں مستاجر کانون کیطرف جانے اور اسکے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ کانون کا قابض ٹھہر گیا اور اگر اتنی مدت متقضی نہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرگا انتہی ماقی زواہر اقول وبہر ذخیرۃ الناظرین ہے کہ اگر کانون اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اوسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہی اور اقرار اسکا باطل ہوگا وتیکہ اتنی مدت نگذرے جسمیں وہان جاسکے اور قبض کرے یا بمقدار مدت گذرنے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل اور پیغام رسان بھیجیں گذانی الطحطاوی **مسائل شتی** یہ چند مسائل متفرقات ہیں احرق حصائلہ ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں قصب مقطوع کی ہوجاویا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہیں ہم قصب یعنی بالس اور نرکل بطریق مثال کے ہم اسکی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی تھوٹھیوں کے جلانیکا یہی حکم جزکانی شرح اتھوی فی مثلہ ارض بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لحق الانتفاع فی الارض یغنم الحوزۃ مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی قال شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہی ہو فاغلین اور بھاری اسباب کے اوتارنے کیواسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہی میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر کھیت شخص کے واسطے حق انتفاع نہو زمین میں تو پھینکا ہوا ان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اوسی مکان میں بجز درکھنے آگ کے نہ اوس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اوڑا کر لیجانا برقول مفتی یہ ایسا کچھ کہا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے فاحترق شیئ من ارض غیرہ لا تضمین لانہ تسبب لا مباشر ۃ اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی تھوٹھیاں جلائیں تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں بواسطے کہ احراق مذکور تسبب ہی احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم تضطرب الریاح فلو کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر فی ارضہ فیکون مباشرا ہم تاوان ہیں شرط پر ہی ہوا بند رہے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسو بواسطے کہ وہ جانتا ہی کہ ہوا کی تیزی سے آگ اوسکی زمین میں ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احراق کا مباشر یعنی جلانیوالا

ثم علم ان کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ یعنی ذالک الموضع لا یضمن علی کل حال ذا تلف بذلک الموضوع شیئ اھ
تلف بہ وھو فی مکانہ او بعد ما ذال عنہ اور اسیطرح جس موضع مین رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین بصورت
سبب کراوس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاے خواہ چیز تلف ہوا اس حال مین کہ شی موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے
ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شیئ وھو فی مکانہ وکذا بعد ما
ذال لانہ بزیل کوضعہ جرۃ فی الطریق ثم اخری فتدحرجتا فالکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہ ان ذال بعد زیل کوچیز ہو سیل لا یضمن
الواضع ھذا ھو الاصل فی ھذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہی جب کہ رہنے والے کا اوس مکان مین رکھنے کا حق نہو اسطے
کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اوس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگئی اور حالانکہ شی موضوع اپنے مکان مین ہو اور سیطرح تاوان لازم ہوگا شی
موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹلنے والے کے چنانچہ گدھا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گدھا راہ مین رکھا پھر دونون
گدھے ڈھلکے اور ٹکرکھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گدھے کا تاوان دے اور اگر شی موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے
یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہمارے مسلمون مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع
جرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شیئ ضمن لعدیۃ یا لو اصلہ پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین
سو اوسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے آگ رکھنے کا وکذا
یضمن فی کل موضع لیس فیہ حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اوس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور
نہین وسیمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہی ومرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی اس قول پر فتوے ہی کذا فی الطحطاوی
الا اذا ذھبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لانتفاء فعلہ وکذا لو دحرج السیل الحجر ویفتی خانیۃ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے
ہوا اور پانی نے بہا سے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہی گا نہ رکھنے والے
کیطرف اور سیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الخانیۃ ولو احرجہ
الی الحد الذی یرمی الکبریت فکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق واحرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا یضمن
اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دوکان مین پھر اوسپر ہتھوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اوسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا
اور اگر اوسپر ہتھوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین کذا فی الزیلعی سقاہ فصد تہ فتعدت
الماء الی الارض جارکہ فافسدھا ضمن لانہ مباشر اھ متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر کھدوائی کہ زمین کا سکونہ تھام سکی پانی اوبل کر
اوسکے ہمسایہ کی زمین کیطرف بہا اور اوسکو خراب کر دیا تو کھودنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ سبب اگر اقعد حیاۃ
او صلاۃ فی فناء نفسہ من یطرح علیہ العیال للصف سیواہ الحق العلم واختلف فیما اذا قعد للاستراح ح لقصد الاستراح ح والصحیح انہ لا یضمن
وھو الحق اقتہ یعمل خیاطا بازار نہ نے اس شخص کو اپنی دوکان پر بیٹھا یا جو دوکاندار کو سینے بازنگے کا کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون
عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون نگر نہ تامل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی کے ساتھ تو یہ درست ہی یا عنایا تحسانا اسواسطے کہ یہ شرکت ہی منافع
کی نہ شرکت بجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے سمجھا ہی تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت در وداری کے کام لینا ہی اور یہ یعنی دوکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کما ستیقن
جمل یحمل علیہ محملا وراکبین الی مکۃ ولہ الحمل المعتاد ورویتہ احسبوکذا اذا حمل الطریۃ والبحاف بیسے صحیح ہی کہ یہ لینا غیر معین

حاشیہ کما ستیقن جاء وراکبین الی مکۃ ۱۲ منہ

اونٹ کا ناؤ پر محمل لادا جائے اور دو سوار اوپر سوار ہوں مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہلکا اور دیکھنے میں محمل کا مستحب ہے یعنی تیسرے نزاع کے وسطے اور سیطرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو ہم شامل ہیں مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اوپر سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سوکار کے سوار ہونے سے اونٹوں کو دیکھا اور انکا اسباب نہ دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کئی من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تخالف لادلا ویگا جسقدر لوگ لادلاتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور بنا بر استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معاف کی طرف پھیرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور سیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الخلاصہ وفی الولوالجیۃ ولو تکاریٰ الی مکۃ الا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز ویحمل المعقود علیہ حملا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ للمحمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل فلیحکم واللہ اعلم اور والوالجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے مکہ معظمہ تک جائز ہے اور معقود علیہ بوجھ قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے کے آلات ہیں اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہیں میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کیواسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر جمالا لمحمل مقدار من الوزن فاکل منہ ردعوضہ من الدراہم ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا تو شہ کی مقدار معین کے لادنے کیواسطے سو توشہ میں سے کچھ کھایا گیا تو اسکی عوض توشہ یا مانند اوسکے اور چیز پھیر اوپر لادی جائے قال لغاصب دار ہ فرغہا والا فاجر المثل کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی لان سکنی تسرضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنیوالے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہیں تو کرایہ اوسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی نکیا تو غاصب کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینۃ لانہ اذا انکر لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اوس صورت میں کرایہ واجب نہوگا جب کہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک کو اوسپر گواہ بھی ثابت کرے اسواسطے کہ جبکہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا وان عطف علی الکرایۃ بملکہ ولکن لم یرض بالاجر لا فمصرح بعدم الرضی یا غاصب نے اوسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہوا تو بھی اجرت واجب نہوگی اسواسطے کہ اوسنے عدم رضا کی تصریح کردی فی الاشباہ السکوت فی الاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فاتحول او قال الواہب لا ارضی بالمسمی لکن لم تسکت لزم ما سمی اور اشباہ میں ہے کہ جب رہنا اجارہ میں سمی اور قبول ہی تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کی سکونت کر اور نہیں تو نکل جا یا چرانے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی جتنی روسے معین کی بقی لو سکت ثم بداطا لبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان بارصم بعضہ والا لا عملا بالظاہر ہائی ہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہی تو بان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل بظاہر حال للستاجر الی الموجر بعد قبض قیل وقبلہ من غیر موجر وما لم یمض زمان یتخلل ثالث بامکان الرد علی المالک بستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اوسکے قبضہ کرنیکا اوسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اوسکے مالک کو اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ قبضہ شخص ضمان میں داخل ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ کے دار مستاجر ثانی قول پر فتوے ہی بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے اگرچہ ہنوز

مالک نافع یعنی مالک ہوا دستاجر دوسرے کے قائم مقام ہوکر کذا فی الطوطاوی وھل تبطل الاولی بالاجارۃ للمالک الصحیح او ھبا بینۃ قلت وبہ صحح قاضی خان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اھ اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا بیان ہوچکا اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے اور یہی قول پر فتوے ہے وقد منا عن البحر عزیا للبعض ھرۃ الاصح نعود فنقول المصنف ثم ونقل ھنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ لو قبضہ منہ بعد ما استاجر یبطلت والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور ہمنے جو الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہوجاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح بین یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اوسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہوگا تو اب تو دونوں قولوں بین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرے اھ یعنی بطلان اجارۂ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہے محیط بین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہیں کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے وھل تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوھبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجر کے قبض بین ہے سو اس بین اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ بین مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار فعمل الوکیل وقبض ولو یسلمھا ای لم یسلم الوکیل العین الموجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الآمر لما بینا بتہ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اوسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم کی یہانتک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے سو اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق بین اور وکیل اجر بھرنے سے موکل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے بین تو موکل حکماً قابض ٹھہر گیا سو وکیل موکل سے اجرت بھرے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطالبہ الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا الصیرورۃ الآمر قابضا بقبضہ ما لم یظھر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے بمنگی اجرت کا دبا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنیوالے نے اوس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے جدا نہ رکھے وان طالبہ الآمر الدار منہ وابی الوکیل التعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ ما حبس الدار بحق لتوجہ المطالبۃ الیہ بل نیابۃ فلم یصر للموکل قابضا حکما ولا یلزمہ الاجر اور موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر ہوگی اور وکیل موکل سے پھر نہ لیسکیگا سو اسواسطے کہ اوسنے گھر کو بسبب حق کے نہ روکا رکھا نو وکیل کا قبض نیابت کا قبض ہوا باقی رہا تو موکل حکماً قابض نہ ہوا تو موکل پر اجرت لازم نہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہو ہم قاضی پر حکم کرنا واجب نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ مبنی اجرت اوشخص اوسقدر لکھے پر لیتے ہوں اوسیقدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نکرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ھذا لو کتب او الی احتراز عن القلیل والقال وصیانۃ لمال الوجہ عن الابتذال جاز ذلک تمامہ فی قضاء الوھبانیۃ پانچ فتوے دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے

فائدہ قاضی کو اختیار ہے اجرت بہ اوپر دستاویز محضر اعتدہ اجرت دیگران جلد سے ہے لیکن نرخ قاضی افضل ہے اھ ۱۲

نہ اوگلیوں سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قبل از قال اللہ سے محفوظ رہے کذا فی الزاہدیہ اور پورا بیان اسکا طلب اجرت کی کتاب الاضاحی میں ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ کتابۃ شہادۃ جائز فی کل المفتی بہ فی البلدۃ غیرہ وقیل مطلقاً لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم ہر مفتی کا اگر اس شہر میں اوسکے سوا اور کوئی نہ ہو فتوے دینے والا ہو یا بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہ ہو مطلقاً طلب اجرت صحت پر شہادت پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں منتقی پر ہے طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا نشان تو گفتگو قاضی میں ہے نہ گواہ میں اور فراموش نہ کیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے زیادہ وفیہا استأجر لیکتب لہ تعلیم ہذا لاہل السجن جاز ان بین لہ قدرا لکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ میں ہے ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اوسکے واسطے دفتر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اوس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی تو معلوم ہو گیا اسقدر سطور کی اوسمیں گنجائش ہے یا اعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونیکا معاف ہے اور ظاہر خط سے مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب بنسخ النظار میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستأجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں ہم مثلاً ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا ایسا سود وسرے شخص نے دعوے کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے میرے پاس گرو رکھا ہے اوسنے خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ للمکیل العین پر خیار مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہیں وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کر دھل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوے اجارہ میں شرط ہے اسمیں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وتصح الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر صحیحا کہ اجارہ اور اوسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کیواسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کیطرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجکو اجارہ دیا تجھے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم الیصائی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو دیسی اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا عبارت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لا یصح مضافا للاستقبال کل من کان تملیکا للحال مثل البیع والاجارۃ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والصلح والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقد مر فہو مستثنی البیع صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل ہر تملیک فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اوسکی اجازت اور فسخ کی اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن مال اور ابرا دین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے فروخت کیا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اسواسطے کہ اوسکی اضافت مان المستقبل کیطرف صحیح ہے زاد اجر المثل فی نفسہ

من غیر ان یزید احد فالمتولی فسخھا وانہ یفسخ کان علی المستاجر المسمی بتفاوت مثل زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو بڑھاوے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب کہ متولی فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی یہی قول کا نتوے ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمستاجر حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا لو العین تحت یدی المستاجر فلیحفظ موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کامل بھر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ میں ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا ولو فارغا عنہ فی الفارغ فقط الا المشغول کما مر لکن حر محتبی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویؤمر بالتفریغ والتسلیم والا لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخھا فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہو فقط خالی چیز میں نہ مشغول میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے میں ضرر نہ ہو تو اُسکو اوسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا چاہیے استاجر شاتا لارضاع ولدہ او وجد لہ لم یجز لعدم العرف بکری یا اجارہ لی ہوئی لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جاز لہ بعد قبضہ فی الاصح مبینہ وقیل لا وتقدم الکل وکل شی فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اوسکے قبضہ کرنے کے قول اصح میں کذا فی المبینہ اور قول ضعیف میں یا اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ میں مذکور ہیں **فروع** مسائل ملتقط شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ فھی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقد مناہ فی الجہاد دریافت کرکہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطوں کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہوگا بواسطے کہ اعتبار معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور ہمکو ہم مقدمہ ذکر کر چکے ہیں کتاب الجہاد میں ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ بادشاہ کے ہمنے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطرطوسی صح استیجار قلم بیان الاجر والمدۃ صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فاشتغع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر والا ان کان دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اوس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جاکر پھر اوسے شہر میں فائدہ حاصل کرے اگر وہ جوتا کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہیں ساقطھا ولم یرکبھا لزم الاجر الا لعذر بھا مستاجر جانور کو ہانک لیگیا اور اوسپر سوار نہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور میں کوئی عذر ہو مثلاً اوسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہیں یعنی سواری کیواسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اوسکا تصور یہی اخطا الکاتب فی البعض ان الخطا فی کل ورقۃ فحیران شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ فقیمۃ الکاغذ کاتب چوک گیا بعض سطروں میں اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھنیوالا مستاجر چاہے اوسکے اوراق اوسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو ورنہ اوسکو اوسپر چھوڑ دے اور کاتب سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی انوار یحیہ وان فی البعض اعطاہ بحصابہ من المسمی اور اگر خطا بعض اوراق میں ہو تو اوسکو اجرت معینہ زیادہ نہو اوسکے حساب کیموافق دیدے یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہوں اونکی اجرت تو گھٹرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہوں اونکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطرطوسی والصیرفی یاجر اذا ظھرت الزیافۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحصابہ مراد یہ ہے کہ روشنائی کی اجرت اوسیکو نہ ملیگی جو نقاش ہو اسنے یا زرگر نے یا مذہب کرنیوالے نے تو اوس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے میں اوسکے حساب سے استرداد رہیگا دلنی علی کذا فلہ کذا فاذا رد فلہ اجر مثلہ الا لاجلہ اگر کچھ فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اجرت ہے سو اوسکو بتائی تو بتانیوالے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی اگر بتانیوالا چند قدم چلا ہو بتانے کیواسطے دلنی علی

کذا فلہ کذا فھو باطل ولا اجر لمن دلہ اذ امر الی صنع کہ شخص مجھکو فلانی چیز بتادے تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہو تو یہ باطل ہوا جو بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے ھ شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہو کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہوا اور بلفظ متی شرطیہ یعنی جیسے ہی تم نے ایسا معین ہوا سواسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یوں نقل کیا ہو کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اوسنے کہا کہ جو مجھکو دلالت کرے اوسپر تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہو تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر اوسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اس طرح کہ من دلنی یعنی جو شخص مجھکو بتاوے تو اجرت باطل ہوا سواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہو جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھکو فلانی چیز بتاوے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہو تو اگر وہ شخص بتانے کیواسطے چلا اور اوسنے دلالت کی تو اوسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کے چلنے کے سبب سے سواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہو جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہو قد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہذا اجرت مثل واجب ہوگی ناجرت معینہ اور اگر برون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص میں برابر ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہونا نفظ ان اور متی کی تعبیر پر اور شباہ کی بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی الستاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ لہ ربع الاجر الکامل من الاشباہ کا اجارہ لیا دہ در دہ حوض کھودنیکا اور اوسکا عمق بیان کردیا شلاً ہاتھ بھر کا اور اسنے دہ در دہ پنج در پنج کھودا تو اوسکو واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل شباہ سے منقول ہیں ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوگی کہ دہ در دہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی مستوانہ مکعب ہوتے ہیں تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس چوتھائی کل سو چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ احسام میں ضرب معتبر ہے مثل طلاق میں کذا فی الطحطاوی وفیھا جاز استیجار طریق للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتھا عن قاضی زادھو المختار شرح مجمع اور شباہ میں ہو کہ جائز ہی اجارہ لینا راہ کا چلنے کیواسطے اگرچہ مرور بیان کیا ہوے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہو کہ صاحبین کا قول ہو اور یہی مختار ہو کذا فی شرح الجمع ہم جواز اجارہ طریق اوس صورت میں ہو جب کہ طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار ومن دلنا علی کذا اجاز لان الاجر یتعین بالاشارۃ او بتسمیۃ رمن ہو جسنے بتادے کہا کہ جو شخص ہمکو فلانی چیز بتاوے اوسکا اتنا اجر ہو تو جائز ہی سواسطے کہ متعین ہو جاتا ہی اوسکے بتانے سے ھ اور سیطرح سیر الکبیر میں ہو اور غمز پر مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہو کہ اس کلام کا مخاطب معین ہو اور اسکی جانب سے قبول پایا گیا چنانچہ متعین ہوتا اجر کا اوسکی دلالت کے اس مراد پر دلالت کرتا ہی کیونکہ اجرت سے مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ و فی الغایۃ ھذا دلیل ان اجارۃ ھذہ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخھا کولیدین القبض فیلحظہ اور اتقانی کی غایۃ البیان میں ہو کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہی سو تو اجارہ فوراً فسخ کردے تو جو اور ستاجر ہر ایک کو اوسکا فسخ کرنا جائز ہی اگر چہ فسخ بعد قبض ستاجر واقع ہو تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ھم اور اسیطرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم ہم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی الدرر والاجارۃ للمضافۃ للمضاف ولیدھما ان علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ کے لزوم میں یعنی جو اجارہ کہ مضاف ہو زمان مستقبل ہی اوسکے لزوم میں دو قول صحیح ہیں اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہو کہ عدم لزوم پر فتوے ہی وفی المجتبی لا تجب اجارۃ الضیعۃ وعن محمد تجب لو منتفعا بہ کجدار وسقف و بہ یفتی اور مجتبے میں ہی کہ اجارہ عمارت کا بدون بیان مدت کے جائز نہیں اور محمد سے ایک روایت یہ ہی کہ مذکورہ جائز ہی اگر عمارت سے نفع حاصل ہو جیسا کہ دیوار اور چھت اور یہی قول پر فتوے ہم خلاصہ میں کہ فتوے اسپر کہ میں کا اجارہ بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون بیان مدت کے صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء حانوت او کرباس اجارۃ ایضا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اوسکی زمین کا اجارہ کرنا ھم عمارت الدوانل میں ہو کہ بنا رکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہاں کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی

درالعلم سے بھی کی ایک روایت ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الزہبانیۃ وفی الکلب والبازی قولان والبناء کالزرع فالارض لصاحبہ لیس لہ شیء فیہ ۔ اور دو ہبانیہ میں ہے اور بازکے اجارہ میں اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت میں اختلاف ہے سو بسطے کہ وہاں کی زمین کا اجارہ نہیں ہوتا ہے کتے اور بازمیں اگر مدت مذکور ہو تو بعضوں کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور یہی کا اجارہ جو ہابکرنے کیوسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدراکل ثوبا لیقلبہ لہ اجر لیس بشیء اور اگر دلال نے وہ کپڑا جسکو بیچنے کے واسطے دیا ہے پھر تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کرتا جاتا ہے تو ان نہیں ومن قال فصومی ان اسافر فلانا فحنث فخالفہ ان قافسأل رفقائی کروا اور جس مسافر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کروں سو اجارہ کو فسخ کرتو اسکو قسم دے یا وہ اسکے رفیقوں سے سوال کرتا وہ بیان کردیں ہم یعنی اگر مسافر سفر کرنیکا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ میں فسخ نہیں کرتا فسخ اجارہ کیواسطے جملہ انگیزی کرنا ہوتو قاضی مسافر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مسافر بھی مستعد سفر ہیں یا نہیں اگر وہ کہیں ہاں تو عذر فسخ ثابت ہوگا ویفہم من ترک التجارۃ ما اکثر ترک ۔ ولو کان فی بعض الطریق وموضع لہ فسخہا لو حالت منہا معین ۔ واطلق بعقود یا بالضعف یذکر ۔ اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ دیں جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگر چہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹوں کے اجارہ میں ایک معین اونٹ مرجائے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی خواہ اونٹ معین ہوں خواہ غیر معین بہر صورت فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف ہے اور اس عمل کے نہیں ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹوں کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر لما تعین اونٹوں کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اجارہ فسخ ہوگا سو بسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹوں پر واقع نہیں ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لاوے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہیں سو بسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہو جاتا ہے معین کی موت سے کذا فی الطحطاوی وایجار ذی ضعف من الکل جائز ۔ ولو ان اجر المشل مرد الاکثر والاجارہ دینا اجار کا نام مال سے جائز ہے اگر چہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ہم صورے اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بھی مال مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور وہ شخص بیمار ہے اور موت کا خوف ہے اور اولاد اور وارث ہیں سو بیمار مذکور نے پانچوں اونٹ اجارہ دیئے اجر مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہے سو اسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہیں جسمیں ارباب دیون اور وارثوں کا حق متعلق ہوا اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اب اسطے کہ منافع بدستور باقی معین ہیں تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بصرف ومن مات ملا یونا واجر عقارہ ۔ فوفا للمستاجر الجبر اجدد اور جو شخص یمن مر گیا اور اپنے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اسکی اجرت مثل سے کم لائق تر ہو ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ ستا جر سے منفعت نافع کریگا بعد اسکے ورثا دیون اور دین میں اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبت یہ ہے کہ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنعتہ لغیرہ کتابۃ کتابۃ المکاتب کی مناسبت کتابۃ الاجارہ سے یہ ہے کہ دونوں میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اوسکی غیر شخص مذکور کی ہم مکاتب کا رقبہ ہوئے کا مملوک ہوا اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ میں رقبہ موجر کا مملوک ہوا اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتب وہی جمع الحروف تقول بکون فیہ ضم حرفیۃ الی الحرفیۃ الرقعۃ کتاب لغت میں کتب بالفتح سے مشتق ہوا اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت ہوسطے نام رکھا کہ اسمیں حریت رقیہ کو حریت رقعہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہوتا ہے ہم یعنی تا کہ شارحین کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف سے نکلتا ہوسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے کتب کی تصنیف سے (۱۲ منہ) (۱۲ منہ) (۱۲ منہ)

الکلمہ دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ غیر ظاہر ترجمہ نقل و مشرح الحر بر المملوک بدا ای من جھۃ السید حالا او مرقبۃ الا یضیفہ امام البدل حتی لو اداہ حالا عتق حالا او بشرح میں کہ کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اوپر اسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار رقبہ کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تک اگر عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کرے تو تو آزاد ہو جائیگا یعنی جب مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا سو درم مثلاً یعنی اگر سو درم کما لاوے تو آزاد ہو جاوے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمیں مولے کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سو درم ادا کرے تو اسکی ذات آزاد ہو جائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونوں سے مشابہ ہوا عبد سے اسواسطے مشابہ ہوا کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہیں تا ادائے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہوا کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہوا اور اپنی کمائی کا مالک ہے وھو کنکاح الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او ما یودی معناہ او کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل معنی کتابت ہو ہم مثلاً مولی کہے غلام سے کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا یا بیڑے سانہ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی کتابت کی بہ مثال ہو کہ مولے کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا بیڑون کے تجھکو ہزار درم ہر مہینے میں سو درم کے ادا کر اور تو آزاد ہو ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے منافی علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہو کہ کتاب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے متعلق علی المال دستر لھا کون البدل المذکور فیہ معلق حالا قدر کا وجنسہ کون الوفی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے اوس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا وفی کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے نہ برابر کہ بدل حالی ہو یا منجم کذا فی الدر لا کونہ منجما او موجلا لصحتھا بالحال نہو نا بدل کا نجوما یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا نجوما یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہیں نجم اور موجل میں فرق یہ ہو کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہو جسکی کئی مدتیں ہوں مثلاً ہزار درم فی برس مدتین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمھا فی جانب العبد امتناع الحجر فی الحال و ثبوتہ الحجر بتاخیر حق المولی الی الاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا حق مولی کا تاخیر کرنے کے حق میں مولے کے فکونہ فی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ المبدل فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملک اذا عجز اور اثر مترتب مولے کے جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی فی الحال اگر کتابت بلا ملامت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اوپر مولے قبض کرے اور غلام کا پھر نا مولے کے ملک کیطرف جب کہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ وان لم یقل صغیر العقل بمال حالی نقد کلہ او موجل کلہ او منجما ای مقسط علی شھر معلومۃ او قال جعلت علیک الف او دیہ مجوما او لھما کذا او آخرھا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لا طلاق قولہ تعالی فکاتبوھم اگر کاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا ہو فی مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا اسپر مال موجل ہو یا نجم ہو یعنی اوسکی قسطیں مقرر ہو گئی ہوں مہینوں پر یا مولے نے یوں کہا کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے جسکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہو اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کرے گا تو تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہو گا تو تو غلام ہو اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے حق تعالے کے اس قول کے کہ فکاتبوھم یعنے غلاموں کو مکاتب کرو ھم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور نجم سب کو شامل ہے والامر للندب

علی الصحیح اور عام کتابت کا اصحاب کو سپرد کرنا بنا بر قول صحیح کے نزدیک بیوا سطے جناب امام ابو داؤد ظاہری کا مذہب ہے اور نزدیک کاتب پر بینہ علماء ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اگر گواہ ان میں غیر معروف ہوں تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم ضرر ہے مسلمین ہی قولی یضر فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونیکے بعد مسلمانوں کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نکرے و لو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا تو صحیح ہوگا ان لو کاتب نصف عبد لا جاز فی نصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ وعجز ادمنعہ لیس لہ ذلک کیونکہ یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیہ اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولے اوسکو منع کرنا چاہے تو اوسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا حق متعلق باطل نہ ہوجائے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ ودون ملکہ حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد المکاتب عبد ما بقی علیہ درھم اور جب کہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا مولے کے ہاتھ سے یعنی اوسکے تصرف سے نہ اوسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابوداؤد کہ مکاتب غلام ہی جب تک اوسپر ایکدرم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر عمل ہی علماء امصار کا لقولہ وسئم علیہ یقول اللہ وعزم المولے الخ وعلی مکاتبہ علیہ الخ پھر مصنف نے خروج نصف نصرف مولے پر تفریع کی ہے اس قول سے اور تا ادا ان دے مولے وغیرہ کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتب کے مولے پر ہم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہی اور لونڈی میں اوسکی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی المحیط وعلی عن ابی السعود واوجبوا علیھا فانہ یلزم ارشھا یا مولے مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اوسکو قتل کرے تو اوسکی دیت کا تاوان دے اوجبوہ ولدھا یا مکاتبہ کے ولد کو مولے قتل کرے تو دیت دے او اتلف المولے مالھا الا انہ یبقی الکتابۃ صار کل منھو کالاجنبی لعبدالاحد ولاحق للمولے للشبھۃ یعنی یا مولے مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولے اور مملوک ہر ایک اجنبی کی مانند ہوگیا ہاں البتہ ہر کہ مولے پر صدنہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتق عتق مجانا لانہ اسقط حقہ اور اگر مولے مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولے کا حق ہی سو اوسکو اوسکے اسقاط میں اختیار ہی بلا خذ بدل وفسد ان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کاتب مسلمین جاز اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا شراب پر اوسکے مال ہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میان اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائز اور فاسد میں فرق یہ ہی کہ فاسدہ میں مولے کو اختیار ہی کہ اوسکو پھر غلام بناوے اور کتابت کو فسخ کردے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولے کے فسخ جائز ہی کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد بالغۃ القصوی یا کتابت فاسدہ ہی اوسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اوسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول جبر ہی سو اسطے کہ ثمن یعنے مالیت میں قیمت کرنیوالے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسدہ غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی المحیط وعلی اف علی مائۃ درہم یرد سیدہ علیہ موصوفۃ بصفۃ کذا یا کتابت فاسدہ سو دینار پر تاکہ اوسکا مولے اوسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا ذاتی سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہی اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہی بالاتفاق کذا فی المحیط وعلی فھو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں مذکورہ میں فاسد ہی ان وجوہ کے سبب جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا

الخنزیر لما لیتهما فی الجملة وصح فی قیمته بالغة ما بلغت یعنی قبل ان یقبضها المقاصی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت میں مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہیں لیکن کافروں کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت بن جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اُسکام اللہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ۴ پھر اگر قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا واسطے کہ قبل از دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کا بعد م ہی گذا فی العلائی و اعلم انه متی سمی مالا و فسدت الکتابة یجب قیمة ما لیس بنقص من المسمی بالغة ما بلغت اور معلوم کر جبکہ مال سے ہو اور کتابت فاسد ہو کسی وجہ سے بوجہ مفسدہ سے تو مال سے نقصان نکیا جائیگا بلکہ اوسپر زیادہ کیا جائیگا و لو کاتبه علی میتة او نحوها کالدم بطل العقد لعدم المالیتهما اصلا لحه فلا یعتق بالاداء الا اذا علقه بالشراء صحیحا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی واسطے کہ مردار اور خون مال نہیں کیونکے نزدیک تو مکاتب آزاد نہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے اگرچہ کہے مولے مرتب شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم لینے اگر مولے نے یوں کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجھکو دے تو تجھکو ہی پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسه فقط اے لا نوعه وصفته ولی دی الوسط او قیمته وهی قیمة ادناه اور عقد کتابت صحیح ہوا اوس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اوسکی نوع اور صفت اور مکاتب اوس جنس کا متوسط حیوان یا اوسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولے انکار کرے تو قبول قیمت پر اوسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب کافرا مثله علی خمر لما لیتهما عند هما و معلوم او عقد هما علی الابدال اور صحیح ہی کتابت مالک کافر سے بھی جیسے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن ادا کرنے پر تا کہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نہ رہی شراب پر ہم واسطے کہ کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافروں کے نزدیک مال ہی وای صح للزوم والاصح انه لم یصر قابضا لها و عتق بقبضها للتعلیق عتقه باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمته کما هما اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اوسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے میں چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خنزیر مشار الیه او الی نوعه او لحمه او جلده او شحمه او رأسه او کتابت صحیح ہی ایک مہینے نوکری کی خدمت یا غیر مولے کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول و الاجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن و الشرط یا کتابت صحیح ہی کوئیں کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹوں کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع کر دیوے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے رکن ایجاب اور قبول ہی اور شرط معلوم ہونا بدل کا لانفسد الکتابة بشرط شبهها بالنکاح ابتداء لانها کمبادلة لغیر مال وهو التصرف کتابت فاسد نہیں ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے واسطے کہ کتابت مبادلہ ہی غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہی ہم اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا عقد مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجائے تو شرط باطل ہی اور عقد صحیح ہی واسطے کہ کتابت باعتبار ابتدا عقد کے نکاح سے مشابہ ہی یعنی جسطرح نکاح میں مبادلہ مال کا ہوتا ہی غیر مال سے یعنی منفعت سے اسیطرح کتابت میں بھی مبادلہ غیر مال سے ہی یعنی آزادوں کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہیں ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہیں ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانه ابدال فملحوظ اور مگر وہ کہ شرط صلب عقد میں ہو کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ وہ مبادلہ میں واقع ہوا ہی یہی قاعدہ کلیہ ہے صلب عقد میں شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر بشرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے مشابہ ہی کہ وہ مبادلہ مال کا مال سے

انجام کار میں تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہو شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب مقدمین ممکن ہو **باب ما یجوز من الکتابۃ**

ان یفعل وما لا یجوز ۔ باب ہو اون اعمال میں جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہو اور جو اعمال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع والشراء ولو فاسدا بقیمۃ المکاتب کو خرید و فروخت جائز ہو اگرچہ خرید و فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگروں کا طریقہ یہ ہو کہ ایک صفقہ میں گاہی نقصان قبول کرتے ہیں تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدر والمستقوان شرط المولی لصحتہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہو اگرچہ ہو عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطے کہ سفر میں سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہو تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزوجہ امتہ وکتابتہ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہو ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہو بلکہ اوس سے زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعجز عتقہ اور ولا پینے میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہو اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد والا بان اداہ قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح کہ قبل اوسکی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اوسکا مولے پہلا مالک دونوں مکاتبوں کی میراث لیگا والتزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولے کی اجازت کے بدون جائز نہیں یعنی اسواسطے کہ یہ اکتساب میں داخل نہیں اور اوسمیں مولے کا ضرر بھی ہو کہ مہر مکاتب کی کمر پر لازم ہوگا ولا الھبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منھما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہو اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہو مگر ہبہ قلیل اور خیرات کثیر جائز ہو ہم ذخیرہ میں ہی ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہو اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہو ولا التکفل عطاء ولو بالاذن مولاہ بنفس کا نہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہو مطلقا اگرچہ مولے کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہو اور مکاتب تبرع کا اہل نہیں ہو ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہو اگرچہ بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہی غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقہ اعتاق علی المال ہو وتزویجہ عبدہ لا نفقتہ بالمعروف النفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہو بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے حق اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے وآب وحی وقاض وامینہ فی رقبۃ صغیر تحت حجرھم کمکاتب فیماذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اوسکا امین اوس صغیر کے غلام میں جو اونکی پرورش میں ہی مکاتب کی مانند ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اوسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور عتاق عبد اور عبد کو اوسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہیں بخلاف مضارب وماذون وشریک ولو معاوضۃ علی الاشہر لانحقاق قصر فھو کالتجارۃ بر خلاف مضارب اور عبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت معاوضہ ہونا بر قول اشہر یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں ہو اسطے کہ انکا تصرف تجارت میں محصور ہی اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہی ولو اشترے اباہ او ابنہ یکاتب علیہ تبعا لمولاہ قرابۃ الولاد لا غیرہ اور اگر مکاتب اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اوسکی کتابت میں داخل ہوگا قرابت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی اور قرابت سوائے اوسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا اوسے بدل کتابت سے تو اوسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب اوسے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشترتہ مع مولاہ غیر الولاد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافا لھما اور مکاتب نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت میں داخل نہ ہوگا بر خلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک داخل ہوگا ولو اشترتہ

ام ولدہ مع ولدہا منہا وکذا الواشتراہا مثلا بخلاف ما لو شراہا مع حرۃ لم یجز بیعہا لتبعیۃ ولدہا ولکرا بن فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد اور غیر کی
اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو لونڈی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہو ولیکن فرزند کی کتابت سے دونوں
نہوگی ام ولد کے تابع ہونیکی جسطرح ولد کی بیع جائز نہیں اوسیطرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے دست نہیں اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہوا
کہ ام ولد کو اوسکے ولد نے آزاد کیا فلا تعتق بتقۃ ولا یفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز ان یطاہا ملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی
اوسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خریدکرنے سے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک نہیں ہوگیا نو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی ولی
کرے ملک نکاح کے سبب نہ ملک یمین کے سبب وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح نوشتی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے
شوہر کو خرید کرے تو اوسکے شوہر کو اوسکی ولی ملک نکاح جائز ہے بخلاف ملک یمین لانہا بیعہ مطلقا لان الحرۃ لا تتبعض من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر
مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا ہم یعنے برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید
کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقاً سے ظاہر یہ ہوا کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے
ساتھ خرید کرے کذا فی الظہیریۃ وہی ولو ملکہما بدون ذلک ای بدون الولد جاز لہ بیعہما خلافا لہما اور مکاتبہ اپنے ام ولد کا مالک ہوجہ دین ولد کے تو اوسکو
اوسکے بیچنا چاہیئے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فکتابتہ علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اوسکی نوشتی سے
پہلے ونے اوسکی فرزندی کا دعوے کیا تو فرزند نہیں اوسکی کتابت میں داخل ہوگا بایں کہ تبعیت سے ہم بضرورت اعتراض کیا ہو کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے
ولی کرنا جائز نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی ولی میں یا مشترک لونڈی کی ولی میں ہو صورت اولیٰ میں
ثابت ہوتا ہے حالانکہ ولی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لان کسب المکاتب کسب مملوکہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہونیکی وجہ فرزند
کسب ہونیکا تو فرزند کی کمائی کسب المکاتب ہوئی زوجہ المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہما وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہما لان تبعیتہما
اولیٰ حج مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کردیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت میں داخل ہوگا اور اوسکی
کمائی اور اوسکی قیمت اگر اوسکو کوئی قتل کردے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اوسکے شوہر کی اسواسطے کہ مالکی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ مجان یہ
کہ سولہ دین وہ صفات شرعیہ جو مان میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور کتابت اور حریت اور ملک سرایت کر جاتی ہیں کذا فی الظہیریۃ وہی مکاتب اوماذون
لکم امۃ زعمت انہا حرۃ باذن مولاہا متعلق بلکم فولدت منہ ثم استحقت قالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد
لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اوس لونڈی سے جسنے اپکو آزاد ظاہر کیا پھر اوسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے
پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہی ہوئی لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو اوسکا لینا قیمت دیکر جائز نہیں بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکھا
کھانے والے کا فرزند ہم محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اوسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن اونکے
نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے
مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب
یا ماذون ولا یستشکل الزیلعی اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولے کے اذن کے سبب سے
تو وہ دین مولے پر لازم ہوتا ہے اور اس سے نفی اشکال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولے مفروض ہے چاہیے کہ مولے پر نفی اشکال لازم آوے
نہ کہ مکاتب پر اوسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہوا اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولے نے تو نکاح کا اور اوسکے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا

اذن دیا ہو تو فرق کھلے کا کہ مولے اُس سے راضی نہ ہوگا تو موت دینا موقوف ہے مگا کہ مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الخلاصۃ اوی مختصر الوقایۃ اشتری المکاتب امۃ بشراء فاسد او وطئھا او ثوبھا او باعھا او اجرھا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ تقبل عتقہ لہا خولافی کتابۃ بدلان الاذن بالشراء اذن بالوطی ۔۔۔۔۔۔ اور اگر مکاتب نے لونڈی سول لی خریدنا سہ کر پھر اوس کو قربت کی پھر مالک کو پھیردی نسا دیجے سبب بلا واسطہ تو صحیح مول لیا یعنی پھر دلی کی سو موقوف ملک فی الحال تو نہ کہ بغیر قربت دینے ہوگا مکاتبت کی حالت میں اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بسبب داخل ہونے خریدنے فروخت کے اوسکے عقد کتابت میں اسواسطے کہ خریدنے نے کا اذن دلی کرنے کا اذن ہوتا ہے لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہی خریدی اور خریدنا موجب ہی سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی ہوجب ہی عقر کی اسواسطے خریدنا اون دلی کا اذن نہیں اور وہ دلی تجارت میں داخل نہیں کذا فی الخلاصۃ فخدمۃ والولد وطیھا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای لعبد عتقہ ای بعد عتقہ بخلاف ما لو تزوجھا بلا اذن ومکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ اُس نکاح کے جو اوسنے بلا اذن مولے کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائے گا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولے جائز نہیں و للمأذون کالمکاتب فیما فی الفصلین اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں یعنی لونڈی مذکورہ کے قبل رقاسد اور صحیح میں نکاح کی صورت میں واذا ولدت مکاتبتہ من سیدھا فلھا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتھا وتاخذ العقر منہ اوان شاءت عجزت نفسھا وھی ام ولدہ وثبت نسبہ بلا دعوۃ بخلاف ما لو ولدت قبلھا لانہ ملک رقبتہ اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولے تو اوسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جائے اپنی کتابت پر یعنے اپنی کتابت کو قائم رکھا اور مولے سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنے ادا سے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولے کی ام ولد ہوا اور مولے کا نسب کتابت سے بدون اوسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولے کی ملک ہوا عتبار اگرچہ وہ ملک اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک سیمن و لو کاتب شخصا ام ولدہ او مدبرہ اسما ولدت اتاہ بموتہ بلا استیلاد اور اگر ایک شخص نے جو ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہوا اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اوس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادا بدل کتابت و سعی للمدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموتہ سیدہ فقیرا لا یقدر علیہ او سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا جاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے اسطرح کہ اوسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اُس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء امی فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسرا لا یقدر علیہ او اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہے گا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولے کی اسطرح محتاج ہوکر مرنے سے کہ مولے نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اوس مدبر کے والکفن مات موسرا لم یسع للمدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو عتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجانا لقیام ملکہ اور اگر مولے اس طرح مالدار ہوکر مدبر گیا ہو کہ مدبر ثلث ترکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا مکاتبہ کے سبب سے اور اوس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا جیسے اگر مولے نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک مدبر کاتبہ علی الف موجل ثم صالحہ علی نصف حالا فانا مولے نے مکاتب غلام کو ہزار مدت والے پر پھر مکاتب سے صلح کرلی اوسکی نصف یعنی پانسو نقد پر صحیح ہی استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مرہین مکاتب عبدہ علی الفین الی سنۃ فمات المرہین والحال ان قیمۃ المکاتب الف درھم فجز الورثۃ التأجیل ولمرتہ الغیر ادی المکاتبۃ ثلثی البدل و عجز ثلثی القیمۃ صلحا والباقی الی اجلہ وقیل ان لم تفد الرہن تعجز فقط ۔۔۔۔۔۔ فلو مکاتب کیا وہ ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کرکے پھر ہزار مر گیا اور مالا مکاتب کی قیمت ایک ہزار تھی مرہین چھوڑے مولے کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولے نے سوائے اوس مکاتبہ کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتبہ بدل کتابت کے دو ثلث کی ادا کرے یا عاجز ہوجائے اور باقی ثلث بدل کتابت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا اسی اگر سکے تو پھر کر غلام بنایا جائے بدل کتابت سمیت کذا دو ثلث

ادا کرے بسبب قاسم ہونے بدل کے قبضہ کے مقام پر تو محل باقی تا جیل کے کہ تین ماہ ہوگی وآنکا یعتق الخ انتہی وہو الحال ان قبضتہ الفان لم یجز وادا دری تلثی القیمتہ حالا او سقط الباقی اور حرر قیقا اتفاقا کما لو وقع المحاباۃ فی القدر او التاخیر فتنفذ بالمثل ــــ اور اگر غلام کو مکاتب کیا تاہم پر مال بکتابت مدت مقرر کر کے اور سالانہ کا وسکی قیمت دس ہزار درہم اور سالانہ کا وارثوں کے مکاتب مذکورہ قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث فانی تو ساقط ہوگا یا اگر دو کر کے تو پھر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب وقوع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل میں تو محاباۃ مریض ثلث میں جاری ہوگی

حر قال لمولی عبدک کاتب عبدک فلان الغائب علی الف درھم علی ان لہ ذلک فالف ھو وکتابۃ المولی علی ھذا الشرط قبل ثم ادی الحر الف العبد یحکم الشرط ولکن المولی یقال ان ادیت فادی یعتق حکما لانہ فضولی تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضرر ولا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اگر تین مجلس ہزار درہم ادا کریں تو وہ غلام آزاد ہو تو اس شخص خریدیا وہ مکاتب کیا اور مولے نے قبول کیا پھر آنا وہ مذکور نے ہزار درہم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا یوجہ شرط مذکور کے اور اسطرح اگر وہ شخص بغیر ادا کرنے کے کوئی کہ ہزار درہم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا احسان کی راہ سے بسبب یہ کہ ہو جانے تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درہم بھرنے لے گا ہوا سطے کہ وہ محسن ہے معاوضہ ہم قولہ قبل للمولی شارح نے ضمیر کلام مولے کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح حلا سکین میں قبل الرجل واقع ہوا اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا رجع الخ علی العبد الا الامر فقبل صار مکاتبا اذ ما تحتاجہ لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر ہونچے یعنے قبول اور ادا کرنے خود مذکور کے سو غلام نے کتابت قبولی کی تو وہ مکاتب ہو جاوے گا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی وسیلے ہے کہ بدل کتابت واسطے لازم ہو جاوے یعنے صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ سر دست قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبتنی عن نفسہ وعن فلان الغائب فکاتبھما فقبل العبد الحاضر صح العقد بحصتہ فی الحاضر والغائب تبعا فلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام کیطرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہوا بمقدار حصہ احسان کے غلام حاضر میں اور صالحا صحیح ہوا اور غائب غلام میں تبعا وہیھنا ادی بدل الکتابۃ عنھما جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من جعل ھما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کرے گا تو دونوں غلام آزاد ہو جاویں گے بلا رجوع یعنے ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے مطالبہ نہ کر سکے گا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنے دونوں غلاموں کا بدل کتابت کر ایک غلام ادا کرے گا تو آزاد کیے جبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہ ہوگا اوسکے عدم التزام کے سبب سے یعنے اوسنے قبول کتابت قبول نہیں کیا کہ اوس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ لکتابۃ نفسہ لا یعتبر کردہ لا یاھا اور قبول غائب کا کتابت قبول کرنا فضولی ہونے سے معتبر نہیں جیسے اوسکے رد کرنے کا یہ کچھ اعتبار نہیں ہم قبول اور عدم قبول غائب اسوا سطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اوسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اوسکے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حر اکر کا سقط حصۃ الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے مکاتبت کا سارا قط ہو گیا ہم اسواسطے کہ غائب عقد میں قصدا دخیل ہوا گرچہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونو پر منقسم ہو گیا گرچہ اوس سے مطالبہ بدل کتابت نہیں ولو حر الحاضر فی الغائب حصتہ الا والامر فیہ فی الغائب اور اگر غلام حاضر آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب بنا بحصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو سہم غلام بنایا جاوے ولو ابرا الحاضر او وھبہ لہ سقطا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت کا وسکو ہبہ کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہو جاویں گے صف ہم اور اگر بعض بدل معاف کرے گا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی البحر الھندی وان کاتب لامتہ عن نفسھا وعن ابنین صغیرین لھما وقبلت صح عنھا لانھا مراد اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اوسکی ذات سے اور اوسکے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کر لیا تو عقد صحیح ہوا باعتبار احسان کے بدل گرفت یعنی اعطائے بدل کی طرف سے اور بیٹوں کیطرف سے عقد کتابت صحیح ہوا ای ادی عن ذکر لم یرجع علی الاخر لانہ

متبرع کما یجیء علی القول الآخر ما هو اظهر اور اشخاص مذکورین میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کرے گا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے گا ہو سکتا ہے کہ وہ محسن ہو اور مولے پر شخص کے ادائے بدل کے قبول پر مجبور ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم ذیلی میں ہوگا ولاء کا قبول اور عدم قبول کتابت میں معتبر نہیں اور اگر مالک مان کو آزاد کرے تو ولاء ہر دو بدل کتابت باقی ہے گا بقدر اس حصے کے کہ جسکو کوئی اکال اور کرین نہ ہوئے مکاتبہ بدل کتابت کا انکی مان سے کرے نہ اونسے اور اگر مولے نے اوکو آزاد کیا تو اوکی مان پر اور اوکا معتبقہ ہوگا اور اگر مالک ولاء کو دین معاف کردے یا اوکو ہبہ کردے تو صحیح نہیں اور اگر انکی مان کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بھی آزاد ہوگی اور اسکے ساتھ اوسکی اولاد بھی انشی تو یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ کا ہے کہ مکاتب نے کتابت کی بطوط وصی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کما کاتب نصف عبد و قادی الکتابۃ بحصۃ نصیبہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ وفاء العبد کلہ مکاتبہ علی ذلک المال وبہ یأخذ ھو قول ابی حنیفۃ رح مسئلہ مذکورہ یہ ہے کہ مالک نے اپنا نصف غلام مکاتبہ کیا سو اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام آزاد ہوگا اور کوشش کرے گا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اوسی قدر مال پر اور اسی قول پر ہے حسین کو ہم لیتے ہیں کذا فی ھامش الدسوقی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہے شریک کی کتابت کے احکام میں عبد لشریکین اذن احدھما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ولقبض نصیب الکتابۃ فکاتب الشریک الف درھم ولم یقبض حظہ فقط عتق حظ الآذن لا حظ المکاتب ولیس لشریکہ فسخ الکتابۃ عندہ ولیس لہ ان یبیع نصیبہ من المکاتب ولا من غیرہ ولا ان یکاتبہ ولا ان یعتقہ ولا ان یدبرہ ولا ان یستولدھا ولا ان یطأھا ولا ان یزوجھا ولا ان یؤاجرھا ولا ان یرھنھا ولا ان یھبھا ولا ان یتصدق بھا ولا ان یکاتب نصیبہ من المکاتب ولا ان یعتق نصیبہ من المکاتب ولا ان یدبر نصیبہ من المکاتب ولا ان یستولد نصیبہ من المکاتب ولا ان یطأ نصیبہ من المکاتب ولا ان یزوج نصیبہ من المکاتب ولا ان یؤاجر نصیبہ من المکاتب ولا ان یرھن نصیبہ من المکاتب ولا ان یھب نصیبہ من المکاتب ولا ان یتصدق بنصیبہ من المکاتب ولا ان یبیع

ولی سے ہم ہو جو اس پر اس سوال معقد ہگا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہوا اور ہر ایک نے ولی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوے کیا تو کیا وجہ ہی کہ مکاتبہ شریک اول کی نصف ام ولد ہو گئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی ولی سابق ہی وجہ ہی اختصاص کی وہمن الاول الشہ بکہ نصف قیمتہا ونصف عقرھا اور شریک اول اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہی اور مکاتبہ کی قیمت نوٹری خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہگی کہ نصف اسطاکی عن الفتح وہمن شریکہ عقر ھا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دے اسواسطے کہ اوسنے حقیقت میں قبر کی ام ولد سے وطی کی وقیمہ الولد ایضا وھو ابنہ لانہ بمنزلۃ العقر اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دے اور ولد اوسکا بیٹا ہی اسواسطے شریک ثانی فارغ ہو گیا ہم اسواسطے کہ اوسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی ملک اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اوسکی ملک اسمیں نہیں ہی اور ضرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہی اوس اعتبار سے ولد اوسکا ہونا ہی فیسعی ہو کہ وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصھا بہ فان عجزت تردد للاول اور دونوں شریکوں میں سے جو عقر دے گا مکاتبہ کو تو صحیح ہی یعنے قبل از عجز دینا صحیح ہی بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا اور آدا بدل کتابت سے تو عقر مہیلے کو پھیر دے وان دفع الثانی ولم یطأھا والمسئلۃ بحالھا فھو کما بطل البدل یعود اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبر کیا اور اوس سے وطی نکی اور یہ مسئلہ بحال سابقہ ہی یعنے دونوں شریکوں نے نوٹری کی مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اوس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اوسکا دعوے کیا سو مکاتبہ عاجز ہو گئی اور دے بدل کتابت سے تو مدبر باطل ہو گیا یعنے اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہو اکہ وہ بالکل ام ولد ہی شریک اول کی تو اوسمیں ملک باقی نہیں اور حالانکہ ملک شرط ہی صحت تدبیر کے واسطے وہمن الاول لشریکہ نصف قیمتھا ونصف عقرھا والولد للاول وھی ام ولد اور شریک اول ثانی کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے اور لڑکا شریک اول کا ہو گا اور وہ اوسکی ام ولد ہی وان کاتبا ھا فخرد ھا احدھما وسار المجرت ضمن المعتق نصف قیمتھا اور اگر دونوں شریکوں نے نوٹری کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مکاتبہ مذکورہ والے نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہو گئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع القاضی من بہ علیھا کما قرران الساکت ذا ضمن المعتق یرجع عنہ کالاجنبی اور تاوان دینے والا شریک اوسکو مکاتبہ سے پھیرے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لی آزاد کرنے والے شریک سے تو اوسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ھذا اذا علم برجوعہ لھما ثم جرحہ الآخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصور تین الا ھمن شیئا یکذبہ فی الاولی ورجوعہ دیکھا ایک غلام ہی ایک شریک نے اوسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اوسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقصور والا ہوا دونوں کے مالکوں کے لیعنے اول عتاق غنی واقع ہوا پھر مدبر پر دوسرے نے اوسکا رجوع کیا دونوں صورتوں میں فلم یسع کی دے یا تعدد یعنی صورتین یعنی جیکہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولی

یہ باب ہی مکاتب کی تر کہ اوسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام میں مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجز ہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہ مھلۃ یسیر ا ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہو گیا اور اوسنے ایک قسط سے اگر اوسکا مال ہو کہ عنقریب اوسکے پاس آجاوے گا پہنچا وے گا تین دن کسی پر قریب الوصول ہو یا اوسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کہ ذمی نے اوسکو ہبہ کیا ہو تو حاکم اوسکو عاجز نہ ٹھہرا وے تین دن تک اسواسطے کہ یہ مدت ہی اظہار عذرات کے واسطے تھوڑی کی ہی ہم پہنچ تین دن خیار کی مدت ہی اور تین دن کی مہلت دینے مدت کی ہی اور عاملیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے دیدے والا یعجز الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول ہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز نہ ٹھہرا وے وفسخھا بطلبہ او فسخ مولاہ رضاہ اور حاکم بغیر عجز کے کتابت کو فسخ کر دے اسکے مولے کی خواہش سے یا اوسکا مولے فسخ کرنا مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو بعجز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ عجز سے کتابت منفسخ نہیں ہوتی بدون فسخ حاکم کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمعول لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولے کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم مولے پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہی کتابت دعائے واسطے وبذلک للمکاتب فسخھا مطلقا فی الحال وقولہ الفاسدۃ وان لم یعجز من المولے اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ میں

اصل مکاتب کو فسخ کرنا مولے کا ہے

اور فاسدہ میں بھی اگر مولے راضی نہو وعاد رقیقا فیستخدمها اور اوسکی غلامی پھر آوے دونوں کے فسخ کرنے سے اپنے جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا نصر تاورتبہ فانی فیہ املاکا اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا وہ مولے کا مملوک ہے اگر چہ خیرات ہوا ور مولے غنی ہو بقول صحیح کذا فی البطحاوی ولکاتبہ اتخاذ ماتملک ولو اماء لغنی بلا تبرع وتوطیء کاتبہ مولاہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اوسکا اتنا مال ہو جو بدل کتابت کو بسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل کتابت اوسکے مال سے ادا کیا جاوے گا ہم بعد موت کے بقاء کتابت اور ادائے بدل کتابت کے فائدہ یہ ہوگا کہ کتابت کے فوز نامہ اوسکے آزاد ہوئی اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اوسکے وارثوں ہون وحکمہ بعتقہ فی اخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اوسکی آخری جزء حیات میں آخر جزء میں یہ مذہب ہی جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک مکاتب آزاد ہوگا کما یعتق بالادا المولد من فکاتبہ کما قبلها چنانچہ حکم ہوگا اوسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اوسکی کتابت کے زمانہ میں پیدا ہوئی نہ اولاد کا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں نہیں پیدا کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ اونکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ اونکی آزادی کا بھی حکم ہوگا کما یعتق من دخل فی کتابتہ یعنے جن شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو دخل ہونگے اوسکی کتابت میں کذا فی البحلی والباقی ومن ماتہ میراث الورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادا ہے بدل کتابت سے باقی رہے گا وہ اوسکے وارثون کی میراث ہم یعنے اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اوسکے مال کے وارث ہونگے اور نہیں کوئی نہو تو مال بانی مولے کو ہوگا بطریق ارث کے کذا فی المحیوی ولو لم یترک مالا ولا ولدا ولی فی الکتابتہ کالوفاء بقیمت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک بیٹا وہ بیٹا چھوڑ جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت میں کوشش کرے بموجب اوقات معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وبعتقہ تبعا پھر جب بیٹا بدل کتابت ادا کرگیا تو اوسکے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا الاستراہ فی کتابۃ ادی البدل حالا او رد الی حالہ رقیقا وسوی بینهما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اوسنے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو بحال ادا کرے یا اگر قی اسکال ادا کرسکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیرا جاوے یعنے جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا ہے گا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اوسکا باپ اور صاحبین دونون بیٹو کو برابر کہا ہی یعنے جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خریدہ ہوا دونون حکم میں برابر ہین یعنے بموجب قیاس کے کہ بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے واہا الاولون فیردان الرق کما کان وقالا ان ادیا حالا اعتقا والا لا اور مکاتب کو کہ مات پائی تو یہ حال ہوگیا کہ مجز دموت مکاتب کے مملوکی کیطرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین کہا کہ اگر دونون نے بحال بدل کتابت کو ادا کیا تو آزاد ہونگے اور نہیں تو آزاد نہونگے ہم شرح مجمع اور شرنبلالیہ میں شرح وہبانیہ کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں اور بدل کتابت میں موجب اوقات معینہ کے تو نظر کرنا چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان کیا یعنے تعلق ہین الاصول والفروع کذا فی علی اشترتی المکاتب ابنہ فعات عتق فام ولدہ ابنہ لموتہ عن ابن حر کما مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ اوسیسے بدل کتابت کیواسطے کافی ہو تو اسکا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اور بسطے کہ مکاتب آزاد ہوگا مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر جیسا کہ مذکور ہوا یہ حکم ہے جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب مرگیا اور اوسکے ساتھ اوسی وقت اوسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ کو وہ آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی ولو کان ہوای المکاتب ابنا الکبیر مکاتبا کذلک فادی بدل کتابتہ قبل الصبر وقبلهما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور بسطرح مکاتب کا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اوسکا بانی بیٹا مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب اتحاد عقد کے ایک شخص کے ہانس کما مر اور عقد کی ضرورت کی وجہ سے ہم بانی کی قید لگانا خطا ہے ہم نے کے مخالف ہے حیث قال او کوتب ہو انہ غیر لکبیر اہم ولد کذا فی البحلی خطا وی نے کہا یوں جواب ہوسکتا ہے کہ کبیر کی قید سوبسطے لگائی کہ صبا وا کوئی تو ہم کہ سکے کہ بانی بسبب بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک المکاتب ولدا صغیرا ذی صنعۃ قام علیها فیکتب الولد فقضی بها یجبر الولد فقضی بها یجبر علیها قالوا تامہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لو لکن ذلک القضاء لتعجیز الاصیل لعدم للنافاۃ بھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرصے یعنے منقطعہ سے اور مکاتب نے کوئی نہ چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہو پھر ولد نے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت خطا کی

مان کی برادری پر ولایت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اوسکا باپ ہنوز آزاد نہیں ہوا اور مادام بدل کتابت بیچنے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اوسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہیں ہوا بطلت مدم منافات یعنے حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا حکم حرہ کی تفسیر مستقصہ ہو سطلے کہ حرہ مطلق کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہی سو سطلے کہ جنایت عمد میں برادری پر ولایت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یرجوع اور رجوع نہیں یعنے مان کی برادری باپہ کے مولے سے ولایت کو جو عمد میں کی سو سطلے کہ جب اونھوں نے دیت دی تھی تو اونکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے مولے کو تو حق ولا اسکا مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا قید بالاول یہ لان فی العبیر لا یاتی القضاء بالاحکام بالاولاء ولاسکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید سو سطلے لگائی کہ اگر مکاتب کا شریک مین ہوگا تو مان کی طرف ولد کے احکام کا حکم نہین اصل ہوتا بسبب ممکن ہونے اوسے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالکل لانہ لقوم امہ بعد خصوص مشہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بما ذکر لتعبیر لانہ فی فضلہ مجتہد فیہ ۱۲ اور اگر قاضی نے ایسی مان کی قوم کے واسطے ولا کا حکم کیا اونکی خصومت کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اوسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہو مکاتب کا سو سطلے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہر مجتہد جبکہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور کی موت کے بعد سو جملگا ہوا باپ کی قوم اور مان کی قوم کے درمیان اوسکی میراث مین سو قاضی نے مان کی قوم کے واسطے ولا دیتے میراث کا حکم دیا تو یہ قضا کتابت کا فسخ کرنا ہی اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقاے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوئی پر دون اسکے یعنے اگر کتابت باقی ہو کر ادا کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولا کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوئی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث مان کی قوم کے واسطے ہوئی اور صحابہ کرام کا مسئلہ مین اختلاف ہی یعنے صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ جب مکاتب مر جائے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہوا اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب مذکور آزاد ہو گیا سو جب قاضی نے میراث کا حکم مان کی قوم کیواسطے کیا تو فضا مجتہد فیہ مین واقع ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوتا ہی تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفا للبصل فتصادی الیہ من الصدقات لتحول الملک واصلہ حدیث بریرۃ ھی لک صدقۃ ولنا ھدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا ادا سے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے سیوے کو حلال ہی اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی حدیث ہی صدیث ہی صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی ہم یعنے تبدل ملک مین کے مانند ہی تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسی کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی اوس وقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اوس وقت مین مکاتبہ تھی کذا فی الزیلعی فارسی ہدایہ نے کہا بلکہ وہ مرد تھین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر ورث عن صدقۃ اخذ ھا وارثہ الغنی پہنچا اوس شخص غنی کے وارث مین جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اوس صدقہ کو اوسکا مالدار وارث لیگا یعنے ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہی لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہو پھر اوسکے بعد اوسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہو گیا بتبدل ملک کے سبب وکما فی ابن سبیل اخذ ھا فمر وصل الی مالہ وھی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اوس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اوسکے قبضہ مین ہی تو وہ اوسکو حلال ہی سو سطلے کہ جب اوسنے لیا تھا وہ محتاج تھا اوسکے فقیر استغنی وھی فی یدہ فامنھا تطیب اور اوس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہو گیا اور حالانکہ زکوۃ اوسکے پاس ہی تو زکوۃ اوسکو حلال ہی سو سطلے کہ غنی بہ اعتبار اے اخذ زکوۃ حرام ہی کیونکہ اسمین ذلت ہی تو اوسکو لینا جائز نہین بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پھر جب اوسنے محتاجی کی حالت مین لیا تو بعد اوسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہو گا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونون مسئلون مین تبدل ملک علت کی ملت ہوا اور پچھلے دو مسئلون مین تبدل حال علت ہی لجلاف فقیر ایصیر لغنی او ھاشمی عین زکوۃ اخذ ھا لاجل لان الملک لم یتبدل بر خلاف اوس محتاج کے جس نے

ف

نہیں کہ مکاتب علت ملت ہے
اسلئے کہ مکاتب آزاد نہیں ہوا
مال زکوۃ اور اسکے مسئلہ
پچھلے صفحہ ۱۲
علت ملت ۱۲

غنی یا ہاشمی کو جس مال کی زکوۃ جسکو فقر نے لیا تھا مسلط کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں ہوگی کہ اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنے والے کی ملک منتقل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اوسکو تناول کرتا ہے جیسے کی ملک پر فان جنی عبدہ وکاتبہ سیدہ جاھلا بجنایتہ او جنی مکاتب فلم یعتق من یومہ بما جنی فجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی بارش الارش بالعجز پھر اگر غلام نے کسیکو قتل کیا اور اوسکے مالک نے اوسکو مکاتب کیا نادانستہ اوسکی جنایت سے مکاتب نے کسی قتل کیا سوا وسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اگر مولے چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے پہلے مانع رفع کتابت کے سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہوگا وان قضی دیہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الیتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اور پھر حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہوگیا اور دے بدل کتابت سے تو بیچا جاوے گا اوسمیں اسواسطے کہ حق اوسکی گردن سے اوسکی قیمت کیطرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الجلبی من النہایۃ قیدنا بالجنایۃ لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اوسکے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اوسپر جو کمتر ہو قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنے اگر قیمت کمتر ہو دیت سے تو قیمت کا دینا اوسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہو قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ او بعدہ فقیمتہ اور اگر قبل از قضای قاضی مکاتب سے چند بار جنایت سرزد ہوئی تو اوسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اوسپر لازم ہونگی ہم یعنے اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضاے قاضی تو ایک ہی قیمت اوسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے بار بار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سبھی کہ جسے قیمت میں اگر وہ کتابت ہو دیت سے پھر بعد اوسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اوسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی وعلی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطأ لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اوسپر قیمت لازم ہوگی اوسکے کسب میں بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اوسپر نہوا ہو تاآنکہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہوگئی کذا فی الزیلعی من القاعدۃ یہ ہم یعنے درحق مولے جنایت باطل ہے اور اوسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا زادہ ہوئے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کذا فی مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ بکاتبہ بیر واما موتہ الولد وکاجنبی الدین اذا مات الطالب اور اگر مولے مرگیا تو کتابت فسخ نہیں ہوجاتی جیسے مدبر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور جیسا کہ دین کی موت باطل نہیں ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویلودی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولے کی موت کے بعد اوسکے وارثوں کو اوسکی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنے اگر وارث کبیر ہو تو اوسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اوسکے وصی کو دیا جاوے کذا فی الہندیۃ بخلاف موت المطلوب فی الحوالۃ حیث یحل الدین بموتہ برخلاف موت مطلوب کے بسبب حوالے کے دین کے یعنے اگر مدیون مرجاوے تو مدت باطل ہوگی اوسکے ذمہ کا اور وہ مطالبہ ہوگا ورثہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ میں سے دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا نصفہ تأجیلہ الا من الثلث پھر یہ حکم اوسوقت ہے جبکہ مولے نے غلام کو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اوسنے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اوسکا مدت مقررہ تاباطل ہوگی کہ ثلث ترکہ سے یعنے بدل کتابت کے ثلث میں حال ہوا اور ایک ثلث قیمت اوسکو موافق کذا فی الشرنبلالیہ وان حرر وہ ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق حالا استحسانا وان لم یجعل بدلا اقتضاء وبرا اگر وارثوں نے یعنے تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں فی وقت واحد آزاد ہوجاوے گا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا بغیر دیا جاوے گا بطریق اقتضاء کے ہم تمام کا مکاتب آزاد ہوا وارثوں کے آزاد کرتے سے ہم سبکے کذا زادہ کرنا ہو جیسا مالک ہوا اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں ہوسکتے مکاتب کا مالک سید ہوتا ہے سبکے مرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتا ہے ہاں وارثوں کی ملک ہوجاتا ہے اسواسطے کہ بدل کتابت قائم وارثوں کا حق بزور میراث ہوا دسمیں جامی ہوا یہ اعتاق ہوا بدل کتابت کا

معاف کردینا ہوگیا بطریق انفساخ کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا اونکی طرف سے تو مکاتب بمعنی الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی الخلاصۃ وفی فان حرر بعضھم فی مجلس والاخر فی آخر لم یعتق عتقا صحیحا لانہ حینئذ لم یبق مکاتبا فیصل کہ پھر اگر مکاتب کو بعض نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا تو کا حق نافذ نہ ہوگا یہ مذہب صحیح ہے یعنی کہ وارث اوسکا مالک نہیں ولو عجز بعد الموت المولی عاد رقا ہ اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا اوسے بدل کتابت سے بعد موت مولے کے تو اوسکی غلامی پھر آوے گی یعنے جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہوجاے گا مکاتب حتی لو ماتت ام ولدہ فملکھا ثنتین فملکھا لا یحل لہ ان یطأھا حتی تنتقل لہ جاعتبر ہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہو بطریق نکاح کے اوسکو اوسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اوسکا مالک ہوا تو اوسکو اوسکا وطی کرنا حلال نہیں یہانتک کہ وہ لونڈی سوا اوسکے اور شوہر سے نکاح کرے ولکن الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا کذا فیہ ثابت ہوچکا ہے پیغام من ہم یعنی اگر آزاد نے مکاتب کو دو طلاق دے پھر اوسکو خرید کیے تو وہ حلال نہیں وتفسیرہ اوسکے سوا اور شوہر سے نکاح نکرے اور مکاتب کے مانند قن او مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام کی جو اوسپر ہے کہ حد دو طلاقات ہیں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی تھی تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظ ہوجاتی ہے خواہ اوسکا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد وکاتبا عبدہ الکتابۃ واحدۃ ای یعقد واحد وعجز المکاتب لا یجوز القاضی حتی یجتمعا لانھما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدھم بحتجتہ دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنے دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اوسکو عاجز نہ ٹھہراوے تا وقتیکہ دونوں مالک نہ آویں اسواسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برخلاف وارثوں کے اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراوے گا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبے وفیہ کاتب عبدہ بمیراۃ فعجز احدھما فوہ المولی فی الرابع او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الاخر لم یصح فان غاب ھذا للرد وجاء الاخر اخذہ عجز فلیس للاخر ردہ فی الحرق او مجتبے یعنی ہم کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بارے بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولے نے اوسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کی کتابت کو لیا اور رہا نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود ہوا یعنی جو مکاتب ہونے کے بعد پھر عبدیت کیطرف پھیر لیا یا وہ غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادا ی بدل کتابت سے تو دوسرے کو اوسکا پھیر دینا غلامی بین جائز نہیں ہم عالمگیریہ بین محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولے نے اوس سے ایک قسط یا دو قسط لیں سمی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولے یا قاضی نے چاہا کہ اوسکو غلامی کی طرف پھیر بین تو جائز نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی فرع مسئلہ ملحقہ تاسع کا اختلاف ہوا ہے والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عند نا مولے اور مکاتب میں اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے ذات پر ہے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ یحبس لاجیعہ ویحبس نہوگا مکاتب اپنے مولے کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور یا سوا دین کتابت کے جو دین کہ مکاتب نے قبل اوس بات کے کہ مکاتب ہو مولے سے لیا تھا ہم حنفیہ کے نزدیک یہی قول اصح ہے اور عدم حبس میں کذا فی الہدایہ ہم سوائے دین کتابت کے چنانچہ دین آتہلاک کیا ہو دین جو اوسنے اپنے مولے سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اوسپر تاوان تھا قلت وفی عتاق الوھبانیۃ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سیدہ مکاتبہ لا بعد فیھما یعنی میں کہتا ہوں اور وھبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے یعنی غیر جنس حق میں مکاتب اپنے مالک کے حبس سے نہ گاوے اور علامہ قہستانی اور عدم قبول کتابت میں فرمایا ہے اور ہم میں بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ کہ اگر مولے اصلط ہوا مکاتب کے اوس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہو یعنی مثلاً بدل کتابت درا ہم ہیں اور مولے نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان جیسیں لیا تو کاتب کو مولے سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم کو مولے کو حبس کرنا جائز ہے اور یہی مفہوم ہے قول متن کا کہ اگر غیر جنس بدل کتابت مال ہوا اور مولے نے اوسکو بدل کتابت میں مجبر کرلیے تو مکاتب طالبہ نہیں کرسکتا تیسرا مسئلہ یہ کہ قبول کتابت میں غلام کو فضیلت ہے اگرچہ مولے راضی ہو کذا فی شرح الوھبانیۃ شعر ولاء لاولاد ولد جر حیث سرا لعلو ابھیہ لین اللام معبر گر ولاء دین متقین کی میراث اوسکے باپ کے مولے کی ہے ان کے موالی کو ہیں دخل نہیں ہم ہر چند اولاد بیٹہ کو ہی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند

کہ اپنے باپ کے مولیٰ کی میراث اولاد کی پاوین کے نزدیک ان کے **شعر** توفی ومالی وفی فاما لمیت ومن الولد لم والحی قسمی وتحفہ مکاتب مگیا اور اسنے بدل کتابت کی مانگی مکاتب کی اولاد اور ولد جیسا کہ میتا مگر گیا بدل کتابت کے ادا کرنے کے واسطے اور ولد زندہ کی مان سمی کرے اور بدل کتابت کو ماں کے قسط بندی کے موافق ادا کرے وان ترکت معہا ولدا بیعت وان کان استسعت علی نجوم صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندھا کذلک مطلقا یعنے اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہ تھا تو ام ولد بیچی جاے اور اگر ہو تو ام ولد سے سمی کروائی جاے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سمی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفرہ ولہ الکرم

کتاب الولاء

یہ کتاب مولا کے احکام میں ہے کتاب الولاء کو مصنف کتاب الکتابت کے بعد اسواسطے لایا کہ ولاء زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المغرب ھو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وھو القرب واللام عربت میں بمعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ولی بفتح الواو وسکون اللام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولاء مصطلح میں حاصل ہوتا ہے اسواسطے کہ ولاء کا حکم یعنے ارث قریب اور حاصل ہو جاتی ہے بلا فصل جیسا کہ اسکی تعریف کی جاتی ہے شرعا عبارۃ عن التناصر بسبب العتاقۃ او بسبب الموالاۃ تنزیلی اور شرع میں ولاء عبارت ہے ہم کی مددگاری سے بسبب اسکے عتاقت یا بسبب ولاء حاصلات کے کذا فی الزیلعی ہم تمام عتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا عتق کی طرف سے اوسکا مولے دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولاء شرعی عبارت اوس قرابت سے جو قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اوسکے کل کرنے والے پر جریدہ نماز پڑھنے کی ولایت اوسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تمام ولاء کے آثار سے ہے اور اوسی کی طرف شارح کا اشارہ ہے قولہ بل قرابۃ حکمیۃ ترجیح دی کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث والعقل وولایۃ الانکاح وبھذا اعلم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولاء کے قائم سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت مولے کے واسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولاء نفس میراث نہیں ہے بلکہ قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہ تعریف بھی صدیق اسبیجابی کی طرف کہ انہوں نے ولاء کی تفسیر ارث کی ہے منسانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم غیر موجود نہیں وسببہ العتق علی ملکہ لا الاعتاق لا بالاستیلاد وارث القریب بل فحصل العتق بلا عمل اور ولاء کا سبب آزاد ہو جانا ہی مولے کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہو ولاء کا اسلیے کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولے کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار بھی دیر لگنے کے آزاد ہو جاتا ہے اور اضافی تو صحیح قولہ حاصل ہے کہ سبب ولاء عتق مولے ہی نہ اعتاق فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولاء اسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو بھی ہے غالب حال پر ہم جواب ہے سوال مقدر کا یعنے اگر فقط اعتاق سبب ولاء کا ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص ہونا کیونکر صحیح ہے جواب یہ کہ یہ خصوصیت بنا بر اکرام منعم کے ہے من عتق او حصل العتق باعتاق ولو من وصیہ او بغیر علہ کمکاتبۃ وتدبیر وستیلاد وبالملک قریبی لام للتبیین یا جو شخص کہ آزاد ہو یعنی وہ کہ آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو آزادی حاصل ہوئی ہو عتاق کی طرف سے جیسا کہ مکاتبت اور تدبیر اور ستیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے قولہ آزاد ہو جانے والے کی ولاء اسکے مالک کے واسطے ہے ہم یہ تاویل کی صورت ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے عتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولاء موصی کی ہوگی اسواسطے کہ وصی کا فعل بھی موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی بیان اعراض عدد یہ کہ مدبر اور مکاتب سے کسطرح مالک کو ولاء حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہو جاتے ہیں جواب یہ کہ صورت اوسکی ہے کہ مولے نے قرض نہ چھوڑا اور دار الحرب میں جا ملا تو اسکے سب اولاد اور ام ولد کے عتق کا حکم ہوگا پھر مولے مسلمان ہو کر آیا یا اوسکے اعلم اور مدبر کی جواب ہو دونوں کی ولا مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یوں کہیے کہ مراد یہ ہے کہ مصنف مولے کیوسط سے باولاد ام ولد کی ولاء کا ثابت ہونا اوسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولاء

مولے کے پہلے ہو چکا ہو اسواسطے کہ ولا کا استحق اول وہی ہوگا کیونکہ سبب عتق اوسی سے تو صادر ہوا ہی پھر والا مولے کی طرف سے اوسکے عصبہ کو ہوگی ہدایہ ولو اعتق ذمیا او میتا ختنه وصایاه وتقضی دیونه منه ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیت نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک دیون اوس سے ادا کیے جاوین گے ہم حق ولا مولے کا ہو اگرچہ عتق کفارۂ قتل اور کفارۂ ظہار و افطار و کفارۂ یمین یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمه لمخالفته للشرع فیبطل والحق مولے کا ہو اگرچہ عدم ولای مولے شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امته والحال ان بها حبلی من غیر فولدت لاقل من نصف حول من عتقت لانه یثبت حمل موجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جیسے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کیا اور حالانکہ اوسکا شوہر غیر کا غلام ہو پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جیسے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اوسکا ولا منتقل ہوگا اور اوسکی ماں کے مولے سے کیونکہ اگر ہم اوسکا باپ بعد اوسکے آزاد ہی ہو ہم جب لونڈی آزاد ہی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو البتہ یقین معلوم ہو گیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اوسکا حمل بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور عتاق واقع ہوا اوسکے تمام اجزا پر تو ہم بھی قصد آزاد ہو گیا تو اوسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل ہوگا وکذا الوولدت ولدین احدهما لاقل من ستة اشهر والاخر لاکثر منه وبینهما اقل من نصف حول فهو کذلک لانهما توأمان اور اوسی طرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو مکتہ چھ مہینے سے کمتی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہی اسواسطے کہ دونون لڑکے توام بالضرور ہین ہم پھلا لڑکا تو بالیقین وقت موجود تھا پھر جب دونون توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مت حمل کے تو دونون کا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونون کو عتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا منتقل نہوگی فاذا ولدت بعد عتقها لاکثر من نصف حول فولائه لمولی الام ایضا لعدم توهمیته للاب لوقته پھر جو بچہ لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکی بھی میراث موالی ام کے واسطے ہوا اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہوا کے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب وهو الاب قبل موت الولد الاجنبیة حر ولاء ابنه الی مولاه لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے لڑکا جنی کے قبل اوسکے موت ولد نابعد موت تو وہ بیٹے ولد کی میراث پیٹے مالکون کی ولا کے نہ ہونے کا سبب دور ہو جانے مانع کے ہم نے کہ جب چھ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہوا تو مان کے مالکون کا عتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد عتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو مان کیطرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کیطرف بسبب اوسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اوسکا باپ آزاد ہو گیا تو اوسکی طرف نسبت ممکن ہوئی تو ولا منتقل ہونے کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی مان کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا النسب کے مانند ہے اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ مان کی طرف اگر ولد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی اوسکے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ ولا مدہر کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے اوسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی البحر وهی مختصر اهل الاذا لم یکن عصبة به یعنی تقسیم ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتدا اعتبار اوسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدة فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق کانت تقول لمولی الاب سواگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکون کی طرف نہوگا بخلاف مولی الاب لو لم یکن له ولاء وقیدنا بالجمع لان ولاء الموالاة لا یکون فی العرف بقوة النسب هو لکم عتقة ولو لعربی فولدت منه فولاء ولدها لمن لاها اور جس شخص کا ایک شخص مولے ہے معتقہ موالات کا یا اوسکا ویسا مولے نہو کا کچھ اوسنے متعتق سے اگرچہ وہ عورت بالی کی لونڈی ہو معتقہ اوس عربی سے جنی تو معتق کے ولد کی میراث کے مالکون عربی کی تبعیہ اسواسطے لگائی کہ موالات عرب مابین جنی ان کے اس قوی ہونے سے ہم جنی کہ ہے ولاء موالاة نہوگی یہ صورت ہے کہ شخص عجمی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اوسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسنے ایک مرد سے عقد موالات منعقد کی خولہ ولو لعربی صواب ولو بجمع یعنی صواب ہے کہ اگر جنی جون کہا کر

اگرچہ مستقیم بنفسہ کی ہو اسواسطے کہ جب یہ ارث عصبی مولے کے وسطے ثابت ہوئی تو عربی مولے کے وسطے بطریق اولے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقولہ ولاء العتاقۃ ثم عصبات فیہ الکفاءۃ الاولی العصوبۃ لولاء الموالاۃ کہ مولاۃ عتقہ کے وسطے اسواسطے ارث وللی کی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقہ فرعی چیز ہے یہانتک کہ اسمیں کفاءت بھی مبنی بر عتبر عجم اور ولای حالات میں ہم یعنی لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقت سے اور اوسکو کفاءت میں عتبار کرنا فقہ میں نو وضع کا متوق کفو نہیں ہی شریف کے عتق کا عجم کے حق میں نسب ضعیف ہوا سواسطے عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے اور لہذا کفاءت اونمیں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ تفاخر عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب توحی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور جو نہایت میں اسواسطے کہ عرب میں اہم دگار نسب کے سبب سے ہوا سو حوالات کی کچھ حاجت باقی نہری کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور ازاد کرنے والا مولے مقدم ہی دیمیراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں اور ترکہ کا باقی ہی بعد الفروض کی میراث کے بعد قریب بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھیرا جاتا ہی اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر بعد میراث ذوی الارحام کے اوسکو دیا جاویگا وعقد مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہی ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر موخر عن العصبۃ النسبیۃ کہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا موخر ہی معتق کے عصبات نسبی سے اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصب سببی ہی ونسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر فان مات المولے ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی الاکبر وسقطفہ فی بابہ سو اگر مولے مرے پھر اوسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اوسکے مولے کی عصبات ذکور میں سے اوس عصبہ کو ملے گی جو مولے سے زیادہ تر قریب ہو اور اگے ہم اوسکو محقق بیان کرینگے اوسکے باب میں لیکن بالفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوئی ولیس النساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدر وغیرھا اور عورتوں کے وسطے ولاء عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتوں خود آزاد کریں تو اونکی للپا وہ اونکی چنانچہ اوس حدیث میں یہ مضمون ہی جو درر وغیرہا میں مذکور ہوا ہم کو یہ لفظ حدیث یہ ہی کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن وتدبیر سن وتزن او جر ولاء منتفس او متقص قال العینی وغیرہ الا ان حدیث منکر لا اصل لہ ویجیء الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہی کچھ اوسکی اصل صحیح نہیں اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آوے گا ہم جواب یہ ہی کہ اگرچہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے کلام سے موکد ہی تو بمنزل حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث دیتے تھے اگر اونکو جبکہ اونھوں نے مکاتب کیا یا آزاد کیا مشروع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلاشیء لھا لان المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اوسنے کوئی وارث چھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اوسکے وسطے غلام آزاد کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہی اور اوسکا مال بیت المال میں رکھا جاویگا ھذا ھو المشاھر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنھایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال ولکن اما فضل عن قدر اصل الدیون علیہ ولکن للمال یکون للابن والبنت رضاعا کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول صدر شہید کا ہی ظاہر الروایہ میں ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے کہا ہی کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانے میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اسی طرح جو مال کہ فاضل باقی رہے قرضہ دیانہ کے حصے کے وہ اوسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے وسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ جاویگا کذا فی الفرائض الاشباہ والمصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہی ودیں کیا واذا علمت ما قدمنا علمت ان الولاء کالنسب فیتوارثون بہ عند عدم العاصب بکل المسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ ویھذا التعلم فساد القول بان الولاء ھو المیراث حتی الاقتصار اور جبکہ کافر کے غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو وہ اوسکو آزاد کرے تو اوس غلام آزاد کی ملاءی کو وسطے ہی اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہی میراث کا تو اوسی وسطے سے باہم جدید ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا صاحب نسب نہ آوے ذمی کا غلام مسلمان مجہول وارث ہو اوسکو اوسکا معتق کہ ستر ذمی اوسکی میراث بنا دیوے گا اور نہ اوسکی طرف سے دیت دیگا اور اس

قول سے یعنی ذمی مرسلہ کو ولا حاصل ہوتی ہے میراث اس قول کا فساد نہایت رتبہ کے وضوح سے رفع ہو گیا کہ ولا تو وہی میراث ہے یعنی جو ذمی کو ولا عتیق مسلم حاصل ہے اور میراث اسکی حاصل ہوتی تو معلوم ہو گیا کہ ولا اور میراث متحد نہیں اور سابق ذکر ہو چکا کہ میراث ولا کا حکم اور شرط اور تعریف باحکم جائز ذمی مرسلہ اپنے عتیق مسلم کا اسوقت وارث نہ ہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اسکا ملت وارث اور دور مرتد تو اگر ذمی مسلمان ہو جاوے اور عتیق مسلم اور سکے بعد مرے تو اسکو میراث اور سکی ملے گی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبدا ثم سبیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ لان یملک سبیلہ فاذا خلا عتق حینئذ و لا ولاء حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار حرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد عتاق کے اسکے غلام کو آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ حربی غلام مذکور کو تملک بالطبع کر دے پھر جب اسکو مطلق العنان کر دے یعنے اپنے قبض و تصرف نہ رکھے تو وہ آزاد ہو جاوے گا اور اسکی ولا اسکو ملے گی مگر حربی اور اسکا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آویں تو حربی اسکا وارث نہ ہوگا بر خلاف مذہب ابو یوسف کہ انکے نزدیک میراث پاوے گا وکان لہ ان یوالا من شاء لانہ کالولد الاصغر علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسوقت سے اسکے کسی کی ولا اور پسر نہیں ہو سکتے مگر اسکے ولد دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبد الثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سوا دستے وہاں کے غلام خرید کیا پھر اسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جاوے گا ہم یہ روایت شرنبلالی کی ہیں ہدایت کے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اسکو اسکی ولا حاصل نہ ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے ولا اور شرنبلالی من نفی ولا نہ کو زیادہ کیا یعنی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں ولد الحرام و لو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاء لہ الذی اعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سوا اسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اسکی ولا اسکو ملے گی یعنی اوسکے آزاد کرنے والے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت و ہو من کل انہ اعتقہ یقتضی بالولاء والمیراث لھما دو شخصوں نے میت کی ولا کا دعوے کیا اور ہر شخص اوسکے گواہ لایا کہ اوسنے اوسکو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیوں کے وسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی یستقر الولاء او لا حط متفقہ منہ و ھما یا او یقتضی منہ یونہی مولے آزاد کرنے والا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولے کی وصیتیں نافذ ہونگی اور اوسکے دیون سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء الاعتاقۃ تعتق الناجز کفو لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری دہین ولاء عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر یا ہر ہو عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنے والے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اوسکے مولے کو فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے یا نہیں رفیقہ ولاء دست یا عمل تھا ہو کذا فی الطحطاوی وفی اذا کانت حرۃ الاصل بغیر عقد الولاء فزا اصلھا فالولاء علی ولدھا جبکہ عورت حرۃ الاصل ہو بغیر عقد کسی سے جسکی اصل میں لونڈی اور غلام نہ ہو تو اوسکے فرزند سے ولا نہیں ہے اگرچہ اوسکا باپ غلام ہو اسوسطے کہ حریت اور رقیت میں ارتکاب ہوتا ہے تو باپ کا کذا فی الطحطاوی ہم عرصلی اللہ کے نزدیک دونوں میں مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رقیت کبھی نہ لگی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو مسلمہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور ملوی کے وقت سے یا اوس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں عتیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل میں اصلا عتیق نہ ہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذالک فلو ھو بیا الاولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ اوسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اوسکے ولد پر ولا ثابت ہوتی مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے وسطے ولا ہم زمان کی قوم کے وسطے ولو عجمیا کالولاء علیہ لقوم الاب و ورث معتق الام و عصبتہ فضلا للثانی اور اگر باپ عجمی ہو تو اوسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاوے گا مان کا آزاد کرنے والا اور اوسکا عصبہ یہ بر خلاف مذہب ابو یوسف رح الجدید سفلہ کے نزدیک بیٹا نانا پر ولا ہوتا ہے چنانچہ شخص مولی من تلاع ہوتا ہے اسواسطے کہ منتسب باپ کی طرف سے ہے اگر جو نسب ضعیف ہو اور تعریف کی دلیل ہے ولا کی ولا ثابت ہوتی ہے طرف کے سبب سے اور ولد کے واسطے فرع نہیں ہوتی باپ کی طرف سے اس واسطے کہ عرب سب العجم من

شامل ہوں سے نہیں ہوں گے اصل اگر والد میں سے مسلمان ہو گیا ہو یعنی مذکور تو والد پر ولا نہیں ہے اگر دونوں مسلمان ہوں اولاد نہیں ہے اصل میں مسلمان ہو تو والد باپ کی قوم کو پہنچے ولا ہے اگر مسلمان ہوا اور باپ حربی ہی رہا مذکور ہو گیا اگر باپ حربی ہی ہو تو والد پر قوم مادر کی ولا نہیں اور اگر باپ غیر حربی ہو تو قوم مادر کے پہنچے ولا ہے یا ماں قوم کو کہ زنا کیا ہو یا ہے تو یہ کنانی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام میں ہم موالاۃ لغت میں بمعنی مناصبت ہے اور شرع میں جیسا کہ تبیین کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے کہ مسلمان دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں اور نہ کوئی مدد گار سو تو میرا تو اپنی طرف بلا لے اور اپنی قوم کی طرف تا میں تیری حمایت میں کنا جاؤں تو تو میری حمایت کیجیو اور میرے اوپر سے نواب اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مر جاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہو تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ منعقد ہو گیا یعنی بشرطیکہ قبول ثانی مصنف نے ولاء موالاۃ کو ولاء عتاقت سے ولاء موالاۃ پہلا سو اسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں بخلاف ولاء عتاقت کے وہ منقل پذیر ہے قبیل ازاد اسے دیتا ہو اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی یدی آخر وعقلا الا اووالی عنہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی ما مر وسیجئی علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ھذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اوسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ یہ تبوع اسکا وارث ہو جب کہ تابع ہونے والا شخص متبوع اوسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو عقد موالاۃ صحیح ہو گیا شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہی نہ مسلمان ہونا بنا بہ بیان گذشتہ اور ترکے پھر مذکور ہو گا ہم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید سو ہسطے لگائی کہ عقد موالاۃ نہ طرف دار ہی نفع اور ضرر میں اسواسطے کہ تبیین اجناب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح نہ ہو گا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ نتا مرعرب کا قبائل سے ہی تو عقد موالاۃ کی عرب کو حاجت نہیں کذا فی الدر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلے پر ہی اور میراث اسفل کی اعلے کیواسطے ہی ولکن الوشرطا الامر فمن بجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں سے مشروط ہو یعنے اگر اسفل مرے تو اعلے میراث اوسکی لے اور اگر اعلے مرے تو اسفل اوسکی میراث لے ھم تو ارث من بجانبین اسیطرح اکثر کتابوں میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیا سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے امام کے نزدیک ثانی موالے ہو گا اول کا اور اول کی جانب مائل ہو جائیگی اسواسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع والصحیح کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اوسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ اخر فانہ یصح ویکون ولیا اعن سیدہ لا عقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک کیطرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہرے گا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں پر کلہ اہل کی جانب سے وکیل ہو واخواہ ثہ عن ذی الرحم لضعفہ اور موالاۃ سے موالاۃ کی ارث ناتہالی رشتہ دار سے موخر ہوا اوسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو انکے غیر پر عہدہ لازم نہ ہو گی اور ناتہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اوسکے ابطال کے مالک نہیں ولہ النقل عنہ بخلاف رحمہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عنہ او عن ولدہ لانہ یتحمل عنہ او عن ولدہ کما یاتی فلا یملک عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلے سے اوسکے سلسلہ اوسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلے نے اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہ ہو گی اسواسطے کہ موالے نے اوسکو مکرہ اور مغلوب کر دیا دیت کے دینے سے ولا لمعتق احد الزوجین ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد کیا ہے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب زوجہ ہونے والے عتاقت کے اسواۃ والمتولدہ من مجھول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے مولاۃ منعقد کی ہے [illegible] نسب نو کار جسکا باپ معلوم نہیں ہے یعنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہو

عقد ذکور ہیں وکذا الموالات بعقد الموالاۃ او انشأتہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لعدیدہ ۱۲ اور اسی طرح نابالغ مسلمان کا تابع ہوگا اگر اسکی زبان عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ میتا اوسکے ساتھ موجود ہو تو مان کا تابع ہوگا عقد میں ہبسط کہ وہ نفع محض ہو اوس صغیر کے حق میں جیسا کہ پاپ معلوم ہیں وعقد الموالاۃ شرط ہان یکون مجہول النسب بان لا ینتسب الی غیرہ اما انسبۃ غیرہ الیہ فغیر مانعۃ عندنا اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ قاعدہ اصل آنا مجہول النسب ہو یعنے اپنے سوا اور شخص کیطرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہیں کہ آتی ہوئی بات ہے ہم اور دوسرا قول حاکم کبری مین محیط سے یہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی والثانی ان لا یکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہے کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لا یکون لہ موالاۃ ولا موالاۃ مع احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اوسکے وسطے ولاے منافت نہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اوسکی طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لا یکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اوسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ہم نوا گر اوسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اوسکی میراث جماعت مسلمین کے وسطے شرح طحطاوی مین ہے کہ بقیط آزاد ہو اور جنایت اوسکی بیت المال پر ہوئی اور اوسکی میراث بھی بیت المال لیوینکے اہل اسلام کے وسطے ہم جیسا کہ مفہوم ہوا کذا فی التبیین جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اوسکی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اوسکی سے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط القبول والارث اور پانچوین شرط یہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو والاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل کان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کا ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے ہبسط کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے ہم نے جس طرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی کے وسطے اور ذمی کے وسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون مین فرق یہ ہے کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موصی کی موت کے بعد اور بوجود اختلاف دین کے موالات کا مدعی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الجلبی وفی الوھبانیۃ شعر ومعتق عبد عن امیہ ولاؤہ لہ والوبا بالمشیۃ یوجر ۱۲ اور وہبانیہ مین ہے اور ظاہر آنا دکہ نے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے وسطے ہو اور اسکا باپ مشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدا عن ابیہ المیت فالکلاء والاجر للاب انشاء اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے وسطے اور ثواب باپ کے وسطے ہوگا اگر اللہ تعالے چاہے بلا انقصان ثواب فرزند کے ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ عتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملے گا اور فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب عتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید نا ظم نے ہبسط لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے خبر احاد سے علم و یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مؤمن یکون لاجورھم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسی طرح صدقات اور دعوات والدین کے وسطے اور ایمانداروں کے واسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون ہبات کے کہ ثواب فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جاے کذا فی المضمرات ہم علامہ عبد البر نے کہا کہ بنا ے مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہے اور واصبین فانی الاضافۃ صوری دونون رسالے تصنیف کیے ہین اور پہلی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہے جسکا نام کوکب نیرات ہے خلاصۃ البغات مذکورہ یہ ہے کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ تحمل الانسان علی شئ یکرھہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہے انسان کو بر انگیختہ کرنے سے اوس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کروانا جو اوسکو برا لگتا ہو خواہ کوا سے

طبعی ہو یا شرعی وشرعاً فعل یوجد من المکرہ بفتح الراء فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعاً الی الفعل الذی طلب منہ اور شرعاً جس فعل کا کرانہ پر دھمکی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہیں جو طرف ثانی کے دل میں وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اُس سے چاہے اُسکو بجا لائے کرنیوالے کے ہم فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی قتل حکمی ہے، صورت مذکورہ ہی قبیل سے ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید نہ کی مگر مامور جانتا ہو دلالت حال سے کہ اگر اسکو قتل نہ کریگا تو آمر اسکو مار ڈالے گا یا اسکا کوئی عضو کاٹ ڈالے گا تو یہ بھی اکراہ ہے اور فعل سے مراد مکرہ بالفتح ہے جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا فی الطحطاوی مدہ غرہ من ہے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا ہو بوسطہ اوس تہدید کے جو رضائے غیر کو لیست ونابود کردے نہ اوسکے اختیار کو لیکن تہدید گاہ اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے یہ تین کا حاصل عدم رضا مستلزم ہو اکراہ کی سب صورتوں میں اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن بعضی صورت میں اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور بعضی صورت میں فاسد نہیں ہوتا منتہے اور تحقیق اوسکی شرح وقایہ میں بوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ میں جبر ہے حبس بالضرب کے اکراہ میں بلا شک کراہت موجود ہے قید رضا سعد وم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع وصف السلامۃ اسوسطے کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہے بقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس لمحہ میں جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو استناع اوس سے جمیع حیوانات کی پیدائشی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قوۃ ماسکہ نہ صرف بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہے اونچے مکان کے گرنے اور آگ میں کھسنے سے درصورت امکان تلف تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیاری ہے جو جبر سے قریب ہے کسی طرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اوسطے کہ انسان اوسپر خوگر ہی اس واسطے کہ اوسپر مجبول ہے باوجود اوسکے اہلیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں بوسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وھو نوعان تام وھو الملجی بتلف النفس او عضوا وضرب مبرح والا فناقص وھو غیر الملجی ۶ اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص کراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو امور کو مضطر کرے جان یا عضو کے تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے ھم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب تلف نفس یا عضو کی چنانچہ ہدایہ میں ہے ولہذا الاتفاق نے کہا کہ اکراہ ملجی جانچہ مؤدی تا تلف نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید متوالی ہے جس سے تلف ہونے کا خوف ہو اور غیر ملجی جانا جو مؤدی نہ ہو مگر ہاتھ پاؤں کرنے اور چپیڑ ہاتھ میں مارنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ھددہ بہ سلطان او لصا او نحوہ ۲ اور اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اوس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اوسنے تہدید اور تخویف کی ہو خواہ اکراہ کرنیوالا بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا اوسکے مانند اور شخص جا ہم مانند اوسکے زوج ہو یا ذی رحم محرم اوسکے حق میں اور صغیر غیر محتلم بسلطے اور مجنون بسلطے اکراہ ممکن ہو گا مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروانے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہ دیت تو قاتل عقل کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اولیا وارث ہوں اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ھددہ بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجأ او دوسری شرط خوف ہے مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ ہو زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال اگر اس کام سے جسپر مضطر کیا ہے مضطر رہ جائے ھم اور اگر ظن غالب ہو اوسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہاں سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشئ المکروہ بہ متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم الرضا اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے ستھ سے اکراہ ہوا وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ایسے غم اور اندوہ کی جو رضا مندی کو نیست اور نابود کر دے ھم شرح وقایہ میں ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اسکا اکراہ جس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ ثانی سے اختیار ہو وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو نوت رضامندی مضا د اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب میں رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اوسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہے اور موجب غم گاہے حبس ہوتا ہے اور گاہے ضرب

اور اکراہ میں مقدار جس پر کہ جس سے فسخ حاصل اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمیں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے
اسواسطے کہ نصب مقادیر رائے سے ممتنع ہے بلکہ یہ حالم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحطاوی من الزیلعی وھذا ادنی
مراتبہ وھو یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغبون بکلام خشن والارذال ربما لا یغبون الا بالضرب المبرح ابن کمال
اور یہ یعنی موجب غم مکرہ نہیں ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے سواسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے ہیں سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہیں ہوتے
مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق
الشرع کشرب الخمر او الزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح کا قبل از اکراہ اوس فعل سے جسکے واسطے اوسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اوسپر اکراہ نہوتا تو وہ
فعل پر گرز کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نہ کرتا چنانچہ شراب خوری
اور زنا کاری ہم اپنے مال کے بیع میں اکراہ غیر ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری میں اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلفا لا بسوطین او سوط علی
الاعلی المذاکیر والعین بزازیۃ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نزدیک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات
متناسل اور آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ مم سابقہ سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اوسکی کچھ حد معین نہیں اور تفرقات مذکورہ
متن کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتے ہیں اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ
حاجت نہ تھی او حبس او قید مدید بین بخلاف حبس یوم او قیدہ او ضرب غیر شدید الا الاذی بحبس او درد یا اکراہ ہوا حبس اور قید
طویل سے برخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے مگر عزت دار کے حق میں التبہ اکراہ ہے کذا فی الدرر ہم قید معاود
بیڑیاں پاؤں میں ڈالنا ہے حبس چنانچہ مشہور ہے عوام میں حتی باع او اشتری او اقر او اجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل
یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک کہ اوسنے اپنا مال بیچا یا خریدہ کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو
فسخ کرنے والے بعد زوال اکراہ عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابرا، مدیون اور کفیل اور
ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما اور حق فسخ کا باطل نہیں ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے
مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ میں اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اوسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری
ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور فسخ باطل نہوگا مشتری کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ جیسے بچہ اور پھل نو زیادت متصلہ
مطرق اور لے فسخ باطل نہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان لازم ہوگا مشتری پر اوسکی تعدی کرنے سے وسیجئ انہ لیس تردد ان
تناولتہ الایدی اور آگے آوے گا کہ مبیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اوسکی بیع ہو گئی ہو او امضی لان الاکراہ الملجی وغیرہ ینعدم
بعدمان الرضی والرضی شرط الصحۃ ھذا العقود وکذا الصحۃ الاقرار فلنا صار الحق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے تو عقود مذکورہ جاری
اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست و نابود کر دیتے ہیں اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہے اور یہ شرط اقرار صحیح ہونے کے
واسطے رضامندی شرط ہی تو اسی واسطے اوسکا حق ہوگا فسخ کرنا اور جاری رکھنے میں بخلاف عقود فاسدہ کہ وہ عقود فاسدہ پھیر دیا فت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ
نافذ ہیں ہم شیوخ کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود مختل الفسخ اگرچہ فاسد ہیں مگر قابل انعقاد مفید ملکیت ہیں اسکے کہنے سے تا وقتیکہ لازم مراد نہیں کہ یہ عقود
فسخ اور نفاذ میں مثل عقود فاسدہ کے ہیں اور یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہیں فساد عقود نہیں از صاحب الفیض کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مطلب یہ ہے کہ غیر متبدل
اعتماد مالک سے اور اگر یوں تاویل نکیجئے تو یہ کہنا مکرر ہوگا باوجود اندراج شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہوا ہیں یہ بات مذکور ہو چکی تفرقات قولیہ سے کہ منعقد ہو جاتے ہیں مع فاسد

مانند فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے منافی ہے بیان یہ البتہ ہی کہ اور عقود فاسدہ ہے یہ عقود مخالف ہیں جیسا حکم میں کذا فی المحیط اور مختصر الوقایہ وحینئذ یملکہ المشتری ان قبض فیصح عتاقہ اور ہبہ وبیع میں یعنی جبکہ مبیع عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا ہو مشتری مالک ہوگا اگر وہ قبضہ کرلے تو مشتری کو غلام بیع کا آزاد کرنا صحیح ہوگا ولکن لا یقدر علی التصرف فیہ کالبیع الفاسد لیکن تصرف میں جیسا فاسد کا نقص ممکن نہیں ہم چنانچہ میراث ہبہ اور عتاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا ذا ھو الاصح لا وقت القبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین فقط یعنی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزیادی بسبب فسخ بیع کے مشتری کے عقد فاسد سے فان ق

تعدی کے تاوان نہیں برخلاف ان دونوں غیبی دشمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتی کذا فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اور سوقت امانت ہوجبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اگر اکراہ وان لم یتوعد ۵ بادشاہ کا امر اگرچہ اوسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نکی ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہو کہ بادشاہ نے ایک شخص سے کہا کہ شراب پی یا سور کھا یا اس سے گا نہیں تو میں تجکو قتل کروں گا تو اوسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہو جبکہ اوسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاوں گا تو قتل ہوں گا پھر اگر روسنے نکھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ من ان ینغ الاسلام نے ذکر کیا کہ گنہگار ہوگا اور یہ بیچنے خریدنے میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر جاہل ضرورت کی باوسنے جاہل ہوگا اور نکھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہے کہ ماخوذ نہ ہوگا اور اگر مباح ہونے کا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اوسکو غم غالب کہ بادشاہ اوسکو کھانے سے قتل کرے گا تو خوف طمع سے تہدید قتل کی کرتا ہو تو اوسکو کھانا اور سنت نہیں اور اگر بادشاہ ایک شخص پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اوسکو ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اگر اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجکو قتل کروں گا تو اوسکو اپنا قتل جائز نہیں انتہی مختصرا اور ملتقی اور اوسکی شرح میں ہے اکراہ ہمیشہ زائل ہوا ہے پیچھا پڑنے سے مگر رشید میں گھس جانا اور ممالک چھوڑ دینا تو اوسکو غنیمت شمار ہوا ہے نزدیک جانبدار امام کرخی کے چاہے صبر کرے اور ہمارے صاحبین نے کہا کہ دوسرے پر لازم ہوگا کذا فی البطریوی الخصاف اور غیرہ لان لہ یعلم اما مور بہ لا اما مامور بہ لا الحال انہ لو صبر یستسلم امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ بضرب یخاف علی نفسہ او تلف عضو منہ فیباح لہ الفعل وہو بہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں بشرطیکہ امور دنیا سے ہو جانتا ہو کہ اگر اوسکا کہنا نہ کرے گا تو وہ اوسکو قتل کرے گا یا اوسکا ہاتھ کاٹ ڈالے گا یا اوسکو اس طرح مارے گا جس سے اوسکی جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہوگا کذا فی مبتغی الفتح اور اسی قول کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے کذا فی الجوہرۃ النیرۃ وہو المختار للفتوی کذا فی الزاہدی وہو الاصح کذا فی الکافی وہو الاظہر کذا فی الہدایہ وہو الاشبہ بالاصول کذا فی الذخیرۃ وہو الاحوط کذا فی الخلاصۃ وہو الاوجہ کذا فی الظہیریۃ وہو الاحسن کذا فی الوجیز للکردری وہو الاقیس کذا فی الاختیار شرح المختار وہو الاصح کذا فی الکافی وہو الاشبہ بالاصول کذا فی الہدایہ وہو الاظہر

تلف ہو جائے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیچ کرے اور ثانی ثالثہ کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام تر بیدریان جائز ہو جاوین گی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسوجہ سے کہ یہ مسئلہ تداولی ایدی بین مفروض ہے اور پہلا مسئلہ مشتری واحد میں مفروض ہے فیرجع المشتری الخاص من بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے بھرے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث یجوز الجمیع ویأخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ میں سے جائز نہ کرے اگر یہ عقد اخیر میں اجازت دیوے تو کل بیوع جائز ہو جاوین گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع حق بیع اور رضائے مالک کی سوا اسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر او شرب خمر یا اکراہ غیر ملجیٔ بحبس او ضرب وقید وغل اذ الضرورۃ تبقی الاکراہ غیر ملجیٔ پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے گوشت کھانے پر یا شراب کے پینے پر بوسط اکراہ ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہیں اکراہ غیر ملجی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ مخمصہ میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہوا تو ضرورت ثابت نہوئی کذا فی المنح نعم لا بعید للشرب للمشہر تامل یا البتہ یہ کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کی پیاس ہے تو اور سیر ہو جاوے گی بسبب اباحت کے سبب وان اکرہ ملجیٔ بقتل او قطع عضو او ضرب یبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض واکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فصل مذکور حلال ہی بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہے مسائل اکراہ کی تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جسمیں اقدام غریمت ہے یعنے جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اور سکا کرنا افضل ہے اور اگر نکرے گا یہانتک کہ قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور متناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم میں غریمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجرا رکلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور جو کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے تیسری قسم میں امتناع غریمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ قتل نفس معصوم محرم ہے اور سکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثر الا اذا اراد بہ معاینۃ الکفار فلا بأس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھانے کا اکراہ دور کرے تو پھر مضائقہ نہیں ہم وجہ عصیان یہ ہے کہ متناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو کو کھانے سے تلف کرنا حرام ہے کذا فی الزیلعی ولکن الویلم یعلم الا باجۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول باحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نجانتا ہو تو گنہگار نہوگا بسبب مخفی ہونے باحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے ہم باحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور اوسمیں اختلاف بھی علما اور صابر کے گمان امتناع معصیت سے خزانہ ہی تو معذور اور مجرد کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخصصۃ کما قدمناہ فی الحج جیسے شدت گرسنگی میں محرمات مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او بسب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فمجمع وقدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اوسکو جائز ہے کہ زبان سے

ظاہر کرے جبکا اوسکو امر ہوا اور دل سے توبہ کرے درمیان حالیکہ اوسکا دل مطمئن ہی ایمان کے ساتھ یعنے ثابت ہی بالتغیر عقیدہ ہم توبہ عبارت ہی اظہار
غیر ہوا اور خلاف مقصود سے شمول ورنہ لا یکفر وبانت امرأتہ قضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توبہ کیا اظہار کفر مین تو کافر نہوگا اور اوسکی
عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا ظاہر حکم من عند اللہ ہم توبہ کی صورت مین کہ کفر باللہ مین خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کا قصد کرے کذا فی الکھوی اور جبکہ
اوسکو کسی نے دشنام کا امر ہوا اور اوسنے کہا کہ دشنام کے وقت مین مے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃ کذا فی القستانی قضاءً
اسواسطے کافر ہوا کہ کلمہ کفر اوسکی زبان پر گذرا اور دیانۃ اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اوسنے ارادہ نہین کیا وان خطر ببالہ التوریۃ ولو لویس کفرا وبانت
امرأتہ دیانۃ وقضاءً لتوازل وجلا لیہ اور اگر اوسکے دل مین توریہ مخطور ہوا اور اوسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا
ہر طرح دیانۃ بھی اور قضاءً بھی کذا فی التوازل وجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب دل مین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت معدوم
ہوگئی تو وہ راضی بکفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یا ہی کہ مکرہ کے کہ میرے دل مین توریہ مخطور نہوا ولیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مین
باایمان تھا تو اوسکی عورت جدا نہوگی سو ہان مین اسواسطے کہ جب اوسکے دل مین سوا اوسکے کچھ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار
کفر کی رخصت ہوا اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اوس حالت مین لازم ہی جبکہ اوسکے دلمین توریہ مخطور ہو جاوے کذا فی البطاطی وی ویؤجر لو صبر لکن
لا جزاء المحرم اور ثواب پاوے گا اگر صبر کرے گا بسبیکہ کرنے اجرا محرم کے ہم عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما انمین مبتلا ہوئے عمار نے رخصت عمل کیا
اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیے گیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ تعالی کالفساد
صوم وصلوۃ وقتل صید حرم وکما ثبت فرضیتہ بالکتاب اختیار اور اکراہ علی الکفر کی مانند ہین رخصت اور صبر ہین باقی حقوق
حق تعالے کے جیسے صوم وصلوۃ کا فاسد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی
الاختیار ہم زیلعی مین ہی اور اسی طرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہی تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک اوسکے کرنے مین رخصت ہی اور وہ جناح اتلاف مال
غیر اور افساد صوم اور صلوۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محض سقوط نہین تو اوسمین اصلا اباحت منصور نہین اور سوا کفر کے اگرچہ عقلا
محتمل ہو لیکن موجود نہین تو وہ ملجی ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اوسکی رخصت ثابت ہوئی نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے چنانچہ حرمت
اور حبس سے رخصت ثابت نہوئی ولم یرخص الا ہم او بغیرہما کبغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجئ ابن کمال اذ التکلم بکلمۃ الکفر
الا یحتمل الا الحرمۃ اور اجرا کلمہ کفر مرخص نہین بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے
غیر ملجی اسواسطے کی نا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کر دے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم مین ہی چنانچہ آنکھ پہاڑ آلات سے
مارنا اور عدم حلت اجرا کلمہ کفر قول سابق یعنی ترک اجرا محرم کی علت ہو سکتی ہی تو اوسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی البطاطی ورخص لہ اتلاف
مال مسلم ارذھی اختیارا بقتل او قطع ویؤجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہی مال مسلم یا ذمی کے تلف کرنے مین
تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کریگا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لا المکرہ بالفتح
کالآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان لے ہم اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہم افعال دو قسم ہین ایک
فعل وہ ہی جس مین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اوس فعل مین مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہان اکراہ کرنے والے کی طرف فعل منقول
ہوگا تو گویا اوسنے بہ ذات خود وہ فعل کیا تو ان اوسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہی جسمین وہ آلہ نہین ہو سکتا تو وہان فعل اکراہ کرنے والے کی
طرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہین کھا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کر سکتا ہی اور نہ غیر کی

زبان سے بول سکتا ہو اور تلف مال پہلی قسم سے ہو اسواسطے کہ ممکن ہو کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے مال پر کراوے اور مال تلف ہو جاوے کذا فی المحیط وی لایرخص فی قتلہ او سبہ او قطع عضوہ ولا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اوسکے کاٹنے یا اوسکے ہاتھ کاٹنے کی اور ایسی فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار لیکن قنستانی نے مضمرات سے منقول ہی کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ سے بھی حرام ہی انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال جیسا کہ پچھلا باب گذرا ہی جلانا اور پانی میں گرا کر ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی المحیط وی یقاد فی القتل ان لم للمکرہ بالکسر او مکلفا علی ما فی المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فتطلان القاتل کالمکرہ اور قتل عمد میں فقط مکرہ بالکسر پینے اکراہ کرنے والے سے قصاص لیا جاوے گا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اوس قول کے جو نہایہ میں ہی فقط مکرہ بالکسر پر اسواسطے قصاص ہی کہ مکرہ بالفتح یعنے قاتل ہتھیار کے مانند ہی ہم منع انتفاء میں ہی کذا فی النہایہ سے منقول ہی کہ قصاص آخر پر ہی خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا مجنون انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہی کہ قاتل مکرہ کا قتل بمقتضاے اوسکی طبیعت کے ہی اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آلہ محض گیا اوس فعل میں جس میں وہ آلہ ہو سکتا ہی یعنے اتلاف میں گناہ میں اور یہ اسواسطے ہی کہ وہ ہتھیار وہ ہی جو بمقتضاے اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اوسکی طبیعت ہی جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اوسکی طبیعت جلا دینا ہی اور چنانچہ پانی کہ اوسکی طبیعت ڈبو دینا ہی اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنے والے پر قصاص واجب ہونا ہی تو اسی طرح یہاں یعنی اکراہ بلجی میں آخر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور برکذا فی المحیط وی وآلہ الشافعی علیہا اور عالم شافعی فتح آمر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کہا ہی وبقولہ ابو یوسف عنہما للتسبب وہو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہی بسبب تسبب کے یعنی بسبب تسبب عدم وجوب ہم اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہی ہو اسواسطے کہ فعل اوسی سے پایا گیا ہی حقیقۃ وحسا وحکما یعنی درحق گناہ تو اوسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ محلا الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بیقینہا اور اگر زنا پر اکراہ بلجی ہوا تو مامور کے واسطے رخصت نہیں اسواسطے کہ اسمیں جان کا قتل کرنا ہی اور اسکے ضایع ہو جانے سے ہم اسواسطے کہ ولد الزنا حکما بالک ہی سو اسواسطے کہ اوسکا کوئی باپ والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہیں ازروے استحسان کے یعرف المحرم ولو طائعۃ لانہا لا یسقط جمیعا شرح وہبانیۃ بلکہ ذاتی مامور مہر کا تاوان دے اگر چہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ صداق ہر دونوں کے دونوں سے ساقط نہیں ہو جاتے کذا فی محیط السرخسی یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں موتی حد یا جہت سے وقد جانب المراۃ بہ رخص لہا الزنا بالاکراہ البلجی لان النسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من کل وجہ اھ لانی جعل اور عورت کی جانب میں رخصت ہی اوسکو زنا کی اکراہ بلجی سے اسواسطے کہ نسب ولد کا اوسکے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اوسکی جانب سے حکم قتل کے ہی لہذا بغیر اکراہ کے ساقط ہو گیا الحد فی زناہا لانہ زناہ لما لو مکن البلجی رخصۃ لہ لم یکن غیر البلجی شبہۃ لہ نہیں رخصت ہی عورت کو زنا کی اکراہ غیر بلجی سے یعنی مرد یا اور جس سے لیکن عورت کے زنا میں حد ساقط ہی مرد کے زنا میں اسواسطے کہ جب اکراہ بلجی رخصت نہوا مرد کے واسطے تو غیر بلجی اوسکے واسطے نہ ہوا مقوط حد کا بر خلاف عورت کے

فرع مسئلہ ملقط شارح کا ظاہر تعلیلہم ہو ان حکم الواطۃ حکم المراۃ لعدم الولد فترخص بالملجیٔ الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا بانہا کقتل بطریق ما ولکون فیہا عقلیا ولذا لا یکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فعلی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہی کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے مانند ہو بسبب نہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مرخص ہو اکراہ بلجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اس طرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہی زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور سو جہت سے کہ فساحت لواطت کی عقلی ہی اور اسی واسطے نظام بہشت میں نہوگا بر مذہب صحیح یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں ہم مصنف کی کتاب الاکراہ میں ہی کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ

ہو تو اوسکی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس روایت بن غلام اکراہ بلی سے ممنوع ہوا یا وجود دیکھا ہلاک ولد کا سودی نہیں اور نہ مفسد فراش ہی اور ظاہر اطلاق تنف فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء وقربہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالغ کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہی اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کر نا کذا ذکرہ ابن کمال ہم لیکن جوہرہ کی روایت اسکے مخالف ہی کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہوگا ہم اسکے کہ اوسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأ ہا اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت بھرلے اور نصف مہر سے بھرلے اکراہ کرنے والے سے اگر اوسنے مطلقہ کی وطی نکی ہو ہم یعنے عتق غلام من نہیت لے مکرہ بالکسر سے اور نصف مہر سے لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر سے نہو تو وہ لے جو اسپر متعہ لازم ہوا کذا فی الدرر وکلن ہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئتہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہی اکراہ سے نذر مکرہ کی اور تسلم اوسکی اور ظہار اور رجعت اوسکی اور ایلاء اور سکا اور رجوع کرنا اوسکا ایلاء بین قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المنتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہی نہ فعل واسلامہ ولو بیعا بکلمۃ بطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ وہی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ میں تفصیل ہو کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی ذمی کا سو وہ قیاس ہی اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوا اسکے چند مسائل کے کہ یہ مسلمان بنیں سے نہیں ہی تو ہمنے استحسان ہی ہوا کذا فی الطحطاوی ویلا قتل لو رجع للشبہۃ تمام فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی یہ دن اوسکے قتل کے اگر وہ سلام سے پھر جاوے قتل نہیں بسبب شبہ چنانچہ باب المرتد میں گذر گیا ہم شبہ یہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے اسلام قبول نکیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہو تا بلکہ بطلاق وعتاق وما فی الاشباہ من خلاف فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کے واسطے اور جو اشباہ میں اسکے مخالف مذکور ہی سو قیاس ہی اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہو وکیل کی تخلیق اور عتاق سے ہم اشباہ میں ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق و عتاق وقع نہیں ہونا وجہ قیاس یہ ہی کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی ہزل سے تو اسی طرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اوسکی وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انقیاد بیع نہیں بلکہ اوسکے فساد کو موجب ہی تو اسی طرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شروط فاسدہ کا اثر وہ وکالت میں نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعدہا فی باب الطلاق فظا عشرین اور قاعدہ کلیہ مقصود مذکورہ کی صحت میں یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہی ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہی اسمیں فسخ کا احتمال نہیں اور جس میں فسخ کا احتمال نہیں اوسمیں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقد کہ ہزل و اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں اوسکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اٹھارہ شمار کیا ہی و باب الطلاق میں ہمنے وہ کو نظم میں نہیں گنایا ہم غیر محتمل الفسخ ہیں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہیں ہوتا اسواسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی کہ دم لزوم عقد میں اور عدم لزوم عقد میں اور مکرہ کو قادر کر دیتا ہی فسخ عقد کا تو اکراہ اوسکو قدرت دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اوسمیں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی الفتح لا یصح مع الاکراہ ابراؤہ مدیونہ او ابراؤہ کفیلہ بنفس او مال کان المواعاۃ لا تصح مع الہزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا الفضامن اسواسطے کہ براءت صحیح نہیں ہزل یعنے بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہوگی وکذا الواکراہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور اسی طرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو وہ

طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اوسکا باطل نہوگا والمرء مؤتہ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلا یضرہ رجعۃ لانہ
والقول لہ استحسانا قلت وقد منا عن النوازل خلافہ فلیتأمل فتدبر علیہ اور نہ اوسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہو اکراہ سے اور حالانکہ اوسکا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن اور ثابت رہو تو اوسکی زوجہ چھوٹ نجاوے گی ہو سکتے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی میں اوسکا قول معتبر ہو قیاس کی
دلیل سے میں کہتا ہوں اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہو نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہو استحسان سو ہو سکتا مل کر ہم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے
تفصیل نقل کی ہو کہ درصورت توریہ زوجہ قضاءً چھوٹ جاوے گی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد نکیا باوجود اوسکے دل میں محفوظ ہونے کے تو دونوں
طرح سے چھوٹے گی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او قتل رجل بعد او لیقر بقطع ید رجل بعد فاقر بذلک فقطعت یدہ او قتل علی ما ذکر
ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بہا وبالقتل لا یقتص من القاضی استحسانا للشبہۃ حاشیہ
قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو ہنے کا اقرار کیا تو اوسکا ہاتھ کاٹا گیا
یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جاوے اور اگر مقر چورانے کے ساتھ متہم ہوا
اور چوری اور خونریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نلیا جاوے کہ استحسان کی دلیل سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی النہایہ میں شبہ یہ کہ شاید اوسنے کیا ہو
جسکا اوسنے اقرار کیا ہو قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب وتبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر والا فلا لانہ قادر علیہ قال وکذا الزنا وسائر
المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیچ کر تو وہ اکراہ ہو اگر شروب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہو چنانچہ شراب اور اگر مستحق
حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی التبیین صاحب قنیہ نے کہا اوسی طرح کا حکم ہو زنا اور باقی محرمات کا ہو درصورت اکراہ جو اوسنے نجانا تو اوسپر حد زنا وغیرہ زائل ہو اکراہ کے
مختار ہی چاہے بیع کو منع کرے چاہے قائم رکھے صاحب سراج السلطان ولم یعین بیعہ مالہ فباع لحق لعدہ وتعلیتہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور
اوسکے مال بیچنے کی تعیین نہیں کی سوا اوسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہو یعنی لازم ہو گی بیع بلا خیار فسخ اور اوسکے عدم تعیین کے سبب سے
حکم لینے بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو وہ بیع میں طائع اور راضی حکم اسواسطے کہ اوسے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی
ہو سکتا ہو کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول من ابن اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا
یہ ہو کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے دوں میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یوں کہے کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اور اوسکی بیع میں
کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم یصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اوسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا
یہانتک کہ اوسنے اپنا مہر معاف کر دیا تو بخشنا صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونوں کو شامل ہی لیکن
قاضی کے فتاوے میں ضرب متلف کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہو ان ہدد ہا بطلاق او تزوج علیہا وتسر فلیس باکراہ خانیۃ
اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے
کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف میں درست ہیں اور فعال شرعیا کراہ نہیں ہو سکتے ومجمع الفتاوی منہم اتیۃ
المرءۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کلما کرہہا قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ
الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادت الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فاوفت
ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ ہم افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ فتحۃ الاقران
فی بحث الہبۃ اور مجمع الفتاوی میں ہو کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اوسکے والدین کیطرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اوسکو اپنا مہر بخشدے سو اوسنے کچھ

مہر بخشیدہ یا تو ہبہ باطل ہی اسواسطے کہ وہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس واسطے ماخوذ ہوتا ہی باستغناء حارث کا جواب یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مدت سے پھر جب اوسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اوسکو منع کیا مگر اس طرح کہ وہ شاہدونکو اپنے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اوسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری پھیر لی ہی سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اوسکی مانند ہی جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوے دیا ہی ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام منحۃ الاقران ہی ہبہ کی بحث مین ہم ظاہر امرض سے دو مرض مراد ہی جس مین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہی اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہی اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہی اور بیع اور شراء اور اجارہ اقرار اور ہبہ کی مانند ہی اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہی اور اسیطرح

بکارت تیب نہین کذا فی الطحطاوی الدمکرہ یاخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الرد وقت الاخذ وقت الاخذ انہ یرد ہ علی صاحبہ والا یضمن

جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اوسپر تاوان نہین جو اوسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دے گا اوسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان اوسپر لازم ہوگا یعنی پھیر دینے کی نیت سے اوسنے مال لیا پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو اوسکا تاوان اوسکو نہین کہ لینے والے پر ہی نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا یضمن مجتبے اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہو کہ اوسنے پھیر دینے کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اور اوسپر تاوان لازم نہوگا کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر الکراہ ظاہر قرینہ ہی کہ مکرہ صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع اذا دام یعد مادام حاضرا عندہ المکرہ والاظہر یحمل لیزول القدرۃ والالجاء بالبعد منہ وبہذا یتبین ان

الاعذار کالاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او من سولہ فلیحفظ اور مجتبے مین ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اوسکو لینا اور دینا اوس وقت تک جائز ہی جبتک اوسکے پاس اکراہ کرنے والا ظاہرا حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہو تو لینا اور دینا حلال نہین بیشک یہ عذر نہین ناشی قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اوسکے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر جاکر یدگار و نکو کچھ عذر نہین ناشی مال چھین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود ہونے کے وقت تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مبسوط مین ہی کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہی نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگر چہ اوسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کرے گا اگر مجھکو پاوے گا یا ان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نکرے تو اوسکو پکڑلاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالے جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اکراہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع والا شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ المحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہوا اگر صاحب بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھرلے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اھل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لستت نبیا فکذبک او الاقتلناک او لا سبیہ قتل خیارک وان قیل لغیرنبی ان قلت ھذا لیس نبی ترکناک نبیا وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لاستباع الکذب علی الاعتقاد کہ کفار حربیون نے اوس نبی سے کہا جسکو وہ نہین جانتے اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر کہے گا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون نہ کہے کہ یہ نبی ہی تو ہم تجھے نبی کو چھوڑ دین اور اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہی تو ہم اوسکو قتل کرینگے تو اوسکو یہ کہنا جائز ہی بسبب متتبع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر تحقیق انبیا کا بیان واقعی منظور ہی تو ظاہر ہوا اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہی تو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی سے

لہ مثلاً زید نے عمرو کے مال پر اکراہ کیا تو عمرو کو اختیار ہی کہ زید سے مال لیکر ضائع کردے یا خود ضائع کردے تو زید پر تاوان ہی

مال چھین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود ہونے کے وقت یاد رکھنا چاہیے

تاوان کا اسوقت واجب ہونا جبکہ مال لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال لیکر پھیر دونگا

مال چھین لینے مین یہ نیت کرنا کہ پھیر دونگا

تاوان کا اسوقت واجب ہونا جبکہ مال لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال لیکر پھیر دونگا

لزاني الطحطاوي قال حي لو قال وقعت جائزتك لا زنى بها وقعت لكن لو قال اسبيو لعبيه عمل كافر جبراً تے مسلمان روے کہ اگر تو اپنی لونڈی مجھکو دے تو میں تجھکو دے دوں تو مجھکو ہزار قیدی مسلمان چھوٹ جائیں تو لونڈی دینا حلال نہیں ہم سوا سطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تخلیص پہ قادر مطلق قادر ہی چاہے اونکو خلاص کرے چاہے بلا مبر عطا فرمائے فوقع بتق عبده مكرها لم يعتق في الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح قول اس میں وهل الاكراه باخذ المال معتبر شرعا فاهر القنية نعم لو اخذ حبسين لينے کا اکراہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں ظہر قینہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہاں معتبر ہے حیث قال لو كان السلطان في مدينة فقتل بالاتلاف بعضو في تهديده بكل تكلم بتيم کا مال سلطان کو دے سوا دسنے دیا تو وہی پکڑتا وان حبس او ضرب فدى ماله او بعضه فسلم له فاخذ منه ثم هلك لم يضمن اور اگر وہی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال بتیم تسلیم کرلے اگر وہی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑے گا اور مال متروکہ کو سلطان کفایت کرے گا تو جائز نہیں اور اگر دے گا تو ان شاء اللہ اوسپر لازم ہوگا اور اگر وہی ڈرے کہ تمام مال چھین لے گا تو وہ معذور ہی بتیم کے مال دینے میں اور سپرتا وان نہیں اور اگر سلطان بتیم کا مال وہی سے آپ چھین لیتا تو ہر صورت میں وہی پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی وفي الوهبانية قيل المديون اني هرافع فاجبره فالاكراه حينئذ مفقود اور وہبانیہ میں کہا ہی اور اگر مدیون کہا دائن کو میں تیرا بھید ظاہر کرتے والا ہوں حلم سے ورنہ تو مجھکو اپنے دین سے بری کردے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا ہم شرنبلالی میں ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کاوثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ حق اور دین نہیں اور اگر تو نہ قبول کرے گا تو میں حاکم سے ظاہر کروں گا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا بہت سونا ہی لیتے اور حاکم اوس مال کی تلاش میں ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونے کا اقرار کیا تو ہمارے نزدیک اکراہ ہوا اور دسو جائز ہوگا اور اپنے دین کا دعوے کرے یہ جواب اوس صورت میں ہی کہ عالم چغلی کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی شعر وصح في الاستحسان اسلام مكره وان قتل ان ارتد بعد وعجبر او ترجمہ استحسان میں صحیح ہی اسلام لانا مکرہ کا اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جائے تو قتل نہیں ہوگا اور اوسپر جبر ہوگا قبول اسلام میں ہم یہ مسئلہ مشروحا بیان ہو چکا مبسوط میں ہی کہ فلانے کہا کہ تیرا خراب پن یا بیمار ہونا رکھا اور نہ میں تیرے بیٹے یا باپ یا سبی اور قرابت دار محرم کو قتل کروں گا یا تیرے باپ کو مبس کروں گا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درہم کو بیچ کر سو اوسنے غلام کو بیچا تو قیاس میں بیع جائز ہی اور استحسان میں باطل ہی اور تصرف مکرہ نافذ نہیں ہم سوا سطے کہ یہ اکراہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا والله اعلم واستغفر الله العظيم

كتاب الحجر

یہ کتاب ہی حجر کے احکام میں مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد ہو سوا سطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہی کذا فی الشرنبلالی اور اکراہ سبب ہی حجر کے ہو سوا سطے کہ اکراہ قوی تر ہی حجر سے ہو سوا سطے کہ اکراہ سبب ہی حجر کے احکام میں ہم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد ہو سوا سطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہی کذا فی الشرنبلالی اور اکراہ سبب ہی حجر کے ہو سوا سطے کہ اکراہ قوی تر ہی حجر س

اور تلف کیا ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع میں مصرح ہے یا رضا یا مگر یوں جواب دیا جائے کہ کلام یہیں ختم ہو گیا ہے اپنے فی الحال جس کے فی الحال ماخوذ ہونے کا ابطال ہے طحطاوی نے کہا کہ کمال اسی وقت ہوتا ہے جبکہ غلام اپنے نفس میں کہے ماخوذ نہ ہونا تلف فی اسے مانند قتل و سبب صغر و جنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ و حملہ کسبہ کما فی الحاوی اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی و ہوائگی اور ضعیف دیوانگی چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا طفل تمیز دار کے مانند ہے یا نہ کتاب الماذون میں آوے گا و دق اور سیچ کا رقیق ہونا جیسے کہ گذرا یعنی جو مملوک غلام ہو نا ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے نفع و ضرر کو نہیں پہچانتے لہذا شرع میں ان کے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر بنا یا قال ہے لیکن جبکہ جواب ملکے پاس ہو وہ ہوئے کی ملک ہے تو بہ رعایت حق مولے اوسکا تصرف جائز ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوبی لا یفیق بحال ما اللذ یفیق و یعتق فخلیفہ صبی نہ مہایہ تو صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار تو اوسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایہ اور غایۃ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو کبھی دیوانہ ہو اور کبھی ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور نہر میں ہے کہ وہ غافل کے مانند ہے شبلی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین میں کہا کہ اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہوا ور وہ حال افاقہ میں کوئی عقد منعقد کرے تو وہ عین تقاضا حکم ہوش غافل کے مانند اور اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت نہیں ہوتا تو حکم اوسمیں توقف کا ہے صغیر کے مانند تبیین کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتداد بقولہما او اقرارہما او نظرہما اور نہ صغیر اور مجنون کا ان دو کا رنا یا صحیح ہے بہ رعایت اونکے حال کہ یعنی عدم صحت طلاق اونکا اور اقرار کے منظر ترحم اور شفقت کے ہے اونکے حال پر وصحح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اوسکا اقرار فقط اوسکی ذات کے حق میں نہ اوسکے مالک حق میں فلو اقر بمال الخ اعتقہ لو لغیر مولاہ ولو لہ ہدر تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اوسکا مطالبہ نہ کیا جائے گا اوسکے آزاد ہونے تک اگر نہ ہوئے کے مال کا اقرار ہوا و اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی ہوسکے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی الدر و بحر و قولہ فی الحال بقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام نے صداور قصاص کا اقرار کیا تو صداور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جائے گا سبب باقی رہنے غلام کی اصل حریت کے حق میں اصل حریت پر و من عقد عقدا یدور بین نفع و ضرر کما سیجئ فی الماذون منتہی ہوا ۱۲ المجبر بن وھو یعقلہ یعرف الا بیع مسلک للصلاح والشراء جاکلیہ اور رد اور جو کہ ان مجبور بن مذکورین میں سے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ پھر کتاب الماذون میں آوے گی اور حالانکہ عاقد اوسکو تعقل کرتا ہو یعنی نہ سمجھتا ہو کہ بیع ملک کو سلب کرتی ہے اور شراء ملک کو مستلزم ہوتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر دے اور ضمیر ہو کی طرف صغیر اور غلام و معتوہ کی طرف پھرتی ہے یہ سمجھے کہ مجنون مغلوب میں تعقل نہیں کو نہیں ولی سے مراد قاضی اور باپ اور دادا اور وصی اور مولے ہیں اور اگر قاضی منع کرے تصرف کا اذن دے اور اوسکا باپ نہ ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یعقل فباطل نہایۃ یعنی اگر شخص مجنون معتوہ کا سمجھتا ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ھؤلاء المجبورین سواء عقلوا او لا ادر بہ شیئا مما تقوم او من مال الولد نفس منہ اذ لا حجر فی الفعل اور اگر یہ مجبورین مذکورین جو نہ سمجھتے ہوں کذا فی الدر و تلف کردیا یعنی شخی معلوم کو مال ہو وہ شخی یا جان تو ضمان دینا لازم ہوگا سوا سکے کہ تصرف فعلی میں جیسے کہ ان کا تلف کرنا مقتضی ہو تلف کو لکن ضمان العبد بعد العتق علی عبد لیکن غلام پر تو اوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہوگا چنانچہ گذرا گیا و فی الاشباہ الصبی المجبور ماخوذ بافعالہ فیضمن اتلافہ من المال فی الحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما افترضہ وما اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن او بشباہ بین کہ صغیر مجبور ماخوذ ہو مطالبہ ہو اپنے افعال سے تو اوس چیز کا تاوان جس سے اوسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کرے گا تو دیت اوسکی ہوا دی جائے گی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر اوسنے تلف کیا وہ مال جو اوسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اوسکے پاس ودیعت رکھی گئی بعد اذن اوسکے

ولی بکے اور تلف کی دے چیز جو صغیر کے دسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بھی گئی ہو اس سے بیرون اذن کے ہم مراد فی الجارون مسلمون کی قید سے خرج الملتقط اور اذن میں تاوان الملتقط ہوگا شرح تنویر الاذہان میں ہے کہ اگر چیز بگڑ گئی یا سبب ایداع یا اقراض تلف کرے گا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی البطحاوی ویستثنی من ایداعہ اذا لاوجہ صبی محجور اشتراہ وھو مالک غیرھا فالمالک تضمین الدافع او الاخذ اور ایداع صغیر سے ستثنے ہے وہ صورت جبکہ صغیر محجور نے خرید کی شدہ چیز آپ کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیر کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم مسلمین میں قید بھی ہو کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی البطحاوی ولا یحجر علی حر مکلف بسفہ ھو تبذیر المال علی خلاف ما یقتضی الشرع او العقل ولو الحنیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ولو خاف ان یحجر علیہ عند حاکم تام فولہ فلا یشتغی الا مشتغا کا اور حجر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک کذا فی الہدایہ حاصل سبب سفاہ ہے اور سفاہت سے مراد بیان اسراف مال اور اسکا ضائع کرنا ہی خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدر والرد اور اگر امر اخیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بنائے مساجد ہی کا مثل امور دین میں مال صرف کرے تو اسکا تصرف منع کیا جائے گا صاحبین کے نزدیک اسکے بعد بیان اسکا شہاد کے فواشتی ہیں ہم سفہ تخفیف لغت میں عبارت ہے جہالت اور خفت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہی مخالف شرع یا عقل کے تو اوسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری زنا کاری سفاہت ہے اصطلاح میں اہل نہیں جو مولی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا فقیہ ہو یا تصرف بلا غرض کرنا یا اسی غرض میں صرف کرنا جسکو عقلاء دیندار غرض نہیں سمجھتے چنانچہ مغنین اہل ملاعیب کو مال دینا اور اوڑنے والوں کیلئے نوکر ونا گران قیمت خرید کرنا اور خرید وفروخت میں بلا محمت نقصان اٹھانا اور ہی سفیہ تحاشر صغیر ہوگیا اور اگر بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جائے گا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی البطحاوی وفسق ودین وغفلۃ اور محجر مکلف مجور تصرف نہوگا کذا فی الکاری اور اوروھا ریتے اور غفلت کے سبب امام کے نزدیک ہم دین سے وہ دین مراد ہی جو اوسکے اموال محلوکہ سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ متنبہ ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو قصرفات نافعہ کو نہ جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی البطحاوی بل بمنع صفت فاجن یعلم الحیل الباطلۃ بتعلیم الوکیل او بتجربۃ من نفسہ او تستطیعہ الزکوۃ بلکہ منع کیا جائے تو دینے سے یعنی فاجن یعنی منفی ہیا کہ جو گونکو باطل حیلے سکھاوی جیسے اتدار سکھانا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے چھوٹ جائے یا اوسکے زکوۃ دینا ساقط ہو جائے ہم زیلعی نے کہا منفی فاجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکھاوے اور حرام کے حلال کر دینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں ہو اور الوصی کالقاضی قاضی شان میں ہے کہ منفی فاجن وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوے جہالت سے دیدے علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتوے دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع کیا جاتا حلال کرنے سے طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو وہ دوا اسکے مالک کو دیتا ہو جو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جسکو وہ امراض پر شدت کرے تو اوسکا مرد دور فکر سکتا ہو لٹ فی البطحاوی فتاوے قاضی خان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہی جو گونکو مضار اور مہلک ادویہ دیوے اور وہ اوسکو شفا اور دوا جانتا ہو ومکاری مفلس لا منع کیا جائے مکاری مفلس یعنی جانو کہ کار کرنے والا ہم عمومی شرح مجمع میں کہا کہ جسکے اسباب تجارت میں ہیں یعنی طلائی اور مجلوکی اور جنون اور لکھے ساتھ ہمیں ہیں یعنی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس روایت امام اعظم سے اور تینوں سے تین اور ملحق ہیں مختکر یعنی جو قحط میں غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع میں تعدی کریں بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اوسکو نہ بیچے تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفاہ منفلس اور مدیون بھی محجور تصرف ہیں ابن ضیائے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جواب امام سے مروی ہے کہ اوسکے نزدیک حجر نہیں بلکہ تین منفی فاجن ہے طبیب جاہل اور مکاری مفلس ہے سو مراد ہم سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی ہم نفوذ تصرف سے سکے کہ اگر منفی فتوے دے چکر کے بعد اور وہ فتوے مخیک یہ ہو تو جائز ہے کسی طرح اگر طبیب دوا بیچے چکر کے بعد توبیخ اوسکی کی جاوے معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع جس سے ظاہری ارادہ کیا ہے طرح حجر وہ لوگ ہے کام سے روکے جاویں ۲ سطے کہ منفی حیلہ کھونڈ کو لوگوں کے دین میں فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل اندیشہ ہلاکت ہے اور مکاری مفلس اوسکے اموال تباہ کرتا ہی ہو سطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اوسکے پاس اونٹ نہ ہو اور جانور جسپر برداری کرے اور اوسکے پاس مال نہ ہو جسے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اوسپر اعتماد کر کے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی ساجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سے مکاری ظاہر

وقت آتا ہی تو وہ چھپ رہتا ہی اور لوگون کے مال ناف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کی مانند تو اسکا حق ہر مسلمان پر ہی بواسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو تناقض لازم نہوا الذخیرۃ الطحطاوی وعندھما یحجر علی الحر السفیہ والغفلۃ بدہی یقتضی صیانۃ المال اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوے ہی اور اسکے مال کے بچانے کے واسطے وعلیہ الفتوی بالمفتی بالمفتی بہ فیکون فی احکامہ کصغیر اور جو حجر قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کے مانند ہین یعنی اس پر نابالغ کے نفوذ ومحمل التصرف من قاضی کو اختیار ہوگا چاہے جاری رکھے چاہے منسخ کر دے نہر عند الاختلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویطلقہا لظہر ان یہم در یافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات مین ہی جن مین فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور ہبہ وغیرہ کی باطل کر دیتی ہو وے ہم پہلے امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نفوذ کرنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص بتصرفات مذکورہ ہی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرذلک وامامالا یحتملہ ولا یبطلہا لظہر الغاء یحجر علیہ بالاجماع فان اقال الاقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد وندبیر ووجوبی بذکوتہ وفطرتہ وحج وعیادات وزوال ولایۃ ابیہ وجد ہ وفی صحتہ اقرارہ بالعقوبات وفی الاتفاق وفی صحتہ وصایاہ بالقرب من الثلث فہو ہذا کالمالع اور ان تصرفات مین کہ جو فسخ کے محتمل نہین اور انکو ہزل باطل نہین کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہی مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے وجیب ہونے اور اوسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے مین اور اقرار بقوبات یعنی حدود اور قصاص کے صحیح ہونے مین اور اتفاقی یعنے نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کے صحت اقرار مین اور مستحسنات کے وصایا کے صحیح ہونے مین ثلث مال سے کہ سفیہ ان امور مذکورہ مین بالغ کے مانند محجور ہی یعنے جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہین اوسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انمین صاحبین کے بھی نزدیک حجر نہین وفی کفارتہ بالاشباہ اور سفیہ کفارہ مین غلام کے مانند ہی کذا فی الاشباہ ہم خزانۃ المفتی مین ہی کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ مین قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی والحاصل ان کل ما یستوی فی الہزل والجد یعتد من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیۃ اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ جس تصرف مین ہزل اور جد برابر ہی وہ محجور کا بھی نافذ ہی اور جو برابر نہین وہ تصرف محجور کا نافذ نہین مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید ولم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہو شیار نہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاے یہان تک کہ وہ ۲۵ پرس کو پہونچے ہم درین کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر خاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل کی انتہا کو پہونچتا ہی جبکہ وہ ۲۵ برس کو پہونچ جاتا ہی خزانۃ المفتی مین ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اوسکا مال اوسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اوسکو کچھ مال سوداگری کے واسطے دیکر آزماوے پس اگر اوسکو مصلح پاوے تو اوسکا مال اوسکو دے اور اگر مفسد پاوے کہ مال ندے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اوسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی الہدایۃ وصح تصرفہ قبلہ ای قبل المقدار المذکور من العدۃ تو صحیح ہی تصرف بالغ غیر ہوشیار کا مال اسکے یعنے اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا تصرف کرے گا اپنے مال مین تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر ضیق الطبع کے نزدیک ۲۵ برس تک غیر رشید کہ نہیں جو تھا بلکہ تادیب کے واسطے تھا وبعد تسلیمہ الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا کما مر کما فی ہبۃ الاشباہ کلام الخیتی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہان تک کہ اگر اوسکا ولی اوسکو مال نہ دے اوسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا اور صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہین چنانچہ مجتبے وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہی جیسا کہ ہی ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیدا فقالا لا بد من حتی یونس رشدہ ولا یحجر تصرفہ بعد ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائے گا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار بھی نہوا اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائے گا یہانتک کہ اوسکی ہوشیاری معلوم نہوا اور اوسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہین اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہو جاے والرشد الذی

فی قولہ تعالٰی فان انستم منھم رشدا ھو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو نہ کورہی حق تعالے کے اس قول میں کہ اگر تم یتیموں کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اوس سے یہ ہی کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ھم اصلاح فی المال سے مراد یہ ہی کہ مال کو سلامت میں صرف کرے نہ حرام میں اور مسرف فضول خرچ نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونوں مراد ہیں کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس لحق المدیون لیبیع مالہ لدینہ اور قاضی محبوس کرے آقا دیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے ھم اکراہ ناقص کا واجب ہی دیون پر اور حماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہی تو حاکم کو میدون کا حبس کرنا من غیر ظلم کے وہسطے لازم ہوا وقضی دراھمہ دینہ من دراھمہ یعنی بلا اکراہ ولو کان الوکان دنانیر اور حاکم اوسکے دین کے روپے کو میدون کے روپے یا روپیوں سے ادا کرنے یعنی بلا امر میدون کے اور اسی طرح اگر دین اشرفیاں ہوں تو میدون کی اشرفیوں سے ادا کرے وباع دنانیرہ لدراھم دینہ وبالعکس متحدا جنسا لا اختلافھما کما فی الشمنیۃ اور قاضی میدون کی اشرفیاں بیچ ڈالے اور دھار کے روپیوں کے واسطے اور روپے بیچے اشرفیوں کے اوکرنے کے واسطے استحسانا کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے میں اشرفی اور روپیہ دونوں متحد ہیں لا یبیع القاضی عرضہ ولا عقارہ للدین خلافا لھما وبہ اوی بقولھما یبیعھما للدین یفتی اختیارہ ومصححہ فی تصحیح القدوری بیچے قاضی میدون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتوے ہی صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی میدون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا ے دین کے واسطے بیچ ڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار میں ہی اور صحیح کیا ہی اس قول کو تصحیح قدوری میں ویبیع کل مالا یحتاجہ فی الحال اور جو جب قول مفتے کے حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز جسکی میدون کو فی الحال حاجت نہیں ہم ادا ے دیون کے واسطے اول نقود کی بیچ ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہیں وہ بیچی جاے تو بدا اور اونی قالین موسم گرمی میں بیچا جاے اور شمبلہ جہان موسم سرما میں اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاے متی کی انگیٹھی سے میدون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقوبحال یلزمہ بعد الدیون مالم یکن ثابتا ببینۃ او علم قاض فیذا حلہ الغرماء کما لا یخفی فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اون دیون کے جنکے وہسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال نہ کور گواہوں سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہو اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا لینے اونکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لے گا تا تیسرا دس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ مجرم نہیں ہی فعل میں چنانچہ ذکر ہو چکا ھم قول متمم ہی کہ قاضی کو بیچنے کی دست پرد نہ ہونا گواہوں کے حکم دینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی افلس و معسر ھن مسئلۃ القبض یا لاھون من بائعہ ولم یودھنہ فباعہ اسوۃ الغرماء فی ثمنہ ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ متاع ہی جو اوسنے خریدی اور قبضہ کیا ہوا وس متاع پر اوسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اوسکا ثمن ادا نہیں کیا تو اوسکا بائع اور دین والوں کی برابر ہی متاع کے ثمن میں ہم یعنی بائع فسخ کرکے متاع کو مفلس سے سکنا بلکہ وہ بمتاع بیع ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون کو اوسکا ثمن حصہ رسد دیا جاے گا اور باقی دین کے وہسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائے گی اور یہ جو صریت میں وارد ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہی اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت میں ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہی تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہی جو بطریق غصب یا عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اوسکا مال ہو اور بعینہ وہ مال مفلس کا مال نہیں ہی اور نہ اوسکی وہ متاع ہوگی بلکہ کسی چیز قرضہ خریدی کا مال ٹھہرے گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیچ اور قبض اوسکا ثمن کے وہسطے جائز ہی اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہی حجر القاضی علیہ ثم دفع الی قاض آخر فاطلقہ واجاز

صانع الحجر ولکن انی انخانیہ وھو ساقط بالبلوغ والمنع جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شراء وغیرہ سے اوسکو روک دیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا اوسنے اوسکو کھول دیا مطلق العنان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط اور رہ گئی ہو در رو مجمع الفغار سے وما صنع الحجر فی مالہ من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی وبعدہ کان جائزا ان حجرا لاول بجھد ضعیف فیتوقف علی امضاء قاضی اخر اور جو تصرف محجور نے اپنے مال میں کیا بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اوسکے وہ جائز ہوگا سو بسبب کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہوا پس موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یصح الحجر علی الغائب لکن لا ینجر بالحجر حتی یعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور نہوگا جبتک اوسکو معلوم نہوگا کہ قاضی نے اوسکا تصرف منع کر دیا ہو کذا فی الخانیہ اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اوسکے تصرفات نافذ ہیں اور اگر بتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اوسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یدفع الحجر بالرشد ورشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہیں اوٹھجاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اوسکو اوٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی الرشد وادعی خصمہ بقاء ہ علی السفہ ویرھنا یبنغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ شبانا اور اگر دعوے کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اوسکے مخاصم نے اوسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونوں گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاء سفاہت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہو کذا فی الاشباہ جس طرحاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ ایک وصایح تھا پھر فاسد ہو گیا قاضی نے اوسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اوسے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے اوسکو خریدا تھا بحالی صلاح کی حالت میں اور محجور نے کہا بلکہ حجر کیحالت میں تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دو تون گواہ لاوین تو بینہ کے صحت کے گواہ مقبول ہیں تتمہ اور ذخیرہ ناظرین ہو کہ بقاء سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہیں **مشتری** من یدعی اقرارہ قبل الحجر فعن یدعیہ وقتہ فھو احق اور وہابنیہ میں ہے اور جو دعوے کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص اقرار کا دعوے کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہے ہم شارح وہابنیہ نے مطلب یہ بیان کیا ہو کہ اگر محجور نے کہا صلاح ہو جانے کے بعد میں نے جو استہلاک باہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر میں کیا تھا اور صاحب بحر نے کہا کہ تو اسکا اقرار اپنی اصلاح کی حالت میں کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے در حقیقت وہ منکر ہوا تو اوسی کا قول مقبول ہوگا اور دو تر ہو بالغ کے ہو کذا فی الظہیری **شعر** ولو باکر والقاضی اجاز وقال لا + تودی فادا ہ من بعد فجستر اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز کی اور قاضی نے کہا کہ مشتری نے کہا کہ تو اوسکا ثمن محجور کو دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا ہم اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادائے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا حق قاضی کے واسطے ثابت ہو گیا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا اپنے اوسکا ثمن دوبارہ اوسکو دینا پڑے گا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز نہ کی اور اوسے ثمن سے مشتری کو منع نہیں کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہوا اسواسطے کہ اجازت بیع در حقیقت دفع ثمن کی طرف ہے کذا فی الظہیری **فصل** ہم فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے میں ہم بلوغ لغت میں پہنچنا وصول ہوا اور اصطلاح میں عبارت ہے انتہائے صغر طفلی سے اور جو نابالغ طفلی ایک سبب تھا سباب حجر سے اور اوسکی ایک نہایت تھی تو اوسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اوسکے بیان میں ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ھو الانزال بالغ ہونا لڑکے صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی چھٹکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہم اصل انزال اسواسطے ہو کہ احتلام معتبر نہیں ہے بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہیں ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اوسکے علامات سے ہوئے والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولو یدعی الانزال صدق الا ان علم انہا ولد فیہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحاً ذکر نہ کیا اسواسطے

کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے موئی زیر بار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار ھم کما مر فلو اختلفا فالقول لہ فیما یظھر اگر صغیر اور صغیرہ میں سے کوئی احمر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو یہی قول پر فتوے دیئے ہوئے ہیں ہمارے اہل زمانہ کی عمروں کم در صورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہوا اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہوا اور امام سے بھی یہی روایت ہوئی جو فتوے عادت غالبہ ہی اسی پر ہے کہ علامات بلوغ کی اس مدت میں اکثر ظاہر ہو جاتی ہیں تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اور جن شیخ کے حق میں جسمیں علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کہا ہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوے قرار دیا وھی اثنتا عشرۃ سنۃ وقیل تسع سنین وھو المختار کما فی احکام الصغار اور کمترین مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہیں اور صغیرہ کی نو برس بھی قول مختار ہی چنانچہ احکام صغار میں ہے ھم شیخ مجمع بن ہمکہ بھتا کا التقاء ہی کہ بالغ یا اس کمترسال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہیں اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہی اور اختلاف ہی ہیہ اور سات اور آٹھ سال ہیں اور کافی میں یعقوب سے منقول ہی کہ کمترمدت گیارہ سال ہی کذا فی الطحطاوی فان راھقا ای بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا فان لم یکذبھما الظاھر کذا فی العمادیۃ وغیرھا بعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط سنۃ لیصح اقرارہ بالبلوغ وھو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وھبانیہ پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہوں یعنی اس اوسط مدت کو پہونچ گئے ہوں اور دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو اگر انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب نکرے گا اسی طرح عدم تکذیب کی تصدیق میں قید لگائی ہی عمادیہ وغیرہا میں اسی بارہ برس کے بعد ایک سال منتظر رہا وے سکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہی کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہوا اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ یعنے اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا اقرار کریں اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہوں تو انکی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا اسکے بلوغ پر دلالت نہیں کرتا وھو حینئذ کما قالوا حکما فلا یقبل حجود البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ بعد مضی سنۃ بعد بلوغ صغیر اور صغیرہ وقت تعین لاقرار بلوغ کے وقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کی مانند ہیں حکم میں پس انکا بلوغ کا قبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اوسکی حالت کے تو اوسکی نسبت ایسا نقض نہ ہوگا جو فتاوے قاضی خان میں ہی کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اسکے کہے کہ میں بالغ نہیں تھا جبکہ اوسنے بلوغ کا ظہار کیا تھا وہ مخمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اوسکا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہی تو اقرار اور سکا صحیح نہیں ہی جموی میں ہی کہ دونوں کے احکام بالغوں کی مانند ہیں ہاں قہستانی نے صغرات میں کذا فی الطحطاوی و فی شرح الدرر الاصح قبول قول المراھقین قد بلغنا مع تفسیر کل بما ذکر للجاریۃ او شرح بذلک لہ یعنی صاحب قہستانی کا یہ قول مقبول ہی کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہیں کسی شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا ہے دون قسم کے یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ لڑکے اور لڑکی کا ہو فی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقیل ابن ثنتی عشرۃ سنۃ لا تقبل الا بالبینۃ وبعد تعظم الابالبینۃ وفی خزانہ میں ہی صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہیں کرلیا ہو اگر اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہی انتہی کلامہم سائحہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفرہ السلام

کتاب الماذون

یہ کتاب جو عبد ماذون کے احکام میں ہم ماذون وہ غلام ہی جسکو مالک اوسکا سودا گری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذون سبقت حجر کو مقتضی ہی الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت میں عبارت ہی اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے ما ھو ھنا اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہو وشرعا فک الحجر الثابت فی التجارۃ کما فی الکافی وغیرہ عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرح عین اذن عبارت ہو شرع تصرف کے دور کر دینے سے یعنی تجارت میں اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف بدا نہیں ہوتا عبد ماذون کتاب تجارت کے سوا میں

کتاب الماذون

کذا ذکرہ ابن کمال اھ یعنی فک حجر سے اطلاق حجر مطلقاً مراد نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق و تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے **واسقاط الحق** اور شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے اھ اور اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے فقط مولے کا حق اسواسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونو کو شامل ہے **المستقط وھو المولے الو المأذون قیقال الولی او صیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولے ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر الشافعی ھو توکیل وانابۃ** اور نہ مضاربت اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے وکیل کرنے اور نائب کرنے سے اھ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے اسمیں کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اوسکے خلاف نہیں کر سکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہوتے **لتصرف العبد لنفسہ باھلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تقریر علی کونہ متصرفا** یعنی جب مولے نے اذن دیا تو حجر منفک ہو گیا پس تصرف کرے گا غلام اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اسکو تصرف کسی وقت کے ساتھ موقت نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولے کے حق کے سبب سے پھر جبکہ مولے نے اپنا حق ساقط کر دیا تو غلام اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصراً **ولا یرجع الیہ علی سیدہ بفک الحجر** اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع اوسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کر دینے مولے کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولے نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو غلام کوئی چیز خرید کرے گا تو اوسکے ثمن کا مطالبہ مولے سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے تصرف لنفسہ پر **فلو اذن لعبدہ تقریرا علی فک الحجر یوما او شھرا صار ماذونا مطلقا حتی تحجر علیہ لان اسقاطات لا تتوقت** پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہو گیا مطلقاً ہمیشہ یہانتک کہ مولے اوسکو منع کرے اسواسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح فرماتے ہیں کذا اذن غلام متفرع ہے **فک حجر پر ولو تخصص بنوع فاذا لاذن فی نوع عمم اذنہ فی الانواع کلھا لانہ فک الحجر لا توکیل** اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اوسکا اذن عام اور شامل ہو جاوے گا تجارت کی سب قسموں کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہو سکے ھم پس اگر دربارہ تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو یہ خشکی کی تجارت کا بھی اذن ہو گیا اگر یہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے واقف بھی ہو کذا فی القنیۃ **وشرط علماءنا فی الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی استخدام** پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے اذن تجارت ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی جلب منفعت ہوئی وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت میں یعنی اگر مولے نے لسا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کرتو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کرتو وہ ماذون فی التجارۃ نہیں اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلانے کام میں مزدوری کرتو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر تو عقود متعددہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن ہو اذن عام ہو جاتا تو بڑی تنگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خریدکر لانے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جاتا کذا اور استخدام کا مضمون نوت ہے اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی **وثبت الاذن دلالۃ فعدہ را سکوتہ وبیعہ عالما بہ فلو مالک مولاہ الحجر حتی یاذن بالمنطق** ہزلیہ **ودر سرھن الخانیۃ** اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے جو حس غلام کو اوسکے مولے نے ملک بھی کو بیچ کرتے دیکھا تو اگر مولے نے غلام کو نہ ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک نہ جان لے اذن دے چنانچہ ہزلیہ اور درر میں ہے خانیہ سے اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جسمیں سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عرفی زادہ اور درر اور سکوت اس تصرف کو

اذن کی تین قسمیں ہیں اذن خاص اذن عام اذن مطلق

اذن خاص سے کسی قسم کی تجارت کا اذن ہوگا اذن عام سے ہر قسم کی تجارت کا اذن ہوگا اذن مطلق سے ہر قسم کی تجارت کا اذن ہوگا اور ہر قسم کی خرید و فروخت کا اذن ہوگا

سوا اور تصرفات میں بھی ماذون ثابت نہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی وہی عن ابی السعود ولکن سیوی بینھما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی وترجیح فی الشرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اوما ذکیہ الفقہ فلیحفظ لیکن مال ہونے اور مال کے برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ متقدمین ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اس طرح کہ جو روایت کہ متون اور شروح میں ہو وہ مقدم ہو اور اس روایت سے جو فتاوے کی کتابوں میں ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یہ مستدرک بموقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فصل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ بنا زیہ اور در کی مغائر ہے اسواسطے کہ بنا زیہ اور در کا موضوع نفس فصل مسکوت عنہ ہے اور یہ متفضی فصل اول کے فرق کا تو اگر یعنی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فصل مسکوت عنہ میں اور اوسکے مابعد میں اور اگر مولے کا مال ہوگا تو غلام ماذون نہ ہوگا مابعد میں نہ اوس فصل مسکوت عنہ میں کذا فی الطحطاوی وبشتری ما اشار الیہ ماذون خبر لمبتدا محذوف یعنی تو جس غلام کو اوسکے مولے نے مالک یعنی کو حق کرتے اور جو چاہا اوسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا دلالۃ لفظاً شرح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا ہے نعت محذوف کا ای ھو ماذون الا اذا کان المولی قاضیا اشبہ کا سکوت مولے کا اذن ہوگا مگر جبکہ مولے قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک الشیء واشرائہ فلا ینفذ علی المولے بیع ذلک المتاع لانہ یلزمہ ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وھو باطل ولیکن غلام ماذون نہوگا اوس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اوسکی خرید میں تو مولے پر اس متاع کی بیع نافذ نہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہو قلت لکن قیل القھستانی معزیا الی الخزانۃ بالجھد یوں الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم ماذون یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اوس خرید کے ساتھ جو مولے کے مال سے ہو یعنی تو اوسمیں بھی خرید صحیح ہوگی اور برعکس جیسے ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور جس مسئلہ کو توفیق دے فرق بیان کرنے کی کم زیلعی میں ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اوسکو منع نکیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام ہی عقد میں ماذون ہو گیا عمومی نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں بیع داخل ہو جاتی ہے مولے کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کرا اوسمیں مال مولے کی ملک سے تو اوس بیع میں سکوت اذن نہو الیکن اوسمیں خلع ہوگا کہ بیع اور شرا دونوں میں ادخال اور خراج ہے زیلعی نے کہا شاید یہ وجہ فرق وہ ہی جو فقہا نے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شرا سرع النفاذ ہی بیع سے اور سری الدین نے اس عقد کو موقوف رکھا ہی مولے کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت قوی دے تو نافذ ہو اور اگر باطل کرے تو باطل ہو کذا فی الطحطاوی وان ثبت صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ جمیعا اور اذن ثابت ہوتا ہے تجارۃ سے تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ میں نے تجکو اذن دیا سودا گری میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سودا گری میں اور چیز معین کی خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی تعلم سودا گری کی بیان کی کذا فی الفتح اما لو قید فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن میں قید لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر ہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فلو بیع وشتری ولو بغبن فاحش خلافا لھما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہیں ہے ولو کل لھما ورھن وارتھن ودبر وتوب والد ابنہ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت میں غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گروے رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس گروی رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے سواسطے کہ یہ دو اگر تو نکی عادت ہے ویصلح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دکر صلح کرے اوس قصاص سے جو واجب ہو ماذون کو غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منھا فلا اور ماذون بیچ کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیچ تو جائز نہیں ہم اور بیع اگر قیمت سے بطریق اولے جائز ہی ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل

اور مولے عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولی حبس المبیع لقبض ثمنا من العبد اور مولے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اوسکے ثمن کے لینے کے واسطے
عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح مجمع معزیا للمحیط لو سلم المبیع قبل قبضہ ولا یحب علی عبد لا دین فخرج محجورا حتی
لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وھذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یخرجہ الی ھنا بیع فھلاک ثمنہ اور ثمن باطل ہوگا اگر مولے مبیع کو
قبل قبض ثمن تسلیم کرے سو یہ کہ اس صورت میں ثمن دین ثمہ سے گا اور مولے کا دین اوسکے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو مبیع مولے کے ہاتھ سے مفت نکل گئی نہ ثمن
ثمن مبیع ہو نہ کسی اور دنی چیز تو ثمن باطل نہو گا بسبب متعین ہو جانے مبیع کے عقد بیع سے اور یہ سب کچھ یعنی ذوقی بیع مولے سے اور صحت کی ماذون سے اوس
شرط پر ہی جبکہ ماذون مدیون ہوا اور اگر مدیون نہو تو مولے اور اوسکے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ ہم جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو اپنی کی
مانند ہوا تو مسامحت دونوں میں جائز ہو گئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولے کا مال ہے تو خرید و فروخت اپنی ذات سے لازم آئی و لو باع
للمولے منہ باکثر خط الزیادۃ او فسخ العقد ای یؤمر السید بان یفعل واحدا منھما لحق الغرماء اور اگر مولے سے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر
قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین والوں کے حق کے سبب سے
فما کان من التجارۃ تو مولے زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اوس چیز میں جو تجارت کی قسم سے ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم ہم نے کہا نہیں نہیں
دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اوس مبیع سے جو طعام اور لباس کی سے ہو کہ اوس میں فسخ بیع نہیں تو اوسکی تتبع اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل شہادۃ عبد
ای العبد المأذون بحق مما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہو گی ہر ایک حق کی کم چنانچہ ماذون کی غضب اور استہلاک کرنے کی گواہی اوسکے
اقرار غضب وغیرہ کی گواہی اور اسی طرح بیع یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گو اہی ماذون پر مقبول ہو اگرچہ اوسکا مولے وسوقت حاضر
نہو ولو محجورا لا تقبل فی حق علی مولاہ بل علیہ فیتبع بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اوسکے مولے پر
مقبول نہیں بلکہ غلام محجور پر مقبول ہو گی سو اوسکا سو خذہ ہو گا غلام سے اوسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال
او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ او بضاعۃ علی المحجور تبع بہ العبد وقیل علی العکس اور اگر مولے اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو
اگر استہلاک مال یا اوسکے غصب کا دعوے ہو تو مولے پر حکم ہو گا یعنے مولے سے خطاب ہو گا کہ اوسکو چھڑا دے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرنے کا
محجور پر دعوے ہو تو غلام پر دعوے مسموع ہو گا یعنی عتق کے بعد اوسی سے مواخذہ ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولے پر مسموع ہو گا ولو مشہدا وعلی اقرارہ بعد
العتق لو یقضی علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی دیں غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی حق کا اقرار کیا ہے
تو اوسکے مولے پر حکم نہو گا مطلقا خواہ مولے حاضر ہو یا غائب پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ویأخذ الآجر من اجارہ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری ویبیع
ویزارع ویقاسم ویخاصم فیکل ذلک بنفسہ بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کی اور وہ بیع خرید کرے جسکو چاہے دیوالیہ ہو اور مزارع اور ماذون اوسکے غلام ہونگے اور دکانوں
اور گھروں کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے کاشتی بطحاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون کسی سے شرکت عنان کرے شرکت مفاوضہ ویستأجر ویؤجر
لو فسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم چند بیچارے ماذون اجمار طلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح سو سطے کر دی کہ اس میں
امام شافعی کا خلاف ہے یعنی اوسکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ویقر بودیعۃ وغصب قد بین اور ماذون اقرار کرے ودیعت
اور غصب کا دین کا یعنے یہ اقرار صحیح ہو ولو علیہ دین لغیر زوج وولد والد وسید فان اقرار لہم یالی بین باطل عندہ خلافا
لھما اور اگر ماذون پر دین ہو سوا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولے کے سو اکسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار اوسکا صحیح ہے سو سطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج
اور بیٹے اور باپ اور مولے کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف نہ سب صاحبین کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو

تو اونکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہو ولو بعین صح ان لو یکن مدیونا وھما منہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شئی مغصوب کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولے کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیہ ویھدی طعاما یسیرا بما لا یعد مسرفا ومفادہ انہ لا یھدی من غیر الماکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اس طرح پر کہ وہ اسراف اور فضول خرچی تصور نہو تو صحیح ہے مسئلہ مفاد ہونا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ سکنا ذکرہ ابن کمال اور تعین کیا اسپر ابن شحنہ نے ھم ابن شحنہ نے تحفہ دینا نہ کور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو دینے بیان کیا ہے کذا فی البطحاوی والمجور لا یھدی شیئا اور مذاہم مجور کچھ تحفہ نہ دے کیونکہ قلیل نہ کثیر طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمجور قوت یومہ فدعا البعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بخلاوفا لو دفع الیہ قوت شھر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مجور کو ظلم مجور کیلئے کا کھانا دیا گیا سو اسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں بر خلاف اوس صورت کے اگر اوسکو مہینہ بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا یأس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدھا اور وجھا بالیسیر کذا فی التحفۃ اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اپنے گھر سے اپنے مولے یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ھم یعنی بدون اطلاع شوہر تصدقا یعنی دینا جائز ہے سو اسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر تصدق دینے کی نارضامندی ہو یا نہو کچھ معلوم تو اتنا بھی جائز نہیں ویضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اوس شخص کی جو اوسکو کھانا کھلاتا ہے وتحفۃ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر حالہ اور کچھ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے ھم سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال ہو تو درھم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر اسکا تجارتی مال نہو تو ایک دانک کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی البطحاوی عن الخلاصۃ ویحط من الثمن بقدر ما یحط التجار اور ماذون کم کردے ثمن سے مبیع کے سبب سے جسقدر سودا گر کم کر دیتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے وبحابی ویؤجل مجلسے اور ماذون بیچے اوسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ھم قاموس میں ہے کہ محاباۃ ہے عطاء بلا عوض اور بلا احسان ہے اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور خصوص رسیلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو اوجنس کا بیچنا ہوا اوسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ بقابل ثمن اور تاجیل اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی البطحاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نکرے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور نہیں ضرر ہی مولے کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولے اور سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو ھم اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی یا غلام نکاح نکر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے سو لا یکاتبہ الا ان یجیز المولے ولا دین علیہ وولایۃ القبض للمولے اور ماذون مکاتب نکرے اپنے مملوک کو مگر اس طرح کہ مولے اوسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولے کے واسطے ثابت ہو ولا یعتق بمال الا ان یجیز المولی الآخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نکرے مگر یہ کہ مولے اوسکو جائز رکھے تا آخر شرح وعاتہ کو یعنی مولے اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولے کے واسطے ہے نہ ماذون کے واسطے ولا بغیبۃ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا بقرض ولا یھب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بہ العوض ہو ولا یکفل مطلقا بنفس او مال اور ضامن نکرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ بالمضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نکرے اوس قصاص سے جو اوسپر واجب ہوا ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارتہ او بما ھو فی معناھا مثلہ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستئجار وغصب

الثانی غرم ودیعۃ وغصب فی امانۃ بجحدھا عبارۃ الدرر وغیرھا بلا میم فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتریۃ بعلم استحقاق فکل ذلک یتعلق برقبتہ کدین الاستہلاک للغیر ونفقۃ الزوجۃ بمعاوضۃ وجنایۃ خطاء ودین کفالۃ بامر المولی وبیع فاسد وقرض واجارۃ واستیجار وتوالی یعنی تجارت کی قسمالین پانچ بیع اور قسم اور اجارہ اور استیجار اور توالی یعنی تجارت کی قسمالین پانچ ودیعت کا نام اور اس غصب اور امانت کا نام اور بجحدا نکار کرنیکا اور وہ عبد ماذون جب ہو کہ اتفاق کے بعد تیسری لونڈی کی طلب سے ہر ایک دین نکور متعلق ہوا ماذون کی گردن سے دین استہلاک لغیر مانند نفقہ زوجہ کی مانند افاون جیسا جاویگا اس دین میں یعنی اسکو فاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہی وعرم ودیعت وغصب وامانۃ وغیرہا بجحد بلا میم کے سوا گاہ رہا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہو تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں فقط غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہو گیا ولہم استعاءہ ایضاً یعنی اور دین والوں کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کما فی الزیلعی یعنی آپس میں کسب کرانا اور لینگے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہو وھذا لان زوجتہ لو احتارت استسعاءہ لنفقتہ کل یوم ان یکون لہا ذلک ایضاً بحر عن النفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہو کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خورد اک کے واسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بخرزۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع المکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دون مولاہ یعنی ماذون نکور کو بین ماذون ہمجا جاویگا اسکے مالک کے سامنے یا اسکے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے بخلاف کسب ماذون کے اسمیں حضور مولی کی حاجت نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہو اپنے کسب میں اور اسکی ذات کی بیع میں اسکا مولی صاحب معاملہ ہی ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والوں میں حصہ رسد ویتعلق بکسبہ حصل قبل الدین او بعد او دین نکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی حاصل ہوئی یا وہ کسب کے بعد ویتعلق بما دھلیہ وان لو بحضور مولاہ او نائبہ اور دین نکور متعلق اس چیز سے ہو جو ماذون کو ہبہ کیگئی اگرچہ اسکا مولی نہ ہو وھذا قبل ذلک ولکن یشترط حضور المولی او نائبہ الخصم زکیہ یعنی عدم حضور فیصلہ کریگا اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع میں اسے دین کے واسطے مولی کا خاصہ ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہو واسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہو یعنی کمائی میں ثم انما یباع بالمکسب عند عدم بیتہ فمن قبضہ پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ اداے دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے وقت کہاں سے گردن سے دین اور کیا جاویگا یعنی ماذون کو ہبہ کی ہوئی چیز فروخت کرنا ہوگا یا نہیں اور ابن الہمام نے کہا ہو کہ اصل یہ ہو کہ ماذون کی ہر چیز اسکے دین کے واسطے بیچی جاویگی مگر جو چیز کہ اسکے ہاتھ میں ہو بطور امانت کے جیسے مودع کے پاس ودیعت رکھی ہو اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہی سواسطے کہ غاصب کے مودع کے اتنے سوا اسکو مال کر لا یتعلق الدین بہا حتی مولاہ صنہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس سے لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اسنے اپنا خالص حق لیا طولیا لماذون بما بقی من الدین ذاکراً خون کسبہ وثمنہ بعد نفقۃ کزید ثانیاً اور تاوان ماذون سے اس دین کا جو ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار دہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی سواسطے کہ اگر اسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اسکو نہ خریدیگا کہ بیچکر اسکی متنع ہوگی بالکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا ولمولاہ اخذ غلتہ مثلہ بوجودہ بعینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان للمولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراھم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذھا بعد لحوقہ استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فیعسر بابہ کتاب اور ماذون کے مولی کو شامل ماذون کی کمائی لینا باوجود اسکے مدیون ہونے کے جائز ہوا اور اس سے زیادہ ہو تو وہ دین والوں کا

ع ۱۲ منہ

ان یاخذ الخ ای ان یاخذ المولی الاقل من الغلۃ او الدین کما فی الزیلعی

حق ہے یعنی اگر مولی غلام پر مہینے دس درہم مثلاً لینا چاہے قبل اسکے دین کفن سکوس درہم کا لینا دین لازم ہونے کے بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسکو کے لیئے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع بالتصرف کردے تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند ہوجاوے تو دین والوں کا نقصان ہوگا و تجر لان علم هو بنفسه لدفع الضرر عنه ولكن اهل سوقه ان كان لا اذن شائعا اور عبد ماذون مجور ہوجاویگا مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود انھان کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کردینے کا علم ہو اگر مولی کا اذن مشہور ہوا یا یہ دین ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوتا کہ ضرر اس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون مجور ہو سکے بدون اسکی اطلاع کے تو پھر وہ تصرف کیا بعد حجر کے وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم يعلم به اي باذن لا العبد حده كفى في حجر علمه به فقط ولا يشترط معه ذلك علم اكثر اهل سوقه لانتفاء الضرر اور جب ماذون مولے کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے مجور کرنے میں فقط اسی کا علم نہایت کرنا ہوا اور اسکے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے وفي البزازية بلغ عبده الماذون ان لم يكن عليه دين صار محجورا علم اهل سوقه بسعايه لم لا لصحة البيع وان عليه دين لا كما لو يقصده المشتري لفساد البيع اور بزازیہ میں ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسی کا دین ہو تو وہ مجور ہوجاویگا خواہ اہل بازار کو اسکے بک جانے کا علم ہوا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو مجور نہ ہوگا جب تک کہ اسکو مشتری اپنے قبضہ میں بسلامت بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد میں قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہو وهل للغرماء فسخه ان دينهم حالة نعم لا اذا كان بالثمن في فاء ابرائه والعبد اداء المولى وقائمه في الراجيه اور کیا دین والوں کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر انکے دیون بالعادت کے فی الحال ہوں تو ان کو فسخ انکے اختیار میں ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دین ممکن ہو یا دین والوں نے اسکو معاف کردیا ہو یا مولی نے دین ادا کردیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پوری بیان اسکا سراجیہ میں ہے وجنونه مطبقا وكذا بجنون للماذون وطوقه البضع ابن ارلم يجن قنا او ان لم يعلم لحد به لانه موت حكما اور ماذون مجور ہوجاتا ہے بسبب اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دار الحرب میں ملجانے سے مرتد ہوکر اور اسی طرح ماذون کے جنون بیع اور اسکے لاحق ہونے سے دار الحرب میں مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو مولی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے ہم محمد حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں کذا في البحر وحكما بالباقون لم يعلم احد بكونه ولو عاد منه او افاق من جنونه لم يعد ماذونا وفي الصحيح زيلعي و قهستاني اور ماذون مجور ہوجاتا ہے حکماً اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو اور نہ مجنون ہوجانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش میں ہوجاوے اپنے جنون سے تو ماذون سابق عود نہ کریگا صحیح قول میں کذا في الزيلعي تبيانی ہو یا ستیلاء کما یاتی وذلك منه فادعاه كان حجرا دلالة مالم يصرح بخلافه اور جاریہ ماذونہ مجورہ ہوجاتی ہے استیلاء سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاء حجر ہوگا حکماً باعتبار دلالت حال کے جبتک مولی اسکے خلاف کی تصریح نکرے ہم استیلاء اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت میں جاری ہے کہ ام ولد پر بے دین ہتھی ہوا ور مالک اسکے کھلنے سے اور لوگوں کے ساتھ خلط ملط کرنے سے خود ذمہ فعل میں راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی پس اگر مولی استیلاء کے بعد تصریح کردے اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا في الخلاصة وفي الذخيرة بالله بيد ماذونه مجور نہیں ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبر کو پردہ میں رکھنے کی عادت نہیں اور اصل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بها قيمتها فقط للغرماء ولو عليها دين محيط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ہم ولد اور مدبر کی فقط قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ دونوں پر دین محیط ہو سے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو بھی سعایہ زیادہ ہونے کے بعد ہوگا افاده بعد قوله حجر و ان ما مه امانة او غصبه دين عليه لخ صح خبر مجور ہونے کے ماذون کا یہ قرار کرنا کہ جو اسکے پاس ہے یا غصب ہوا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا افادہ بعد قولہ صح اسکی خبر ہے فيقضيه منه فلا يهجم نو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مغنوص سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا

اقرار مذکور صحیح نہیں فی احاطۃ دینہ بمالہ وقیمتہ کاہلاک سیدہ ما معہ ماذون کا دین محیط ہوگیا اسکے مال اور اسکی ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا بخلاف اسکے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک ہوتا ہے اسکا تعلق ہو کر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو جائے کے متعلق ہو جس مال کو دین محیط ہی وہ اسکی حاجت میں مشغول ہے تو مولی اسمیں خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ تجریرہ کذا و قالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا ولو معسرا فلہم ان یخدموا العبد المعتق ثم یرجع علی المولی بکل تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون ہے دیون کی کمائی سے ہی اسکے مولے کے آزاد کرنے سے اور صاحبین کہتے ہیں کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہوتا ہے تو اسکے آزاد کرنے سے اسکا غلام آزاد ہو جائیگا اور وہ مولے پر اسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولے معسر ہو یا مفلس ہو اور اگر تنگدست ہو تو ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد ہے ماذون سے یا ماذون لیں پھر غلام آزاد ہو مولے سے پھر مولے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو آزاد ہو جاتا بخلاف خرید کے مع یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ ہمپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون سے متفرق ہے یا دین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما ذیدہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک و عدمہ اور اگر مولی تلف کر ڈالے اسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولی اسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دینا بخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک ہے ہو وان لم یحط دینہ بمالہ وقیمتہ صح تجریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولے کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون المأذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولے کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگرچہ یہ دین محیط ہو بہم اتفاق ماذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف تو فقط ماذون کے کسب میں استرقاق دین کے وقت وضمن المولی للغرماء الاقل من دینہ فقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کم اسکے دین اور قیمت سے یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اسواسطے کہ اسکا حق بہ تعین دین کم ہو دین سے اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ انکا حق متعلق ہوا اسکی ذات سے اور ذات کو انہوں نے تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاء واتبعوا العبد بکل دیونہم و یاتباع احدھما لا یبرء الآخر بالکفیل ہم مکفول عنہم اور اگر دین والے چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں پنے تمام دین کے واسطے اور مولے اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولی اور اسکا غلام کفیل ہیں ضامن کی مانند ہر مکفول عنہ کے ساتھ ہم معنی بطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے سوا نہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب عبد بما علی مولاہ قبل دینہم اذا لم تقم بینۃ بعد عتقہ لقرب دعوتہ اور جو کچھ دین ہے غلام پر اسکا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد جب ثابت ہو جائے دین کے اسکے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اسکی قیمت دے دیں کے واسطے کفایت نہ کرے گی وصح تدبیرہ لا تجریرہ ویخیر الغرماء کتعتہ لا ان من احتار احد الشقین لیس لہ الرجوع ولم یحل تعلمہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور نہیں ہے وہ مجرد التصرف نہ ہوگا اور دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی کو مانند آزاد کرنے کے اور تدبیر میں اتفاق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کر لیگا اسکو چنداں دست نہیں کذا فی شرح الطحاوی یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دیں تو اسکی محنت مزدوری سے اپنے حصہ لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی فی الحدایۃ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق بہ قیمتہما لانہما لا یباعان بالدین اور جبکہ ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو انکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق انکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ مدبر اور ام ولد بیع نہیں ہوتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور نیز لوگوں کا دین لازم ہو پھر انکو مولے آزاد کر دے تو مولے پر تاوان قیمت

لازم نہ ہوگا ولو اعتقه المولى باذنه الغرماء لعلمهم بتضمين العبد كما ذيلعي اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کردیا تو انکو اسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی ھم یہ مسئلہ عتاق سے متعلق ہو مسئلہ مدیونہ سے وللماذون ان یاخذ سیدہ باقل من الدیون وغیبه المشتری قیده به لانه لو حضر واعتق العبد كان لهم فسخ البيع كما مر صفن الجوهرة الباقم قيمته لتعذيه اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دین سے کمتر پر اور مشتری سے اسکو غائب کرڈالنے والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لینے سبب تعدی مالک مصنف نے غائب کرڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام پر قادر ہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد عليه بعيب قبل القبض مطلقا وبخيار رؤية او شرط او بعده بقضاء رجع السيد بقيمته على الغرماء وعادحقهم في العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھیر جاوے خیار الرویۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیر جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق غلام مذکور میں پھر ثابت ہوگا سبب دور ہوجانے مانع کے عدم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی النہر وان رد بعد القبض لا بقضاء فلا سبيل للغرماء على العبد لانه لم يعد على القيمة لان الرد بالتراضي كالاقالة وهو بيع في حق غيرهما اور اگر غلام پھیر دیا بعد قبض مشتری کے بعد الحکم قاضی تو دین والوں کے واسطے کوئی راہ نہیں غلام پر نہ رد بیع کی بہ استحسانا کی اور نہ مولی کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اسکا استرداد نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی البحر الطحطاوی وان فضل من دينهم شيء فهو له على العبد بعد العتق يتبع كما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیر لیں اسکی آزادی کے بعد جیسا کہ مذکور ہوچکا وضمنوا مشتريه عطف على الباقم اى انشاء ضمنوا المشتري ويرجع المشتري بالثمن على البائع يعنی دین والے ماذون دین بہ بغیب کے مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لیں اور مشتری اسکا ثمن بائع سے پھیر لے گا تو انہوں نے مشتریہ بائع پر عطف ہے ھم طحطاوی کے کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہو اذا جاز البيع واخذ والثمن كما تقدم العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اسکا ثمن لیں یہ قیمت غلام کی ھم زیلعی میں ہے خلاصہ یہ ہو کہ دین والوں کو تین چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور چاہیں بائع سے تاوان لیں چاہیں مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کریں گے تو دوسرا بری الذمہ ہوجائیگا دان باعه السيد معلما بدينه يعني مقرا به او منكرا كما سيجيء لتعلق المطالبة وسقط خيار المشتري لانه الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جناکہ کینی مقر ہو کر یا منکر ہو کر چنانچہ انکار مسئلہ عتق میں آویگا اعلام دین کی اسواسطے فسد گئی ناخواست مشتری کی ثابت ہوا وخیار مشتری کا ساقط ہوا ھم تولہ مقرا یفسر قبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو یوں کہنا شارح کو بہتر تھا واحتراز من قيد المشتري بنا احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ خصومت نہ ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی فللغرماء رد البيع یعنی اگر مالک نے دین بتایا کہ زید پر اتنا دین ہے اور مشتری دین کا منکر تو دین والوں کو رد بیع میں اختیار ہے ان لم يصل شيء من الثمن دليل الرضى بالبيع میں اختیار رہے بشرطیکہ دین والوں کو اسکا ثمن نہ پہنچا ہو سواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے کما اذا كان فيه محاباة قبض ثمن رضا مندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن میں محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والوں کو رد بیع جائز ہے اگر ثمن قبض کرلیا ہو دین والوں نے اسواسطے کہ وہ کہیں گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ قیمت سے کم نہیں ہوگا اور اسکا عمل وہ ہوچکا جبکہ ثمن آنکے دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ اسمیں محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمیں مالک کا نقصان ہو نہ دین والوں کا کذا فی الطحطاوی فاما ان يدفع او ينقص الدين حلال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو ثمن کا بھرا جاوے یا بیع منقوض ہوکر کما ذکره ابن كمال وقال المصنف هذا اذا كان الدين حالا وكان البيع بلا طلب الغرماء والثمن لا يفي بديونهم والا فالبيع

نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یعنی دین والوں کو رد بیع کا اختیار اسوقت ہوگا کہ دین سلامت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا انکے ادا سے دین کے واسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہ دین تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادا سے دین میں کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع انکا حق ہے اسواسطے صورتوں میں ساقط ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس لغرمائہ ولا لہم ان یحبسوہ خلافا للثانی ولو مفلسا فہم خصماء اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگرچہ مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری بیع کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذرا ولو بقلبہ بیان غائبا المشتری والبائع حاضر فالحکم کذلک اما حضورہ لیحاجہ یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ لہم لاجازۃ البیع لعدم القبول اور اگر مشتری غائب ہو اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے کے باوجود کہ اسکی قیمت کا ضامن کر سکتے ہیں اور اسکا ثمن لینا درست ہے عبد مقر بہ مصرح بہ قال الشہید فلان ماذون فی التجارۃ جاز واشتری فہو ماذون حینئذ لزم کل شیء من التجارۃ ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور کسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہوا یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ماذون نہ ہو اسواسطے کہ یہ خبر ہی معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے ولو اشتریا العبد فباع سألنا عن اذنہ وحجر کان ماذونا استحسانا للضرورۃ التحامل واعم المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ ضرورۃ مشرح الجامع ومفادہ تقلید المسلم بالاولی کمال اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور مجبور ہونے سے ساکت ہوا کہ بعد وہ غلام ماذون ہو گیا استحسان کی رو سے بسبب ضرورت تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہوتا ہے پس خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مسلم کے ساتھ کافر نے خرید و فروخت کی تو وہ بھی اسی کمال یعنی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لا یلزم لانہ اذا اقر بملکہ لزمہ اذا اقر بمولاہ لزم الغرض بیع بالاذن ای اثبتہ الغرض بیع بالبینۃ ولیکن غلام مذکور اپنے دین میں چنانچہ جاریہ کا جبکہ اسکا سب دار سے دین کے واسطے کافی نہ ہوگا کہ جبکہ اسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین کو اذن کا گواہ ہونے سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کقبول الہبۃ باذن ولیہ او اجازتہ صح والا فلا جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شراء کو سمجھتا ہو جبکہ اسکا تصرف اگر نافع محض ہو چنانچہ صغیر اسلام لایا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بشرطیکہ اسکے ولی یا ماذون کے واسطے سے ہو ورنہ باطل ہے والاعتاق والصدقۃ والقرض کالاذن بہما اور اگر تصرف مضرت رساں ہو جیسا کہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگر چہ اسپر تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا زیادہ ہے ولا من العقود یدین نفع وضرر کالبیع والشراء فوقف علی اذن ولیہ فاجاز نفذ اور معتوہ میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر ہو جیسا کہ بیع اور شراء تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہوگا اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ضم حلوانی نے کہا کہ اگر شارع جمعہ کے دن بیع کرنے والے کے واسطے کہ وہ بیع سے روکا گیا ہے بیع کرے تو نافذ ہوگی کہ اسکا ضرر اسکی ذات کی طرف راجع ہے نہ کہ بائع کی طرف کہ اسکی کوئی ذمہ داری نہیں فان اذن لعبدہ الولی فہو فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں ہم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہیگا اور مخصوص بمکان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اسکا ولی خرید کرنے دیکھ کر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا غیاثیہ فلک من الحکام الماذون والشرط المصح للاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء عکسہ الزیلعی واذن

یقصد الربح ویعرف بالعیال لیسیر من الفاحش وظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور صغیرہ اتنا بوجھنے ہوں کہ بیع کے سبب کی سبب کرنے والی ہو بائع سے اور خرید کے سبب کی سمجھنے والی ہو جو مشتری کے واسطے بیع سے بعد زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا صغیرہ غریبہ مزدوری سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعدہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن الخانیۃ اور صغیر یا صغیرہ کا ولی اسکا باپ ہے پھر اسکا وصی اسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی میں ہے خانیہ سے ثم بعد ہم جدہ الصحیح ولو فلاشم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والی یلحق ثم الولاۃ بالطریق الاولی پھر ان تینوں کے بعد صحیح اسکا ولی ہوگا اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا، سردادا پھر اسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کیا ہے پھر والی یعنی حکم ولی ہو بطریق اولی ہم قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جسکی ولایت میں قضا ہے جو حاکم کہ قاضی نہیں اسکا اذن جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ثم القاضی او وصیہا او وصی احدہما فی الاصح فلذا لم یقل ثم قاضی یا اسکا وصی ولی ہو قاضی اور اسکا وصی جو کوئی انمیں سے تصرف کریگا صحیح ہوگا سواسی واسطے مصنف نے لفظ ثم کہا یعنی یوں نہ کہا ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اسکے وصی کے تصرف میں ترتیب نہیں دونوں کا حکم او وصیہا ھذا فی المال بخلاف النکاح کما مر یا اسکا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اسکا وصی صغیر کا ولی نہیں ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح میں گذر گیا حکم اور ان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور خاص صغیر کی ولی نہیں کذا فی الطحطاوی والقاضی الوصیہ وللعتوہ او عبد نفسہ کالمبیع ویشتری عبدا لیکون سکوتہ اذنا والقاضی قاضی صغیر یا معتوہ یا دونوں کے غلاموں کو یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے ہے ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہ ہوگا بعد منعی کا سکوت ابن ملک بخلاف ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم وللعتوہ لانہ لم یکن ولیا حین ولدہما اذا کان لکل منہما من المبیع والمعتوہ ولی دامعتم الولی من کل اذن عند طلب ذلک ستاوی من القاضی قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہ ہو اور یتیم یا معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ سے ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے امتناع کرے جس صورت میں کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی ہر ترکیب مصنف کی مثل ہے بتہ ان تمام کا اذن کے مقام پر لفظ کالی ہوتا فتاوی عالمگیری میں ہو اگر کچھ یتیم یا معتوہ کا باپ یا اسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سوا اسنے اذن دیا اور اسکے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگر قاضی کی ولایت سے چنانچہ مجمع میں ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہو اور اذن کو مکروہ جانتا ہو جائز نہیں چنانچہ تتمہ میں ہے انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہیں چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہ بیانیہ کے واسطے ہے کذا فی الطحطاوی قلت وقالہ حیدی عن الخانیۃ اولیا بیہ او وصیہ ثم اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ لا یحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم لا یحجر قلت وفی الخیریۃ

خریدہ فروخت کی یا وہ حلالکہ غلام اس سے اذن دینے کو نہیں جانتا تو وہ ماذون محجور جیسا خلاف اس قول کے کہ باپنے اپنا لوگوں کو سمجھ کر میرے فرزند صغیر سے خرید فروخت کرو ہم اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبول علم اذون ہوجاتا ہے اور دوسری روایت میں اذن نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں ذکر ہیں چنانچہ منویر الاذوان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لکن یعتمد الاذن للابق وللمعتوہ المحجور کما بینتہ اذن صحیح نہیں غلام گریزپا کے واسطے ورنہ اس غلام کے واسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہو اور مالک کا گواہ نہیں ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہو بیان اور غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصح علی الصحیح الشباہ اور غلام ماذون مجبور نہیں ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ **شعر** ولو اذن الصغیر ولو ابن الثمانی فقال ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہوگا قاضی کیجانب سے صغیر تجارت کرے **شعر** وضمن وقیمۃ المصغر ومدبرہ وقیل فقیر حیث یتکن اور ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر تہالک ولیت میں اور صغیر کی قسم کیلئے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر محجور نے ولیت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اسپر ضمان ہوگا اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں ہے اگر ولیت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہیں ہاں اگر اذون ہو قبض ولیت یا تجارت میں یا مکاتب ہو اور ولیت تلف کر ڈالے تو اسپر تاوان ہوگا اور اگر صغیر ماذون کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اسکی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر **شعر** ولو حلف المحجور ہاویکاتبہ او شریکہ وہو مع المولی فلا تغیر وتوقف فی المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے قسم کھالیا اور شریک کی اور مولی نے اسکو جائز رکھا قسم پر نہ ٹوٹیگی اور یہی حکم ہے صغیر کا جو مکاتب اور شریک ہو قلت ولا یحلف ان ماھو تبرع او شراء بمثل قیمتہ او بغبن یسیر ولو لم یأذن لہ فلقطتہ فاجازھا المحجور اجاز تہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون کے عقود مذکورہ کیطرح ہیں اگر اسکو جائز رکھا تو جائز ہے جیسا کہ اذن تجارت کا ذیل میں سو اسکو آزاد کر دیا سو اسکو جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح نہیں قال فی البحر المصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر کا جو مبیع اور شراء بمثل قیمت یا بغبن یسیر تبرع ہو ایتداء صغیر باذن ولی الصغیر فلا یصح باذن ولی الصغیر کما ہو من کتاب الوصی یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتداء میں جائز ہو وہ مضر ہو تو اولی مضر ہوگا اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض مع شبہ ملائی نے ذکر کیا کہ نیز اگر تفاوت ہو تو فرق ہے اور قرض مع شبہ ملائی نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے جلبی نے کہا یہ اعتراض دوسرے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں اور جس سے مفہوم ہو واللہ تعالے اعلم والیہ المرجع والمآب

کتاب الغصب

یہ کتاب غصب کے احکام میں ہے لغۃ اخذ الشیء ظلما او غیرہ کالحق علی وجہ التغلب غصب لغۃ خفیہ سکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کھلا ہو یا چھپا ہو چنانچہ شخص نے زید کا کپڑا غصب کیا اور شرعا ازالۃ یدمحقۃ ولو حکما کیحجی فلا اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض حق کے ناسل کرنے سے اگر جائز القبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ولیت کا جسکو اسنے اسکے لیے اتمام قبض مودع بالفتح کیلئے قبض مودع کے ناسل کرنے سے پہلے پھر جب اسنے ولیت کا انکار کیا تو اسکے ناسل ہوگیا حکما یا حقیقۃ یہ وطی مغصب عبارت ہوا زالہ کو دیکھ سے تبین مطلق کے اثبات کے ساتھ یعنی مقدار کا قبضہ اور کرنا از راہ قبضہ کلی نہ حقیقت ہو غصب کی مرہون کے نزدیک غصب عبارت ہو نقطا ازالہ یدمحقہ سے نہ اثبات ید مطلقہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں موتی اور دوسرا آدمی اسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو ضمان لازم ہوگا حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں آیا اگر شرقتہ کے کلام سے ظاہر ہو کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب صحیح جو اوان کا موجب ہو تمامیت قبض سے ازالہ شرط ہے اور دوسرا غصب فاسد جو ضمان قبض کا موجب ہو تمامیت قبض سے اثبات شرط ہے واعتبر الشافعی اثبات الید فقط والثمرۃ فی الزوائد ثمرہ بستان مغصوبہ کو قسم عینا خلافا لہ اور ہمارا ثانی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زیادتیوں میں تو بانع مغصوب کا چل رہا ہے کہ نزدیک مضمون نہیں برخلاف امام شافعی کے

کذانی البرہنی اگر مثل غاصب تلف کردے تو اُسپر تاوان ہیگا نزدیک نہیں بسبب عدم ازالہ کے اور اُسکے مذہب یہ ہے سبب اور اگر مالک نے مدعا کو طلب کیا تو لازم ہوگا

اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا مالک دینا اگر وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا غیر کی یا آفت سماوی سے تاوانی قیمت اتفاق عرض مغصوب پھیر دیا اور بالکانے لیا سو وہ اپنے گھر لے آیا اور اسکے پاس تلف ہوگیا تو چھٹکارا دان نہیں ہوا سطے کہ غصب اس صورت میں ہوگیا کذا فی الظہیریۃ ولغیرہ من علم الاخیران ہلاک الشاۃ بخطاہ وھو فعل الحادث او غصب کا حکم زلت کے حق میں پھیرلے اور تاوان دینے کا ہو تو غاصب ہوا وقف پر گناہ نہیں ہوا سطے کہ یہ خطا اور چوک ہوا اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں ہے حدیث کے المخطوء شہ لحدیث بان تفویض المغاصب غاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغصوب بان غصبہ وقفہ الکش وکان الثانی لعلم من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب سوء یعنی جبکہ مال غصب ہوگیا وہ مختار ہے دونوں پر غصب میں غصب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہوا سطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول اوس سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر عالم غاصب اول تھا تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے بھر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عمارت خانیہ کی ہو ہم نے اسکا عمارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور سمجھا وہ یہ ہے کہ ایک مسجد کے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درہم تھی پھر وہ مسجد شخص نے غصب سے وہ زمین غصب کرلی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درہم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ عالم تھا اس واسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہوا اور اگر غاصب اول نیا وہ تر عالم ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الظہیریۃ وفی غصبہا تغصب فجلد فاسقط لکہ ویسر لہن امہ ضمن قیمۃ الاجمل ونقصان کاہم اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے جو غصب کیا پھر اسکو ہلاک کیا اور اسکی ران کا درد ہوگیا تو غاصب تاوان دے اسکی قیمت کا اور اسکی ہمسر کے بچہ کا غصب اس واسطے کہ بچہ کا نقصان کاہم ہونا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی ران میں ظاہر نہیں تو وہ ضمان ہوگی تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بہما زندہ لا فی حائط المسجد وخانیہ کی کتاب الکراہت میں ہے کہ جیسے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اسکے ذمہ تاوان کا اور اسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنالے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ہم تنبیہ میں ہے کہ عید گاہ کی دیوار گرانی نوگر کی قیمت کیساتھ دیوار دوز کی ساتھ بقیمت کیا دے بدون دیوار دوز کی تو تاوان کے مابین تینوں کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأۃ فجاءت وادعی انہ کان باذنہا والکن الوارث فالقول للزوج وتنبیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک اوذن سے تھا تو اسکا کہنا معتبر ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو پھر وہ مر گئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہو تو زوج کا قول معتبر ہوگا ویجب بالتعیین المغصوب بالہم یتغیر تغیرا فاحشا بحیثیۃ اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جبتک مغصوب تغیر فاحش نہ ہوگیا ہو کذا فی الظہیریۃ جبکہ مغصوب پر غاصب کے فعل سے اتنا تغیر ہوگیا کہ اسکا نام اور اسکا منفعہ زائل ہوجاوے تو مغصوب منہ کی ملک اس سے زائل ہوجاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہوجاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بدلا کے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال ہے اور اگر مغصوب باقی ہو مگر تغیر فاحش ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زندہ ہے گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الظہیریۃ مغصوب باقی ہو مگر تغیر فاحش ہوگیا جیسے گیہوں پیکر روٹی پکائی فی مکان غصبہ فقام المالک بالطحین بالخیار ان شاء ضمنہ قیمۃ الحنطۃ وان شاء اخذ الدقیق وان شاء اخذ الخبز وان شاء اخذ الحنطۃ ولیس لہ ان یضمن الخباز ولا الدقیق ولا الحنطۃ فی الوجہ الاول ولا الدقیق والحنطۃ فی الوجہ الثانی ولا الحنطۃ فی الوجہ الثالث کذا فی الظہیریۃ ولو غصب حنطۃ فطحنہا او شاۃ فذبحہا او ثوبا فقطعہ او فضۃ فضربہا دراہم او ذہبا فضربہ دنانیر او حدیدا فاتخذ منہ سیفا او نحاسا فعمل منہ اوانی او ساجۃ فعمل منہا بابا او خشبۃ فعمل منہا بابا او ساجۃ فعمل منہا سفینۃ او خشبۃ فعمل منہا سفینۃ او ساجۃ فعمل منہا صندوقا او خشبۃ فعمل منہا صندوقا او ساجۃ فعمل منہا رحلا او خشبۃ فعمل منہا رحلا او ساجۃ فعمل منہا ساریۃ او خشبۃ فعمل منہا ساریۃ او ساجۃ فعمل منہا منبرا او خشبۃ فعمل منہا منبرا او ساجۃ فعمل منہا سریرا او خشبۃ فعمل منہا سریرا او ساجۃ فعمل منہا ابوابا او خشبۃ فعمل منہا ابوابا او ساجۃ فعمل منہا اقفالا او خشبۃ فعمل منہا اقفالا او ساجۃ فعمل منہا مفاتیح او خشبۃ فعمل منہا مفاتیح او ساجۃ فعمل منہا اوتادا او خشبۃ فعمل منہا اوتادا او ساجۃ فعمل منہا رحالا او خشبۃ فعمل منہا رحال

واسی طرح اگر غصب معلوم ہوا اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اسکو کھا لے تو بھی اندمہ ہوگا برخلاف امتناعی کے طور پر میں کذا فی الزیلعی و بجب بمثل ان هلك هو مثلی او بجب بقیمتہ ماش مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہوجائے اور وہ مالکیہ و مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی چیز ہو وان انقطع المثل بان کان لا یوجد فی السوق الذی یکون فیہ وان کان یوجد فی البیوت او بان کان قلیلا یوجد عند واحد او کثیرا لکن امتنع البیع الا بزیادۃ فاحشۃ او بان انقطع عن ایدی الناس فی ذلک الوقت کذا فی الظہیریۃ وقیمتہ یوم الانقطاع عند ابی حنیفۃ رح وقال ابو یوسف رح یوم الخصومۃ وقال محمد رح یوم الغصب اعتبر اقصی قیمتہ من یوم الغصب الی

فی حنطۃ فانشدھا ولم یذکر کیلھا عتم فوجدھا قبل صبیعہ لا شیأ ھذا اذا نقلھا فلو نقلھا المکان ضمن الثمن لا نہ غصب وھو مثلی بخلاف ما سیأتی فی المودع الذی فیہ الحنطۃ بغیر فلا انتوی والحاصل کما فی الدرر وغیرھا ان کلھا یوجد امثل فی السوق بلا انقاد فمثلی یعنی صالیس کذلک فقیمی للحفظ اور میرے فرزند میں ہے کہ ایک شخص نے پانی دالا دیا گیہوں میں سو اسکو بگاڑ دیا اور اسکے کیل میں زیادت ہوگئی جسکے سے تو وہ ناقص ہوا ان دونے کی قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اسکی قیمت تھی یہ اس صورت میں ہو جبکہ اسنے گیہوں کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لے گیا اور بھیگا پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اسوقت مثلی تھا بخلاف اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا آئی مکان میں جہاں گیہوں تھے بغیر انتقال کے آٹھی مائی المصیبہ فتوی اور حاصل کلام اور خلاصہ مقام در رو غیرہ کے موافق یہ ہوا کہ جس چیز کا مثل دستیاب بازاروں میں بلا انقاد ستہا قابل تسلیم پایا جاتا ہو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جسمیں تغیر فاحش اور تفاوت متعدبہ ہو وہ قیمی ہے الی چیز ہو تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہئے فان ادعی ھلاکھم بوجوب ردہ او بردہ ان کانہ المولی اصلا او ردہ للمثل والقیمی تخلص علی الراجح حبس حتی یعلم لھا کہ اذا لم یبق لظھر ای کظاھر لہ ظھر قضی الحاکم علیہ المدل من مثل وقیمتہ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانے کا دعوی کرے تو وہ مجبوس کیا جاوے یہاں تک کہ حاکم کو یہ معلوم کر جاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اسپر حکم فرمائے گا حکم تو وے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل اور قیمتی ہو تو قیمت تلاش کرنے کو اسکے مالک کے جو اب روبرو ہے مربوط ہو اسواسطے کہ وہ میں وجب اصلی ہوا اور وہ مثل اور قیمت مخلص ہو قول راجح پر ہم خلص ہے یعنی جبکہ روبرو متعذر ہو جیسے مثل بازار قیمت کی طرف رجوع ہوگا قولہ وان ادعی تلفہ الخ یعنی اگر غاصب نے دعوی کیا تلف کا اور مالک نے انکار کیا تو غاصب کے ذمہ ثبوت ہے فاما البرھان فبرھان الغاصب لانہ یثبت عدما لاصل اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانے کا اور مالک نے اسکے انکار کیا پھر غاصب نے کسی کو گواہ بنایا کہ اسنے مغصوب کے تلف ہونے کا دعوی کیا اور دونو نے گواہ دیئے کہ غاصب نے مغصوب کو بعینہ مالک کو واپس دیدیا اور وہ مالک کے پاس ہوگیا متعدد ہوئے یا مالک کی گواہی پر خلاف گواہوں کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ اقدم میں کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ یرجع الی قول الغاصب اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ اقدم ہیں اور اگر کسی کا بیان آگے اور گیا ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر کپڑا دونوں ذوات مغصوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہیں ہے تو قول غاصب کا ہوگا فی ہواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب فیما یحتمل النقل فلو اخذ عقارا وھلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ لا طلبۃ سیل لو یضمن خلافا للحلوانی وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر کسی شخص نے زمین منقول جیسے کپڑا زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا اور اسکے پاس تھوڑے آسمانی آفت سے تلف ہوگیا جیسے آپ سے آپ کے غلبہ سے زمین پڑ دب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں مشائخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب میں بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے فوقین میں علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر ظہیر الدین فی فتاواہ الفتوی فی غصب العقار والدور والوقف تم الضمان والفتوی وضمنہ تاج الوقف بالغصب والظہیر نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ یہ وقف اور غیر منقول اور وقف گھر کے غصب میں لازم ضمان تاوان کا فتوی ہے اور ضامن ہونے والے وقف کے غصب میں لازم ضمان کا فتوی ہے ہم طحاوی نے کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دونوں کی طرف رجوع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہ ثم ظھر انھا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اسمیں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا ان دونو اوقاف اور مال صغیر کی حفاظت کے واسطے وفی اجارۃ الفتوی انما یتحقق الغصب فیھا فی العقار فی حکم الضمان اما فیما دون ذلک فینبغی ان لا یتحقق کما لا یتحقق فی الرد فکذا فی الاستحقاق اذ الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور قبض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب مشائخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں نقطہ تاوان دینے کے حکم میں اور لازم تاوان کے ہوا میں

تو غصب ثابت نہیں کے نزدیک بھی متحقق ہو کیا تو نہیں جانتا کہ غصب تب ہی ہوتا ہے جب قیمت دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا پھیر دینا ثابت نہیں کے نزدیک بھی واجب ہو سو اسی طرح استحقاق مدرتین بھی غصب ثابت ہونے میں یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگرچہ وقف وامثال غیر منقولہ ہی، فافہم القبض تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ کالاستردی شوق وعماد الدین وفصولیہما والاصح انہ اولی العقار یضمن بالجحد والتسلیم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہی بجحد اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشی اور عماد الدین ہیں دونوں نے یہ قول اپنی فصولین مین کہا ہو وللاول ان یقول بالجحود للودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہو غیر منقول بودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول کو ودیعت ہو اور ایک شخص کے پاس سپردہ ودیعت ہو اسکا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالرجوع عن الشہادۃ قبل القضاء اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا گواہی کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد ہم صورت اسکی یہ ہو کہ دو شاہد دون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس سپردہ فلانے شخص کا ہے سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا بخلاف اسکے کہ گواہی ملک ہونے کی ہو پھر ان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد منہا الثلثۃ اور اشباہ مین ہو کہ غیر منقول مین تاوان نہیں مگر چند مسائل مین تاوان ہو اور انہیں تین مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ وازا نقص العقار یکتفاہ وزاد اعتبر نقص النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب نقصان کرے غیر منقول کو اپنی سکونت اور تخم کاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ تعیین حمیدی کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر بانہ کی کیا قیمت ہو قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہو بعد استعمال کے تو مقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہی نقصان ہے فیعطی ما زاد الیل وصححہ فی المجتبی پھر اگر مغصوب منہ غاصب کو تاوان دے مقدر بیع نے اسکی مالیت زیادہ کر دی یا تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی مین ہم یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ معلوم ہوتا ہے فتامل سو یہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ ودیعت ہے گو کیت کی قیمت کو بڑھا دے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم مراد نہیں بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیا دے تو جو مقدر دونون مین تفاوت ہو اتنا مقدر مالک غصب کو دے اور اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذر ہ اور ابو یوسف سے ۱۲ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جتنا مقدار کیت تخم کی ہووہ دے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیریفیۃ ھو المختار اور صیرفیہ مین ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہو ولہ نبت لہ قلعہ تماما فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اسکا اکھاڑ ڈالنا جائز ہے اور پورا سکان بیان مجتبی مین ہم مجتبی مین ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کھیت تا تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے ایک نظارہ چاہیے رہنے دے یہان تک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور بیچ بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی القلع ما نقص بقلعہ کما فی قطع الاشجار جیسے کہ متصرف پر متفول مین بالاتفاق مقدر تاوان لازم ہے جبکہ اسکے قلع سے زمین نقص ہو گیا ہو اسکے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہم منقول ہو ہم غیر منقول ہو ہم متصرف ہو کہ غاصب کے لئے نقصان لازم ہو خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا الغیر کے فعل کے چنانچہ شرح مکین مین مشرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہو کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل آخر وہرم البناء ضمن ھو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھا دیا تو قلع یا ہدم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا واجر فنقص فی مدۃ الاجارۃ بہا استعمال وھذا اسقط من تبصرۃ الفرع لاحظہ فافہم چنانچہ ضمان نقصان لازم ہو اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ مین دیا پھر غلام مین کچھ نقصان عائض ہو گیا اجارہ کی مدت مین استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نمونہ مین سے ساقط ہو سبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ مین ہم طحطاوی نے کہا مگر یہ مضمون قول آئندہ مین داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غاصد ضمان نقصان کے منافی ہو وان استغلہ فنقصہ لاستغلال او اجر للستاجر ونقص ضمن النقصان وتصدق بما یقع من الغلۃ والاجر خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقط اور اگر مغصوب کرایہ مین دیا سو اسکے نقصان عائض ہوا کرایہ سے

یا مارب کی چیز بھاردی اور اسکو نقصان عارض ہوا بھاؤ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی المتقی لکن نقل المصنف عن الذخیرۃ ان الفتوی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح مجمع میں ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو اگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم نے ماصدہ ذخیرہ کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو دے سکے ضمان غلہ سے جائز ہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہو تو دے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الظہیریۃ کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ وربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اُنمیں نفع حاصل ہو تو نفع کو خیرات کرے جبکہ وہ مغصوب اور ودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہوں متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی اقمشہ سے ہو اب کسے کہ ہو نہ درہم اور دینار ہو یا مثلی ہو جیسے اناج الودیعۃ او الغصب فنقدھا یا متعین ہو جیسے بواسطہ درہم ودیعت یا غصب کے اور اُنمیں درہم سے ادا کرنے سے صرف باقی رہے کما مختصر الوقایہ و النقایہ یعنی کما ان اذا کان متعینا اذا کان متعینا اور غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کا نفع کا تصدق واجب ہوا وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو گر اسکے ثمن مغصوب کے درہم سے کرے یعنی یتصدق بربحہ حصل فیھا اذا کان مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اُس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونوں اُس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں وان کانا مما لا یتعینان فعلیہ اربعۃ اوجہ فان اشار الیھما ونقدھا کذلک تصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اُس قسم سے ہوں کہ اشارہ سے متعین نہ ہوتے ہوں جیسا کہ دراہم ہو تو چار صورتوں پر ہیں اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور اُنہیں کو ثمن میں دیا کیا تو اُسی متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیھما ونقد غیرھما او اشار الی غیرھما ونقدھا او اطلق او لم یشر ونقدھا لا یتصدق فی الصور الثلث عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی فی قیل وبہ یفتی لعموم البلوی لانہ یحل بعطاء کذا فی السلیۃ ولو بعد الضمان ھو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور اُنکے سوا اور دراہم دیدیئے یا اشارہ کیا اُنکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم سے یا مطلق رہا یعنی نہ کور نہ کیے اور نہ اشارہ کسی طرف کیا اور غصب کے دراہم سے دیئے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کی کے نزدیک بخلاف دراہم کے کما ای قولہ پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال ہیں کذا فی المتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد یہی قول صحیح ہے چنانچہ ہدایہ نوازل میں مذکور ہے واختار بعضھم الفتوی علی قول الکرخی فی العاشا لکثرۃ الحرام وھذا کلہ علی قولھما عند ابی حنیفہ لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الخیاط فی کرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعض فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی دیا ہے جانا ہی ہے اس باس مانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور شیخین کے قول پر مبنی ہوا اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت مغصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر غیر مغصوب بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو دیکھنا چاہیے ہم نے کہا اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح پر کہ بدل ضمان میں دراہم ہو تے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون ملاہم یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق لیسر واجب نہیں ہوا سطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الظہیریۃ حاوی عن الزیلعی فتحصل فان غصب غیر المغصوب فنال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ بچنا غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا اسکا نام اور اعظم منافع یعنی اسکے اکثر مقاصد زائل ہو گیے ہمہ زوال اسم کی ہوا سطے قیمۃ کا گائے کو اگر بکری غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو ضمان قیمت بالغ ضمان نقصان میں مختار ہوا سواسطے کہ نقد ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اسکو حلال بکری ہونے میں احتراز نہ دراھم تبرکا بالاضافۃ دار بخال اسمہ لکن بقی اعظم منافعہ ولذا لا یقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما فاتہ ملاحظہ وغیرہ متامع کے کہا اعظم منافع کی قید اُن دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے گھلا یا ہو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اسکا اعظم منفعت باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور راس المال ہونا سواسطے کہ مالک کا حق درہم سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے غنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر

ملا مسرد غیرہ نے گمان کیا ہو ہم اس ضابطہ کی مثال شلغمون کو غصب کرنا اور پس بونا اسواسطے کہ سلم گیہون سے جو سنا صہ متعلق تھے چنانچہ انکا بونا اور ہر بیہ پکانا
وپیسنے سے فوت ہوگئے کذا فی البنع او اختلط المغصوب بمالہ بالغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برّ بمثلہ او بما ہو اجود منہ او بخرج کبیر مثلہ صفحہ وملکہ
بلا اھل استقاع قبل ادائہ ضمانہ ای رضی مالکہ بادائہ او ابراء ہ وتضمین قاض بأن مال المغصوب ناقص بالنسبۃ الی الغاصب کما ہذا
کزائد متصل ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا اٹھانا غاصب کے گیہون سے بعد ازالہ مزاج اور شقشقہ سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب
تاوان اسکا دے اور اسکا مالک ہو جاویگا بالحلت انتفاع قبل ادا کرنے اسکے تاوان کی ادائے ضمان سے رضائے مالک کی وہ خواہ رضا ادائے ضمان سے ہو یا مالک
کے معاف کر دینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو مگر تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے
ضمان قیمت جائز نہیں والقیاس حلہ وھو روایۃ فلو غصب طعاما فتصدق حتی صار مستہلکا یتملکہ حلالا فی روایۃ وھو اعدل اقوالہ لصاحۃ الفساد اور قیاس یہ ہو کہ زوال اسم اور اختلاط سے منصوب بالکل مالک حلال ہو اور روایت بھی ہے تو اگر طعام غصب کیا ہو اسکو چبا یا یہان تک کہ وہ
مستہلک ہو گیا تو اسکو حلال ہو گیا بموجب روایت قیاسی کے اور حرام ہو گیا بنا بر استحسان بمتعلق کے بلکہ وہ فساد و تباہی سے ہم وجہ تضمین یہ ہو اگر قبل رضائے مالک
حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا ہو اور حرام ہونے سے بیت صال مادہ غصب ہو کذا ہم شاتا للتنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان
چنانچہ شاۃ یعنی ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہو وطبخہ وشیہا
وطحنہ بالرحا ونحو ذلک وجعل حدیدہ سیفا ونحوہ فانیۃ چنانچہ غیر کا ذبح کرنا اور اسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اسکا کھیت مین بونا اور لوہے
کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ شالین ہین لغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی الاصح بالحدیث وخشبۃ غصبہا فبنی علیہا او ساجۃ غصبہا فبنی
ای البناء الکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ علی الاصح بالقیمۃ اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور رہا لاکھ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہو ساگون کی
قیمت سے الک ساگون ہو گا عمارت بنانے والا اسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بجز بیہ کہ بڑی عظیم الجثہ ہو جو ہندوستان مین پیدا ہوتی ہو یعنی ساگون ہم شامل
ہوا اختلاط الک غاصب کی جبکی امتیاز مزج کے ساتھ ممکن ہو کذا لو غصب بیضا فبنی علیہا او غرس فیہا ثم ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر رأسہ
فی قدر او ادوع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط دینارہ فی بحیرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو
ذلک بضمہا حیث لا کثرۃ لا قلۃ ولا اصل لان الضرر لا یزال بالاضعف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ اور اسی طرح اگر زمین غصب کی پھر اسپر
عمارت بنالی یا درخت لگائے یا رسی ہوتی بگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈال لیا یا قوا و لویت رکھا سو مودع کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہگیا اور اسکا نکالنا
ممکن گر دیوار کو ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی درست مین گر پڑی اور اسکا نکالنا متصور نہین گر بدون توڑ کر اور مانند اسکے اور شالین تضمان ذکر کر قیمت کا
مالک کہ قیمت دے کر کو یعنی درصورت اختلاط لمکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہووے کہ قیمت ٹالے کو ضمان ذکر اسکا مالک ہوا و قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہو کہ شئے
غیر بسکہ متمیز سے نکالا جاتا ہو چنانچہ شبابہ کے اسی قاعدہ یعنی المتحرز الاشد ینال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہوا ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات کان لہ شق بطنہ لان رجوع
الادمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوز الشافعیۃ قیاسا علی الشق لاخراج الولد قلت وقد منا فی الحنائ عن الفرزدقیۃ یشق بطن الفرس لاخراج
خلخال فی تنویر البصائر انہ الاصح فلیحفظ پھر صاحب شہاب نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پھر مر گیا تو اسکا پیٹ چیرنا جائز ہے کہ موتی نکالنے کے واسطے پیٹ
کردمی کی عزت مال کی حرمت سے عظیم تر ہو اور قیمت اس موتی کی اس شخص کی ترکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیون کے موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہو لڑکا نکالنے
کے چیرنے پر قیاس کرکے شارح نے کہا مین کہتا ہون اور ہم اب البحائر من مسح الخدیہ سے پہلے ذکر کر چکے ہین کہ موتی کے واسطے جو پیٹ چیرا جاتا تو اب حنفیہ مین
کچھ خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر مین ہو کہ موتی کے واسطے پیٹ چیرنا صحیح نہ قول ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے بقی لو کانت فیمۃ الساجۃ

والسلام

والبناء سواء فان اصطلحا علی شیء جاز وان تنازعا یباع البناء علیہما ویقسم الثمن بینہما علی قدر ما لہما ۔ زینلایہ عن البدائع ۔ یعنی اگر غاصب نے زمین پر عمارت بنائی ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو عمارت ساگون کے ساتھ علی غلام السیما تعیین بیع ہو اور اگر ثمن دونوں نے مقسوم پر بیچا جائے بقدر اُنکی مالیت کے کذا فی شرح نبالایہ عن البدائع ۔ بقولہ اراد الغاصب فقض البناء ومر د الساجۃ ھذا ان شاء علیہ یا لقیمۃ کما یجی و قبلہ فکان لصقیع المال فائدۃ وتمامہ فی الجتبی ۔ باقی رہگئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑنی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو یہ کیا درست ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں لہٰذا حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جواز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضلالع کزنا ہوال کا بیفائدہ ۔ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب بالجحد بن درھما او دینارا وانا ء لہ علیہ وھما لایعدان تلفا فصار اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درہم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور پر اسکے مالک کی حاکم کے برخلاف مصالحین کے مسلم کے نزدیک مالک بواسطے سقوط مالک و اگر صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہی اور جودت اس لوہے میں متقدم نہیں فان ذہبہ شیأ غیرہ وھو ھما بل کل واحد منھما للمالک علیہ واخذ قیمتھما واخذھما وضمنہ نقصانھما ۔ پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر کے اُسکے کپڑا اور دنبہ کے مانند ہو ہر دو مالکوں کو اختیار ہے چاہے مالک دنبہ کو غاصب پر ڈالے اور اسکی قیمت اُس سے لے لیا چاہے دنبہ لے اور غاصب سے اُسکے نقصان کا تاوان اُس کی قیمت کے واسطے لے سکتا ہے کذا فی الکبری ۔ اگر غیر مالکوں کو ذبح کیا تو دونوں قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی المحیط وذکر الحلوانی لو خلطہ بھا او قطع طرف دابۃ غیرہ مالکولۃ کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید ینبغی سدید ینبغی التجارۃ فی غیر المالکولۃ ایضا کن اذا اختلط ربا احدھما لا یفصلہ شیأ وعلیہ الفتوی کما نقلہ المصنف فی العاریۃ فلیحفظ ۔ طرف الغیر قید غیر مالکولۃ ۔ اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی مالک نہیں ہے اگر غاصب نے جانور مالکول لحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر مالکول لحم کا ہاتھ یا دان ہو کذا فی المنتقی بعضوں نے جو کہا کہ یہ لفظ غیر یعنی غیر الکول لحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تقسیم اور اعتداد عین مالکول اور سرجت میں ہو نہ غیر مالکول میں ہو شارح نے تمہارے یہ کہا کہ مصنف کا قول غیر سدید ٹھیک ہے بدل ہر سبب ہے ہونے اختیار مالک کو غیر مالکول لحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر مالکول کو مالک اسکا لینا اختیار کرے تو اس سے پھر ضمان نہ لیگا اور فرض اس پر نہیں ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تفکل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام کہ اگر حسین تو ضمون بہا دہم عشیر ہو امام اعظم نے کہا کہ جب ایک سر و غیرہ کا گدھا یا خچر مالک کر ڈالے اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان اور بدلہ غاصب کو سپرد کرے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی قول پر مصنف نے قیمتین غیر مالکول مذکور ہر دو غیر معنی یہ ہوا الحاصل غیر مالکول اور غیر مالکول میں مختلف ہے سو مالکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اسکے دینے میں مع اللہ قیمت مختار ہوا اور غیر مالکول میں اسکے دینے اور اسکی قیمت لینے میں مختار ہو لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی تو معلوم ہوا کہ اکثر مصنف کا صاحب ملتقی کے کل کے مانند ہے اسکا اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص ہے بالمالکول ہونا مذکر کرنا لفظ غیر کا بیان غیر سدید کا کذا فی الطحطاوی ادخل فی باطر فاحشا ۔ وھو ما فوت بعض العین او بعض منفعۃ کلہ فلو کلہ ضمن کلہا ۔ غاصب نے کپڑا پھاڑا تجرق فاحش خرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دے کچھ کپڑے کا اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اُس سے لے چاہے کپڑا اپنے لے اور بقدر نقصان اُس سے تاوان لے وخرق یسیر نقصہ او فوت شیأ من المنفعۃ ضمن النقصان مع اخذ عینہ لیس لہ ربہ لقیام العین من کل وجہ الا بعد ہ فیہ صنعۃ او یکون دبوغا کما بسطہ الزیلعی ۔ اور جس پھاڑنے میں کہ نقصان ہو اور خرق نہ کرنے کچھ منفعت کو فوت نہیں کیا تو مالک نقصان کا تاوان لے اور عین کپڑا لینے کے ساتھ اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں ہے ہاں مگر ہونے ذات کے سبب سے اور جیسا کہ غاصب نے اُس میں کچھ صنعت یا رنگ کی

یا کہ وہ مال جو نہیں سما جاتی ہو سکتا ہو جیسا کہ یعنی نے اسکو شرح بیان کیا ہو ہم اگر یہ مسئلہ صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر تو میں سما نہ ہمارے زمین تک حق المالک اس سے منقطع ہو گیا یعنی نے کہا حق مالک کا اسکو یعنی تغیر مالک سب چیز میں جاری ہو سوا اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں تغیب فاحش ہوا سیر مالک کی تغیر شرعیت کرتی ہو اسکا کہ عین میں بلا ضمان غاصب اور تبدیل عین میں تفصیل شمل قیمت کے ساتھ ہو اسواسطے کہ تغیر تفصیل متعذر ہے کیونکہ اس سے ہیاج ثابت ہو جاتا ہے ومنہ یعلم جواب حادثہ وھو غصب حنطۃ مقصودۃ بالذھاب فزال تقومھا بتغیر مالکہ بین تغییناً معروفۃ او احدثھا بلا شیٔ کانت قیمۃ مستھلک اور اس سے یعنی اوکیوں ربیلو کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہو سو اسکا ملمع غاصب کے پاس زایل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا تاوان ضمان ہو اسطے کہ ملمع کا رسی تابع ستہ تک ہے ہم ہو اسواسطے کہ یہاں لازم آتا ہے زیادتی الوصاوی ولو کان مکان العصب شوا بن یتا فضۃ فلا ردّ لتغیبھا کذا جوج بالنقصان للزوم الربا ما غلثہ فقال من صرح بہ قلہ شیخنا اور اگر جگہ غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زایل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب عیب کے رد کرنے کے یعنی مشتری کے پاس یہ حادث ہو گیا اور وہ مالم رد ہوا اور عیب قدیم کے نقصان کا جو مع جائز نہیں بسبب لازم ہونے ہیاج کے نو مثلیت جان اس عبارت کے اسواسطے کہ فقہاء نے اسکی تصریح کی ہو کہا ہے ہمارے اصحاب دمنی خیر الدین علی نے ومن بنی وغرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ او بالقلع والرد نقص الساجۃ الذی کان عام اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پھیر دینے کا اسر کیا جائے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ تقریب بکر ہو چکا والمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او غرسہ قائما مستحق القلع فقط بدونہ فادم احدھما مستحق القلع فیضمن لہ اقصی القیمتین ان نقصتا کالمرتفع ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے تاوان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قلع کرنیکا جس مستحق القلع کا وہ ہو امور ہیں تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیا وے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہو سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں آپنا غاصب کو ضمان دے دلوند عما یعتبر العرف قائما فتقسم الغلۃ انصافا او ارباعا عتبر واکلا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل وما فی الوقف فتجب الحصۃ واکاجرۃ لکل حال فضولیین اور اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو وقف اور وارث کا اختیار ہو گا سو اگر مالک نے زراعت لیلیا نصف یا چہارم انٹ لیلیا ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہو گا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو ظاہر مزارع کا ہو اور سب زمین کی اجرت مثل واجب ہو گی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو صبر بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہو گی کذا فی المضمرات ہر حال سے مراد یہ ہو کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہوا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہوں اور مالک میں تو یا رضاء بقائے زراعت سے سوا اجرت واجب نہ ہو گی کذا فی الکبری غصب شیئاً فاضبغہ او عبدۃ للاداء بل لحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن قالمالک مخیر ان شاء ضمنہ قیمۃ ثوب ابیض مثل السویق بعرفی المبسوط بالفتح تغییرا بالقلۃ قلم یبق شیئا او سماہ ھنا مثلا لعدم قیامہ کذا فی الاختیار وقوتہ قال بعض المحققین کبر الصبغ غصبہ کما پھر اسکو رنگا گون کا بیان اختیار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی تفریق کا اختیار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے سنا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے ستو کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی نہ کہدی ہو اسواسطے کہ ستو بیان کرنے سے شمل باقی نہ رہا اور بیان مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں جنبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان شاء اخذ الصبغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانہ مثلی وقت التصالہ علکہ فالصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لا مزاجہ بالماء بحتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا باگھی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اسکا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل اتصال بملک مالک

سبب ہوجانے دونوں کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ رد غاصب لغاصبہ المغصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمان غاصب کے غاصب سے مغصوب واپس لے لینے سے غاصب اول بری الذمہ ہوگا کما لو ھلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب فانہ یبرأ ایضا لقیامہ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اسکی قیمت ادا کردی غاصب اول کو بھی وہ بری الذمہ ہوگا لسبب قائم ہونے قیمت کے مقام میں مغصوب سے اذا کان قبضہ القیمۃ معروفا بقضائہ او بینۃ او تصدیق صاحب الید الثانی او اقرار الغاصب الاول او عن نفسہ او غاصبہ علی ما ادی قیمت سے غاصب ثانی مؤنث بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت تعین کرنا معلوم ہو قضا کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار حجت ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کرسکتا لیکن مالک مطالبہ کرسکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے دو صورت اداء زر کو قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھیر لیگا لسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ الخ رجع علیہ فارادہ المالک ان یأخذ بعض الضمان من الاول و بعضہ من الثانی فلہ ذلک سراجیہ والعمادیہ بالخیار فی تضمین ایھما شاء واذا اختار تضمین احدھما لم یملک تملکہ علیہ فلیس لہ ان یبیعہ غاصب سے غاصب نے ایک چیز چرا لی دوسرے شخص نے اس سے غصب کی مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو فعل درست ہے کذا فی السراجیہ و مالک مختار ہوگا ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے سے ضمان لینے کا مالک نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا مالک ہوگا کذا فی العمادیہ کما لا تلحقہ الاجازۃ لا تلحقہ الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیہ لکن نقل المصنف عن البحر یہ ان الاجازۃ تلحق الافعال ھو الصحیح قال علیہ فیستحق الانسان کما مر جیلۃ الافعال ملفوظہ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کردینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے اسکی اجازت دیدی تو ضمان ساقط نہ ہوگی یا ضمان راضی ہوگیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہوگا کذا فی الاشباہ منقولا من البزازیہ لیکن مصنف نے شرح منیہ عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کردینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی ہر واسطے کہ اتلاف بھی افعال ہی ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل مجہول ہی حواسا یعنی ہو کذا فی الطحطاوی کسر انا الغاصب والتخشیب کسر فاحشا کما یملکہ ولو کسرہ ملاہ ھو یلزمہ القطع حق الرجوع اشیاء ہیں بعضے لکڑی بطرح خشت توڑی تو اسکا مالک نہ ہوگا اگر چہ اسکی قیمت زیادہ ہوجائے توڑنے سے کذا فی القنیۃ اور اگر لکڑی کو موجب الٹوڑنے تو وہ اسکی ہوجائیگی پھر لیے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وفیھا اجر ھا الغاصب جدد اجر تھا الی المالک تطیب لہ لان لہ ان لا یجدد اجارۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یحلال ہی ہوا سلئے کہ اجرت واجارہ کی فروع مسائل ہیں متعلق شارح کے استعار نشا ولا فانقطع فی النشر فوصلہ بلا اذن مالکہ انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منکسرا شرح الکنز باعاریت لیا سوزہ ٹوٹ گیا چیر نے میں واسطے جوڑنے دوانوں میں سے مالک کو اختیار ہے تو مالک کا حق اس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر ٹوٹے ہوئے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ذکیت ارض غیرہ لاطفالہ حریق عم فی اللیلہ فاھدم شیخ بکر علیہ لم یضمن لانہ ضرر عام مکان لکل فعلہ جوھرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہوگئی اسکے چڑھنے سے تو اس پر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ اکثر نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے شخص کو اسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی المجوھرہ کذا یجوز دخول بیت الساری لاباذنہ کالغازی جائز ہے آدمی کے گھر میں گھسنا کوئی کافر سپاہ سے گریز کرکے یعنی جہاد میں غازیوں کو گھاس کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم فیھما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو اھلہ لم احتل کا اور غیر کے گھر میں بلا اذن داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اسکو خبر کرونگا تو وہ اسکو خود باہر لے گا حفر قبرا فی فنائہ او حفر فیہ الخربیتا فھو علی ثلثۃ اوجہ ان کان مسبلا للحاج فلہ فعلہ بشرطہ وان لسوبۃ وان مباحا فلہ فعلہ

حفرہ وان وقفا فکذلک لانہ کمن حفر بئرا فی ملکہ فجاء متسعرکان للحافر لا یدہ وبای ان یعوت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی سو یہ بیوہ سے شخص مر گیا اور تو وہ قبر میں مردہ تو ہے گا وہ بیوہ قبر کھودنے والے کی ملک ہو تو اسکو مردہ اکھاڑنا اور وہ بیوہ کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر بیوہ مباح ہو تو بھی قبر کھودنے کی قیمت یعنی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح بھی اجرت ثابت ہے اور یہ کہ وہ بیوہ اگر چہ وقف کشادہ ہو واسطے اس کے قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس بیوہ میں مریگا ھذا ھو المختار ہمیں ہے کہ ایک مردے کو قبر وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اسمیں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص ممانعت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو ممانعت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو کھودہ بیوہ ایسا ہے جیسے واسطے اس کے جسنے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس بیوہ میں مریگا کذا فی الظہیریۃ وھذا ھو المختار فی حال غیر الضرورۃ بلا فرق وکذا یتہ اکانی مسائل مذکورۃ فی الاشباہ جائز نہیں لینا مفت کرنا غیر کے مال سے بدون اپنی اور بدون اسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے اگر چہ رسائل متعین فی مال غیر بلا اذنہ

کتب ہیں مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسی طرح ہر مبیع کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور بیان قیمت پر جیسے کہ بیاع کے بارے میں کتاب الاجارۃ کی تالیف تو کتاب الاجارۃ کی تالیف کے مسئلہ غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے استحسان میں ذکر کیا ہو والاعلم بذا فی الاصل وہی قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فان لکل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجہول بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر لیجائے سو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادۃ اخذھا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظھر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمۃ اور وہ واحد الفقہاء وھو من خواص کتابنا فلیحفظ پھر اسکے بعد اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کو لینا اور اسکی قیمت واپس دینا بلا یہ کہ مغصوب کا مالک کچھ عوض لینا اور تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی منصرصات سے ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظھر المغصوب فھو ای قیمتہ الکثر ھا ضمن او مثلہ او دونہ علی الاصح عندنا فاکلہ ولی تردد قولہ وھو الکثر وعند محمد یقوم لحالۃ للمالک ورخصہ وامنی للضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان دیا بابر ابر ہو اسکے یا کمتر جو اس سے بقول صحیح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہو اپنے قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا ہے عند بعض کی روایت سے ثابت ہوا کہ اقبل اور اصح قیمت کا برابر ہوا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثر ہے کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب لو قیمتہ اقل للزوم ما قرارہ ذکر الواو ثم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب رؤیۃ مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ خیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود اسکے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی مخالف الدیباج اور جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہیں کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقولہ للمالک لو ہلک ھالک او لکل الغاصب فھو لہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ھذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول پر یا اسکے گواہ لانے پر یا غصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اسمیں اختیار باقی نہ رہیگا اسکی بعضا مندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک بقولہ او غاصب من غاصبہ جاز الا پھر مالک نے اگر اسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حرر دای الغاصب کما حرر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح ضمانہ لا کان المالک انما قصد بکونہ للعتاق البیع لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اس سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مالک نے قصد اضمان دینے سے کیا ہے اور اسواسطے کہ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا ہے غاصب سے مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہونے کو فی العنایہ اور زوائد المغصوب مطلقا متصلۃ کسمن وحمل ومنفصلۃ کلبن وثمر امانۃ لا تضمن لا بالمنع بعد طلب المالک لا فانہا امانۃ اور مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں جیسے پیٹ بڑھنا اور حمل ہونا مغصوب کا یا زوائد منفصلہ ہوں جیسا کہ دودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے پس اسکا تاوان نہیں لیگا غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اسکے رد نہ کرنے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد کو امانت ہیں ہم پہنچانے کی اور دلیل ایک ہی ہوگی تو اگر شارح یوں کہتا کہ زوائد میں اسواسطے ہوا نہیں کہ انمیں غصب متحقق نہیں ہوتا کذا فی الخلاصہ تو ہم کہتے اور اگر مالک زوائد متصلہ کا طلب کرے تو اوان نہیں وما نقصتہ الجاریۃ ما لو کادۃ مصفوۃ یصیر بولدھا یقیمۃ اولد یزنان وفی بہ والا فیسقط بقدرہ اور جاریہ مغصوبہ کی جو کچھ قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کی جیسے نقصان اسکے حمل کی قیمت یا اسکے عقر سے کیا جائیگا اور اگر اسکے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت والد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جاے یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساقط درم قیمت رہگئی تو اگر اسکے حمل کی قیمت بہ درم ہو تو بعد نقصان ہو گیا لونڈی اور والد مالک کو

پھیر دیا جائے۔ غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۱۵ درہم ہو تو ہم سے اسقدر ساقط کرے گا اور ۵ درہم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے یہ نقصان اس وجہ سے ہے کہ بچہ لازمہ پیدا ہونے والا ثمرہ سے ہے نقصان ہوگا عقرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر بسبب ضرب ہاری کر دیا کہ مردہ پیٹ سے گرپڑا تو اس پر عقرہ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جو نقصان کہا جائیگا ولو مات قبل الولد وفاء کفی هو للصحیح لختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور اسکے ولد کی قیمت اسکی قیمت کے نصف برابر ہو تو یہی کفایت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں زفر نے کہا ضمان ہے لانها مضمونة ای غصبها فردها حاملا فولدت بالولادة صفر قیمتها یوم علقت۔ زفر کی اس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر اسکی قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد سا ابتدا اسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اسنے غصب کی تھی تو اسمیں نقص ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اسنے پھیر دی تو سبب نقص آیا جو موجود تھا یعنی حمل تو یہ صحیح نہیں ہم بخلاف الحرة لانها لم تضمن بالغصب لیسقط ضمان العقر بعد ما ثبت فسادا بخلاف حرۃ مغصوبہ کے پھیر دینے کے اپنی اگر حرۃ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملا اسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ حرۃ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہو تاکہ ضمان غصب بعد فساد رہتا باقی رہے ولو ردها لحمى فماتت لا یضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیری اور حالانکہ اسکو تب تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ تب میں غاصب کا کچھ فعل خبیث نہ تھا لان تعدیه فردها فجادت فماتت به ملتقط اور اسی طرح غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اسکے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی مترجم نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان اتنا لازم ہوگا ولو زنی بها واستولدها ثبت النسب والولد لو فقیرا وہ اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور ولد کا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی العلا وخلافا منافع الغصب لستوفاها او عطلها فانها لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا تلف معطل چھوڑ دیا ہو ہمارے نزدیک نہیں ہیں وفی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لکن کلا یلائمه ما یاتی من عطف خمر المسلم الخ معه انه اخصر فتنبه سرادر متن کے بعض نسخے میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ لیکن اس عبارت کی وجہ سے آگے ویکی یعنی عطف کرنا ہمکو مناسب نہیں باوجود اسکے عبارت سابق زیادہ مختصر ہے سو اسکو غور کر لا فی ثلث فیجب اجر المثل علی المتاجر من ان یکون المغصوب وقفا للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اوجب مثل اجب ہے جب اختیار کرنے فقہا سے منافعین کے پہلی صورت یہ ہے کہ منصوب وقف ہو خواہ سکونت متعارفین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو اوما لو یسکنه سکنت امه مع زوجها فی دوره بلا اجر لا یجب علیهما اجر کذا فی الکافی اشیاء معزیا الوصایا الفقیه تاہان تیم کے منافع مغصوبہ میں اجرت مثل اجب ہے مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو وجیز میں کہا جاتا نہیں ہے اور نہ کہا یہ بھی نہیں ہے چنانچہ شباہ میں قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت ویستثنی الفقیه ابو اللیث کما نقل المصنف وغیره عن القنیة انه لا شئ علیه لکن الا حتیاط شئ علیه قیل دار الیتیم کالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا بھی مسئلہ متفق ہے سواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسی طرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا ابو یوسف نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب اجرت میں مطلقاً انتہی قول المصنف هم منفی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہے کہ یتیم اور وقف کے مانند ہے تو رہنا نہیں قلت ویمکن حمل کلا القولین علی قول المتقدمین بعدم اجرته واما علی قول المعتمد انها کالوقف فتجب اجرة علی الشریك والزوج لکون سکنی المرأة واجبة علیهم فغاصب الدار الیتیم فتنبه صه الاجرة وہ افتا بن نجیم میں کہتا ہوں اور ہتشائے وہ دونوں سعد نے کہا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہوا تو

مشائخین کے قول متدمہ پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر وقف کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اسکی ماں کی شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج پر واجب ہوتا ہے اور اگر زوج نہ رہے تو گھر یتیم کا غاصب پر تو واجب کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب البحر نے مع ہذا در اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں ہے درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اسپر اجرت نہیں کذا فی المحاوی عن المحیط وعلی التفصیل الذی فیہ من التفصیل الذی فی الیتیم یقدر علی المنع فلا اجرۃ کما علیہا غیر ظاہر اور جو میسر فریمن ہے تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع پر قادر ہو اور اسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زمین پر اجرت واجب ہے یہ غیر ظاہر ہے ہم قول مذکور کو کی ظاہر اغیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ فروع علیہ کما علیہا نادہ فی منویر البصائر اور بموجب اسکے یعنی بموجب قول متدمہ کے تو اجرت زوج پر واجب ہے یتیم کی ماں پر چنانچہ لیا ہے منویر البصائر سے مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج پر واجب ہوتا ہے تو زوجہ صاحب

ثم رأیت نقل عن الخانیۃ ما یدل لما ذکرہ من التفصیل حیث قال لو کان الصغیر فی عیال الوصی وان الحاصل اذا کان لا یضرہا فالغالب ان یسکن قدر سکناہ قالوا وعلیہ الفتوی ہے پھر صاحب منویر البصائر نے خانیہ سے نقل کیا کہ اگر گھر کا سکنہ یتیم کے سکنے کے مانند ہو اور شریک حاضر جبکہ یتیم میں سکونت کرے جس مدت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ اسمیں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علمانے کہا اور اسی پر فتوی ہے ہم عماد یہ میں مذکور ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین میں زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ ضامندی مالک کی ایسی صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہوا اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی المحاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال بان بناہ لذلک واشتراہ لذلک قیل او اجر ثالث سنین علی الولاء یا اس مغصوبہ کے منافع کے اجرت مثل جب ہر دو یہا جو استغلال کے واسطے یعنی اسکے مالک نے اسکو تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اسکو اجارہ دیا ہو تین سنین میں علی الاتصال وفی کافی الحاکم لا یقدر الدار معدۃ لہ باجارتہا قبل سنین او شرائہا کذلک وجاء اعداد البائع للمشتری او شراءہ لہ فی بیتہ لیس کذلک اور شراء میں ہے کہ گھر استغلال کے واسطے یہا نہیں ٹھہرجاتا اسکے اجارہ دینے سے پہلے تین سال یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کے واسطے اور نہ بائع کے یہا کرنے سے نسبت بمشتری استغلال کے واسطے ہو سکتا ہو ویشترط علم المستغل بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کے واسطے یہا ہو تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستغل مشہورا بالغصب اور وجوب اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ہم اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو واجب کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے یہا ہو اور دونوں سببوں کی وجہ یہ کہ اسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے کذا فی المحاوی قلت ولو استغلہا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ کما نہ منکر وکما خسس صدیخ میں کہتا ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنایا ہی اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والا کا قول اسکی قسم کے ساتھ مقبول ہو کذا اسواسطے کہ وہ منکر ہو اور دوسرا مدعی ہو اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہو نہ مدعی کا قال یتخفا وعوت رب الدار بیعہ یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی سوت سے اور اسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کے واسطے مہیا ہونا باطل ہو جاتا ہو دلالۃ لنفسہ ثم اراد ان یعد فان قال بلسانہ وہو یعلم الناس جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اسکو کرایہ کے واسطے مہیا کر دے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگوں کو اسکی خبر کر دے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہو الا فی المعد للاستغلال فلا ینفع لانہ کساکن بتاویل ان کبیت مکۃ واعد الشرکاء فی الملک لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اس گھر میں نہیں جو کرایہ کے واسطے تیار ہوا جبکہ اسمیں کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل سے چنانچہ وہ گھر جو میں مکہ کا ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا پس یہ گھر بھی مثل اسکے ہی ہے تنبیہ سے تنبیہ دو اور رہنما مشائخ نے فتوی دیا ہو اسپر کہ روایت متدمہ پر جو کچھ قول پر بھی ہو اور حالانکہ فتوی متاخرین کا قول پر ہے ہو بموجب اجرت مثل اصا فی الوقف

اذا سکنہ لحد ھا بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن رہنے کے سکان میں ہو کہ ایک شریک آپس میں سکونت کرے غالب ہو کر بدون اذن کے تو اجرت سے لازم نہ ہوگی اور عقد کا بیت الرھن او السکنہ المرتھن یا ان للغیر معدًّ للاجارۃ فلا شئ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن یا اجیر ظاہر ہوا کہ وہ گھر تیسرے کا ہے اور انحالیکہ وہ اجارہ کے واسطے مہیا ہو تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں بقی لو اجر الغاصب احدھا فی المستاجر المسمّی الاجر المثل و لا یلزم الغاصب الاجر لانہ ما فوتہ علیھما فیتقید بالمسمّی باقی رہی یہ بات کہ غاصب کے ثبوت کا شئہ مذکورہ سے یعنی تغیب اور مال ہونا اور سد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت مسمیٰ واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور یہ شامل قاعدہ کلیہ کو نہیں ہوا بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والتنویر فی الشرنبلالیۃ و ینظر ما لو عطل المنفعۃ ھل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور شرنبلالیہ میں ہے اور اس میں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑ دے کیا اوس کا ضامن ہوگا یا نہیں فبخلاف حکم المسلم و خنزیرہ بان اسلم او ھما فی یدہ او اتلفھما مسلم او ذمی فلا ضمان اور بر خلاف اسلمان کے شراب اور سور کے کہ اگر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اسکی ملک میں باقی رہے جبکہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقوم نہیں و خصّ الحلف المسلم بقیمتہ لان الخمر فحقا قیمیّ حکما او کان الذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونوں کی قیمت کا ماوان ہے اگر شراب اور سور کا ذمی کی ملک ہوں قیمت کا ماوان ہو اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم ضمان ہو اسواسطے الا یرہ اور ہم نزدیک کے حق شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے مگر قیمت والی لیکن ہم پر مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی و المتلف غیر الامام او ما مورہ بری ذلک عقوبۃ فلا یضمہ و کذا ان قتل حدًا او قصاصًا خلافا للمحمّد بخلاف ضمان السوقت و جب ہوگا جبکہ ناحق کرنے والا بادشاہ یا اسکا مامور نہ ہو بخلاف تلف کرنے والے کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور شراب کے مشک کے تلف کرنے کا بخلاف محمد کے کذا فی المجتبیٰ ہم یعنی اگر بادشاہ یا اسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اب ضمان نہیں ہے منع اغنیا میں ہی کہ ذمی نے دار الاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہا دے یا مخمر کو قتل کر دے تو اوپر ضمان ہوگا یہ کہ امام یہ کہ شعر یہ جان کر تو اوپر ضمان نہیں مشک کا مشک اور گوبر کا گوبر کا و الاحصان فی ھیئتہ و قیمتہ اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا ضمان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں ضمان صلا و لا اشتراطا لا لخمر ھذا ای اللھو و شریکھا فلا ضمان و کما لو غصبہ فخللہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبھا عصیر بر خلاف اس مسئلہ کے کہ اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پھر تو اوپر ضمان ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے فعل اسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب کرنے کے کہ اسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اوپر ضمان ہی کذا فی البحر المجتبیٰ و فیہ التلف ھو خمر ھو ثم اسلما او احدھما لا شئ علیہ الا فی روایۃ علیہ قیمۃ الخمر اور مجتبیٰ میں ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا اسکا تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اسپر تاوان مذکور ہو غصب خمر و مسلم غصبھا ذمیا ما لا قیمۃ لہ لکخنزیر او میتۃ لم یضمن لا قیمۃ لہ لو لمسلم او خمر جلد میتۃ مدبوغۃ بہما لا قیمۃ کذا فی شرح الملتقی اخذ ھا المالک مجانا شراب مسلمان کی غصب کی پھر اسکو سرکہ بنایا اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے گیہوں یا تھوڑا نمک مال کر جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھ کر یا سرکہ کی کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو نہ لیگا و لکن لو اتلفھما احد لا یضمن و لا یکون الخمر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر خود بخود تلف ہوں تو اوپر ضمان نہیں فی شرح الوھبانیۃ و فی ھذا ما یدل علی ان الخمر تتخلل فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اوسی قول پر ملتقی میں باعتبار کیا ہو یہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الحلبی و اخذ غیاری قیمۃ کالخمر الکثیر و الخل ملکہ و لا شئ علیہ لما لک خلافا لھما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے جسکی زیادہ

تملک اور سرکہ ڈال کر تو غاصب اسکا مالک ہوجائیگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین ولو دبغ به بدلی قیمة کدوغ وعفی الجلد اخذه المالك ودماغ الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ پیول کی چھال اور مازو سے تو مالک اسکو لے اور جو قدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیرے ولغاصب حبسه حتی یأخذ حقه اور غاصب کو جلد بابوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو تلف الا بعض کما لو تلف اور اگر غاصب جلد بابوغ نہ کرکو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہوجاوے کالخمار بالتخلیة ولو لذمی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کرڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو وہ کالتالف حقیقة عمدا ولو لمسلم یعتقد حلہ لان کلا یدین الحاجر ثابتة اور نہ اس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہو جسپر امام نے دعوماً ترک کیا اگرچہ ترک کرنا ہمارے شخص کا ہو جو اسکو مباح کہتا ہو یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی المنتقی اسواسطے کہ حرمت تگیری کا اعتبار شرعی مذہب کو نہ ہوا ہم حرمت حنفیہ یہ ہے کہ اسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ یعنی نہ کھاؤ اوس چیز سے جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر المعرف بکسر الیم اللہ اللھو ولو کما فی ابن کمال قیمته خشیا محضرا تا صاحبه اللھو اور بانسے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کا ہوگیا ہو کذا ذکره ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی کیونکہ ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معروف بکسر میم عبادت ہوآلہ سے یعنی گانے بجانے کا باجا جیسا سارنگی اور مزمار اور دف اور طبل الطبنور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صاحب لغت اللھو کا مطلب یہ کہا دف تو کھونے نہ دے میں اوس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں روئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اوس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمیں شراب وغیرہ طعام رکھا جاتا ہو وضمن القیمة کالمثلی بالراقم سکر ومنصف سیجئ بیانه فی کالمثلی بلہ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہادینے سے کتاب الشرب میں سکر اور منصف کا بیان آویگا ہم کچھ بحث سکر کے پیچھے پالی جاویگا اگر سرکا ہوگیا ہو جو آوے جاوے اگر ہم جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وظهر بیعها کخلا وفاکلا یفتی به وسیأتی دعاله الفتوی وسلقه ودرد وبابلی غیرها والوصف ہو وبیع الآلات لہو کی بالکل اور صاحبین کے کہا کہ جانور کے توڑنے والے پتاوان اور تمام آلات لہو اور سارنگ کی بیع صحیح نہیں اور یہی قول پر فتوی ہو کذا فی المنتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاة زاد فی الخزانة والصیادین والمدفع الذی یباض به العرس فیضمنون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الخظر میں بزیادہ کیا ہو اور شکاریوں کا طبل اور دف جسکا بجانا شادی میں مباح ہو تو اسکے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہو کالحمة للقینة ونحوها کلعب نطوح وحمامة طیارة ومزید من قاتل دعید خصی حیث یجب قیمتها غیر صالحة لہذا کالمدور جیسے ضمان غصب اور بیع میں گانے والی لونڈی اور اسکی ماننداس کے چنانچہ مرغ لڑانے والا بینڈھا اور لڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑانے والا اور خوجہ غلام کہ نوکر انکی قیمت واجب ہوا سطرح پر کہ اسوقت لوگوں کے نزدیک انکی سلامت پر کیا قیمت ہو ہم یعنی جاریہ غیر ممیزہ اور غلام خرمنی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فماتت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتزوم المدبر دون ام الولد وفاکلا یضمنها النفقة معها اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے سبب مال متقوم ہونے مدبر کے نام ولد کے لام کے نزدیک اور ہمارے صاحبین کے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب سے اسکے مال متقوم ہونے کے سبب جیسے مدبر کی قیمت ہو قیمت خشیا محضرا تا صاحبه اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک عمر میں حل قید عبد غیره او باط دابته او فهر تاب اصطبلها او قصعة طارقه فذهبت فان الکسر لو لتسوی الی سلطان ممن یؤدبه والحال انه لا یدفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یعاشر الفسق کما یتهم به وقال السلطان قد یرفع وقد لا یرفع فقال انه وجد کثیرا فرفعه للسلطان شیئا کما یفعل بمجهول ہو المراد کوئی شخص نے دوسرے کے غلام کی بچڑی یا اسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھولدی یا اسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اسکے چمڑے کی کڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جاسکو ستاتا ہو اور حال یہ ہو کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستگر انا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی

ف قولہ ضمان غصب اور بیع میں گانے والی لونڈی اور اسکی مانند اس کے چنانچہ مرغ لڑانے والا بینڈھا اور لڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑانے والا اور خوجہ غلام کہ نوکر انکی قیمت واجب ہوا سطرح پر کہ اسوقت لوگوں کے نزدیک انکی سلامت پر کیا قیمت ہو ہم یعنی جاریہ غیر ممیزہ اور غلام خرمنی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی

جو فسق کا مرتکب ہو اور اسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کچھ ہی ڈرتا ہو اور کبھی نہیں ٹلتا ہو یہ کہدیا کہ فلاں شخص کے کہنے سے مال یا زید کو چھوڑ دیا بادشاہ سے اس عہدہ یا فاسق پر باخبر رہنے والے پر کچھ ڈانڈ وغیرہ ہے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان لیا جائیگا یعنی غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ اسکے کا ولو غرم السلطان لیتذ بمثل ہذہ السعایۃ حنفی اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرح کی چیز سے تو ضامن نہ ہوگا ولکنا یضمن لو سعی بہ حتی حبس او ضرب ضمان جبر الاذی السابع وہ یہ فقد ولوات السابع عبدا طلق لیہ بعد الحق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے جبکہ کسی پر محمد کے نزدیک اگر اسنے حق چھپی کھلا یا کسی پر عیب ضمان جنکو رد کرنے اور قیمت کے واسطے ہو تا رد بالعیب نہ ہوا ہو ایسی تحویل پر فتوی ہوا ہو اور اسکو تمیز دیجائے اور اگر صغیر غلام ہو تو اس سے نہ مانگا جائے یہاں تک کہ بلوغ کے بعد ولو مات السابع فی ظلمہ یہ ان یاخذ فقد الخمر ان من کتمہ ھو الصحیح ولہم لقاطہ اور اگر جنکو رہو کر مرگیا تو اسکو جبکی اسنے چغلی کھائی جائز ہو کہ بقدر اپنے نقصان کے اسکے ترکہ سے لے یہی قول صحیح ہو کذا فی ہوا ہم القضاوی ونقل المصنف انہ لو مات للشکو علیہ بسقوطہ من علی فغرم الشاکی دیتہ لا ولو مات بالضرب لمن ضربہ وقد مر فی باب اسر قہ اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور جبکا شکو کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا صحت پر پہنچ کر اسکے خوف کے سبب سے تو شکو کرنے والا اسکی دیت کا تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب ندرت موت کے ضرب سے اور البتہ یہ سند مذکور ہو چکا باب السرقہ میں او شخص عبد غیرہ یا مرہ بالقتل فقال لہ اقتل نفسک ففعل فلا ضمان ولا وجب علیہ قیمتہ لانہ ایک شخص نے غیر کے غلام کو یہ کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کیا تو مار ڈالنے والے شخص تاوان نہ دے اور فوق اس اسکے اور سلسلہ سابقہ میں یہ ہو کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل میں اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہو تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا واعلم ان الامر بالقتل علیہ وجہ کما فی ستر اذا کان الامر سلطانا او ابا او سیدا او المامور صبیا او عبدا او امرہ باتلاف مال غیر سیدہ واذا امرہ بحفر باب فی حائط الغیر فحفر لصاحبہ ورجع علیہ الامر بما ضمن اشیاء اور معلوم کرکہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چار امر کرنے والوں پر ضمان ہے جبکہ امر بادشاہ ہو یا باپ یا مولے یا امور غیر عبد یا وہ غلام جسکو امر نے مولے کے سوا اور کسی پر اسکے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکا شکو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے نہ لے کذا فی الہدایہ ہم سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسکا امر کراہ ہے کیونکہ نہ ہو جاتا ہو اگر امر میں اطاعت نہ کرے گا تو وہ عقاب کریگا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا یا مور پر اور پر آمر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے نابالغ فرزند بالغ کو امر کیا کہ اسکی زمین میں آگ جلائی اور وہ آگ زمین پھیلا میں جائیداد اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہوا اور ظاہر اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ سراسر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اسکو تلف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد ہونے امر کے اور ہمہ مولی کی صورت یہ ہے کہ مولی نے غلام مامور کو قتل نفس کا امر کیا تو ضمان اسکا امر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہ صورت ہے کہ صبی مجور سے کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا غرہ بیعد کھر ہو جبکا ہاتھ اسکو ضمان ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اسکا آمر پر ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میرے واسطے

کھو دے تو ضمان آ مر پر نہ ہوگا یعنی حاضر ہو گا کذا فی الطحطاوی استعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ ولم یعلم انہ عبدہ او قال ذلک العبد الذی استعد لی فحکمہ حکم قیمتہ ان ھلک للعبد بعادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے کہا جسکو واسطے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اسکی قیمت کا تاوان اسے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ اسنے استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی اخر وقال انی حرٌ فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فذلک ثم ظہر انہ عبدٌ فقیمتہ علیہ ولم یعلم ھذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ اور عمادیہ میں ہو کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ میں آزاد ہوں سو مجھے کوئی کام لے سوا سنے اسنے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا یہ ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اسکا تاوان اسے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ اسوقت ہو جبکہ اسنے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیر نفسہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا کقولہ لعبد اسرق ھذہ البحیرۃ وانثر ثمرتہ فاکلہا نثر ثمر نہ کا حکم دیا اور بولا تو آزاد ہے تو اسنے کھا لیا تو ضمان قیمت اسپر نہ ہوگی لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اسکے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلو کو جھاڑ اور کھا نے سو غلام نے کر کے مر گیا تو آمر پر ضمان نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ تو کھا لے اور میں تو اسکی قیمت کا ضمان دیدگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا کما فی الطحطاوی کے کہا تعلیل اخیر میں گفتگو ہو یعنی تمام غلام آ مر کے نفع میں نہیں غلام جاء الی مضاف فقال ضفنی فقصدہ وضمہ استاذ فعثر فمات لا ضمان علیہ لانہ لم یضمن قیمتہ العبد عاقلہ الفصاد ایک غلام فساد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اسنے اسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس فصد کے زخم سے تو فساد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہو گا کما فی الطحطاوی اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذول ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اسکے مر جانے میں تو اسکی دیت فصاد کی برادری پر ہو کذا فی العمادیہ فرع سکا ذبیحہ غصب کا غصب عبدٌ اوسعہ مالٌ للمولی صادف غصبا للمال اصابل قالوا یضمن ثمانیۃ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر اعمادیہ غصب کیا غلام اور اسکے ساتھ مولی کا مال جو وہ اس کا بھی غاصب ہو گیا کہا فقہا نے کہ اگر غلام کے کپڑوں کا غاصب تاوان دے باعتبار قیمت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور اسکے کپڑوں کا فی الوہبانیہ شعر ولو نحی الخف فی ضمن فقصا فلو نحی القلنسوۃ او شاشا یذکر اور وہبانیہ میں ہو اور اگر غلام مغصوب پیشوں کو بھول گیا تو اسکے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قرآن بھولا ہے یا غلام حر ان پر ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہو ہم مسائل مذکورہ میں علت شاملہ نوات وصف مرغوب فیہ ہی جس سے بہت زیادہ ہوتی ہو شعر ولو علم الدلال فیہ بقلۃ بلعۃ فقوم للسلطان فقص بخسرۃ اور اگر دلال قیمت تماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کم قیمت اسکی بیان کرے تو پیتاوان لازم آ دیگا شعر ومن تلف حدا فردتین تیسلم ھو البقیۃ والمجموع منہ یقضم اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو بقایا فرد بھی دینا چاہیے اور کل کی ضمان کو وہ حاکم کرے ہم جوڑے سے مراد دو چیزیں ہیں جنکا مالک کو انتفاع مقصود حاصل ہو دے بدون دونوں کے چنانچہ دو کوا اور دو موزے اور وجہ تو نزدیک غاصب ایک فرد کی ضمان سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی سکوا لک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اسے دے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن لانہ لم یفوت الا اسم الفرد الذی ھو المختار وافقہ الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جائیگا مگر ایک ہی موزے کا جسکو اسنے تلف کیا اور بتاریہ میں یہی قول مختار ہوا و شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہو جو ذکر ما یفید ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بتضمنہ الکل فیما استبدل الموقوف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اقول ذکر کیا جو اسکا منشا یہ ہے کہ وہبانیہ کی بیت میں

قبض قیمت وال مین سلطان قید نہین ہو اور یہ کہ تعیین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً اب ال قف وران تہم مین تو کہو ما رکھنا چاہئے واللہ اعلم یعنی اموال یتامی اور دیران اوقات کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کے واسطے قیمت کہنے والی مقرر کرتے ہین اور تہمین نہین قاش ہوتا ہو اور قاضی کا حال جاننا خصوصاً ابتدا الات مین تو یونہی لائق ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہو جیسے کذا فی الملتقط اوی عن النسر نبلالی مختصراً **خاتمہ** ایک شخص پنجین تھا سو وہ بھول کیا پھر گیا تو اسکا موا خذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہو کہ اگر عبادت کا بین ہو تو امید یہ ہو کہ موا خذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی حق سے دین ہو تو موا خذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مر گیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہو تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کہ مر گیا تو ا خوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مر گیا تو ا خوذ نہ ہوگا اور دین سے آخرت مین موا خذہ نہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان سرقہ منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی پھر غصب گیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور تھپڑ ادمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر ذمی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے مستخفف ہوگا اور کی سبب اسکی حق تلفی کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہو اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین ہمارہو تو اسکی عیادت نکرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اسمین مسجد بنائی اور دو کانین اور حمام تو اس مسجد مین نماز کا تو چنداں مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہ جانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کے واسطے دو کانون مین جانا جائز ہے شمس الائمہ نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اس مسجد مین یہان تک کہ اسکے مالک راضی ہو جاوین اور ان دو کانون کو خرید کر انہین ایسے نزدیک مکروہ ہے اور جو سود اگر ان دو کانون مین رہتے ہون منصوب جان کر انکی کو اہی قبول نہین کذا فی الملتقط واللہ اعلم

کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہو شفعہ کے مسائل مین مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضا شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہونا ہو غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا **ھی لغۃ الضم** شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہی یعنی لام نام زمی نے کہا شفعہ ماخوذ ہی شفع سے بمعنی ضم سے جو ضد ہی وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے گنہگارون فائزین کے ساتھ ملدیگی اور یہان شفیع ماخوذ کرا پنے ملک ساتھ ملانا ہو لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا **وشرعاً تملک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیاً والا بقیمتہ** اور شرع مین شفعہ عبارت ہی تملک البقعہ سے مشتری پر زبردستی کر کے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور جو ملک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو بدلہ اسکی قیمت کے ہم مشتری کی قیمہ سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ اور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر یہ بعوض مثل ہو مگر عین نہو جیسے کپڑا وغیرہ باعتبار انتہا کے بیع ہو **وسببہ اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار** اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہو ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے سبب سے ہو خواہ ہمسائگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت بقعہ مین ہو یا حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزم ہو شفعہ کی حکمت یہ ہو کہ آدمی اجنبی شخص کی ہمسائگی سے تکلیف نہ پاوے **وشرطہا ان یکون العقار عقاراً** اور شفعہ کی شرط یہ ہو کہ محل مقاد ہو مراد اسمین ہر کہ عقار سے سوا دیہان غیر منقول ہو تو عقارمین کہ چلی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہو اگرچہ اسکی راہ منفصل مین ہو اور عمارت اول شجار عقار سے تبع گنی گئی اسواسطے کہ نہین منفرد نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین جس العقار ہو خلافا لما فی الملتقط کذا فی الملتقط **سفلا وعلوا** شرط شفعہ عقار ہی اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہو کہ دو شخص شریک ہین سفل اور علو مین ہو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اسکا شفیع ہوگا بہ ثبوت عقار سے کذا فی الملتقط **وان لم**

لیکن طریقہ فی السفل لانہ الحقیق بالعقار مما لہ حق القرار وہو شفعہ ثابت ہوگا گر نیچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان مین نہ ہو ہو اسلئے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہوا سواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہی کذا فی الدرر وہم اگر سفل بالا اور سفل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہوا سوجہ سے کہ وہ شخص مشترک فی الحق ہوا اور اگر اسکی دوسری راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسایگی کے ہوا اور اگر سفل زیرین کی بیع ہوئی اور سفل بالا معدوم ہو تو لیث کے قول البوبکر شفعہ نہین اور لیقیاس قول محمد شفعہ ہی اور اگر سفل زیرین ایک شخص کی ہو اور سفل بالا دوسرے شخص کی اور دونون کے پاس گھر بنا ہی تو اسمین دونون کا شفعہ ہی کذا فی الظہیری واما ما اخرجہ ابن الکمال فی اول باب ما یہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فرد شیخنا الرملی وافتی بعدم اتباعا للبزازیہ وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول مین جسکے اندر شفعہ ہو اسکا یقین کرلیا ہو کہ جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت حق بعقار ہو تو اسمین شفعہ ثابت ہو سو اس کلام کو ہمارے اساتذہ خیر الدین رملی نے رد کیا ہو اور فتوی دیا ہو عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہوکر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہو کہ زمین وقف مین عمارت بنالی گئی اور ابتدا عمارت وقف یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت ندکور کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابوالسعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہو لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ و خانیہ مین عدم شفعہ مصرح ہی سراجیہ مین یون ہی کہ ایک مرد کا گھر ہو وقف کی زمین مین تو اسکے واسطے شفعہ نہین اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہین کذا فی الظہیری مختصرا ورکنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہی شفیع کا مانع یا منتہی سے وجوب سبب اور شرط شفعہ کے نزدیک یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہوا وعقد معاوضہ اور سبب عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہو طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو مگر سالہا سال کے بعد طلب شفعہ یوقت جائز نہ ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکی بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفہا ان الاخذ بالشفعۃ یتم ویبتدء بہا ویثبت بہا بالشراء کالمبیع فی خیار رؤیۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہی کہ یہ سلسلہ شفعہ کے لینا ابتدا سے خرید کے مانند ہو تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہی جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پھیرنا بسبب خیار رؤیت اور خیار عیب کے یثبت لہ الاخذ یعنی ثابت ہی شفیع کی شفعت کے واسطے نہ اسپر منصرف ہونے کو مراد شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہان وجوب یعنی ثبوت کے ہر وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع شفعہ طلب نکرے تو اسپر گناہ نہین بعد البیع لو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما مر اور شفعہ واجب ہی بعد بیع کے اگرچہ بیع فاسد ہو بشرطیکہ مالک کا حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا عدم بیع فاسد مین حق مالک منقطع ہوتا ہی مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے وباخیار المشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہی بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا مالک اور مشتری دونون کا تو شفیع مین وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہوجاتا ہی گواہ کرنے سے اسکی مجلس مین یعنی طلب مواثبہ کی مجلس مین فلا یبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کرنے کے یعنی بعد گواہ کرنے کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ بالتراضی او القضاء عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما مر ملا بمجرد التراضی اور عقار بیع مملوک ہوجاتا ہی بعینہ سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہی قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضا سے قاضی اخذ بشفعہ پر عطف ہی بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے بمجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ در رمین ملا خسرو سے اسکو مفہوم کیا ہو شارح کے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضا قاضی کا عطف تفسیری ہو کوئی سمجھیگا تو طلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہو حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ ملک شفعہ قاضی کے حکم سے ملا اخذ شفیع طلب خلافا للشافعی رحمہ اللہ ولو سلم المشتفع فلہ الملک خلافا للشافعی رحمہ اللہ تو شفعہ واجب ہوتا ہی بمجرد بیع شفعہ کے نزدیک ملک شفیعون کے بخلاف مذہب شافعی ہم عدد رؤس شفعا اور بمقدار ملک کی صورت یہ ہو کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہی

ایک کا حصہ تین نصف ہو اور دوسرے کا بائع اور تیسرے کا سدس سو صاحب النصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ بین ثلاث کا حکم ہوگا بقدر رؤس ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کرتا تو دونوں میں اخماس کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کیا تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک دونوں شریکوں میں برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتوں میں اگذانی الدر یعنی جتنے شفیع ہوں برابر حصہ پاویں گے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم لخلیط مشاع یطلب فی نفس المبیع شفعۃ واجب ہوتا ہے واسطے خلیط کے یعنی جو شریک ہو ذات مبیع میں شارح نے کہا لفظ الخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہاں سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا تاہم کہیں اور سلم لہ فی حق المبیع وھو الذی قاسمہ بقیت لہ شرکۃ فی حق القار والشرب والطریق خاصۃ یعنی واسطے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے حقوق مبیع میں شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور اسکی شرکت حق قرار میں باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذالک بقولہ کالشرب لغیر صغیرہ الخ یعنی فیہ السفن وطریقہ لا یفید پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسا پانی کی باری اس نہر صغیر کی جسمیں کشتیاں نہیں چلتیں اور رستے کہ جو غیر نافذہ ہو یعنی لا شفعۃ بھما لانہ لا ضرر فی بیعھما لانہ اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر جو کہ جسمیں کشتیاں چلتی ہوں اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونوں شریکوں سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب لغیر مشترکٍ بین قوم تسقی ارضھم سنۃ بعینھا من نھر صغیر لیس فیہ سفن فلکل اھل الشرب الشفعۃ ولو الغیر عاما والسفلۃ نحالھا فلا شفعۃ للعام والملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر غیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگوں میں کہ انکی آراضی اس سے سیچی جاتی ہیں ان آراضی میں سے ایک کھیت کا تو سب پانی لینے والوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگوں کا حق ہے انکی حویدیں اور اگر نہر عام ہے جسمیں کشتیاں چلتی ہوں اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والوں کا اور ان کی زمین کی بیع میں شفع بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نہ کیا اسکے ظاہر ہونے کے سبب سے فلصاحب ملاصق طوحونا او ماء او مسیلا او مصرفا او مکانا یعنی بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہو اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد یا فرزند یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری ظھر ھا او ظھرھا او ابابہ فی تلک السکۃ فھو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے کوچے میں ہو اور اسکے گھر کی پشت خانہ بیعی کی پشت سے ملی ہو تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ میں ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہو تو وہ خلیط ہے جو مبیع میں نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہوا اگرچہ اسکا دروازہ مسافت ہمسایہ کے ہو ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھ حلی یا دالان مشترک ہو چند مخصوصین میں اور وہ منزل واقع ہو ایک قوم کے گھر میں کہ غیر نافذہ کے اندر جسکا حد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل کا تہائی شریک اجنبی شفیع کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک اجنبی ہیں کوچے کے شریکوں سے واسطے کہ وہ اور صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو اہل حق ہیں راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو جار ملاصق حق ہے کذا فی الدر وطحطاوی میں ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس صورت میں مذکور ہے الشریک حق من الخلیط والجار الملاصق حق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حق دار ہے خلیط سے اور خلیط حق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے ترتیب اگلی یوں مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک فی الساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونوں دیواروں میں تین ہاتھ چلنے سے تنگی عمر کے یا دونوں باہم ملحق ہوں تو اگر دونوں میں طریق نافذ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہیں انتہی وہ ایضا جذوع علی حائط مشترک فی تنصیف او تثلیث او کان لاحدھما جذوع علیہ دون الاخر او کان لکل منھما جذوع علی الحائط لکن علی التعاقب او کان لاحدھما علیہ جذوع ولم یکن للاخر علیہ شیء والحائط لھما او لاحدھما او لاجنبی فلا شفعۃ لجار ولا لغیرہ اور کھنے والا دونوں کا دوسرے کی دیوار پر یا اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہو وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی المبیع کذا فی الہدایۃ والکافی فلو فی نفس الجار شریک ملتبس قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الدار کشقیقہ ۴ علی عدد من الجیران کان الشرکۃ فی البناء لا تجدید ذا کالا عین

لا یبطل بہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہوگا نہ ہمسایہ میں کہتا ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اگر ہمسایوں میں سے کسی ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا سوا اسکے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہیں ہے تمام یعنی متن کی عبارت اپنے محمل پر ہے جبکہ زمین بھی مشترک ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار یا کوئی چیز زمین کی بدونوں نے قسمت کر لی سو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک بھی کذالک الظہار ہی مقرر و فی شرح الجمع ولکن الجدار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ للشفعۃ بغلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس سائبے کے حصہ کا جو کہ گھر کو یا غیر خانہ میں واقع ہے بخلاف کوچہ غیر نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہیں اشفع بعضہم حقہ من الشفعۃ بعد القضاء علی قبلہ فلمن یاخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن یقبل تفصیل لتارک لانہ بالقضاء تظہر حق کل واحد منہم فی نصیب کل فہو کما لو ترک کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی سے انمیں سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے کذائی الزیلعی اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعوں کو جمیع مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان احدہم غائبا یاخذ الحاضر بالجمیع لارتفاع المزاحمۃ بترک الشفیع الحاضر بخلاف ما اذا ترک احد الشفعاء فی غیبۃ الغائب حیث لا یاخذ الحاضر بالجمیع لعدم ارتفاع المزاحمۃ لاحتمال عود الغائب و ہو حر بالشاک اور اگر ایسا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضر ہی اندر تمام مبیع کے شفیع غائب کی نہ طلب کرنے کے احتمال ستاقط ہونے کے کیونکہ بسبب شک کے ولذا لو کان الشریک غائبا طلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور اسی طرح اگر ایک شریک غائب ہو سو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اسی کے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی لہ بما علی مثل الاول قبلہ بصفۃ ولو توفیۃ فبکلہ ولو دونہ فبعضہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی پہلے شفیع اول کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اسکے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ ثانی کو قاضی بازگشت کذا فی الخلاصہ استظہر الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو التسلیم شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں بسبب نہ پائے جانے اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہو اذا اشفع اخذ البعض وترک الباقی او قام یملک ذلک جبرا علی المشتری لتفرق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہیں مشتری پر جبر کرکے تفرق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیب بعض الباقین وسلمہ لہ کان متبرعا ویقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اسکی روگردانی سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ اذ شرطہ تمامہ ان یطلب الکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح میں بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ فتح الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی والسبا اور صحیح ہے بیع گھروں مکہ کے مفتی بہ ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذائی الاشباہ ہم ملتقات میں مذکور ہے کہ مفتی کے گھروں میں شفعہ نہیں ہے لیکن فتوی مخالف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح و بیانیہ میں تمیس اور مزید سے مذکور ہے کہ دیار کے وجوب شفعہ میں دو روایتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ اصح نہیں قول حسن کی رو سے امام اعظم سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذائی الاسبیجابی مختصر قلت صفاد صحۃ اجارتہا کما لا یخفی وقد قدمنا فلیحفظ لکنہ یکرہ وسنحققہ فی الحظر والاباحۃ میں کہتا ہوں اور یہ مفتی کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد ہے ہمراہ اسکے اجارہ بطریق اصالی صحیح ہونا اور تقریر ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لیکن اسکا اجارہ مکروہ ہوا اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں

ہم شارح نے کتاب الخلاصہ سے اجارہ و سیانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں ہوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام قنوی دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے کہ گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالے سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنی مکہ معظمہ میں قیام اور مسافر برابر ہیں اور امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سوائے میں قواسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے فَيَنْبَغِي لِلطَّالِبِ مُوَكِّلُ الشَّفِيعِ وَإِنْ تَسَلَّمَ إِلَى مُوَكِّلِهِ وَإِنْ سَلَّمَ الْوَكِيلُ هُوَ الْمُخْتَارُ اور راجح یہ ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفیع کا مشتری کے وکیل سے اگر بیع اٹھنے اپنے موکل کو تسلیم کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے طلب کرنا موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہوا منتہی تو اسمیں ابطال شفعہ مذکور نہیں اور اسی طرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا صاحب ہم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی وَلَا شُفْعَةَ فِي الْوَقْفِ وَلَهُ أَوْ لَا يَجُوزُ إِلَّا تَبَعًا مترجم ہم وظنیہ خلافا لِلْخَلَّالِ وَالنَّزَرْنَجِيِّ وَلَعَلَّ سَاقِطٌ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کے واسطے شفعہ ہے کذا فی انوار الاول اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے کذا فی شرح الجمع والخانیہ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شلبی کا ساقط ہونا خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہی مصنف نے شرح مجمع میں ہم وقف میں اسواسطے شفعہ نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکو وقف کرنے کا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ وقولہ اَوْ لَهُ اَوْ بِجِوَارِهِ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو تو اختصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کہا ہی مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی روایت یوں نقل کی ولکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی لا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی تبصرف قلت وحمل کثیرا الرملی الاول علی الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع فتفی الفیض حق الشفعۃ یعنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیر الدین علی نے قول اول یعنی عدم شفعہ جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلام ہم یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو رہے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خریدنا بحق شفعہ درست ہے کذا فی الطحطاوی فعلم انہ لا یملک من الوقف بحال الا شفعۃ فقم ما لا یملک بحال فغیر الشفعۃ قول زیلعی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کا مملوک نہ ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں حق شفعہ ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور بیچ اس شخص کو اپنے حصہ کے اس حال میں مختار کیا سوا ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے سہم کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو حق شفعہ ثانی کا بنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وَلَا تَصِحُّ إِذَا بِيعَ بِجِوَارِهِ وَكَانَ نَصِيبُ الْبَائِعِ وَقْفًا وَبَعْضُهُ طِلْقٌ مَعَ الْمَالِكِ لِلشَّفْعَةِ لِلْحَقِّ اللَّهِ تعالیٰ اور جبکہ جوار وقف میں کوئی گھر بیع ہو بعض بیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کے واسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

بَابُ طَلَبِ الشُّفْعَةِ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور قسم کا بیان شروع کیا طَلَبُهَا الشَّفِيعُ فِي مَجْلِسِ عِلْمِهِ مِنْ مُشْتَرٍ أَوْ سِمْسَارِهِ أَوْ عَدْلٍ أَوْ عِنْدَ الْبَيْعِ اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے سمسار سے یا کسی اور عادل شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے سوا ان امتد المجلس کالخبرۃ هو الصحیح وهو الاصح وان جلسا للقول او قاما او مشیا او صلی او اکل او قرء او کتب او حاسب او سلم علی غیرہ او اجاب داعیا او عاد مریضا او شیع جنازۃ او عزی او هنی او ناول او تناول او اشتری شیئا او باع او اکتری او اکری او ساوم او ساقی او ماشی او راکب او ضحک او بکی او اکل او شرب او جامع او نام او اغمی علیہ او جن او ارتد او لحق دارالحرب او حج او اعتمر او ترهب او ترک التسمیۃ عمدا او سهوا او اخذ فی عمل آخر او قام لیزن او لیکیل او لیعد او لیقیس او لیکتب او لیشهد او لیحضر الشفیع او لیحضر الثمن او لیحضر المبیع او لیحضر المشتری او لیحضر الشهود او لیحضر الکفیل او لیحضر الکاتب او لیحضر الدابۃ او لیحضر الطعام او لیحضر الشراب او لیحضر الدواء او لیحضر الطبیب او لیحضر الحجام او لیحضر الحلاق او لیحضر الخیاط او لیحضر الصباغ او لیحضر القصار او لیحضر الدباغ او لیحضر الحداد او لیحضر النجار او لیحضر البناء او لیحضر الفعلۃ او لیحضر الآلۃ او لیحضر الحطب او لیحضر الماء او لیحضر الملح او لیحضر التوابل او لیحضر الفواکہ او لیحضر الخضر او لیحضر اللحم او لیحضر الخبز او لیحضر الجبن او لیحضر البیض او لیحضر العسل او لیحضر السمن او لیحضر الزیت او لیحضر الشیرج او لیحضر الدهن او لیحضر الشمع او لیحضر الفتیل او لیحضر الکبریت او لیحضر النار او لیحضر الفحم او لیحضر الحطب او لیحضر الماء او لیحضر الملح او لیحضر التوابل او لیحضر الفواکہ او لیحضر الخضر او لیحضر اللحم او لیحضر الخبز او لیحضر الجبن او لیحضر البیض او لیحضر العسل او لیحضر السمن او لیحضر الزیت او لیحضر الشیرج او لیحضر الدهن او لیحضر الشمع او لیحضر الفتیل او لیحضر الکبریت او لیحضر النار او لیحضر الفحم

مجلس علم بیع میں طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیر ہے کی کذا فی الدر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف روایت جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہے طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہو تو مخالفت کی کیا وجہ ہوا اور اسی روایت پر شفعہ مع ہتھیار ہاں کا مستحق جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اسواسطے کہ طلب پڑھنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور تسلیمی میں ہوا اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط خط میں لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب ماخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور رشن ہو گیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہے جبکہ مشتری اور رشن علام ہو انتہی ما فی الملتقط اور ہی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبیہا او اطلبہا ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب ثابت سمجھی جاے چنانچہ لوگوں کہا کرتے ہیں نے شفعہ طلب کیا اور اسی طرح کہنا کہ میں تمہارے شفعہ کا طالب ہوں یا میں اسکو طلب کرتا ہوں وھو بسہی طلب الموائبۃ ای المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم مواثبت مفاعلت ہے ترک بھی جس میں سے اور وہ کنایہ ہے سرعت سے اسواسطے کہ جواد و پھیل کو ذکر کرتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہوا و الاشہاد فیہ لیس بلازم بل لحاجۃ الجحود اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اسمیں اشہاد حوف انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے پس گواہ کرنا اسوقت میں لازم نہیں جبکہ مجلس علم میں گواہ نہ ہوں والا گواہ کرنا متعین لازم ہو یہ کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اسوقت گواہ نہ ہوں تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرے اور اگر گواہ ہیں نہ ہو تو زبانی بیان سے طلب شفعہ کرے فایدہ طلب کا یہ ہے تا اسکا حق عند القاضی ساقط نہ ہو جاے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلادے ونعم یشہد علی البائع لو العقار قولہ او علی المشتری او احد ہما کذا فی الہدایۃ ہاں عند العقار یعنی شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار بیع ہے کیونکہ زمین ہوا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہوا سواسطے کہ وہ مالک ہی اسکا گواہ کرے عقار کے تردید کی فیقول اشتریت ہذا الدار وانا شفیعہا او قد کنت طلبت الشفعۃ وانا طالبہا الان فاشہدوا علیہ وھو طلب شہادۃ وبسہی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے یہ گھر خریدا ہے اور میں اسکا شفیع ہوں اور ہمیشہ سے مجلس علم میں شفعہ طلب کرتا رہا ہوں اور اب میں اسکو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اور یہ طلب اشہاد ہوا اور اسکو طلب تقریری کہتے ہیں ہم اور اسکو طلب استحقاق بھی کہتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب تحقاق کہتے ہیں وھذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولم یطلب لا تبطل شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو کر اگرچہ بوسہ اور خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور یا جواسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ باطل ہو گا وان لم یقدر منہ کالمریض او کان غائبا فاشہد اگر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہو گا ھم منہم الغائبین ذخیرہ سے ہے اگر شفیع راہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو مگر کہ نزدیک یا صاحب بیدک نزدیک نواسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو اسپر بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسکا شفعہ قائم ہے پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کریگا تو شفعہ باطل ہو گا ولو اشہد فی طلبہا الموائبۃ عند احد ہم فکما قام قام مقام الطالبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبت کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہو گا ثم یعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا الی ہو قال بسبب کذا کما فی الملتقط یشمل الشریک فی نفس المبیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلانے نے شخص ایسی حویلی خریدی ہے اور میں اسکا شفیع ہوں بسبب ہمسائے کے جو یہ مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جو طرح مشتمل ہیں تو یہ ترکیب نفس بیع کو بھی شامل ہوتا مگر مصنف کی تعبیر میں حق بیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس بیع کا اور مشتمل کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فرہ یسلم الدار الی ہذا او ہہنا المشتری ولب الحنوط کا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اسکو کہ حکم دے شارع کے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں وھو بسہی طلب تملیک اور اس طلب مالک کو طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعد ردیخرہ

شہرا او اکثر لا تبطل الشفعہ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وھو ظاھر المذہب وقیل یفتی بقولہما لجہان اخر ثم ابلاغ ابطلت کذا فی الملتقی یعنی فی ھذا العصر بقلتہ ورقتہ الدیانۃ فعصر من عذر القاضی لیحکم بہ کذا فی التبیین اور طلب شفعہ کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی المنتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دینے میں فرمشتری کے واسطے ہی ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی تاش سے ممکن ہے قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا ہم سابق مذکور ہو چکا ہے کہ سبب ظاہر مذہب پر فتوی ہوا اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو ظاہر الروایۃ معدوم ہے کذا فی الظہیریۃ واذا طلب الشفیع سئل القاضی الخصم عن ملکیۃ الشفیع لما یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا جسکی طلب شفعہ کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا مالکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے کیونکہ قاضی مدعی سے اول سوال تبھی عاملہ کرے گا کہ کون شہر اور کس محلہ میں ہو اور اسکی حد بین کیا ہیں اسواسطے کہ اسکے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ دو سبب فیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو اور اشخص کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور مجبوب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جسسے تیرا شفعہ باطل ہو جاتا ہے جو اول زبان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر گھر اور کسکی پاس تمہارا واقع ہوا وہ جسکے پاس تمہارا واقع ہوا وہ اگر سب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کردے اور کسی شہر طلب سے ثابت نہ ہو سکے دیا ہو تو دعوی اسکا باطل ہوا اور کامل ہوگا اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہوا اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الظہیریۃ فان اقر بما ادعی بملکیۃ ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برھن الشفیع انہا ملکہ سألہ عن الشراء ھل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس گھر کی مالکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی لاعلمی پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اسکو خریدا ہے یا نہیں ہم مصنف کہتا ہے کہ قول کو گواہوں کے بعد نہ کرتا اسواسطے کہ قبول اقامت بیان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف القاضی کما مر کذا فی الدرر وبرھن الشفیع فی فصول العمادی اگر مشتری خریدکا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کے واسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے ہمارے امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ ما بعت ہیرے اوپر سے کسی شفعہ نہیں ہوا اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ قسم کھائی

رد کی کما مر لیکن یہ کہ وسط دست ہو فلو قبل الشفیع ای بعد القضاء واما قبلہ فتبطل فتندفع بعدم التأکد کما ذکرہ الزیلعی واقرہ فلم یعمل پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر دو اسکے نہ دینے پر وہ کہا شفعہ باطل نہ ہوگا بلکہ قاضی کے اوقبول اسکا تو شفعہ باطل ہوگا ماخیر سے مدت کے نزدیک اسکے موکد ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع للشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم لاداء کلہ والثانی بیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہی ہر طرح خواہ قابض ہوا نہ ہو اور بائع خصم ہوگا قبل از تسلیم کے اول اسلئے کہ مشتری خصم ہوتا ہے سبب اسکے کا یعنی ملک موکد کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہوگا اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ للملک ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے بائع پر جبتک مشتری حاضر نہ ہو واسطے کہ مالک تو مشتری ہی دیکھو بحضورہ ولو سلم المشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ کما ابن کمال اور بہتر یہ ہے کہ بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں سبب زوال ملک اسکی کے جسکے ساتھ اوقبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی للقائم بالشفعۃ بالعہدۃ والاستحقاق بالثمن عند الکل بعد قبض البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری لدیعدلما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ ضمان کا مشتری پر ہر اکثر اقوال تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بالبینۃ اگر گذشتہ یعنی اسواسطے کہ اسکے تسلیم کے بعد بائع سے اسکی ملک اوقبض دونوں زائل ہو گئے تو وہ جیسی ہوگئی للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البرأۃ منہ دون خیار الشرط ولاجل لعتیار الشفیع کے واسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری نے برات عیب کی شرط کر لی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کے واسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن مؤجل ہو وفی کل الاحکام الاضمان الغرور والخیار وشہادۃ من ہو کہ شفعہ مبیع ہے سب احکام میں قریب کے تاوان کے سوا جیسے سبب سے ہم مدت اسکی یہ ہو کہ شفیع نے بیان کی بسبب شفعہ کے کچھ اضافہ عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ان اشیاء عمارت اور درخت کا چاہا سو اسنے دلیا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیرے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ مشتری کو ولیا اور دھوکا ہوگا تو بائع سے وہ نقصان پھریگا سو اسواسطے کہ بائع نے اسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا سو اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے خریدی شفعہ لیکر کذا فی المحیط وان اختلف الشفیع والمشتری فی القدر او الدار فقولہ والثمن فی حصتہ والقول للمشتری بیمینہ لانہ منکر ولا یتحالفان اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہو اور ثمن بائع کو نقد دیا گیا ہو تو مشتری کے قول معتبر کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر ہو جو اب تسلیم مبیع کا ثمن ادا ہے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوے نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فللشفیع لحوکان بینۃ ملن سبقہ اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ مدعی ہیں مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے کہ مشتری کی جانب سے تغییر ہوئی شفیع کے اخذ اور ترک میں اذ ہی المشتری فقط وادعی یا نکر اقل منہ یلا یقبل فقط القول للبائع دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اسکے بائع نے اس سے انکار کیا بدون اسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا دمع قبضہ للمشتری او قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول معمول ہوگا تو یہ جب اسکے شفیع لیگا دلو عکسا بعد قبضہ القول للمشتری وتحالفا بائع اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول معمول ہوا اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا لازم ہوگا وان ہلک ہلک بالاقل قبضا وعبدہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا وان حلف فہو البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ہم ملتقی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ ہو جائے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یلحق بالثمن فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض

الا اذا کانت بعد الضبط شیاع اور مگر مول المبیع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہی شفیع مگر کریگا باقی ثمن سے اور اسی طرح ہے بعض ثمن حق شفیع مین ظاہر ہوتا ہی مگر جبکہ بہ سبب قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی واسطے کہ وہ ہبہ جبہ اگانہ ہوا تسلیط علی ثمن ہوگیا وحط الکل والزیع لا فیما خذہ بکل المسمی اور بائع کا گرادینا تمام ثمن کو اور زیادہ کردینا ثمن مسمی مین حق شفیع مین ظاہر نہین ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم الشفیع یاخذ بالنصف الباقی اور اگر بائع نے نصف ثمن معاف کردیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کردیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ حط الیائع مائۃ فلہ للشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم حط الیائع مائۃ فلہ للشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد لہ الیائع لہ جاریۃ او متاعا قیمۃ الزیادۃ اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خریدکیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا پھر بائع نے ثمین سے سو گرادئے تو اب شفیع کے واسطے شفعہ ثابت ہی یعنی نو سو دے کر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کردیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہی کذا فی العینیۃ یعنی لونڈی اور اسباب کی نسبت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ہم یہ دونون مسئلے حط ثمن کے جزئیات سے ہین وفی الشرنبلالیۃ ولو حکما کالحط فی حق المسلم ابن کمال یاخذ بالحط اور زیادہ مین قیمت والی سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی کما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق مین کذا فی ذکرہ ابن کمال ہم یہ کلام مستفتی ہو کہ شراب مثلی ہی حکما والا کہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہی حکما مسلم کے حق مین اور اسکا مقتضی ہو کہ مسلم اسکے بدلے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین اور ابن کمال کی عبارت مین کچھ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال کی عبارت سے وفی الشرنبلالیۃ یبقی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور زیادہ مین قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فلو بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بالقیمۃ الخ تو عقار کی بیع مین بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا تقایضہ کیا گو بیع ہوا دوسرے تقایضہ گو کے عوض تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء بثمن مؤجل یاخذ بحال او طالب الشفعۃ فی الحال اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خریدکرنے مین شفیع نے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ فی الحال طلب کرے اور بدون دے اسکو لے یا بعد مدت کے اسکو لے یا بحال علی المشتری او اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہو وہ مؤجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اسکو لیا یعنی واسطے کہ مدت حق مشتری ہی تو مؤجل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسف اور اگر شفیع ثمن مؤجل سے چپ رہا اس سے سوائے شفعہ نے الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع ہو المشتری والشفیع ذمیا لانہ ان یکون البائع ایضا ذمیا او لا یفسد البیع فلا شفعۃ اما الحال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اگر شفیع ہر دو احد ذمی ہوئے قید ضرور ہی کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہی مبسوط کی طرف نسبت کرکے ویاخذ بقیمتہ لما مر ولو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملکہ وتملکہ اور شفعہ نے شراب اور سور کی قیمت دیکر یہ دلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب منع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک ہونے کے اور مالک ہونے سے یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ خنزیر کی قیمت طلب کے ذات قائم مقام ہوئی ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ قیمتی کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہی تو واجب ہوا کہ مسلم پر لیکر قیمت خنزیر جو اسم ہو بخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے مانند نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الذات لا مقام الخنزیر لانہ لا یحرم غلبۃ لا تقلا ولا دورا علی العاشر پھر معلوم ہو کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے مین گھر کی قائم مقام ہوئی ہو خنزیر کے قائم مقام ہوئی ہو اور اسواسطے اسکی تملک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر جو قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہو خنزیر کا نہین ہوسکتی تملک اسکی اہم بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی تجارت لیکر عاشر پر گذر کرے تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا

شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہو کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور سکہ کیساتھی کی ذات کا لینا جائز نہیں تو اسی طرح اسکے قائم مقام لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوائے خنزیر کے اور پیسہ کا بدلا نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر والخنزیر بالرجوع الی من اسلم او فاسق تاب قبل اختلف فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا یہ رجوع کرنا ہے اس ذمی کی طرف جو مسلمان ہو گیا یا اس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول قبول ہوگا کذا فی العنایہ ویاخذ الشفیع بالاقل من قیمۃ البناء والغرس مستحق القلع کالغاصب اور شفیع شفعہ لے ثمن سے اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہو جیسا کہ غصب میں مذکور ہو چکا قلت فاما لو دھنا بالون کثیرۃ اوطلاھا بصبغ کثیر خیر الشفیع بین ترکھا واخذھا واعطاء ما زاد الصبغ فیھا لتعذر نقضہ والا فھو لقضیۃ بخلاف البناء حلوی الزاھدی اور اگر مشتری نے بہت رنگوں کا روغن لگایا گھر میں یا بہت پگمکاری کی اسمیں تو شفیع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے میں یا اسکے لینے میں اور اسکا مستعد کے دینے میں جتنا قیمت گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی بسبب متعذر ہونے نقص نکالنے کے اور بخلاف اکھڑے رنگ کی کہ قیمت نہیں بخلاف نقض عمارت کہ اسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی الزاہدی اور لو یختار المشتری او غرس او کاف الشفیع قلعھا شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے اذا کان فی القلع نقصان کالارض فان الشفیع لم یاخذھا مع قیمۃ البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ فتستاذی مگر جبکہ اکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اسکا لینا کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذا فی التتارخانیۃ وعن الثانی ان شاء لھذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافع ومالک قلت بنی فیما لغیرہ فیہ حق اخوی ولذا تقدم علیہ فینقضہ اور ابو یوسف سے روایت ہو اگر چاہے شفیع لیوے ثمن عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا اور یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہمارے امام کے جواب میں کہتے ہیں کہ شریک نے اسمیں عمارت بنائی جسمیں غیر شریک کا حق ہے ولہذا وہ مقدم ہو گیا اسکے لینے میں مشتری پر تو اسکو نقص عمارت اور درخت میں بھی مقدم ہونا چاہیے تھا جمع قصر فانہ اعلی للشرف حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والبیعۃ زیلعی وزاھدی جسطرح مشفوعہ کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہاں تک وقف اور مسجد اور قبرستان اور بیعہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ہم یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے تہتانی سے نقل کیا کہ تعلیم میں ہو کہ نقض مسجد اور نبش میت کی جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہو واللہ اعلم ولما الزرع فللمشتری اسقطا کان لبقائہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اسکی نہایت معلوم ہے اور اسکا باقی رہنا بلعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ تا ایام رسیدگی پختگی تک اور مشتری پر اسکی اجرت لازم ہوگی درمختار بالفاء فقط ان لحذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس استحقت کلا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی المحق لانہ لیس بغاصب وبخلاف المشتری اور شفیع نقط ثمن کو پھیرے اگر اسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اسمیں عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بالغ کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی سے نہ لیگا اسواسطے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان طرب لانہ لم یدفع الشجر بلا فعل احد والاصل ان الغرس یقابل بالاھل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اسکے وصف کے پس عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہیں تو لوں کرنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے تابع کے کذا فی الطحطاوی وھذا الذالم یبق شیء من قیمۃ الغصب اور یعنی درصورت دیرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درختوں کی لکڑیوں سے کچھ باقی نہ رہا ہو ورنہ باقی

واخذ المشتری کا نفصالہ من الارض من حیث لم تبع الارض بقسط حصتہ من الثمن فی قیمۃ الدار یوم العقد وعلی قیمۃ النقض یوم الاخذ
(ف) ہی سوا گر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہو اور مشتری نے اسکو لیا بسبب اسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع نہ رہا لہذا عقد کے حصہ کے
ثمن سے ساقط ہوگا تو شفیع بانا جائے گھر کی قیمت پر جو یوم عقد تھی اور شفیع کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یاخذہ المشتری
کان ھلک بعد انفصالہ لم یسقط شیئ من الثمن بعد یم جسلہ ذھو من الشوایع والتوابع کما بالنفی وبالاخذ بالشفعۃ تحولت الصفقۃ الی الشفیع
فلھذا لو ھلک قبل التقبض لا یسقط شیئ من الثمن کما قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سوا گر مشتری مصالحہ اور لکڑی کو جبکہ وہ زمین سے اس طرح پر کہ وہ تلف ہوتے سے جدا ہوئے
کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالحہ اور لکڑی مبیع توابع سے ہیں اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں ہوتا
اور شفیع کے لینے سے بسبب صفقہ کے معقد ہونے کے شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعاً داخل مبیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہو گئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا
یہ کہا ہمارے شیخ فخر الدین نے لہذا اذا تلف بعض الارض بعد ما اخذ الشفیع یسقط من الثمن حصتہ کما لو ھلک الاصل دون البناء بعض عمارت
اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈھے جانے کے کسی ہاں بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا سواسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی
دیا حذ حصتہ العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ فصلہ کاتلاف وفی الاول الافۃ سماویۃ وھنا الثمن علی قیمۃ الارض یوم العقد
علیہ النقض یوم الاخذ کما لو قوم بالمجلس شفیع کے حصہ زمین کے ثمن کی عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی آسمانی سواسطے کہ اسکے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ زمین کا
عمارت سمیت ہلاک ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن قسم ہو گا زمین کی قیمت پر جو یوم عقد تھی برخلاف اسکے مہدم ہونے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہو گی جیسا کہ
مذکور ہوا پھر حصہ منقوض سواسطے ساقط ہوگا منقوض مال تقوم ہے جبس مشتری کے سبب سے وبقضاء الجابی کقضاء المشتری اور اجنبی ثمن کا عمارت تو ڈھانے مشتری کے
تو ڈنے کا ضامن ہے حکم میں یعنی بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لما وللمشتری لیس للشفیع لحذہ لزوال التبعیۃ بالفصالہ اور نقض بکسر
اول بمعنی تہہ مشتری کا ہے لہذا شفیع کو لینا نہیں چاہیئے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے ہو گیا تابع نہ رہا ویأخذ بثمنھا اسقسانا لانفصالہ ان انتباعا رضا وخلافا
ثم لو اثمر بعد الشراء فی یدہ او شفع نے اسکے پھلوں کے ساتھ ہمان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھیت اور پھل خرید کیئے بالپھل لگے خرید کے
بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذھا لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا
اختیار نہیں بدلیل گندم کشتہ یعنی پھل تابع ہیں اصل سے زائل ہو گیا داھلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراھا بثمنھا اسقسانا بثمنھا اسقط حصتہ من الثمن
فی الاول او ثمارھا بثمنھا وکل الثمن فی الثانی لم یھلک بعد القبض یا بلغ تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اسکے پھلوں کے ساتھ خرید
کیا تھا ساقط ہوگا اسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب
حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ الشفیع لیس لہ ترکھا شرح وھبانیۃ للمحبوبی للصفقۃ الیہ بحکم القضاء ہم قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اسکو چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوھبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف تقاضے کے سبب بخلاف قبل
قضاء کے للطلب فی بیع فاسد فات انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کو بائع حق کے انقطاع ہونے کے وقت ہونا بالاتفاق وفی ھبۃ بعوض شرط
شیوع فیما وقت التقابض وراس بہ بین جو بعوض شروط ہے اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض البدلین کے وقت طلب شفعہ ہو ہم یا ایک روایت ہے اور
دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہو کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی او بخیار بائع او وقتا بیع عند الثانی وقتا لاجازۃ عند الثالث
اور فضولی کی بیع میں یا بخیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہو وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہو محمد کے نزدیک وہ بخیار مشتری وقت البیع اتفاقا
اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہو بالاتفاق کذا فی المجتبی ومن لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی فی مثلا طلبھا عند حاکم یراہ یقول لہ اھدم

ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بما یدعیہ لانہ یکفیہ جزاف یہ شخص شفعہ جوار کا معتقد نہ ہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہو تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہو اگر مدعی کہے کہ ان دین اسکا اعتقاد کرتا ہوں تو اسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے شفعہ کا کذا فی المبسوط جائز ہے یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ مذکورہ میں سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اسکا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے واسطے اس کے کہ تو اسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی البدائع

فروع مسائل متفرقہ شارح کے اخر شفیع لیخاصم الطالب لکون القاضی لا یراھا فھو معذور شفیع نے بحاب طلب شفعہ میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہ ہوگی دلالۃ الوطلبہ من القاضی احضارہ فامتنع بخلاف ما اذا طلبہ من الخصم کذا فی الکافی اور اسی طرح شفیع نے بحاب طلب میں عذر کیا اس سے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نہ مانا یا مشتری حاضر ہوا کر انکار کیا اور سود برخلاف بہودی کے سیت کے چنانچہ گے تو دیگا یعنی اگر یہودی کو مدت تعطیل کے سبب سے یا فصل کی لوہ الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا تو معذور نہ ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ فرفع ترابیا وباعہ ھا ثم قدم احدھا الشفیع بالشفعۃ احذھا ان شاء علی قیمۃ الاخر مع قسط من الثمن ویجعل رفع القرابۃ فی قیمۃ القرابۃ کالشیاع فی الکل ایک شخص زمین خرید کی سود رم کو پھر اسکی مٹی اٹھالی اور سو درم کو بیچی پھر اس زمین کو شفیع نے بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو دو درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بسبب زمین کی قیمت اس قیمت ہے جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت جو کہ اسنے بیچ لیا اور دو ثمنین برابر ہیں درم طحاوی سے کہا تعلیل ظاہر نہیں اگر جبکہ دونوں کی ثمنین عند الاستعداد برابر ہوں ولو کسبھا کانت قالجواب کذلک کذا فی المشترات فھما ھی ملکان متعاوی الزائد اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب مستاقہ نہ ہوگا یعنی شفیع اسکو پاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ اپنا جو کچھ تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو میری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وقیہ شرح دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل اللھم ویاخذھا بالشفعۃ لانہ ملکھا بیع فاسد انتھی قلت ویمنع انہ لا تشفعۃ فیما بیع فاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ ثم لو اسقط الفسخ بینا فھو ھبۃ جدیدۃ اور حاوی زاہدی میں ہو کہ اگر خرید کیا کھیت کسنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ کے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتھی اقول الحاوی میں کہا ہوں اور آگے آویگا کہ بعد ہلاک مبیع فاسد ہونے کے اگرچہ قبض کے بعد ہو مثل فسخ کے سبب سے ان حقیقہ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے سے اور اسکے کوئی اور صنعت سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الھبۃ بشرط العوض اذا تقابض المتلھوھی بالبیع الفاسد الکل فلو وھب دارا علی عوض فقبضھا ثم شفیع اخذھا بالعوض وھو من کل الاخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ جھل باطل حتی اذا قابض العوض الاخر کان لہ ان یاخذھا ثانیا بالشفعۃ اور مبسوط میں ہو کہ ہبہ بشرط عوض میں اگر ہو ہبہ کی ملک ثابت ہوتی ہے موقوف کل عوض پر یعنی دونوں عوضوں پر واسطے اس کے کہ ہبہ عوض ہوا ہے تو اگر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ قبض کرے عوض متقوض ہزار درم کا پھر شفیع کو اختیار ہوگا کہ شفعہ کرے ساتھ ہبہ کے اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوا ہے ہبہ میں اور ہبہ عوض ہے عوض کے ساتھ انتھی واللہ اعلم

باب ما تثبت بہ الشفعۃ وما لا تثبت

یہ باب ہے اسکا بیان جس شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت فصلا الا فی عقار ملک بعوض خرج المبیع ھو المحبر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصداً مگر اس عقار میں جو مملوک ہوئی ہو اس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہوگیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ہم قصداً کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ مجبور شریں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح اشجار میں ہوتا ہے بسیا کے ساتھ اور اسی طرح تہہ زیا فی کے ساتھ وان لم یکن یقسم خلافا للشافعی کرحی بیت الرحی مع الرحی نھایۃ وحمام وبئر وفرن وبیت صغیر لکھس شفعہ اگر یہ عقار بلا مانند عقار قسمت نپذیرد ہو برخلاف فی فی چنانچہ بسیا اور عالم اور کنواں اور سوراخ ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ میں ہے

کہ تسیلہ سے مراد تسیلہ خانہ ہو آسیلہ کے ساتھ ہو یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہوگا ہمارے نزدیک زمین خراج کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں ہوتا مزروعیت کی علت سے لانہ عرض بالسکون ما لیس یعقد فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں ہوتا عرض میں عرض بفتح العین اموال سکونی کو کہتے ہیں جو عقار نہ ہو اور جو مستثنیات عقار کے بعد ہیں وہ بھی عطف خاص کے ہیں علم ہو صحاح میں ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع سے اور جو چیز نہ ہو عرض ہوتا ہے اور درہم کے ساتھ متعین ہو علامہ دینا وفلوس خلافا للمالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے ودولاب وشجر خلافا لہ ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال منہ الفتح المنقول کما افادہ شیخنا الولی اور شفعہ نہیں عمارت اور نخلستان میں جبکہ تنہا بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہو بسبب اسکے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہو وکذا لو قارن وصیۃ وھبۃ لا یوجب شرط اور شفعہ ثابت نہیں ہوتا ہے اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض شرط میں ہم اگر ایک شخص گھر کرایہ کے سبب سے ہو تو اسمیں شفعہ نہیں ہوتا ہے کذا فی الدر وجاز فسخہا وعجلت اجرۃ ما بدل خلع او عتق وصلح عن عمد لا بحر وان فی بدل بیعہما او الدار مالکا لمعجل المبیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفعہ نہیں جس کی نسبت ہو کسی شہر کے میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا رہ چکا ہے ٹھہرایا گیا ہو گھر مقرر دیا گیا اگر بعض گھر کے مقابلہ میں ان امور میں سے واقع ہوا ہو سو اسلئے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہ ہو کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر بایں شرط کہ زوجہ زوج کو سو اردم چھوڑ دے طحطاوی نے کہا کہ مبنی یہ ہے کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہر بالنصب لانا کہ اجرۃ یطلق ہوتا ہو اسواسطے کہ جبکہ گھر مہل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہو اسواسطے کہ وہ مبادلہ بمال کا مال سے اسواسطے کہ گھر مبادلہ ہوا بہ نکاح جو زوج کے ذمہ پر لازم ہو یعنی مہر واجبا ھا نصف للمال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہو حسل میں یعنی جبقدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفعہ وجب ہوا وادا بیعت بخیار الیاس ولم یسقط خیارہ فاسد سقط عیت اطلاقہ عند سقوط الخیار فی الاصح وقال عند ابی یوسف رح یا اس گھر میں شفعہ نہیں جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہوگیا تو شفعہ واجب ہوگیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی تو اصح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہو اوبعد الدار بیعا فاسدا او لم یسقط فمضی ثلثۃ ایام حتی سقط خیارہ کان بخلاف المشتری فیما تثبت الشفعۃ کما مر یا اس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اسکا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہوگیا چنانچہ خشبی نے اسمیں کہ عبارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو بخلاف اسکے طرح بیع سے اور مہر میں دینے سے جن میں فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع تمیمی دیگر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی ودر وجیزا کردی اور شرط او عیب یقتضیہ العقد او یلائمہ او جری بہ التعامل او لا یفسد بہ المبیع خلافا للمالک وغیر المصنف یعنی المدبر او ام ولد او مکاتب او مرتد او مبیع ہوا خیار الرویۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا یقتضیہ فقط فخرہ یعنی عیب سے متعلق ہے برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہو رد کا بائع ہو کرم مصنف نے شرح میں کہا کہ یقتضیہ متعلق ہو رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق ہو گیا ما لا گذا یا نہیں چنانچہ کلام زیلعی سے گا اسکے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمہ ای ذا یسیر وسلمت الشفعۃ ثم رد بالعیب بخیار رؤیۃ او شرط کیف ما کان او بعیب بقضاء فللشفیع اخذہ منہ کما کان قبیل بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر بیع پھیر دیا گیا بسبب خیار الرویۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد بیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہی بیع نہیں ہوا ہم علت ہو مسائل ثلثہ کی یعنی شفعہ واجب ہوتا ہو بیع کے بعد شفیع بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او بالقالہ فان الشفعۃ کان الرد بعیب بلا قضاء او کالقالہ بمنزلۃ بیع مبتدا اور برخلاف رد بیع بعیب قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کے واسطے اسمیں شفعہ ثابت ہوا سواسطے کہ عیب سے پھیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شروع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جدا گانہ ہو ہم اسواسطے کہ عیب سے بالاقتضا پھیرنا چونکہ اسمیں نہیں اور

باوجود اسکے باہر نے اپنی خوشی سے پھیلیا تو ایسا ہوا گویا اسنے خریدکیا اور اسی طرح اگر حالہ بیع ثالث کے حق میں اور فسخ بیع تیسرا ہو بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر و المنح الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق دینہ دین احاطۃ الدین برقبتہ کبیسہ لیس لہ ان یطلب بالکل فی مبیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہو غلام ماذون کے واسطے بیعین میں ڈوبا ہو اپنے مولی کی بیع میں ابن کمال نے محیط سے زیادہ کیا غلام کی گردن اور کرتا کی تو ثبوت شفعہ کی شرط نہیں ہم یعنی اگر مولی نے گھر چچا زاد بھائی اسکا شفعہ اسکے غلام ماجور دیون کے واسطے ثابت ہوا سواسطے کہ درصورت اذون تجارت جو غلام کے پاس ہو وہ مولی کا مملوک نہیں ہوا اور یہی علت ہوئی مولے کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع میں وثبت لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ فی الحال واجب علی الاصح المراد واجب احد الامرین کما سیجیء اور شفعہ ثابت ہو غلام اذون کے مالک کے واسطے غلام کے بیچے گھر میں اسی وجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہوا اور انمیں سے ایک کا خریدنا دوسرے سے جائز ہے وثبت لمن شری لصاحبہ اوہو وکیلہ او وکالۃ او شفعۃ ثابت ہو اس شخص کے واسطے جسنے بحالہ یا بوکالۃ خریدا یا اسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خریدا یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے گھر خریدا اور حالانکہ موکل شفیع ہو تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہو صورت اسکی یہ ہو کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہو اور انمیں سے ایک شخص جا بار الصق ہے جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اسکو خریدکیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہو خواہ اسنے اصالۃ خریدا ہو یا وکالۃ اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہو جبکہ وکیل نے اسی کے واسطے خریدا ہو اور دوسرے شریک کے واسطے بھی شفعہ ثابت ہو کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارح کے قول آئندہ کی وفائدۃ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک اخر فلھما الشفعۃ ولو ھو شریک وللدار جار فللشفعۃ للجار مع وجود ہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ اگر مشتری یا خریدکا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونوں کے واسطے شفعہ ثابت ہوا اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمارے واسطے شفعہ نہیں باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمارے یہ کذا فی الدرر الا شفعۃ تملیک یا اصالۃ او وکالۃ او وسیلۃ الی وکل بالبیع او ضم الدرک والا صل ان الشفعۃ یبطل باظہار الرغبۃ عنہا قبل البیع لا فیہا شفعہ نہیں ہے اصالتاً یا وکالتاً یا بیع ہوئی اسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اسنے بیع کرنیکا وکیل کیا یا ضمان درک کی کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو مشتری کو ضمان اسپر ہو اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے شفعہ سے پہلے بیع کے بیزاری ظاہر کرنے سے بیع کی اور باطل نہیں ہوتا اظہار خواہش سے انمیں ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب ما یبطلہا

یہ باب ہے اسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہے یبطلہا ترک طلب لموانعہ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس خبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجمہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اس مجلس میں جسمیں اسکو بیع کی خبر پہنچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنی طلب مواثبہ کے ترک کرنے میں متردد ہوا اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور پر او ترک طلب لا شہاد عند حقا او ذوی لہ الا شہاد عند طلب الجماعۃ کما تقدم او لاقرار مع القدرۃ کما یبطل شفعہ ہر اوجہ قدرت کے طلب شہاد کا ترک کرنا عقلاً یا ذوی الید کے نزدیک نہ کرنا گواہ کا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ خیر لازم ہے چنانچہ نہ کور ہوا حکام طلب شہاد کی یہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع بولے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خریدکیا اور میں اسکا شفیع ہوں اور میں قبل اسکے طلب مواثبہ کرچکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں سو تم شاہد رہو اور قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منہ بند نہ کیا ہو اور نماز کے اندر نہ ہو وبطلہا تسلیمہا بعد البیع علما بالسقوط لا ظنا لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ باطل ہے اگر اسکی خواہش علم سقوط شفعہ کا سبب تسلیم کے اسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ باطل نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق شفعہ ہوسکتا ہے بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہیں ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہیں اور بعد بیع کے صحیح ہو دلو تسلیمہا مراہق او وصی فاحفظ فانہ مہم بقیتہ او اقل صلتہ تسلیم شفعہ باطل شفعہ ہوا اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اسمیں جسکی بیع اسکی قیمت کے

سواء کان بقائل قیمت سے ہو کی ہو کذا فی الملتقی یعنی صحیح یہ ہے کہ اگر شفیع کا شفعہ ساقط کرنے تو تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر سا شکر طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہو اور یہ مذہب یہ ہے کہ وصیت مساکت باقلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبھا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الوکل بتسلیم الشفعۃ ھو لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی والا لم یصح لکن یصح عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفیع تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم ھو کسکوت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہو اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویبطلھا اصلح منھا علی خمر او غیر المتقوم لا الدیات او شفعۃ باطل کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر شفیع پر بدلیل آیندہ ہے یہ جو دو سطر کے بعد ولو صالح علی اکثر من قولہ آیندہ ہے یہ ہو علی الدیات او علی عبد لا یعرف او علی خمر او خنزیر او علی ما لا یتقوم او اسی طرح عقد کالنکاح بخلاف الخلع اور شفعہ باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے کہ معاف ہے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں اتنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال صاحب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور سقا طرق کا اعتیاض درست ہے اور سوا سطے کہ ان اشیاء میں ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار بعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لیئے پر بقدر نصف بعض ثمن کے صحیح ہو ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا عکسہ لا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں ہے مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا مگر نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں ہوسکتا کیونکہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن سے سمجھی ہوا اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا سا بقہ میں صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس سا میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے ویبطلھا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب کما مر ورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو باطل کرتا ہے شفیع کا مرنا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا بر خلاف شافعی کے اور اگر شفیع مر گیا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا وھو بطلان یہ ہے کہ شفعہ نہ ہو بعد موت جو حق تک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مر جانے کے بعد تو میں کہتا ہوں کہ میراث جاری ہوگی نہ اسے الدر بکا یبطلھا موت المشتری قبل الاخذ بالشفعۃ شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے حق کے یعنی شفیع کے ویبطلھا بیع ما شفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ علم بیعھا ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح سے باطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا علم ہو یا نہ ہو وکذا لو حصل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مبجلا او سربا او طریقا اور اسی طرح شفعہ باطل ہو جاتا ہے اگر اس مقام کے جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنالی یا قبرستان یا وقف مبجل قرار دیا گیا الا یونی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور یہ وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بخلاف اسکے کہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم دیا ہو الا شفعہ ثابت ہو گا گذانے الطحاوی ولو باع بشرط الخیار للمشتری فشفعہ تبطل لبقاء السبب اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے سو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے اس مقام کی جو دار شفعہ سے متصل ہو سو بنظر ملک سبب بیع کے بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی ویبطلھا شراء المشتری ما اخذ بھا اور شفعہ کو باطل کرتا ہے مرکبا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار شفعہ کو مشتری سے خرید کیا تو خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے

اور اعراض میں شفعہ ہو فلحق دینہ او مثلہ اخذھا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول لتتم تو جو شخص کہ ترک شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ عین یا اسکی بدلہ ہو تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بموجب شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول لے یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ازدن کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف مالو اشتراھا ابتداء حیث لا شفعۃ لہ من دینہ بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شفیع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع جاہلون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا ہم سابق مذکور ہو چکا اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کے واسطے شفعہ نہین ہو گا کذا بیطلہا ان استاجرھا او ساومہ بہا او اطلعہ علی المبیع لعلہ یرغب فیہ او اسی طرح شفعہ کو باطل کرا ہا اگر شفیع نے مشتری سے گھر کرایہ یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہو تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہو گا او طلبہ منہ لیولیہ عقد المرآۃ او بشفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہوا اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن ملحاوی نے کہا کہ بیع التوالیہ مراد ہو اور یہ مراد نہین کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بلکہ یہ اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک عاما نفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد معجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق مین تو سب مبنون صورتون مین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انما بعت بالف فسلم ثم علم انہا بعت بالفین او بالف وخمسمائۃ قال او بمیراد وشعیر او عدد متقارب قیمتہ الف والکر قدر قیمتہ الف والکر قدر الشفعۃ دلو بان انہا بعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ھذا قیمی وذاک مثلی فزعا یسھل علیہ وان کثر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درہم کے سواسکے بیع مسلم کی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درہم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو عددی متقارب سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوا اور اگر یہ ظاہر ہو کہ بیع ہوئی بالکل بعوض مثلی قیمت ہزار درہم ہے تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون مین لینے متاع مین اور گیہون جو مین یہ ہو کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہو اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہوتو کہا ہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہوتی ہے اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولی مین شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم بقدر کثرت ثمن سے یا مقدر جنس سے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین اختلاف دینا اور درہم سے ہوا اسواسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونون جنس واحد ہین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہوا دو درہم یا دینار ہین تو آسانی آسین ظاہر نہین کما فی الملحاوی دلو علم ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلا شفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری ثانی تو بکر ہے تو شفیع کے واسطے شفعہ ثابت ہے ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہین سو بعضے کی ہمسایگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہین تو ایک کے حق مین تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق مین تسلیم کرنے کا مستلزم نہین دلو علم ان المشتری ھو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فحقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق مین تسلیم حاصل نہین ہم جاہلی نے کہا اگر مصنف بجاے دلو علم کے ذکر کرتا تو مناسب تر ہوتا دلو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل لانہ لم یعلم بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف فلہ الشفعۃ فی النصف لانہ علی الظاہر کان التسلیم فی الکل تسلیما فی کلا یعلمہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف کے خرید کی خبر پہنچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہنچی تمام گھر کے خرید کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر مین اور اسکے بالعکس مین اسطرح کہ شفیع کو خبر پہنچی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کنا تو اسکے واسطے شفعہ نہین ظاہر للاعانۃ مین اسواسطے کہ کل مین تسلیم کرنا جمیع احوال مین تسلیم کرنا ہے بخلاف اسکے عکس کے معنی تسلیم بعض بیع تسلیم کل نہین ثم شرع فی الحیل فقال ولو بلغ بعد عقار اکرہا مثلا او دونہا مثلا او جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال

پھر مصنف شفعہ کے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو کہا اور اگر ایک مرد نے زمین بیچا گھر جو اگر شفیع کو زمین بیچا جاوے شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے مع شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر ہست گر بہ دیا شت بہر دو اگر مل بہر دو بین شفیع کی جانب کی بیع فسخ تو ہو جاوے گی بیع شفعہ کا دے نہیں کرتا کیونکہ بطلان متبنی شفیع کے تباہ ہو گیا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے ہتھانے کا والقول لان یقلب دراعا سیوطی ۱۲ منہ

اور بقول کہ زراعا کا نصب سہو ہے صاحب در کی طرف سے واسطے کہ صاحب درر نے کہا ہے کہ قایمین جو عبارت ملا فیا بیع الا ذراعا منصوب ہو سو کاتبوں کی سہو سے ہے شارح نے کہ اکا لکھنا سہو کرنا سہو ہے اسلئے کہ ظاہر تمام موجب بین مستثنی کا نصب واجب ہے ولکن الا شفعۃ لو وھب ھذا القدر للشتری وقبضہ اور اسی طرح شفعہ نہیں اگر ساقط یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع کے مشتری کو ہبہ کر دیا اور اسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا اور مع ہذا شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ متصل شفیع کے مملوک ہو گیا اور موہوب بین شفعہ نہیں ملحوظ ہے کہ اخواہ یہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان تسلم مسلمۃ بتمام انتہام یقتضیہا فالشفعۃ للجار فی السھام کلھا فقط وکذا للشتری کذا فی الزیلعی اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً اور سوا ان حصہ کچھ شی سے خرید کر پھر باقی گھر خرید کیا تو بسبب اسکے شفعہ ثابت ہو گا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہو گا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سوا اول کی خرید سے اور شریک معدوم ہے جار پر مع سہم اول جبکہ واسطے شفعہ ثابت ہو کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوئی شفعہ لینے سے پہلے اور صورت یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وحیلۃ کلہ ان یشتری الثلث او السھم بکل الثمن او بجزء منہ ثم یشتری الباقی یأبی فی اور تمام شفعہ کے ابطال کا حیلہ یہ کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسلا اول میں یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ میں تمام ثمن سے سوائے ایک درم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے سہم مثلاً ہزار درم ہو خریدنا منظور ہو تو اس گھر کا ہزار دن حصہ ۱۰۰۰ درم سے خریدلا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار دین حصے میں ثابت ہو گا ۱۰۰۰ درم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ اوفق ہے جار سے کذا فی الدرر والبیہ لیتوصل تخلیصہ بالشفعۃ ما ردت ابطال الشفعۃ اور جائز نہیں تشتیت بیع کو تسم دینا مشتری کو اسطرح کہ الدار تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا وانما تخلیصہ بالثمن لان البیع الاول ما کان تلجئۃ موید اذ ھو جیز اگر تشتیت بیع کو قسم دینے کا اختیار ہو تو بالکل بیع اول تجویز نہ ہو گی کذا ذکرہ موید زادہ اور میرے نزدیک یہ بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کریں شفیع کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تخلیف کا اسواسطے اعتبار ہو گا اگر گروہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بایع کی ملک ثابت ہو گی اور شفعہ جلد قائم رہیگا کذا فی الظہیریہ وان اتاہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا ھتہ فالشفعۃ بالثمن الاول بالثوب الذی دفع الیہ اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہو گا ثمن سے نہ کپڑے سے تو ہمین خیز نہیں ہو گی مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہو اسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک مکان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض لیگا مکان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی عوض مکان دینا وہ سوا عقد ہوا اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہو وھو حیلۃ نعم الشریف والجار لکنہا تضر البائع اذ یلزم کالاول فاحتیج الی حیلۃ اور حیلہ شفیع کے اجبار دونوں کو معلوم ہو لیکن بائع کو مضر ہو اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن سے ملائم ہو گا جبکہ مستحق مبیع غیر کی ملک ثابت ہو گی فلا اولی بہ حرام القرن بنار لیطلق الفرق لہذا الاستحقاق فوجہ ضرر اسکا یہ ہے کہ ثمن کا ایک درم سے بیچنا کہ عقد صرف باطل ہو جاوے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو جبکہ ثمن کے درہم شمار سے تھے مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درم کو ایک درم سے شمار کیا جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو گا تو یہ عقد صرف فاسد ہو گی ہو سکتا ہے کہ بعد گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ رہا تو جو مشتری نے دیا وہ بائع کو پھر دینا پڑیگا یعنی بنا کذا فی الظہیری حیلۃ احری واحسن واسہل وھو المتعارفۃ فی کما مر اذکرھا بقولہ ولذا لو اشتری بدراھم معدودۃ بوزنہا او اشارۃ مع قبضہ فلو سار شیرا لہا جعل مقدرھا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس کان جیدا لہ الثمن فیہ فشفعہ جار در قدر قدر ضیع

فی المغنم رات اور ایک دوسرا حیلہ بتیرو سہل تر سب حیل مذکورہ سے ہے اور وہی مشہور ہے تمہارے مین اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسی طرح شفعہ ساقط ہوجاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعیین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خریدا اور اسکے ساتھ شفیع بھی ملوث ہی رہے جیسا کہ ماقبل اشارہ کر دیا گیا اور اسکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دئے بقبض کے مجلس کے اندر اسی طرح کہ حالت ثمن میں شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسی کے مانند مفروضات ہین ہم نے جب فلوس شمار بالسماء پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت علوم اور تسمیہ کے وقت مجہول ہوا بنا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہوجانے کے بعد حالت مقدار شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہوگیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور حالت ثمن تسمیہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید نہیں انفضاء مین مذکور ہے ہم نے درر مین اور اسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے قبض سے اسواسطے کہ مدار علم وقوف مقدار پر ہے اور یہ بسبب نہ ہونے مجلس مین ہونے خواہ مجلس کے باقی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وھو کذلک ان اراد اخذھا بالدراھم وقیمتھا کما لو اشتری دراہم اعتقادا للشفیع اخذھا بقیمتھا کما مر وقال المصنف ثم نقل عن بعض الطہیریۃ ما یؤید فقلت ووافقہ فی تنویر البصائر وافرد بعضھم اکثر تعقبہ بینہ فی فواھر الجواھر بانہ مخالف للاصل وما فی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا قلت ویمکن التوفیق بانہ مفروض فیما اذا کان الشفیع یعلم ان المشتری یعلم قیمۃ الفلوس ثم رأیت فی الخانیۃ ما یؤیدہ حیث قال اشتری دراہم بفلوس ولم یعلم الشفیع قیمۃ الفلوس فاخذ بالدراہم فالشفعۃ باطلۃ لانہ لا یدری کم الثمن اھ ومثلہ فی البحر عن الظہیریۃ وغیرھا وبہ ظہر ان ما فی الدرر من ان الجہالۃ لا تمنع الشفعۃ لانہا تصیر معلومۃ عند الاخذ بالقیمۃ فیہ نظر لما علمت من ان الجہالۃ المانعۃ ھی التی تؤدی الی المنازعۃ وھذا ظاہر فتدبر ثم رأیت فی الخانیۃ ما یؤیدہ حیث قال اشتری دراہم بفلوس ولم یعلم الشفیع قیمۃ الفلوس فاخذ بالدراہم فالشفعۃ باطلۃ لانہ لا یدری کم الثمن اھ ومثلہ فی البحر عن الظہیریۃ وغیرھا وبہ ظہر ان ما فی الدرر من ان الجہالۃ لا تمنع الشفعۃ لانہا تصیر معلومۃ عند الاخذ بالقیمۃ فیہ نظر لما علمت من ان الجہالۃ المانعۃ ھی التی تؤدی الی المنازعۃ وھذا ظاہر فتدبر

(قولہ بالتحیل) ای بالحیلۃ الآتیۃ (قولہ ولو بعد القبض) لاحتمال الفسخ بخیار ونحوہ (قولہ فاسدا) ای بان کان بخمر او خنزیر (قولہ ان اسقط الشفیع) ای بعد علمہ بالبیع (قولہ ولو بعد الاشہاد) ای بعد ما اشہد علی الشراء وعلم بہ (قولہ لانہ اسقط حقہ قبل وجوبہ) لان وجوبہ عند الطلب بعد العلم بالبیع (قولہ وھو ما تقدم ذکرہ) ای من قولہ او بعد علمہ بہ (قولہ لانہ اسقط بعد وجوبہ) لان وجوبہ عند الطلب بعد العلم بالبیع (قولہ وھو ما تقدم ذکرہ) ای من قولہ او بعد علمہ بہ (قولہ لانہ اسقط حقہ قبل

ہو کسی کے یا سائل سے پہلے متعدد خیارات کرے جس سے انتساب پوری باقی نہ رہے شرح مجمع میں کہا کہ جملہ اضافہ کرنا ہو اور تغیر کا رزق قطع کرنا ہو اور وعید عدم اتصال میں داخل ہونا ہو اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل موقیت کسی محل میں بلا احرام داخل ہو پھر کسی سفر میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ تعلل حج کا اور آیت سجدہ کا جیسا کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق و لاحق کی آیتیں پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے وکلاہما موجودۃ فی کلامہم لاستعلم الحیلۃ بزالۃ قلۃ طلبنا ہا کثیرا فلم یجدہا اور حیلہ کو حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ سا قط کرنے کے واسطے کذا فی البزازیہ کہا ہے نے اور ہنسنے ہنسوانے کو سبب تلاش کیا سو اسکو نہ پایا انتہی شرح جماعۃ عقارا والبائع واحدا یتعددا کاخذ یا الشفعۃ یتعدد ہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم دون بعض وہو اذا تعدد البائع واتحد المشتری یتعدد ا کاخذ بہا بل یاخذ الکل او یترک کذا فی التنویر ففیہ تفرق الصفقۃ علی المشتری ہذا لا اول القیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا تفریق کذا فی البحر وبعد سرد کلام بعض قال الی ہذا الحاصل ان الصفقۃ لا تتفرق الا بتفریق البائع ہذا تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کا نہ ہوگا یعنی ایک مشتری کا حصہ لے باقی کو چھوڑ دے اور اگر بائع کئی شخص ہوں اور مشتری کا ایک تو شفعہ لینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اسواسطے کہ یہاں مشتری پر تفریق عقار ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ایک مشتری کے تو صفقہ متفرق نہ ہوا یہاں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد کیونکہ ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً مذکور ہوا ہو اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے اتحاد ثمن کا واعلم انہ لو طلب الحصۃ فہو علی شفعتہ اور معلوم کرلو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر ہے ہم در تحول ضعیف ہے یہ کہ بائع کا شفعہ طل ہو گیا کذا فی الملتقی ولو اشترو ادارین او قریتین او مصرین صفقۃ واحدۃ فلکل واحد منہم ان یاخذ ما اشتراہ کلہ او یترک کلہ او یاخذ ما یلی الشقص المشفوع ویترک الباقی کذا فی الہدایۃ اگر دو شخص نے دو گھر ایک ہی عقد میں ایک ہی شخص سے خریدے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور اگر ایک گھر آگے آگے ہو اور ایک ہی گھر کا ہو تو یہ دونوں گھر ایک ہی گھر کا ہوا کذا فی الکافی اور اگر شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور دوسرا گھر ہمسایہ نہ ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا اگر اسی گھر کا جو اسکے پاس ہے دو ایک کمرا ہو محمدؒ نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کر خی نے کہا ہمارے اس کی روایت پر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریہ والمعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد وقت العاقد لا وقت العقد کذا فی البحر فلو کان واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم دون بعض اور معتبر عدد اور اتحاد عدد میں عاقد معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کیطرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک کے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خریدنا تو شفیع کو اختیار ہے کہ وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ہم یہ ہیں صورت میں ہے کہ سب کو وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تم کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں گر تمام میں کذا فی الظہیری اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اعنی الشفیع بغیر اذن المشتری الذی وصل الیہ بالقسمۃ وان دفع وغیرہما حصل الکل او عامۃ غیر مقسوم خرید کیا سو شری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع شری سے دو حصہ جو اسکو حاصل ہوئے قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو جب صحیح تو اب غیر صحیح فرمودہ کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو شری کی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس للشفیع ان یقتسمہا معلقا سواء قسم حکم او قاضی او الکل احد الشریکین نصیب من اشترکہ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نصف ما فی یدہ بعد القسمۃ اگر شری نے قسمت کرلی اپنے شریک سے تو شفیع کو نصف نصیب جائز ہے پھر اگر شفیع نے قسمت کو رد کر دیا پھر اس سے بخلاف اسکے جو بائع سے شریک نے پایا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو شفیع

دوسرے اس شریک نے بیچے بیع نہیں کی تو بعد ان شفیع کو نصف قسمت جائے ہی جو طرح اسکی بیع اور یہ کا نصف جائے ہی ہر تبویع ہی ہر نصف قسمت کی تعمیل پہنچی اگر تمام نہیں ہے یہ ہوا جو عقد کا حکم ہر لہذا شفیع اسکو اور مشتری کا ہی ہوا کما ذکرہ الشارح بعدہ اقتضاء او غیرہ اما ان الشفیع ان سلم فظاہر لانہ حقہ خلص لہ وان اخذ الکل فکذلک لانہ قضی لہ بالکل فی ضمن قضائہ بالنصف وان اخذ النصف ثم اخذ الثانی فکذلک لانہ قضی لہ بالنصف الثانی ضمنا فیما اذا قضی لہ بالنصف الشائع فا

نہ دیکھا تو شفعہ باطل ہوگا لیکن خیار نہیں اللہ شفعہ ملتی رہیگا اسواسطے اگر وہ جانتا تو شفعہ چھوڑتا ظاہر الجبا ہر ہیں ہو کہ یہ محمد کے قول پر ہو اور ابو یوسف کے قول پر بدلت ثابت ہو بہوال ہے بدلت ثابت ہو جاتی ہو قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور ذخیرہ اور فتاوی ہیں ہو کذا فی البحر الرائق وفی الخلاصۃ وفی الظہیریۃ اذا اصبح الشفیع والشراء فعاء الشفیع خیار اشیاء اعطاء ما زاد الصبح او تک جبکہ مشتری نے عمارت ہیں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہو جاتا ہے کہ تو شفعہ دے جیسے رنگ آمیزی ہے زیادہ ہوگئی ہو چاہے تو علیحدہ کردے اور زیادہ ہوگئی ہو چاہے تو علیحدہ نہ کردے اور مشتری سے کچھ نہ لے اور اگر شفیع نے طلب کی ہو اور مشتری نے عمارت نہ بنائی ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ چاہے تو شفعہ دے اور چاہے تو نہ دے اور اسکے قاضی شفیع ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ مدرج ہے جو سمع الیہ ہم اسمع علی الطلب لیکن عذر یہودی نے سنیچر کے دن سنی اور شفعہ طلب کیا تو یہ عذر نہ ہوگا کیونکہ یہ تین مسئلے کہہ چکے کہ اگر مذکور ہو چکے ہیں قلت یہ جنہ منہا رالبیع او اخذ الطالب حصتہ من الدار او احضار ثمن حاضر او یوم سنۃ نانہ یکلف احضار الثمن او یکون سیتہ ذلک او ھو ما ذکرہ المصنف قال المصنف قلت وفی ذلک التسامح میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہو کہ جب یہودی اپنے مدعی پر گواہ پیش کرے اور قاضی سے یوم السبت میں توقف کی درخواست کرے اور اسکا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا ہے کہا ہو مصنف نے میں کہتا ہوں اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہو اور ھو احد الشفیع عند المشتری انہ اختار الاخذ بطلبہ او ترکہ خلافہ قلت فی ھذا الکلام ما فیہ مصنف نے اس شفعہ کو بلا شبہ ایسا کلام کہا ہو جسمیں خلل ہو

دوسرے کا کیسا وصاحب رجح کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہوا ور راہ سے کہ چلنے نافذہ ہوا اسواسطے کہ شارع عام کسی کا ملک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا محن ہے جبکہ ارباب بیوت آپس میں خلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی پھیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگر جدا کیا شخص کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کو اس کا دالان حائل الاشباہ والنظائر کہ شفعہ ثابت نہیں ہوتا مگر مکان میں اور شفیع کا حق ثابت نہیں ہوتا مگر کنوئیں میں اور شفیع کا دالان کو بطل شفعہ اتلف القاضی خانیہ بطلبہا جاز جو اہر شریک کی ملک میں ایک کوٹھا شفیع نے خریدا اور اسکا شفیع باطل ہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوٹھا خریدا ہے اور وہ شفعہ لینے کے واسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجواہر شریک کی ملک میں شفیع غائب قائم مقام حاضر ہے کذا فی المتترخانیہ اذا سقط الشفیع واحدا ذکرت الخصاف وسقط یقال ولو کان کاتبہ لاحصۃ لہ من الثمن حتی یؤدی بدل الکتابۃ کذا فی المحیط اگر کسی کا باغ خریدا اور اسکا شفیع ہے سو درخت پھل لائے اور شتری نے انکو کھایا پھر شفیع آیا اور اسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض شتری کے وقت پہلے ہوں تو بدستور قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پہلے نہ ہوں تو قبض کے وقت ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل اسکی ملک تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مویذزادہ من فتاوات الرسامی فی الوھبانیۃ ؎ یا حنفیا یا کثیر تصیفہ ایدہ وھی البلوغ یوم حر اور وھبانیہ میں ہو باب شفعہ سے ثمین جو اسنے اپنے صغیر فرزند کے واسطے خرید کیا اور فنی خاصت میں تاخیر کرے یہ تیم کے بلوغ تک ثم اگر چہ خصومت میں تاخیر چاہے لیکن معنی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خریدے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خانیہ کمل میں یعنی اسواسطے کہ اگر طلب سے شفعہ باطل نہ ہوجائے ؎ وطلبی تفرق دارین بدنا ولو غیر جار فالتفرق احدہ اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ارباب گھروں کا جب ساتھ ہی بیع ہوئے اور وہ دونوں کا شفیع ہوا اور اگر شفیع صاحب ثمن دوسرے گھر کا تو تفریق لازم نہ ہوگی تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق شفعہ کے موجب اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہوا ؎ وھما مع اسقاط الثمن سقطا بخلیفہ فی الذکر کالشفیع الکبیر اور ضرر نہیں کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درآنحالیکہ وہ قاصد ہے ساتھ اسکا یعنی کچھ مضائقہ نہیں قاصد اسقاط شفعہ کرنے میں حیلہ سے اور تخلیف اصل العاقدین کی حالت میں بلاشک منکر اور معیوب ہے شفیع یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو انسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم وستحکم اللہ العلیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب قسمت کے بیان میں یعنی سامجھے کی چیز کا بانٹنا صانا سیتہ ان اصل الشیء یکون اذا اراد الافتراق بلا حق فحق الشفعۃ اقسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ اصل الشیر کیون جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کر دیگا تو شفیع احب ہوگا قسمت کرنیکا بدون بیع کے ھو لغۃ اسم للفعل الذی ھو الافراز تسمیت لغت میں اسم ہے تقسیم یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدرہ اسم ہے اقتدار کا شرعا ھو تعیین نصیب شائع لہ وکان معلوم اور شرع میں قسمت عبارت ہے اسکا کہ شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہم جگہ بس گھر میں شائع ہوا تعیین یہ ہے جب انکے تین حصہ ہوگئے تو ہر خص کا حصہ خاص خاص مکان میں تعین حق شائع کا ہا قسمت ہے وسببہا طلب الشریک کلھم او بعضھم للانتفاع ملکہ علی وجہ الخصوص والایجاب طلبہ لانہ حق القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا جمیع ہیں مشترک چیز میں ہر شریک جب نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طالب قسمت حاکم سے یہ سوال کرتا ہے کہ شریک اپنے حصہ کے انتفاع سے خالی کر دے اور غیر کو اسکے انتفاع سے روکدے تو حاکم پر اسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی وکانہا ھو الفعل الذی یصیر بہ الاکل ذا نصیب والتمییز یکون بالاجزاء کالکیل والذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جائے حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے اپنا اپنا یعنی چنا سے کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن قسمت کا ان کا بعد ان اسکے قسمت کا وجود نہیں و شرطہا عدم تولد منفعۃ بالقسمۃ والا لم یقسم بخلاف الاحکام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جائے بٹنے سے والا یعنی اگر فوت ہو جائے

طبع عالی

کہ باقی بدلوا رہا ہو عام ہو یا نہ ہو اسکے حصہ معلوم ہونے سے شرط ہے جو بستی قسمت کی احتیاج سے غرض مقصود تو نہیں منفعت ہی سہی جب منفعت ہی نہ رہی تو
حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ایک شریک کے طلب سے ان اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا دھلیز کا جو بیچ کا راستہ
علیحدہ ہو اور کل کی قسمت کا اثر نہ ہو معین کر دینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشمل مطلقا علی معلوم کالذراع ذھو لحذ عین حقہ وعلی مبھم کالثلث
ذھو لحذ ھو حقہ اور مطلقا یعنی مشاع اور قیمی دونوں میں قسمت شامل ہے یعنی قرار داد معنی مبادلہ پر اقرار سے مراد لینا ہمارے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد
مراد لینا ہے اپنے حق کا مع سایر اشتمال یہ ہر جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اسکے اجزا میں ہر جزو میں اس کے مقابل ہی بعضے میں کوئی ایک نصف تو اسی شریک کا ہو تو اسکا لینا اقرار مبادلہ
اپنا عین لینا ہوا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکا لینا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں سے شریک شمالی کے قبضے میں ہے تو اسکا لینا ہی مبادلہ ہوا تو اسکا لینا اقرار مبادلہ ہوا
فالخلاف ما فی حکم کالاعم التقاری یعنی محو کالاقرار فالمبادلہ ایضا بحکم علی الکل او اقرار یعنی اپنا حق یعنی لینا غالب ہے شمالی چیز اور جزو شمالی کے کہ ہر میں ہے چنانچہ مدعی تہائی
جیسے جلد جزو سوا سے کے اقرار کے معنی ہمیں ہی شمالی کے اندر غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے اور اسکا اسے کافی ہے معنی ہمیں ہی اقرار ہوا سے غالب ہیں کہ اسکی المعاوضہ تعدد میں
تفاوت نہیں سوا سے کہ شاگیوں اور جو جو میں سے ہر ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی شمال ہے وہ ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکو بعینہ کہا قرار دینا ممکن ہے بالمبادلہ اقرار
ان غلب فی الشائع او ھو التعیین اور مبادلہ غالب ہے شمالی کے سو یعنی قیمی میں ہر قسمت والی چیز میں چنانچہ مثلا عطار اور سہاب اور زمین میں اس سے مبادلہ غالب ہوگا نہیں ہیں تفاوت
ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا اسود مع کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اسکو بعین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصوں میں باقیمین معادلہ اور مبادلہ ثابت نہیں اذا
تقرر ھذا کان اصل فیما خذہ الشریک حصہ شریکہ صاحبہ کالاول ای المثلی لعدم التفاوت کالاقرار والتعیین لتفاوت وانہ جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ شمالی میں
اقرار غالب ہوا قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی شمالی میں عدم تفاوت افراد کے سبب سے حصہ لے اسکی سبب
سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیہ مکیل او موزون بین حاضر و غائب اقاما بالکم او صغیر فاحضر الحاضر اولیاء الکم فصبہ فقط بقضیہ
ان سلم حظا الحاضرین والا لا خانیہ یعنی قنازی قاضی خان میں کیلی یا وزنی چیز میں مشترک ہو دو میان حاضر اور غائب کے یا دو میان بالغ اور صغیر کے سو
شریک حاضر اور شریک بالغ نے اپنا حصہ پا لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں نے شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہو گیا
غائب یا صغیر کے دعوے سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا بقدر غائب اور صغیر کا نصیب تا بین ہو ھذا ان ھلک الباقی
الا ھذا ان بقسمتھا ان ذھبا فالذاھب اذا لم یظھر لھما ان یظھر لھما ان یظھر لھما ان

یعنی جس چیز کا ہر ایک شریک دوسرے شریک کے نصیب میں اپنا حصہ نہیں لیتا جیسے حمام گھر غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ماسوا اس غلام کے جو غنیمت کا ہو جبکہ خمس قسمت طلب کرے تو قسمی میں جبر اسکے کہ امین معنی افزار ہو ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہو غیر مثلی میں باوجود یکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے اور مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افزار کے ہے اور تمیم تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں تفاصل متقارب ہیں تو صار اسکے جائز ہوا اضرر دفع ہو اسکے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع جبر حصے سے مخصوص ہو جائے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیا ہے علی ان البدل اذا تعذر یعتبر فائتا بقدر الفائت کریم صلاح الدین کو فقط دینے کے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں گاہے جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور بدلین کی ملک بیچنے میں اسکے دین کے ادا کرنے کے واسطے وینصب قاسم برزق بیت المال الا لاخذ اجرتہم فھو اجب فی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا ہے ایک قاسم حکیم کو رزق دینے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکین سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ معتمدہ المختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب لاجر المثل ھم کہنا ہے یقضاء حنفیۃ فی زمانہ لاخذ الاجرۃ علیہا وان لم یرض علی القضاء خصم یعنی قاضی اور اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جبکہ اجیر نہ ہو اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کما ذکرہ العینی زادہ ہم اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں مخلوف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الغرر ھو علی عدد الرؤس مطلقا کالاراضی مطلقا او ھو علی الانصباء خلافا لھما اور وہ یعنی اجر مثل شریکین کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ شریک طالبت ہوں یا بعض نہ حصوں پر بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے مزدیک اجرت مثل حصوں کی موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لانہ یستحق الکیال والوزان بقدر کما فی الانصباء لجاما کذا فی المحیط وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ دار فھا فی الخلاف لکن ذکرہ فی الھدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیہا علیہ اختلاف اجرت میں ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہونا باتفاق امام وصاحبین کے اور اسی طرح باقی معانی شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہر جیسے چرانے والے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور نگہبانی کی اجرت وغیر ذالک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ دو چیز قسمت کے واسطے ہوں کہ دو شریکوں کے کیل یا موزوں خریدا کیا اور ایک ہی آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا کہ کیا یا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر ہمام ہوگی کذا فی الدر المنتقی اور اگر دو چیز قسمت کے واسطے ہو تو اسمیں وہی تفصیل ہو امام اور صاحبین کی لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا داقف کار تو فاسق اور خائن اور جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرے نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو کما یتعین فی الحال یفکر یا لکن زیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نکیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نکرے کما یتنازع القاسم خوفا ظلمہ اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نکر لیں انکے اتفاق کے خوف سے ھم لیعنی اگر امین انتشار کرے ہو گا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کر کے اجرت گران کر دیں تو امین لوگوں کے کام نہ ہو گا طحطاوی نے کہا قسامہ جمع ہو قاسم کی وصحت بوصف الشرکاء کما اذا کان فیھم صغیر او مجنون کما سیاتی بعضہ اوغائبا لاوکیل عنہم او وصی او ولی او مھما حینئذ لا یجاب القاضی والغائب او الصبی اذا بلغ او علیہ ھذا لو وصی او ولی شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرھا اور قسمت صحیح ہو سکتی ہے یکون کی رضامندی سے مگر جبکہ امین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف سے کوئی نائب نہیں ہو یا کوئی شریک غائب ہو جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی انکے نہ لازم ہونے کے سبب اسوقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنے قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت ہے جبکہ شرکا وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنے کسی چیز کے خریدکرنے سے انمیں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہوگی کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا ہم طحطاوی میں عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تاحضور غائب اگرچہ شرکا حاضر ہیں گواہ لادین خریداری پر

وقسم منقولا بين اثنين وهما وملكه مطلقا او شراء صح لاشتراء فلا فرق في المنقول بين شراء وارث وملك مطلق اور قسمت کیا جاے وہ مال منقول جسکی میراث کا یا منہم فیہ کا دعوی کرتے ہین یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہین نقلی یعنے مال منقول مین درمیان خریداری اور میراث اور ملک مطلق کے صحیح منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول عرض تلف ہین ہوتا ہے تو قسمت مین اسکا حفظ ہر اعتقار کا موجب ہوتا ہے اور قبضہ دلیل ہر ملک کی اور اقرار دلیل ہر صدق کی اور کوئی اُنکے ساتھ منازع نہین فلت ومن المنقول البناء ولا شجر حديقة لان المنفعة بالقسمة وان قبلت فلا جبر قاله شيخنا مین کہتا ہون اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین جہان منفعت متبدل ہو تو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہ کہا ہمارے اُستادنے وعقارا وبيوتا شراء او سلكه مطلقا او قسمت کیا جاے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کیا یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین فان ادعوا ميراث عن ذي يد لا يقسم حتى يبرهنوا على موته وعدد ورثته پھر اگر شریک دعوی کرین کہ غیر منقول یہ میراث ہو زید سے تو اسکی قسمت نہ کیجاے یہان تک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اسکے وارثون کے شمار پر وقالا يقسم احتراما لقولهم كما في الصور لاكثر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی قسمت کیجائیگی محض اُنکے اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنے خریدار اور ملک مطلق کی صورت مین وكان برهن ان العقار معهما حتى يبرهنا انه لهما اتفاقا او لاحدهم لاحتمال انه معهما بأجارة او اعارة فتكون قسمة حفظ والعقار محفوظا بنفسه اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ غیر منقول اُنکے ساتھ ہو یعنے اُنکے قبضہ مین ہو یہان تک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول انھین دونکا مملوک ہو باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلیے کہ احتمال رکھتا ہو کہ غیر منقول اُنکے قبضے مین بطریق اجارہ یا رعایت کے ہو تو اس صورت مین قسمت مخالفت کی ٹھہری گی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے دلو برهنا على الموت وعدد الورثة وهواى العقار قد قال شيخنا وكذا المنقول بالاولى معهما او فيهم صغير او غائب ضم بينهم ونصب قيم لهما نظرا للغائب والصغير اور اگر گواہ لائے موت کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنے عقار غیر منقول اُنکے قبضے مین ہو اور وارثون مین صغیر حاضر ہو یا ایک وارث کبیر غائب ہو تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُنکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاے تا کہ اُنکی حق تلفی نہو کذا بدل البينة على اصل البينة على الميراث عند البعض خلافا لهما كما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین جنانچہ مذکور ہو چکا ھ اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر انکی میراث ہو اُنکے باپ کی جانب سے منلا کذا فی الطحطاوی فان برهن وارث واحد لا يقسم اذ لا بد من حضور اثنين او لواحد هما صغيرا ذو صي او ولي الارث اگر موت اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور ہے اگرچہ اُنمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کذا فی الملتقى مشترين اي شركاء بغير الارث وغائب احدهما لان في الشراء لا يصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنے شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک اُنمین سے غائب ہو تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اُنمین ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او كان في صورة الارث العقار او بعضه مع الورث الطفل او الغائب وكان شيء منه لا يقسم للزوم القضاء على الطفل او الغائب بلا خصم حاضر هنا یا کہ عقار یا بعض عقار میراث کی صورتون مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اسکی قسمت نہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے ھ صغیر کی مانند اسکی مان ہے اور غائب کی مانند اسکا مُوَرِّث ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضه مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شيء منه وقسم المال المشترك بطلب احدهم ان انتفع كل بحصته بعد القسمة اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد وبطلب واحد او اكثرهم ان لم ينتفع كل بحصته

اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہو وقلت حصہ کے سبب سے ھم یعنے اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصوں کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصے کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہوگی یہ اضاف نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوے ہے کذا فی الدر وفی الخانیۃ یقسم بطلب کل واحد علیہ الفتوی وکذا فی المتون علی الاول فعلیہ صاحب المعمول اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں لیے عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر الکل لم یقسم لان ضررھم لیس بفاحش لانہ یعود علی موضوعہ یا لنقص اور اگر قسمت سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی مگر سب شریکوں کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منتقض ہو کر یہ موضع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہاں مقصود ہے کذا فی الجلبی ہاں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق انکا ہے اور وہ اپنی حاجت کے زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی انکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کریں اور نہ انکو منع کرے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حلوت بھما لان فیہ طلب احدھما القسمۃ ان امکنت الکل ان یعدل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعدل فیہ قبلھا فیقع کلا الابنی ہیں ہر ایک دکان ہو دو شریکوں کی جسمیں وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہو تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک جسمیں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہو تو قسمت نہ کیجاے وضم عرض اعنی جنسہا الا لجنسان بعضہا فی بعض لو قوھا معاوضۃ لا تمیز فیقع التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاے ان عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو نہ قسمت کیجاوین دو جنسین اسطرح کہ بعض جنس ایضے شریک کو دیجاے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر نہ تمیز ہو کر تو جنتلاف جنس میں تراضی شریک پر اعتماد کیا جاتا ہے قاضی کے جبر کرنے پر ھم یعنے اگر متاع اور اسباب کے جنس ہو چنانچہ مکیل یا موزون یا عددی متقارب یا جانوری سو نہانا تو انمیں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا اور کچھ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونوں میں برابر ہو تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو انمیں جبر کا اختیار ہوا اور میں ہے کہ جنسین کی قسمت میں ادخال بیض کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو دو بکریاں مثلا اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونوں جنسوں میں اختلاط اور اتحاد نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع ہوئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے قاضی کو جبر کا دہان اختیار ہے یہاں قسمت یعنی تمیز ہونہ یعنی معاوضہ انتہی کافی التوفیق وحد المختلفین فی الکاد عی اور نہ قسمت کیجاے فقط ملوک یعنے لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہے ھم آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ انمیں تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت میں فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اسوقت مملوک کی بھی انکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام اور صاحبین وفلا یقسم لوذکورا فقط واناثا فقط کما یقسم لابل والغنم وبرفیق المغنر اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواھر لتفاوتھا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب ھم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہوسکتی وکذا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنواں اور چکی اور کتابیں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ھم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دیکر بطور ضابطہ عام کے علت عدم قسمت کی اشارہ کیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہو وہ قسمت میں نہ پڑیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کے واسطے ہے پھر جب شریکوں کا منفعت حاصل ہونا ہی قسمت کا مقصود ہے لا الی ضرر تو معنی قسمت متحقق نہوے گا ہو ضاھما مگر شریکوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہو بدلیل گذشتہ ھم یعنے اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شریکوں راضی ہوں قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انمیں کا ہے تو انمیں کا ہو دلو ارادا حدھما البیع وابی الاخر لم یجبر علیہ لتفاوت الثمن اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا

شریکین مانتا ہو تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نکیا جائیگا بخلاف مدرسہ امام ملاح وقیدوا بہ الکتب بین الورثۃ وا لکون ینتقع کل بالمدرسۃ ولا تقسیم لاوراق ولیو یسیر ضا انھم اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ کتابون مین قسمت ہوگی وارثون مین ولیکن ہر وارث کو نفع حاصل کرنے کی باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے ہوگی اگرچہ وزنا سپر ابھی ہون وکذا لو کان بعضھا اجلادا بعضھا اوراقا کشیرین اور اسی طرح جلد لیدی کی قسمت ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت سی جلدیں ہون مگر بعضی اگر بہت ہو کی جلدیں تمام ہو چکی ہون اور بعضی ناتمام جسکی پانچ چھ جلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی جلدیں کی قسمت ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلاً کوئی اور کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان یقسم الکتب او یاخذ کل بعضھا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز ولو کلا اور اگر دو شریک باہم راضی ہون دونون سپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاے اور ہر شریک کیلیے کتب لے قیمت سے تو اگر یہ راضی طرفین سے ہو تو جایز ہو اور اگر تراضی نہو تو جایز نہین وفی المختار خانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتھما استاجر احدھما فقال لصاحبہ فقال لاجرھا کلی ولا انتفع وقال لا اخاریدہ ذلک امر القاضی بالمھایات ثم یقال لمن لا یرید الا انتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین ہی ایک ایسا گھر یا دوکان مشترک ہی دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہین ہی دونون نے اسمین جھگڑا کیا سوا ایک شریک کہتا ہی کہ مین اسکو کرایہ پر دونگا اور دوسرا شریک کہتا ہی کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون بیچنے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کریگا کہ ہر ایک کو اپنی باری کا فائدہ لینے کا پھر اس شریک سے کہا جاے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکھتا ہی تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھ دے لیکن اپنی باری مین اسکو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہو اور دوسرے کی باری مین دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا جاے کرایہ دے چاہے آپ رہے دو مشترکہ لدار او ضیعۃ او دار او حانوت قسم کل منھا منفردۃ مطلقا ولو متلاصقۃ او فی محلتین او مصرین بکیل چند گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہی یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہی تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ ہوگی ہر حال مین اگرچہ گھر وغیرہ باہم متصل ہون یا ایک شہر کے دو محلون مین ہون یا دو شہرون مین ہون کذا فی شرح مسکین ہم یعنے مشترک گھرون مین اسطرح قسمت ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھر ہونگا مقصود نہایت تخالف ہوتا ہی باعتبار محلون اور پڑوسیون اور سمت اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو اگلی قسمت مین برابری ممکن نہین تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر مین جمع کر دینا ممکن نہین بدون اسکی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دوکان کی قسمت باختلاف جنس کے جایز نہین کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہین مطلقاً اور منازل اگر مجتمع ہون ایک گھر مین تو قسمت پذیر ہین اور اگر جدا جدا ہون تو قسمت پذیر نہین سوا اسکے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہو تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوتی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلھا فی مصر واحد او لا دور مشترک وغیرہا کی قسمت محتجمۃ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر مین ہون یا نہون ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وھکذا ان الکل فی مصر واحد فالرأی ھیہ للقاضی وان فی مصرین فقولھا کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ اسکے برخلاف اور کہا کہ اگر ایک ہی شہر مین واقع ہون تو اسمین قاضی کی مجوز کو دخل ہی اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہرون مین ہون تو صاحبین کا قول امام کے قول کیمانند ہی یعنے قسمت مجتمعہ جایز نہین دو شہرون مین اور ایک شہر مین جایز ہی اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے والا جایز نہین وینصب القاسم ما یقسم علی قرطاس لیرفعہ القاضی ویعدل علی سھام القسم اور قاسم نقشہ بناوے کاغذ یا سکاحصہ کی قسمت کیا چاہتا ہی تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہی کہ کمتر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہون تو انکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسپر سدس ٹھہراوے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویؤخذ عہ اور گزشتہ سے اسکو چاہیئے کہ مساحت مقدار گزسے معلوم ہوتی ہو دیقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اسواسطے ہی کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہی تو جب زمین کی قسمت پیمایش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ مین واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکے قیمت دے کذا فی النہایۃ ویقرع کل نصیب بطرقہ وشربہ

اور قاسم جدا کردے ہر حصہ کو انکے راہ اور پانی کی لد کے ساتھ ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کردینے سے یہ فائدہ ہی تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو میسر اور اقرع کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں ویلقب الاول بالنصباء والثانی والثالث وھلم جرًا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابعا و خامسا بقدر حاجت کے ہر ترتیب حصص سے طرح سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیھم و یقرع المطیب المنصف اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہر حصہ علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر گولی بناوے جیسا میں ہر کہ قرعہ جاتا ہے تین حصص تسکین قلوب ہوتا کہ کسی جانبداری معلوم نہ ہو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کردے تو جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السھم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السھم الثانی الی ان ینتھی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہی یہاں تک کہ اخیر تک پہنچ جاوے ہم شرح تنویر میں ہی کہ قاسم خانہ مقسوم میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل شبکہ خام کے خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی ٹھہراوے اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اسکا حصہ پورا ہو جاوے پھر جسکا نام دوسری بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت اتنے لحاظ ضرور ہیں کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سادس تک کرے اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اور لے واعلم ان الدراھم لا تدخل فی القسمۃ للعقار الا برضاھم فلو کان ارضًا وبناءً او منقولا قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یدمر بعضہ بقابلۃ البناء فان بقوا افضل فلا یمکن لترجح الفضل حینئذ اور جان رکھو کہ نقد درہم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو انکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک ہیں بھیر دیجاوے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادت درہم پھیر دی جاویں ضرور کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہم صورت انکی یہ ہے کہ ایک گھر کی جماعت کا سو ہاتھ لمبائی قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہر سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دیجائیگی اور صاحب عمارت سے درہم نہ دلا جاوینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ دست ہر لینے درہم دلانا اسوقت کہ قسمت حقوق ملک سے ہو اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہو نہ درہموں میں تو انکی قسمت جائز نہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم دکانا فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمۃ مرور عنان ولکن واضعنا اجماعًا واسقوا نفقہ مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا بدان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملکیت ہو اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں شرط نہیں ہوا تو بدان اور راہ انکی طرف سے دوسرے طرف پھیری جاوے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن ہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا بدان اور راہ انکی طرف سے اور اگر اشتراک راہ اور بدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضھم القیمۃ مشترکۃ کما کان امکن اقرارہ کل فعل بحسبہ الا ان اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ جسنے اسکو لیا راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کے واسطے تو ہمارا کہہ دینا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشروح بیان کیا ہم زیلعی میں یوں ہی کہ اگر قسمت کے اندر ادخال طریق میں اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضوں نے کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمیں حاکم تامل کرے سو اگر ہر شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم

جماعت کی راہ کے سوا اور راہ قسمت کرنے تکمیل منفعت کے واسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الظہیریہ
محقرا اختلفوا فی مقدار عرض طریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار وقالوا ان کان عرض طریق اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر
دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے میل کیا جائیگا درصورت اختلاف کذا فی الزیلعی یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شریکوں میں اور ہر حصہ کی
راہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کی دروازہ کے عرض کی برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف پھیرا جائیگا
اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضی خان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں سے شخص کے مکان
کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب بیت نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی جاوے گی
جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل غیر الطریق کے ہے کذا فی الظہیری بخلاف ما ذکرہ ابن الفضل
حتی یخرج کل واحد منہم جنبا فی نصیبہ ان فوق البیت او دونہ لان قد طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء مشترک کیونکہ
دخول الذکاء جلا لیہ طریق کے اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جائے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب
اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں میں سے جھروکھا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں اسواسطے
کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک ہوا اور ہوا مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی البدائع یعنی گھر کی راہ مشترک میں جبکا ارتفاع
اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ رکھا یا کھڑکی یا رکھنان اپنے مکان
میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اسکے نیچے میں بنانا درست نہیں ولو شرطوا ان یکون الطریق فی
قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وصلہ کان سہامہم فی الدار مناسبۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائز
فجاز قسمۃ التین وان کرہ لانہ لیس فیہ ربا لانہ بیع جزافی لا لعب بالمسویۃ علی الصحیح بل بالقیان لو بالمیزان لانہ ربا نے اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت
میں راہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ اسکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا اُن مالوں کے جنمیں سود
اور ربا جاری ہوتا ہے تو جائز ہے جیسے کہ باٹنا ریسون سے یعنے جانی جو بھس وغیرہ کے اوٹھانے کے واسطے ریسون سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جسمیں ربا جاری
کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا باٹنا کھجور کی ٹوکری سے برقول صحیح بلکہ قیان یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے
وقسمۃ التین بالجال ذکر فی الاوائل اذا یجوز تفاوتا لانہ لیس بوزنی انتہے تو بمناسبت اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ پستان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے
کرب بالفتح کی اور وہ یعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کرب بالضم کی اور وہ عبارت ہے یمانیہ عراقی سے قاموس میں قیان کا ترجمہ قپان کیا ہے
اور وہ عبارت ہے ترازو ہے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفل لہ ابن فوقہ علو
مشترکان وسفل لہ حجرۃ مشترک والعلو لآخر وعلو لہ حجرۃ مشترکۃ للسفل لآخر فہو کل واحد من ذلک علی حدۃ وقسم القہستانی عند محمد وبہ یفتی
نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اگلے نیچے کا مکان
اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول
پر فتوی ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے
نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان اسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں نیچے
اسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنس کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شریکوں نے

حاصل یہ ہے کہ مکانات مشترکہ کی قسمت قیمت سے ہوگی ریسون سے نہ ہوگی نوازل میں مذکور ہے کہ قلت تفاوت
کثرت تفاوت سے مانع ہے

حصوں کی ممکن نہیں ہوسکتی مگر قیمت سے الکی بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء نصیبہ وشھد القاسمان بالاستیفاء والحق لھما وان قضیا بذلک لھما ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنے والون نے پورا ملنے سے انکے حق کے گواہی دی تو گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ انھون نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شھد قاسم واحد کالاذان فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دی تو مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ اکیلا ہی اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین ولو ادعی احدھم ان ما فی یدہ نصیبہ غلطا وقسم فی ید صاحبہ غلطا وقد کان قبضہ بالاستیفاء اولم یقر بشیء ذکرہ الخجندی لم یصدق الا ببرھان او اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الا بحجۃ لعمت ولا تنافی بین العمومین ثم ظھر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصے مین کچھ از روی غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضے مین پڑ گیا ہے اور حالانکہ اسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ الخجندی تو اسکی تصدیق نہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اسکے قسم کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سبکو شامل ہوجاتا اور اقرار استیفاء اور دعوی غلط سے تناقض دعوی مدعی کا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اسنے اپنے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفاء کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ اخذ نہوگا اپنے اقرار پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بحصتہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر میرے شریک نے اسمین سے کچھ لے لیا اور شریک اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقراره بالاستیفاء اصابنی منہ ذلک کذا الی کذا ولم یسلمہ الی وکذبہ شریکہ تحالفا وتفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجکو پہونچا ہے اس میرے حصے سے یہان تک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہین کیا اور شریک اسکا اسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کھاوین اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفۃ فادعی احدھما فیما فی ید الاخر نصیبہ والکل الاخر فعلی البینۃ لانہ مدع اور اگر دو شریکون نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان ہو پہنچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے قبضہ مین آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما فالبینۃ للمدعی کذا فی الذخیرۃ وان کان قبل ان یشھد علی القبض تحالفا وفسخت کذا لو اختلفا فی الحدود اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونون شریک قسم کھاوین اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر دونون حدود مین اختلاف کرین وان استحق بعض معین من نصیبہ لا تفسخ القسمۃ انفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے برقول صحیح اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمین غیر کا حق نہین کذا فی الظھیریۃ وفی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض شائع غیر معین کے استحقاق مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکور ہے اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہین وفی استحقاق بعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا لما قالہ بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او تنقض القسمۃ دفعا للضرر التشقیص اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اسقدر پھیر لے اپنے شریک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصص سازی متفرق ہوجاے قلت قد بقی ھھنا احتمال اخر وھو ان یستحق بعض نصیب کل احد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاھر وایاہ فالعبرۃ لذی الزائد کما مر فلا نعیدھا بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے

حصہ مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر معین ہوں تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو ظاہر ہی صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زیادہ کا اعتبار ہے جیسا کہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا ھم کہی بیشی کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصے مین چار گز کا استحقاق ہو اور دوسرے کے حصے مین چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیر دے فظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا اقضوہ لاعلی الدین وابراء الغرماء ھم الورثۃ فیبقی منہا الی من الترکۃ مایفی بہ للزوال المانع ترکہ مقسوم مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنے اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردین یا ارباب دیون غارمون کو بری الذمہ کردین یا ترکہ سے اوتنا باقی رہ گیا ہو جو اداء دین کے واسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی الغ کے دور ہوجانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لایدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان ظہر فی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت مین ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قسمت کرنے والون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الصحیح لان مرجعہا الی المعاوضۃ ولم توجد فوجب فسخہا خلافا للشیخین الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصون کی شرط ہے اور وہ پائی نہین گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگیا بخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کے ماننددیباے بطلت کے کی تصحیح کہتا تو بہتر ہوتا ھم کنز مین یون ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنے اگر غبن فاحش قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت تراضی دونون کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی وقسمہ دعواہ ذلک ای ماذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر الا ستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعواہ الغلط الا لتناقض کالاذا ادعی العضب فقسمہ دعواہ وتمامہ فی الخانیہ اور شریک کا وہ دعوے یعنے غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نکیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہوگی دعوے غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوے کرے یعنے یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کرلیا تو دعوے مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ مین ہے ادعی احد المتقاسمین المتروکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالعین والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والون مین سے ایک شخص نے دین کا دعوے کیا متروکہ مین تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوے دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے عین متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کی صورت متروکہ ہے دین عینی سے متعلق ہے یعنے متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے محفوظ کرلینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذا لاقدام علی القسمۃ اعتراف بالترکۃ اور اگر دین کے سوا کسی مین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوے مسموع نہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت سے پیشتر قبضی کرنا اقرار ہے شرکت کا وفی الخانیہ اقتسموا دارا او ارضا ثم ادعی احدھم فی قسم الاخر بناء ونخلا زعم انہ بناہ وغرسہ قبل القسمۃ لا تسمع بینتہ اور خانیہ مین ہے کہ شریکون نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنے یکہا کہ مدعی نے اسکو بنایا ہے یا درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہونگے یعنے بسبب تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدھما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الاخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بل یقوم قیمۃ ان استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت ایک شریک کے حصہ مین پڑا اسکی شاخین لٹک رہی ہین دوسرے شریک کے حصہ مین تو اسکو نہین پہنچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخون کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اسکی شاخون کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنے بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کون وجہ ہی تو احدھما ای احد الشریکین بغیر اذن الاخر فی عقار مشترک

فطلب شریکہ رفع بناۂ وقسمۃ العقار فان وقع البناء فی نصیب الذی ہی ملکہ فلا شیء لہ وان وقع فی نصیب الآخر فعلیہ قیمۃ نقض البناء وعلم الخ یعنی اگر دو شریک کے درمیان ایک زمین ہو ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اور زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سوائے دوسرے شریک کے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائے سوا اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصے میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جائے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہاں اگر وہ شریک کو راضی کرے تو ہرج نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض قلوا قتسموا واخذ واحصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بذلک صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ کان قسمۃ التراضی مبادلۃ وبیعا فیثبت فیہا مبادلتہا بالتراضی یعنی اگر قسمت قابل نقض ہو یعنے ٹوٹ سکتی ہو اگر شریکوں کو حق مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیکے پھر وہ راضی ہو گئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کالعدم ہو کر شرکت پھر لوٹ گئی زمین یا اسکے غیر میں اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہوا اور اسکا فسخ کرنا اور پھر ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کالمشتری شراء فاسدا علی شرط ہبتہ او صدقتہ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ ویفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمن بالہلاک جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی جیسا کہ قسمت ہوا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوائے اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمیں ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے واسطے اسمیں جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قسمت سے کالمقبوض بالشرکۃ الفاسدۃ فانہ یفید الملک کما مر وبابہ حبطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے جیسا کہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یثبتہ جزم بالقیل فی الاختیار والاول فی البدائع اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض قسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول اول پر یقین کیا ہے بزازیہ میں

ولو تہایئا ان سکنی ہذا واحد لیسکن ہذا بعضا وذا بعضا وہذا اشہرا وذا اشہرا او دارین لیسکن کلا دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما وذا یوما او عبدا یخدم ہذا شہرا وذا شہرا او لاخر لاخر او فی غلۃ دارا او دارین کذلک صح المہایأۃ فی الاجرۃ والغلۃ استحسانا لاتفاقہما اور اگر دو شریک ایک گھر مشترک کے رہنے میں اسطرح کریں کہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری مقرر کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرا کرے یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجہ تعیین بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہے مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلہ اور تفاعل ہر ہیئت سے اور ہر ہیئت عبارت ہے اُس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعد اور طیار ہو اور تحقیق اسکی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اسسے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہم جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل کرعیہ لما شرب ولکم شرب یوم معلوم ولاصحہ ان القاضی یعانی بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردے دو شریکوں میں جبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے لیکن اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم جاز اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے وبلا عذر جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو تبتک کہ دونوں نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑی تو اب اسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ بھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ ولو انفقا علی ان نفقۃ کل عید علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اُس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً برخلاف لباس کے کہ اسمیں تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور کی ہو تو بہ قیاساً جائز ہے استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز

ف۷ یہ عبارت کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری مقرر کریں اور یہ عبارت کہ دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجہ تعیین بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہے ہم مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلہ اور تفاعل ہر ہیئت سے اور ہر ہیئت عبارت ہے اُس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعد اور طیار ہو اور تحقیق اسکی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اسسے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہم جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل کرعیہ لما شرب ولکم شرب یوم معلوم ولاصحہ ان القاضی یعانی بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردے دو شریکوں میں جبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے لیکن اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم جاز اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے وبلا عذر جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو تبتک کہ دونوں نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑی تو اب اسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ بھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ ولو انفقا علی ان نفقۃ کل عید علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اُس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً برخلاف لباس کے کہ اسمیں تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور کی ہو تو بہ قیاساً جائز ہے استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز

نہیں اور استقسام جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ لصحبھا فی الدار الواحدۃ مشترکا فالزائد لہ وجو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہوگیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو دو مشترک ہوں دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گران ہوگیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہونگے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر گرانہ ہوگیا تو زیادت میں شریک نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ مختصر انجنی وعبد دار علی الاکر وطحن وکذا فی المختلف للمنفعۃ ملتقی متمم فیما علقہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت جائز ہے یعنے ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے واحد اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہم شاء اللہ کی شرح لتنویر میں ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ہو گیا فی غلۃ غلۃ جبد بلا تساوٍ فی غلۃ بغلۃ وبغلین فی رکوب بغل وبغلین فی قرۃ شعر وقاد وقیل لا یجوز قسامۃ کما یجوز قسامۃ اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی ایک برت میں یا دو غلام کی دو برت میں یا دو تہائی میں کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا ایک مکری کے دودھ میں تو ان آٹھوں صورتوں میں باری میں کرنا درست نہیں ہم برت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں ہوسکتی مگر مدت معلوم ہے تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اسمیں مساحمہ مروج ہے اور دو غلاموں کی برت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اسواسطے کہ باری تو قسمت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور برت میں کچھ ضرورت نہیں اسلیے کہ برت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل ہے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں مختلف ہے وعلی ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت انسان ہو تو باری کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ التجار فی ھذا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلما بعد شیء بدراہم او بثمن آخر بمقدار معلوم استقراضا لئلا یصیر اجیرا فی قرض المناسخ جماز اور پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک یا مشتری سب پھلوں کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع علی اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسجاسکے مشابہ کا قرض جائز ہے **فروع** مسائل ملحقہ شرح کے الزامات ان کانت تحفظ الاحلاک فالقسمۃ علی قدر الملک ان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ویدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطانیۃ تقسم علی قدر الغرامات پینے ڈاٹنے لینے جو مال کہ زبردستی کو دینا پڑے جان اور مال کی بچانے کے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کے واسطے ہو تو اسکی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہو اور اگر جانوں کی حفاظت کے واسطے ہو تو لوگوں کی شمار پر ہو اور اطفال و عورات شمار میں داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانوں سے ڈانڈے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسی طرح ہوگی دلو خیف الغرق فتقسط علی القائم امتعتہ فالغرم بعدد الرؤس لان الحفظ للنفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگوں نے اسکو ہلکا کرنے کے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈا دیوں کی شمار پر ہو اسواسطے کہ جانوں کی حفاظت کے واسطے ہوا اور اگر بعض اتفاق کے ایک شخص دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر غائب کچھ مال لازم نہوگا جبکہ مال کشتی میں ہو اور اسکے گرانے کی احتیاج نہیں ہوئی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونوں طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا اذا التقم احدھما قابلی احدھما العوارۃ ان احتمل القسمۃ کالجبۃ وقمیصہ والا بنی ثم الحیرۃ لیرجع بما انفق علیھا مع المقاضی ولا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک اسکی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہو تو بہتر نہیں اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اسکی تعمیر کرے پھر اسکو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو اسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھرے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی نہ ہوئی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھرے تو قیمت جو بنانے کے وقت ہو طلا التصرف فی ملکہ وان قصر جازہ فی ظاھر الروایۃ الکافی کما شباہ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اس

تصرف بین انکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ مین یہ مسائل مذکور ہین شامی مین ص صاحب شباہ نے قول اصل کو چھوڑ دیا یعنے اگر ضرر بیع ہو تو تصرف ممنوع ہو اور نہین تو جائز اور اسی پر فتوی منقول فتح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہو لسنفی نے اور عامہ مین ہو کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی عن الزواہر وفی المجتبی وبہ یفتی وفی السراجیۃ الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الامر یفتی ان یعوّل علی ظاہر الروایۃ اور مجتبی مین ہو کہ جواز تصرف پر فتوی ہو اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ مین ہو کہ فتوی منع تصرف پر یعنے درصورت ضرر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورت مین لائق یہ ہو کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاے یعنے جواز تصرف پر گو ہمسایہ ضرر پاوے قلت وعلی ہذا فی تصرفات القضاء مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکور ہو چکا تصرفات قضا مین وفی الوہبانیۃ وشرحہا ص ولو زرع لا انسان ارضا غیرہ فلیس لہا ان یمنعہ لم یضر ہ اور وہبانیہ اور اسکی شرح مین ہو اگر آدمی کچھ زمین بوے اپنے گھر مین تو اسکے پڑوسی کو اسکے منع کرنے کا اختیار نہین اگرچہ اسکو ضرر ہو ص یہ وہی مسئلہ ہو جو ابھی ہوا شباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہو اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو ص وحیط لہ اہل فحمل او لغیرہ ولا حمل فیہ قل لیس لغیرہ اور ایک دیوار ہو جسکے اہل بیچ شریک ہین سو ایک شریک نے اسپر دھنیان رکھین اور حالانکہ قبل اسکے اسپر دھنیون کا بوجھ نہین تو اسکو دوسرا شریک اخیر تک کا کام یعنے ایک شریک دیوار اچھیر دھنیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اسپر دھنیان رکھے تو دوسرا شریک اسکو منع نہین کر سکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیون پر اور دھنیان رکھے یا اسپر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ ص وہذا الشریک ان یعلی حیطہ او قبل انتہاء جائز فیہما اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہو تو تعمیر کرے ص عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یون ہو کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنے اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہو ص ومنع قسمہ عنہ مستأدر بہ من الترم قاضی موجب یعنے اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہو چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے ص مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہوا جاتا ہو اور ایک شریک اسکی مرمت پر مستعد ہو اور دوسرا شریک نہین مانتا ہو تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اسکی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار ہو اور قول مختار اگلی بیت مین مذکور ہو ص وینفق فی المختار راض یاذنہ وعند نفعہ من الی قول یخیر اور قول مختار مین جو شریک راضی ہو مرمت کا وہ اسکی مرمت مین اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاے اسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہو قبل تاوان دینے کے یعنے جس شریک نے مرمت کی ہو دیکھے وہ اپنا صرف کرایہ سے تہ لے کا تبکہ دوسرا شریک اسکا کرایہ نہین لے سکتا ہو ص وخذ منفقا باذنہ لحاکمہ وخذ فقیہ ارکان فطاہر الصحۃ اور بے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نکی ہو اور یہی قول مفتی محقق ہو ص طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہین اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہو مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص مر گیا اسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیان چھوڑین پانچ ٹھلیان سکہ سے معلومین اور پانچ مین نصف سرکہ ہو اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے چاہا کہ بدون اوٹھانے کے برابر بانٹ لین تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیان اور ایک دو بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دیجاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین دو بھری رہین تو یہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سبکا حصہ برابر ہو گا کذا فی فتاوی قاضی خان واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہو مزارعت کی یعنے بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور معاملت بھی کہتے ہین اور اہل عراق مخابرہ بولتے ہین مناسبت ظاہرہ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہو یعنی جو کھیت مین زراعت وغیرہ پیدا ہوتا ہو اسمین قسمت جاری ہوتی ہو درمیان مزارع اور صاحب زمین کے

ھی لغۃ مفاعلۃ من الزرع زراعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو تو ظہر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی پیداوار کے زراعت پر لیجانے والے کو قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ الرضی والعاقدین والبذر والارض اور اس کے ارکان چار ہیں رضامندی دونوں عاقدوں کی اور بیج اور محنت اور زمین ولا تفسد عندنا بعدم احدہا کما تفسد الاجارۃ الخ اور مزارعت درست نہیں ہمارے امام اعظم کے نزدیک اس چیز کے معدوم ہونے کی مانند جو اجارہ کو فاسد کر دیتی ہے جیسا کہ ہم امام کی دلیل اور حدیث جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندھما تفسد بہ فتفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہوا اسی قول پر فتوی ہے استحسان کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم دونوں صاحبوں کے قول پر فتوی ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان والی زمین کو لوگوں کو دیدیا بطریق معاملہ کے اور اسی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور اسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے بشرط تمامیۃ حصاحبۃ الآلۃ من البذر صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے اگر شرطیں صحیح پہلی شرط آلات ہونا زمین کا کاشتکاری کے واسطے ہم تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واھلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنے عاقل ہوں تو مجنون اور غیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ صالحۃ فتفسد بما یتأبد بہا او یطول بہا احد الشریکین غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنے وہ مدت جو زراعین میں مروج ہے یعنے اکمیال یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اس کی مدت سے جس میں زراعت نہیں ہو سکتی اور اس مدت طویل سے کہ وہاں تک سد العاقدین غالبا نہیں جیتا وقیل فی بلاد تا خر بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع وجد وعلیہ الفتوی بحتبی وبزازیہ وافرہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر ان الید حتی شرطا صاحبہ تحتم کا ذکر کرنا ہم اس واسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہو تو مزارعت استیجار ارض ٹھہرے گی تو بدون ذکر صاحب تحتم کے متعود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اس واسطے کہ جس کا بیج نہیں تو اسکے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تحتم بدون تحتم زمینی کے عقد لازم نہیں وقد یحکم العرف اور بعضوں نے کہا ہے بیج میں عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابو کریلی کا یعنے اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں وذکر جنسہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنے گیہوں یا جو یا اجرا یا جوار ہم بیان جنس تحتم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اچھی ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لاقدرہ بعلیہ علام الاحمر وشرطہ فی الاختیار اور مقدار تحتم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنے زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تحتم کو بھی شرط کہا ہے وذکر قسط العامل الاخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اس واسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو انکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا ضارب الیدرۃ وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تحتم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے ہم اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ وبشرط التخلیۃ بین الارض والعامل اور شرائط صحیح ہے تخلیہ کی شرط یعنے تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگر چہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ صحیح سے سبب ہے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہدے کہ میں نے زمین تجکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کے شرط سے یعنے جو غلہ پیدا ہوا اسمیں دونوں کی شراکت مشروط ہو تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ہے فسد لو کالخیر بقولہ فتبطل ان شرط احدھا اقفزۃ مسماۃ پھر مصنف نے شرط اخیر یعنے شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل

اگر احد العاقدین کے واسطے چند قفیز سمجھ شدہ ہوں جیسے کچھ غلہ ایک شخص کے اور باقی دونوں میں نصف نصف ہو او ملخرج من موضع معین یا ایک کے واسطے وہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہوا اور باقی نصفا نصف او دفع الجذ ربذرہ یا یہ شرط ہو کہ اصاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جو قدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او دفع الخراج الموظف تصفیفا بعد فعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو مصنف الباقی چار وں صورتوں سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد فعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوتی ہے کہ غلہ میں کچھ بے قطع شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شائعاً وشائعاً ہی ظہور پیدا ہو بعد اشروط ہو یعنے بعد تخم یا بعد خراج موظف کذا فی الطحاوی بخلاف شروط رفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او شروط رفع العشر للارض لاحدھما کانہ مشارکم فلا یؤدی الی قطع الشرکۃ برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جاے جیسا کہ پنجماہی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنے دسواں حصہ فقیروں کا نکال لیا جاے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں اسواسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشتاع ہے یعنے غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہونچاتا ہے او شروط التبن لاحدھما والحب للآخر اذا بطل لقطع الشرکۃ بخلاف المقصود یا بھوسا شرط ہو ایک واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنے ایسے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنے زایع او شروط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر کانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہے او شروط تنصیف التبن والحب لاحدھما القطع الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا اور دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصودین ان شروط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر بخلاف ھو مقتضی العقد او یتعارفہ الناس وعدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود دانہ ہوا اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وصحیحین التبن لرب البذر وقیل بینھما اتباعا للحب کذا قال المصنف تبعا للمصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الشارحیث قال فالتبن لرب البذر او سوخت میں یعنے جب بھوسہ کا تعرض نہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہو کر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہو کر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسکو مقدم ذکر کیا ہے سو یہ لوگ اسکے کہا ہوا اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قنیہ وفی شرح الوھبانیۃ عن القنیۃ للزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا ولا بالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا مستحق ہوتا ہے مقتضاے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عاقدین کی شرط منصوص نہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنے مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب بھوسا یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اسپر دلیل بیان کیا ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مشہور ہے کہ مزارع بالربع کے واسطے کچھ بھوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی المحیط والطحاوی مختصرا ولذا صحت لو کان لاحدھما البذر ولزید والبقر والعمل للآخر والاجر مثلہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فھذہ الفلثۃ جائزۃ اور اسی طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنے بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنے زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں و بطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان لاحدھما البذر والبقر لزید والبقر والبذر لہ وما لآخر ان للآخر والبقر للبذر لہ والباقی للآخر فھی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدھما واحد من الثلثۃ من الآخر فھی اربعۃ واذا کان من احدھما اثنان واثنان من الآخر فھی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہو جاے چار صورتوں میں اگر زمین یا بیل اور بیج اسکا ہو یا بیل اور بیج اسکا

اور باقی دو چوتھائی دوسرے کی ہو جن یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں یا متبا رتقسیم تقلی کے سات وجہ پر ہیں بواسطے کہ ارکان اربعہ یعنے زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد الطاقین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جیکا ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں و منھا دخل ثالث فاکثر بحصتہ فسدت اور جیکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ہم اور اگر چار شخص شریک ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کرانی الطحاوی عن ابو ہبانیۃ وفسرھا اذا اصعت فالخارج علی الشروط اور جیکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہوا وہ شرط کے موافق قسمت ہوگا لانہ المعلوم ان لا یخرج الا فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہو مزارعت صحیحہ میں ہم اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہوا اور خارج کچھ نہیں برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا و یجب من اول علی المفتی الا ادب البذر فلا یجب قبل القائم و بعد یجب حصد و درو اور زبردستی کیواسطے مزارعت قائم رکھے آئیگا جس شخص نے بیج کا اقرار کرتا ہو مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر ہو بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر و من فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر و علیہ لاصحاب الارض اجر مثل ارضھم اور جیکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنے جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا و یکون للآخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنے اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ نہ لیجاویگی شرط پر پہونچے جہاں تک پہونچے محمد کے نزدیک الا لو صرح بشیء فی المفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اسپر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من التسلیم فھلک او فسد العامل فی الارض فلا شیء لہ لکرا بہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للنامی فلم یستوف بدلہ دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغیر سلامۃ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت میں یعنے فیمابینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوے دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنے عقد مزارعت سے اسنے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا و تفسخ للمزارعۃ بدین محوج الی بیع الزرع لکن بحیاب یستوجبہ المزارع دیانۃ اذا تعلق بہ حکم اور عقد مزارعت فسخ کردالا جائے بسبب اس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جسمیں بیع زرع ہوگا ہو لیکن دیانۃ واجب یہ ہو کہ مزارع راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جو تھائی اجرت اسکو دینا چاہیے ہم زمین محوج الی البیع وہ ہو کہ کوئی جائداد ہو اسکے ادا کرنے کی بمن ارض کے سوا اما اذا ابت ولم یستقص لم یجب کما مر من تعلق حق المزارع حتی لو اراد ان یقاسم قبل الدرک فان مضت المدۃ قبلہ دراک الزرع فعلی العامل اجر مثل نصیبہ من کل ارض الی ادراک الزرع کما لو اجاز بعد الدرک اور اگر کھیت اوگا ہوا ہو اور سر سبز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے تو زمین کی بیع موقوف ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی و یکون الزرع حیث یکون الکل علی العامل او دائرا بقاء العقد اسقسانا کما سیجیء برخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنے عمل اور کھیت کا بیج اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ

آگے آویگا صاحب طحطاوی نے کہا یہ دوسرے عمل کی گفتگو ہے اسکا ذکر آگے آویگا ۱۲ منہ (جعل رضہ الی آخرہ) جعل الزرع بینہما نصفین فہو بقدرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعلا علی ہذا قالوا المزارعۃ فاسدۃ ویکون الخارج بینہما نصفین فلیس للعامل علی رب البذر من اجر لشرکتہ فیہ والعامل علیہ نصف اجر نصف اصلحہما فقط ۱۲ منہ (فقد ایک مرد نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ شخم زمین خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصف نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہووہ بھی دونوں میں اسی طرح نصف نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اس شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصف نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہوجانے کے عامل میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کے واسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان البذر ثلثا لصاحبہ او ثلثہ من الاخر والریع بینہما نصفین فلعامل ما شرط لہ الاخر فی الاول وبذرہما فاسد ایضا ۱۲ منہ (اسی طرح اگر مزارعت فاسدیہ ہو اور اسی طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور عمل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر انکے بیج کے تو وہ بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنے اسواسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی الطحطاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد وضع المدۃ المزارعۃ علیہما یقدر الحصص اور معلوم کہ کھیت کا خرچ مطلقاً بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں پر ہر بقدر انکے حصوں کے ہم مطلقا یعنے خواہ صرف کی حاجت ہو کھیتی کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی فلما قیل منہما اشکل عمل قبل انتہاء الزرع کنفقۃ بذرہ ومؤنۃ حفظہ وکری نہرہ فالعامل ولو بلا شرط فاذا تنا ہی فہو مشترک یقتسم علیہما بقدر حصصہما وہی سوکل الخراج المصنف وحمل علیہ اصل الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہو وہ عامل پر ہے اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہوکر کمال کو پہنچا تو اب مال مشترک ہوکر باقی رہے گا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر نصف نصف واجب ہوگا چنانچہ کھیت کے کاٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی خرچ میں اور اسی پر یعنے قبل مضی مدۃ پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر تالیفا وعقدا اور استحقاق عمل عامل پر تصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسخ کالو شرطاہ علی رب الارض بیع اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنے مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی سلمین کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو مات رب البذر من الزرع یقسم فان العمل فیہ جمیعا علی العامل لوجوبہ قبل بقاء مدۃ العقد فلا یجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء الحصاد برخلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے یعنے دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہوتا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہوچکا ہم حلبی نے کہا قولہ بخلاف ما مر تقیدہ بقولہ ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات قبل المدۃ بطلت ولا شئ للکری لانہ حمل کذلک لو فسخت بدون عجز عن تتبعہ اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہوگیا اور مزارع کی جو تائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا اور اسی طرح جو تائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اور اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس عذر کے جو مضر کردے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وہو حاصل اشارات العمادی وبہ سوف نسلک علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی وملتقی الابحر صحیح ہم شرط کرلیا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور باندھنا اور غلہ کو کھیت سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقی مع عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی علی الخانیۃ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ فی ید المزارع ثم قرر علیہ قولہ مزارعت میں مطلقاً اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول ایندہ فلا ضمان

علیہ لو ھلک المتاع فی یدہ بلا تعد لم یضمن فلا تجب بالھلاک شیء اگر فوت ہوگیا اسکے پاس بلا تعدی کے تو ملک کی ضامن نہیں ہوتا ہے کفالۃ صحت الکفالۃ بالمزارعۃ والکفالۃ ان المستاجر علی ھذا الشرط ولا ضمان علی المزارع فتجوز الکفالۃ بہ کفالت صحیح ہوتی ہے مزارعت میں اور کفالت اس پر ہے کہ اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کا مزدعہ کا اگر مزارع اسکو تلف کردے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت نہ ہوگی تو مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیۃ ھم کفالت نہ کرے یہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کا سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف وھو قولہ والحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فکل ما یصح الدفع مساقاۃ او مزارعۃ کے اندر حکم میں معاملات یعنے مساقات ہے اسواسطے کہ زمینیار کا حصہ عامل کے ہاتھ میں امانت ہے واذا فاض المزارع فسخ فوقع حصۃ احدھما للزارع بعمل الاخر فللزارع اجر المثل اگر مزارعت فاسد ہوجائے اور عامل نے کام کیا ہو وھو فی حصۃ صاحبہ بتغیر او بنقصان اور جو کام مزارع نے حصہ زمین کے سینچنے میں یہاں تک کہ کھیت خشک ہوگیا اس پر ہے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسد میں اور تاوان دے مزارعت صحیح میں بسبب اس کے کہ جب مزارع نے سینچا عمداً چھوڑ دیا یہاں تک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں کھیت کی قیمت ہوا تکا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزدعہ اور غیر مزدعہ کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہوا تنا تاوان دے یعنے مثلاً اگر زمین مزدعہ کی قیمت چالیس ہو اور غیر مزدعہ کی تیس تو دس کا تاوان دے فروع مسائل ملحقہ نزاع کے احترز الاکار السقوان تاخیرا معتادا لا یضمن لانہ ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے وشرط علیہ الحصاد فتقاول حتی ھلک لا ان یؤخر تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کاٹنا شروط ہوا سواسنے یہاں تک تغلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہو تو تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی کلہ الدواب ضمن لان لم یرد الجراد حتی اکل کلہا لانہ لو طرحہ ضمن کذا فی البزازیۃ زرعہ ارضا جہل بلا مرہ طالبۃ بحصتہ الاخر فان کان العرف جریا فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث فکما عرفوا ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون حکم امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا گانون میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور اسنے اسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین الی احدھما ان لیسقیہ اجبر فلو فسد قبل دفعہ لھا کرہ لا ضمان علیہ ان دفع الی القاضی فاجرہ بذلک فصار کما لو امتنع ضمن جواھر الفتاوی ایک کھیت ہو دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجاے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اسنے قاضی سے نالش کی اور اسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اسنے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا کذا فی جواہر الفتاوی صم ظاہر الروایۃ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم نصف اور ثلث ذکر کیا ہے بشرط البذر علی المزارع مزدعہا دیا الارض لانعدام الوجہ الاخر فلہ نصف بذرہ لبیاض حصۃ شریکہ بشرط ہوا مزارع پر پھر کھیت ہو یا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ امانت ہو تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرۃ من کاجیر مزارعۃ جاز ان البذر للمستاجر ومعاملۃ لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگرچہ مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقات کے دی تو جائز نہیں مستاجر اضا ثم استاجرھا صاحبہا یعمل فیہا جاز الکل من عمل المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا الخمین عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ص عمل ہے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوا ے مساقات کے اسواسطے کہ مذکور ہے کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں فلت وفیہ آخر باب جنایۃ البہیمۃ معزیا لظہیریۃ بستان جمیع امواشی للمستاجر دخل حتی دخل الماء وتلف الزرع لم یضمن لان الزرع لا یضمن بالکرم کالحیطان او فی الحصر ؟

صنعہ الحصرم لانہ اصیب لنہایتہ فصار حفظہ علیہما کملک الرجل فی عمرہما انتہی میں کہتا ہوں اور مع انضمام ہذین جنایۃ البعیۃ کے اصحاب بین خلاصہ سے منقول ہو کر بیانی نے بیع مساقی نے فسخ کر دیا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ باغی باغ میں داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوار میں تلف ہو گئیں جیسا خلاصہ نے کہا گیا تاوان درختوں کا نہ دیوار وں کا اور اگر درختوں میں خام انگور ہوتو اسکا بھی تاوان دے یہ تک انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہو گئی میں کہتا ہوں اور اسکے عرف میں پختہ انگور کا بھی تاوان دینے کا فتوی ہے وقد مر قاضی فھو متبرع کر مۃ دار مشترک خرچ کیا بلا اذان دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اسنے احسان کیا دوسرے پر خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسے منتشک گھوڑا مرمت کرنا بلا اذان قاضی کے موجب رجوع نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ منازع غائب ہے القضاء سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور جو صرف کیا غائب کے پیچھے خواہ کھیت باقی ہے یا تلف ہو چکا اور اسی طرح اگر زراعت مصالح ہو چکا کچھ مال نہیں تو بھی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر بدت اجارہ منقضی ہو گئی اور مالک نہیں غائب ہو گیا اور کھیت ابھی نہ کاٹا سال درسال ہو تو قاضی منازع کو خرچ کرنے کا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اسمیں اور غائب میں مشترک ہے اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی مختصرا مات العامل فقال وارثہ انا اعمل لان یحصد فلہ ذلک وان ابی بالاجماع بخلاف منازع مر گیا سو اسکے وارث نے کہا کہ میں عمل کرونگا کھیت کے کاٹنے تک تو وہ اسکو دیدیا جائے گا اگر چہ ابا میں یعنی کذا فی الملتقی وفی الھدایۃ ویاخذ ارضا للیتیم وصیہ مزارعۃ ان کان ھو یتولاہ ویتیم کا وصی یتیم کی زمین کو بطریق مزارعت کے اگر یتیم متبرع ڈالنے والا ہو اگر چہ میں کاشت ہو اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال بذرا کہ من منی مزارع لہ القول بعد الحصد والدیاس بنکلا اور اگر منازع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسکا قول قبول ہوگا کھیت کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاۃ

یہ کتاب ہم مساقات کے احکام دین کا یعنے مناسبتہا پوشیدہ نہیں مناسبت مساقات کی مزارعت سے ہم اسقدر ہے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تحصیل منفعت کے واسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت میں کھیت کی چیز گیری ہے بیج سے وغیرہ سے اور مساقات میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سینچائی وغیرہ سے بھی معاملہ بلغۃ اھل المدینۃ مساقات اہل مدینہ کی زبان میں معاملت ہے یعنے اہل مدینہ مساقات کو معاملت کہتے ہیں فی لغۃ وشرعا معاقدۃ دفع الشجر والکروم وھل المراد بالشجر مایعم غیر المثمر کالجوز والصفصاف لم ارہ الی من یصلح بحیرۃ معلوم من شرح تو مساقات باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنے درخت اور انگور کی بیل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اسکے معین پھلوں پر اور کیا شجر سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو جیسا چوزا اور صفصاف کا درخت یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکو نہیں کہتے کتب فقہ میں ہم لیے مساقات کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اور یہی قول نہایہ میں ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور کسکیں اور درر مغالرت پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسی طرح صاحب نے کہا مساقات مفاعلت ہے سقی سے جاری کہا تعریف مساقات میں شجر مروج ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یوں جواب دیا جائے کہ ذکر انکا بنا بر عادت حال کے ہے دھی کالمزارعۃ حکما وحلا فا اور مساقات مزارعت کے مانند ہے از راہ حکم اور اخلاف کے لیے امام کے نزدیک مساقات صحیح نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقات یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وکذا شرط طاعتک ھنا کذا فی النہر وسیاتی بیانہ اور اسی طرح مساقات مزارعت کے مانند ہے ان شروط میں جو بیان کی گئیں ان میں امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جنانچہ اسکی تفصیل اور مقدار کا بیان کرنا تاکہ جاہم شروط ممکنہ مساقات بنا بر اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرتا حصہ عامل کا اور تملکہ دینا عامل اور اشجار میں اور شرکت پھل میں وہ پیدا ہوا کہ فی اربعۃ اشیاء فلا تشترط ھنا لان المشترط احدھا یجبر علیہا بخلاف المزارعۃ کما مر مگر چار چیزوں میں سو وہ بیان شروط نہیں ہوتی ایک یہ جبکا عاقدین انکار کریں تو اسپر مساقات میں جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی مرز نہیں برخلاف مزارعت جنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اگر صاحب بیج مزارعت میں انکار کرے تو اسپر جبر نہیں واذا انقضت المدۃ

کتاب المساقاۃ

تنزلہ بلا اجر بعمل بلا اجر فی الاظہر جبکہ مساقات کی مدت منقضی ہوجائے تو جبوراً دیجائے اور اسمیں عمل کیا ہے یہ ہے کہ اور مزارعت میں اجر کے ساتھ مدت مساقات کا گزرنا منقضی ہوجانے کا پھل ظہور ہونا حاصل کو جائز ہونے کی خبر گیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک بسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پیداوار میں زمین کی بقدر اپنے حصے کے مالک ہوگیا مساقات میں قیاس اسکے خلاف ہے اجرت واجب نہیں اسلئے کہ اشجار کا اجارہ وہ درست نہیں جیسا کہ زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح واذا استحق الفضل مرحج العامل باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ البذر اور جیسے نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل بھر اور مزارعت میں بیج کی قیمت لے حاصل سوءت اجزال لگا جیسے کھجور وغیرہ ہو اور اگر پھل نہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحطاوی عن تاتارخانیہ والرابع بیان المدۃ ای بیان ظھور استحقاق العامل وقتیۃ او وجودی جیسے جو فی مزارعت میں شرط ہو اور مساقات میں بیان کرنا ہو مدت کا سو بیان نہ کیا تو مساقات جائز نہیں بسبب معلوم نہ ہونے کے وقت کے طریق عادت کے ہم یعنے پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اسمیں کم زیادت ہوتا ہو دھینکذ فھم علی الحال ویخرج فی اول السنۃ اور سوءت یعنے وجود مدت مساقات واقع ہوگی پہلے پھل پیدا ہو جو پیدا ہوا اول سال میں ہم یعنے مساقات منعقد ہوگی اول ثمر جو اس سال میں خارج ہوا سوائے کردہ متیقن ہوا اور ما بعد اگا مشکوک ہے و فی الرطبۃ علی الاصح بذر دھا اذا الرغبۃ فیہ وحدہا اور وجود صورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقات منعقد ہوگی اسلئے کہ یہ کہنے پر اسواسطے کہ اسکی نقطیع ہی میں غبوبت ہوتی ہے ہم رطبہ یفتح اول ولایت میں عمدہ جایزہ ہو ایکبار کا لوبیا سا لما سال رہتا ہے اسکے بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی اسکے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اسکو قضب کہتے ہیں اور اہل مصر برسیم کہتے ہیں اور خشک کو برسیم کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا رطبہ سے جمیع بقول مراد ہیں خانیہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت میں انتہے اور نامی میں رطبہ کو سبزیات کہتے ہیں فان لم یعرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج الثمرۃ فیھا فسدت اور اگر ایسی کہ مدت ذکر کرے جسمیں پھل پیدا ہو تو مساقات فاسد ہی ولو تبلغ الثمرۃ فیھا لکن لا تبلغ لعدم النضج بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اسمیں پھل پختہ ہوا اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہی بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ہم بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہو اور بسبب وقت اقت کے احتمال موجود ہی ہر مساقات اور مزارعت میں فلو خرج فالوقت للمسمی فخلط الشرط الصحیح بالفاسد فسد الکل اور جب فاسد ہوئی فللعامل اجر المثل یدفع علی الاقل فیہ تو اگر پھل پیدا ہوا وقت سمی میں تو مساقات اپنے شروط پر ثابت ہوئی بسبب صحیح ہونے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقات فاسد ہی سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہر تاکہ عامل رہتا رہے پھل پکنے تک لو دفع عزاسا فالکل من غیر تبلغ الثمرۃ فعلی ما مر فی فاسد ولو خرج کان بینھما النقسم ھذہ للمساقاۃ ان لم یذکرا علی ما معلق ولو ذکرا ھذا بعد ما عمل فی الاصح اور اگر ایسے پودے ہو درخت کے جو زمین میں قائم ہیں اور مساقات کے پھل نے کی نوبت نہیں پہنچی مالک باغبان کو دیئے اسپر شرط یہ کہ اسکی خبر گیری کرے اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ دونوں میں نصف نصف ہو تو یہ مساقات فاسد ہی اگر وہ پیدا ہوا سال میں کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اسکو تو عقد صحیح ہم بیان مدت اس صورت میں اسلیے ضرور ہوا کہ نخے درختوں کا پھل الاناں نہایت متفاوت ہوتا ہی یا عتبار قوت اور ضعف کے تو اسکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصولا لیغرسھا فی ارضہ مساقاۃ علی السھم المعلوم اور اسی طرح مساقات فاسد ہی اگر رطبہ کی جڑیں خود زمین اندر ہیں رطبہ مساقات کے دین ہم یعنے باعتبار اصول تک مساقات فاسد ہی سو اسواسطے کہ اسکی انقطاع کی حد مقرر نہیں کیونکہ رطبہ کی جڑیں بڑھا کرتی ہیں جبتک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز لان لھا حدا معلوما وھو القطع الاول جریدکون یہ خلاف رطبہ کے کہ اسکی مساقات جائز ہی اگرچہ مدت مذکور نہ ہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہی چنانچہ چھ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ لتنتھی جذاذا فعلی ان یقوم علیھا حتی تخرج ذروعھا ویکون بینھما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبھا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جسکے قطع کا وقت ختم ہوگیا اسپر شرط یہ کہ عامل اسکی خبر گیری کیا کرے یہانتک کہ اسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو تو مساقات جائز ہی بیدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ کے مالک کی ہم اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعت کی بہ نسبت معلوم ہی اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مساعدہ خروج کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمیں کچھ اثر نہیں کذا فی الدرر ولو شرطا للشرکۃ ضعف ما فی الرطبۃ فسدت لشرطھا للشرکۃ فیھا کما یاتی اور اگر دونوں بیج رطبہ میں بھی شرکت خرط کی تو مساقات فاسد ہی اسواسطے کہ انکو بیج میں شرکت

نوٹ: بیج نہیں ہوتا دکر کیا ہوا ہی اسلئے یہ ہے

شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت کے لیے ربط تو موجود تھا اسکی محنت سے پہلے دلقولہ فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیعہ الیقول واصول الماذ نجان والاصل وحصہا الشامل بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہو انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقات صحیح ہو یگی کھیروں میں اور کھجور میں اور الحاق شافعی مساقات کو مخصوص کیا ہو انگور اور کھجور میں لو فیہ ای الشجر الملذ کور ثمرہ غیر مدرک بعینہ تزید بالعمل وان مدرکۃ قد انتہت کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہو اگر درخت کھیروں میں کچا پھل ہو لیکن جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگرچہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کی مانند عدم حاجت کے سبب سے دفعہ ارضا بیضاء مع معلوم یتغیر سنویا دون الارض والشجر بنحو ما لا تشترط الشرکۃ فیہا وہو جنس القدر الذی یکفیہ الطعام فقد زمین سفید یعنے خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمیں درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونوں میں انصاف الصف ہو تو مساقات صحیح نہیں بسبب شرط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہو شرکت سے پہلے یعنے زمین تو یہ تغیر الطعام کی مانند ہو تو فاسد ہو گا والقرع والعرسو قد یکون الارض تبعا کالارض فقط والاخر فقد شرط بیاض الاجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور درخت صاحبین کا ہو اسکی زمین کا تابع ہو کر اور دوسرے شخص یعنے عامل کی محاسطے اسکے درخت کی قیمت ہو جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہو وجہالۃ الحوالۃ ان یبیع نصف الخاص بنصف الارض ویستاجر نصیب الارض العامل ثلث سنین مثلا بقلیل العمل فی نصیبہ ثلث السنین اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہو کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو شلاثین سال کے واسطے وکیل رکھ لے تھوڑے اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کر کے درخت طیار کر دے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ہم تو اس سے صاحبین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہو گا اور اسی طرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا ہو مالک ٹھہر یگا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جسمیں درخت پھلنے کے لائق ہو جاویں شعبیت الریح رجل الحقنا فی کرم اخر فہی متاجرۃ فہم لصاحب الکرم اذ لا فہمۃ للنواۃ ایک مرد کی گٹھلی کو جو اوڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں انکو ڈالا سو اسسے درخت پیدا ہوا تو وہ درخت صاحب باغ کا ہو اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں ولذا لو وقعت خرخۃ فی ارض غیرہ فنبتت کان الخرخۃ لا تثبت لہا یدا فہا فی الحال اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جا تو زمین کے مالک کا ہو گا سوا سطے کہ شفتالو نہیں جنا مگر اگنے گوٹھ کے یعنے جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں فی تبطل الی المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدہما او مضی مدتہا والتمہ فی ہذا فتح القدیر والمنتقی اور مساقات فوت ہونے سے باطل ہو جاتی ہو احد العاقدین کی موت سے اور مساقات کی مدت منقضی ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہو شلا جنے سے پہلے یعنے خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہو قائما علی العامل اقوم مرتبۃ علیہ ان شاء احتی یدو صالح ان کرہ المالک فہای رب الکرم فی ذلک ارادہ والقائم لہ یجبر واعلی العمل سو اگر عامل مر گیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنے زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہو گا ہم صاحب مالکین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہو چاہے وارثوں کے ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کر لے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے ثمر کے پھلوں کی جبر کری کراوے انکی پختگی تک اور جبر صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہو جبر کرے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل مکانہ ولیہ ورثتہ الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا یعنے مالک زمین مر گیا تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہو ہم اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہو اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہو اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہو گا اور مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ متقدمہ میں کذا فی الطحطاوی واما تاخیرہ ذلک لورثۃ العامل مکانہ میں اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو اسمیں عامل کے وارثوں کا اختیار ہو چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدۃ تعامل المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین کو موت نہ مر گیا بلکہ مساقات کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہو اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح پہلے کرتا تھا تاکہ پختگی ثمر اور چاہے تو عمل کرے وتفسخہ بالعذر کالمزارعۃ کما فی الاجارات اور مساقات فسخ کیجاتی ہو عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ

اجارات مین فسخ ہوتا ہی عذر سے وھو ان یکون العامل عاجزا عن العمل او کونہ سارقا او خائنا علی الثمرۃ وسعتہ سنہ خصاف اور عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور انکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو انکے پھل یا شیخون پر فسخ جائز ہوا دفع ضرر کے واسطے **فروع** مسائل متعلقہ مشارع کے ما قبل کا حوالہ کہ سکتی و تالیم وحفظ فعلی العامل وما بعدہ لحین ازدحفظ ضلیھا او لیشرط علی العامل فسدت اتفاقا لاختلفا وکلہ اصل ان ما کان من عمل قبل کالحرث یکسقی فعلی العامل الا بشرط علیہ کما بعد القسمۃ فعلیہ حفظ جو عمل کہ پہنچنی سے پہلے ہو جیسا کہ سینچنا اور تلقیح خرما اور نگہبانی سو وہ عمل ہی ہو اور جو عمل کہ پہنچنی کے بعد ہو جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور رب دونون پر لازم ہوا اور اگر عمل ابھار پہنچنی کے بھی عامل پر شرط کیا جاے تو مساقات فاسد ہوگی یا بالاتفاق کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو عمل کہ قبل از پہنچنی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہو اور جو عمل پہنچنی کے بعد ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونون پر ہو چنانچہ قسمت کے بعد دونون پر ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرہ معاملۃ ثم زاد احدھما علی النصف فلا رب لاکرم لم یجز کالاجنبی ھدایہ مسلم ثم قیل ان زاد العمل یجاز کالمتطوع لسقوط المالک نے انگور کی بیل نصف النصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف سے کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہین استحسانا کذا یہ سبب ہے اس شائع کا جو مشت پذیر ہی اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی بخلاف اپنا حق کم کر دینا دفع الشیخ لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ کما مر شریک فیقع العمل للمدر وترضخ دے اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہین اور اسکے واسطے اجرت بھی نہین اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اسکی ذات کے واسطے واقع ہوگا عمر یعنے عمل اصالتاً اپنی ذات کے واسطے وفی الھدایۃ وھو الصحیح غیر انہ ان اذن المالک لہ لیس لہ ان یساقی بنفسہ او یدفع الی غیرہ الا باذن المالک لانہ لیس فی وسعہ ان یعمل بنفسہ الا بالاذن وھو الصحیح ھدایہ وہ والصحیح یعنے اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے سے عامل کو مساقات کرنا درست ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر ناظم سمجھا اذن الطلق بولنا تو درست ہوتا کذا فی الطحاوی وفی معطیا تاتی وانی شیاء ہ دون ذہم یحملہ وای مساقی والمزارع یکھنڑی اور وہبانیہ کی پہیلیون سے یہ پہیلی ہی اور کس یکری کی بدون ذبح کرنے کے شارح حلال رکھتا ہی اور گونسی ساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین ہم پہلے سوال کا جواب یہ کہ وہ یکری مراد ہی جو جنگل مین وحشی ہو گئی کسی طرح انکے مالک کو نہین ملتی ہو کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہی خواہ زخم ہاتھ یا پانون مین لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ ہر ساقی اور مزارع کافر ہی اسواسطے کہ اکثر فاسق مین بھی چھپا نے کے ہی اور ہر پاسبان اور کشتکار محرم ہوتا ہی تو ایسان کا فر ہوتی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار مین ہی کہ محمد بن مقاتل کے فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالے (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ) مین حلال تو معلوم ہی طیب وہ ہی کہ زمین کے بطریق مزارعت یا مساقات کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ مین ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز مین بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہیگی اور اسی طرح اگر بیج بو یگا یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینہ مزدور کا خشک ہو گیا یا اوآ ثمن مین مدتین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کریگا یا ثمن تصرف دیگا بدون خواہندی مالک کے تو اسکی کمائی طیب نہ ہوگی اور مستحب ہی کہ بیج زمین مین ڈالے طہارت کرکے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑھے اور یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ مِنْ عَبِیْدِکَ سَلَّمْتَ ھٰذَا الْبَذْرَ اِلَیْکَ فَاَسْئَلُکَ اَنْ تُبَارِکَ لِیْ فِیْہِ پھر دو روپڑے تو خدا تعالے اس کھیت کو آفات سے بچاوے گا اور اسمین برکت کریگا اور جب کھیت پکنے لگے تو مستحب یہ ہی کہ کیل یا فاون کرنے والا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور زمین تو برکت نمونگی پھر جب کیل یا فاون کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے یَا رَبِّ اَلْقَیْتُ بِذْرًا قَلِیْلًا وَاَعْطِیْتَنِیْ شَیْئًا کَثِیْرًا فَجَعَلْتَھَا قُوَّۃً طَاعَۃً وَلَا تَجْعَلْھَا قُوَّۃً مَعْصِیَۃً وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَعَاوِنِیْنَ اور اسی طرح درخت لگانے مین کرنا چاہیے کذا فی السراج

بتصرف ۱۰ السید الباقر واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہی حیوانات غیر بصر کے احکام مین فوائد حج ہر فوجیہ کی مناسبت المزارعۃ کو نحا اتلا فی المال للانتفاع بالنبات والعلم فی المال

مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب الکراہۃ سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار ہیں ہم مناسبت بھی تھا کہ شارح ذبائح اور مسافات ہیں مناسبت مذکورہ کہ کرتا ہے کہ ذبائح مسافات کے بعد مذکور ہوئے شراع سے بعد لہ وجہ مناسبت ہیں یوں کہنا حق ہے کہ مسافات اور ذبائح ہر ایک ہیں خوش انسانے مذکور ہوئے مسافات ہیں چھل اور ذبائح ہیں گوشت کہ فی الجملہ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر والمایا الفتح فقط لکل ما ذبح و قیل حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ ان یذبح خرج السمک والجراد فانہ یحل بلا ذکاۃ ودخل النحر والنطیحۃ وکل ما یموت بسبب ذکاۃ شرعیاً اختیاریاً کان او اضطراریاً جو جانور کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نکیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیا قید ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت ہیں داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مر گیا اور جو جانور سینگ سے غیرہ کا نعم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے حواشی کی عبارت میں اتصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نہ ہا تصرف ہیں انتہے لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کہ جانا اور خون کا بہانا ہو بدن ہیں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو ہم کو جینا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ما یجری بین الحلق واللبۃ بالفتح من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید با بہ نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم واضح تر زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لبیہ کے الفانی نے کہ کہا لبہ سر سینہ ہے اور لبیان دفن ہے اور مصباح میں ہے لبہ گہتر موضع ہے اسکے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحطاوی وحزوقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق تین ہیں ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم وہ کے آغاز نے کی راہ ہے یہ قول صحیح جسکو اہل ہند نرخ اکہتے ہیں ہم ہدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کہ کتاب وغیرہ کا سو سے بلکہ حلقوم سانس آنے جان

تیسری روایت یہ ہو کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہو اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ یعنی ہر گ کا اکثر کٹجانا ضرور ہو لینا اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو جائے اور ایک حصہ تنفس سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہو کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح لکل ما قدر علی ذکاۃ ذابح اراد بالذکاۃ ذبح الحلق تغلیبا والنحر للابل او الصید لو ینادا وبلطخۃ او فشر فصیلۃ مرودۃ او حجر او بعض کالسکین یذبح بہ اور ذبح کرنا حلال ہو ہر ایک چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہادے اگرچہ قطع اور خرنیزی آگ سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا باڑ دھار پتھر سے شارح نے کہا صفت ہے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا یا عتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر جھری کے مانند ہو جس سے ذبح کرتے ہیں صم شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب لطیفہ ہو کہ اتقانی ہدایہ کی کتاب الحیوانیات میں ذکر کیا ہو کہ اگر آگ سے ذکاۃ لیعنے ذبح ہو سکتا ہو اگر آگ رکھی جاوے صوف ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہرگ قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہو اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہو اتھے اور اسکے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہو کہ یہ قید اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہو کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی کما سنا وطفرا قائمین مگر جبکہ دانت اور جبڑے ناخن ذبح کرنا حلال نہیں ولہ کان منزعین حل عند نا مع الکراھۃ لما فیہ من الضرر کالحیوان لکن بحر بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں لیعنے علیحدہ اور جدا ہوں مخاوا نکلی سے تو ہم حنیفوں کے نزدیک کتے ذبح کرنا حلال ہو کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمیں ضرر لیعنے حیوان کو تکلیف ہو جیسے جانور کا ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہو ہم اہل شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہو کیونکہ حدیث میں منع وارد ہو کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں لیعنے حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہو حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کہ کراہت تحریمی مراد ہو چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہو وذبح الحدیدان معترضا قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالعبد برجلہا الی المذبح اور مستحب ہو تیز کرلینا چھری کا مذبح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہو جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا ذبح کی طرف مکروہ ہو ہم حدیث میں وارد ہو کہ اللہ تعالے نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہو تو جبکہ قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کرلے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبح الادمی فقاھا ان فقہ حیۃ حتی تقطع العروق والاعلی محل الموتا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہو جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹجانے کے بعد اگر اسقدر زندہ نہ رہے تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مرجانے سے ہم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہو اور اسواسطے کہ اسمیں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہو والنحر بطعن فی لبۃ السکین الخ الم وھو عرق غایض فی وھدۃ لرقبۃ اور مکروہ ہو ذبح شدید یہانتک کہ حرام منزدیک چھری سیدھی پھیری جاوے خارج نے نحر بفتح نون وسکون حاء مہملہ سینچنا چھری کا نحع تک اور نحاع سفید رگ ہو گردن کی ٹہڈی کے اندر ہم نحاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہو حرام منزکو کہتے ہیں جو گردن اور سینہ کی گڑیوں میں ونبالہ کی مانند واقع ہو طحطاوی نے کہا لعضوع کہا نحر یہ ہو کہ اگر گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نحع گردن کا تو ڑنا ہو ٹھنڈے ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہو چنانچہ زیلعی میں ہو وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الرأس قبل السلخ فبان ان تبرد ای تسکن من الاضطراب وھو تفسیر اللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہو چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا اور وغیرہ ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنے سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہو چنانچہ معنی سکون یعنے برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہو برعکس اسواسطے کہ کبھی سکون من الاضطراب ہوتا ہو اور برودت اسسے متاخر ہوتی ہو اور منجملہ تعذیب یہ فائدہ ہو کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہو ذبح کے وقت جبکہ ذبح ہونا بسبب مخالفت سنت کے وفرط کود للذبائح مسلما حلا لا الخارج الحرم ان کان صیدا فصید للحرم لا لحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہو ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اسوقت شرط ہو جبکہ ذبیحہ وحشی نکلا کیونکہ وحشی نکلا کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہم بس اگر محرم ہو اور غیر نکلا کو حلال کرے تو وہ حلال ہو اور کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح وکل المسمی علیہ شرط ہو ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی

مگر جبکہ اسنے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ سواسطے حلال ہونکہ وہ توحید کے معنی ہیں اور اصل اسمیں یہ آیت قرآنی ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنے اہل کتاب کا طعام تمھارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کرین اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اسمیں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مچھلی کذا فی الہندیہ فتاوی عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اسوقت کھایا جاے جبکہ ذبح کے وقت مسلم وہاں موجود ہو اور کتابی سے کچھ سنا سمجھا یا ذبح کے وقت اسنے فقط اللہ تعالے کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اسنے خدا کا نام لیا ہوگا یا عبتاً حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اسنے اللہ کا نام سنا اور اسنے اللہ تعالے سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنے وہ اللہ جو متیسر اہے بتین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہے فَتَحِلُّ ذَبِيْحَتُهُمْ اَوْ لَوْ لِلْاَبِ مَجْنُوْنًا اَوْ اِمْرَاَةً اَوْ صَبِيًّا يَعْقِلُ التَّسْمِيَةَ وَالذَّبْحَ وَيُقَدِّرُ تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالے کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو ہم لینے صغیر اشا جانتا ہو کہ ذبیحہ اسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اسپر خدا کا نام لیا جاے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا جانتے ہون اور اگرچہ قادر نہون تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہین کذا فی الدرمختار انتہے اور صغیر ایسے بچکو تعقل اور ضبط تسمیہ منکرین تو انکا ذبیحہ حلال نہیں طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنبہ او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اسکا ختنہ نہ ہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ نابینا کی مانند ہوا لیکن جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاے بلکہ گونگا مانند سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی الخ لَا تَحِلُّ ذَبِيْحَةُ غَيْرِ كِتَابِيٍّ مِنْ وَثَنِيٍّ وَمَجُوْسِيٍّ وَمُرْتَدٍّ وَحَرْبِيٍّ حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور حربی کے یعنے دو یہری ہم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن یعنے حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہے بلفظہ اور ظاہر اسمیں حال اسکا ہوگا کہ وہ جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نکرے اور اگر آدمی کی صورت پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اسکا ذبیحہ حلال ہوا سکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَحَرْبِيٍّ لَوْ اَبَوَيْهِ سَبَتَا اَوْ لَوْ اَبَوْهُ حَيْثُ حَلَّتْ اشباہ لَا نَاصِرِيٍّ وَمُرْتَدٍّ قَيْسِيَّةٍ اور حلال نہیں ذبیحہ حربی مذہب کا اگر اسکا باپ سبی ہوا اور اگر اسکا باپ بھی حربی ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سبی کے فرزند نے جب حربی مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ ہم مصنف نے منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ حربی کا اگر اسکا باپ سبی ہوا اور اگر حربی ہو تحلت ہے مین کہتا ہون اور ظاہر اصاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہم اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہوا اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کی مانند ہین اور اگر اسکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہین انتہے مافی القنیہ مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد ہین اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی حبشی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اسکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو چبرہ سے بدلا لا انتہے مافی المنح اور زواہر الجواہر حاشیۂ اشباہ مین ہے اور ظاہر مصنف یعنے صاحب اشباہ نے مبریہ اور مجبرہ کے فرقی کی طرف التفات نہین کیا اور مبریہ اہل بدعت ہے اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ انکا یہ ہے کہ بندون استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین اور تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہے اور اہل بدعت کی تکفیر مین علما سلف اور خلف مین اسکا اختلاف ہے اور ہمارے علمائے ثلثہ نہین کہ جسکا مذہب اور بدعت مودی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو انکے تکفیر مین اختلاف ہے یعنے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے انکو جماعت مسلمین سے نہین نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سواسکے نہون نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہین انپر احکام اسلام کے جاری ہین اور

مسلمین ہے میراث پاوینگے ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ہان کفار اہل مذہب انکو کافر کہتے ہین لیکن یہ کلام فقہاء محتہدین کا نہین اور فقہا کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہوا انتہے مافی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہین اور ایمان نے احکام سے حلت ذبیحہ ہی خواہ انکا باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بردون رد کرنے کے انکو چھوڑ دینا یا وجود یکہ یہ مبنی ہی عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصر الجلالی وھو وجیہ وحق ان الاسلام ینقض الکافر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند اللہ حق لو تجلی بعد موتہ لا یحل ذکاتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہوگیا کہ انکا ذبیحہ حلال ہی اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اسنے انتقال کیا یعنے اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبیح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہوجاتا تو انکا ذبیح حلال نہوتا والمتولد بین مشرک وکتابی کالکتابی کذا فی الخانیۃ اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے مانند ہی یعنے انکا ذبیحہ حلال ہی اسواسطے کہ کتابی سبکا تبع ہی یعنے مشرک سے انکی بدی کمتر ہی وتارک تسمیۃ عمدا خلافا للشافعی رح اور حلال نہین ذبیحہ انکا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہوگیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم انکا نافذ نہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہی فان ترکہا ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر ترک کیا ناسیا خدا کا نام تو ذبیحہ حلال ہی برخلاف امام مالک رح کے یعنے انکے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہین ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہی کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہی عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اکل ناسیاً کو قائم مقام اسکے کر دیا صوم مین اسی سبب سے وان ذکر مع اسم تعالٰی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ لہ نحو بسم اللہ اللھم تقبل من فلان او منی وھو نحو بسم اللہ محمدٌ رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالواو الضمیر درہ اور اگر اللہ تعالے کے نام کے ساتھ اسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملاوے بدون عطف کے تو مکروہ ہی چنانچہ یون کہنا بسم اللہ اللھم تقبل من فلان اور منی یعنے قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہر یون کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنیوالا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنے تو جیسا کلام ہم نے کہا لیکن مکروہ ہی وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ہم حموی مین نوانل سے منقول ہی کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوے عالمگیری مین نہایہ سے منقول ہی کہ رفع نصب جر تینون صورتون مین ذبیحہ حلال ہی اسواسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہی بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قبل ھذا فاذا عرف الخ بعضون نے کہا یہ یعنے رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام ہونا اور سوقت ہی جبکہ فاتح علم نحو کو جانتا ہو اور اگر اعراب کا یعتبر الاعراب لا یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی عما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہی کہ اعراب کا اعتبار نکیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نجانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ مصنف نے اسکو قول آئندہ مین بیان کیا ہی ہم شلبی نے حاشیہ زیلعی مین کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخون مین یہی عبارت ہی اور وہ غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ یہان عدم عطف مین کلام ہی تو یون کہنا ظاہر ہی بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنے بلا حرام نہین مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ ہی جو منحنے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرم نحو بسم اللہ واسم فلانا و فلان اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یون کہنا بسم اللہ فلان یا یون کہنا بسم اللہ و فلان یعنے خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صورتون مین حرمت ثابت ہوگی لما علیہ اھل العلم انہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام موطنان لا اذکر فیھما غیر اللہ عز وجل عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اصبح غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنے اور حالانکہ قرآن مجید مین اس ذبیحہ کیلئے حکم نہین رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین نہین

ہو ذکر کرنا چاہیے ایک تو چھیکنے کے وقت اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صوم ومعنی کالدعاء قبل الاکل ضحاہم والدعاء قبل التسمیۃ یعنی ان یقول اللہم لک اضحیتی الخ اور اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا فکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے جیسا کہ ذبح کرنے اور کھانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ اسمیں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہو اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخ کھتان دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک الہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جامع ترمذی میں یوں ہو کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیۃ ھو الذکر الخاص من شروط الدعاء فلا یقولہ اللہم اغفر لی لانہ دعاء وسؤال بخلاف اللہم تقبل من محمد یہ التسمیۃ فانہ یحل اور تسمیہ یعنے نام خدا لینے میں شرط یہ ہو کہ ذکر خاص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفر لے یعنے اگر محلل بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہو تو خالص ذکر نہوا بخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحل قالوا ھم لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہم اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر لغت کا ارادہ کرتا ہو نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث یجزیہ قلت بنحو حملہ علی ما اذا لزوی والا کما لو فوتہ بینہ وبین علمہ فتامل بخلاف خطبہ کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہ تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہو بین کہتا ہوں اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق ہو جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نہ کریگا تو خطبہ ادا نہوگا یہ اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جاوے اسمیں اور اسمیں جو مذکور ہو چکا ہو حیہ مین سو تامل کر ہم مصنف نے حیہ مین کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کے واسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہے ولو الجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہو اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نکیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ یہ الفاظ باب تسمیہ مین صریح نہین ہین صریح تو فقط بسم اللہ ہی تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہین ہوتا مگر نیت سے جیسا کہ باب الطلاق مین مصرح ہو کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویسن ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو کما ورد بہ الاثر بقطع قول التسمیۃ کما علمہ الزیلعی المحولی وہ قال قبلہ وللتالو المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہو اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا فاتح صاحب نسبت کیا ہو زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اسسے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہو کذا فی الشرنبلالی اگر واو نے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہو کہ ذبیحہ مردار ہو جاوے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی نہو استحباب کا مگر یہ کہ فوہ مقارب ہو جمل کیجیے علاوہ یہ ہو کہ زیادت واو قابل فوریت ہین فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہو کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اضطراری مین ذبح کا وقت ہو تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہین مگر زبان قلیل جس سے بچنا ممکن نہین اور جسطرح حدیث مین واو منقول ہو اسی طرح علی مرتقی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہو بقابانی نے کہا کہ سنت ہو کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امر اخر فانہ لا یحل الا الاول اور اگر ذابح بسم اللہ کہنے سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہو برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل مین یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سو ذبیحہ کے تو تسمیہ صحیح نہین تو ذبیحہ حلال نہوگا ہم درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جبکہ امر ہوا تھا اسکو صریحا یا بالفاظ صریح نیت کا محتاج نہین اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر سو اسطے حلت نہین کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ مین ہو تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے ہاتھ سے ذبح کو ظاہر کیا اگر ذکر اللہ

کا ارادہ کیا تو حلال ہوا اور اگر ذکر اللہ کا قصد نکیا اور اسکو ضد ترک کیا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر وارادبہ متابعۃ المؤذن فانہ لایشتغل فی الصلوۃ بخلافہ چنانچہ اگر کسنے اللہ اکبر کہا اور اسسے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع کرنے والا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ

وفیہا لتتارخانیۃ من الذبائح حالۃ الذبح او الرمی بصید اذکر مسلا وحال وضع الحدید بالمجزار الاحشر اظہم یتعین علیہ التسمیۃ اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا بازیا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے کی حالت میں گورخر کے شکار کے واسطے فیلہ یعنی شکار کرنے والا نہ بیٹھا ہوا ہو اسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمقبل الابہم عقبلۃ میۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع شاتین احداہما فرفرت فذکاہا الاخری وسمی لہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلتا بخلاف ما لو ذبحہما علی التفاوت الفعل یتعدد فیتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی وفی الصیدیۃ وغیر ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس اگر لٹا یا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھیر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال ہیں بخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ فعل یعنے ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں ولو سمی للذبح ثم اشتغل بآلۃ اوطرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما یعتقد الناظر ان احدا لشفرۃ یقطع الفور بزاد یعنی اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کسی اور کام کنے یا پنے میں مشغول ہوگیا پھر اسکے بعد ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہوگیا اور فوریت قطع ہوگئی تو ذبیحہ حرام ہوگیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہوگی کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل ماالقبین تحریر کا فرق چاہیے وحب لحاء عن الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی نحرہا وبقرعکس فیہن فی بحر ذکرہ ظہیریۃ لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنے نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے حکم ہے یعنے انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت کے سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے ہم زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلا عنق میں تحت اللحیین انتہا مستحب ہے بیان سنت راوی اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب نحر ہے بسبب فوت سنت متواترہ کے لوگچھ مخالفت نہیں کرتی کسی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور ابیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر ذبح اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن طویل ہو اسکو نحر کرنا چاہیے اور وحشی میں تفت سے منقول ہے کہ آسان ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹاوے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کرلے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی کذا یذبح من ذبح صید ستانا لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضرور ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہوگیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جبکہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو کذا فی جرح نعم کبقر وغنم لو حشر فیہ نحر کصید ولو تعذر ذبحہ کان لہ حکمہ فی بئر اوند وصال حتی لو قتلہ المعلم علیہ مرسلا ذکاتہ اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا جو چاہئے جانور کا جو وحشی ہوگیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کے مانند یعنی جو چاہئے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہوگیا چنانچہ وہ اگر گیا کنوئیں میں یا شکرش ہوگیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اسنے اسکو قتل کیا جسپر اسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہوا وفی النہایۃ تصور ذلک ما فاذا دخل رجل بہیمۃ ولہ ذبح ما یذبح فتحرجت علیہ بحیث لا یقدر علی ذبحہا حل لہ قتلہا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا حیا مشکل ہوگیا سواسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کرڈالا تو بچہ حلال ہوگیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہوسکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہوا اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں فلت ونقل ان من التعل رمحا وادرک صیدا حیا او طعن ثورا علی الفلاۃ ضیق الوقف علی الذبح اولم یجد الۃ السذبح لجرحہ حل فی روایۃ

میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنی شکار کو زندہ پایا اسکا بسبب قہر بالملاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا استرفیح کرنیکا ہتھیار نہ پایا یا کتے کو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہوگیا ھم بنہ یہ تھا کہ شارح بحاسے فی روایۃ کے قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہی بعض مشائخ کا اور بعضوں نے کہا کہ اسکا کھانا حلال نہیں بدون قطع حروف کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر بھاگ گئی اور اسکا مالک اس تک نہیں پہونچ سکتا تو اگر اسکے فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اسکو تیر سے مارے تو اسکا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اسکے مالک یا اور کسی شخص نے اسکو تیر مارا تو قضاۃ نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اسکا کھانا حلال ہی خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہوا اور اگر اور مقام پر لگا تو اسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں وفی المنظومۃ النسفیۃ ع ان الجنین مع امہ بمنزلۃ بجملۃ + لہ یتذکاۃ بذکاۃ امہ + فخذ فالمصنف ان اور منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم میں حلال نہیں ہو جاتا اپنی ماں کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ھم یعنے اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع ہونے سے وہ بھی حلال ہو جاتا ہے وقالا ان تم خلقہ اکل لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل الاجماع یا لنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنے پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کھایا جائے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اسکی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنے جنین کی ذکاۃ کے مانند ہونا اس دلیل سے کہ اسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ھم اکمل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ذکاۃ امہ برفع ونصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اسکی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اسواسطے کہ وہ قوی تر ہی تشبیہ میں اور اسے کقول الشاعر ع وعینک عینا ما وجیدک جیدا + کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبحہ الام اضافۃ الی العدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اسکی موت کا تیقن نہیں ہے یعنے جبیں تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اسکی موت یقینی نہیں ہے بقیہ ہر دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اسکی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اسکی ماں کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اسمیں مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی البحر فلا یحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر اذا لم یطلب صیدہ بمخلبی ای طفر فخرج نحو الحمام من سمع بیان لذی نابہ السبع کالثعلب منتهب جارح قاتل عادۃ وطیر بیان لذی مخلب اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنے ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہی لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہی لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہی شارح نے کہا سبع یعنے درندہ ہر جانور اذا دبک یعنے چھپ جانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے ھم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہی جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہی جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعاً نوف یہ تھا کہ انکے گوشت کھانے سے انمیں کی خوئی یا لسان میں بھی پیدا ہو گی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ھی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ اور حلال نہیں حشرات یعنے چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرہ

بالتحریک کذا فی القاموس ھ حرام اور حشرات الارض جیسے چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیپی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ مستخبث ہیں قال صدقۃ ویکرہ علیھم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خوری کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی والحرام لاھلیتہ تخلاف الوحشیہ فانہا والبنہا حلال اور حلال نہیں ہیں لومڑ سے برخلاف وحشی گدھوں یعنے گورخر اور انکا دودھ حلال ہے ھ اگرچہ وہ وحشی ہوجائے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجائے اور اسپر بالاجماع باندھا جائے کذا فی العالمگیریۃ والبغل الذی امہ حمارۃ فلو امہ فرسا فکالحمار اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہو نوٹ اگر خچر کی ماں گائے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال اور اکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کی مانند ہے یعنے امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ھ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اسکی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہو تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندھما والشافعی تحل وقیل ان اخنفقۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بغلتہ ایام وعلیہ الفتوی عناۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ھ ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور مدرین نے بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو دونوں طرف کراہت تنزیہی ہے امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی وکذا بأس ببلہما علی الاصح دودھ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول وجیہ ھ اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی مقصود نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانے کے کذا فی المنح والضیح والثعلب لکان لہا ناباً وعند الثلثۃ یحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں نیش دار ہیں اور امام شافعی اور مالک واحمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ البریۃ یحل یہ اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب کالیقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والحنیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ اور حلال نہیں ابلق کو اگر جو مروار رکھا تا ہو اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ ہے جس سے طباع سلیمہ گھنائیں اور مکروہ ہو اور خبیث جانور صم غراب البقع وہ ہے جسکو سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی علی الکنز والغداف بدون غراب الزرع غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنے جھکی سیاہ بڑا کوا اشارح جنے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنے گدھ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس ھ وعند الشافعی یحل لہ نخع وقایہ میں اور صاحب درمنتقی غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغدف یکا تبکی اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب الفیلۃ والنسر کثیر الریش مع غدفان والفیل والضبع مارد ومع کلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنے گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنے ابتداے اسلام میں حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم البغاث وھو الرخ الذی یشبہ الرخم وکلما سباع البہائم اور حلال نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور لغاث اور وہ کم بہت پرندہ ہے متابہ رخم کے اور یہ تمام سباع بہائم سے ہیں ھ یربوع جانور ہے جیسے کی مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دار ہیں اور دونوں پانوں دونوں پانوں سے بلند تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہر یربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس ہوا اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور سندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادر اسواسطے کہ وہ نیش دار ہے ھ انقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیش دار حرام نہیں بلکہ وہ نیش دار جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوے عالمگیری میں چمگادر کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ھ حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک المیت بآفۃ ولو حوتا

فی ماءٍ نجسٍ او طاہرۃ غیر حیۃ دھا بانیۃ ھ مچھلی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور گو زندہ مچھلی پانی پر اوچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھ قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اوترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفھو ھا بطنہ صرفیۃ مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اوچھل آئی ہو یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جو کہ پانی پر آسمان کی طرف ہو فلہ ظھر من فوق فلیس بطافٍ فیؤکل کما مر او بطنھا الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا کھانا حلال ہے جو اوترائی مچھلی کے پیٹ میں ہو ھ جو مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی بغیر تنگی مکان کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیۃ اونبخ الفتاوی میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی سوا اسکے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی وھلمات بخلاف الماء او برد او بربطہ فیہ او القاء شیٔ فتوت صیادۃ وھیا نیۃ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندھنے کے سبب جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنے کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنے تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیۃ ھ اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گرفتہ میں یا ایک شخص نے مچھلی کھیری خطیرہ میں کہ آنکھ سے نکل نہیں سکتی اور وہ مچھلی مٹکو کو پکڑ سکتا ہے سوا اسکے وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا سو وہ برف میں پانی رکنے اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں کیونکہ اسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد جیسا کہ کافی میں ہے کذا فی الدرر والحدیث اسمک الطافی میتتہ والماء قتلہ ھکذا فی صورۃ الخفاء وھذا ذکر الخفاء وھذا محمول اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ اگلی مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی وجہ سے علیحدہ بیان کیا ھ عینی نے کہا جریث مکبر جیم وتشدید راء مکسورہ ایک قسم کی مچھلی کی ہے گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہے اور یہ جو محمد سے مغرب منقول ہے کہ سب مچھلیاں حلال ہیں سوا جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض رواض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اسکی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سیکی بولتے ہیں وھل الجراد وارماث حتف انفھم بخلاف السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں و انواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث احلت لنا میتتان السمک والجراد وھما لا یکبدان ولا طحال لہما اور ناشناسا مچھلی کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئے ہمارے واسطے دو مردہ مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہے وہ دونوں کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہو وھل عذاب الذبح الا یأکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہو ھم یعنے مجاست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم وکذا رئیس والعقعق ھو غراب یجمع بیاضا کثیفا وحبارٰی وھو حمرہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہو اور اسکا کھانا حلال ہونا اصح قول ہے ھم عقعق بروزن فنفذ پرند دوابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اسکی آواز زمین میں اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی الفاموس یعنے لوگ اسکو موکھا کہتے ہیں طحطاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا سر میں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ مسلم خوابے ہے و شنگونی ارس سے یعنے ہیں انتہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس یعنی اسکے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں

تو بیچے نہ کہا وہ نجاست کہا تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملا تا ہو دوسری چیز سے پھر کہا تا ہو تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھا وے چنانچہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عنقریب مکروہ ہو جیسے مرغی مخلوات مکروہ ہو کذا فی فتاوی قاضی خان معہا ۱۲ منہ مع الذکاۃ کھیت کا کوا اور خرگوش اور عنقریب حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اپ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ میں مذکور ہو فتاوی قاضی خان میں مذکور ہو کہ انعام بالکل یا لکل چنانچہ اونٹ اور ادنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ماسوا الانعام جو دنبہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاؤ اور وہ طیور جو جنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور خراب الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہو اور بابیل اور قمری اور سودانی اور زرزور اور عصافیر یعنے جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وحلال ہیں اور حرام ہر ذی ناب درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا اور گیدڑ اور ہاتھی اور سوار اور سانپ اور بچھو اور عقرب اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنے بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور چیچری اور ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہو چنانچہ صقر یعنے چرہ اور باز اور گدہ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور لگات اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب البقع یعنے ابلق کوا یہ سب حرام ہیں انتہا فی الغایہ فائدہ جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں اصلا خون نہیں دوسری قسم وہ جنمیں خون ہو مگر خون رواں نہیں اور تیسری قسم وہ ہیں خون سائل اور رواں ہر سو جنمیں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور پسو اور مانند اسکے تو انکا کھانا حلال ہیں سوے ٹڈی کے اور اسی طرح جنمیں خون سائل نہیں چنانچہ سلپن یعنے چھپکلی جسکو نمکلی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات الارض حرام ہیں چنانچہ چوہا اور سیہی اور گلہ او یہ بوع یعنے موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہو اور جنمیں خون سائل ہو وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس ہمارے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاؤ اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو بالاجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور بالو بلی سو حلال نہیں اور اسی طرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہیں چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرہ اور شاہین اور چیل اور لگات اور گدہ اور عقاب اور مچھا انکی مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدرمختار الشافعی صاحب تنویر الابصار ودرمختار وشرح وہبانیہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اسکا ذبح کرڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہو شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارت میں اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہو طہارت سے مطلب یہ ہو کہ اگر نجاست کے رفیق چیزوں میں چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑجاوے تو وہ چیز رفیق نجس نہیں ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح انہارطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہو اور اسکے جاہل کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے سوا اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہو بانہیں یعنے بیع کے کہا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الخنزیر فانہ محرم الانتفاع بجمیع اجزائہ حتی شعرہ کما مر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو بخلاف خنزیر فحکمہ کحکم شاۃ میتۃ یعنے فحکمہ کحکم الدم حلت وکان لم تقل حرمتہ عند الذبح بیار بکری ذبح کی پھر اسکے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہو اور اگر حرکت نکی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم ہوئی ہو حرکت اور خروج خون میں ہو مگر زندہ سے کیونکر وہ جنبش نہیں کرتا اور اسی خون نہیں بتا شرح طحطاوی میں ہو کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس صورت میں کہ بمنزلہ کے مانند خون نکلے وان عاش حیوۃ مستقرۃ فان لم تستقر بان اضطرب اضطراب المذبوح ولم یخرج الدم وھذا یفید انہ لا بد من حیوۃ مستقرۃ ومدۃ طویلۃ والذی یقع فی قلبی الذنب بعلمہا فتکون کالشیء الذی لا یعلم الا بالظن حتی لو تحقق عدمہا بقطع الاوداج مثلا لم یحل کما صرحوا بہ فی نظائرہ منہ ۱۲ منہ

پھاڑ ڈالا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ غیر ظاہر ہو اور اسی پر فقہ ہے بدلیل قول حق تعالے کے الا ما ذکیتم یعنے وہ جانور حلال ہے جسکو تحقیق ذبح کیا اور جن تعالے نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لم تدر حیوۃ وقت الذبح ولم یخرج الدم ان فتحت فاما لا تؤکل وان ضمنہ اکلت وان رئی تحرکہا او ترمیۃ اکلت وان تام شعرھا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یستر خی بالموت فتخرج منہ وعیرہ مد رجل ونوم شعر علامۃ للموت کالتنا استرخاء ومقابلہا حرکات یختص ان لم توجد علی حیوتہ وھذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلیت دقیقۃ الذبح اکلت مطلقا بکل حال (یعنی بکری ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم ہوا اور اسکے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منھ کھولدیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور اگر اسنے منھ نہ کھولا تو کھانا درست نہین ہے اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے یعنے گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منھ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤن کا پھیلانا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اسواسطے کہ یہ افعال استرخا مین یعنے ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنے منھ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤن کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات منہ بند کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی سمکۃ ذبحت فاذا کانت المظروفۃ میتۃ حتما یعنے للظروفۃ والظروف لو ابتلعہ حیوان حرم لخبیث حادث ایک مچھلی نکلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنے وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونون حلال ہین یعنے مظروفہ اور ظرف کیونکہ نکلی ہوئی مچھلی کی موت سبب خبث سے ہے یعنے نگلی ہوئی کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت اچھا جانے سے ولو کان میتۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت مرۃ یرھا سمکۃ اخری عذرۃ جوھرہ وقد قیل بالصنف عباراتہ تنسیہ لو اصطادہ حیا واکرہ میتۃ سترگل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنے نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور النہایہ صدرنے اپنے متن کی عبارت بیل ڈالی جو کنز سنی ص اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت میتۃ حلا لا ولو اختلطا ودینا لمضرۃ بالکل وھو الصحیح اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہے ص اسکے تحریر مین تفصیل ہے جو ولوالجیہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین نہین ہے تو وہ پانے والے کا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر اوہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو ہو بچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم لا میر ونحوہ کرامر من یعظم کالنبی اھل یہ لعین اللہ وھو ملحق ذکر اسم اللہ تعالے ذبح کیا حاکم کے آنے کے واسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالے کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسمین غیر خدا کا نام پکارا گیا ص دستور عوام مین یون ہے کہ جب حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی تعظیم کے واسطے یا دیوتا کی بھوگ دینے کے واسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجیے طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکورہ حرام ہے اگرچہ اللہ تعالے کا خالص نام اسپر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاے انتہے تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین جا بلون مین رواج ہے کہ سنت مان کر سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا مرتد ہوا اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب بمخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو

سو اگلی غلط فہمی ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالے کا خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم میں علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنے خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کے واسطے ذبح کرے ونوع ہم للضیف کما یحرم کانہ سنۃ الخلیل والکرم للضیف اکرام اللہ تعالے اور اگر مہمان کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے صحیح الغفارمیں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کے واسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہے تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کے واسطے تو اسکا لحاظ نہ قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کما اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ تصاب منفعت کے واسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ٹوٹا جاوے تو ذبح نکرے تو اس حال پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کھاوے جو ولیمہ اور عرس یعنے شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قدم الیدل منہا کان للاکرام للہ والمنفعۃ للمضیف او للولیمۃ او للزوج وان لم یقدم بالیدل کل منہا بل یدعو بالخیر کان التعظیم لغیر اللہ فحرم اور جو ورق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حفت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا جاوے کہ امیر آیا یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالے کے واسطے ہوا مگر گوشت کی منفعت مہمانی کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہو گا مصنف شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بہ آمد خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کے واسطے یا اسکے آنے کے بعد تھوڑی دیر میں اسکی ضیافت کے واسطے ہو تو اسکے حرام ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگرچہ ضیافت کا قصد ہو تو اسی طرح ہے بلاشبہ اور اگرچہ بقصد تعظیم ہو تو حرام اور مدلوح مردار ہے بشرح کا فرق مذکور بیان کیا اتنے پر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلیے کہ گاہے تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور تا صد خود اسکو کھاتا ہے اور اسکے عیال بھی تو بہتر ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنے اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے وھذا یکون قولان بنا زیادہ شرح وھبانیہ اور کیا ذابح غیر اللہ کا فر ہے یا نہیں دو قول ہیں یعنے بعضوں کے نزدیک کافر اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیہ وشرح الوھبانیہ نلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ ولا یکون کافرا کذا فی الظہیریۃ وفی الوھبانیۃ عزی الذخیرۃ وغیرھا فقال ۱۲ وفاعلہ جھرا کما ھم قال کافر ۱۲ وفضلی اسمعیل لیس یکفر ۱۲ میں کہتا ہوں اور مینہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اسواسطے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ یہ گمان نہیں کرتے ہیں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب الٰہی کا چاہتا ہے اور ماتن اسقول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کر کے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں صر ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ معلق فیتصور فی المحلل کالحقیقۃ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر الحدیث التعمیم بدلیل الاستثناء فتامل لہ کمیتۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقط لانہ حق صاحبہ ظاہر وان کثر اشباہ مار بالطہارۃ اظہار کافی تنویر البصائر مضمون یہ چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی یعنے زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے چنانچہ کنکان اور گراداونت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنے زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہو گا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر حدیث تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو ہم اگر زندہ حقیقۃً یعنے صورۃً اور حکماً مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورۃً سے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت میں استثنا آئندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح ممشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقۃً یعنے صورۃً زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہو گی تو یہاں کفتلوا سمین ہو کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اور اسکا ممثل یہ نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور یہ عضو منفصل ہے مراد وہ عضو ہے جو بہ سکی اور گوشت سے جدا ہو جاوے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور یہ عضو کہ گوشت سے متصل ہے اگر

اور کلام ہو مچھلی اور ٹڈی کے غیر ہیں اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہو کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ یحل اکلہ لو من الحیوان لا لکون لان مبانۃ من الحیاۃ غیر معتبر اصلا بنزلۃ غلت کو کھانا مگر جو بھنوکہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہو اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے کہ بعد زندگی حیوان مذبوح میں باقی ہو وہ اصلا معتبر نہیں کذا فی البزازیۃ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ ہو جیا کچھ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وھو ناقض للطہارۃ قولا واحدا بخانیۃ اور بحر نے قول ائمہ ثلاثہ کو بسیاری کی تصریح کی ہو کتاب الطہارۃ میں قبیل تیمم کے مکتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہو کہ خلیہ شاہت کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ مقتضائے تعلیل کی ہو کہ وہ بھیڑ یا حلال ہو جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ۵ وقد حل اللحم البقاری اذا ابتلعہ الذئب فقط والکراھۃ تنزیھیۃ کذا فی الخانیۃ اور البتہ صاحب بحر نے حلال کہا ہو قطعا نچہ ورن کا گوشت حالانکہ ماں انکی گھوڑی ہو اور کراہت بھی مذکور ہو یعنے جس بچہ کی ماں گھوڑی ہو وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہو مگر کراہت بھی مذکور ہو ۵ وان یذبح کلب فخرج منہ جنین فذاہ تناولہ داس کلب فیتنطی اور اگر جس کی کتے نے بکری پر یعنے حقیق کی تو اسکے پیٹ سے پیدا ہوا جیکا سکتے کی مانند ہو تو اسکو دیکھنا چاہیے ۵ فان لکلت لحما فکلیہ جمیعا وان اکلت تبتا فلا الرأس یلیہ تو سوا اگر اسنے گوشت کھایا تو بالکل وہ کتا ہو اور اگر اسنے گھاس کھائی تو یہ سرکا نا ہے یعنے اسکا کھانا سچا ہے ۵ ویؤکل کما قیدنا وان اکلت لذا ہو ذافاضر بہما والصحیح یخیر ۵ اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جاوے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اسکو مارا اور اسکا چلانا خبردار کر یگا ہم نے کہا کی مانند ہو کہ تو کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلاوے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جاوے اور باقی کھایا جاوے کذا فی الطحطاوی ۵ وان اکلت فاذبح فاذکر شیئا بدلا دخر ذکا لحقیقی کلب فیطعم ویذکی اور شبہ یہ ہو یعنے کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اسکو ذبح کرو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے ورنہ کتا ہے لیکن سر اسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جاوے یعنے اسکا کھانا نچاہیے وفی معایا تیما اور وہبانیہ کی جبستان میں یہ ہے ۵ واي شاۃ ذبح یحل اکلہا ومن ذبح الذی یحل اکلہ من بقر وغنم یتعین اور کون بکری ہے جسکو ذبح کرنے کے شارح حلال رکھتا ہو اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہاں تک کہ وقت ضحی داخل ہوا اور اسنے خون جاری نہیں کیا ہم مصرعہ اول کا جواب آخر میں المساقاۃ کے آخر میں ذکر ہو چکا اور ہم نے قربانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا مسئلہ سوال فقط لفظ ہو ضحی کا تو ظاہر اسکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہو کہ کون شخص ہو جو قربانی کی اور حلانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی یعنی فات ظاہر ہو تو اسکا مطلب یہ ہو جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آنچہ پیرن ہین مراد ہے جیسے انتفاخ دست ہو سنیک اور کھٹر اور مصنف اور دیگر یعنے روغن اور بال اور پٹہ اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی من زواہر البحر واللہ اعلم استغفر اللہ العظیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہو اضحیہ یعنے قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الاضحیہ کا الاما خاص کا ذکر کرنا ہو عام کے بعد یعنے ذبیحہ عام ہو اور قربانی خاص ہو ھی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضحیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہو جو ایام اضحی میں ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکھنا وقت کے اسکے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحے یعنے دن چڑھے اسکو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی الطحطاوی نے کہا وشرعا میں ہو قربات مالیہ دو قسم میں ایک قسم تملیک ہو جیا کچھ صدقہ اور دوسری قسم اتلاف ہو جیا کچھ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوسکے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہو پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہوا نتھے واضحات میں ہو کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہو ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہو وہ صدقات سے نہیں ہوتی وشرعا عبارۃ عن حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہو حیوان مخصوص سے ذبح کرنے سے عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں ہم حیوان مخصوص یعنے گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنے ایام نحر دشو الظہا بالاسلام والاقاطر البسا

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور یسر ہونا اور اسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہے چنانچہ آخر کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا ہے اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو گی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں ہے تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درہم یعنے ۵۰ روپے یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی جنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا بالغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو، ۲۰۰ روپے کا تو اس پر قربانی واجب ہو گی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنے پڑھ سکتا ہو تو اس پر قربانی نہیں خواہ بالفعل نہیں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قاری نہو قرأت پر قربانی واجب ہو اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب و نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جبکہ انکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی متعرف کالمذکورۃ فتجب علی الاخرس خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببھا الوقت ھو ایام النحر وھی الرأس و قدمہ فی التتارخانیہ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے وکرھا ذبح ما یجوز ذبحہ یوم النحر لا غیر لیکون ذبحہ جلجلۃ وحدیث کان یضحی بالجلجلیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اسلئے جسکا ذبح کرنا جائز ہے جیسا بیوی نہ سوئے اسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیوں کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمھا الخاص حسن عجل اللہ لہ الاجر فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی والعفو مع صحۃ النیۃ کذا فی الزیلعی اور قربانی کا حکم یعنے اثر مترتب قربانی کا دنیا میں نکل جانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ او اراقۃ الدم مما یعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنے جو بابوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہونہ باعتبار اعتقاد کے ھم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے تو واجب ادا نہو گا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفار یعین اور صدقہ فطر سے کمتر ہے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنے نہ کاٹے اور تعلیق بالارادۃ انما یکون فی الواجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشائش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ آوے اور اسطرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجبین اور حدیث اول میں ارادہ سے مراد سہو کی جہت نہ تھی تو ارادہ ذکر کرنا الغی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد ان یبیع فلیستحل یعنے جو بیچ کا ارادہ کرے وہ دستاویز لکھ رکھے پھر جب قربانی واجب علی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو انکا منکر کافر ہوتا کذا فی الطحطاوی لھذا یقدر فی تمکنہ قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ھم یعنے قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے دامکان سے ھو ما یجب بہ الفعل فلا یسقط بطریان ما ینافی بقاءھا کبقاء الوجوب کذا فی الحسن قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں بقاء وجوب کے واسطے اسلیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنے اسمیں معنے علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا تشرط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کے پائے جانے کے واسطے کما تیسر ھو ما یجب بعد الفکن بمقدر الیسر وتغیر تمر الحر الی المیسر فشرط بقاءھا لیتھا شرط فی محض العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت یسر سے مراد ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے صنعے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہ شرط یعنی علت کے ہے چنانچہ ممکنہ ہو گیا فطرہ کے بیان میں ھم جیسے شرط یعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا الوصف ایاما مھا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہو وجوب التصدق کی دلیل سے یعنے قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہو اگر قربانی کے ایام گذر جاوین تو قربانی اور نظر واجب حج بعد واجب ہونے کے مال تلف ہو جانے سے ساقط ہوگا کیونکہ اگنا وجوب قدرت ممکنہ سے ہو نہ میسرہ سے برخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی احد قول مسلم مقیم صحیح وقریۃ او بادیۃ یعنی فلا حج علی حاج مسافر فلما اهل مكة فتلزمهم دون مجاور وقيل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہر اس مسلمان پر جو مقیم ہو شہر یا گاؤں یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہی اگرچہ وہ حج کر رہے ہون او بضوء سراج کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہر موسر یسار الفطرۃ عن نفسہ کن طفلہ علی الظاہر من قدور والے پر جسکو فطرہ کا ساقط دہر قربانی واجب ہی اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہو ہر صاع اور ظاہر الروایۃ پر فتوے ہوا اور حسن کی روایت امام سے یہ ہو کہ واجب ہو قربانی اپنے اس ولد صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور دادا کی طرف سے مسقب ہی کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل من ضحیۃ یجزیہ فاعلہ او سبع بدنۃ تمتع لا بدل البقر سقیت بدنۃ تمتع اور جو قربانی کیا ہو وہ دنبہ بھیڑ بکری ہی یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاؤ سے شتر اور گاؤ کو بدنہ نامر کھا اسکی تمامت یعنے تندرستی اور بڑاپے کے سبب سے شتر کے کہا شاۃ بالرفع بدل ہی جب کی ضمیر سے یا اسکا فاعل ہو ضمیر مجرور ہو تو شاۃ نہ ہوسکے بدل پڑ سکتا ہو نہ اسکا فاعل ہو سکتا ہی بلکہ وہ ضمیر ہو مبتداء محذوف کی تقدیر اسکی یہون ہو الضحیہ یہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہی اور شتر اور گاؤ سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گائے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی ہی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاؤ قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین فرض موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولا تجزیہم اقل من سبع لا حد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤ سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہو گی ہر لیے شتر اور گاؤ کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اسکی یہ ہی کہ ایک مرد مثلاً اور زوجہ اور گائے یا بیل میراث چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گائے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز ہوگی بسبب فوت ہو جانے سدس قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس فوت کے قربت ہوئے مین کذا فی الدرر یعنے زوجہ کا حصہ اٹھوان تھا اس گائے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہوا وتجزی وتعدد ون سبعۃ بکلا و لے اور شتر اور گاؤ کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولے جائز ہی یعنے چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولے درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی وقصیص علی الظرفیۃ یوم النحر فی الخبز یا مدوهی ثلثۃ افضلها اولها واجب ہو قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہی شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہی بنا بر ظرفیت کے یعنے ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی ساتوان مین قربانی جائز ہو لیکن مکروہ ہی بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی ویضحی عن ولده الصغير من ماله عند ابي حنيفة في الهداية وقيل لا يصح في الكافي قال عليه الاداء ان يفعل عن مال طفله وجهه ابن الحنفية قلت وهو للعقل لما في بن ماجه الرحمن من انه امر مأبقية ظلمة الجاهلية بانه ان كان لمقصود كالاكل فله كما علل في اللالكائي والقنية لمقصود بالظلم فعل الصبي لا يحتمل سدى التطوع وغيره فليحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی ملک صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہی کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور صحیح دی ہی اس قول کی ابن حنفیہ نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواہب الجلیل کی متن مین یہ مذکور ہی کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہی اور برہان مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہو تو اپنا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہو تو تمیز کا
مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہو اور اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تم فرع علی القول کا اور بقولہ وکل منہ الاطعام واتخر لہ قدر
حاجتہ وطابق یقینا ینتفع الصغیر بعینہ کثوب وخف لا یستھلک بالخبز ونحوہ ابن کمال وذکر الجلد والوصف ثم صنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول کے
اور طفل کھائے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدلا لا جائے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے
چنانچہ کپڑا اور موزہ خاص چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کنانچہ یہ ابن کمال اور اسی طرح بیچے باپ کے مانند دادا اور
وصی ہو وھو اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ اولاد لو وقت الشراء کاشتراء ھم اضحیۃ فانہ کذا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہو شریک
ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاؤ میں جو خرید لیا گیا قربانی کے واسطے اگر خرید کے وقت خریدنے والے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہو ازروے استحسان
کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں ازروے قیاس کے وھو مسئلہ یہ ہو کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کے واسطے پھر اسمیں شریک کرلیا مالک کو
اسمیں تو اگر قربانی کے ارادہ سے خریدی ہو تو جائز ہے اور چھ شخصوں کو شریک کرلیا تو مکروہ ہوا اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کرلینے کا
ارادہ نہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خریدنے کے ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہو کہ گائے خریدی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چاہا کہ
اسکے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہو ازروے استحسان کے اور قیاس یہ ہو کہ جائز نہو اسلیے کہ مبیع کرچکا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اسکی متولا متنع ہو وجہ
استحسان یہ ہو کہ گائے آدھی موٹی گائے پاتا ہو اور شریکوں کو نہیں پاتا ہو خریدکے وقت سو اسکو خرید کرلیتا ہے پھر شریکوں کو طلب کرتا ہو اور اگر یہ جائز نہو تو
لوگ رجیع میں پڑیں اور حرج شرعاً مدفوع ہو انتہا اور سیاق کلام شارح اسکا مشعر ہو کہ گائے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہو بلکہ صورت
مسئلہ یہ ہو یا نیت شرکت خریدکی پھر اسنے شریک کو یا یا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس ہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ولمضحا
وذا ای لا کاشتراکھما قبل الشروع واحب وبہ یفتی اشتراک خریدکرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہو وتقسیم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت
کیا جاوے تول کر نہ اٹکل کر لما فی فتاوی خلاصہ اور فیمن ہو کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہو کذا فی الطحطاوی لا اذا عظم معضوا کالرأس والجلد وھذا
بخلاف ما لو قسم جزافا جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا اٹکل ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کے بھیجنے کے سبب سے یعنی ہر جانب میں
کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب
جائز ہو صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدر وادل وقتھا بعد الصلوٰۃ والذبح فی مصر ای بعد مسجد تعید وقبل الظھر لا یوم الاضحی
اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہو اگر شہر میں ذبح کیا ہو لیعنی امام نماز عید کے بعد اول وقت ہو جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن
خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہو ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی وبعد مضی وقتھا ولو یصلوا العذد ویجوز فی الغد وبعدہ قبل الصلوٰۃ
لان الصلوٰۃ فی الغد تقع قضاء کالاداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہو اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور
گیارھویں اور بارھویں کو بھیجے کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہو اسواسطے کہ گیارھویں بارھویں کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی عذر سے مراد فتنہ چنانچہ
آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہو اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانوں یا جنگل
میں والاخر تعیبا فقیر وھو ثالث جمعہ الشافعی فالرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب سے پہلے اور امام شافعی نے
تیرھویں تاریخ میں بھی قربانی جائز کہی ہم ہم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جانے میں جاروں میں اہل مصر
تشریق نہیں اہل پچھلا دن تشریق ہے عرفہ نہیں اور دونوں دن ایام نحر دسویں گیارھویں بارھویں اہل ایام تشریق گیارھویں بارھویں

فائدہ قربانی کا گوشت خریدنا جائز ہے یا نہیں

فائدہ قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں

تیرھویں والمعتبر مکان کہ تضحیہ کا کمل ہے اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ مسکن کا مکان جس پر قربانی واجب ہے سو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو قربانی جائز نہیں مگر عید نماز عید کے برخلاف صدقہ فطر کا اس میں مکان عامل معتبر ہے فیلزمہ ما دام فی الوقت الذی یجوز فیہ الاداء الطلوع الفجر الثانی قربانی کا حیوان جو شہری کا حیوان ہے قربانی کیا جاتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکالے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں ستر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے جب وہاں فجر کے طلوع ہونے قربانی کرے کذا فی الحقائق والمعتبر آخر وقتہا لتقدیر دخول الولادۃ الملوۃ فلو کان غنیا فی اول الایام فتقر فولد لہا بعدہ لا یجب علیہ لان ذلک الیوم لا یجب علیہ ان مات فیہ کا بعد علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو ان کے پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر نسل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے صغیر کمال میں قربانی واجب ہے جو سب ایک قول کے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے لان الکامل صلی بغیر طہارۃ تمام والصلوٰۃ دون الکامل فی بعض الصلوٰۃ الا الامام وحدہ فانہ لا یجوز الا الجمعۃ فیما یلی بعد نماز اور قربانی کے ناچیز کرام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علماء نے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نکرے مگر امام مہا تو ہین اجتہاد مجتہدین کی کچھ انتہا نہیں ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنے جب تین دن پر اعادہ واجب ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی الخانیۃ انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور بہتی میں ہے کہ نماز اعادہ کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے حق میں یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وقتہا بعد طلوع الفجر جاز فی الصحاح اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر میں فتنہ ہے یعنے وہاں کا حاکم جائز نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی جلبی نے کہا اور یہ معلوم ہوا قول کے جیسے مقبول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عذر مقام غیر فتنہ پر محمول ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا اور فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ ہوا لکن فی البدائع لو لحقہا الزوال فضوا اولا وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس لیکن بدائع میں ہے اور اگر حاکم نے عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت لیعنے بعد طلوع فجر سے قربانی کی اولی کے تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک زوال شمس نہ ہو اتنے مانی البدائع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس بنا پر اگر کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقبل الزوال لا یجوز فالیوم الاول یجوز فی بقیۃ الیوم لمن صلی وذبح امامہ کذا فی الزیلعی وغیرہ وہو جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ کیا ہے مواہب الرحمن میں تو نجوار رہنا کا تو شیخ نا اتہ یوم العید عند کا مام فصلوا تم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأ تہم الصلوٰۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لجہد المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہوں نے امام کے تردید کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی بھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوٰۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا تاکہ مسلمین کے بچاؤ کے واسطے یعنے ناحق نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تنزیہا للیلۃ لیلا احتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایاما تصدق بہا حیۃ ناذرہا ناعل نصر وقیمتہ لو فقیرا اور اگر نذر کرنے والے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنے والا اسکو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنے والا فقیر ہو شارح نے کہا نا ذر فاعل ہے تصدق کا سم لیعنے جیسے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں اسکو قربانی

کر دیا گذا فی الدر ولو ذبحہا فتصدق بلحمہا او اکثرہ حال قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کر دے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان ایضا اور اگر اسکو ناقص کر دیا بسبب عیب پیدا کر دینے کے تو اسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنے والا نذر کی قربانی سے نہ کھائے اور اگر کھائے تو جسقدر گوشت کھایا اسکی خیرات کرے وغیر عطف علیہ شیأ اما اذا ذبح بما علیہ من حق متعلق علیہ بعینہا اور متعلق بہ جانور خرید کیا قربانی کرنے کے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ تصدق کر دے یہ واجب ہو جانے قربانی کے متعلق بہ بسبب خرید کرنے کے تو ہر صورت ہوگا اسکا یہ نتیجہ کہ لفظ عطف ہو ناذر پر یعنی ہر چند متعلق ہو قربانی واجب نہیں لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اسپر واجب ہو جاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدر رفقاً و فی عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اسکی بیع کی تو اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اسکا قربانی کرنا زیادہ واجب کر لیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھ پر لازم ہو اسکا قربانی کرنا اسی سال میں تو پہلی صورت میں قربانی نہ ہو جاویگی جبتک زیادہ واجب نہ کر لے ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جائیگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں اور حسن کی روایت دام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہوگی تو اگر اسکو بیچ کر ڈالے تو جائز ہو اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی وتصدق بقیمتہ عوض ما اکلا لتعلقہا بذمتہ شرعا بعینہا لا فالمراد بالفقیر شأ تبرعیا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اتنے قربانی خرید کی ہو یا نہ خریدی ہو اسلیے متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نہ کرے تو قیمت سے مراد اُس بھیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرتے میں کافی ہو ہم درصورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہوا اور جبکہ خرید کی تو وہ غنی ہو جاوے اسکو زندہ خیرات کر دے تا اسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے صحیح کی قضا فوت ہو جانے کے بعد ظہر ہوا اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہو دھم الجذع خ ذو سنۃ اشہم من الضأن او کان یعجب لو خلط بالثنایا للاهلی التمییز من بعید اور قربانی کے واسطے صحیح ہو جذع یعنے چھ مہینے کا بچھا دنبہ کا البتہ طیلہ ایسا فربہ اور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملایا جاوے تو اسکی تمیز دور سے ممکن نہ ہو من ضأن سے مراد وہ ہے جسکی الیہ ہو یعنے چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدر والمنح والطحطاوی وسبب کما دلیل جواز یہ حدیث ہے صحیحین اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضأن اضحیۃ یعنے جائز ہے چھ مہینے کا بچھا دنبہ سے قربانی کے واسطے اتفاقی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہیں جب تک ایک سال پورا نہ ہو اور دوسرا سال شروع نہ ہو وثنی صاعدا من الثنیۃ اونٹنی اور اسسے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنے ضأن اور بقر اور ابل سے والثنی من خمس من الابل وحولین من البقر وفی الجاموس حولان من الثنی ومن المعز والضأن والابل سال بھر کا ہو ناہم اور اونٹ سے پانچ سال کا ہو ناہم اور گائے بیل اور بھینس دو سال کا ہو ناہم اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہو ناہم تقدیر یہ نہاں مذکور ہے نقصان ہو نہ بالغ زیادت تو اگر اتنے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور اتنے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہی بلکہ افضل ہو کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاهلی والوحشی یتبع اکبرہم قالہ المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہو ایسا کہا ہے مصنف نے یعنے اگر اسکی ماں کی قربانی جائز ہو تو اسکی بھی جائز ہو اور اگر اسکی ماں کی قربانی جائز نہیں تو اسکی بھی جائز نہیں **فروع** مسائل ملحقہ متلازم کے المشاۃ افضل من سُبُع البقرۃ اذا استویا وقیمۃ واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصے سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں واللکبش افضل من النعجۃ اذا استویا فیہما اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہو کذا فی الذخیرۃ والانثی من المعز افضل من الذکر اذا استویا فیہما اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونوں قیمت میں برابر ہوں والانثی من الابل والبقر افضل حکمی اور اونٹنی اور گائے افضل ہے نر اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا فیہما واللہ اعلم اور وہبانیہ میں ہے کہ مادہ بکری بہتر ہے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر میں مادہ افضل ہونے سے اسواسطے کہ ان دونوں قسموں میں مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وکل ذات کما حضیۃ ولدٍ افضل الذبح الولد معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی بچہ

جبتہ ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اسکے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک یہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنے کے صلت وسرقت فاشتری اخری بثمنہا فان ذبحہا اولا فہی الاولی واجزأت الثانیۃ وطیبتہا کالاداء والا فالاولی تصدق بہا بلا ذبح علی الفور بنیۃ وفقیر فقال بعضہم واوجب عربیا وذکر الطرابلسی ان علیہ ذبحہا ایضا بیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خریدی پھر پہلے ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو بھی درست ہوا اور اسی طرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلے کی قیمت سے کم ہو تو مستحب کا خیال ہے اور اسکی خیرات کرے اسمیں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہو تو اسی طرح کا جواب ہے جو کہ ہو چکا اور اگر محتاجی میں خرید کر اسکی سبب سے واجب ہوئی تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی السراج یعنے دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ویضحی بالجماء والخصی والثواء ای الخصی من المسوم والمریض اور قربانی کرے مینڈھے کو جنے جسکے سر پر سینگ نہوں اور خصی جنے پر صیا کیا ہو اور قربانی کرے اس دیوانے کو جسکو دیوانگی جنے سے نروے کذا فی منعہا لا یحسن التضحیۃ بہا اور اگر جنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے کا قربانی کرنا جائز نہیں والجرباء السمینۃ فلو ہزیلۃ لم یجز لان الجرب یفسد اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہیں ہوسکتا کہ گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے مراد اپنے کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اسکی قربانی درست ہے اور خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہیں لا بالعیاء والعوراء والعجفاء الھزیلۃ التی لا تنقی فی عظامہا جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسی زمانت دبلے جانور کی جسکی ہڈیوں میں گودا نہیں والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اتنی لنگڑی کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے ہم نیز یہ میں ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانوں سے چلے اور چوتھا پانوں زمین پر رکھے تو اسکی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھے پانوں کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور تحمل کا چلتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اس بیمار کی قربانی جائز نہیں جسکی بیماری صاف ظاہر ہو والمقطوع اکثر الاذن او الذنب والعین ای اقل ذہبا کثر نہ رعینہا فاطلق القطع علی الذہاب مجازا واغایر بتقدیر الیاء اور اسی طرح جسکے کان کی قربانی جائز ہے جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو یعنے جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا اندازہ یہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے مراد صورت اسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنے دور سے اسکے چارے کو دیکھا اور اسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنے دور سے اسنے چارا دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسی طرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فتح ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی میں اسی قول پر فتوے مذکور ہے اور شرنبلالیہ میں قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اسکے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اسکے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ بیان فتوی مختلف ہے واذا کان لا یدری حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی یعنی اور جس منہ کی اکثر چکتی کٹی ہو تو اسکی قربانی جائز ہے نہیں اسلیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کے واسطے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا یا لبقاء الاکثر لسان لہا ولبقی بقاء الاکثر وجہا ماتقدم اور قربانی جائز نہیں بوجہ جانور کی جسکے دانت نہیں اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسقدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھا سکے یعنے اگر نصف سے کم ہوں والشکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ اجزأت ذبیحہ اور جائز نہیں قربانی اوچپے کی جسکے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اسکی قربانی کافی ہے کذا فی التبیین ص اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اسکی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ والجداء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او ثدیہا اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الحمل علیہ مفصولۃ

الکاف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی ناک کٹی ہو والمصریۃ اطباؤہا وھی التی عولجت حتی تنقطع لبنا اور نہ وہ جانور جسکا کھنوں کی نوکیں بتلوح یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہوگیا ہو ولا التی لا اذیۃ لہا خلقۃ بحیث اور درست نہیں قربانی اس دنبی کی جسکی پیدائشی پکتی عضو کذا فی البحر والنہر و کذا بالخنثی لان لحمہ کلا لحم مشرحہ وھیایۃ وغالطہ فیہا اور جائز نہیں قربانی خنثی کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسکا بیان اسی کتاب میں ہوگا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ وکذا کل غیرھا اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوبر کھاتا ہو اور اسکے سوا کچھ نہیں کھاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الظہیریۃ تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہو اور اسکی جو بڑھاپے سے جرنہیں سکتی اور اسکی جو دودھ نہیں اور تر بالا مرض اور جسکی چھوٹی پکتی ہو دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو کذا فی الظہیریۃ ولو اشتراھا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ قیمتہا یوم اشتراھا کان غنیا او کان فقیرا جزاہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پھر اسمیں وہ عیب گیا جو مانع ہو جواز قربانی کا چنانچہ یہ عیب مانعہ مذکور ہو چکی تو اسپر واجب ہے کہ اور قربانی اسکے قائم مقام کرے اگر خریدنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف العتق اور اسی طرح عیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں بر خلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اسکے حق میں کافی نہوگی ولا یضر تعیبہا من اضحوا بہا بعد الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیبدار ہو جانا قربانی کا اسکے ذبح کے وقت وکذا لو مات فقیر الغنی غیرھا الا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ہاں وصلت اور شے فذاے اخری فظہرت بقاء الاولی اھداھا عن الفقیر کلھا او تصدق اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سوا اسکے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دو جانوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشرنبلالیہ ہم سے سلم کہ مر ہوگیا ان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ قال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنا لم یجز عن الکل استحسانا القسم القربۃ من الکل ولو ذبحوھا بلا اذن الورثۃ لم یجز ھو عن نفسہ لان بعضہم لم یقع قربۃ اور گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک مرگیا اور بیت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو شریکوں کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی بنا سے اسواسطے کہ عبادت کا قصد مسکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریک ذبح میت کے وارثوں کے بلا اذن اسکو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ سلوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنے جب بعض عبادت نہ ہوئی تو کل بھی عبادت نہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی دان کان شریک المستہ تصدق بنصیبہ اذا مرید اللحم لم یجز عن واحد منہم لانہ لا تجزی ھدایہ لما مر اور اگر بجہ شریکوں کے ساتھ سلوان قربانی میں ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو انہیں سے کسی کی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ تجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایۃ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں جب تقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزا و صید اور بعض ہدے احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض ہدی متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے خوانہ خواہ میں اور امر بالذبح پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ہدی کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکے منسوخ ہونے کی نص تو فقط واجب کی زیادہ عالا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اسکے جسکو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الظہیریۃ خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہوا اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جاری ہے **فروع** مسائل ملحقہ تتابع ولون ثالثہ فقراء الشرکاء کلا والحیوانہم سبعۃ کلا ضحیۃ احدھم بعشرۃ والاخر بعشرین وللاخر بثلاثین فجیء بکل واحد منہا فاختلطت حتی لا یعرف

لہ یعنے اگر ہم سے کوئی شریک مرگیا ہو اور ورثا نے اسکی طرف سے قربانی کرنے کا حکم دیا ہو تو اسکی طرف سے قربانی صحیح ہوگی اور باقی شریکوں کی طرف سے نہوگی اسواسطے کہ ورثا کا حکم دینا اسکی طرف سے قربانی کرنے کا ہے اور باقی شریکوں کی طرف سے قربانی کرنے کا حکم نہیں دیا ہے

کل واحد شاتہ بعینہا او اصطلحوا علی ان یأخذ کل واحد شاۃ یضحی بہا اجزأتہم بخلاف ما لو اشتروا ثلثمائۃ بعیر بقصد التضحیۃ بہا عشرۃ عشرۃ کما یتصدق عشرۃ عشرۃ بالعشرۃ تشترو ان اذا ذبح کل واحد منہم لا یدری ہما عند ہما لم یجزہ لانہ لا شیء علیہ کما لو ضحی الخ غیرہ بغیر امرہ بنایہ اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اپنے اپنے حق کے موافق ہو برابر ہو جو تینوں بکریاں اس طرح مخلوط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہو اور تینوں نے آپس میں اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص کی ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے تو اس طرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور تیس درم خیرات کرے اور بیس درم والا دس درم تصدق کرے اور دس درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور آپس میں کچھ خیرات کرنا واجب نہ ہوگا جیسا کہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اسکے حکم کے تو آپس میں تصدق لازم نہیں کذا فی التبیین بیع مع بیس درم والے پر بیس درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اسکے وہ بکری قربانی کی ہو جو بیس درم سے خریدی ہوئی اور اسی احتمال سے بیس درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا آپس میں کچھ تصدق بھی نہیں دیا کل لحم الاضحیۃ ویوکل غنیا ویدخر ویتصدق بالکل لانہ یتصدق عن الثلث ویترک الثلث ویترک کلہ لانہ یتصدق عیالی توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھا دے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلا دے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے آپس کشائش کرنے کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلا دے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنے والے کو کھانا اس قربانی میں جو منذور ہو اور اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنے والے کو اسکا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور تصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان یذبح بیدہ وان علم ذلک والا یعلم شہد بنفسہ او امر غیرہ بالذبح کیلا یصیر میتۃ اور یہ مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اسکے ذبح کرنے کا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مروا نکر ڈالے صلعم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائیگا ستر گنا ہو کر کذا فی الظہیریۃ واما المجوسی فلم یسم لانہ لیس من اہل الذبح اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا ویعمل منہ غربال فی الجواب فی قربۃ مسقاۃ وجوالق او دلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اسکے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور ستار خوان اور ڈول بناوے اور بیاہ میں بیتقع بہا فیاکلہا مرۃ یا کھال کو بدلے اس چیز کے جسکے فائدہ حاصل ہو سکے اسکو باقی رکھ کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے کا بیعہا بمتاع لاکل ولم یجز بیعہ بدل الکل للحدیث بدل کھال کو مستلک چیز کے لیے جسکے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے چنانچہ روپیہ یا پیسے یا کوڑی فلن بیع اللحم والجلد بہ ای بعسیر لانہ بدل راہم نصدق بثمنہ وقضاء صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی بالعکس لانہ کالو قفد بجنبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستلک چیز سے یا روپیوں سے تو اسکے ثمن کو تصدق کر دے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہو اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہے کذا فی المجتبیٰ ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ یستحق من قبل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت و غیرہ سے

لہ اگر شہر میں غنا اور افعال حج اور نذر کے اور موت اندھے کے واسطے ہو جو ہاں اور دور کا کون نہ شہر کا نہیں ۱۲

اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اسکی بیع کے مانند ہوا اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنی اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اسکی قربانی نہوئی کذا فی الہدایۃ وکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ بعد ذبحہ ولا بجز کبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یؤجر ہا فان فعل تصدق بقیمۃ الجز حلوا ان التزم اقامۃ القربۃ بجز الخ مکروہ ہے قربانی کے روئیں اور بال ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کرے تو اسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی الفتاوی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اسکا تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعد کہ حصول المقصود بہ حقیقی بر خلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل ہونیکے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنے قربانی سے مقصود قربت بحق سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کے واسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا درست ہے ویکرہ کما تقدم قبلہا قبل کما فی الصوف ومنہم من اجازہما الخ لوجود ہما فی الذمۃ فلا تتقید بہ ویکرہ ہر نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے جیسا کہ صوف سے انتفاع قبل ذبح مکروہ ہوا اور یہ صوف بیع بعضا فعیہ وہ ہر جیسے صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کے واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اسپر خصوص قربانی متعین نہیں ہوئی کذا فی الزیلعی ولو غلط اشتری شاۃ غیر کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علی ما قبل غلطا لانہ لم یغلط فیکون کل واحد کیلا عن کاخر کذا فی الہدایہ قال ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وفہم منہ صاحب النہایۃ وغیرہ استحسانا لیکن اگر دو شخص غلط کا سبب ہوا ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کما مر اور مصنف یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب النہایہ کہ دونوں نے خطا کی ہوبا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے لیے دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا سواسطے سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال نتائج الافکار نے اور صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اسکے مالک کی طرف سے ہر خطا وہی نے کما مر یعنے صدر شریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہوا سواسطے کہ سوائے ترجیح کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہر بغیر اذن حالی و مقالی کذا فی الہدایۃ ولو کلا ہما بیرزائم عرفا ہما فیہ اور دونوں شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنے معاف کروالیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ بیچا ہو پھر بعد اسکے بیچا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا حضر کل واحد حصۃ لحق تصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نکر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قلت و فی اوائل المقاصد اکھلی من الاشیاء نوشرا ہا بنیۃ الاضحیۃ عنہما غیرہ بلا اذنہ فان اذن احدہما لم یضحہ اجزأتہ ولو ضحتہ لا یجزیہ وہذا اذا اذنہما عن تضحیۃ واحدۃ اما اذا اذنہما عن ضحیتین فضحی عن احدہما ثم عن الآخر جاز کما فی الہدایۃ یعنی اگر دو شخص نے ایک شخص کو اذن دیا کہ ہماری طرف سے ایک قربانی کرنیکی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اسکو ذبح کر ڈالا بدون اسکے اذن کے سواگر مالک نے اس ذبیح کو پالیا اور اسے تاوان تلیا تو اسکے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اسکا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اسپر تاوان نہیں لازم ہے قول الاشباہ سواشیاء کی طرف مراجعت کرکے کما یعلم بمراجعۃ کتب المذہب فقیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہو اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ ذابح نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت کے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اسپر توبہ اور استغفار لازم ہوا اس سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم نہیں آتا ہے تبھی کہ غصب کرنیکو حلال سمجھا کذا فی الطحطاوی وکحلال اباحہ جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کرکے اور مالک کو اسکی قیمت کا تاوان دیگا ولذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایہ نظم وہو لصاحبہا ان شاء ضمن ذبیح الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

لو تاوان دے اسکی قیمت کا اسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہونے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے کالودیعۃ ان ضحی المالک بسبب ظاہر ھنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب فیجعل الذبح فقط فی ملکہ قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ اسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہو تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت وظہور العاریۃ کالودیعۃ والرھن کملک مغصوب کذا فی الملتقط کذا فی البحر میں کہتا ہوں اور مخلط امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنے عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں اور رہون بکری مغصوب بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون بالدین ہے اور اسی طرح مشترک یکہ مغصوب بکری کی مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصحیح حکم معلوم ہو جائے ص ید الرائع میں عاریت کو ودیعت کی مانند صریح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ اور خلاصہ میں کہا رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنے مرہون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصحیح کے مقابل میں شارح کی تخریج اپنا یہ کے لائق ذہبی اعتماد میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو شخصوں میں سو دونوں نے اکٹھا قربانی کیا تو کافی ہوا تھے اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو امین تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لئے اضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام جزاء رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ص الطحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث میں تو تصحیح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے تناور سفید رنگ عین کچھ سیاہ بال بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ شتان لجی اکتر بھما خانیہ واکابر مجویا الکل کلیھما بہ واللہ من تسمیۃ عالی ثم صحیا نیہ ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو امیر دو قربانی لازم اوینگا سواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ہے جنانچہ ابھی اسکا مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنے دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب وجب یعنے نذر کے اس پر کہ جسکی ہم جنس باب ثانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفاد لزوم النذر بما مر جنسہ فی البحث اعتقادی او اصطلاحی قلیل التصفح فلیحفظ میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جسکے ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی جیسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے غنم بین اجلین ضحیا بایا حیا بخلاف العتیرۃ لعدم تقوم الغنم لا الرقیق بمعنی کہ بین شخصوں کے مشترک بھیڑ ہو جسکو وہ دونوں نے اکٹھا قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے قسمت غنم کے درمیان شریکین کے معنی بتشریح فلا تضحیۃ کلھا واقل من الثنی للحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی ٹھہرینگی اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا واللہ اعلم کذا فی قنیۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استووا فطیبھم او لضحیۃ بالکل والکل فرض فکذا کان الصلوۃ فان الفرض منھما یاطلاقہ کما فی اطلاقہ یقع الکل فرضا کما یجیئے اور افضل قربانی زیادہ قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر یسکی قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے جیسے نماز کے ارکان کہ انمیں سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر کہ کان کا نام لیا جائے پھر جب نمازی نے اسکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرارت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ص فرض علی ہو کذا فی الطحطاوی شرعی اضحیہ واجب جلدا بذبحہا فقال ترکت للتسمیۃ عدا لزمہ قیمتہا لیشتری الکامل بہا اخری ویعفی عنہ ویتصدق ولو کان کامل لو ایام النحر یا قیۃ ولا تصدق بعینہا علی الفقراء لتعلق الاراقۃ قربانی کا جانور خسہ بدیکھا پھر ایک مرد کو اسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ میں نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ کھائے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اسکی قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الخانیہ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب

فی الذبح دعا نحو علی الذبح سمی کل واحد وجوبا فلو ترکہا احدہما او نواہما او ان التسمیۃ احدہما ترکہا عمدا حرمت وہو تعمد لغو اخ فقال ای شاۃ لا تحل یا بتصحیۃ
مرۃ بل لا بد ان یسمی علیہما مرتین اور جانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اسکی مدد
کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بار بار جو کہے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کر یگا یا گمان کر یگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا
اور میرٹھ چھپستان ہونیکی لیاقت رکھتا ہے تو یوں سوال کیا جاے کہ کون بھیڑ بکری ہے جو ایسا کہ بسم اللہ کہنے سے حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ ضرور ہے کہ اسپر دوبار
بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ انی ذبح لابد للحل فیہ ان تثنی یذکر ذا لتنزیہ ہ فاجب عنہ یا الفریض
فانا لا نراہ نثرا فلا تعرضہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہ ہے کون ذبح ہے جسکی حلت میں یہ ضرور ہے کہ دوبار ذکر کیجاے
صاحب تنزیہ کی لیئے اللہ تعالے کا نام لیا جاے سو اسکا جواب ہے نظم سے سوا سبط کے کہ ہم نثر کو نہیں دیکھتے اور پسند نہیں کرتے فقلت ارجواب ؎ حتی جوابا نظما کما
تبغیہ ہ من فقیہ مودیہ عن فقیہ خیر الدین نے کہا تو میں نے جواب سوال مذکور میں یوں کہا کہ لے جواب نظم میں جیسا کہ تو چاہتا ہے اس فقیہ سے جسکی روایت
ثابت ہے فقیہ سے ؎ ہو شاۃ فی ذبحہا اشتراک اثنان ہ فتکرار الذکر شرط کما تروی ہ ذا لک ذبح حضار ہ ضم الیدہ مع الضأن الذی
یہ جبہ ہ وہ بھیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہیں تو دوبار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ مروی ہے کہ وہ ذابح کرتا ہے قصاب کا ہاتھ جسنے ہاتھ رکھا
اپنے اصل کے ساتھ جو اسکی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہوسکے ؎ فعل کل واحد منہما ان یذکر اللہ جل عن تشبیہ ہ تو
ان دو شخصوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے کہ ذکر کرے اللہ کو دران حالیکہ وہ پاک ہے تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ؎ والو ہبانیۃ وشرحہا شاۃ معا
تم واحدۃ اخل بسم اللہ فلتسقط تحلی اور وہبانیہ اور اسکی شرح میں کہا اور اگر دو شخصوں نے بکری کو ساتھی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ بولا تو بکری متروک ہوگی
یعنے حرام واجب الترک ہے ؎ وان یشترو منہما کتابا ثلاثۃ ہ واشکل فالترکیا لذبح یحسر ہ اور اگر تین شخص تین بکریاں خریدکریں اور اشکال واقع ہو یعنے تینوں
شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت میں حیران ہوں تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ص شرح وہبانیہ میں صورت مذکورہ میں یوں چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح
کرنے میں وکیل کریں سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہوا اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ؎ وکیل شراء الشاۃ للاضحیۃ لا یضحی خلافا لابن شری یدبحہا
والعکس بالعکس ہ خرید شاۃ کا وکیل اگر غیر یعنے بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنے اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہیں اور ہانکنے کی اجرت
میں وکیل نقصان اٹھاویگا ص وجہ بحث یہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنے بھیڑ اور بکری دونوں کو شامل ہے برخلاف عکس یعنے اگر بکری کی خرید کا وکیل
کیا سوائے شاۃ مین الضان یعنے بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہیں چنانچہ خانیہ میں ہر فتاوے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید
کی اور انکے ہانکنے کے واسطے ایک درم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنے وکیل کو دینا پڑیگا ؎ وقال سوداء وغیرہا کابہ اذا کان فی قرناء
عینا بغیر اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گابھ یا بکری خرید کر نا سو وکیل نے غیر انکے سینگ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی کی
خرید میں تغییر کی تو صحیح نہیں ص اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ؎
بشتین ممن یذبح الضحایا الذی ہو لہ تعیہ ایجاب الجمیع محسر ہ علمانے نے دو قربانیوں کو لازم کیا ہے اس شخص کے حق میں جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب
دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنے صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر واجب در لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ؎ وعن میت
یا لا مر لازم نصد قا ہ ولا کل متہما دہنا لخیرہ اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے انکے امر سے تو لازم جان انکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون
امر ہوئی ہو میت کی طرف سے تو کھا انکے گوشت کو اور یہ قول مختار الجمہور ہے ؎ ومن مال طفل فالمعتمد سقوطہا ہ وعن ابیہ فی حقہ وہو الظہر ہ
اور صغیر کے مال سے تو ساقط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے جنایۃ

یہ مسئلہ اصل کتاب الاضحیہ میں مذکور ہو چکا ہے وواھب شاۃ ولحم یتصدق بھا او یتصرف فیھا او یوجد او بکری کا ہبہ کرنے والا اسکے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہو تو کفایت ہوگی اسکی طرف سے جسنے اضحیہ قربانی کی اور اسکو ثواب ملے گا ھم یعنے زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اسکو ایک بکری ہبہ کی سوائے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ میں رجوع کی لیکن مذبوح بکری بھیڑ ہی تو یہ رجوع درست ہو امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اسکو قربانی کا ثواب ملے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنے اسمیں فعل ممنوع اور مباح کا ذکر ہے ھم مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمیں فرض بھی مذکور ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضے کتابوں میں کتاب الکراہۃ کہا ہے اسواسطے کہ اسمیں افعال مکروہہ اور غیر مکروہہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ کا اہم ہے اور بعضی کتاب میں کتاب الزہد والورع مذکور ہوا اسواسطے کہ اسمیں اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور انکے اختیار کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب میں اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمیں وہ افعال مذکور ہیں جنکو شرع نے نیک بتایا ہے کذا فی ھامش منسابتہ ظاھر ہے کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاھر ہے اسواسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حا وسکون ظاء معجمہ لغت میں عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا ما تعلق بترکہ مدح او دفع ذم او ترتب علیہ ثواب او دفع عقاب اور اصطلاح شرع میں حظر وہ ہے جسکا استعمال فی الجملہ ممنوع ہے ھم یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمطلق رضد المباح اور مطلق ضد ہے مباح کی ھم یہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ حظر اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہیں تو مطلق کی تعریف خاص یہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا یا دلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا رجوع دلائل ثلثہ مذکورہ ہوں کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیر للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب فیھم علی السواء جائز الاختیار اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگوں کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب و بلا ترتیب عقاب ہاں یہ البتہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھم عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراھۃ تحریم کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند اھل السنۃ واما المکروہ کراھۃ تنزیہ قال الحلّ قریبا فقا جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کی مانند ہے دوزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہوا اور اسکا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سور سمار کا کھانا اور شطرنج کھیلنا تو امام محمد جہاں کہیں کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اسسے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکی دلیل قطعی نہیں جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنے خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہوا اسکو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنے اسکے کرنے والے پر اصلا عذاب نہیں لیکن اسکا ترک کچھ تھوڑا ثواب پا دیگا کذا فی الطحطاوی وعندھما وھو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والقبیحۃ الی الحرام الخ وامام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہو اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور قبیحہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کے غالب ہے فالمکروہ تحریما منسوبۃ الی الحرام لنسبۃ الواجب الی الفرض ثبوتا بقطعی او ظنی یہ الواجب فی الظنی الثبوت وبأثم بارتکابہ ایا ثم یترک الواجب مثلہ سنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جسسے واجب ثابت ہوتا ہے یعنے جس دلیل کا ثبوت ظنی ہو اور دلالت قطعی ہو اسسے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار رہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار رہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ھم دلائل شرعی

چار قسم ہیں اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں جیسا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ مرجیہ جنمیں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے دوسری وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی جیسا کہ وہ آیات اور احادیث ہیں جنمیں تاویل کا احتمال ہے اور یہ مفید ظن ہے اور اسسے فرض عملی ثابت ہوتا ہے تیسرے وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی جیسا کہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے چوتھا وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار آحاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہے اور کبھی فرض بولتے ہیں اور قطعی اور علمی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اسسے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فجنب حرم الخیل القریب من الحرام ما تقوی بہ محل درد من استحقاق العقوبۃ بالنار علی العتاب لترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم یرد علی شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی میں گھوڑوں کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جسسے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہیں بلکہ اسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو پائیگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب بحرام ہے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی مافی الزیلعی صرحرمان شفاعت سے بیان شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی سو اسکا مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا بدلیل حدیث کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی یہ ہے کہ محذور مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اسکو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اسکو حلال میں داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہے اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محرمہ کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ انکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار اگرچہ عذاب شقاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہونے معاقب بالنار نہ معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو مع حرام او میتۃ او مال غیرہ وان خشی فرض فثواب علیہ بحکم الحدیث کھانا مذاق کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اسپر ثواب ہے کما حکم حدیث کے کہ اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان انجر لازم ہو حکم حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیدخل بکل شیء حتی اللقمۃ یزنھا العبد الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار میں ہو اور تنقی میں ہو کہ جو شخص مواریہ کھائے محمدیہ میں یا روزہ رکھتا جائے اور نہ کھائے یہاں تک کہ مرجائے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے اور بعضوں نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ فیصلہ ہوا سواسطے کہ طبائع آدمیوں کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع الانسان الھلاک عن نفسہ کھانا فرض ہے لیکن وہ اتنا جسنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو رفع کرے وھو ملخص علیہ وھو مقدار ما یمکن بہ من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل حیث یندفع الخوف لکنہ لیس بحسن کما فی الخلاصۃ وغیرھا اور ایک کھانا وہ ہے جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اسقدر کھانا ہے جسسے آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور رکوع سجود کے ساتھ نہ کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جسسے آدمی آدھا فرض سے ضعیف ہو جائے لیکن ایسی تقلیل ضعف درست نہیں ہے چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں ہے ولو قلت وفی المبتغی بالغین المعجمۃ یجد رمقا بین فم بہ الھلاک وعبر معہ للصلوۃ قائما انتہی قہستانی میں کہتا ہوں اور تبیین معجمہ میں یوں مذکور ہے کہ اسقدر کھانا فرض ہے جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اسکے ساتھ کھڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو چاہیئے کہ جو اسقدر کھانا اسواسطے

ف

ف یہ تحریم کی شفاعت محرومی امت میں سے کسی کو گناہ والوں کے ساتھ ۱۲

ف ایک دن کی نفل میں ۱۲

فرض ہو اگر فرض عبادت ادا نہین ہوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وحرام عبر فی الخانیہ بکرہ وھو ما وقعای الشبع وھو اکل طعام غلیظ علی ظن انہ فسد معدتہ وکذا فی الشرنبلالیہ وفستانی اور وہ کھانا حرام ہے مگر اس سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنے اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ مین فساد کر یگا یعنے بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہے یعنے مکروہ کہا ہے یعنے مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے فستانی مین کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ہم زیادہ کھانا اسواسطے کہ حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب الٰہی ہے جو بہت پیٹ کو بھرنے مین

ابو داؤد نے روایت کی جو صوم وشکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی لا ان یقصد فیہ تصوم الغد

لئلا یستحق بصیغۃ اور خوف سے آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا اسکا مہمان نہ شرما ئے یا مانند اسکے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہین ہے ہم عذر مذکور بنا پر زیادہ کھانا تو کرنے کے واسطے حرام نہین انس بن مالک صحابیؓ طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے اور قرگڑ والتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا یقوی الریاضۃ بقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہین تھوڑے کھانیکی اسقدر ریاضت کہ ادائے عبادت سے ضعیف ہوجاوے وکاباس بان اخر الفواکہ ونحوہ لکنہ افضل اور طرح طرح کے میوؤن کے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین اور اسکا ترک افضل وبہتر ہے واتحاد الاطعمۃ صرف اور طرح طرح کے کھانے یکجا نا صرف ہے یعنے فضول خرچی ہے ہم مگر حاجت کے وقت کثرت المعہ صرف نہین ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہین کھا سکتا تو تکثیر المعہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھائے جسقدر سے آدمی عبادت کرتا رہے یا مہمانون کی دعوت منظور ہو تو تکثیر المعہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وضم الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیان رکھنا حاجت سے زیادہ ہمیوہ صرف ہے ہم مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمد لہ اخرہ وغسل الیدین قبل فیہ وبعدا بأشباہ قبلہ وبالشیوخ لمجد ملحقۃ اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جانون کے ہاتھ دھولانے سے ابتدا کیجاے اور کھانے کے بعد ٹیڈھوں کے ہاتھ دھولانے سے ابتدا کیجاے کذا فی المنتقی ہم اگر اول مین بسم اللہ کہنا بھولے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ اور بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے تا اگلے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے والحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نکے مگر جبکہ سب لوگ کھانے سے فراغت کرین اور اسکی سنت مین ایک ہاتھ دھونا یا دونون ہاتھون کی انگلیان دھونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا نچا ہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے نا از طعام کا از اثر چکنائی سبوس سے ہاتھ دھونا اگر کاٹا اسمین باقی نرہا ہو تو فتاوے قاضی خان مین للباس بہ مذکور ہے اور تولیہ اور ہشام مین الخ اور ستو سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور نظیر فرمیع مواضع مین مستحب ہے اور الاتی یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اُسمین استعانت نکرے ماننددضو کے اور سنت یہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا کھاے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے مان اگر پھونکنے مین مانند ناف کے آوازنکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو لقمہ دستار خوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت مین داخل ہین کھانا مکروہ ہے اور سر پہ نہ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کھانا بینا نکیہ لگا کر ہو یا یا مان ہاتھ رکھ کر یا کسی چیز پر ٹیک کر مکروہ ہے بالکل من العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اسمین جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع شہوتیان کو ردکرتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نکھائے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھاے

اسواسطے کہ طعام کیسان ہیمان اگر ملیق مین رنگ یہ رنگ میوے ہون تو جدا جدا سے چاہے کھا سا سی طرح اگر ملیق مین الوان الطعم ہون تو ہر طرف سے کھانا درست ہی حدیث مین وارد ہی کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہی کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد رکھے جیسے تونے مجھکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یون ہی کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہی حدیث مین وارد ہی کہ تابریم کرو روٹی کی کہ وہ برکان سموات اور ارض سے ہی اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو وہ بھوکے اسکو گرسنگی اور تباہی کے ساتھ مبتلا کرتا ہی اور اسکے اکرام سے یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے بلکہ روٹی رکھکے کھانے لگا مالم مؤذہ کما کہ لوگون پر محتاج کا کھانا دینا اسوقت مین ہی جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہی تو جو اسکا حال جانتا ہو اسکو اتنا کھانا دینا فرض ہی جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تھا سو وہ مرگیا اور کسی نے اسکو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اسکا حال جانتے ہونگے سب گنہگار مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اسپر کسب واجب ہی اور سوال کرنا اسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ کاھلیہ خلافا للمالکیۃ قیدنا بھا اور مکروہ ہی گدھے کا گوشت اور اسکا دودھ یعنے پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہی یہ برخلاف مالک کے ہم کراہت بیارد غیرہ دسیکے حق مین ہی اور جارد شی لیئے گوشت کا گوشت اور دودھ حلال ہی کذا فی الطحطاوی ولیس الحمالۃ الوحشیۃ کالاھلیۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہی حلالہ کا دودھ حلالہ کا دودھ گاے یا بکری یا اونٹنی ہی جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہی گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہم ہدایہ مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہی جیانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمھا ای لحم الحمالۃ والرمکۃ اور حلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ ہی وھبس الحمالۃ حتی یذھب اعلافھا وقد یقال ثلثۃ ایام لان لحمھا یتوارث فتشکہ ھزۃ کالابل ویقال اربعۃ اور گوہ کھانے والا جانور بندکر رکھا جاے یہان تک کہ اسکا گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہوجاوے حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہی یہ جب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن ہی کذا فی البحر وغیرہا بحیث لم یبق لھا حقت کما حلال حدیث عند ی یلین حتی یزکان لحمہ یتغیر وما غیر من بعیر مستحیل کالا یبقلہ اشرا اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کھاتا ہو اسطرح کہ اسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہی جیسے وہ طیور حلال ہی جو پالا کیا سوکے دودھ سے اسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودھ اسکا غذا ہوا وہ نیت اور بدبو ہوجاتا ہی اسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا ہی ہم اور اسی طرح جو کچھ نجاست سے پیچے جاوین تو اسکا کھانا مکروہ نہین ولو سقی ماء وکل لحم حرام فذبح من ساعتہ حل اکلہ وبیعہ ویلبی وصیتہ وھبتہ اور اگر ہاکل اللحم جانور کو نجاست پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اسکا کھانا حلال ہی اور مکروہ کذا فی الزیلعی وکتبنا بالمصید من شرح لوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب فی اٰنیۃ الذھب والفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہی کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن مین مرد اور عورت دونون کے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے صحیح حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پیو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کھاؤ انکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمھارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پھر جب کھانا پینا مین منع ہوا تو اسی طرح انکو برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہو کذا فی المنح ولکن یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ واللذھب فالاکتحال بمیلھما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کالمکحلۃ والمرآۃ وقلم الدواۃ ونحوھا اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہی کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا انکی سلائیون سے اور جو استعمال اسکے مشابہ ہی جیانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور اسکے مکروہ ہی ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہی چاندی سونے کی صینی اور سلفچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو دونون نہین کذا فی الطحطاوی یعنے لذا استحلت ابتداء فیما صنعت لہ بحیث تعارف الناس ولم یکن فیہ کبر اھر حتی لو فعل الطعام من اناء الذھب او الفضۃ او المرصع المزین بالذھب او الفضۃ فی کفہ کان رأسہ ابتداء فلم یستعملہ کالمبرسم بحبتی وغیرہ وھو مأخوذ من قولھم فی السدر فلیحفظ یہ ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اسوقت ہو جبکہ انکو ابتداءً استعمال کیجیے انکے مون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین لوگون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو اگر کھانا نکال کیا جاے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر انکو استعمال کرے تو انکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہی درمین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ص درمین یون مذکور ہو کہ ظروف مضبوعہ جو نیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین انکا استعمال اسوقت ہر انکہ جبکہ انمین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسی طرح مستعمل ہون اور اگر انمین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ انمین ابتداءً استعمال نہوا انتہے لیکن مجتبی درمین یعنے علامہ دانی اور نوح نے اس شخص پر کہ دیکھا ہی اسطرح کہ استعمال چاندی کے کا ممنوع ہی اسواسطے کہ اصل اسباب مین یہ حدیث ہی کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم وجبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہی کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہی تو وراے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نبی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ص ہر چند درر کے موافق فتاوے عالمگیری مین محیط سے بھی منقول ہی لیکن اختیار یہ ہی کہ کسی طرح استعمال نکرے واللہ اعلم واستثنے الفقہاء آنیۃ المستعملۃ للزینۃ والجوشن والسلاح ونحوھا فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین فرورت کے سبب سے مستثنے کیا ہی کراہت سے وھذا فیما یحرم لعینہ فلما کان لغیرہ تجلیا ولان متخذہ مرتفع بہ فخصۃ درس بریکلی ظرف علیہ مرتفع بہ کمرآۃ ونحوہ فلا بأس بہ لان علۃ المنع فیھا السرف وھو منتف ھذا صحیح لیاح ابو حنیفہؒ تو سوا الدرہم والدوم علیہ کا پانی اور یہ یعنے ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہی جبکہ استعمال نفع بدن کی واسطے راجع ہو اور انکے سوا انجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور امیر دینا اور مانندانکے فرش کرنا تو انکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ انکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ یہان تک کہ امام ابو حنیفہؒ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اسپر سونا مباح کیا ہی چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی مانا صغر ولو افضل الخزف فاصحھا اتفاقا فالشافعی خلافا للشافعی ہم اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ انکے نزدیک کراہت ہی وحل الشرب من اناء مفضض بہ مادۃ یا بالفضۃ اور حلال ہی پینا ظرف مفضض سے یعنے جو برتن کہ نرین اور نقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین انکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدلہ اور جڑاؤ مرصع انفار مین مفضض کی تفسیر مروی ہی اور شنی مین مرصع ہی اور قہستانی مین نرین الفضۃ ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین ملتقی کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہی جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تنویہ یعنے اگر چاندی کا ایسا تبلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہی اسواسطے کہ وہ مستہلک ہو گیا باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح انکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والکوب علی مرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن یشترط ان یتقی او تحتسب وضع الفضۃ بغم فیل ویدہ وجلوس مرجح نحوہ اور حلال ہی سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہی بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہی مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور انکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ص اجتناب فم کا اعتبار ہی نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ مین مذکور ہی یہ حکم ہی ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہی انکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا کل اناء المضبب بذھب او فضۃ والکرہ للمضبب بھما وحلیۃ مرآۃ ومصحف بھما اور اسی طرح حلال ہی ظرف مضبب یعنے برتن مین چاندی سونے کے تبر جڑے ہوے ہین انکے استعمال کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے تبر جڑی کرسی اور زیبا آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ص فتاوے عالمگیری مین ہی

ع

نیچے یہ دونون مسئلے مضطر ہونے کے ہین

بالاصل ہین الی قولہ ۱۲

کچھ مضائقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف نہ ہو اور مضبب میں جبکہ سونے چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضبب کرسی اور سر جبکہ چاندی ہو تو پر بیٹھنا اور اسی طرح حلقہ انگوٹھہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مجمر اور لگام اور زین اور دیگ اور کاسہ مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ امیر فتور نہ واقع ہوا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مختار میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہوا ہے کذا فی المحیط وجملہ اما التفضیض فی فصل سیف وسکین الخ فی قبضتہما او الجام او رکاب او المنصع یکرہ مموضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں تو کافی میں ہے جبکہ چھری کی کوٹھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الظہیریۃ وکذا کتابۃ الثوب بالذہب او فضۃ وفی المجتبی لا باس بالمسکین المفضض والمحلی والرکاب عند الثانی مکروہ للاکل اور اسی طرح درست ہے پرچا چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے کس کر لگا دیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح لیجئے پیالہ تھا آپ نے اس میں چاندی کا پترا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین الجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یستہلک فلا یخلص غیرہ کذا فی المحیط اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے لیجئے جس چمچہ میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا لیجئے جب پیسونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بیروں فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ طلا لیجئے چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اسکی فقط رنگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فحل او قال اشتریتہ من مجوسی فحرم کہ یحل الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا فرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا تو گوشت حرام ہوگا اور اسکے قول کو خواہ واحد کے سبب سے مرد و ذکر سے فاصلہ ان خبر الکافر مقبول کما اجماع فی المعاملات کافی الدیانات وعلیہ یحصل قول الکذوب ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات کالاطلاق فی الحل والحرمۃ فافہم یعنی اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کذوب کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنے وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ ذیلی شارح کہنے تو ہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول قبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور مجتبی معاملات کا مثل مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہے لیکن بامانیہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو اسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نکرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری رہتے ہیں چنانچہ بیع اور شراء اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت وقبول قول المملوک ولو انثی والصبی فی الہدایۃ سواء اخبر بالحل او بغیرہ او لنفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ ہو یا نہ ہو یعنے مذون ہو غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو وکذا اذن سواء کان بالکتابۃ او بدون ذلک مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اسی سے لوگ باز نہیں رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ فی السراج عبدا اذا غلب علی الظن صدقہم فلو شرحہ خیر محمد صابون والشعار کا یلبس

بیعہ لو خرب بیت حلوای لا ینبغی بیعہ کذا فی الظہیریہ وعمم فیہ اور اذن تجارت میں سراج میں اسکی قید لگائی ہے جبکہ اسکی رائے میں انکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو انکے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور انکا لپ ابیان سراج میں ہے ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف الطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے مان باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چوا لایا ہوگا تو انکا یہ قول کہ میرے مان باپ نے منگوایا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہوسکتا ہے دیقبل قول الفاسق والکافر والصبی للعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہے کہ معاملات میں ہر مسلمکا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت خبر ہو تو جمع عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کمیاب ہے کہ مان اسکو آدمی باوے کہ اسسے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر عدالت شرط ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اسمیں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اسمیں فقط تعبیر کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا المخبر لہ وکیل فلان فی بیع کذا یحور لانہ یملک علی الرأی وصدقہ کما مر وبہذا اخذ الخطر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اسسے اسکا خریدنا جائز ہے اگر خریدکرنے والے کے گمان میں اسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الخطر کے اخیر میں بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ھی التی بین المجد والرب اور شروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں وہ امور ہیں جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اسمیں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور بقول فاسق اور کافر اور صغیر کے قول کرنیکی اسمیں کچھ ضرورت اور حاجت نہیں کما لخبر عن یحاسۃ الماء قبتیم وکذا یقوم اخبار عما یسلم علمہ حر جرعا یعتمد حرمۃ قولہ ابدا او مثل جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اُس پانی سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار رہا ہو جو بازرہتا ہو اُس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مستطاد احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویقوم خبر الفاسق بنجاسۃ الماء مجرا للستور ہم العمل بغالب ظنہ اور اکثر دوڑا دے فاسق اور ستور الحال کی خبر میں بھی عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنے اگر فاسق اور ستور یعنے جسکا فسق اور عدالت معلوم نہیں کہتا ہے کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اکثر کے ظن غالب پر عمل کرے نہ انکے قول پر ولو اذا الماء قیتم بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ ونو ضاء وبتیم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اُس صورت میں جبکہ اسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اُس صورت میں جبکہ اسکو گمان غالب ہو انکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنے اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے وفی المجوھرۃ یتیمم بعد الوضوء احوط اور جوہرہ میں ہے اور اسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمیں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی واما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فالواقعۃ حیرتہ فتاہ خلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جبانکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی الفتستانی والخلاصۃ والخانیۃ یعنے اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور انکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اُس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہوا اسکی خبر ملزم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے بخلاف لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر من کل الجہات درصورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہیں ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونیکی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دیگا

یعنی مسلم کی خصوصت میں تو حکم اسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطہارۃ ثوب استحکم بطہارتہ بخلاف الزبحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھ پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونوں خبریں بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئیں تو اصل پر یعنے طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی الظن ظاھرۃ ومنہ تری کثیرۃ میتۃ فان کان الحلال ظاھرا فخرج بالکلب المعلم والسواء کالعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک میں جو باہم مل گئے اور مذبوح جانور اور مردار میں جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور الگ دوڑا دے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر وقوع عطش کے واسطے البتہ ظروف میں گمان غالب معتبر ہوگا دلالۃ یقتضیہ مطلقا اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ھم خواہ اکثر کپڑے طاہر ہوں یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت میں کپڑے کا کچھ بدلا نہیں اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعوی الولیمۃ ثم اجابۃ اعتبار بالعکس لو للمکس فی المتن لو علی الثانی کالدعوۃ لان یقعد یاکل یخرج محرضا لھو لہ تعالے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کوئی شخص شادی کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو لعب یا راگ ہو تو بیٹھے یا کھائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دستر خوان پر نہو اور اگر امر مشروع دستر خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہیں جو یا بالکل نکل جائے ناخوش ہو کر اسواسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالے فرماتا ہے کہ مت بیٹھو انکے یعد ظالم قوم کے ساتھ ھم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ طعام ولیمہ ہے ست ہے حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو ترتاشی نے کہا اجابت دعوت میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمیں دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معین کی دعوت قبول نکرے تاعلوم ہو کہ تو اسکے فسق سے راضی نہیں اور اسی طرح اسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہو یعنی اگر وہ کہے کہ اسمیں حلال حلال کم میراث کا یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھائے اور اگر اسکا غالب مال حلال ہے تو اسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اسکے مکان پر گیا تو جو اسکے ذمہ تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے دہ کھانے سے کچھ حرج نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنے اپنی شیخی اور نام اوری اور شہرت کا ہو تو روزہ دار کو بھی دعوت قبول کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ اجابت میں اسکو دلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذافی الطحطاوی مختصرا فان قدر علی المنع فعل فلو حاضر دعوت میں گیا اور وہاں ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ھم یعنے منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نکر یگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہو سکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ اضعف الایمان ہے وکذا یقدر کیان لم یطعہ من یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگوں میں نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا کرتے ہوں یعنے اگر مقتدا ای خلق نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین المدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہاں سے نکل جائے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اسمیں شہرے میں عیب لگنا ہے دین میں ھم اور اسمیں دعوت کا مادہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کرینگے والحکم ھو ما تحکم کان مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ میں اکیلا رہوں کی دعوت میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ انکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الفتح وان علم اولا بالمعاصی یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ اولا کان حق الدعوۃ عاما یلزمہ بعد المعذور کما قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرجائے تو اصلا وہاں نجائے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے جاتے ہونے کے بعد تو چل گئے گذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ بیشکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اسوقت ہے جبکہ وہاں امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراجیہ دلت المسئلۃ ان الملاھی کلھا حرام اھ سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہیں ھم ملاہی سے تین قسمیں

ہیں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیراندازی ویدخل علیہم بلاذن کہ آتے ہیں اُن کو اور ارباب ملاہی کے گھر میں بیس جائے یہ بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے سُنانے کے واسطے ہم یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلااذن جانا درست نہیں لیکن جب اُن لوگوں نے خلاف شرع کے ارتکاب کیا حرمت ساقط کردی تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہوگئی کذا فی الخ قال ابن مسعود صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات ابن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی المجتبیٰ ازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قصب بخمۃ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ دقھرت الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفرًا بالنعمۃ لاشکرا والواجب کل الواجب یجب کیلا یسمع الملاھی علیہ الصلوٰۃ والسلام ادخل اصبعۃ فی اذنہ عند سماعۃ اشعار العرب لو فیھا ذکر الفسق تکرہ انتھی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اسپر بیٹھنا فسق ہے یعنے طاعت رائی سے باہر نکل جاتا ہے اور اسکے لذت لینا کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اُس چیز کیطرف جسکے واسطے وہ بنائی نہیں گئی نعمت کا کفران ہے نہ شکر اُس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر رہے سارے تا آواز کو نہ سُنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپنے انگشت مبارک کو اپنے کان قدس میں داخل کرلیا تھا اُنکی سماعت پر وقت اشعار عرب کے اشعار اگر انمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتھی مافی البزازیہ واتقول لفظ الذنب کما فی الکافی اختیارا والا فالاستحلال کما فی النہایۃ یا تلذذ سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ **فائدہ** من ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر افلو للتنبیہ کما یاتی ہی کما اذا ضربت فی ثلثۃ اوقات لتذکر ثلث نفخات الصور لما سیاتی بیانہا قبیل العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور بجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کیواسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخۂ وحشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخۂ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخۂ بعث کا یعنے قبروں سے اُٹھنے کا اور پورا سکا بیان اُس شرح میں ہے جو میں نے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے جسمیں شارح نے کہا جس سے مروی ہے کہ شادی نکاح بغیر دف نہیں بجائی جاتی شہرت نکاح کے واسطے اور راجیہ میں ہے دف اُسوقت درست ہے جبکہ اُسمیں جلاجل یعنے جھانجھیں نہوں اور اُسکا بجانا بہیئت طرب نہ ہو تبہ پہلا گانے والا ابلیس تھا کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرستوں کے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالیٰ لکاعش فی الارض مرحا یعنے مت چل زمین میں اترانے اور تخبتر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سجاوٹ اور ترانوں کا ہونا اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبۂ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اور غلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات تمرتش کے مانند ہوں اور یہ اُس صورت میں ہے کہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کیلئے ہے ملال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابوالسعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کیوقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر سننا باجات غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اسکا وجد پہونچ جائے کہ اگر اُسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اسکو کچھ خبر نہو ورد اور الم کی انتہے مافی شرح الملتقی کذا فی الطوطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنائے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلینظر ثم

فصل فی اللبس یہ فصل ہر لباس کے مسائل میں ہم فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک رومی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنے ٹکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ مختصر میں صرح ہو متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہوئی لباس شہرت سے یعنے موجبات نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الٰہی کے اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمع اور جماع خلق میں نہ جمع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً یحرم بسوا الحریر ولو یعنی حرام ہے پہننا حریر یعنے ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو فتویہ میں کہا اور یہ رخصت علمیہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا معدوم یا بوجہ ہو جہاں جب معلوم ہو کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف نسبت کیا ہے امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دیبائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب اور دیبا اور نسائی میں علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی پہنتا ہے جو کہ آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التبیین **ولا فی الحرب** فانہ یحرم ایضاً عندہ **وقالا یحل فی الحرب** اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ **علی الرجال الا مقدار اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ** قیل منشورۃ وقیل یدیر ریشمی حرام ہے مرد پر عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئیں مراد ہیں بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور بعضوں نے کہا کہ ملی ہوئیں صاحب المنتقی کے کہا ہیں ہم کو لائق بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں جو چار انگلیاں ہیں وہ نہایت ملیں نہایت کھلیں کذا فی التاتارخانیہ عن القنیہ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق طولاً وعرضاً بسط فی القنیہ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع ہے اگر متفرق ہو بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں مشرح بیان ہم اسکی تو ضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرق بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا ہی ظاہر مذہب ہے اگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنے اگر کپڑے پر یا گدی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سبکو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں تو ظاہر یہ ہے کہ جمع کرنا مستحب نہیں ہے وہ فیما عامۃ طرقہا قدر اربع اصابع من ابی یوسف اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک لیس شیئاً یرخص فیہ اور فتویہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہو جسکا نقش و نگار ریشم کا ہو چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں بھائے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنے کنارہ اور آنچل پگڑی کا نہ کور ہے برہان الدین مرغینانی نے کہا کہ جو چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر ملے کی یا انگلیاں مستور نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیہ طحطاوی نے کہا اصابع یعنی ہیئت پر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو نہ ذکر کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربعۃ اصابع والا لا یحل الرجل لبسہ الی

۱۲ احکام دیبائی اور سونے پر ہیں

اور اسطرح جوتے سے بنا ہوا حلال ہوجیکا ہے مقدار پر ہے یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبیٰ العلم فی العمامۃ فی موضعین او اکثر بجمع و قیل او مجتبیٰ میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہو یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ تفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر یہ سبب عدم جمع تفرق ہو تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وذہب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عامۃ علمائنا علی ان قدر ما یلبس من ذلک اربع اصابع او ثلث اصابع او اکثر الاصابع من ید واحدۃ وقیل کما یکرہ او مجتبیٰ میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہو جاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ نکرہ الھیۃ المکفوفۃ بحریر قلت ھی ثابتۃ کراھۃ اعتادہ اھل زماننا من الفصل البصریۃ او مجتبیٰ میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر ریشم کے اطراف میں یعنی کپڑا سیا ہوا ہو میں کہتا ہوں یہ بات کراہت سے ثابت ہو گئی کہ اسکی کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہے بصری پر ریشموں کے پہننے کی ہم مطلقاً وہی کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء و فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے یعنی محشی ہدایہ نے حاشیہ صحیح میں طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اسمیں دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مرگئیں تو میں نے اسکو لیا سو آنحضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو دھو لیتے ہیں بیماروں کیواسطے سو اسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب سفر میں یوں روایت ہے کہ اسکا گریبان دیبا تھا بالجملہ پھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اسکو عائون کے آنے کے وقت اور جبکہ وفد پہنچتے تھے انتہی مافی اللبیبی مختصراً وفیہ الرخص العلم فی خرز الثیوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم ملا خسرو صدر الشریعۃ لکن الطلاق الھدایۃ وغیرھا علی خلافہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم خرص ہی میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی مافی المجتبیٰ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسی قول یعنے طول پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب غرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنے عدم قید طول و عرض مجتبیٰ کے مخالف ہے وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقاً صغیراً کان او کبیراً قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ وھو مخالف لما مر من التقیید بالاربع اصابع وفیہ دعضۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا انتہی قلت قال شیخنا واظن ان الرایۃ وما یعتقد علی الرقم فانہ حلال لو کبیراً لانہ لیس بلبوس ویحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف کہتے ہیں کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید ہے کذا ہو کذا اور علم کے کبیر کی علت میں نہایت عظیم ہے اس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہو ہمارے زمانہ میں انتہی مافی شرح المصنف میں کہتا ہوں کہ شیخ نے کہا اور میرے اکثر گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا اور نشان اور جو کشتی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا یعنے بایں انواع کی قید لباس میں ہو اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہو ھم روایت کی تشریح عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں سوا اسکے کہ ذلت ہو اور اسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر رایت کا علم حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو وطا ہر ایہ خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنے تو تابع کے اسناد کے قواے نے تو تبیین میں اور تلویح میں حاصل نہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج وھو ما سدی ولحمتہ ابریسم شرح وھبانیۃ للرجال مردوں کیواسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چیرے کا اور سہری میں دیبا ہو کپڑا ہو جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیہ الکلۃ بالکسر الخمار والناموسیۃ کاندیس یلبس کلاہ کو کہا جاتا ہے وقصد بہ الامام الفقیہ ابو اللیث انہ یجوز لہ ذلک سواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے ھم ناموس میں ہے کہ کلاہ ایک پردہ ہوتا ہے بار یک گیٹ کے پیچھے رہتا ہے

بچے کیواسطے پیسے چھ کمت دوسری بیٹھنا خانہ مرہ پیشہ خانہ ولہم شارح الوہبانیۃ فقال ۵ وفی کلۃ الدیباج فالنوم حرام وفی القنیۃ والملتقط اور شارح وہبانیہ نے کہا نظم کیا ہے سولیان کہا ہے اور ریشمی چھپکٹ میں سونا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی میں ہے جو ازرقوم ہے وذکروا التکلۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح وقیل لا یاس بہ اور مکروہ ہے ریشمی ازار بند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازار بند اگرچہ چار انگل ہو درست نہیں اسواسطے کہ وہ مستقل اور جدا گانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور سیطرح مکروہ ترکمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت یا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ ترکمی ہے کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹا اور بنت طلائی یا القرنی اگرچہ انگل یا نیم انگل ٹوپی پر تو درست ہو والکیس الذی یعلق قنیہ اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ بلبوس ہے والخلاف فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے انار بند کے مانند وفیہا لان یزین بہ تدیر بالدیباج یحصل بادانی ذھب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبی میں ہے کہ مسلمان کو اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے شرط عدم تفاخر وتکبر ہے بیٹھنے مکان میں الملبس وغیرہ کا چھت پردہ لگانا درست ہے شرط عدم تفاخر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لفت عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب فاسقۃ اور قنیہ میں ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد حمار اسود علی عینیہ من ابیض لعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ میں ہے کہ جیسے ضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہوں اور بخار عذر مذکور جیسی ہے بلکہ اسکا عذر ہونا بدرجہ اولی ہے وفی شرح الوہبانیۃ عن الملتقط لا باس بعرد ۃ القطیفۃ فی ردہ من الحریر کالنہ تبع اور شرح وہبانیہ میں ہے منقول ہے کچھ ضائقہ نہیں ہے پرانے میں ریشمی کے ساتھ عمدہ کپڑے کا لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہیں وفی التتارخانیۃ عن المسیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ ضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کے کنٹھے میں وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذھب قالوا وھذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذھب انتہی اور تاتارخانیہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علمانے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف لینے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی مافی التتارخانیہ نیم قنیہ میں ہے علم یعنے نقش بیل کا سونے سے ذہب نسیج کے مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور سیطرح ٹوپی میں طاہر مذہب میں جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحطاوی حلبی کہا کفاف سے ظاہر الروایت میں بیچنے خیاط مراد ہے اور عالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنے مثل المدقق لقد کفافیت مذکور ہے اور یعنی خیاطت کف ہے نہ کفاف اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ ملعمۃ بحریر کا پہننا ثابت ہے اسمیں چاندی سونا مذکور نہیں تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل ہے محکو علیہ التشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصرا وھم وباللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے کہ قفیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جیب اور بغل نہ ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور وہ کپڑا مراد ہے جو اسپر کا ہو ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم ویحل توسدا وافتراشہ والنوم علیہ وقالا لا لشئ من ھذا لانہ حرام وھو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ھذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش سجانا اور اسپر سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول رخصت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مذہب شرح کے مخالف ہے ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ یہ صحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں جلت کے قول میں

کذا فی الطحطاوی واما جعله دثارا او ازارا فانه یکره بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شمار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہ ہو واما الجلوس علی الفرشة فحرام بالاجماع شرح مجمع اور جائے کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداه ابریسم ولحمته غیره ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یعتبر بنسیجه او بالنسیج والنسیج بالّلحمة فکانت هی المعتبرة دون السدا اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہو اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو جیسا سوتی کتان یا اسی کی جھال کا یا روئی کا یا خز یعنے دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا انہیں ہوتا مگر بنا وٹ سی ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت ہے بانا ہی معتبر ٹھہرا نتانا قلت وفی اللبنلالیة عن المواهب یکره ما سداه ظاهر کالعتابی وقیل لا یکره وهو الاحتیار قلت وکذا یختار ان المرجع اعتیاد اللحمة کما یعلم من العزمیة بل فی البحر ان اکثر المشائخ علیه ویفتی اخلافه میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو جیسا سوتی کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اعتبار میں ہے کپڑا جسکا بانا ظاہر کرنے کا قوام ہے جیسا سوتی کپڑے سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبیٰ میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہے یعنے برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتویٰ دیا ہے ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور مضمرات کی مذہب یا غالب ہو تب بھی حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے بنایہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم الیحر انتهی قلت وهذا کان فی زمانهم واما الآن فمن الحریر دهینذ فیحرم بیقین وبتاتارخانیة فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز بفتح خا مجمعہ و زا منقوطہ سو وہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور اب حلال خز کا صوف پر فقط اسا بقین کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی الجوہرۃ النیرۃ واس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول اسا بقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل تکسة فی الحرب فقط لو صغیقا بان اتقاء العدو وفلو رقیقا حرم یا کلاہ جسکا حلال ہونا اعدو الفائدۃ سراج اور کلاہ سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنے جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہو گا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے فائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج ہم لفظ اجماع کا خلاف عقریب معلوم ہو گا واما الخف فیکره فیها عند خلافا لهما ملتقی اور خالص ریشم جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی موجہ یہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین کے حلال نہیں اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں ہوتا لیکن ظاہر روایہ کے خلاف ہے اسواسطے کہ اسمیں یون ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص بیت سلاح کے دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں جب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی تو جب یہ خالص سلاح ہے تو جنگ میں تمسکا فقط بانا ریشم ہونیکا جائز نہ ہو گا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وہم ارما لو خلطت اللحمة بابریسم وغیره والظاهر اعتبار الغالب بین کتانا ہوں اور میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر اغالب کا اعتبار ہے یعنے اگر ریشم غالب ہو تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہو تو حلال ہے فی الحاوی الزاهدی فکره کالمظاهر لزاوحظ منه حزه حظ منه قز وظاهر المذهب هدم جمع التفرقة اذا کان ظاهره قز وحظ منه غیره بحث یری کله قزا فاما اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامة فظاهر المذهب انه لا یجمع انتهی واقراه شیخنا قلت وقد علمت ان العبرة للحمة لا للظاهر علی الظاهر فافهم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اوٹ کی ہو اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خلط متفرق جمع کیے جائینگے جبکہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اسطرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع کر نیگے انتہے

مافی الحلوی اور ہمارے اساتذہ اس قول کو بیان کرتے ہیں اور ترجیح دیتے ہیں اور ہم نے اس کو درست مان لیا ہے کا اختیار ہے منقطع ہو کر کی نماز کی
کا بنا پر قول ظاہر الروایۃ کے تو اس کو چاہیے کہ اپنے اگر اس کپڑے کا بنا ابریشم کا نہیں ہے مکروہ نہیں کو لیکن ہم نے مکروہ کہا ہے والحصر والمزعفر
واکا صفر للرجال اور دونوں کو مکروہ ہے کسم کا نکالا گیا اور زعفران کا نکالا گیا پس ہر دو قسم لینے دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے
اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الظہیری تو معلوم ہوا کہ الہدی اور ناپاک اور نا سکار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں ہے
کو ان مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے جیسا کہ فتاوی قاضیخان میں ہے ورس ایک گھاس ہے اس کا رنگ زرد ہوتا ہے مفاد اہ لا یکرہ للنساء ورد کی قید
کی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتوں کیواسطے مکروہ نہیں ہے والا یأس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگوں میں کپڑا
کیواسطے وفی المجتبی والمفہستانی وشرح النقایۃ لا بأس بلبس المشبع الاحمر انتہی ومفاد ہ ان المکروہ تنزیہیۃ اور مجتبی اور
قہستانی اور ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہر کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے ہم اسواسطے کہ لا بأس کا کلمہ اکثر
محل اول میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الفتح یا لفظ سرخی ہر اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھ اور ان کی مرکبانہ کی سرخی لکن صرح ف
فی الفقہ بالحرمۃ فافادانہا تحریمیۃ وھی المحل عندکما اطلاق قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیھا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب
لیکن تحقیق میں تو باامر کی حرمت کی تصریح کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محل اطلاق ہے یعنے جب مطلق کراہت
بولتے ہیں بلاقید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے یعنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام
میں ایک رسالہ ہے اسمیں آٹھ قول مذکور ہیں ان سے منجملہ ایک قول یہ ہے کہ تو ب احمر مستحب ہے ہم العلم عنہ سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کپڑا
فی الحالمگیریۃ من الخلاصۃ ولا یتقی الرجل بذہب ولا فضۃ مطلقا اور مرد پرہیز نہ کرے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اسکے سوا میں الا بخاتم
ومنطقۃ وحلیۃ سیف فقط اذالم یزد علی الزنۃ مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اسکے آرائش
کا قصد نہ کرے یعنے وہ آرائش جو زیور تجار اور تکبر والوں کا ہوتا ہے قفیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمربند کا جسکے دونوں کناروں پر چاندی سے کوئی حلقے ہوں انتہی ظہیریہ میں ہے کہ
اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حمائل سیف خمائل سیف ہر چند کہ چاندی
حلیہ سیف نہ ہو کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ اطلاق استحسان کیلئے ہے کذا فی الظہیریۃ وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسلما من یباع ولا
یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع فہی بعد سبع ورق کذا فی المنطقۃ حلقۃ حدیدۃ مخالس وغلاف وسیجی حکم لبس اللؤلؤ انتہی ومجتبی میں ہے کہ استعمال ایسی مٹی کا
حلال نہیں ہے کہ چوڑی دیا ہوا ہو بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا سات انگل کا ہو اور اسمیں سات ورق کے بعد یوں ہے کہ پیٹی میں حلقہ لوہے کا اور تانبے کا ہو تو مکروہ نہیں
مرتوب کے پہننے کا حکم آگے آویگا کذا یختم لا یا لفظ لحصول الاستغنا یہا اور انگوٹھی چونکہ چاندی کی ہے اسلئے اسکے پہننے سے بے پروائی کہ چاندی سے یعنے چاندی کی حاجت رفع ہو گئی
توب جبے کو لوہے یا غیر چاندی کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا الجر وعجم السرخس جوالیشہ والعتیق وہو ملاحمرہ وذہب حدیدہ صفر وسراصاص وزجاج وغیر
ذالک سوا چاندی کے انگوٹھی بنانا حرام ہے جیسے لوہے اور پیتل اور رنگ کے شیشے غیر ہا یدل اور گذشتہ یعنے چاندی کے سوا کسی کی حاجت باقی نہ رہی اور خرسی جو ازنیاب وہ محقق کی تصحیح
کی ہے اور الاسترو وغیرہ سبع جو درندوں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہم یکفتہ حلقہ انگشتری مین ہے لونکہ تو الاتفاق درست ہے چنانچہ کافر شرف پہنتا ہے اسکے شرف پہننے سے پیشتر کہ
انگوٹھی کو نہ دیا کہ اسے جو تین کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو نہ دیا کہ یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو نہ دیا کہ یہ زیور ہے ہر بہشتیوں کا کذا فی الیعنی شرح الہدایۃ عون ابی داؤد والترمذی
والنسائی لیعنی اشتہار شب بیر کشف الغیم اور درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ اللبس فالتختم ثبت کراہۃ بعہا وصرح بہ لما فیہ من الاعانۃ علی ما یکرہ نہر
ملادی لا یحل ولا یجوز نہر سامہ فی شرح الوہبانیۃ جب بحر وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلئے کہ ہر اس امر کی اعانت

جائز ہے اور چاندی کی انگوٹھی میں نگینہ کا اعتبار ہے اگر نگینہ کا وزن ساتھ مثقال ہو تو انگوٹھی جائز ورنہ ناجائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ انگوٹھی میں نگینہ نہ ہو اور انگوٹھی کا حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ درست ہو اور حلقہ میں نگینہ جڑا ہوا ہو اور نگینہ میں مہر لگائی جاتی ہے تاکہ حکام کے پاس لے جانے میں مہر مٹ نہ جائے اور نگینہ میں مہر لگانا درست نہیں ہے کذا فی المحیط اور حلال ہونے کی یہ قید ہے جبکہ

اُسکو دیکھنا و خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی الہندیۃ واما الاول لتکلیف الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد فستأنف قلت وھو نسیۃ المقام تکفی قتل بکر اور بستر یہ تمام کہ مصنف لفظ رجل کو مذکر والا نہ معرف بالف ولام تھا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہوا سواسطے کہ قاعدہ یہ ہی ہے کہ جب بالالام مکرر آتا ہو تو ثانی عین ہوتا ہو اول کا اور اسطرح کا کلام ہو سکے مابعد مین یعنے نظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور قرینہ مقام مغایرت کیواسطے کفایت کرتا ہو ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ یأثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وھی غیر یاذنہ لم یأثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اُسکے اذن سے تو گنہگار نہ ہوگا مین کہتا ہون آمین تو مرے سچا اعتراض ہی بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہو کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کیطرف نظر کی اور حالانکہ اُسکی شرمگاہ ظاہر ہا ہر ہو یعنے کپڑے سے ڈھکی ہو تو دیکھنے والا گنہگار نہ ہوگا انتہی کلامہ الزاہدی کی قہستانی کی غلط فہمی کو یاد کرنا چاہیے ہم زیلعی مین ہو عورت کے بدن مین تامل کرنے کا مضائقہ نہین اگر اُسپر کپڑے ہون بشرطیکہ کپڑے سے اُسکا حجم معلوم نہ ہتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث سوال ضرا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو ملکِ یمین عورت کو تامل کرے اور اُسکے کپڑے دیکھے یہان تک کہ اُسکی پنڈلیون کا حجم ظاہر ہو جاتا ہو تو شخص سبت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی رکبۃ عورۃ کالسرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اُس بدن کے جو ابین اُسکی ناف کے ہو اُسکے گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور ہیچ ہے اور ناف عورت مین ہم عورت غلیظ سبال اور سرین ہی اُسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اُسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اُسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب سے یعنے اگر زنانے تو رات کذا فی الہندیۃ ھذا ھو مرسوم واستدل لہ وطیہما فرج لحیی سیۃ والکاتبۃ والمشترکۃ ومتلوۃ التیز والمحرمۃ برضاع او مصاھرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ بجبتی ویشکل بالمضاجعۃ فانہ لایحل لہ وطیہا ونظر الیہا فہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الخ فیحمل کثیرۃ وغیرھا کما مر اولا بترکۃ کانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اُس لونڈی کی جسکی قربت اُسکو حلال ہی فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہی کہ نسیان پیدا کرتا ہی حلال خدمتی کی قسم سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شرکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہی کلمکی اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہی کذا فی المجتبیٰ اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہی اُسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہی اعتراض وارد ہوتا ہی اُس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہو گیا ہی پردہ پھٹ کر کہ اُسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہی کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور گاہے یون جواب دیا جاتا ہی اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ الکثری ہی نہ کلی ہم نے لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہی کہ خود وہ مان ہو یا بیٹی زیلعی مین ہی کہ بہتر یہ ہی کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو ستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہ ہو جاویں کہ عورتین مانند گدھون کے ننگی ہوتی ہین الطحطاوی ومن محرم من لایحل لہ نکاحہا ابدا نسبا وسبب ولو بزنا الی الرأس والوجہ والصدر والساق الاصح الاظہر شہر وھو ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فہر قہستانی علی الاول فقط ہم ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور مُنہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر شہوت سے بچے ہو اور اُسکی شہوت سے بھی ایسا ڈر کیا ہی جیسا مین جو شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اُسنے قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم زوجہ اور محرم کے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہین بسبب اُسکے یا بسبب اگرچہ دوست سببی ذاکاری سے ہم محرمات نسبی جیسا کہ محمد ہادی نافی اور محرمات سببی جیسا کہ دایہ اور اُسکے اصول و فروع اور خوشدامن واگر اُسکا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہین کالی الظہر والبطن خلافا للشافعی والقہستانی دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کیطرف پیٹھ اور پیٹ مین الم شافعی کا خلاف ہی واصلہ قولہ تعالٰی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الآیۃ وتلا الممذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم مین اصل اللہ تعالٰی کا یہ قول ہی کہ عورتین اپنی زینت کو

ف ۱۲ یہ جواب ہمارے مذہب کی بنا پر ہی ۱۲ منہ یا فاضل نجیب ۱۲

لغا ہر کہ بین مگر اپنی از دواج کو یا اپنے آباء اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آباء اور اجداد کو یا اپنی فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا اپنے مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع بین زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کہ مکان تبیین ہم آیۃ شریفہ بین نہیں ہے اور زیور مراد نہیں اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سر کا مکان ہے اور گردن اور سینہ یا اور جو غیرہ کا موضع ہو اور مکان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری کا اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہے کذا فی التبیین اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی المحیط وقولہ تعالیٰ ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الخ حرص اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگر یہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسیطرح ہے تو مرد اسکو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند مع لونڈیان گھر والے کے کام کو اسواسطے ہوتی ہیں لیکن اگر اسکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا خیر دین سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوئی وما حل نظرہ ممن مر من ذکر او انثی حل مسہ اذا امن الشہوۃ علی نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل رأس فاطمۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قبل ولد امہ کلفا قبل علیہ الجنۃ وان لم یامن ذلک او شک فلا یحل النظر والمس کما فی الحقائق لابن سلطان ومجمع اور جسکا دیکھنا حلال ہے جملہ یہ ہے عورت کے جو بیان ہو چکا تو اسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اسکے لئے گویا استانہ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبیٰ الا من اجنبیۃ فلا یحل مسہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولما ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال اسکا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر اسکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسیسبب سے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے وھذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا بأس بمصافحتہا ومسہا اذا امن اور بیرنی چہرہ اور کف دست کا چھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہے اور ایسی بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین ہے تو اسکے مصافحہ کرنے اور اسکے چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت کے مذہو ومن جلالۃ المسجاز سفرہا وھذا اذا امن علیہ وعلیہا الا لا اور جبکہ بڈھی کا ساتھ چھوڑنا درست ہو تو مرد کو اسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی البحر عن المحیط فی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام لا لملازمۃ حرمۃ دخولہ حتی لو کان بحیث لو اشتہاہا او اشتہاہ امن ہو کذا فی الخلاصۃ وغیرہا یعنی خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور یہ اسلئے کہ مرد مین گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڈھی عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے لینے کوئی غیر عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان مین ہون کذا فی الحلاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا لاخت رضاعا والمصاہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضائی بہن اور خصوصاً جوان کے ساتھ خلوت مباح نہین وفی النقر بلالیۃ معزیا المجوزۃ کالاجنبیۃ الا العجوز فلا بأس بسفرہا وبمصافحتہا وبمسہا علیہا والسلام اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہے اور مرد نابالے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنے بلند آواز سے ہم خانہ مین ہو کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہو تو مرد آواز سے جواب دے کر دعا دے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو مین ہاتھ کے ہم خانہ مین ہو کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہو تو جواب دے اور اگر جوان ہو تو اپنے دل مین جواب دے خزانہ مین ہے کہ اگر جوان خواجہ سرا

عورت چھوٹے تو محرم مرد چھوٹے کے بدن کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی وبہ یاتی ان لفظ لا فی نقل قہستانی ولو بکلمہا لا یحتاج الیہ زائد فتنبہ اور جو ہر کی عبارت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا استثنائی کی اس نقل میں زیادہ ہے لیکن بکلمہا بالا یحتاج الیہ تو آگاہ رہنا ہم یعنے اگر لا کا لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا حالانکہ چہرہ سے سوا کوئی عورت سے کلام نہ کرے ولہ مستثنی ذلک ای ما حل نظرہ اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ فالحظر ولو قیلا فی زماننا فہو حرام فی الاحتیار اور اسکا چھونا یعنے بکار دیکھنا حلال ہو اسکا چھونا مکروہ درست ہو جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگر چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف پر ہو کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا جاتا ہے میں ہم یعنے اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہو تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہو یا سخت دامنہ بلغت حد الشہوۃ کالمرض علی البیع فانا رأی احد یستر ما یبدو للمس تو المرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو اسکو بیچ کے واسطے بیش کرنا جائز ہے ایک بدن میں جو اب تک چھپاوے کے واسطے کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہو وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ بحجتی الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المحیط دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ اور دونوں کفوں کو ضرورت کے سبب سے بضرورت کے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہو جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ قدم اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اعظم شائع سے اختلاف ہو ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہو کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہو اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہو اور سرخسی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہو اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہو کہ نماز میں قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہو اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہو احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعین ہما کالاجنبیۃ فینظر بہما وکفیہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا کالیسا فرہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی وہو مالک ینظر المحرم اور عورت کا غلام اسکے ساتھ حج میں کی برابر ہو فقط اسکا چہرہ اور کفوں پر نظر کرے مگان اسکے پاس جایا کرے بدون اسکے انہیں کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا بل النظر معتبر بعدم الشہوۃ والحرام وہو فی زماننا فہو حرام فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو ہم کو نظر کرنا عورت کے چہرہ کی طرف ممنوع ہو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہو اور نہیں تو حرام ہو اور یہ یعنے حلت نظر وعدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہو یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی الہندیۃ وغیرہ الا النظر الی الحاجۃ کقاضی وشاہد یعرفہا ویشہد علیہا فلہ نظر وجہہا لتحمل الشہادۃ فی الکل مسلم اگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت مدروبیات کے سبب سے حلال ہو جیسا کہ قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہو اور شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت ہو گواہی دیتا ہو جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح قول میں شارح نے کہا اور رشیدی میں لف نشر مرتب ہم یعنے اگر عورت اپنے دعوی کرنے کے واسطے کسی شاہد کو تی ہو تو اسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کرنے کے واسطے حلال ہو زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر یہ واجب ہو کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضائے شہوت کے واسطے تا بقدر امکان اضیع سے بچیں وکذا مریدہ لکاحہا ولو عن شہوۃ بینۃ لا فتضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہو اگرچہ شہوت ہو تا بتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے حم ترمذی اور نسائی میں ہو کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ لو تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے پس کہا لیکن عورت نے کہا کہ چہرہ اور کف دست سوا نہیں کذا فی الطحطاوی دشنانی ومعاد ونقا اور اسیطرح عورت کے خریدنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہو

اور لا کا لفظ اگر نہ ہو تو بھی یہ عبارت اسی طرح ہو

یتنظل الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذا لم یوجد من یداویہا الا الطبیب (عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے
سوا سطے کہ اسوہ ضرور بیقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہو
ولیکن انیما میں ہنعنت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر شکی بدن کی رنجانیت (یعنی علاج
ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا النظر فی بلۃ ختان اور سیطرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت
حلال ہے ہم سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنے اگر بغیر اسکے کام نکلے تو نظر نکرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایک دو بار بقدر ضرورت
نظر کرے اجازت عام نہ سمجھے ویلیق ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اولائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی اور سے نہ سیکھے
بلکہ عورتوں کا علاج کیا کرے سوا سطے کہ ہمجنس کی نظر بکثرت ہوتی ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوے قاضیخان کے
اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قریب ہو وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھاوے اور اگر عورت نہلے یا عورت بے لیاقت ہو
تعلیم علاج نہ کرسکے اور خوف ہو شدت درد اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنا نکہ بجائے رہے سوا انگشت کے اور اسمیں محرم
اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسوا سطے کہ عضو واجب الستر کا دیکھنا حلال نہیں مگر ضرورت کے سبب سے بھی وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل
عورت مسلمان دیکھے عورت کو بقدر مرد نظر کرنا جو زد سر کو دھم یعنے زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے
اسوا سطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہوتا ہے یہی مذہب ہمارے اصحاب کی جمہ سے اور اندام شہوت کے سبب سے غالبا سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے
خالی نہیں وقیل کالرجل المحرم وکالاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے بقدر مرد دیکھتا ہے یعنے ہم کو پیٹھ اور پیٹ کو دیکھنا
اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج ولکن لا تنظر المرأۃ من الرجل لتنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور سیطرح عورت مرد کو دیکھے صنام مرد دیکھنا جبکہ
کہ اپنے اور اسکو شہوت ہونے کا خوف نہو ولو لمعا من اوخافتا وشکت حرم اسعافنا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تاتارخانیہ معزیا للظہیریۃ
اور اگر عورت کو شہوت سے ہن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کیطرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان جیسے مرد کو عورت
کیطرف نظر کرنا اور صورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہونے پر جو قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنے عورت کی نظر میں مرد کیطرف یا مرد کی نظر میں عورت کیطرف کذا فی التاتارخانیہ
منسوبا الی الضمرات الذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الا یدی المسلم بعجلتی اور ذمیہ یعنے کافرہ ملیح الاسلام جنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو مسلمان
مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوا چہرہ اور کفدست کے کذا فی المجتبی ہم اولائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکا عورت کو دیکھے اسوا سطے کہ وہ اسکی صورت اور وصف
بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت سونہ کو کہ اپنی ستر مگاہ شرکیا کتابیہ کے سامنے عورت کذا فی السراج وکل عضو یحل
النظر الیہ قبل الانفصال لا یحل بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانتہ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وسنہا وقلامۃ ظفر ذہا وعود
یدہا سمجھے اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال عورت کے بعد ہو جیسا کہ سونے
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پانوں کا ناخن قرناخا ہوا اسکے ساتھ کذا فی المجتبی وہو النظر
الی قلادۃ اجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبی میں ہے کہ عورت جنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار وصل الشعر بشعر الآدمی حرام
سواء کان شعرہا او شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والواشرۃ والمستوشرۃ
والناصبۃ والمنتصبۃ الناصبۃ التی تنتف الشعر من الوجہ والمنتصبۃ التی تطلب ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ
اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑے دوسری عورت کے اور جو جوڑے آدمی عورت کے

عورت کا بدن گورے اور جگہ دوسرے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کرادے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چنا وے والمخنث واللجوج والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور جو جوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر ہیں خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور جوب وہ جسکا آلۂ تناسل اور فوطے کاٹ دیے گئے اور مخنث وہ ہیجڑا کہ اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرانا چاہیے اسلئے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں کی کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکا انزہ سست نہیں ہوتا اور جوب قطع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور وہ تعلق کرتا ہے اور اسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لذت بھی حاصل ہوتی ہے اور مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہیں جسکے مضامین میں عورتوں کے ساتھ نرمی ہے اور عورتوں کی اسکو طلق خواہش نہو تو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے خادم کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی لخصاء ویقبل کایأس بجبوب بجب ماء ولکن فی الکبری ان من جبوہ فقد قلۃ الجبۃ والدیانۃ اور بعضوں نے کہا کہ اس قطع الذکر والخصیتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جسکی منی خشک ہو گئی لیکن فتاوی سکبری میں ہے کہ جسے ہمکو جوب پایا ہے تو طبیعت ہمکو ایسا ہی معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی حلال نہیں کیونکہ عوام نص کو فانی الزمان ہیں نص ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایمانداروں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور جوب اور مخنث مسنین میں داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتوں کی طرف حلال نہیں وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن حرمہ بہ ای باذن حرۃ او امۃ قیل یجوز بلا ذنہا لفشاء الزمان ذکرہ ابن السلطان اور غیر لیتے ہیں لونڈی کیساتھ عزل بغیر اذن اسکے اور عورت کیساتھ اسکے اذن سے مگر یہ کہ عورت لونڈی ہو اور مالک اسکا بیٹا ہو تو اسکے اذن کے بغیر عزل کر سکتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برات سے مطلقاً اور شرع میں ہم جاریہ کی طلب برات حمل سے عبارت ہے یعنے ملک جاریہ کے بعد حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسپر وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد من ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورفع جنایۃ ورفع بیع بعد القبض ونحوہا خواہ مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا لینے اس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خریدے یا میراث میں پائے یا جہاد میں پکڑ لائے یا رفع جنایت سے یا رفع جنایت سے یا رفع بیع جانبین کے بعد قبض سے اور مانند انکے جنانچہ یہ ہے جو من ہبہ او خلع او صلح او کتابت او عتق قبل سلم بر کہ لونڈی عوض طلے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ کما سیجئ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تا خریدنے مجبوب کا مسئلہ نکلجاوے چنانچہ آگے آویگا ولو بکرا او مشترکا من عبد او امرأۃ او لو عبدہ مکاتبا تہ وماذونۃ ولو مستغرقۃ بالدین فانہ کالاستبراء اما اذا اجرت ہی اگر یہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے مکاتب سے یا اپنے ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق مدیون ہو اور نہیں تو استبرا کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں سبب حتم رحم کے یعنے صدوث ملک کے وقت یعنی تصرف بات حتم رحم کے یہ ہے کہ مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولی کی ملک نہیں الم کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبرا بھی نہیں ہے بخلاف مکاتب غیر مستغرق ومن محرم بہا غیر رحمہا کیلا تعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ جاریہ آزاد نہو جاوے محرم رحم محرم غیر نسبی جنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اسکی رضائی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الکلبی علی شرح الوقایہ او من مال صبی او طفل یا جاریہ خریدی او غیرہ کے مال سے اگرچہ صغیرہ ستر کی لڑکی ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی اظہر احتمالی وقوعہا فی غیر ملکہ لظہورہا جبلۃ جو مالک ہوا جاریہ کی مذکور کا تو اسپر جماع اسکا اور اسی طرح دواعی اور سوجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی جمع جاریہ ہے

۵۸ یعنے باستثنا مخصوص کو ذکر کرنا یا فضلہ شہوت کے سبب ۱۲ سکت یعنے اگر کسی ۱۲ منہ

غیر مملوک میں اُسکے حاملہ ہونے کے ظہور کے سبب سے مع مدعی جماع چنانچہ مساس بشہوت یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اُسکو قتل کیا ہو ہو گیا اور بائع نے اُسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اُسکی ام ولد ہو گئی اور بیع اُسکی باطل ہو گئی تو بہ سوء وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتہ یستبرئ بحیضۃ فیمن تحیض وبشہر فی ذوات اشہر وھی صغیرۃ وآئسۃ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اُسپر اُسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہیں یہاں تک کہ اُسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایکبار حیض آنے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ گذرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہو اور کبیرہ ہو جسکا حیض بند ہو گیا ہو یہ ہے اور جسکا حیض منقطع ہو یعنے اُسکو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الطحطاوی یعنے اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برأت رحم کی حاصل ہو گی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہو یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گذر جانے سے مع وجوب استبرا میں وہ حدیث اہسل ہے جو ابوداود میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ بنی قریظہ کی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے وضع حمل تک اور غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایکبار حیض آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبرا بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہو گیا یعنے استبرا میں اصل حیض ہے دو مہینے اسکے بدل تو اصل کے ہونے پر بدل کی کچھ حاجت نہ رہی ولو ارتفع حیضا بان صارت مستحاضۃ استبراءھا بثلثۃ اطہر من حیضۃ استبراء ایام عدۃ الحرۃ اور اگر جاریہ کا حیض رفع ہو گیا اسطرح پر کہ اُسکا طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی خورتوں میں سے ہے تو اُسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہے جسمیں تین حیض آئیں اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضۃ تزید علیہا من اول الشہر عشرۃ ایام بہ جزم قنیۃ وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اُسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البزازیۃ وغیرہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو وضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا حیضا ولا آیسۃ بعد الملک قبل قبضہا کما لو حاضت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا میں شمار نہ کرے اُس حیض کو جسمیں مشتری اُسکا مالک ہوا اور نہ آئس میں کو جو حاصل ہو ملک کے بعد آئسہ قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اُس لاولد سے کو جو بطلاق حاصل ہوئی یعنے بعد ملک تا قبض کے کالبیعۃ بالخیار من ذلک لو من حیضۃ وطہر ہا قبل البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو جسکے ہوا سطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا استغناء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد میں قبل اس بات کے کہ اُسکو شراء صحیح خرید کرے بسبب ہونے ملک کے کامل بیع فاسد میں جو حیض آیا ہو شمار کیا جائے وہ یجب بالشہود بغیب بل کہ صار ملکا مشترکا بینہما لقیام ملکہ الان اور واجب ہے استبرا بسبب خریدنے حصے اپنے شریک کے اُس لونڈی سے جو مشترک ہے دونوں میں بسبب جسکے ہو جاتا ہے اُسکی ملکیت کے اب ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اُسپر استبرا واجب ہے اسواسطے کہ شریک بیشتری اب اُسکا ہو گیا کذا فی البحر او بحق معصیۃ حاضتہا وھی بحوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء لو فی حالتہا ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودھا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبرا کے پھر اگر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنے حیض مذکور اسواسطے استبرا میں کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند الاباقۃ ای فی دار الاسلام خانیۃ اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی خانیتہم اتفاقی ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحطاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پلٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اُسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین کے نزدیک اُسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اُسکے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور مالک کو

گرگیا تھی اور اسکو پکڑ کے واپس لیکر آئے تو امام اور صاحبین رح کے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر بائع اپنے مالک کے پاس پلٹ آویگی تو سبکے نزدیک اُسپر استبرا واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے گرگئے سے وہ جاریہ مراد ہے جو دارالحرب میں بھاگ گئی اور کفار اسکو نہیں لیگئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا تخلل ہے کذا فی الطحطاوی وقولہ المغصوبۃ ای اذا لم یعلم الغاصب فیۃ اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبرا واجب نہیں بشرطیکہ اسکو غاصب نے ذبح ڈالا ہو کذا فی النہایہ ہم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک یا مشتری کی رضا سے اوندھی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو بموجب عدم جماع کے استبرا نہیں اور بعد جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرۃ وذلک للمرھونۃ لعدم استحقاق المالک اور دستاجرہ اور نہ کہ مرہونہ سے استبرا واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب سے لیعنے اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہ ہوگئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو قال البیع قبل القبض کالاستبراء علی البائع کالودیعۃ بخیار او قبضت ثم ابطلہ بخیار او لعدم فسد جاز عن المالک اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار بائع یا خیار مشتری نے اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باعہ مدبرۃ او ام ولد او قبضتہ ان لم یعلما المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اُسپر قبضہ ہوا پھر رد ہوا تو استبرا واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی حرمت نہ جانی ہو ہم آمین اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبضہ سے مملوک ہوگی تو مشتری کی قربت نا محرم اسمیں استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اسکی توجیہ کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلقتہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فللخیار وجوز لہ الوطی اور اسیطرح اگر جاریہ نکاح کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا معتمد اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ شرٹی معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا ثم اشتراہا لم یحل لہ وطیہا الا بعد استبراء جدید انتہی یعنی اگر عدت والی جاریہ خرید کی اور اُسپر قبضہ کیا پھر اُسکی عدت منقضی ہوگئی تو اسکا استبرا نہ کرے اسواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجوب سبب کیوقت یعنے ملک اور قبض مشتری کیوقت ہم صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجوب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہے اور خریدی ہوئی عدت میں تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک حیض باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اسپر استبرا واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بعدم الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہر ھذا ولا یفعلہا بعدہ الخ اور کچھ ضائقہ نہیں ہم اسقاط استبرا کے حیلے میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اُس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو استبرا کے ساقط کرنے کا حیلہ کرے اسی قول پر فتوی ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً ناروا ہے لیکن ہم نے تفصیل سنے کر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور صورت قربت محمد کے قول پر فتوی ہے دلیل اس حدیث کی کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں انکو حلال نہیں کہ کسی عورت پر اجتماع کریں ایک طہر میں جب بائع نے اس طہر میں قربت نہ کی تو یہ تحقق نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہ ہوں تو عدم ہونا ظاہر ہو تو ہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وھو لو اتی الم تکن تشتہی وطیہا او ابراہا او باعہا او وہبہا او ماتت او ارتدت او اعتقت او کاتبت او دبرت او زوجت کان کل ذلک استبراء لا یحتاج الی استبراء آخر ایضاً اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جسوقت کہ اُسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کر لے اور اُسپر قبضہ کرے پھر اُسکو خرید کر لے تو وہ جاریہ اُسیوقت اُسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اُسنے اپنی زوجہ کو خریدا تو بھی استبرا واجب نہوگا ہم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا اسقاط ہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ بیان تین قول ہیں یہ قول کہ تقدم قبض او دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول

علوانی کا یہ ہو کہ قبض شرط ہو نہ دخول اور تیسرا قول نرسی کا ہو کہ نکاح فقط کافی ہو نہ قبض شرط ہو نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہو اور قول ثانی اصل ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفی نقل الدرر عن ظہیر الدین اشتراط طہر قبل الشراء وذکر وجہہ اور یہ دین ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا طہر کا خریدنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہو وجہ مذکور یہ ہو کہ بعد وطی کے خریدنے سے اُسکا مالک بنے گا اور حالانکہ جاریہ اُسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بھروسہ خرید کے نکاح باطل ہو جاویگا پھر جب ملک کیوقت نکاح رہا تو استبراء واجب ہو گیا اُسکے سبب متحق ہونے سے یعنے استحقاق حلت وطی ہلاک ہیں کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان ینکحہا الیائع ثم ای یزوجہا عبدہ ثم یبیعہ کما یجیئ قبل الشراء وان ینکحہا المشتری وقبل قبضہ لغا فلا یعود لہ یسقط من موثوقۃ اور اگر اسکی تلی زوجہ ہو یا نہ کو حیلہ یا تو ہیں ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہو کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اُس شخص سے جسکا عدم تہمت ہو طلاق دینے کا چنانچہ اسکا فائدہ قریب دیکھا جائیگا قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اُس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہو تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کریگا تو استبرا ساقط نہ ہوگا اور یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہ او بیدہ یطلقہا متی شاء ان خاف ان لا یطلقہا یا جاریہ کا نکاح کردے کسی شخص سے بایں شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہو یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اُسکو طلاق دے یہ اُسوقت ہو جبکہ بائع یا مشتری اُس بندے سے کہ جاریہ کا زوج اُسکو طلاق دیدیگا ثم یشتریہا او یقبض قبل طلاق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اسپر قبضہ کرے دو صورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے دو صورت تزویج مشتری کے پھر زوج اُسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا ہر دو صورت میں جو ہو حیلہ اسقاط ہوا کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری کے اُس سے جب طلاق دینے کا معتمد ہو پھر مشتری اُسکو خرید کرے پھر زوج اُسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہ ہوگا بسبب اُسکے کہ وہ غیر کی منکوحہ خریدی اور اُسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اُسپر استبرا نہیں پھر جب اُسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور اسوقت میں وہ ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبرا کا سبب ہو تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کر دیا دوسرے سے پھر نکاح کے بعد اُسپر قبضہ کیا پھر زوج قبل دخول اُسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اُسوقت استبرا کا سبب یعنے حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف علیہا مائۃ الف درہم لان زید حلفت لرشید ان لا یشتری جاریۃ کذا یستوعبہا فاقبل یشتری نصفہا ویذہب لیقبض نصفہا ملتقط اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہو کہ زید خانون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اُسپر خریدکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خریدکرے اور نصف اُسکو ہبہ کیجاوے کذا فی الملتقط یعنے اس طرح سے سیاست صادق آئی کہ تمام اموال نہ خریدی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا نصف بھی حلال ہو گیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء والقبض کما یفید اطلاقہم وعلیہ فیطلب الفرق بین المکاتبۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن بعضہم وسکتا کاسنذکرہ لکن فی الشرنبلالیۃ علی الدرر التصریح بتقیید المکاتبۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن للقہستانی ما نصہ لو کاتبہا قبل القبض لا یجوز لانہ لا یملکہا بالکتابۃ بل بالقبض اور تنقیح یہ ہو کہ کاتب کرنا مشتری جاریہ کو بعد خریدنے اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہو اور یہ جب اسکے تو طالب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنے اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خریدنے اور قبض کے تو استبرا ساقط ہو اور اگر بعد قبض اُسکا نکاح کردے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں والبتہ مصنف نے اپنی شرح میں رمز نہ کر کے نقل کیا ہو اپنے استاد سے سبب کی راہ سے روایت کی راہ سے یا بحیثیت اُس فرق کو مذکور کرینگے یعنے آگے قول میں یعنے شرنبلالیہ میں ہو اسپر اگر تصریح ہو تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنے مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیئے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں نے اس مقام پر بیان شرح مواہب الرحمن سے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو ممکن ہے صاحب مصنف نے یوں جواب دیا ہو شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط سوا ہے نقل نہیں کی تو عبارت اسکی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم یفسخ برضاہا لیعود لہ الوطی وبلا

ف یعنی کاتب کرنا مشتری کا جاریہ کو بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے

استبراء از طلاق بالکتابۃ ثم عجز حدد بالتعجیز لکن عامہم یحدث ملک حقیقۃ فلم یوجد سبب الملک استبراء وھذا اسھل یحل لہا تاریخ
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کردے جاریہ کو کتابۃ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو ولی اسکے بدون استبرا کے جائز ہو جائے سبب زائل ہو جائے ملک مشتری کی
کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادائے بدل کتابت سے لیکن حقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب پایا نہ گیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے
آسان تر ہے کذا فی الاستاذ خانیہ یہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا تاج نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید یہ فرق ہے کہ کتابت
جاریہ مولی کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ مرہونہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے کاسب کی مالکہ ٹھہری تو گویا مولی کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ملک
جدید حاصل ہوئی تجزیہ یہ ہے کہ کتابت سے لیکر جو حقیقت ملک قبہ حادث نہیں ہوئی تو جب کہ موجب استبرا تھا یعنے حدوث ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے
کاسب جاریہ ملک مولی سے نہ نکلے ولیکن اسکے تصرف سے نکلے پھر اسکے تصرف میں آوے تو استبرا واجب نہ ہوگا اور اسکے خارج ہونے کی تصریف مولی سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولی مکاتبہ
کی وطی کرے تو اسپر لازم ہوگا کذا فی الطوطاوی ملخصا صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو بیع خیار دو تین کے مکاتبہ کردے مثلاً یوں کہے کہ میں تجکو ہزار درہم پر مکاتبہ
کیا کہ دو درہم کی قسط ہر مہینہ ادا کرے جب وہ عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اسکی رضامندی سے کتابت کو فسخ کردے تو اب جاریہ للہ تعالیٰ مولی پر حلال ہو جاویگی استبرا واجب نہ ہوگا
بدیں گفتہ تو یہ حیلہ سب حیلوں سے سہل تر ہے خصوصاً اگر کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد جلد اسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ
راضی ہو جاویگی لہ امتان لا یحتقعان نکاحا اختان ام لا قبیلہا فلو قبل اد وطیٔ احدھا حل لہ وطیٔھا ادون الاخری لشبھۃ فی الاول
لانقطاع ملکہ للحال ابن کمال حرمتا علیہ ایک شخص کی اپنی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا نہ ہوں بہنیں ہوں
جیسے خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں تو مالک نے دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو وہ دونوں اسپر حرام ہو گئیں ہوا گر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اسکے قربت کی تو اسی لونڈی کا بوسہ لینا اور
قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا دوسری لونڈی کا اس حلال نے کہا کہ بوسہ میں حرمت معتبر نہیں بلکہ مساس نظر میں شہوت شرط ہے بضد اسکے حرمت ثابت ہوتی ہے
شہوت ہو یا نہ ہو مساس نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے جمع میں الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام
نزدیک جائز ہیں نہایہ میں کہا اور سیاق جمع بین الاختین وطی میں حلال نہیں ہوتا مگر دو وطی بمنزلہ وطی کے ہیں دلت علیہ الدواعی کالتقبیل والتقبیل حتی
یحرم فرج احدھا علیہ ولو بعضہ فعلہ کالاستیلاء علیہا ابن کمال اور سیاق مولی پر حرام میں دواعی وطی کی جیسا نظر کرنا اور بوسہ لینا جبتک کہ ایک لونڈی
کی شہوت کا پیدا حرام ہو جائے اگر یہ حرمت بدوں وقوع اس فعل کے ہو جیسا کہ غالب جا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال صاحب تاج نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ یہ حرمت ہے
نہ تحریم ہے مملوک ولو بعضہا لأبی سہ کان او بکارۃ صحیح کاسد لا یا للدخول والوطی ولو بعضہا او کتابۃ کلہا تحرم فرجہا عمدا تدبیرہ وولدہ
حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے مالک پر ہے اگر یہ بعض جاریہ کی ملک کسی سبب سے بیع سے یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نکل فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولی پر حرام نہیں ہوتی
بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہوا ایک جاریہ کا آزاد کرنے سے اگر یہ بعض یعنے نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف
تدبیر اور ہبہ اور اجارہ کے اسلئے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت والمسیق ان کلا منہما حتی یحتج حیضۃ علی المختار تکملہ فتح الملتقی میں کہتا ہوں اور
مستحب ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جبتک جاریہ حیض نہ گذرے جیسا کہ فتح میں شرح ملتقی میں شرح بیان کیا ہے وکرہ نحو ما قبلہ تقبیل
الرجل فم الرجل ویدہ او شیئا منہ کذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او دونہ ذھذا الوعن شھوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیہ وفی
الاختیار یکرہ بعضہم یأس اذا قصد الرحم ومن الشھوۃ تقبیل وتقبیل وفی غرر الاستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اسکے ہاتھ کا یا اسکے عضو کا
اور سیاق مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت کذا فی التتمہ یا رخصت کے وقت کذا فی القنیہ اور یہ تب ہے جب کہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن وہ بیکاری
اور فریب احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے بسبب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ بیکاری کا قصد کرے اور

شہوت سے بیخون ہو جیسے چومنا فقیہ و مانند اسکے اور بزرگ کے جیسے کام فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں چومنے ایک دوسرے مرد کے چہرہ کو جبکہ وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا امعانقتہ فی ازار واحد اور سیطرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنے گلے سے لگا کر ملنا ایک تہمد مین یعنے کرتا اور انگرکھہ بدن پر نہو فقط ننگی یا جامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہوا ایسی حالت مین معانقہ کرنا وہ ہے کہ موجب شہوت ہو اور مراد اسے کہ شخص پر تہمد ہو اور یہ مراد نہین کہ دونون شخص ایک تہمد مین ہون ماسوا اسکے یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رضی سے مروی ہے کہ کہا ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم مین سے ایک شخص دوسرے کیواسطے انحنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہین ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہین ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہان اس حدیث سے سلام کیوقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث الطحاوی کی سانی الآثار مین باسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الدرایہ یافت کرنا چاہیے کہ یہی معانقہ اس صورت مین جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجئی وقال ابو یوسف لا بأس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ مضائقہ نہین چومنے اور معانقہ کرنے مین ایک تہمد مین دلو کا رعلیہ قیس وجہہ جاز بلا کراھۃ باتفاق وصححہ فی الھدایہ علی الملتون اور اگر مرد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بلا کراہت کے یا جماع شیخین ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ مین اور اسی قول پر چنانچہ فقہ شامل ہین ہم حدیث مین ثابت ہے کہ جعفر طیار حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکے دونون آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی مین ہے کہ اعراب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ مین تھے جب الطبح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ابراہیم علیہ السلام مین تو وہ القرنین کے پاس گئے تو انکو موجود نہ پایا لائق نہین اس شہر مین جسمین خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین ہماری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور انسے معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم مین عبداللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ سے ترمذی مین ثابت ہے کذا فی العینی شرح الدرایہ وفی الحقائق والقبلۃ علی وجہ البرۃ دون الشھوۃ جائز کالمعانقۃ اور حقائق مین ہے کہ اگر چومنا بروجہ نیکو کاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ ای کما تجوز المصافحۃ کما ھو سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنے معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ہم بحدیث معجم طبرانی بن عدیفہ بن یمان کے یون مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کے پتیان جھڑ جاتی ہین ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین بہ سند صحیح مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونون کے گناہ بخشے جاتے ہین اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنے سلام پورا نہین ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف یفید ان المکروہ ھو التقبیل والالتزام والانحناء ونحوھا یفید جوازھا مطلقا ولو بعد العصر فلو ھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ غیر ذی فی غیر موضعہ وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا منا مسلہ اور مصنف کا اطلاق یعنے بلا قید مصافحہ کا جائز رکھنا مفید اور کافی اور وقایہ اور نقایہ اور ملتقی مین اور غیر ماتون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ بعد عصر کے بدعت ہے یعنے مباح بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابون مین مذکور کیا ہے اور اسی محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہین یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اسکو یعنے ایسی شے کو اباحت اور

بدعت حسنہ پر اسواسطے کہ اذکار نووی کے خلاف ترہم اذکار نووی مین یون ہے کہ مصافحہ مستحب ہی ہر ملاقات کیوقت مگر یہ جو فجر اور عصر کی کو گون کی عادت ہوگئی ہی فرج مین اسوجہ خاص سے کچھ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہی تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین ترک کرنا بعینہ سنت کے ترک کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کردیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہی کہ اصل مصافحہ سنت ہی اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہی وفی التقیۃ السنۃ فی المصافحۃ لکلتا یدیہ تمام فیما علقہ علی الملتقی اور تقیہ مین ہی کہ سنت مصافحہ مین ہی کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور یہ اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہم نے کیا ہی اور یہ ہی کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام لینے انگوٹھے کو نہ پکڑے حدیث مین آیا ہی جب تم مصافحہ کرو تو بہام کو پکڑو اسواسطے کہ اسمین ایک گونہ ہر جسے محبت پیدا ہوتی ہی یہ مذکور شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شارح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر کرچکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ اصالۃً ومعنۃً کف بکف اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہی تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین بر خلاف مدفوع کذا فی الطحطاوی کما یخص الرجل عضو الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دو سرے مرد کے پاس سوتا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ بھرے اور نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم ہینے ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے کے اگر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما ویلزم غرۃ واحدہ والیہ ذہب المتاخرون لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی التنویر اذا بلغوا استکملوا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا بالغ کی دس برس کو ہوپہنچے تو دونون کی جوا گہا اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے سوا بہن اور اسکی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہی بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو اونکے بسترون مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور تنویر مین ہی کہ جب چھ برس کو ہو پہنچے بیٹے جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے ہم بستری مع التجرد ہی ایک لحاف مین والا جماعت کا پاس نہ ہو انسان کا اوڑھنا بچھونا جدا جدا ہو جمع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل او مجتبی مین ہی اگر بچہ وجب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہی نظر وغیرہ مین وہ الکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہی جیسے مسلمہ کا بدن سوا چہرہ اور کفہ دست دیکھنا درست نہین ویسی ہی کافرہ کا دست نہین علی الحق خلافا لصاحب الحمام ابن نظر الی عورۃ وجہ لحاف امام ظہیر سے روایت ہی کہ حمامی کو نہ گاہ کا دیکھنا درست ہی اور حجت اسکی تمان ہی جیسے حقنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہی ویسا حمامی کو وھو فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ عورت کی حالت مین ہی نہ غیر عورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی حقان الکبیر اذا امکن ان یحامی نفسہ فعل وانا فلا یفعل کما لا یخفی کذا فی الحلبی اشباہ الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے حقنہ مین کہا کہ جب اسکو عادت خود حقنہ کرلینا ممکن ہو تو کرے اور اگر نہ ہو تو نہ کرے کیونکہ گرد وصوت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے حقنہ کرنا چاہیے یعنی حقنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرے یا گردہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا حقنہ کرے اور اگر بدون اسکے ہو اور اذیت حقنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہی تو ترک حقنہ عذر سے بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی خلاصۃ الفتاوی وقولہ کما صرح بہ الخ کا حاصل یہ ہی کہ اسکا ترک عذر سے جائز ہی تو ترک حقنہ عذر سے بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الحلبی وقولہ والظاہر فالکبیر الخ یعنی قطع کا کہنا اور ظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہ ہی کہ مقررہ حقنہ نہ رہے اور قطع اکثر قلیل کفایت کرتا ہو حصول سنت مین جو کہ پاس تقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک اور کبھی مصافحہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کذا فی الدرر وہم قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا باستحباب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہی شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگو کے تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ مین اہل ہیں ہے تقبیل ظلما اور یہ امام کا قول ہی [illegible] اور قول ثالث تفصیل ہے اگر بوسہ تبرک کیواسطے ہو جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہی اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہی بقول علامہ عینی اور قول راجح تفصیل

تحیۃ بکسر ہو غرض دنیا کیلئے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم سلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی حینی نے شرح جہاد میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہو اور جو شخص تعظیم المتکبرین کا مستحق ہو اسکی تقبیل یدہ جائز ہے دفعل الصحابۃ علی الجمع نہ کہ اسکی تقبیل ید للعالم المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں عالم و زہاد کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو قول آئندہ میں داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل و قیل مستحیل اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں اور بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبیٰ ہم تقبیل میں احادیث کثیرہ وہ ہیں جنکا اخذ عبداللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہنے آپکا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ جو زید کی قوم نے حضرت کے ہاتھ بوسہ دیئے چومے اور ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اشارہ دے کر آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل ثابت ہوئی اور سوا رکوع کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل میں لعینین و علی الشفتین عبداللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں کما فی الدر المختار وقبل لا یجوز لان فیہ اذلالا للدین ہم زوجین کے حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصراً او تقبیل لأسراء العالم اجود کما فی البزازیہ اور جو سنا اسکے سر یا عالم کے سر کا بوسہ دینا کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود یعنی اکثر ثواب کے ہو ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرھما او لغیر عالم و عادل وھو المختار مجتبیٰ و فی المحیط او العظیم اھ السلم والکرام جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبیٰ و محیط میں ہے اگر عالم ہو عادل کا ہاتھ چومنا فقط اسکے سلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب علم کے واسطے ذا اھدی لہ ذلک یدفع الیہ دراھم یقبلھا لاجلہ فیکرہ لا ان حضر فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخیہ او خدھا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدمۃ للتقبیل ایک شخص نے عالم یا ہادے سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھاوے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا ہادی کے لیئے چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ زمانے چونکہ ایسا ہے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہوتا ہے اور خصوصاً کہ وقت چنانچہ قنیہ میں ہے یہ تقدمہ قول العبد نے صاحب قنیہ نے جو اجابت کو عدم منع کو کیا ہے اجابت پر قال وما یفعل الجہال من تقبیل یدہ نفاقا فی القوم فحرام مکروہ خلافا لبعضھم فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی جب کوئی شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سوا سمین خصوصاً بہ بنیت کراہت تحریمی ہے اور اما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعاً اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے ہم طحطاوی کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی سمین کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل ید بعض العلماء و الفضلاء فحرام والفاعل والراضی بہ اٰثمان کان یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ سمین کی جو بعضے ہیں عالموں اور سالکین سے ہاتھ چومتے ہیں سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اسپر راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں اسواسطے کہ اسطرح دین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدۂ غیر خدا کا مطلب ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی و ھل یکفر ان علم وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علم وجہ التحیۃ کما قالوا قیام تکبیر للکبیر اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو تا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بر وجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بر وجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہ ہوگا لیکن مکروہ ہے کذا فی الملتقط المنوح لغیر لابنہ وحرام اور ملتقط میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنے تکبر کرنا اور ہیبت جمانا حرام ہے مراد یہ ہے کہ غرض عبادی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لیئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر غیر اور کیلئے سمین کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کیواسطے ہے رابع ہے یعنے اس سے غرض دین ہمی

نہ عرض دینا وقالوا ھیأتہ یحیٰ بل یندب لہا القیام تعظیما للقادم کما یجیئ القیام ولو للقاری یندب العالم یستحق نظما اور وہابیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا ہو جانا آنے والے مسافر کے لیے جیسے جائز ہے کھڑا ہو جانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آنکہ کتاب الحظر میں ہے مسئلہ نظم میں آیا ہے کہ ان قیام میں مختلف ہیں بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابوداؤد کے کہا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلے عصا کو لیکے تو ہم صحابہ کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کیواسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ کیواسطے جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی ورسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اس میں تفصیل کی ہے جیسا کہ قاضی خان نے کہا ہے جو یہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اسکے پاس کوئی اشراف میں سے آیا تو مضائقہ نہیں کہا اگر وہ آنے والا عالم ہو یا فارسی کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام جائز نہیں انتہے اور مجمع فتاوی انقلابی میں ہے قیام فارسی کا جائز ہے جب کوئی اوسع زیادہ تر عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے والدین آویں اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موجب ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید وارد ہے وہ انکے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں چنانچہ ترک ادب اہل عجم کی عادت ہے اور صحابہ کرام کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کھڑا ہو جانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعد رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا قوموا الیٰ سیدکم لینے اپنے سردار کیواسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی **فائدۃ** قبل التقبیل علی خمسۃ وجہ قبلۃ المودۃ والوداد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ والابوۃ علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ کاخیہ علی الجبہۃ وقبلۃ الشہوۃ کالمرأۃ وامتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ المؤمنین علی الید وذراع بعضہم وقبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جمعہا قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ جو منہا پانچ قسم پر ہے اوّل جو منہا مودت اور پیار کا فرزند کے لیے گال پر بوسہ جو منہا محبت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر آے جو منہا شفقت کا اپنے بھائی کیواسطے پیشانی پر آے جو منہا شہوت کا اپنی حرمت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر بوسہ جو منہا تحیۃ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے جیسا حجر اسود کو بوسہ کذا فی البحر ہور میں کہا ہوں اور کتب ادابج میں آستانہ کعبہ کا بوسہ مقدم مذکور ہو چکا ہے یہ بھی بوسہ دیانت ہے وفی القنیۃ ویأتی ما یتعلق بالقیام قیل المصحف قبل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ لکان یأخذ المصحف کل غداۃ فیقبلہ ویقول عہدی ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ تقبیل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ میں ہے متعلق باب سفر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور فرمان ہے میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الحجر فجزء الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا ایکرہ وسہ کابی شکر کابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج کابحیی فی بحث الولیمۃ فی فاعلہا لا شاباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پانو سے روندنا مکروہ ہے اسکا چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہیں کرتے یعنے روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث میں مروی اور تقبیل منجملہ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالےٰ نے اسکو بزرگی دی ہے یعنے انسان اشرف المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہے

فصل فی البیع فیصل ہے بیع وغیرہ کے بعضے کلام میں ہم مسلمان کو تجارت اور دوکانداری کرنا چاہیے بیشک شریف فروخت کرنے اور دیانت کرنے کے سبب سے کل پیغمبر خرید وفروخت شرع میں جائز ہوا اور اسکی تعیین نہیں فان سابق میں سوال ہوا کہ قوم ترک کنارہ ان میں خرید وفروخت کرتے ہیں بعض انکا اکثر مال حرام ہے اور انمیں بیاج اور عقود فاسدہ

رابع ہیں توجواب ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اگر بائع نے مشتری کو خبر دی کہ یہ چیز اُسنے غیر سے باطل ہی ہوا وہ چیز بعینہٖ باقی موجود ہو اور بازار میں بھی ہو تو اُسکا خرید کرنا بھی ہے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ ہو کہ وہ چیز تو بعینہٖ موجود ہو لیکن اور چیزوں سے اسطرح مخلوط ہو گئی ہو کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے نزدیک پر خلط سے اسکے ملک میں آ ہی گئی مگر اُسے خرید کرنا چاہیے بیشتک کہ وہ مالک کو راضی کرے بدلا دیکر تو اگر بلا ادا ئے ضمان خرید کر لیگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہۃ ثالث یہ ہو کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور ربا وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اُسنے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو وقف کو اُسنے خرید کر نا درست ہو اور یہ فتوی ہو اور بہتر یہ ہو کہ اُسنے خرید نہ کرے بلکہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہو چلا ہر القضاۃ سے ہیں ہو کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان لینا کہ کسی چیز سے بچا جسمیں شبہ نہ تفتیش میں ہو اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیع فساد سے خالی نہیں تو اگر دلیر فساد سے کنارہ کرے ولیکن باوجود اسکے اگر خرید لیگا تو اُسکے حق میں حلال ہوگی بشرطیکہ اجنبی سے خریدی کی بیع صحیح ہو گی کذا فی الہدایۃ تنبیہ کو بیع العزۃ وبیع الاوعی خالصۃ یعنے آدمی کی خالص گوہ کی بیع کہ وہ ہم جنس نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر سُوسمٹی غالب ہو تو جائز ہو کذا فی البحر الرائق عن المحیط السرخسی میں ہے لان الخلاط الشائع لا یمنع الجواز کما لا یخفی اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا اُسقدر مٹی اور اُس سے کذا فی الہندیۃ وھو المختار کما فی الخانیۃ جو گوہ پر غالب ہو قول صحیح میں ہم فقہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہو کہ مٹی اور راکھ اُٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ بیچنے کا اُٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بالافیہ تراب مذکور ہو گویا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا رخصت اور منع باب پر کذا فی الطحطاوی کما مر لا انتفاع بخلط طاہر ای العذرۃ قبل بطلانہ علی ما صححہ ابن ہمام وغیرہ خلافا لما فی التصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح. بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنے باغ لوگھیت میں پلیدی ڈالنا صحیح ہو بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہو زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف التصحیح ہدایہ کو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا و فی الملتقی الانتفاع کالبیع فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہو کہ انتفاع عذرہ بیع کے مانند ہو تو یہ حکم میں برابر ہو تو سمجھے یعنے جیسے بیع میں خلط شرط ہو یونہی انتفاع میں وجاز اخذ عوض عما کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر ہو ہے شراب کے بدلے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنے شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اُسے دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اُسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہر یگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ کما اذا اکل مال یتیم بعینہ فجحد عند خلافا لما فی الہدایۃ وغیرہ من ان ما علی مسلم لا یحل لاحد اخذہ کما یحرم اکل مال الیتیم کما فی الزیلعی وغیرہ اور جو کچھ مسلم کا ذمی پر ہو تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع نہ کرکے اگر چہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک بیع جائز ہو برخلاف صاحبین کے اور نہ بارہ کے یعنے بطلان بیع اگر مسلمان کو گیا اور گئے ثمن اُس شراب کا تو رد کریگا جیسا بیع کی بھی تو وہ ثمن اُسکے مالک کو نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہم کہتے ہیں زیلعی نے کہا فقہا نے کہا اگر مر گیا اور اُسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اُسکے وارث اُسکو نہ لیں مال اُسکے مالکوں کو پہچانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں بغیر مالکوں کے ثواب کی نیت سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک رد نہ ہو سکے کذا فی الطحطاوی و فی الفقہاء الحرمۃ تتنقل مع العلم لا للوارث الا اذا علم وبہ اور اشباہ میں ہو کہ حرمت منتقل ہوتی ہو مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت وھو قول ضعیف لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز فقال کذا اخذ بعامۃ الروایۃ وھو حرام مطلقا علی الورثۃ قنیہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اُسکا کسب حرام ہو تو میراث حلال ہے بعض صاحبوں نے رمز کیا اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں یا وہ مال حرام ہو مطلقاً وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خیر اور رہیں اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہم المنتقی میں امام محمد سے روایت ہو کہ زنا سے گر عورت یا طبل یا مزمار بجانے والے نے مال کمایا اگر توبہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکوں کو وہ مال بھیردے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اسکا لینا گناہ ہے اسکو بھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہو تو خیرات کردے مالکوں کیطرف سے تا اگر صحیح مآل کو نہیں ملا تو ثواب کا محل ہوا اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہ مال حلال ہے کذا فی الظہیریۃ اور ہندوستان میں رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانے والیاں اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہیں کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگر یہ ظاہر میں بے شرط نہیں لیکن درحقیقت بھی بشرط ہے اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج شرط کے برابر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویجاز تعلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے ہواسطے کہ اسمیں انکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم اور بحالت قدرت ہر ہر خانہ میں ہر کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد میں مختلف ہے مراجعہ میں ہر مسجد میں نقش کاری چونہ اور گچ کا اور سونے کے پانی سے لاجورد یہ اور فقیروں کو دینا افضل ہے نقش کاری مے متعلق ہر کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو بلا تکلیف مکروہ ہو اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا میں نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور جو بہت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ ہو مسجد جس بانی سے تر ہو تی اسکا لگانا مسجد میں مکروہ ہے خلاف لید اور گوبر کے جب بھٹی میں ملائی گئی تو اسکا مسجد میں لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد میں کھانا لانا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کھانے کا مسجد میں قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرے پھر مسجد میں جائے اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کہ اعتکاف کی نیت ہو جیسے گھڑی کی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اسکے بعد کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ میں ہے مسجد تیز دھوپ لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد میں تنگی نہوتی ہو اور مصلیان مخل نہ پڑتا ہو تعلیم مسجد پندیدہ طرح پر ہے آدمی یہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہوں اور اگر نماز پڑھتے ہوں تو یوں کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پہلے اسمیں خرید و فروخت نہ کرے ۳ گم ہوئی چیز وہاں تلاش نہ کرے ۴ سوائے ذکر خدا کے وہاں آواز نہ بلند کرے ۵ دنیا کی باتیں نہ کرے ۶ اندر جانے کیواسطے لوگوں کی گردنوں پر نہ پھاندے ۹ مکان کیواسطے نزاع نہ کرے کہ میں یہاں بیٹھونگا تو وہاں بیٹھونگا تو وہاں کسی پر تنگی نہ کرے صف میں ۱۱ نماز سے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد میں نہ تھوکے ۱۳ وہاں انگلیاں نہ چٹکائے ۱۴ بنیاسات اور لڑکوں اور دیوانوں کو اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اسمیں بہت کرے کذا فی الجامع الحمیدیۃ صحیح یہ ہے کہ جب مسجد میں جائے تو داہنا پاؤں رکھے اور دعا پڑھے اور یہ دعا کرے اللھم افتح علی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایاں پاؤں بڑھائے اور درود پڑھے اور یوں دعا کرے اللھم افتح علی ابواب فضلک ۲ تعشیر اور قرآن مجید کی دس دس آیتوں پر علامت بنانا جائز ہے وقط ای الظہار لا غیر ویہ یحصل الرفق جدا خصوصا للعجم تنبیہ امر قرآن مجید کا لفظ یعنے اسکے اعراب کو ظاہر کرنا لکھنا جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی خصوصا عجمیوں کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والوں کو تو اعراب نہایت ضروری ہے ہر کہ تعشیر اور نقط مصحف میں مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمیں بیسبب تحریف ہے اور عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور اسمیں کچھ نہ داخل کرو یہ حدیث دلالت نہیں کرتی اسپر کہ ہر ایک تحریر مذموم ہے کیونکہ ملا وجہ اسمیں داخل نہیں ہو سکتی یہ دعوی کی محتمل ہو ایک تحریر مذموم ہے کہ قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو نہ ملایا جائے اور دوسری تحریر ہوں کہ نقط اور تعشیر نکرنا کذا فی الظہاری لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہے وھذا ھو الذی یتلقاہ الخلف بالسند السرو عدلا علی وعلامات الوقف وھو حسن بعد ان کان بدعۃ مستقبحۃ لمخالفتہ السلف لکن بقصد التسہیل کما ھو مشاھد الیوم بخلاف نحو سمیۃ السور وعدد الآ

یا توسیع کرانی الطحطاوی دیکرہ نقش دینار مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعوذ بہا کما یجوز ان شئ فی کما فقد فقہ ونحوہ فی کتب طب یجوز
مصحف کی چھوٹی سی تختی کرنا اور بہار یک قلم سے لکھنا مکروہ بلاہت تنزیہی ہے اور نقد وغیرہ دینی کتابت کا تعویذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب میں کتابوں میں
لپیٹنا جائز ہے حکم کتابت قرآن کا جو قصد کرے اسکو لازم ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ
رکھے اور مصحف کی صحافت اور حجم زیادہ کرے کذا فی الضیہ وجاز دخول الذمی مسجدا مطلقا وکرہ مالک مطلقا وکرہ احمد الحرام والشافعی واحمد
فی المسجد الحرام اور جائز ہے ذمی کا ہر مسجد میں داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے
جانے کو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابوداود میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا اور مسند احمد اور طبرانی
میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بعد عامہم ہذا یعنے مشرک ناپاک ہیں
تو مسجد الحرام کے قریب نہ جانا دین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسلام نہیں کرتی کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے
مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں انکا جانا روا نہیں شارح نے اسکا جواب اگلے قول میں دیا قلنا النہی التکوینی کان تکلیفی ہم جواب دیتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکوینی
نہ نہی تکلیفی ہم تکوینی نسبت ہے تکوین کی طرف اور تکوین تاثیر فریدون کے نزدیک وہ صفت قدیمہ ہے جسکا تعلق افعال کی صفات راجع ہوتی ہیں تو ایت تسریعہ کے معنی
یہ کہ حق تعالیٰ مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کریگا امر تکوینی کی مثال اِشْتَكُوْا عَاذَ گزرا اور امر تکلیفی کی مثال اِفْتَحُوا الصَّلٰوةَ اور تکوینی و تکلیفی
کا فرق یہ ہے کہ امتثال متخلف نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی العینی وقد جوز واحمد وغیرہ طائفۃ السبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے
جائز کہا ہے جنابت میں مسجد کے اندر جانا راہ چلنے کے مانند مدعم یعنی ہمارے شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہوا اسواسطے کہ
انکے نزدیک مسجد میں بلا وقوف گذرنا درست ہے فنحن نقول کما یقولوا کما یجوز واما لا یعتم داعراۃ بعد حجہم ہذا عامہم ثم حین امر التصریح وقادی
علی علیہ بہ براۃ وقال کما یجوز بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ یہ جب نہی تکوینی ٹھہری تو آیت تسریعہ
کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نہ کرینگے اس سال کے بعد جیسا کہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی نے اپنے اونٹ پر سے سورہ
برات یا آواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہیو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنے بخاری اور مسلم وغیرہما نے
روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتفاقی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کی نزدیک یہ بحمول ہے کہ نہ شرک سے جانا دین مسجد الحرام کی تولیت اور کاربردازی سے
یا برہنہ طواف پر محمول ہے جیسا کہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالیٰ نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے دلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور
ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ انکو روکیں یا مومنین اور کفار دونوں کو بہ جب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ نہی تکوینی نہیں ہوئی اسواسطے کہ
نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلاً متخلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہوا انتہی طحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف
نہیں کیا تو سترہ یہ ہے کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اہل مذہب نے کیا ہے انتے مختصر وکانت صاغرین فضل الجزیۃ اور نہ بھولیو وہ مضمون جو جزیہ
کی فصل میں گذر گیا ہم فصل جزیہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کافر کو مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر بھی تصنیف ہے
محمد کی تو ظاہر اسمیں دو مسئلہ وارد کیا ہے جواز حکم ثابت ہو گیا ہے وجاز عیادتہ بلا عجز اور جائز ہے ہمارے یہودی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں
مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اسکی عیادت کو تشریف لیگئے یہ فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان
ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے
احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی

کی عیادت میں دو قول ہیں جواز اور عدم جواز دجاز عیادۃ فاسق علی الاصح کانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی برقول اصح سو اسطے کہ فاسق مسلمان ہے گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وجاز خصاء البہائم حقا للحرۃ اور جائز ہے خصی کرنا بہائے جانوروں کا یہاں تک کہ بلی کا بھی خصی کرنا بعضے ہندی میں اسکو بیا کہتے ہیں واما خصاء الادمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجہ سرا جو حضرت لیتا اور انکو عورتوں میں جانے دیتا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ انکے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کمین خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجہ سرا مخصوص امور ہیں اول یہ کہ مسلم کے صلبسے پیدا نہیں ہوتے اور نہ انکے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی تادیب میں نہ بروست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آمد رفت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجود یکہ دلاد نہیں رکھتے کذا فی العینی قیل والعرس بعضوں نے کہا اونٹ کا آخنہ کرنا حرام ہے ہم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آخنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وقیدہ بالمنفعۃ والافحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہم یعنے اگر گھوڑے کے سوا اور جانور کا خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے من ذخیرہ سے داغنا الحمیر علی الخیل احکم قصستانے اور گدھا چڑھانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنے کہ واسطے کذا فی التتارخانیۃ وی ولہ للرجل بطاھر لا بنجس اور حقنہ اور عمل طائر بیماری کے علاج کیواسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ہم دفع مرض کیواسطے ہو ہم حقنہ درست ہے یعنے بدن کیواسطے سنن ابوداؤد میں ابودرداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجیو کذا فی العینی ولکن اکل الدواء لا یجوز کالا یطاھر کالنجس اور سیطرح علاج کرنا جائز نہیں کہ پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی الینابیع یعنی اذا لم یجد طبیب مسلم وکان فیہ شفاء ولم یجد میلحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب اسکی خبر دے کہ کوئی حرام چیز شفا ہو اور کوئی حلال چیز اسکے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت سے نظر کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ پیگا تو حلال ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں تتارخانی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اسکے کہا ہو کہ تیری اسمیں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمیں علت شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یفھم الحرام عند العلم بانتفاء دلیل علیہ جواز لسماع اللفظۃ بالمحرم وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تمپر حرام کی طلب بغیر ضرورت ہے شفا معلوم ہونے کیوقت جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس طلب بلقہ آنا رنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کیواسطے انتہے اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنے اگر یقین علق میں اٹک گیا کسیطرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور سیطرح عطش شدید میں شراب بی الیاقدر جسمیں عطش ہلاک کے درست ہے اور علالانکہ شراب بغیر اس حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی والا جانکی کوئی صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اسکے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اتارنا ضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی مضر عطش کا مزیل ہے اور روٹی مضر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا سیطرح سائر ابواب علاج میں بردت کا مصلح حرارت کا اور حرارت کا بردت سے اور یہی اسباب ظاہر ہیں تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا تو کل کے خلاف ہے بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو استعمال کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا تو کل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث میں ستر ہزار مقربین کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغتے نہیں اور افسون

نہیں کرتے اور درجۂ وسط یعنے سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب سے تو اُسکا کرنا توکل کے مخالف نہیں بخلاف سبب موہوم اور اُسکا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں پر خلاف اولیٰ ترک سبب ظنی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اُسکے فعل سے اجعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عموماً یہ مین ہے کہ ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سوائے دوا نہ کی یہان تک کہ ناتوان ہوکر مر گیا تو اُسپر گناہ نہین اور اگر بھوکھا رہا اور اُسنے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہان تک کہ مر گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے آمادہ کر دیتا ہے بقینیا تو اُسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہوا حالانکہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنے مسول شفا کا سبب قطعی نہین ہوتا ہے یعنی خون کا نکالنا یچھنون سے شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر اور نافع ہے اور پندرہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ مین ہے کہ آدمی اور سوکھے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اُسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مکروہ کواور علاج کیواسطے پینا درست ہے لیکن جواہر اخلاطی مین ہے کہ اجزا آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہے جبکہ اُسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیچنا اُسکی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اُسمین سانپ نہین پڑا ہے تو اُسکا پینا درست ہے محیط مین ہے کہ لڑکون کا داغنا مرض سے اور سیطرح حیوانات کا داغنا نقائی کیواسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی مین ہے کہ قرآن کے فسون کے نفع مین اختلاف ہے یعنی بعض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور بعض پر لکھنا یا برتن مین لکھکے دھونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور سختی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتیین مین ہے کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازون پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اُسمین اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اہانت ہے اور نجومیون سے مشابہت ہے الکل من الغالمگیریہ وجاز لہ ای القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق کاجمع بحل اور جائز ہے قاضی کو مزید بیت المال یعنے خزانۂ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اُسمین سے لینا حلال ہے یعنے اسواسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اُسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبارۃ الزیلعی قلیل فقیر بقدر ما یکفیہ واھلہ وکل زمان وبلد غنیا ذا کثیر ومتوسط نے طبقۂ قاضی کی تعبیر بہ رزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اُسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اُسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اُسکی بیت المال سے متعلق ہوقول اصح مین ہم اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کیواسطے اور جیس شجاد الوبالنار طوبا کالاجر فی الحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وھل یجری ھذا الکلام للمتاخرین یحرر اور یہ یعنے بیت المال سے قاضی کی روزی کی ملست اُسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا فرمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اُسکا اجارہ جائز ہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین ہین کتابون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہے کہ جسکے نزدیک قرات قرآن اور فقہ مخصوص مین بیجا اجارہ ہے تو قضا وغیرہ حاجات مین اجارہ جائز ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اُسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر المراۃ مع ابیھا او ولدھا او المکاتبۃ والبغضۃ بلا محرم ھذا فی زماننا فاما فی زماننا فلا لغلبۃ اھل الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور امِ ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کا نصف یا ثلث آزاد ہو تو اُسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیما کا ہمارے زمانہ مین بغیر محرم کے ساتھ لونڈیون کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی گذا ذکرہ ابن کمال وجاز شراء ما لا بد للصغیر منہ وبیعہ لو بیع ما لا بد للصغیر منہ لا جزء وھم وام وملتقطہ ھو فی حجرھم او فی کفالتھم وکالا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اُس چیز کا جو اُسکے واسطے ضرور ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اُسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہی جائز ہے اُسکے بھائی اور چچا اور باپ کا اور اُسکو جیسے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفاظت اور پرورش مین ہو اگر انکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز اجارۃ الاصم فقط لو فی حجرھا وکذا الملتقط علی الاصح لا اعزاہ المصلحۃ یرجع المجموع وام اور فیہ وبالقنا ما ینافیہ فتنبہ اور فقط اُسکی ماں کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اسکی پرورش میں ہو اور اسطرح لاوارث لڑکا پانے والے کو صغیر کا اجارہ دینا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ترجیح
مجمع کیطرف نسبت کیا ہو اور یہ نے اُسمیں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہے تو آگاہ رہو یہ وہم طحطاوی نے کیا کہ مرد قول مصنف ہے
میں ہو قدوری کی روایت سے یعنے صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہوا اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہو اور صغیر کے واسطے محض نفع ہو ولکان العلۃ تدل خلافا
للمثالث اور اسطرح صغیر کے چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہوا بو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک یہ شارح کی غلط فہمی ہو اسواسطے کہ اُسنے نقل کلام
کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہو حالانکہ شرنبلالیہ میں یوں ہو اگر صغیر چچا کی پرورش میں ہو اور اسکی جان اُسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو اور
محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لیخدمہ اکتسب افاضہ العلل التحفۃ نفعا یخصہ للسیوطی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود طلاق
دیا تو جائز نہیں مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہو گئی ہو تو جائز ہو کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجر مسمی واجب ہو گا یعنے علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بیشک
فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا وصح اجارۃ ابن وجدہ قاضی ولو من راجح المثل فی الصحیح کما یعلم من البحر وقید بالصغیر
اور صحیح ہو اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہو تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع
عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقبلہ کرہ لاعانتہ علی المعصیۃ یعنے انگور کا بیچنا اُس شخص سے جسکو
بائع جانتا ہو کہ اُسکی شراب بناویگا درست ہوا سواسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہو شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنے شیرہ میں
نشہ نہیں ہو اُسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اُسکی حقیت بدل کر شراب بنگئی تب گناہ ثابت ہو گا اور قول ضعیف یہ ہو کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ
مکروہ ہو گناہ کی اعانت کی وجہ سے ہر شیرہ انگور کی بیع درست ہو جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکٹا بانے والے بیدھے اور اُڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست
ہوا سواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہو یعنے گانا اور ٹکٹا گانا اور کبوتر اُڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہو پس ان میں
کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مدد نہ کرو
گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ یعنے حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہو کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج وانکلا
اور جو کچھ عمری مرکوب اما بیع ملاسلہ فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والبزازیۃ وغیرھما زاد الحقستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق
اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہیں اور مسلمان شراب ساز سے تو اُسکی بیع مکروہ ہو اور اسکی مانند
جوہرہ اور بزازیہ وغیرھا میں ہو اور حقستانی نے خانیہ سے اسنا زیادہ نقل کیا کہ اُسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہو بخلاف بیع امرد عن یلوط بیع سلاح
من اھل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ یہ بخلاف بیع امرد کے اُس شخص سے جو اظہار کرتا ہو اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہیں اسواسطے
کہ یہاں گناہ بعینہ اُسی چیز سے قائم ہوتا ہو بلا تغیر ثم الکراھۃ فی مسئلۃ الکرم مصرح بھا فی بیع الخانیۃ وغیرھا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی
الزیلعی والعینی وان اقرہ للمصنف فی باب البغاۃ قلت قد سلمنا مہ معزیا للمنتقی اذا علمت المعصیۃ بعینہ کرہ بیعہ تحریما والا لا فتنزیھا فلیحفظ ثم تو
پھر دریافت کرنا چاہیے کہ غلام رومی کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع میں مذکور ہو اور مصنف نے اُسی پر اعتماد کیا ہو یہاں برخلاف قول زیلعی اور عینی کے
اگر یہ مصنف نے وہم کراہت کو ثابت کر کھا ہو اپنی شرح میں باب البغاۃ کے اندر میں کہتا ہوں اور ہم وہاں باب البغاۃ میں ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے کہ جس چیز میں
بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہو تو اُسکی بیع کراہت تحریمی ہو اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہو تو اُسکی بیع مکروہ تنزیہی ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہو گیا اسواسطے کہ قول
نواسر تحریمہ خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہو گیا یعنے نفی کراہت یعنی تحریمی مجمول ہو اور کراہت خانیہ تنزیہی مجمول ہو واللہ اعلم وجاز تعریک سنہ الا ان یکثر بیعہ
کنیسہ یا بیت نار یعنی آتش پرستوں کی عبادت گاہ بیچنا درست ہو اور یہ حاصل ہو مفہوم عبارت الدر المختار میں ہو کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت میں مزدوری کرے تو لابأس بہ

معین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر وخنزیر ومیتۃ نفسہ ودابۃ یأجر اور کافر ذمی کی شراب لاٹھا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر دوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں بیچنے والے شخصوں پر لعنت ہے منجملہ انکے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہے شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور لعنت وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے صاحبین نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لاتعصی والقیام لمعصیۃ فیہ اور شراب پکانے کی نوکری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراھا لا یمیرھا علی المعتمد واما لا تمصار والقری غیرھا بالکوفۃ فلا یمکنون الظہور شعار الاسلام فیھا وخص سواد الکوفۃ لان غلب اھلھا کاھل الذمۃ لیتخذ بیت نار او بیعۃ او بیاع فیہ الخمر وفاکا لا یتخذ ذلک فی المصلحۃ وبہ قالت الثلثۃ خلافا لزفر ویلحق اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا انمیں شراب بیچنے کیواسطے جائز نہیں سوائے قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو اسود مذکورہ کی قدرت نہ ہیجسے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہوجانے کے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا اسود مذکورہ کیواسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک واحمد کا کذا فی المجمع امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر لہذا اجرت بہیم تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور معصیت نہیں معصیت تو تاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور انمیں اختیار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم وجاز بیع بناء یموت ولہ او ارض ابلکر ابعۃ تدریہ قال الشافعی یلقی علیہ نوی وقد کر الشعنبی اور کہنہ مغلبہ کے گھر وکی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے یعنی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں مع وہان کی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں فی البرھان وفی الیاب العشر کرہ بیع ارضھا کتبایۃ وابن یعمل اور بربان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہان کی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہے دوفی محتارات النوازل لصاحب الھدایۃ کالیأس سے بیع بنا یا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ کرہ اجارتھا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لکھا ہے فی الھندیۃ وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی اخر الفصل الخامس من الشامل وحاجۃ الموھبانیۃ قالوا قال ابو حنیفۃ اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ وایام الموسم وکان یقول لھم ان ینزلوا علیھم فی دورھم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد وھضھنا فی غیر ایام الموسم الیوم فلیحفظ قلت وفی ھذا یظھر الفرق والتوفیق وھو کذلک ینادی محمد بن الحنفیۃ رضی اللہ عنہ ایام الموسم فیقول یا اھل مکۃ لا تغلقوا ابوابکم ولا تسدوا الیناد حیث شئتم ثم یتلو الایۃ فلیحفظ اھ تتار خانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور موہبانیہ کی کتاب الاجارہ میں دونوں کتابوں کے اندر ہے کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتارین اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس بات کے کہ مکہ میں سب آنیوالے اور مسافر برابر ہیں اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہان کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی مافی التتارخانیہ والموہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تفریق سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور رفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہوگیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اہل مکہ اپنے گھر دروازے نہ بناؤ تاکہ مسافر وہان اتر سے جہاں انکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فھذا قید لبعضھم رأی عن الھم دکالجان وھو سنۃ المسلمین فی البقاع اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمر دلو بھاگ جانے کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدلیل کہ دن کے وقت میں بیچنے اس قدر سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جائز نہیں محترم کو تکلیف دینا حاشا مکروہ ہے اور یہی حکم لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وھو اھر یتہ تاجرا واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استخدانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ بازی جو سوداگری کرتا ہو

اور اُسکی دعوت قبول کرنا اور اُسکا جانور عاریت لینا درست ہوا نہ دے تحسان کے طور قیاس یہ ہوکہ اُسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہو لیکن بطریق استحسان کے درست ہوتا اہل معاملہ اُسکی طرف رجوع کرین اور سوداگری اُسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اُنکے آنے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اُسکے حق مین صدقہ ہو اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوۃ ای ثوبا واحدا ثوبا واحدا ذکرہ القدوری لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہو اُسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیے اشرفی کا ہدیہ دینا اُسکا مکروہ ہونا عدم ضرورت کے سبب سے یعنے یہ سودا سنجملہ سوداگری کے نہین واستحسن ای الخصی ظاھرہ اطلاقہ قیل بل حکی ذلک الحلیم لوسنۃ خمستر عشر اوخصی یعنے خوجہ سے خدمت لینا مکروہ ہونا اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہو خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہ ہوکہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بالکہ اُسکا جانا گھر کے اندر عورت مین مکروہ ہو اگر اُسکی عمر نہ پہنچی ہو سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراضہ ای اعطاء بقال الخبازۃ وغیرہ دراھم اوبرا لخوف ھلاکھا لو بقی یشترط لیأخذ مقترضہ منہ بدلہ ما شاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یفعل ذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وھو بقولہ والد اور مکروہ ہو اقراض یعنے روپیے یا گیہون بقال چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا ملتف ہو جانے کے خوف سے اگر اُسکے پاس رہنے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اُسکے لیا کریگا مستفرق ہو جاویگا اور اگر یہ شرط حال عقد یعنے دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہو کہ وہ اسواسطے دیتا ہو تو بھی مکروہ ہو کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہوکہ طرح دینا وہ قرض ہی ہے کہ مالک نے نفع حاصل کیا یعنے مالک کا مال باقی رہنا ہو اگر ایسا ہوتا ہو کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس پیسہ رکھدیتا ہو کہ خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہو جاویگا تو لقد ضرورت اندک اندک لینے سے لیا کرتا ہو تو یہ مکروہ ہو اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا مالک رہنے مال کا خواہ دیتے وقت مستفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ معروف کامل شروط ہی سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہو کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اُسکی سواری سوار نہو مگر اُسوقت جبکہ یہ دینا اور سوار ہونا دونون مین قرض سے پہلے بھی جاری ہوا اور بزدیقی کی دوسری روایت یہ ہو کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ وَجْہٌ مِنْ وُجُوہِ الرِّبٰوا یعنے جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک صورت ربا کی ہو کذا فی الجوھرۃ النیرۃ فلو دفع لہ لیکرہ کالہ لو ھلک لا یضمن اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت رکھدے اور اُسنے خرچ کر لیا کرے تو مکروہ نہین اسلیے اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو ایسا نہ ہوا نہین جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا اندا جر صفت مکروہ نہ ٹھہرا ولذا لو شرط ذلک قبل الاقراض لم یکرہ اقراضہ لم یکرہ اتفاقا فتستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ تفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القاموس فتستانی نے کہا کہ یہ کھیل مخالبون اردشیر کی موضوعات سے ہوا اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہوا اور مُسقط عدالت ہی بالاجماع انتہی اور حرمت نردشیر کی صریح مرفوع مین ثابت ہو چنانچہ جامع صغیر مین ہوا وعینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہو وَلَا الشِّطْرَنْجَ لَہٗ وَلَا یَعْمَلُ وَلَا یُفْتَحُ لَہٗ کَانَا دَارَا اور اسیطرح شطرنج مکروہ ہی شطرنج بکسر شین معجمہ ہوا اور سین مہملہ بھی جائز ہی اور اسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر لغت ضعیفہ طرح کی حرمت بنداحادیث ضعیفہ مین مذکور ہی لیکن عمدہ دلیل اُسکی تحریم پر یہ ہوکہ وہ لہو لعب ہوا اور اُن لاعب ثلثہ سے جنکا استثناء حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج ہی کذا فی العینی شرح ھدایہ مین ہو کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا مظنہ ہوا وعمر ضائع کرنا ہوا اور نظر باطل کا ایسا معمولا ہو کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہو وابا حہ الشافعی ولابو یوسف فی روایۃ ونظمھا شارح الوھبانیۃ فقال ؎ لا بأس بالشطرنج وھی بابۃ بعض الجزیرۃ منھا الشرق والمغرب یؤنث اور شطرنج کو سباع کہا ہو شافعی وابو یوسف نے ایک روایت مین اور اُسکو نظم کیا ہو شارح وھبانیہ نے سو یون کہا کہ کچھ مضائقہ نہین

نہیں ہے اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرنبلالی سے غرب کے قاضی سے لینے ابو یوسف سے وھذا اذا لم یقم ولم یخل بواجب ولا خرج بلا محرم اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اسوقت ہے جبکہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادا کرے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سبکے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لھو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبۃ اھلہ وتأدیبہ فرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کیساتھ اور لعب اور عبث بمعنی واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے الحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنے کیا یہ تمنے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلم سباحت یعنے پانی میں طیرنا بھی حرمت ملاہی سے سنتے ہیں ذکرہ وجعل القلوطی قد رأیتہ فی عنق العبد یعلم بہ لیاتوہ فی زماننا کالجامۃ لغلبۃ الاباق خصوصا وان الدواب وھو المختار کذا فی شرح المجمع للعینی اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ہم رایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تا معلوم ہو کہ یہ گنہگار ہے اور وطوق ہر جس سے ممانعت ہو کحریک سر سے مانع ہو کذا فی الطحطاوی ذکرہ قولہ فی دعائہ بمقعد العز من عرشک ولو بتقدیم الیاء علی العین اور اپنی دعا میں ایسا کہنا مکروہ ہے بمقعد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ہم یہاں دو صورتیں ہیں ایک تقدیم قاف کی عین پر اور دوسرے تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے اور گمان عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یقول جسمہ کا باطل ہے اور مقعد بتقدم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم ردت ہے اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ہوگی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی انتھی وعن ابی یوسف لا یأس بہ وبہ اخذ ابو اللیث للناس اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں بمقعد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے جسکو بیہقی کی کتاب الدعوات عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں ثنا سے حمد و صل کر اور دو دو رکعت ہر دو سجدہ میں سات بار سورۂ فاتحہ پڑھ اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھ اور لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک لہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر دس بار کہہ پھر یہ دعا کر اللھم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتھی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پھر اپنا سر اٹھا پھر دو رکعت میں سلام کر اور اھمقون کو یہ دعا نہ سکھا اسواسطے کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتھی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور صاحب ابن معین اور حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایۃ للطحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار نہ دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ تو وصف عرش کی بلفظ کرسی اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب وکا یحتج بما لم یتناولہ نص ولا خبر ولا قیاس فیما یخالف القطع اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی ھدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ تشابہ تو ظنی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ہم یعنے تنزیہ رب العالمین حوائف حدوث اور جسمانیت کی دلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موہم حدوث ہے تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے در فی التاتارخانیۃ من ابی یوسف عن ابی حنیفۃ لا بأس بان یقول اللھم انی اسألک بحق خلقک ایاہ والملائکۃ المقربین وبحق بیتک الحرام وبحق المشعر الحرام وبحق رکنک والحجون وبحق زمزم وبحق المقام وبحق الحل والحرم وبحق الرکن والمقام وبحق الحجر والحطیم وبحق الصفا والمروۃ وبحق منی وعرفات وبحق المشاعر کلھا وبحق الحج والعمرۃ وبحق الطواف والصلوۃ وبحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبحق الانبیاء والمرسلین وبحق ابراھیم وبحق اسمٰعیل وبحق اسحٰق وبحق یعقوب وبحق موسٰی وبحق عیسٰی وبحق التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان وبحق ھود وبحق صالح وبحق شعیب وبحق یونس وبحق یوسف وبحق داؤد وبحق سلیمان وبحق زکریا ویحیٰی وبحق ھارون وبحق الخلیل وبحق اسماعیل وبحق اسحٰق وبحق یعقوب وبحق اسباط

کہنے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے ہم خانیہ میں ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اسلئے کہ اللّٰھم صل علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا اللّٰھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہے لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الحلبی قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وفی البیت کالاصلہ لاحق للمخلوق علی الخالق تعالیٰ اور مکروہ ہے یوں کہنا دعائیں بحق فلاں وبحق ملائک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک وتعالیٰ پر ہم انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہے یہاں تک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے اللّٰھم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجئے تو بلاشبہ رسل وانبیاء وملائکہ وسب کی حرمت ووجاہت ہے واللہ تعالیٰ اعلم وفی الحلبی وان اقسم علی اللہ بمخلوقہ لیبرنہ فعل کذا لا یلزم مدۃ الا ان کان الاولیٰ فعلہ وھو ظاہر اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بحق خدا ایسا کرو تو اسپر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ دیسا کرنا بہتر ہے کذا فی الدر یعنے واجب نہیں مستحب ہے وفی المختار قال ابن البقالی سال رجل رجلا بحق اللہ او الحق اللہ ھل یعصی ان لا یعطیہ شیئا لا شیء اعظم ما حق اللہ اور مختار میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ ندارت خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اُسنے تعظیم کی اُس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنے دینا مانگی پروردگار جلشانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ یہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیما اذا قرأ القرآن ولا یعمل بوجہ یثاب علی قرأتہ ثم یعصی وفی مختار میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اسکے موجب عمل نہ کیا تو ثواب پاویگا مانند اُس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہو اور گناہ کرتا ہو یعنے اگر یہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے **فرع** کسی کتاب فقہ شافع کا ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر واللاعاء ام لا فقام قبیل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے **فرع** جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہوا وظاہر ہوا اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے مستحضر قلب اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی **ذکر احتکار قوت البشر کتین وعنب لو بین والبہائم کتین وفتح فی بلد یضرباھل اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ گیہوں اور جو کا اور جانورون کا قوت چنانچہ جو سوا اور چارہ خشک یا تر یا وہ ہے اُس شہر میں جہاں کے لوگون کو بند رکھنا ضرر پہونچاتا ہو ہم احتکار یعنے جس طعام اور علف کو گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے اہم کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو ہمکو ثابت ہوتا ہے ہم دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار انتظار گرانے کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہ ہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی الحلبی فی الحالب ھو زنوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے دلیل اس حدیث کے کہ جالب رزق ہوا محتکر ملعون ہوا ہم یہ حدیث بروایت عمر بن خطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ اور دارمی اور عبداللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب غلہ باہر سے خرید کر کے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنے اسکی روزی میں برکت ہوا ہے کہ لوگون کو فائدہ ہوتا ہے دعا سلیم کے لائق ہوا وقت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہو لہذا اسپر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اُسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگون کو ضرر ہوتا ہو حبس سے لیکن اگر اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہ تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لعدم یکن مکروہا اگر ضرر نہ کرتا ہو تو مکروہ نہیں ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہ ہو اسطرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اُسنے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی وسئلہ ھل یلحق الجلب امانند احتکار کے ملحق جلب بنیچے شہر سے تکلیف کھینچ اور بھر لے لانے والوں کو یا نہیں فلینظر اگر ضرر ہو شہر والون کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے فسخ کو غلہ لانے والوں سے پہنچا ہو لاتھ یہ ہے کہ احتکار مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو

سلہ
اقامی صلوٰۃ نازل کر
فلان شخص پر
سلہ الی یعنی جیسے
محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اپنے اصحابی
آل اور اصحاب
پر ۱۲ منہ
سلہ
اسی صورت پر محمول ہے جبکہ یہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو
سلہ
اسی صورت پر محمول ہے جبکہ یہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو

لذ فی المدینۃ وغیرہا وما یجب ان یأمر القاضی بیبیع ما فضل عن قوتہ وقوت اھلہ قال لم یبع علی فاعنی غیرہ بنا یراہ او عالمہ وراء القاضی
علیہ لطعام فاقا علیہ لیبیعہ او یرہ اب ذکر یتعلق بہ احتکار کا زیادہ ہوا سکی اور اسکے گھر والوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے جبر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ جلد قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو نہ دے جیسا مناسب سمجھے اسکی زجر اور توبیخ کیواسطے اور قاضی اسکا خانہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق
امام اور صاحبین کے بقول اصح ہر چند امام کے نزدیک جبر جائز نہیں لیکن وہ صورت ضرر عام کے درست ہو کذا فی المحاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اھل
بلدہ الھلاک اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیھم فاذا وجد السعۃ ردّ امثلہ وھذا لیس بجبر بل للضرورۃ ومن اضطر الی غیرہ دفعا للھلاک
تناولہ بلا رضاہ نقلہ الزیلعی عن الاختیار اور سراج وغیرہ میں ہو اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے زبردستی بیچ لے اور اہل شہر کو دے پھر جو اہل شہر کو فائدہ اٹھے تو اسکی برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی ہے جبر نہیں بلکہ ضرورت سے ہوا جو شخص کہ غیر کے مال کو بغیر رضا مند ہو اور اسکے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا کذا فی الکنز محتکر کا جس غلہ ارضہ بلا خراج او مملوکہ
من بلد اخر جلبا فالشافی او محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اس غلہ کے جس سے بھیجا ہو یا دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہم
اپنی زمین کے جس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہے جو حکام اس سے متعلق نہیں تو بطل حق علق ہوا اور جملہ کے جس سے احتکار نہیں کا اہل شہر کا حق
اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے کذا فی
کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور یہ صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لے آیا ہو یا اشتری فی
غلہ خریدا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ صاحب ہدایہ نے مطلوب کو مکروہ کہا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قدوری علیہ میں اہل کیا ہے قدوری کی کتاب التحری
میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور سبیل منع منتفی کرنے میں ہے تو جلب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہو گا کذا فی التبیین
شرح الدرایۃ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وھو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لاکر بند کر رکھنا احتکار ہے
اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہوا اور یہی قول مختار ہے ولا یسع الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا یسعر فان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرزاق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ہی نرخ ٹھہراوے گا الا قابض اور باسط رازق ہے بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
اناج کی آئیگی طرف سے ہم پر اور ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے
کے خون کا نسائی کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدوا الاربا ب
القیمۃ تعدیا فاحشۃ فلیس لھم بجودۃ اھل الرأی مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کیسے ہو
عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیچ کرتے ہوں وقال المالکی علی الوالی لتسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہر پیش ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور مالک
کے نزدیک واجب ہے وفی الاختیار ثم اذا سعر وخاف الیائع ضرب الامام لو یفتضی علی المشتری وحیلۃ ان یقول لہ بعنیھا فانھب اور تحیل
میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنے مالک کی رضامندی کے سبب سے
تو حیلہ جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے پھر کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم

دو وزن ناقصا رجع المشتری بالنقصان فی الخبز کالاللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں اور بائع کسی شخص کو کم تولدے تو مشتری نقصان بھرلے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہ ہی کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کے کہ انمیں شہرت نہیں ہوتی مگر تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہوا اور اگر مشتری اُس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھرے اسواسطے کہ عرف کا مشروط ہو کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت واقادان التسعیر فی القوتین لا غیر وبه صرح العتابی وغیرہ لکنه اذا کان ارباب غیر القوتین ظلما علی العامة فسیعر علیهم الحاکم بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجتمع ذوی الفقه والرای من غیر تعنت حقیقة المنصوص کا نقل رفقدیر میں کتابوں اور وصف سے اشارہ کردیا کہ حاکم نرخ مقرر کردینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہی نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اسکو صریح بیان کردیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم انپر زبردستی نرخ مقرر کردے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہو کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہو فقہائی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہو تو اسکو غور کریں بلکہ لعساکر العامات وان لم یکن یعنی بالناس بنظارہ جلب اور مکروہ ہی کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہیں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ہم نظر کہ ضرر کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اُڑتا آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو ذکر احتیاطا ان تصدق بها ثم یشتریها او تهبه لجهتی او جو غیر کا کبوتر پکڑلے اور اُسکے مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہی کہ کبوتر خیرات کردے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید کرکے یا اسکو ہبہ کردیا جائے تصدق کے بعد کذا فی المحیط ہم تصدق کی وجہ یہ ہی کہ جب مالک پیدا نہ کیا جائے اور معلوم نہ ہو تو اسکا رکھنا حلال نہیں اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان کان یطیرها فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر اجنحة الناس ویمنعه ذلک الحمامات عن رد منع اشد فالمنع فان لم یمتنع بذلک فذبحها اولی الا ان یحتاج بهما اگر کبوتر باز انکو اُڑاتا ہو چھت کے اوپر جاکر تاکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے ورپانکھے سے تو تعزیر دیا جائے اور نہایت سختی سے منع کیا جائے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کروالے وصرح فی الهدایة بوجوب التعزیر فی الحمام ولم یقیدوا بالعود ولعله اعتمد علی عادتهم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کروالنے کبوتروں کی تصریح کی ہو لیکن قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور پر تن توڑنے کی اور شاید کہ اُسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنے صاحب وہبانیہ کے زمانے مین تالے کہ بھاگنے اور تپہریان پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اُسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ سمجھی واما اکاحتیاس فیحل لکثرة عصافیر یعتقها ان قال امر اخذها منها وله ان یخرج عن ملکه واعتاده وحل بکره کا نہ تضیع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا فی نفسہ وحشت دہی لگانے کیواسطے ہو تو مباح ہی جیسے نجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کیواسطے مباح ہی بشرطیکہ چھوڑنے کی نیت یوں کہا کہ انکو پکڑلے تو وہ اُسکے ہیں اور چھوڑ دینے سے اُسکے ملک سے باہر نہیں ہوجاتے یہانتک کہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ نجشک خرید کرکے چھوڑنا مکروہ ہو اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہی کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات بیت دابته فاربی فاخذها من اخذها ممن اخذها وفی البحر اذ مختارات میں ہی کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کردیا اور کہا یہ اُسکا مملوک ہی جو اسکو پکڑے تو اُسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا ہو جائز کوبوا لثور وتحمیله والکراب علی الحمیر بلا جعد من زاد ظلم الدابة اشد من ظلم الراعی اشد من ظلم السلم اور سوار ہونا بیل پر اور اُسکا لادنا اور گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہی اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہی کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہی مسلمان کے ظلم سے ہم لیئے مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہی وجہ شدت یہ ہی کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدا تعالی کے روایت میں وارد ہی کہ سخت تر مغضب اللہ تعالی کا اُس شخص پر ہی جسنے ظلم کیا اُسپر جبکہ کوئی مددگار نہیں ہے سوا اللہ تعالی کے اور ظالم ذمی ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہی کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اُسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بالمسابقة فالرمی

والفرس والبغل والحمار کذا فی البدائع والحجۃ اقرب المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی قنیۃ والابل دنف الاقدام لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیراندازی بلوگھڑ اور اونٹ دوڑ الغرض اور قدیموں کے دوڑنے میں اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ نجم اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یہاں تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے مخالف ذکر کیا ہو تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی میں علت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اتحاد الم اور تیراندازی میں منصوص کی ہی وعند الثلثۃ لا یجوز فی الاقدام ای یا بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنے مال شرط کرکے درست نہیں وما یدونہ فیباح فی کل للملاعب کیا نہ اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہی سب ملاعب اور ملاہی میں چنانچہ آگے آویگا ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کا عام مرتبط ہوا اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہی کہ یہ کلام ہو اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی حمل الجعل وطا بکا تہ بصیر مستفادکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لا یستحق بالشرط شیٔ لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ لزومہ بالعقد کما یقول الکنز فحصر مسابقت کا مال شروط حلال اور طیب ہوا اور یہ نہیں کہ وہ مستحق ہو جاتا ہو کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہی جندی ذخیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہو کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی اسبب نہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال شروط کا مفید ہی عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا اور شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال شروط حلال ہی اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو مثلا حامد نے محمد سے کہا کہ اگر میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال شروط حرام ہی اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار جوا ہو گیا ایسیکہ ہر دو جانبین برابر ہوں احتمال نفع اور نقصان اسمیں کذا فی الزیلعی الا اذا دخلا ثالثا محللا بینہما بفرس کذا فی الغرر بینہما یتوہمان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما یرسما سبق اخذ من صاحبہ جانبین کا مال شروط حرام ہی مگر اس صورت میں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بنہج یکہ اسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال شروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپسمیں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا ہم محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اسوقت جوا نکا دیا ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہی کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے واسطے اتنا مال ہی اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لونگا اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ دیگا صحیح ہی کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہو اور اگر ہم تجھپر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو اندازہ تخمان سے یا جائز ہونا تاسع معلوم ہوا اگر داخل ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہی کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعا ویقینا ہر تقدیر پر اسمیں تو فقط یہی احتمال ہی کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوا الا اذا شرط لمن معہ الصواب منہم دون شرطا لکل علی صاحبہ کہ قمار ہو جاویگا جانبین کا خمار نفع میں برابر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتقدمۃ وکذا اشرط لمن معہ الصواب منہم دون شرطا لکل علی صاحبہ لا ہو وجہتی اور سطح کا حکم ہو فرق فقہا کی مسابقت میں موجبکہ مال شرط ہوا اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہو تو صحیح ہی اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدر والمجتبی ہم جب عدم حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہ تب کہ یہ صورت ہی اسواسطے کہ احتمال زیادت ونقصان ہر شخص میں موجود ہی بلکہ علت مال کی یہ صورت ہی کہ مال مثلا زید کو دیا جاوے اگرچہ حق کوئی اسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کیطرف حق کوئی ثابت ہو تو وہ کچھ پاوے یا تیسرے

فقیہ کو داخل کریں اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہو اور حال تیسرے کا پتہ لگانے سے عاجز ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق گوئی ظاہر ہو اور تو جیسے یہ کچھ نہیں کما فی الطحطاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتدرب فتکرہ بہ جد اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہے کما فی الجوہرۃ النیرۃ ہم جواہر الفتاوی میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی کے مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تو کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور تیراکی پاوپیادگی و اما السباق بلا عوض فیحل فی کل شیء کما فی الدرایۃ اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل تتمے میں آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والمصارعۃ والرمی بالحجر واشباہ ذلک بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفتہ ما یبدلا من زوج او فرد واللعب بالحمام ولکن ایحل کل لعب فخط الحاذق تغلب سلامتہ کما فی الرام وصید الحیۃ وبحل التفرج علیہم خلافا لمحمد وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یشمل ما لم یعلم کونہ عاجیا وفی الخرائب من کل ما لا یستقر لکذا بہ یقصد الفرجۃ لا للحجۃ بل وما یستقر لکن بہ لکن یضر بہ کما قالوا واللہو الحظ وتعلیم الشجاعۃ وہو المندوب الیہ فی السنۃ الا من یصید لیاکل او لیستغنی عن الناس او لعیالہ او لیعود علی الجار او یہدی لہ او یتصدق علیہ او یرجع الی اہلہ اشبع منہ وہو الصحیح وفی الخانیۃ ان کان یصید لقوتہ او لقوت عیالہ او یتصدق بما یفضل عن قوتہ او یرجع الی اہلہ اشبع منہ فہو محمود وان کان یصید للتجارۃ فہو مکروہ وان کان یصید للہو واللعب فہو فاسق وفی الظہیریۃ ان کان یصید کل یوم مقدار ما یتقوت بہ عیالہ لا یکون فاسقا وان کان یصید کل یوم اکثر من قوت عیالہ یکون فاسقا وفی الخلاص

یعنے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوب اہم سبابان اور اسکا بیان اور پورا ذکر منع الہ سلام
میں ہر دم اس بیت میں ہر طرف سے انگلی کے نام کیطرف اشارہ ہو تو فاء محمیہ سے مراد ہو مختصر اور واؤ سے وسطی اور الف سے ابہام اور تب سے سبہ اور سین سے
سبابہ اور بائین ہاتھ میں علی ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضیٰ کیطرف باطل اور موضوع ہے و فی الشرح الغزنویۃ وردی انہ صلی اللہ علیہ وسلم
بدأ بمسبحۃ ایمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسری الی الابہام هذه بابهام الیمنی ذکرہ الغزالی فی الاحیاء وجہاد وجہا اور شرح غزنویہ میں ہے اور مروی ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا جسنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن
ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسکی وجہ منقول بیان کی ہر دم وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بائین سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھ میں
کلمہ شہادت کی انگلی بلاریب افضل ہے تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اسکی جانب یمین سے علی ہذا اور اسکے یمین سبہ اور اسکے یمین خنصر ہر بہر جب داہنے ہاتھ اور بائین ہاتھ
کی انگلیوں کو ملائے تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہے علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین افضل ہو مثال سے لہذا اہتمام ہوا ابہام یمنی پر واللہ علم و لم یثبت فی
اصابع الرجل نقل ولا فی تعلیمها کتقلیلها اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں اور بہتر ہے پاؤں کے ناخن تراشنا اسکے طلال کرنے کی مانند دنیٰ تجاوز نہ
خفیفی سے لو انتہا خنصر پر ہی پر قلت و فی المواهب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انه لم یحفظ فیه ما استلم الحجر لم یثبت فی کیفیته شیئ و لا فی
تحدیده لم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ کما حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا سنت ہے جسطرح کہ
اسکی حاجت ہو اور اسکی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور اسکے واسطے روز مقرر کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہوئی تقلیم الظفار
وغیرہ میں جو احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہیں و ما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر فلا شعبۃ باطل
اور کیفیت تقلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین علی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے و یستحب
حلق عانۃ و تنظیف بدنہ بالغسل فی کل اسبوع مرۃ و الافضل یوم الجمعۃ ثم فی کل خمسۃ عشر فی کل شهر ترکہ و اکثر یعین مجتبی اور موی زہار کا
مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتہ میں یکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا حلق اور قص اکا
بہ دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبیٰ اور تحریر چاہیئے بہتر کہ مجتبی کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد اربعین یمین کچھ عذر نہیں اور وہ وعید کا مستحق ہے عرب میں ہے
کہ حلق عانہ زینت سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موے زہار رفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہے لیکن اکھاڑنا افضل ہے
فیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی و لا فی حلق الشارب بدعۃ و قیل سنۃ و لا یأس بنتف الشارب و لحذ اطراف
اللحیۃ و السنۃ فیها القبضۃ اور مجتبی میں ہے کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہیں ہے سبیہ بال کے اکھاڑنے اور
اور اطراف ریش کے کترڈالنے میں اور داڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے ہم محیط سرخسی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ مو اپنی داڑھی قبضہ میں پکڑے جسقدر قبضہ سے
باہر ہو اسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظم کے اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی مجتبی میں ہے کہ اتنا مونچھوں کا کترنا کہ لب بالا کے
کنارے کے ساتھ برابر ہو جاوے یہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غرائب میں ہے کہ نتف ینبغی یعنے زیب کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قنیہ میں ہے کہ ناک کے
بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی الطحطاوی و قیہ قطعۃ شعر اسمها اغنت و اعتدا و فی البزازیۃ وان یأخذ الزوج کما طاهر لخلوق فعصیه
لخالقه و لا یحرم علی الرجل قطع لحیته و المعنی للمؤنث النسیبہ بالرجال انتہی اور مجتبی میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو گنہگار ہوا اور اسپر
لعنت ہے بزازیہ میں ہے داڑھی کا اگر چہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں لیکن اسواسطے
حرام ہو کہ سر اور داڑھی کا قطع کرنا اور معنی مؤنث یعنے علت فقہی قطع سر سے زن کی حرمت میں مشابہت پیدا کرنا ہے مرد سے اور عورت کی تشبہ بہ رجال جائز نہیں انتہی
مرقوم ۱۲

[illegible]

فی البزازیۃ قلت وما حلق رأسہ فوق لحیتہ یکرہ کما قال ۵ وقد قیل حلق الرأس فی کل جمعۃ بدعۃ وبعض بالجواز بعد بدعۃ دین کہتا ہون اور سر مونڈنے کو تو
وہیں بزازیہ مین کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ مین مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہین مستحب بدعتہ اہتمام علم الصلوٰۃ او وجوہ لیعلم الناس واحد
لیعمل بہ فالاول افضل لانہ متعد ایکو دیکھکر نماز پڑھنا تمکو مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگون کو تعلیم کرے اور دوسرا محض علم سیکھتا ہے تا اسپر عمل کرے تو پہلا محض
افضل ہے اسواسطے کہ اسکے علم کا فائدہ غیرون کو بھی پہنچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسکی ذات کو مخصوص ہے اول غیرون کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر سناتا ہے
دروہ ومذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت مین آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی نفع مکرر ہے
ہم طالبعلمی مین ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے
اسواسطے کہ اسکا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ اوسے فرائض مین بقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ کہ رضاے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا
اور جاہ اور شہرت کا اور اگر خروج من الجہل او نفع خلق او احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضون کے نزدیک یہ بھی صحت نیت مین داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکبروی اور اگر نیت
نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے اور علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سنوار یہ ہے کہ علم زہد اور
کلام حکما اور دین اور شمائل صالحین مین نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوا سے اسکے فرض نہین پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا افضام علم ۱۲
تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہین علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال و حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے
انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنے علم سحر اور علم فلسفہ و طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز جسکا نہ جاننا طلوع فجر اور وقت مثلہ
اور ہدایت طریق کی مدت ہے اور ایک علم اور ہے کہ نافع آخرت مین نہین وہ علم جدال و مناظرات کا ہے تو اسکے اشتغال مین عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام جسم عمر
نہ اظہار حق کذا فی الملتقط اور مختصر ا وللمرء ان یطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملیئا وتعلم فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب بے اجازت سفر کرنا
اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور بوڑھا بیان درر مین ہے اور اگر لڑکا ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی ہے نہ
علم کلام اور مانند اسکے جو زبان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہے ۱۲ تمام فی الدرر ولذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضن الناس علیہ کما اسلفنا ذکرہ فی
البحر یعنی تو لیکن للسلطان ان یقتلہ لدفع شرہ علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگون کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان
سے تو اسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہین یہان تک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو ڈانٹے تو بخبر ہونیکے گناہ نہین ہم اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت مین نہین کہ وہ
گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت مین داخل ہے وقالوا الرجل اذا ابا یقدر علی منع اھلہ ولو بکتابۃ او کالا کیلا تقع العداوۃ
وتعلم فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کردے اگر یہ اعلام لکھنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے
تاکہ باپ بیٹے مین عداوت نہ پڑجاے اور پورا اسکا بیان درر مین ہے ولا اثم علیہ لو ذکر مساوئ اخیہ علی وجہ الاھتمام لا لیکون غیبۃ اثما الغیبۃ ان یذکر
علی وجہ الغضب بریدالتسبب اور بسبب اسکے گناہ نہین اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور سبب کا بیان غیبت مین
غیبت تو وہی ہے کہ عیب کرے بروجہ غضب کے وشتم اور تعیر اور جب کسی کا قصد کرکے دلو اغتاب اھل قریۃ فلیس غیبۃ کما نص علیہ کلھم بل یعضھم دھو
بھم لخفایا غیبۃ متباح غیبۃ مجھول وتنقطع بتھیج دالصاحۃ ولسؤ لفقاھر تفہیم دالصاحۃ وتحذیر المسلمین والمسلمۃ کما فی ردالمحتار اور اگر ایک گانون والون کی غیبت کرے
تو غیبت محرمہ نہین ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب ہنسنے والون کا ارادہ نہین کرتا ہے بلکہ بعض لوگون کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہین معین نہین کذا فی الہندیہ
تو غیبت متباح ہے یا پانچ شخصون کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی تاہل و شہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بدعتی کے سبب سے کہ وہ
عقیدہ فاسدہ سے بازہ ہے یا پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی حکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کہدین نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے

پانچ شخصون کی غیبت مباح ۱۲

۵ پیغمبر کا اوا

مشورہ لیا تو اسکے عیب کا بیان کر دینا درست ہوا اور اسطرح اگر معاملہ یا اسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہیں جانتا ہو تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہوا اور اسیطرح رواۃ اور شیوخ میں مجروحین کی جرح جائز ہے تاکہ مسلمین شر سے محفوظ رہیں اور جیسے غائب کے عیب بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہو ویسے مفتی سے اسطرح فتوی پوچھنا درست ہو کہ مجھپر فلانے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہو اسکا شرع میں کیا حکم ہو اور تعیین کے واسطے التباس مشورہ کا ذکر کرنا جیسا کہ فلانا چور یا الکذاب درست ہو غیبت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی والمختار وھکذا کل ما یکون الغیبۃ بالسان صریحا یکون ایضا بالفعل او بالتعریض او الکتابۃ او بالحرکۃ او بالرمز او بغمز العین او الحاجب او الید وکل ما یفھم منہ المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام اور جیسے صریح بیان سے غیبت ہوتی ہو ویسی ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہو اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل اور وہ حرام ہو غیبت فعلی جیسے کسی کے تعداد افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں بعضے ایسے ایسے ماقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لعرفتھا انتھی غیبت فعلی کے بارہ میں روایت ہو کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ کھلی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی غیبت کی ومن القولیۃ ما کان بمعنی ما یعد کما یشیر فھو غیبۃ لا القبح لانہ اعظم فی التصویر والتفھیم اور انہی غیبت فعلی سے محاکات اور نقل کرنا ہی ہے چنانچہ نقل کرنا اگر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہو بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم میں زیادہ تر اور عظیم تر ہو اور من القولیۃ ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان الخاطب یفھم شخصا معینا لان الحذف ھنا کالتصریح بل ربما یکون ابلغ منہ لما فیہ من التعمیۃ والتھویل اور انہی غیبت قولی سے ہے کہ کوئی کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو میں نے دیکھا وہ ایسا ہو تو قول اسکا غیبت ہو جبکہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ حذف والا ہونا مثل تصریح کے ہو بلکہ زیادہ تر ہو اسواسطے کہ اس میں تعمیہ اور تہویل ہو اور جبکہ مخاطب اسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہو اور یہ ریا بیان ہے اسکا شرح وہبانیہ میں ہم اور بعضے نسخہ میں بجائے شرح وہبانیہ کی شرح ہم ہو وفیھا الغیبۃ ان تصف اخاک بحال کائنۃ غائبا او بصفۃ یکرھا اذا سمعت عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ اور شرح مذکور میں ذکر غیبت یہ ہو کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کیوقت اسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اسکو برا لگے جبکہ وہ اسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہو اصحاب نے کہا اللہ اور اسکا رسول زیادہ تر واقف ہو فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اسکو مکروہ معلوم ہوتا ہو کسیںنے کہا یا حضرت بتایئے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اسمیں وہ عیب ہو جسکو تو کہتا ہو تو تو نے اسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اسمیں نہیں ہو تو البتہ تو نے اسپر بہتان باندھا یعنے عیب واقعی کا ذکر کرنا ہی تو غیبت ہو اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افترا ہو غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہو اور جسکم سودن میں ثابت ہو وہ عورتوں میں بھی ثابت ہوا لا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہو ویسا ہی اسکا استماع بھی حرام ہو حق تعالے اس بلائے عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث میں آیا ہو کہ ابوداؤد ترمذی میں ہو ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہو واذا لم یتیسر لغیرہ کفی الندم فقط والسلام بیان کل ما اغتابہ اور جس شخص کی غیبت کی ہو اسکو اسکی خبر نہیں ہو سکتی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہو اور اگر اسکو غیبت کی خبر پہنچگئی ہو تو جس چیز کی غیبت کی ہو اسکا بیان کرنا مناسب ہے اسطرح اور معاف کروانا شرط ہو بغیر گناہ میں ہم لینے وصورت عدم علم سفتاب توبہ کفایت کرتی ہو اور صورت علم انکے سامنے یوں بیان کرنا چاہیے کہ میں نے تیری یوں غیبت کی ہو سو تو اسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا الطحطاوی کے اسماعا ہر ارات علامہ کفایت نہ کریگی واللہ اعلم صلی اللہ

واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وھدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان وصلۃ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک قرابت والوں سے واجب ہی اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مدد گاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو دینار درہم قلیل یزید حبابل یزورا قرباء ہ کل جمعۃ او شھر ولا یرد دعا جتھم کلھم من القطیعۃ فی الحدیث ان اللہ یصل من وصل رحمہ وقولہ موصولا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر وتمامہ فی الدر اور ملاقات کرے اپنے قرابت والوں سے ایک زد رسیان دیگر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہفتہ دن مین یا ہر مہینے مین اور انکی حاجت کو نہ روے اسواسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع رحم مین داخل ہی حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی احسان کرتا ہی اُس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہی اور قطع کرتا ہی اُس سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہی اور اسکا پورا بیان درر مین ہی کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ کو کمک اور مدد گاری مین غیر مرد بمنزلہ ذات واحد کے ہی المعارج مین انتھی اور مدد گاری قرابت والی کی اُس شرط پر ہی کہ مخالف شرع کے نہو اور نہین تو اُسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے واجب ہی متبین المحارم مین ہی اختلاف ہی اُس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہی بعضون نے کہا کہ قریب محرم مراد ہی اور بعضون نے کہا ہر قرابت ذی محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والون کے پاس ہی تو انکو ہدیہ دینا اور انکی ملاقات کرنا واجب ہی اور اگر احسان کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور انکے کام مین اعانت کرنا لازم ہی اگر انکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اُسکی دشمنی سے قطع احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور انکی ملاقات کیواسطے جانا افضل ہی اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہی اور سب سے بڑا بہن ماں کے مانند ہی ماں کے بعد اور چچا باپ کے مانند ہی حسن سلوک مین بنا بر ایک قول کے اور صلہ رحمی مین دس فضیلتین ہین انھوشتنودی حق تعالی کی ۲ اور فرشتون کو سرور ۳ فرشتون کا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطان کو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہونا ۷ رزق مین برکت ہونا ۸ سرور لواحات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ آثار نیک بعد موت کے بعد اسواسطے کہ جب اُسکا احسان یاد کرینگے دعا دینگے یہ زیادت عمر کی تاویل مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اُسکا ثواب لکھا جاتا ہی تو گویا وہ زندہ ہی اور بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہی کذا فی الطوطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنے قرابت عرش سے معلق ہی کہتی ہی جو مجھے جوڑے اللہ اُس سے جوڑیگا اور جو مجھے توڑے قطعہ رحم سے توڑیگا اور بخاری مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی مین روایت ہی کہ اپنے انساب کو سیکھو نا اپنے صلہ رحمی کر و اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہی اور مال مین برکت اور عمر مین تاخیر ہوتی ہی اور نسائی مین سلمان بن عامر سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متاع کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہی خیرات کا اور قرابت والے کے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ویسلم المسلم علی اھل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ وھو المختار کما فی الشرح یکرہ یقیناً مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح والکثر الملتون بلفظۃ ویسلم فاولتھا ھکذا ولکن بعض نسخ المتن لا یسلم وھو لا احسن الا سلم فانہ قصد اور سلام کرے مسلمان ذمیون کو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہی یہی قول صحیح ہی جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہی اسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخون مین بلفظ ویسلم کے وارد ہی تو مین نے اُسکی یون تاویل کی یعنے سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہی اور بلا حاجت مکروہ ہی ولیکن متن کے بعضے نسخون مین ولا یسلم ثابت ہی اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر ہی یعنی سلام نہ کرے ذمیون سے تو بلکہ بجمیع فتاوی العالمگیری مین ہی جاہے کہ اگر جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام علی من اتبع الھدی کراہت مصافحہ ذمی پر جسمین یہ محمول ہو اگر جسمین یہ محمول نہو تو قیدین ہین کہ جسمین یہ نہو جسکا نہ ہونا مصافحہ سے آسان تر ہو جیسا کہ مصافحہ سے اسکو منع ہوتا ہی جیسا کہ عبد الرحمن کاتب سے منقول ہی کہ اگر مسلمان

فضائل صلہ رحم ۱۲

سلام ۱۲ بر جہالت کی پیروی کرے ۱۲

ایک دین یا مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے سے بچتا ہو تو مضائقہ نہیں اور اسپر بیشگی کرنا مکروہ ہے یعنی جس کو ذمی کو جواب سلام کا دینا درست اور علیکم سے زیادہ نہ کہے اور اُس سے ابتدائے سلام نہ کرے سوائے اسکے کہ اُسمیں اُسکی تعظیم اور تکریم ہو اور اگر اُسکی طرف حاجت ہو تو ابتدائے سلام میں مضائقہ نہیں اور اُسکے واسطے دعاء مغفرت نہ کرے لیکن دعائے ہدایت درست ہو اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی قولہ (وفی شرح الآثار وغیرہ ای کالاسلام خذیرک قال لطعم الطعام وقراءۃ السلام علی من عرف ومن لم تعرف قال وھذا للتعمیم مخصوص من المسلم فلا یسلم ابتداءً علی کافر بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تبدؤا الیھود والنصاریٰ بالسلام قولہ الفقیہ حدہم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون سلام کے کون صفت سلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلادے اور سلام کرے اُسکو جسکو تو پہچانتا ہو اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور یہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین ہی سے تو کافر کو ابتدا بہ سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو ابتدا بہ سلام نہ کیا کرو پھر جب تم اُنمیں سے کسیکو راہ میں ملو تو اُنکو تنگ کہ کر طریق مضطر کردو تم تنگ راہ میں اُنکو کر دینا اُس صورت میں ہے جبکہ ایسا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہ ہو یعنے اسلام کی شوکت کے سبب سے ولکن یخص منہ الفاسق بدلیل الخ اور بسیطی عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے مستور تو ہمارے نزدیک بھی کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اُسکا فسق اعلان کے ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ خوف نہ ہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتیٰ یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اُسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہاں تک کہ خصوص ثابت ہو ہم اور اگر فاسق و صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اُسکا اعتبار نہیں بلکہ سلیم کے ساتھ حسن ظن لازم ہے وعکسہ ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم رُد الی ما یقتضیہ القیاس فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنے عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام میں یعنی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق سے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے دولسلہ یہودیاً او مجوسیاً علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قولہ علیک کافی الخانیہ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اُسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے چنانچہ خانیہ قاضیخان میں ہے ہم یعنے جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے سوائے اسکے کہ کافر کو مسلمان کو السلام علیک کہتا ہے تو تحقیر ہوتا ہو اور گا ہے کہتا ہو السلام علیک لکبر سن یعنے تجھ پر ہے تو جب وعلیک کہا تو اُسکا قول اُسی پر پڑا لاکالاے بدیر یرنخ او ندہ دولو سلم علی الذمی بتخیل انہ یکفر لان بتخیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے دلو قال لم یعن سوی الاستاذ تخیلاً کفر کما فی الخانیہ اور اگر مجوسی کو کہے یا اُستاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیہا لو قال لذمی اطال اللہ بقاک ان نوی بقلبہ اطالہ بسیم دیوثہ ذلیلاً فلا باس اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالیٰ تیری بقا دراز نہ کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید اوزی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاوے یا خیر یہ دیکھے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہم یہ جو ہندوستانی نصاریٰ کے نوکر عہدہ اعلیٰ میں اُنکو دام اقبالہ لکھتے ہیں حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال شیر طایان دلیں مراد لیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہو ویکرہ السلام الاول لانہ لیس بتحیۃ ولا یسلم فی الخطبۃ خانیۃ اور جو کھانا کھانے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہم کذا فی الخانیہ ہم قاضی یا مفتی یا محدث مسجد میں بیٹھا ہو انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہو اور نہ اُسکو علم کہ وقت خطبہ اور اذان اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں ہم یہ قول صحیح ہے کذا فی مواضع میں جواب نہ دے انتہی تبیین سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ آگے کو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہے اسلیے کہ دوڑنے والوں کا خوف زائل ہو جاوے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کیواسطے جو موسن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے

تو سلام سے مقصود دوام مرین یا ثبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ تو سوا کا بدل کو اور قائم کا قاعد کو زوال خوف کیوجہ سے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہی اور صغیر کا سلام کبیر کو تو غیر کیا سطے ہی ہر چند یہ قول ہی نووی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہی محیط مین ہی کہ ثواب کسکا زیادہ ہی بعضون نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضون نے کہا سلام کرنے والے کا کذانی الطحطاوی مختصرا وانما ان یجاب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی قضاء حاجۃ اولا اور خانیہ مین ہی کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہی کہ گھر مین داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے بمرات کرے اور اگر وہ شخص گھر مین نہو میدان مین ہو تو اول سلام کرے یعنی وہان صورت مین داخل کی اجازت مانگنے کی حاجت نہین دلو قال السلام علیک یا زید لم یکف یا زید لم یکف بر دغیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید سے ساقط ہوگا دلو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور اگر یون کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لیے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہی ہم اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجوابا لعطاس سماعہم فلو اصم یرد فحسب غنیۃ المستملی اور جواب سلام مین اور چھینک کے جواب مین اُسکا سنانا شرط ہی اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا اشارہ سے یا لبون کی حرکت دکھاوے یعنے نادہ جانے کہ جواب دیا انتہی مانی الخانیۃ قلت وفی التتمۃ او بسط عن الیاقین یرد حسبی یعقل لانہ من اھل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ قتل لا یعین کہتا ہون اور تتمہ مین ہی کہ ساقط ہوتا ہی جواب سلام کا دینا باقی لوگون سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اہلیت فرض مین فی الجملہ رکھتا ہی اس دلیل سے کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہین ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد المجنون وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون فی لاظہر انتہی تنبیہ ینبغی ان یعد من الواجب ما جرت العادۃ بہ من رد الجواب علی من سلم علیہ فلو سلم علیہ جماعۃ فاجاب واحد منہم سقط عنہم کما فی الخانیۃ وغیرہا وان لم یجب احد منہم اثموا جمیعا کما فی الظہیریۃ ویسقط الجواب بقیام بعضہم کما فی الخلاصۃ وغیرہا انتہی ہر جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہی بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیرہ اور مجنون کے جواب مین دو قول ہین صحیح سقوط ہی اور واجبہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرنا ہی ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع ولکن الرد اور سلام کرے سلمان کو بصیغہ جمع اور سیطرح جواب سلام مین بصیغہ جمع بولنا چاہیے ہم یعنے ایک شخص کو بھی السلام علیک نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب مین وعلیکم السلام کہا سواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہی علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہین تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہی کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسیطرح کہے واو عطف زیادہ کرکے یعنے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور عذف واو بھی درست ہی اور اگر یون سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو بہتر وہ دونون صورتون مین سلام علیکم والسلام علیکم کے لیکن الف کے ساتھ کہنا افضل ہی انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے وبرکاتہ یعنی ابن عباس نے کہا کہ ہر شی کا منتہی ہی اور سلام کا منتہی برکات ہی کذانی المحیط ورد السلام وتسمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہی ہم ظاہر اتاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہی اور گناہ کا جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذانی الطحطاوی وینبغی ان یکتب الجواب فی الغد

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہی سلام کرنا اسپر جو مشغول جماع ہو یا کھانے والا یعنی جسکے منہ میں لقمہ ہو اور وہ چبا رہا ہو یا عاجز ہو جواب سے شرعاً جیسا کہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا سخی سنوگا انتہی ملا المنبتی و قدمنا فی باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرھہ فی بحث واجبات الصلوٰۃ و عشرین موضعاً والله یحب سلام علیکم یخ الیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کیے ہیں کراہت سلام کرنے کے جیسا اور جنید مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم اپنے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہے تو ہین اور نہ مدغم کرے، تو جواب واجب نہیں اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہوا اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنے ہیں ولو دخل داراً یقول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین او اگر مکان میں داخل ہوا اور کسیکو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنے ہمپر سلام ہو اور جنکو حق تعالیٰ نے نیک بندوں پر ہم عباد و صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضر ہیں جبکہ تنہا رہنے کی حالت میں ہو کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے ہیں چاہیے فرع مسئلہ لقمہ شایع کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا علم یتخط رقاب الناس و یلحقہ کثیر اذی و علی الواھب الاثم کما علیہ الاکثر و قیل لا یکرہ و ھو الاصح قہستانی و ھم یکرھون السوال فی المسجد یعنے مکروہ ہی دینا سائل کو مسجد میں جبکہ سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہو اگر جبکہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ جاتا ہو تو انکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ثنا کی کہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں ہم یہ ہے وہ نماز مسجد میں تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولی درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت علیٰ سائل مسجد بجلت تخطی رقاب ہوگی کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ و عبد الرحمن و ھمام ہیں حدیث میں اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہی ہم مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن سماوی نے کہا اور عبد اللہ فضل ہے مطلقاً حتی کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد فضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب الاسماء الی اللہ التعبد یعنے سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی و رشید و غیرھما من الاسماء المشترکۃ و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یضعونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوائے اُن اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے انکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن اس کے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء محمدیہ کو تصغیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ ھم مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بمعنے عالی رتبہ ہے مگر ہے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الدرایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ حاصل کرنے والا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے من کان اسمہ محمداً یا سودان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سموا باسمی و لا تکنوا بکنیتی قد نسخ ان علیاً رضی اللہ عنہ کنی ابنہ المحمد بن الحنفیۃ بابی القاسم اور جسکا نام محمد ہو اگر کی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضایقہ نہیں اسواسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو بالیقین منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم سبب کراہت کا یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر بید پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ میں نے اوشخص کو پکارا تھا محمد دیگر ان یدعوا الرجال بابائھا و ان تدعوا المرأۃ تزجرھا باسمھا انتہی بلفظہ و یہ مکروہ ہو کہ مرد اپنے بالکا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی فی السراجیۃ بلفظہ چونکہ الرکاکۃ فی الوضع کا من وجہ پر نہایت زیادہ ہو تو تعلیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں غلہ ابی داؤد میں وارد ہو کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا ویکرہ الکلام فی مجامعہ خلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وذاد ابو اللیث فی البستان وعند قراءۃ القرآن وفی الملتقی بتوا للمختار وعند التذکر فاغتنمہ یعنی عند الفتاء الذی یسوء ہ جدا اور سراجیہ مین ہو کہ مکروہ ہو کلام کرنا مجامعہ مین اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا مین اور جماع کی حالت مین اور فقیہ اللیث نے بستان مین اتنا زیادہ بیان کیا ہو اور مکروہ ہو کلام کرنا قرآن پڑھنے کیوقت اور ملتقی مین باتباع مختار اتنا اور زیادہ کیا ہو اور وعظ اور تذکیر کیوقت کلام مکروہ ہو سو ایسا کلام جو قرآن پڑھنے کیوقت اس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہین ہم یعنے جب کلام مباح وعظ کیوقت مکروہ ہوا تو غناء محرم وعظ کیوقت بطریق اولی مکروہ ہوگا طحطاوی نے کہا شارح کو لازم کہنا تھا فانک بالغناء عند التذکیر تاتار خانیہ مین ہو کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر مین اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی الاطلاق وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمھا ولم یعلم غیرھا ما جور وفی الحدیث احب العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ عربی یعنی عربی زبان افضل ہو باقی زبانون سے اور بہشتیون کی زبان عربی ہو جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث مین وارد ہو کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ مین عربی ہون اور قرآن شریف عربی ہو اور اہل جنت کی زبان جنت مین عربی ہو ہم جاءت صغیر مین ہو جمع الصیغہ جمع امر حاضر ہو حاکم نے اس حدیث کی تخریج کیبعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہو اور یہی روایت ہو کہ لفظہ بی فی العرب ثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہو اور محبت عرب مین احادیث کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہو انجملہ فرداوس دیلمی مین ابن عمر سے روایت مرفوع ہو کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنے محبت عرب کی ایمان ہو اور عداوت انکی نفاق ہو اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہو اسلام مین اور انکا فنا ہو جانا ظلمت ہو اسلام مین کذا فی الصغانی وفیہا اطلبوا الخیر عند الحسان وافرادہ قیل یکرہ وقال الزندوستی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا یذھب الاجر کما یکرہ کتابۃ الحدیث کما ذکرہ المصنف فی الحظر والاباحۃ وفی منسک القاری ومراجیہ مین ہو کہ قبر دن پر مٹی لگانا اور کھول کرنا قوال مختلفہ مین مکروہ نہین اور بعضون نے کہا مکروہ ہو اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہوتا کہ اثر نہ جاتا رہے اور گمنام ہو تو مضائقہ نہین انکا ایسا ذکر کیا ہو مصنف نے وصیت قاری کے آخر باب مین اور ہم اسکو باب جنائز مین پہلے ذکر کر چکے ہین **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہو اور کیفیت زیارت یہ ہو کہ بطریق میت کی حیات مین قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا بطریق احد موت کے زیارت کرے اور جنازہ کا قصد کرے تو مستحب یہ ہو کہ اپنے گھر مین دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت مین فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کر دیگا اور اسطے کہ بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کیطرف چلے اور راہ مین بیہودہ اشغال نہ کرے جب قبرستان مین پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اوجب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑھے فرمان پڑھنا قبرستان مین بلند آواز سے مکروہ ہو اور آہستہ پڑھنا کذا فی الحسن اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہین لیکن جمعہ مین نماز کے بعد اور ہفتہ مین طلوع آفتاب اور پنجشنبہ مین اول روز یا حوالہ سابق متبرک راتون مین چنانچہ شب برات اور سیوطی نے منہ متبرک مین چنانچہ عشرۂ ذی الحجہ اور عیدین اور عاشورا اور بکربن ابی سعید سے منقول ہو کہ زیارت کیوقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہو محکوی روایت پہونچی ہو کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہو تو اسکی مغفرت ہوتی ہو اور اگر مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہو اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اوسکی اور تا رکی قبر والے سے بہ برس تک دور ہو جاتی ہو قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہو اور بعضون کے نزدیک بدعت ہو اور قبر کا لمنا اور بوسہ لینا جائز نہین اگر ضراری کی عادت ہو لیکن قبر والدین کے چومنے مین مضائقہ نہین ہو لوگون کا ڈالنا دون پر درست ہو اور اگر پھولون کی قیمت کو خیرات کر دے تو بہتر ہو اور اخراج شروع قرون کیطرف بدعت ہو

یعنی ہر ایک گان
ہر ایک مرد اور عورت کو
اور مقیم کو اور مسافر کو
یعنی قرآن کے الفاظ
سب سے
سلام کہنے کے
قبر والے کو
قبر والے کو
یعنی جائز نہین

الکل فی العالمگیریۃ وتمثی للموت لعذر ای عجز عن المشی بلا عذر او لغیر عذر ای فیکون مکروہا والذی فی الخانیۃ والذی فی المحیط وشمقطن کلاہما یحتاج ان نظہر ہل الخلاصۃ آزوکر ناموت کی بغضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہو اور گناہ میں پڑجانے کے خوف سے اتنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف سے آزوکرنا مکروہ ہے مدینہ میں کے خوف سے یہ دلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے تمہارے لئے کہ زمانے الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرجانے سے بہتر ہے کذا فی اللباس الفتوحی اللؤلؤیۃ وکذا فی الخانیۃ کذا فی شرح الوہبانیۃ ومحل الکراہۃ اذا تمنی الموت لخلل طرأ علی امر دنیاہ لا لخلل طرأ علی امر دینہ کما فی الخانیۃ وتمنی الموت لخلل طرأ علی امر دینہ لا یکر

یا ہم محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقہا او یاسر بتہجہا وان یأمر مستفتیہ کالامام یستفسرہا اور حلال ہو نکاح کر لینا اُس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سوائے محکو آزاد کر دیا یا بشرطیکہ مرد کے دل مین اُسکی راستی واقع ہوئی اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہی مین کہتا ہون خلاصہ اس مقام کا یہ ہی کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین اُسکی راستی جم جاوے تو اُسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہی اور اگر عورت امر مستفتی اور غیر سلیم کی خبر دے تو اُسکے نکاح پر جرأت نہ کرے جبتک کہ اُسکا حال دریافت نہ کرے لوگون سے ہم امر مستفتی چنانچہ عورت نے ایک فرد سے نکاح کیا پھر دوسرے سے مرد سے پہلی کیہ یہ انکا نکاح فاسد تھا یا یہ انکے زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اُسکا حال نہ معلوم ہوا تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا سواسطے لانسے امر مستفتی کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مسئلۂ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہو گئی تو اُسکو اُسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے نزدیک بجز نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کے حلت نہ ہوجاتی ہی تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی فرع سائل لمحۃ شارح کی کتب ماقول المشائخ فی یکتب جواب ابی حنیفۃ رح مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہی تو امام ابوحنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ مبنی ہی علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہی اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اُسکی بنا اسپر ہی کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہ ہی کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہی اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہی نہ تابع مقلد کے حق مین ہی سواسطے کہ مقلد تو سخت پاتا ہی ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اُسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی بدین یکتبہ لا یصدر قضاء ویقضی القاضی بخطہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃً درست ہی یعنے فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اُسکی تصدیق قضاءً نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اُسکے حانث ہونے سے مثلاً ہم شافعی کا یہ سبیل اولویت کے ہی والا قضاء قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء بھی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی التحریم بالطرآن والاذان یا بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنے ترویدصوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہی اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جاوین ہم منع الغناء مین اس قول کو اصح نقل کیا ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہی حلال نہین اسلیے کہ فاسقون کی حالت فسق سے شابہ ہی یعنے مغنیون کی لشکری سے شابہ ہو اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے کہین ہرا ہی اسواسطے کہ لحن بالاعلان حرام ہی وان زاد کی حلہ وسقعہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو فاسی اور مرتد کر دیا اور اُسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہی وقولہ احسنت ان لسکوتہ فحسن وفی لتلاوۃ القرآن یخشی علیہ الکفر اور سمع کا یون کہنا فاسی مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اُسکے چپ رہنے کیواسطے یہ قول کہا تو بہتر ہی اور اگر اس قرأت محرمہ کیواسطے کہا تو اُسپر کفر کا خوف ہی ہم وجہ جنوب کفریہ ہی کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق حیاء مکروہ ثلثۃ حرام لغیر مسلم اظہار علم ودین دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہی اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہی مسلمان کے غلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور غالبیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہی التذکیر علی المنابر لوعظ او لاکتساب سنۃ الانبیاء والمرسلین او لریاسۃ ومال وجوہ لہا ہم ضلالۃ المرتقی وعظ اور درس کرنا منابر پر جیسون کہ اوپر بنہ پیری کے واسطے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہو اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود ونصاریٰ کی نکمی راہ سے ہم ایسی گمراہ شدہ ہون جو بہ یہ تخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یأخذون عرض ہذا الادنی الایہ قرأۃ الاذان بترعۃ معروفۃ شاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ کما فی الحاوی القدسی قرأت منکر مشہور قرأت سے یکبارگی مکروہ ہی چنانچہ حاوی قدسی مین ہی ہم قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشہورہ ہو اور جیسے مشہورہ

ہم اسکے پڑھنے کی نا ظلمت وارث کی کتاب کیواسطے

اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الکافی لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وبہ یفتی کما فی جمع الفتاوی ذکل من فتاوی المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور داڑھی میں اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول صحیح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں کذا فی جمع الفتاوی اور رسالہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہے کہ ہاتھ یا پاؤں میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ ابنا اور نجاری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسے محبوب احیاء معلوم ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اگر شیخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی البحر الرائق اور حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن تم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے (مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی سے خضاب وسمہ کا خضاب مستثنیٰ ہوا سواسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو لایا گیا تھا تو زینب مبارکہ میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ وسمہ کی لکتبا الحکم ینتقع بما حق منعہا اسد اللہ فلا تکتب درسلہ ویحرق الباقی وکذا یاسن ان تلقی فی ماء جار کما فی الاشباہ وتدفن وھو احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جن سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اُنسے حق تعالیٰ اور اُسکے فرشتوں اور اُسکے رسولوں کا نام مٹایا جاوے اور باقی جلادی جائیں اور بہتے پانی میں بسیط چاہا محوا اسما، مقدسہ انکا کذا الدرر وغیرہا یا زمین میں دفن کردی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم کو دفن کرتے ہیں بعد بدوت کے القصص المکروہ ان یحتاج الیہا اصل معروف او یعظمہم کالا یحفظ بہا دینہ دینقص بہا کما فی اصلاح اللتر بالجعارات اللطیفۃ المرفقۃ والترح لطف لگے قذا الحسن وغلط میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا انکو اُس پر نکیر کرے نصیحت کرے صبر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کردے یا کم کردے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف دل نشین کرنا اور شرح کرونیا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سودہ بہتر ہے ہم اگر ضعیف واعظین دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کاذبہ اور روایات موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی مجلس کیواسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کردیتے ہیں معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے فتوی میں یا طریق عالم کے بیان میں اگر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والا فضل مشارکۃ اھل محلتہ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا الاقرب عاطلہ فمن قام منہم عن نفسہ فحسن فان اعطی فلیعط بحق اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اُس مال کے دینے میں جو کہ حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اقرب یہ ہے کہ عاطل ہے جو شخص کہ اُسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر روے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنے اگر اہل محلہ پر سے ٹال سکے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اُسوقت درست ہے جبکہ اُسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر حق تصور باندھ گیا تو اُسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اُسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنے دینے میں اہل محلہ کے شریک ہے کذا فی الطحطاوی لیس للولی والحوان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وھو وسع صاحب جن کو جائز نہیں کہ اپنے حق کی غیر جنس کے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں ہم یعنے اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیہوں قرض ہیں اور اُس سے وصول نہیں ہوتے اور وہ اُسکے جو یا چاول باوے تو اُسکو لینا درست نہیں ہوا سطے کہ اُسکے ہم جنس نہیں غیر جنس ہیں مبنی ہے ہمکو درہم اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معہم طلیصر الیعبیان اقار الحصیر فحصہا فشری بعضہا لم یجز بعضہا لانہ تملیک من الآباء معلم نوکروں سے فرش کتب کی چٹائیوں کو سواسطے پیسے طلب کیے سرجوع کے تحصیل کرکے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں

خریدیں اور کچھ پیسے آپ لے تو اسکو یہ درست ہے اسواسطے کہ سطرح کا دینا لڑکوں کے پاؤں کی طرف سے تملیک ہے معلم کو ھم لطحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اسلیے کہ معلم نہ تو وکیل کے ہے خریدمین نہ بیٹے کا وکیل کو بعض ثمن کا الیناورست نہین کہ خیانت ہوگا یاس یدو علی المنکوحۃ تعاونیہ الامۃ دون علی کچھ مضایقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنے لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھم بقی مین یہ سا بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی المطحطاوی ظاہر اکراہت کا قول متعمد ہے اسواسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجدہا ظاہر قولہ لا یاس کا انتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اُس سے فائدہ لینا درست ہے یعنے بلا اجازت مالک کے دولہ قیمۃ دھو غنی تصدق اور اگر اُس چیز کی کچھ قیمت ہے اور بانے والا غنی ہے اور مالک معلوم نہین تو اسکو خیرات کرے کما یاس بالجامع فی بیت فیہ مصحف للیہودی کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اُس گھر شہری یا دلان کے اندر جسمین مصحف رکھا ہو جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ھم مجتبی مین اسیطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر اولویت پر نظر کیجیے تو منافات زائل ہو جاے کما ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ھذا الو للتداوی او لحاجۃ اخر او ج او مقصلۃ یعنی اور دنیوی کا بدلہا مثلہ فلا یاس سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اُسوقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اُسکے واسطے ضروری ہو سوار ہو تو مضائقہ نہین ھم حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے لعن اللہ الفروج علی السروج تفسیر یا القرآن ولیخرج بالطعام عن قول ھم ھکذا فی العید یستحق قرآن پڑھنا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اُس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہو تو وہ خوب ہو ھم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنے جس صوت سے یہ نہین سنتے ہیں نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات مین تغییر ہو جاتا ہو فکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس الی من قرأ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القرأۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ھم فتاوے عالمگیری مین غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور اُن اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین یا ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی المطحطاوی کما یاس للامام عقیب الصلوٰۃ بقرأۃ ایۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ ذھاب الفضائل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا اٰمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور پیچھے پڑھنا انکا افضل ہے قرأۃ الفاتحۃ بعد الصلوٰۃ مجمعا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا حسنۃ لعادۃ الناس سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہے ہمارے اُستاد یعنے بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھم فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہے یعنے اگر اُس نماز کے بعد سنت ہو جیسا ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنے اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سوائے اللھم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا چاہیے الرشوۃ لتعاطی القضاء یا القبض ثبوت ملک نہین ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنی رشوتی کو اُسکا پھیر لینا درست ہے ھم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظالم کو روکے تو یہ ثابت ہے کہ شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اُسکا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار برآری سے پہلے اُسکے طلب کرنے سے یہ حرام ھم اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین خلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن المجتبی لا یاس بالرشوۃ تماذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اسپنے

دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو دینے والے کے حق مین رشوت نہین بمیط برانی مین ہی ایک مرد ایک گانون مین رہتا ہی اور اُسمین ظالم ہی اور یہ مرد اُس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہی دفع ظلم کے واسطے تو درست ہی والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء لمن یخاف لسانہ وکفی بہم المؤلفۃ ملاصقۃ ویلاعلی القالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعرون کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُسکو مال عطا فرماتے تھے اور مولفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اسوال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہی ہم مولفۃ القلوب وہ کفار تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام مین جمیع اھل الحلۃ للامام فخص اہل محلہ کے کچھ قوت ہا دعا ہم امام کیواسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہی ہم امام سے ظاہر الامام مسجد مراد ہی بدلیل محلہ دمن لیحت ما یوخذ علی کاسبہ کھلوا وملاہ ومعاصف اور حرام مال سے وہ مال مراد ہی جو مباح چیز پر لیا جاے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانیکی ہم شیاء مذکورہ اصلی مباح ہین سب آدمی اُسمین شریک ہین لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اُسکے کھان سے اُٹھالاوے تو وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہی تو اب اُسکو بیچنا درست ہی وما یاخذ عاذ الغزو وشاعر الشعر ومسخرۃ ومغنی قال تعالی لاومن الناس من یشتری لھو الحدیث اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہی جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بدلیہ شعر گوئی اور مسخرا اور مغنی لیتا ہی فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہی جو لہو الحدیث یعنے کھیل کی بات خرید کرتا ہی ہم مراد وہ غازی ہین جو اہل شہر سے زبردستی مال لین لہو الحدیث سے وہ مراد ہی جو امور ضروریہ سے غفلت مین ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل وقصص غیر متعبہ اور مضاحک اہل فضول کلام یہ آیت نظر بن حارث بن کلدہ کے حق مین اُتری وہ سوداگری کو ملک عجم مین جاتا وہان سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہین اور مین تمسے رستم اسفندیار وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہون تو کا فر اُسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اُتری واصحاب معازف وقرد وکاھن وصفار فقہ دفروعہ کثیرۃ اور حرام ہی وہ مال جسکو جان کے بچانے والے لیتے ہین اور مقرآد اور نبی خبر بنانے والا اور قاربا زاور عورت بیل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہی اور مال حرام کی فروع اور شاخین بہت ہین ہم انمیں سے اجرت داشرہ یعنے اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گسکر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصون مین صلح کرو لے کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانور دغا کی جنی پر لیا جاوے اور جانور مراد اور رندون کی کمال کی قیمت قبل ازباغت اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنے بچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال خبیث ہین کذا فی الخلاصۃ وقیل لہ یا خبیث یخبث جائزلہ الرد فی کل شئ تیقنہ لا تو جب الحل فترک الافضل کیسے کیا یا خبیث اور مانند اُسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو چاہیے کہ اُسکا مارس لگا مین جائز ہی جو گالی کہ مکروہ ہی وجب نہین ہی اور ترک اسکا افضل یعنے صبر افضل ہی جواب دینے سے کذا فی قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم انت فلیقل انی صائم فانہ افضل او احمق افضل کے بعد وہ دار ہے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہی تو اُسکا یون کہنا کہ دیکھا چاہیے مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ نفاق ہی تو احمق اور جہالت ہم یعنے بیناقین کا طریقہ ہی معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہی بلکہ یون جواب دینا بہتر ہی کہ مان مین روزہ دار ہون اسواسطے کہ صوم مین ریا کو دخل نہین کذا فی الخلاصۃ اوصی من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی بقلیل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہون اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہون تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق حسن وصیت کرا دین مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو مدت ہی کہ اپنے بھائیون سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اُسکا یہ ہی کہ بھائی اپنی اولاد اور عیال اور دوستون کو جمع کرے اور حمد الٰہی بجالاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اُنکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہی پھر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کرو گے میرے بعد پھر اگر ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ نہ مریو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت کی تھی پھر اُسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنے حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہون اُنکی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے

کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلی او تصدق رجاء یہ الناس کا یبقی یتلا لصو
وہ یثاب بہا قبل ھذا فی الرائحۃ نعمۃ الزاھد لئلا فالظاھر لہم الریاء کا یدخل العراقی فی الریاء کا یہ خلل العراقی جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے
کے واسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اُسپر عذاب ہوگا اور نہ اُسکو اسکا ثواب ملیگا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب فرائض میں ہے نہ نوافل میں
اور زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہم شارح کو یوں کہنا بہتر تھا وتقصہ الزاہدی
بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبیٰ میں یوں ہے ولکن نقش فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعلیل
ظاہر ہے اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی عزل الرجل علی ھیئۃ تنفر الطبع ذکر صورت کا تنا مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اسواسطے کہ
مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اُسپر لعنت وارد ہے ذکرہ ثم أما تسور الرجل وسوھالہ عورت کو مرد کا
چہرہ ٹھاڈھ پر مکروہ عورت کا جھوٹھا مکروہ ہے ہم مراد جھوٹھا پانی ہے عورت غیر طلال کا اور یہ کراہت درصورت تانہ دکھے ہو والا ظاہر اکراہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی ولا ضرب زوجۃ علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور
اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبیٰ لا یجب علی الزوج لتطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کا زوجہ کا
الطحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے کا یجوز الوضوء من الحیاض العوۃ للشرب فی الاصح جائز نہیں وضو کرنا اُن حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں
قول صحیح میں ہم لیکن وضو کے موضوں سے بنیا درست ہے دیمنع من الوضوء منہ فیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض میں
وضو کرنا منع کیا جاے وجہ لہ اھلہ ان ماذہ فانیہ جاز وللہ کا اور اُس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر اُس مالک کی اجازت ہو تو اُسکی
درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ المراد المتعریض کان عین الکذب حرام قال ھو الحق قال القاضی
وقیل الحق ما صدق من الکلام المجتبیٰ جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنے
مخالفت تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتبیٰ نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت
کیے گئے یہ سب مسائل یعنے مسائل محرکت بغیر متفقہ سے بیان تک مجتبیٰ سے منقول ہیں وفی الوھبانیۃ قال ؎ ولصلح جاز الکذب او دفع ظالم او ھو لحق قالقاضی
والقال لیطفر + اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہی صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور وہ جھوٹ درست ہے تادہ راضی رہے
وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہی تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے جاز الذی مراد ہو نہ کذب خالص ؎ ویکرہ فی الحمام تعریۃ
دمن شام متویرا فقالوا یبنو دار وحمام مین ضد بنگلا کا دابنا اور چوپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورہ لگانا تو ملانے کہا ہو کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
ہم کسی پر چوپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت توب ران پر چوپی کروانا حرام مین چنانچہ جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا
فی شرح الوہبانیہ ؎ ویفسق معتاد المرد بحکم ومن علم کلا طفا فی بوتزہ وعادت گرفتہ مرد جامع مسجد فاسق ہوا اسیطرح جو معلم کہ
اُسمین لڑکے پڑھاوے اور وہ گنہگار ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا مانا اُسکو گناہ کہا ہو تو ناظم کے کلام کا یوں توجیہ
ہو سکتی ہو کہ جب اُسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ؎ ومن قام اجلالاً لشخص فجارہ فی غیر اھل العلم بعض فقہاء اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم
اور تکریم کیواسطے تو جائز ہوا اور بعضے علماء غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہیں ہم شخص سے مراد مسلمان ہو نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی
تعظیم جائز نہیں اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کیواسطے مخصوص ہو بنا بر فتنہ میں ہو ؎ وحرۃ نقل المیت البعض مطلقا وفی بعض ھا وقیل
یجوز اور بعضوں نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہو مطلقاً خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہاء سے منقول ہو کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں ہم طرسوسی نے ذکر کیا

ؔ یہ بحث مخصص کیواسطے اسکو نوافل زاہدی سے نوافل کے ؔ لیکن واخاشیہ ابن

کہ میت کو اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہو بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہو بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت عین دو میل سے زیادہ اختلاف ہو بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہو قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو صدید البرشاح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہر اطلاق سوسی کا کلام حق ہو ۵ دللزوجۃ الشمتان لا فی شیعاء وھی فی کرھا التعوید للخطر او زوجہ کالا پنا بدن ہو مگا کرنا تقوی طعام کھا کر درست ہو بشرطیکہ اُسودگی سے زیادہ نہ کھائے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے منع ہو ہم تسہین زوجہ بشرط رضائے زوج جائز ہو خانیہ میں ہو کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھواتی ہو تا اُسکا زوج اُسکو چاہیے اور اُسکی طرف سے نفرت چھوڑے جامع صغیر میں ذکر کیا ہو کہ یہ حرام ہو حلال نہیں انتہی ابن وہبان نے توجیہ اُسکی یوں بیان کی ہو کہ یہ طرح کا یہ بھی سحر ہو اور سحر حرام ہو ۵ دیکرہ ان شقی لاسقاط حملہ اد جاز لعذر جیث لا یتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہو اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہو جبکہ حمل کا بصورت نہ بنگئی ہو ہم حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہو بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہ ہو کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہو اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اُسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہو اور بلکی طفل کا خوف ہو تو اس صورت میں حمل کا گرادینا علاج وغیرہ سے درست ہو جبتک حمل ٹھہرا ہوا عضا نہ بنگئے ہوں ۵ وان اسقطت میتاً ففی السقط غرۃ لو الدۃ من عاقل الاھم تحضر و اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مُردہ لڑکا گرادیا تو نہیں میت کی باپ کیواسطے مان کی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے ہم غرہ پنجم حصہ دیہ ہے عبارت پانچ سو درہم سے ہو جبکہ یک سال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے اور اگر عورت نے زندہ گرادیا پھر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہو تین سال کے اندر لہذا اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے ۵ وفی یوم عاشوراء مکروہ کحلھم وکا بالمعتاد خلطا دبو حجر و یوم عاشورا یعنے محرم کی دسویں تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہو اور کچھ مضائقہ نہیں خلط الطعم کی عادت میں اور تواب ہو ۵ وبعضھم استحبہ فالکحل جائز لا افعل رسول اللہ وفی الملتقی اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہو سبب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہم وجہ کراہت سرمہ یہ ہو کہ علامت ہو دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید و ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہو کہ انہوں نے سرمہ لگایا تھا قتل امام کی خبر سنے قبل یہ ہو کہ خلط طعم میں یوم عاشورا کوئی اثر قوی دار د نہیں لیکن حسین رضی اللہ عنہ بدلیل حدیث من وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہو کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ و مفرالسعادت فیروزآبادی میں ہو کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہو اور سائر احادیث فضیلت عاشورا اور فضل صلوۃ و اتفاق و خضاب و ادہان و کحل اور تخصیص یوم عاشورا بوسیع موضع مرفوعی ہو اور حدیث کہ لما کہ میں سرمہ لگانا بدعت ہو کہ قائلین حسنین کی ایجاد ہو شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث مفصل عاشورا اور وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبل تو بہ آدم و رفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اُترنا نوح کا کشتی سے اور اُترنا توبت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے ہیطہ آدم اور وقائع انبیا علیہ السلام کے نزدیک موضوع اور بامل میں تکثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ تعدد طرق سے جو بقصان ہو سکتا ہو حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی میں طرق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہو لیکن بعضوں کے نزدیک حسن ہو اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہو انتہا حاصل ہوا جو محقق میں ہو کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہو کہ اس روز میں بدعات روافض سے پرہیز کریں چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کریں اسیطرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے یہ پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیرذالک کہ نہ حدیث صحیح ثابت ہو نہ صحابہ کرام سے اور نہ چار دن الائمہ سے اور نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہو انتہی مافی صراط المستقیم مختصراً ۵ وجوب عمیل للغیر جازیا مرہ او جاز فاکھار والاب یامرہ اور غیر کے

ہو شخص ماشوا کے دن سرمہ لگائے اور اسکو دوا کہے اور اسکو دوا کہنے سے اسکا مقصود اسکا جنس ہو اور اسکا مقصود اسکا اطمینان ہو اسکا مقصود اسکا جنس ہو اور اسکا مقصود اسکا اطمینان ہو

ہو شخص ماشوا کے دن سرمہ لگائے اور اسکو دوا کہے اور اسکو دوا کہنے سے اسکا مقصود اسکا جنس ہو اور اسکا مقصود اسکا اطمینان ہو

غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہو اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ ہی کرے اپنے طفل کے مارنے کا ہم لیکن معلم کا مارنا جبتک پدر جائز ہو بمصلحت کے سبب سے شہ بلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے لئے سے مارنا اس صورت میں ہو جبکہ قاضی عامل ہو اسے حجت لازمہ کا مشاہدہ ہو گیا اور اس زمانے میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا سچا ہے کذا فی الطحطاوی ۵ والثواب من ذکر القرآن اذا سمعہ بدون الثواب للطفل الطفل یعنی واور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہو اور علمانے کہا ہے کہ طفل کا ثواب بالطفل ہی کیساتھ مخصوص ہے ہم استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہو اور پڑھنا مستحب ہو اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہو اور اسکے باپ کو ہم کو ثواب ہو ۵ وعلم مسائل بالذکر اولی من الصلوٰۃ نفلا وحرس العلم اولی والنظر اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم سنت فرض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم اسواسطے کہ تعلم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہو ۵ وقد کرھوا والله اعلم فمحوہ بلا اعلام ختم اللہ بہ حسن الخ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے چنانچہ درود پڑھنے کو بسبب درس کے اعلام کیا اسلئے وقت مقرر کرنے کو ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ اسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنے وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسبطرح جگہ ایک شخص محفل میں آیا اور اسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیدار یوں کے لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تالوگ اسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں بلکہ وسیلہ ہے یعنے غلہ بھی اور ذکر بھی تو مقصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ ۵ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور طلیطوسی محتسب ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اس سے کچھ باقی ہے تو طلیطوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالیٰ انمیں سے دو سمجھتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادر سنی کا ۴ میراث اصل طیب سے یعنے جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تو فقیہان اصول کی تادہ حلال پاک حاصل کی ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے واللہ اعلم وبہ نستعین وعلیہ التکلان

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح وضم میم ہر وہ زمین حیات و فرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنے زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنے ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اُس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے بحسب مناسبت ان فیہ ما یکرہ وما لا یکرہ شایکہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ علم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ علم ہی ہے جو کہ وہ نہیں الحیاۃ نوعان حیاۃ نامیۃ وغیر نامیۃ فالنامیۃ ھھنا الناصیۃ حیات دو قسم ہے جاسہ یعنے جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنے جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں ہم اد حیات نامیہ ہے نہ حاسہ وسمی موتا لبطلان الانتفاع بہ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا ریت کے پانی وہاں نہیں یا جنگل ہو گیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ بتاء اھ رس او کرب او سقی او عیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا حرث یعنے کھیتی سے اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر مختص بھا ولیست بملک مسلم ولا ذمی ولیست ملکا لاحد لکن موات او قلوۃ یعرف مالکھا فھی لقطۃ یتصرف فیھا کھام ولو ظھر مالکھا تردد الیہ ویضمن لقیطھا ان التقطت بلا اذن القاضی ھو الصحیح ملتقطہ ان اشھد عند الرفع والا لا یسمع بینۃ صاحبہ ملکی اعتمادا علی یدہ وھو المختار کذا فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے

کتاب الاحیاء

اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہو گانوں سے اسطرح کہ اگر چیخے وہ شخص جو منتہائے آبادی پر ہو بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کنذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اُسکا مالک معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ یعنے لاوارث مال ہے اُسمیں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسکو پھیر دیجاوے اور اُسکے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ہم زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہو گا اگر مسلمان ہو تو عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہو تو خراج واجب ہو گا اور اگر خراج کے پانی سے اُسکو سینچے گا تو اُسکا اعتبار ہو گا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اھل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ قلت وھذا ظاھر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوۃ الکبری وکذا فی البرجندی علی المنصوریۃ تعرف ظہران الفتوی علی قول الجمہور فافہم من شرح تبیین کذا فی الشرنبلالیہ کیف نما میں کذا فی الفتاوی محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی حریم معتبر کیا ہے یعنے موات وہ زمین ہے جو اہل قریہ سے متصل نہ ہو تو خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہمارے ائمہ ثلثہ کا ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور سید طحطاوی پر حاشیہ درمختار میں ہے عن منصور یعنی قاضیخان کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اُسنے اسکو کیوں بیان کیا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضیخان میں ہے کہ صحیح تر قول موات ہونے کا یہ ہے کہ اگر منتہائے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو جہاں آواز نہ پہونچے وہ موات ہے اور جہاں تک آواز پہونچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضیخان نے کسی کتاب میں محمد رح کے قول پر فتوی بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اخذ لہ الامام فی ذلک وفا یعلمہا بلا اذنہ احیا موات سے مسلم مالک اسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اسکو آباد کرنے میں حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اسکے حکم کے بھی وھذا لو مسلما فلو ذمیا فرط الاذن ارتفاقا اور یہ یعنے اعتبار اذن امام وعدم اشتراط سوقت ہے جبکہ وہ مسلم ہو اور آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستاما لیعملہا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا قہستانی ہو تو زمین کا اصلا مالک ہو گا باتفاق کذا فی قہستانی ولو ترکہا بعد ما احیاہ وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیاہا رضا میتہ تشاحا لاحیاء بحوانبہا الاکار بعدہ من اربعۃ بقرعۃ علی التعاقب تعیین طریق الاول فی الاکار من الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اُسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ جو تمی زمین میں متعین ہو گی اور اگر سب زمین کی لاہلی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر کرنے میں ہر طرف سے اُسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چار دن شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ دمن بحجر رضا ای مع غرز متنا او وضع علامۃ من حجر او غیرہم فہا ثلث سنین فہو احق بہا ظہرا وقبلہا احق بہا وان لم یعملہا لانہ انما یعملہا ایاما لحیلولۃ الغیر بحجر الحجیز اور جسنے روکڑ الا زمین کو یعنے غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کے پھر اُسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاوے آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے ہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اُسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اُسکا مالک نہیں ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تسییر سے نہ فقط روکڑ النے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق بہا نہرا ولم یدل دہا فہو احق بہا طحطاوی اور اگر ویران زمین کو جتایا یا اُسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اُسکے واسطے نہر کھودی یا اُسمیں بیج ڈالا تو وہ اُسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا کذا فی الملتقط وھو مستاما نہر میں وشدید ہے چند چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا نہ کور ہے مغاثۃ البیان اور مغرب میں ابو عبید البکری سے ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو ستد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

سمد وغیرہ میں دکایحوز احیاء ما فی یمین العامر بل یترک مرعی لصید وحطب حالما تدعو الحاجۃ الیہ لتعلق حقہم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان بحیث یظہر اور جائز نہیں آباد کرنا اُس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اُسکو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کیواسطے اور اُنکے کھلیان ڈالنے کیواسطے ایسے کہ لوگوں کے حق اُس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ سمجھی جاوے وہ زمین نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور ایندھن رکھتے ہوں فاعلم انہ لیس للامام ان یقطع مما علی المسلمین من المعادن الظاہرۃ وھی ما کان جوھرھا الذی اودعہ اللہ فی جواھر اکثر من یأتی کمعادن الملح والکحل والقار والنفط یہ معلوم کرو بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کھانوں سے اور ظاہر کھان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع عین ودیعت رکھا ہو ظاہر اور آشکارا ہو جیسا نمک اور سرمہ اور قیر اور لفظ قار کی کھانیں ہم قار اور قیر اور لفظ حکیمی رطوبت ہیں جو زمین کے چشموں سے جوش کرکے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ میں ملا جاتا ہے اور لفظ کمان وغیرہ میں تحکم کیساتھ ملی جاتی ہے والکاریا التی تعمل بالاستنباط والسعی وجیسا کہ وہ کنوئیں جو کسی کے ملک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالبیع کماء القنی والماء المحرز فی الظروف فملک للمحرز والمستنبط وتمامہ وشرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھودکر کوشش سے نکالا گیا جیسا کہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو جمع رکھا گیا برتنوں میں سو وہ پانی بھرنیوالے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہوا اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ سب مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریزوہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھودی جاوے والتی تستنبط بالحفر کالکاسن ای یتخذ القنی لہم تملک بالاستنباط والسعی جیسا کہ وہ کنوئیں جنسے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کنڈانی الزیلعی یعنی وہ کنوئیں کہ کسی کے ملک نہیں بواسطہ استنباط اور سعی کے حصہ ہم ملک کا مضمون کہہ گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کنڈانی الطحطاوی فلو اقطع ہذہ المعادن الظاہرۃ لہم لیکن لا اطماعہا احکام القطع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اُسکے عطا کا حکم جاری نہو گا ملک جیسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعہم المقطع کان متعنتا منعہ یا وکان لہ اخذہ مما اکالا ان منعہن یا المنع لا یالا خذ وکذا حق المنع وصرف عن ملاومۃ المحل للاستثناء قطعا بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم ما ہو الاصل المستقرۃ ذکرہ اعلا فاسم فی رسالتہ احکام اجارۃ اقطاع تو اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اُسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اُسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہونے سے بسبب لینے کے باز نہ رکھا جاوے روکنے سے اور پھیرا جاوے وہ اس عمل سے یعنے ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اُسکے ساتھ وہ حکم الملک المستقرہ کے نہو جاوے ایسا ذکر کیا ہمعلامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ھم الملاک المستقرہ وہ جسکی ملک میں سابق سے داخل ہوں کنڈانی الطحطاوی وھم یملکون بالتعریف کید العطر وھی التی یفرح الماء منہا بالید او المطر مثل الاجیر والابار اور عود خزامی مثل جاب وقالا ان للناضح فقط اور گرد گرد پیرناضح کا پیر عطن کی مانند ہے تا گز ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ پیر ناضح کا اگر پیر عطن ہو تو یہ گز ہے پیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہو اونٹوں سے لینے کھیت سینچنے کے واسطے کنڈانی العینی شرح الہدایۃ اور پیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہی ہاتھ سے یعنے اونٹوں کے چلانے کے لیے اور عطن عبارت ہو اونٹوں کی نشست گاہ سے کنویں کے گرد فی الشرنبلالیۃ تبعا للبحر والمعتمد الذی علیہ اکثر المتون والشروح والفتوی ان ذرعہ خمسون ذراعا ہاشمیا وقیل اربعون ذراعا ہاشمیا انتہی لکن نسبہ القہستانی للامام ثم قال وقیل ستون للاہمام وذرعہ بالستۃ ثم قال وقیل للتقدیر فی بعد معین لا لذرع بل لاصل بصلابتہا وقیل ما راعینا زیادۃ ولا نقصان ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ الہدایۃ وذخیرۃ الفتاوی وشرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یوں ہی ہے اگر کنوئیں کا عمق بہ گز سے زیادہ ہو تو حریم بہ گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم بہ گز سے زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تنکیہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے بعضہم سے آہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہا سابقین کی

ارضی مین تھی بسبب سخت ہونے انکی ارضی کے ورنہ ہماری ارضی مین نرمی ہو تو حریم ہم گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئین مین خلل نہ ہو جاے
اور اسکو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہو اور ہندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاتارخانیہ مین اور کبریٰ مین ہین کہ صاحبین کے
قول پر فتوی ہی تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہی حموی نے کہا صاحب حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نہ رہا
کذا فی الطحطاوی اِذَا حَفَرَ هَا فِي مَوَاتٍ بِاِذْنِ الْاِمَامِ کنوئین کا حریم ہم گز ہوا سوقت ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کھودا ہو فَاِنْ فِي
غَيْرِ مَوَاتٍ اَوْ فِيهِ بِلَا اِذْنِ الْاِمَامِ لَيْسَ لَهُ حَرِيمٌ كَمَا اَفَادَهُ الْمُصَنِّفُ تو اگر کنوان موات مین نہو یا غیر شخص کی زمین ہو یا موات مین ہو بدون
اذن سلطان کے تو اسکا حکم ایسا نہو گا یعنے ہم گز اسکا حریم نہو گا ایسا ذکر کیا مصنف نے اپنی شرح مین وَعِبَارَةُ الْفُهُسْتَانِيِّ وَفِيهِ رَمْزٌ اِلَى اَنَّهُ لَوْ حَفَرَ فِي
مِلْكِهِ اَوْ اَحْيَا بِاِذْنِ الْاِمَامِ لَيْسَ لَهُ حَرِيمٌ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ فِي الْحَرِيمِ مَا مَقَامُ الْبِئْرِ وَالْمَاءِ وَلِاَبِي يُوسُفَ فِي الْكُلِّ اِلَى اَنْ يَنْقَطِعَ الْمَاءُ وَاخْتَارَهُ الْفَقِيهُ اَبُو جَعْفَرٍ وَاخْتَارَ
بَعْضُهُمْ اَنَّهُ لَا يَسْتَحِقُّ اَرْبَعِينَ ذِرَاعًا فِي كُلِّ جَانِبٍ وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ خَمْسِينَ ذِرَاعًا وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ سِتِّينَ ذِرَاعًا وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ سَبْعِينَ ذِرَاعًا
يعنے کہ اگر کنوئین کھودے غیر کی ملک مین یعنے اسکے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہی الا بانشراط حریم کذا فی الطحطاوی تو اگر اپنے ملک مین کنوان کھود تا تو اسکو حریم
رکھنے کا اختیار ہو تا جاے اور اسکی طرف اشارہ ہو کہ اگر باغی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکون نے اسکو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا مفلس ہو گئے تو اس زمین کا
آباد کرنا جائز نہین سوا اگر پانی وہ زمین اسطرح چھوڑ دے کہ پھر اسکا عود زمین کی طرف نہو گا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہین ہی تو اسکا آباد کرنا درست ہی
اور اس قول کو قستانی نے مفرات کی طرف نسبت کیا ہو وَحَرِيمُ الْعَيْنِ خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ كَمَا فِي الْخَانِيَّةِ اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہی ہر جانب سے
جیسا کہ حدیث مین ہم ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہی اور بیر عُطن کا حریم
۶۰ گز ہی اور بیر راضح کا حریم ۹۰ گز ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ وَالدِّرَاعُ هُوَ الْمُكَسَّرَةُ وَهُوَ سِتَّةُ اَشْبَارٍ وَكَانَ ذِرَاعُ الْمَلِكِ سَبْعَةَ اَشْبَارٍ وَهُوَ الْمَعْمُولُ بِهِ فِي الْاَحْكَامِ كَذَا فِي الْكَافِي
کلیسر سنہ قبضہ ظاہر گز سے مکسور چھوٹا گز مراد ہی چھ مٹھی کا اور سلطان اکا سرہ کا سات مٹھی کا گز تھا سو اسمین سے ایک قبضہ بھر کم کر ڈالا گیا دیکھو فتح القدیر
مِلْكِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ كَانَ مَلَكَ فَلَوْ حَفَرَ فِي الْمَوَاتِ وَلَمْ يُتِمَّهُ حَتَّى حَفَرَ اٰخَرُ اِلَى جَنْبِهِ تَمَّمَ الْاَوَّلُ وَصَاحِبُ الْحَرِيمِ كَمَا لَوْ حَفَرَ فِي حَرِيمِ الْعَامِرِ
کہ حریم تو حیثیمہ اور کنوئین والے کی ملک ہی تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنوان کھودیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا پاٹا یا تعدیا نقصان تاوان لینا درست ہی
اور اسکا اور ابیان در زمین ہی وَلَوْ حَفَرَ اثْنَانِ بِئْرًا فِي مُنْتَهَى حَرِيمِ الْبِئْرِ الْاُولَى بَعْدَ مَا حَفَرَ الْاَوَّلُ بِئْرَهُ اِلَى اَنْ يَخْلُصَ اِلَى الْاَوَّلِ فَلَهُ مَنْعُهُمَا عَلَيْهِ لِاَنَّهُ
غَيْرُ مُتَعَدٍّ اَمَّا الْاَوَّلُ فَظَاهِرٌ وَكَذَا الثَّانِي لِاَنَّهُ حَفَرَ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَلَا تَعَدِّيَ فِي حَقِّ الْجَارِ بِالْحَفْرِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ كَمَا لَوْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ وَلَوْ حَفَرَ
غیر متعدی ہو اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہوا اور جو پانی زمین کے نیچے ہو وہ مملوک نہین تو اسکے ساتھ کچھ مخاصمت نہین اگر شخص کے مانند
جیسے دو کان بنانی غیر کی دو کان کے برابر پہلوین ہو پہلی دو کان دوسری دو کان کے سبب سے کاسد ہو گئی جاری نہ ہی تو اسپر کچھ مواخذہ نہین کذا فی الدر والرازی
دنیہ لو هَدَمَ جِدَارَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ لَيْسَ لَهُ اَخْذُهُ بِتَقِيمَةِ اَنْ يَبْنِيَ الْجِدَارَ هُوَ الصَّحِيحُ اور زیلعی مین ہی کہ اگر شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوا کے مالک کو اسکی
قیمت کا مواخذہ پہونچتا ہو نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہو وَلَحِقَ بِالْغَائِبِ الْحَرِيمُ مِنَ الْجَوَانِبِ الثَّلَاثَةِ دُونَ الْجَانِبِ الْاَوَّلِ وَلَيْسَ لِمَالِكِ الْاَوَّلِ اَنْ يَبْنِيَ فِيهِ بِنَاءً حَرِيمَ
دوسرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہی نہ پہلے کنوئین کی جانب سے اسواسطے کہ حق اول کی ملک مین سبقت کر گیا وَالْقَائِمُ مَقَامَ الْمَيِّتِ فِي حَقِّ حَرِيمِ بِئْرِهِ يَقُومُ مَقَامَهُ فِي لِقَاءِ الطَّالِبِ مَحْمُوهُ وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مَوَاتٍ كَانَ لَهُ حَرِيمُهَا وَلَهُ اَنْ يَمْنَعَ غَيْرَهُ مِنَ الْحَفْرِ فِي حَرِيمِهَا وَلَهُ اَنْ يَمْنَعَ غَيْرَهُ مِنَ الْحَفْرِ فِي حَرِيمِهَا وَلَهُ اَنْ يَمْنَعَ غَيْرَهُ مِنَ الْحَفْرِ فِي حَرِيمِهَا
البیر جدید اور کا ذیر یعنے پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اسکا حریم بقدر اسکے اصلاح کے ہو اندکی مٹی ڈالنے کے واسطے اور مانند اسکے اور محمد رح سے روایت ہی

کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہے عطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھٹ کر ظاہر ہو گیا تو اسکا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اسکا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وحریم بئر یتنزع فی الارض المیتۃ من کل جانب فیلس لغیرہا ان یزرع فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اسکا حریم پانی گرنے کی طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اسمیں درخت لگاوے یلحق ما انبت عود دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک حریما لہ اور جیحان وجلہ اور فرات کا پانی پھیرنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ہم وجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اسطرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حریما لعودۃ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا پر حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھیرنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لصاحبہ لانہ لا یجری الا بحریمہ اور جو نہر کسی کی ملک میں ہے اسکا حریم نہیں امام رحؒ کے نزدیک گز کا ہے کذا فی المنتقی یہ ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لشبہہ والقرطیۃ اور صاحبین رحؒ نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے بینڈ کی ملکیت ہے اُسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر ٹوٹنے سے بچانے تو اسکے اندر سے مٹی کاٹکر بینڈ پر ڈالی جاوے وقدروہ بعمل یقدر بہ حریم النہر من کل جانب وہو اذرع قلتہ فی قول ابی یوسف یقتصر بطن النہر علیہ الفتوی قلتہ اما معزیا للکرمانی اور محمدؒ نے بینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق ترحم کذا فی الملتقی اور ابو یوسفؒ نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے مستقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنے امام رحؒ کے نزدیک حریم نہیں مگر ثابت شدہ اور صاحبین رحؒ کے نزدیک مربع محمدؒ کے نزدیک بقدر عرض عوض اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے مستقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین رحؒ کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ لیلقی فیہا الارض لیخرج صاحبہا فلہا لسنا لہ عندہما بصاحب لا حریم عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے مستقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رحؒ کے اُس نہر مملوک میں ہے جسکی بینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اسکے متصل اور برابر ہو اور شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رحؒ کے نزدیک بینڈ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رحؒ کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہے اگر بینڈ فارغ نہو تو بالکل صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق وہ درختوں کا مالک بینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر غنیہ میں قاضی خان سے مستقول ہے کہ اگر بینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر الاتفاق اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا للتتمۃ المعتمد ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین وہکذا فی التبیین قلت ومن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وفرح المجمع اور قہستانی میں ہے تتمہ سے مستقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہوتی ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے اُن میں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا ونیۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی نیت سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ قرب بنو آدم والبہائم بالشفاۃ اور اب بنی آدم کا پینا ہے اور لبنو آدم جانوروں کا بنیاء ہے یہاں شرب بالضم تین مصدر ہیں نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کیواسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا غسل کیواسطے اور مراد اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی والکل مستفاد فی کل ماء لہ

بخرید بالماء واجب اور ہر جاندار کیواسطے اپنے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہین گیا ہم پانی مین حق عام اُسوقت تک ہے جبتک وہ اپنے مقام مین ہو یعنی دریامین یا کنوئین اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض مین بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے احراز کیا مکانہ اخذ آمین اشارہ ہے کہ اگر کنوئین سے ڈول بھرا اور کنوئین کے مُنہ پر سے نہو زحمۃ نہیں ہو تو شیخین رح کے نزدیک بھر نیوالا اُسکا مالک نہوگا سواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع مضبوط مین کذا فی الطحطاوی ولکل سقی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات دھی مباحۃ للملاک بالاحراز ولکل احد ان یقیم المیزاب فیہ غیر ضار بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح اذا لم یضر بالعامۃ کان مباحا کذا فی الظہیریۃ اور ہر جاندار کیواسطے اپنے پینے کا حق ثابت ہے ہر شخص کو سمندر اور ہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کے واسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہو جیسا ہر سواسطے کہ بیاج چنے سے فائدہ حاصل کرنا اُسکو مستوجب ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب اور راہتاب اور ہوا سے فائدہ جاہنا شخص کو بیاج ہے بشرطیکہ عدم ضرر خلق عدم ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے ایکطرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائین تو اسصورت مین نہر کھودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگون سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین وحسنے دوابۃ ان خیف تخریب النہر لکثرۃ ماء او لاستقی ارضہ شجرہ وزرعہ ونحو ذلک وکاب وھو ما من غیر عنزہ وقناۃ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہم فیتوقف علی اذنہ جائز نہین کہ جانور کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو کیونکہ جانورون کی کثرت کے سبب سے اور زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کنوئین سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اُسیکا ہے تو انتفاع اُسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن جائز نہین خواہ ضرر ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن پیجیگا تو اُسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن پیجیگا تو حاکم اُسکو تعزیر دے ضرب یا جیس سے اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجرہ حصل فی دارہ حملا الیہ بجرارہ وادلیۃ فی کوزہ لا کاٹ درخت اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سر سبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئین کا پانی لیجانا گھڑون اور ڈولون سے بلا اذن درست ہی صحیح قول مین اور بعضون نے کہا کہ درست نہین کیونکہ مالک کے اذن سے ہم خانہ اور در حقیقت من قول ثانی کو صحیح کہا ہے دونون قولون کو صحیح سمجھے کذا فی الطحطاوی والحاذف کوز وحب بمعملۃ محفوظۃ الخانیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لانہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور گھڑون مین تو اُس سے فائدہ لینا نجائز ہے مگر اُسکے مالک کے اذن سے بسبب اُسکے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے دلو کالبئر والحوض فانہ فی ملک رجل فلہ ان یمنع مریدا الشفہ من الدخول فی ملکہ اذا کان یحلب اناء لقربہ اور اگر کنوان یا حوض نہر ایک مرد کی ملک مین ہو اور کوئی شخص اُسمین سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اُسکو اپنے مملوک مکان مین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب اُسکے قریب اُسکے پانی پاسکتا ہو بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک ہونیکا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُسکو کچھ ضرر نہین دوسری جگہ سے پانی پا لیگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر دعہ لہ لما ان تخرج للناس اوتترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر صفتہ ای جانب النہر وعزہ کان لہ حینئذ حق الشفعۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث المرعی والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اُسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئین کے مالک اور مانند اُسکے نہو جیسے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو پانی بیچدے یا اُسکو چھوڑ دے کہ لے یا اُسکو چھوڑ دے کہ پانی لے بشرطیکہ پانی لینیوالا نہر اور مانند اُسکے حوض کا کنارہ اور مگر نہ توڑ ڈالے اسواسطے کہ اُسوقت مین یعنی جب پانی کا طالب متصل اُسکے مباح پانی پاوے تو اُسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزین مین شریک ہین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرلے اور اُسپر اپنا قبضہ کرلے بطریق احراز کے تو وہ اُسکا مالک ہے دوسرا اُسکا مالک نہوگا

اصل صحیح یہ ہے
اللہ حق حق تو کو جواب
یہان کیا ہے حق حق
حق حق حق حق
نقل کفر کفر نباشد
نفع الکبیر صفحہ ۲۱۲

الک نہیں اسکو اسکی تیاب جمیع وہ جو تملک کے درست ہی گھاس سے مراد وہ گھاس ہی جو خود رو ہو تو اگر تو صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک ہوگا بخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہی اسکو کوئی زمین سے نکال بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہی جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو اگر یہ سب شرکت ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد پھیکتا پاجاوے یا اسکی روشنی میں کچھ سیا جاوے یا چراغ روشن کیا جاوے تو آگ جلانے والا اسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے مضبوط مملوک میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہی جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں ہوں اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہی اور حطب کی نسبت سی گانون یا جماعت کے یعرف مضر نہیں جب تک معلوم نہو کہ یہ انکی مملوک ہی اور لکڑیاں جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہی اگرچہ اُسنے سبی سے زیادہ ہوں کذا فی الطحطاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فتقال لہا ما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترکہ لیاخذ قدر ما یزید ذبابی اور گھاس کا حکم رانی کے حکم کے مانند ہی تو مالک زمین سے کہا جاویگا اگر تو اپنی زمین نہ آپنے دے کہ یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اسکا رکھنا چھوڑ تو وہ لے جنانچہ اسکا کاجی چاہے کذا فی الزیلعی اھم گھاس کاٹ کر دینا اسوقت ہی جبکہ قریب اسکے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ للماء دھو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح کما فی عمدۃ الفتاوی عنہا اور اگر ایک شخص دوسرے کو پیاس جانی سے روکے اور روڑتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اُس سے لڑنا درست ہی ہتھیار سے بدلیل اُس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہی وان کان محرزا فی الاولی فاقتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ حرر اذا کان قتل عن حلبتہ لملکہ الا احراز فصار نظیر الطعام دیقتل فی البئر ونحوھا کالاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالمزید کما فی ورنہ اور اگر پانی کنوئیں پر رکھا ہو تو نون میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اُس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعلی الکنی وغیرہ لڑے نہ تو اسے جیسے کوئی طعام سے روکے تندرست کو سنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑا اُس شرط سے کہ یہ سنگی اُسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہونے اُس شخص کے پھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہی کہ بدون ہتھیار کے اُس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑا بہتر ہی تقریر کے ہوا کافی یعنی ترک معصیت تحقیق آعر یر ہوتا ہی مابین درزجر کیواسطے دکوی ھو ای حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لہم یکن لہ ای فی بیت المال شی یجد الناس علی الاشتراک فیہ لعدم انقطاع منفعۃ الشرب اور نہر غیر مملوک کا مکمود مابیت المال سلطان سے ہی سوا اگر وہاں بیت المال میں کچھ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہیے اُسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہون اُس سے یہ زبردستی ہی دفع ضرر کے واسطے ھم یہ کہتے ہی کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اُنپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہی کذا فی المحیطی وکری النہر الملوک علی اھلہ وجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکون پر ہی اور جو اُن میں سے انکار کرے ہر اُس پر زبردستی کی جائے وقیل فی الخاص یجبر اور بعضون نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نکیا جاوے ھم نہر خاص وہ ہی جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہی جسمین شفعہ واجب نہو اور اُسکی تجدید میں اختلاف ہی بہتر قول اسمین یہ ہی کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہی اسمین استحقاق شفعہ ثابت ہی اور اگر شریک سو سے ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہی اسمین ہر شریک کیواسطے شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہی کذا فی العینی وھل یجبرون ان یامر القاضی ھم اور کیا حرج کرنے والے پر حرج کرنے والے سے جبر لیسکے یا نہیں تو اگر یہ حرج کرانا قاضی کے حکم سے ہی تو درست ہی اور نہیں تو درست نہیں دمؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اھلہ اور نہر مشترک کے کھودنے کا خرچ شرکیون پر ہی نہر کے اوپر کی جانب سے ھم بیان اُسکا یون ہی کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کھودنیکا خرچ ہر شخص پر سو ان حصہ ہو یہان تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت مین خرچ نہر کا بانی کو نہر رہیگا نہ شخص کہ نون حصہ فان جاوز ارض رجل منہم یری من مؤنۃ الکری دفاکا علیہم کریہ من اولہ الی اخرہ بالحصص کما یشتوون فی استحقاق الشفعۃ

پھر اگر نہر مجاہد ایک شریک کی زمین سے تو دہری ہو گیا کھودنے کے خرچ سے اور رہا جمہور تو انکے لئے اول سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر ہیں شرب میں ہم نے بیان کیا کہ شارح کہتا ہے استحقاق انما غفہ یعنی جیسے دو برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اسواسطے کہ حق شرب شرکین کو مخصوص نہیں کہ انہ نے للطحطاوی ولکن لو کری علی اھل الشفۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر پینے اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں انکا حق تو فقط شرب میں ہے جبکہ پانی موجود ہو وقصر دعوی الشرب بفوات ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے اور رہا استحسان کے ہم وہ استحسان ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے صرف باری سے مالک ہو باری کا اسلئے کہ گاہے زمین بک جاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو حفظ باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیھا نھر اوارث لکل ارضہ کما یجری النھر فی ارضہ لیس لہ ذلک ویترکہ علی حالہ اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور نہ دوسرے شخص کی اُس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اُسکی زمین میں نہر جاری نہ ہے تو اسکو اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اُسکے قدیمی حال پر دان لم یکن فی بدہ ولم یکن جاریا فیھا ای فی کلا رض فعلیہ البیان ان ھذا النھر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ھذا النھر مسوغہ بیتے او شہود اگر نہ اسکے تصرف میں ہو یعنی اُسکے درخت نہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اُس زمین میں جاری نہ ہو یعنی اسکا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اُسکی مملوک ہے یا اُسکا پانی اس نہر میں جاری تھا اسکی روانگی بھی مدعی کی زمین تک پہنچنے کیواسطے ھم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہو یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعلی ھذا المصنف فی فھم وعلی سطح او للیزاب او المشاکل ذلک فی دار غیرہ لیحکم لاحتمال ان فیہ نظیرا فی الشرب زیلعی اور اسی قیاس پر پرنالی گرنے کا مکان ہو نہر میں یا چھت پر وعلی ھذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب کو رد و سے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو امین انصاف متحاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے مصب یعنی آب نیز سے مراد پانی کہ وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا پینے کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دو سرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسیکے گھر میں پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت انیا مذکورہ موجود نہوں تو اسپر گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا ھکذا بین وھما اختصموا فی الشرب فھو بینھما علی قدر ما صیھما لانہ المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انھوں نے جھگڑا کیا نباوتی اور کمی باری میں تو باری انکے درمیان میں بقدر انکی آراضی کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سیمانا مقصود ہے اور یہ یعنے پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار آراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اُسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف اختلافہ فیھما فی الطریق فانھم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقھا لان المقصود ھو استطراق ہر خلاف راہ کے کہ اختلاف کے کہ رقبہ طریق کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی سے ویدیر کی کشادگی سے کذا فی النھر ان شق مئہ نھرا وینصب علیہ رحی لا رحی وضع فی ملکہ ثم بعضھم بنی رحی بماء دنایہ اور نہر کے شریکوں میں کسیکو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اُسپر چکی قائم کرے مگر وہ چکی قائم کرنا درست ہے ہر خاص اُسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ ہم چکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے ہدم ضرر سے علاوہ یہ کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اُسکے جاری ہونے میں خلل واقع نہو وانما یکرہ ان کان غورہ او جسرہ او قنطرتہ او یاقم فی مشترک نہر پر پدھ کی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چرخی پل یا چشتی اور سنگی پل تو شریک کو جائز نہیں وان وسع النھر او عمقہ بالایام والحال انہ قد کانت القسمۃ بالکوی یکسر الکاف جمع کوۃ بفضھا النقیب لان العقب یمیز کل قدیمہ الظھور بالحق فیہ یا ایک شریک نہر کا وہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت یہی بلور نقب کے تو یہ سب مسدود نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے سبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوئی بلکہ حق ہو وہ جیسے نقب ہم اھل الحکمی نقب بیت ہے لیکن یہاں مستدام ہے کہ ہزار کے مفاتح آب کیواسطے کذا فی المغرب او یکسوق نصیبہ لان ارضہ اخضر

ف ۱ نہر میں پانی کا حق ہے ف ۲ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۳ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۴ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۵ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۶ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۷ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۸ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں ف ۹ نہر کا مالک ہونا ضرور نہیں

لیس لہ منعہ او من الشرب یا شرب لیجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اُس نہر مشترک سے اُسکے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلا رضا ہم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدون رضامندی باقی شرکیون کے شارح نے لما عدم رضا سب اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے یعنے نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور دھنیکلی وغیرہ اُسپر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی سب شریکون کے لیجانا درست نہیں ولہم نقضہ بعد الاجازۃ ولو قبضوہ من بعد ہم اور شرکا کو اجازت کے بعد اُسکا توڑ دینا یعنے اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اُنکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہے ولنبی للاعلی سکرا النہر بلا رضا ہم وان لم تشرب ارضہ بدفنہ منعی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدون رضامندی شریکون کے اگرچہ اُسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بندھنے کے ہم اور اگر شریک راضی ہو جاوے بندھنے پر بقدر اُسکے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں سر باندھنے پر راضی ہو جاوے تو جائز ہے ولیکن اگر ٹھنون وغیرہ کے روکنے سے پانی رک جاتا ہے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اعلی سے باز رہنا چاہئے درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلی بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے لوگ امیر من اعلی نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی والطحطاوی کطرق مشترک اراد احد ہم ان یفتح فیہ بابا الی دار اخری سألی ہذہ الدار التی ہفتحہا فی ہذا الطریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث کان لہ ذلک لانہ ذو حق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث کان لہ ذلک لانہ ذو حق چنانچہ ایک راہ مشترک ہے چند شخصون مین سو ایک شریک نے چاہا کہ اُسمین اُس دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جسکا رخ ہنوز الاغیر ہو اُس گھر کے رہنے والے کا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اُس صورت کے کہ دونون گھرون کا رہنے والا ایک ہی شخص ہو دہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین اسواسطے کہ اسصورت مین آمد و رفت کرنے والے زیادہ نہین ہو جاتے ہین اور پہلی صورت مین زیادہ ہو جاتے ہین اسلئے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع بہ اما الابتاع ببیعہ فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اُس سے نفع لینے کی لیکن اُسکے بیع کی وصیت باطل ہے کما یباع الشرب وکما یوہب لا یوجر ولا یتصدق بہ لانہ لیس بمال منقوم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما سیجئے اور پانی کی باری کچھ نہین جاتی اور اُسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا وکما یوصی بذلک ای ببیعہ وتخلیہ اور وصیت نہین کیجاتی اُسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومہر نکاح حتی صحت ہذہ العقود کلہا لان المبطل بالشرط فاسد لا لان الشرب لا یملک بسبب مما حتی لو مات وعلیہ دین لم یبع الشرب بلا رضا من اور باری کا پانی لیاقت نہین رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے عمد خون سے اور لیاقت نہین رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگے باری کے عوض ٹھہرانے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہین ہو جاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہان تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسپر دین ہو تو اُسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی ظاہر الروایۃ لیکن لہ ارسل قبل تجمع الماء فی کل نوبۃ فی حوض فضاع الماء الی ان بنقضی دینہ وقیل ینظر الامام الی ارض لہا شرب فیقضیہ الیہا فیبیعہا بامرہ ویدفع ثمنہا فینظر فیقیمۃ الارض بلا شرب وقیمتہا معہ فیعرف تفاوت ما بینہما دین المیت وتمامہ فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہر سے باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض مین پھر وہ پانی ہر باری مین بیکار ہے یہان تک کہ دین آخر ہو جاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اُس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی بادی کو اُس زمین کے ساتھ ملا دے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیچ کر ے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اُسکی قیمت کتنی ہے تو دونون کے تفاوت کو میت کے دین مین صرف کرے اور جو ابہان اسکا زیلعی مین ہے

یعنے اگر شلاز مین کی نسبت بدون باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم سیکے دین مین صرف ہون وَلَا یَضْمَنُ مَنْ مَلَأَ اَرْضَہٗ مَاءً فَغَرِقَتْ اَرْضُ جَارِہٖ اِنْ غَرِقَتْ لِاَنَّہٗ مُتَسَبِّبٌ غَیْرُ مُتَعَدٍّ وَھٰذَا اِذَا اِسْتَقَاھَا سَقْیًا مُعْتَادًا یَتَحَمَّلُہٗ اَرْضُہٗ عَادَۃً وَلَا یَضْمَنُ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین مین پانی بھرا سوا سکے پڑوسی کی زمین نے اسکا پانی سوک لیا یا اسکی زمین غرق ہوگئی اسلئے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہی اور تسبب مین تاوان اُسوقت ہوتا ہی جبکہ تعدی ثابت ہو اور یہ یعنی عدم تاوان اُسوقت ہی جبکہ اُسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اُسکی زمین اُسقدر پانی کی تحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اُسنے پانی بھر لیا ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہوگئی ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہی وفی الذخیرۃ ھٰذَا اِذَا سَقٰی فِی نوبتہ مقدار حقہ واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یَضْمَنُ علی ما قالوا سماعیل الزاھد فتاوی اور ذخیرہ مین ہی اور یہ یعنے عدم تاوان اُسوقت ہی جبکہ اُسنے اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سولے مین سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اُنمین زاہد کے کذا فی التتارخانیۃ وَکَذَا یَضْمَنُ مَنْ سَقٰی اَرْضَہٗ اَوْ بَقْعَتَہٗ مِنْ شُرْبِ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح وھبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مو لغیر قوم اور تاوان دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اُسکے اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہی خلاصہ سے اسوا سطے تاوان نہین کہ مذکور ہوچکا کہ باری کا پانی مال متقوم نہین ہی ولو تَصَدَّقَ فی بِئْرِہٖ لِبَقَاءِ الْمَاءِ الْحَرَامِ فِیْہِ بِخِلَافِ الْعَلَفِ الْمَغْصُوْبِ فَاِنَّ الدَّابَّۃَ اِذَا سَمِنَتْ بِہٖ اَلْفَدَمَ وَصَارَ شَیْئًا اٰخَرَ قُھُسْتَانِی اور اگر اُسکے پیدا ہووے غلہ یا پھل کو خیرات کردے تو خوب ہی بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اُسمین بخلاف مغصوب جانے کے اسلئے کہ جب جانور موٹا ہوگیا چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہوگیا اور دوسری چیز بنگئی یعنے خون اور گوشت ہوگیا کذا فی القہستانی فَاِنْ تَذَکَّرَ ذٰلِکَ مِنْہُ لَا ضَمَانَ وَاَدَّبَہُ الْاِمَامُ بِالصَّوْبِ وَالْحَبْسِ اِنْ رَاٰی الْاِمَامُ ذٰلِکَ خَانِیَہ وَتَمَامُہٗ فی شرح الوھبانیۃ پھر اگر یہ یعنے غیر کا پانی لینا جنبار واقع ہوا اُس شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دے اُسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اُسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اُسکا بورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وَقَالَ وَھُوَ جَوَّزَ بَعْضُ مَشَایِخِ بَلْخٍ بَیْعَ الشِّرْبِ لِلْمُتَعَامَلِ اَھْلُ بَلْخٍ وَالْقِیَاسُ یَتْرُکُ بِالتَّعَامُلِ وَنُوْقِضَ بِاَنَّہٗ تَعَامَلَ اَھْلُ مَلَاۃٍ وَاحِدَۃٍ اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہی بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہوجاتا ہی رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی ہی اسطرح کہ یہ ایک شہر والون کا رواج ہی یعنی اور ایک شہر والون کے رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا واقعی الناصح بِضَمَانِہٖ ذَکَرَہٗ فی جواھر الفتاوی قَالَ اِبْنُ عَبْدِ الْحَکَمِ یَتَعَیَّنُ بَیْعُہٗ فَلْیُحْفَظْ اور ناصحی نے فتوی دیا ہی اُسکے تاوان کا یعنے جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ کہ ہر جو ہر القنیہ مین اور یہ کہا کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہوجاتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اس فتوی مین ناصحی متفرد ہی تو عدم ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ قاضی اپنے فسخ کے غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قُلْتُ وَفِی الْھِنْدِیَّۃِ وَشَرْحِ وَجِیْزِ الْکَرْدَرِیِّ اَلْبَیْعُ الْفَاسِدُ اِتْلَافُہٗ بِضَمَانِ بِاتِّفَاقٍ فَلَوْ سَقٰی اَرْضَ نَفْسِہٖ بِمَاءِ غَیْرِہٖ ضَمِنَہٗ وَبِہٖ نَاْخُذُ فی النقایۃ ھنا فاغتنمہ مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اُسکی شروح مین بیع فاسد سے یہ مذکور ہی کہ ضمان لازم آتا ہی تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہی نقایہ مین یہان سوا سکو بجمع لہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہی قلت وقد مر ما علیہ الفتوی فَتَنَبَّہْ مین کہتا ہون اور البتہ مذکور ہوچکا وہ قول جسپر فتوی ہی تو خبردار رہنا ہم مر لو جمہور کا فتوی ہی عدم ضمان کا تخریج وہبانیہ سے مذکور ہوچکا نہ ناصحی کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ وَسَاقِی الشِّرْبِ الْمُسْتَحَقِّ بِمَا مِنْ بِلَا اِذْنٍ وَضَمَّنَہٗ بَعْضٌ مَا مَرَّ اَطْھَرُ اور وہبانیہ مین ہی اور پینچھے والا غیر کی باری سے ضامن نہین اور بعضون نے اسپر تاوان لازم کیا ہی اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہی وَاَجْوَدُ وَالْاَخْذُ الْاَوَّلُ

الذی عط + جوانب مذروون اذن بفسر اور فضانے اُس مٹی کا لینا ہو سر کے جوانب پر ہو جو زمین کیا ہو بیرون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو ۵
ولو حفرہ انھوّا والفوائد لہ + فلو فی حویصلہ پس ما ینقل یوضع اور اگر کوئی نے نہ کھودی اور اُسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہ کے حریم کے اندر تو لے تو مٹی کے وہاں سے
اُٹھانے کا حکم نہوگا ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک قوم کی نہر ہو دوسرے شخص کی زمین میں اور اُن لوگوں نے نہر کی مٹی اُسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہو تو صاحب
زمین مٹی اُٹھانیکا اُنسے مواخذہ نہیں کرسکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہو تو مالک کو اختیار ہو کہ اُنسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے ہدایہ کی
دو بیتوں میں مذکور ہے شارح نے ہدایہ کی دو مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابوں کے احکام میں ہم اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیاں ظاہر ہیں اسلئے کہ مزیل عقل ہیں اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز
حیوانات سے اور اُسی سے خطاب شرع متعلق ہو لیکن خمر انگور کی امتوں پر مباح تھی انکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب
متحمل تھے اور اُنپر مستی غالب نہوتی تھی تو اُنکی اباحت میں اُنکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو اُنپر مستی غالب
ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے کہ اُسکے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر ہر جرام ہو اور ابتدائے اسلام میں اسواسطے مباح ہوئی تھی تاکہ خمر کو
معائنہ کرلیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے الٰہی تھی یعنی کذا فی الطحطاوی نے کہا کہ مستی اور فساد میں حرام تھا اور خمر کا
تھوڑا بھی پینا اُمت محمدی پر حرام ہوا اُنکی تعظیم اور تکریم کے واسطے نام قبیح میں واقع ہوں کیونکہ یہ اُمت مشہود ہے بخیر ہے جمیع شراب والشراب لغۃ کل ما نفع
یشرب واصطلاحا ما یسکر امشربہ مجمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز عین سائل سے جو پی جائے چنانچہ پانی اور سرکہ اور شربت اور
عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے ہم عرف ہندوستان میں شراب اُسکو کہتے ہیں جو دیگ میں
ڈالکر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا دالمحرم منہا اربعۃ النوع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شراب ہیں حرام ہیں یعنی خمر
و طلا اور سکر اور فقیع ترجیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک تو ثمار یعنے پھل مثل انگور اور کھجور اور میویز یعنے انگور خشک
جسکو اہل ہندستان کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور تیسرے عسیر چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے الیان یعنی اونٹ کا دودھ سو
انگور سے پانچ یا چھ شراب بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور مثلث اور مثلث مزیج یعنے پختہ اور منصف اور منصف مزیج یعنے پختہ اور نبیذ اور کھجور سے تین شراب بنتی ہیں
یعنے سکر پختہ اور نقیع اور نبیذ اور حبوب اور ذرا کہ اور شہد اور عسل سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگر چنانچہ اُسکے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے بسکر پختہ
انگور کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق پکوڑا گیا تو اُسکو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیریں ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اُسکا نام خمر ہے
اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اُسکا نام باذق ہے
اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اُسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر تیلا کیا
پھر اُسکو پکایا تو اُسکا نام مختبہ ہے اور اسکو بقولی اور ابا یوسف بھی کہتے ہیں اسلئے کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ رشید کو اسطے اسکو مرتب کیا تھا اور
کھجوری اور کشمشی بھی اسکو کہتے ہیں اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقے کو پانی میں چند روز تر رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا
اور نبیذ یہ کہ منقی کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر اور نقیع اور نبیذ بناتے ہیں سکر پختہ کا اور نقیع پختہ کا پانی ہے گذر کھجور کا اور نبیذ
پختہ یا گذر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی وقاضی خان فتحفظا ولدل الحرم وھی التی یکسر الثلثین فتشتد بدین من ماء العنب
فذا غلا واشتد وقذف بالزبد ولم یطرب ولا یغلی اور غرض چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھائے اور اُبلے اور

ہمکذا ہے کذا فی ۱۲

اشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہا نتی بکسرنون اور تشدید یا تمامہ ہے اور زبیدی نے فتح زا مہملہ و یا مشددہ عبارت ہے زغوہ سے اور زغوہ کہ ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے مراد جوش کامل ہے اسطرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے مست کر دینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا صلاحیت سکار یعنی مست کر دینے کی لیاقت مراد ہے کذا فی نہایۃ یعنی ولہ یشربہا قدفہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب یأتی ما یفید ۱۲ اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنے فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں امامون کا اور اسی قول کو اجھفص کبیر رح نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے اور آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنے قولہ والکل حرام اذا علی واشتد ہم صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ لغت اور عرف میں سکر اشتداد سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اسکو سبب پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم رح کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے کمدرے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حدود تعلیر مستحل اور مانند اسکے لہذا مناط احکام نہایت اور کامل پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمر علی نبیذ ما ذکر مجازاً اور کاہے خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ۱۲ ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر سواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یعنی تمک مخمر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چھپا لیتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی آئمہ ثلثہ کے موافق ہے ۱۲ اسواسطے کہ انکے نزدیک ہر سکر خمر ہے اور دلیل انکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی جنسی کی ہے اسپر اہل لغت کا اتفاق ہوا اسکے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ذلک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے ۱۲ بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہے ۱۲ شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہا ای لذاتہا بحر مصنف رح نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر بالاتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے صم بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اسمیں قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اسلیے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں کیسان وفی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشر دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المبتغی وغیرہ وانما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر مجتبے وغیرہ من مشروحا مذکور ہیں ۱۲ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمانا ۲ اسکو رجس یعنی نجس العین کہنا ۳ اعمال شیطانی سے اسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا تصد رکھتا ہے اسکے سبب سے ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰ انہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الجلبی وہی عشرۃ بجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست مغلظہ ہے پیشاب کے مانند اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہو وسقط تقومہا فی حق المسلم لا البتہا فی الاصح اور خمر کا حال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ بالکل اسکی صحیح تر قول ہیں ہم مال متقوم مسلمان کے حق میں اسواسطے نہیں کہ حقتعالی نے اسکی امانت کی بحسب العین فرمایا اور متقوم ہونا غرت کا مشعر ہے اور خمر کی بالکل ہیت نہیں اور یہی اصح ہے اختلاف میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب سیلان طباع کے اسکی حرمت کے ہمکیطرت وحرم الانتفاع بہا ولو لبیع دوابّ وأطين وانظر للتلبيغ او فی دواء او دهن او طعام او غیر ذلک اور حرام ہے منافع خمر کا حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانور روغن کا پلانا ہو یا اسمیں سے مٹی کا ترکرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا

تماشے کیواسطے یا دوا میں اُسکا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا التحلیل او لخوف عطش بقدر الضرورۃ ولو زنا فسکر حدّ مجتبی مگر حرمت کا سکر کہ نا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو سزا جدا ہی جاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعها لحدیث مسلم ان الذی حرّم شربها حرّم بیعها اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے مقرر جسنے اُسکا پینا حرام کیا ہے اُسنے اُسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ہم مسلم میں ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ کیا تجھکو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اُسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اُسنے کہا کہ میں نے اُسکے بیچ ڈالنے کا امر کیا ہے تب بحدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اُسنے اُسکا بیچنا حرام کیا پھر اُس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اُسمیں خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی و بجد شاربها وان لم یسکر ضمنها اور حد ماری جاے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جبکہ اُس سے ہم باوجود حد ہم سکر کا لازم ہے اسواسطے کہ اُسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب کیونکہ وہ اُم الخبائث ہے ہمنے حدیث میں سنو طمیں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اُسپر آسمانوں اور زمین کے خمر سے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اُسنے پی تو اُسکی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اُسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القهستانی وتحدّ شارب غیرها ای سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اُسکو بیہوشی اور نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں مجمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اُسپر جو مست ہوا اُن شرابوں کو پیکر جو جو اور شہد اور دودھ اور زنجبیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو لعب کا قصد کرتے ہیں اور اُسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ویکره التوبل فیها الطبخ اور خمرہ آگ پر پکانا اُسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا ہم یعنی پکانے سے اُسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ اسواسطے کہ اُسکی حرمت کو باطل کردے حرمت کے ثابت ہوجانے کے بعد یعنی خمر ہوجانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر تلخی تو اُسکے بعد طبخ پھر جائز نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی لانه یحدّ فیها اذا لم یسکر منه لاختصاص الحد بالقذف ذکره الزیلعی واستظهره المصنف وضعف ما فی القنیة والمجتبی ثم نقل عن ابن وهبان انه لا یلتفت الیه قاله صاحب القنیة مخالفا للقواعد مالم یعضد ونقل من غیره انتهی وفیه کلام لابن الشحنة مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نہاوے گی جب تک اُس سے مست نہو گا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اُس قول کو جو قنیہ اور مجتبی میں ہے لینے جب خمر پکائی گئی اور اُسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہوجاتی ہے پھر مصنف رحمہ نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نہ کیا جائے اُسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اُسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تضعیف میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رح کا یہ ہے کہ اُسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اُس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی اور مست کردینا زائل ہوجاے کیونکہ اُسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہوجانے سے اُسکی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب بسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہوجاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہو اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اُسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اُسکے نہیں اسلئے کہ موثر انقلاب ہے طبخ کی اعیان کچھ خصوصیت نہیں رکھتا فی الطحطاوی ولا یجوز بیعها الذاوی علی المعتمد قالوا المصنف تلث ولو بامتقاین واحتطاب فی الحلیل فتایه ہم اور جائز نہیں خمر سرکہ ہوا کرنا بنا بر قول معتمد کے یہ کہا ہے مصنف رحمہ نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے سرکہ کیا جاے اور پنیاب کے سوراخ میں پکائی جاے کذا فی النہایہ ہم جو چنانچہ وغیرہ بین المثال

سرکا نہیں لیکن بجز العین ہوجاتے یہ بھی درست نہیں اسیطرح اسکا سرمہ اور ناس میں ڈالنا جائز نہیں وبجوز تخلیلھا ولو بطرح شئ فیھا خلافا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز انمک وغیرہ کے ڈال کر سرکہ بنے برخلاف شافعی رحمہ امام شافعی رحمہ کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہوجائے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہوگیا اور اسکی اوپر کی جانب اسکی نسبت سے پاک ہوگئی ابوسعود رحمہ نے اپنے اسناد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر وھو العصیر مطبوخ حتی یذھب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکرا وھو المصنف ھذا یسمی انیذا قد اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس انگور کا جو پکایا گیا یہاں تک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر بن گیا اور مصنف رحمہ نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہ ہے کہ اسکا نام بادہ ہے نہ طلاء مراد یہ ہے جس طرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضی خان کے فتاوی مین دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مراقی سے نقل کیا کہ زفر کی قید سواسطے اگائی کہ اگر تہائی جل جاویگا تو جب تک شیریں ہے بالاتفاق حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جب تک نشہ نہ کرے تب تک شیخین رحمہ کے نزدیک حلال ہے خلافا لمحمد واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وھو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لانہ فی العلم ھکذا حد المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط اما عندہ فیشترط کما ذکرہ الصفار رضی اللہ عنہ کما فی الشرنبلالیہ وھو یعنی اقول یہ ہے کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہاں تک کہ اسکی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہوجاوے اور اسی مشروب کو طلا کہا جاتا ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ نے اسی پر چلے ہین یعنی فقط تسمیہ مین حکم کرنے مین یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلا کہا اسکو حرام نہین کہا ہے سواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمی بطلا ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے مگر ناصریہ کہ طلا بتفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلا بتفسیر ثانی یعنے مثلث یعنی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہین الا بقدر مسکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اتقبہ ھذا الطلاء البعیر وھو القطران الذی یطلی بہ البعیر الجربان اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کے سبب کہ یہ مثلث کیا خوب شبیہ ہے اونٹ کے طلاء کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء نظر ان ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے مراد طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران رقیق وکسر وہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث یعنی غلظت قوام مین بسبکہ مشابہ تھا طلاء سے لہذا اسکو فاروق اعظم رضہ نے فرمایا فجاءت بہ اشبہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المصنف کما تحریرہ یفتے اور اسکی نجاست یعنی طلا کی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف رحمہ نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ھم طلاء بتفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو مسمی بادہ ہے اسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث یعنی جو کہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے والثالث السکر فمختص وھو التی من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری سکر ہے پس بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اور آسمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیریں ہوگا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والرابع نقیع الزبیب وھو التی من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب نقیع زبیب ہے یعنے خیساندہ مویز کی وہ پکا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی مین انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرط اسکے جھاگ ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد الکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد وقذف بالزبد اور تمام یہ تینون مذکور شرابین یعنے بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام ہین جبکہ جوش کھاوین اور اشتداد پکڑین ولا یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہین ھم امام رحمہ کے نزدیک سواسطے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک سواسطے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل نہین وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ھم امام رحمہ کے مذہب پر

تو ظاہر ہوا ورنہ ابن حجر کے نزدیک سکے حرام ہو کر جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہو گئی وظاہر کلامہ کیفیۃ المنون انہ اختار ھھنا قولہما قالہ الیرجندی نعم قال لعمستانی وترک القید ھنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متون کے مانند یہ ہے کہ اسنے اس مقام میں صاحبین رح کا قول پسند کیا ہے کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو نہ کہ تو نہیں کیا ایسا کیا ہے یہ جندی نے ان قہستانی نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا ہے یہاں اسکے ذکر کو ضرور نہ جانا تو اس سے خبردار رہنا شامی طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اسنے سکر کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو خلیسان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونوں میں یکساں خلاف ہے دلیلہم حکموا بنجاسۃ المسکر بالنقیع دمقادکلامہ انہا خفیفۃ وھو مختار اسرخسی واختارفی الھدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سکر کی نجاست کا جو بیان تعین کیا اور اسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیفہ ہے اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتہا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا کان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلثہ یعنے باذہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہے کہ سکر کی حرمت سے تو اگر حلال جاننے والا کافر نکہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہے اور حرمت سکر کی بدلیل قطعی ہم کشد ہیں ہے کہ یکفر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے بخلاف اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہے اور خاص دلالت مراد میں اولی ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحاوی منہا اربعۃ الوانع کالماء بنبیذ التمر والزبیب ان طبخ اوادنی طبخۃ جل شربہ وان اشتد واسکر یہ ہے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبیب ہے پینے خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی شرط یہ کہ تھوڑا سا پکا جاوے یعنی یہاں تک کہ ثلث حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتد کے ساتھ قذف کو ذکر نہیں کیا یہاں سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز میں (یعنی نے کہا متخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اسکی علت میں بھی احادیث وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض رفع ہو جاوے وھذا اذا شرب منہ بلا لہو ولا لعب فلو شرب للہو نقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو اور لعب کے واسطے شربت ہوگا تو اسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ہم مختار میں ہے کہ طرب تکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے درر میں کہا کہ یہ قید اس اشربہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے دمالمسکر فلو شرب ما یغلب علی الظن انہ مسکر یحد اور حلت اسوقت تک ہے جب تک وہ نشا نکرے تو اگر اسقدر پیئے گا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ہم یعنے قدح اسیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہے نہ مشروب بنامہ بخلاف خمر کے جسنے نشہ پیدا کیا ہے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ ہو جائے تو سوان پیالہ جسنے نشا کیا تو حرام ہے سوان پیالہ کہ نہ نشا کرے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے پیا تو حرام ہے اور وہاں کا پیشہ ضا حرام اور اسکی طلاق جائز ہے کذا فی الطحطاوی الثانی الخلیطان من الزبیب التمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد جل بلا لہو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی خلیطین ہیں یعنے خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد حاصل ہو حلال ہے بدون لہو اور لعب کے سم حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ تم مٹکی بھر کر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے واسطے برتن میں ڈالتے تھے اور پانی اسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو نام کو پیتے تھے اور جو شام کو تر کر رکھتے اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ احادیث میں خلیطین سے ہی وارد ہے وہ فطکی حالت پر محمول ہے تاکہ دونعمتوں کا اجتماع نہو اور حالانکہ یہ بھی محتاج تاویل ہے بلکہ ایک چیز پر دوسری کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی میں بھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے

کذا فی الظہیریہ وفی التاتارخانیہ نبیذ العسل والتین والبتع والشعیر والذرۃ حلال سواء طبخ او لا بلہو وطرب اور اشربہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو اور کاجی یعنی ہر چیز خیساندہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی ان اشتد وھو ما طبخ ماء العنب حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا اقتصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للھو ایحل اجماعا اور اشربہ حلال سے چوتھا مشروب تثلث انگوری ہے اگرچہ بہتر ہے شدید ہو اور تثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہاں تک کہ اسکی دو تہائی جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی رہے یہ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کیلئے پیا ہے تو شیخین رح اور محمد رح سے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الخلاصہ شیخین رح کے نزدیک شافعی بغیر طرب کو حلال ہے اور محمد رح اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکی حرمت لاجل حد شیخین رح کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو ثمانی بن سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ میں وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا جسمیں یہ تھا کہ شام کا قافلہ مشروب غلیظ اسود لایا طلاء اہل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ جیسے انسے سوال کیا کہ تم اسکو کیسا پاتے ہو انہوں نے مجھکو خبر دی کہ وہ تمہارے ان جلاؤ لے سے ہیں اسکے دو تلث جب جاتے رہے ہیں ایک تلث بدبو کا اور ایک تلث شیطان کا حصہ ہے سو شیطان کے سوا پینے والوں نے مجھکو حکم کیا کہ اسکو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے مشروب کو تم بچاؤ یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہیں تمہارا ایک حصہ ہے انتہی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ اعجف کہ یہ سے تثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال نہیں سائل نے کہا کہ تم اعلم ہو یا ابو یوسف کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ ہم بضم طعام کیلئے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو لعب اور فسق و فجور کے واسطے پیتے ہیں ابو یوسف سے اہل میں روایت ہے کہ اگر نبی یہ اسطے تثلث پکے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا اور اسطرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم رح سے روایت ہے کہ میں نبیذ تمر کو حرام سمجھتا تھا اور تمر کے سوا جو نبیذ مذکور ہوچکی ہے اسکو استعمال کرتے تھے اور میں اسکو نہیں پیتا ہوں باعتبار حرمت کے انتہی مافی العینی وصحح بیع عنب یعصر للخمر لا بیع خشب لیصنع منہ طنبور او مزمار وان علم ان ھذا یفعل قال المصنف اور زمن کے قول سے بھنگ اور انجیر کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے اسواسطے کہ دونوں نجس ہیں کہتا ہوں اور ان نجس سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم جواز ہے ایسا کہا مصنف رح نے شرح میں وتضمن ھذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل للمضاف عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائیگا ان شرابوں کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہیں اسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہو ہم جواز فعل کو تملیک سے صحت اور ترتب اثر ہونے کو لازم نہیں کرتے ہیں کذا فی الفتح وفی الخانیۃ ولو کسر الصلیب المتخذ من الذھب او الفضۃ او اتلفہ انسان ضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وندبہ ناظر الوقف الذی یلیہ بخلاف اتلاف صلیب الخشب فانہ لا یضمن لانہ غیر متقوم اور خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا توڑ ڈالے تو اسکے مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلئے کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم امور میں انکے دین کے ہم متقوم ہیں بر کذا فی الزیلعی وحرم العصیر العنبی الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوھما فانہ المصنف مطلقا قلیلہ وکثیرہ اذا طبخ بالنار وغلی وان لم یغل بنفسہ کذا فی الزیلعی وغیرہ اور حرام کیا ہے انگور کے شیرہ نے شرح میں کہ مراد شیرہ سے جو شرابیں کہ بنائی جاویں شہد اور انجیر اور انکے مانند سو یہ محمد رح کے نزدیک مطلقا حرام ہیں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے یہ ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جو شراب انگور کے سوا ہو اور خلاوت کا نبیذ یعنی انکا ہو بشرطیکہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیکر مست ہوا اور اسپر حد لگائی گئی اور اسکی طلاق واقع نہیں اور محمد رح کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ المشربہ

مذکورہ ہے جو نشہ کرے علی العموم اسکا قلیل اور کثیر حرام ہی کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کہ کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ یعنے جو نشہ کرنے والی چیز وہ خمر ہی اور ہر مسکر حرام ہی اور بدلیل حدیث سنن احمد رح وابن ماجہ رح و دارقطنی کہ ما اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ یعنے جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہی اور فتوی محمد رح کے قول پر ہی اور بزازیہ میں ہی کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اُسکا اور کثیر سب حرام ہی فقہانے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہی کہ وہ جس ہی جیسا مذہب شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہی انتہے اور یہ اختلاف شیخین رح اور محمد رح کا جا اشربہ حلال میں ہی اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی گو کہ اسقدر سے نشہ نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً واختارہ شارح الوہبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہی محمد رح کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہی کہ قول مذکور یعنے وجوب حد مروی ہی شیخین رح اور محمد رح سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ میں عمادیہ سے یوں مذکور ہی کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی نے حکایت کی کہ اُنہے ہمارے سب اصحاب سے بہ روایت پائی کہ حد واجب ہی اسوقت کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہی اور نشا فساد کا سبب ہی تو حد واجب ہوئی تاکہ اُسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہی خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونظمہ ۵ نقال ۵ وفی عصرنا فالحد حتم حدّ واوتعی طاد تالمن مُسْکِرِ الحب سکو وعن کلہم بودی وافتی بحدّ بعد ملقن قال ھو المحرر والمراد شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہی سو یوں کہا ہی کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہی اور علما نے طلاق واقع کردی ہی اُس شخص کی حد اُنچ یعنی بھنگ یا شراب یعنی یوزے سے مست ہوا اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہی اور محمد رح نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہی اور یہی قول منتقی اور محقق ہی وفی طاد فی البزازیۃ وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضاً ولو سلم منھا المختار فی زماننا انہ نجس زادر فی الملتقی وقوع طاد فی من سکر منھا تابع للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ھو عند فصد اللہو فحرام اجماعاً انتہی تمام نیما علقنہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہی اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اُسکا قلیل بھی حرام ہی اور وہ ناپاک بھی ہی اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہی کہ اُسپر حد جاری کیجائے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہی کہ جو شخص مست ہوا اُسکے پینے سے تو اُسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ملعنے کا تابع ہی اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محرم رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہی اور اہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی انتہے مافی الملتقی اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہی جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہی زاد الفقستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لھما والسکر منہ حرام بلا خلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹنی کے دودھ جب جوش کھا کر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اُس سے تو بلا خلاف حرام ہی اور اُسکے مست پر حد واقع ہونا اور اُسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہی یعنے شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الوحش ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الھدایۃ حلہ وفی الخانیۃ اذا نذکرہ تحرّمًا عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح کا گھوڑے کا دودھ جبکہ جوش کھائے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونے کو صحیح کہا ہی یعنے امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہی کہ وہ مکروہ تحریمی ہی مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم علت اُسکو قطع کی جنبک نشا نکرے زیلعی میں ہی قول اصح یہ ہی کہ گھوڑی کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہی بموجب فکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسکے لئے کہ اُسکے گوشت کی کراہت حرام کے سبب ہی اور اسلئے کہ مادہ جہاد منقطع نہوجاوے تو یہ کراہت اُسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہے کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ انتباذ النبیذ فی الدباء جمع دبأۃ وھی القرع حلال ہی نبیذ بنانا تونین میں دبا تشدید وہ جمع ہی دبارۃ کی جو بمعنی کدو ہی والحنتم جرۃ حضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما روہ من النھی نسخ اور حلال ہی نبیذ بنانا ختم یعنے سبز گھڑے اور حرتبان میں اور راس برتن میں جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہی اور لکڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہی سو منسوخ ہی ہم محمد رحمۃ اللہ علیہ سے

کتاب الاشربہ میں عن ابی حنیفہ رح عن علقمہ بن مرثد عن ابی بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور جو یہ کہ گوئی نکرو اور محمدؐ کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب رکھو جتنا تم چاہو منع اسواسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کریں اور دُبّا، حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پوشاک کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ اُن برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر اُن میں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے اُنکا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمدؒ کے نزدیک وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک تین بار دھونے اور پھر اچھی طرح خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اُس میں بار بار پانی بھرے اور اگر نیا نہ ہے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے اور میں نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ شرب دردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی اجزاء المحرم قلیلہ لکثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عند نا بل یعزر وبہ یحد جماعا اور تمر کی تلچھٹ پینا اور اسکو کنگھی میں ملکر بالوں میں لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچھٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اُسکے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اُسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد ماری نہ جاوے گی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد ماری جاوے گی ویحرم اکل المجمر والحشیشۃ ھی ورق القنب والامیون لانہ مفسد للعقل یصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بیج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور انبون کا کھانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے نشہ عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکھتا ہے اور در دکتا ہے مصنف طحطاوی نے بیج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اسلئے کہ بیج نفع بامو حد وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جسکو جاہل نفیتہ بیں چنانچہ بیج بنگ کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بیج یعنی خراسانی اجوائن تیاتی ست شبیہ بہ برگ دیرخوتہ وبسیار غلیظ دور طول وعرض ازان بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی وبرگ وساق غلیظ آن مرغوب وثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار و شاخہائے آن یکے بزیر دیگری وملوث مجمے شبیہ بطبلہ وبسیار ریزہ تراز ان وبیج مدور وسہ نوع ست سیاہ وسُرخ وسفید ہر دو نوع اول باسمت وغیر مستعمل دنوع سوم کہ مفید ست مستعمل وکباب بعضے آن سُرخ آنرا استعمال نمایند آور صاحب مخزن نے قسب بین کہا کہ ابفارسی کنب وبنگ وبہندی بھانگ وباصطلاح ورق الخیال وحشیش وحشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند وساق آن مجوف وگل آن سفید وتخم آن مدور کہ آنرا شہدانج ولبفارسی شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بیج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بیج وہ گھاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بیج مغائر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اُسمیں اوصاف ذمیمہ ہیں لہذا متاخرین کا اسکی حرمت پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل حشیش اور بیج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اسپر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بیج دو قسم ہے ایک منزل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند سواسطے کہ اگرچہ اُس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جہاں بحث بیج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر ھذہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی المجتبی اور بھنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے اُنکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص ان میں سے کھائے تو اُسپر حد نہیں اگرچہ اُس سے مست ہو جاوے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی المجوہرۃ وکذا تحرم جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جاوے پھل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم مصنف رح نے شرح میں مرمت بیچ پھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق چنانچہ کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب سکر ہے دنقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل النبیذ والحشیشۃ فھو زندیق مبتدع بل قال بعض الدین

الزاھد انہ یکفر بھا جم غفلہ اور مصنف رحمہ نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور تنباکو کے حلال ہونے کا قائل ہووہ ملحد ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ منسوب بکفر ہے اور اسکا قتل مباح ہے ہم مصنف رحم نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح قمر تاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ سے کچھ منقول نہین اسواسطے کہ اُنکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھ منقول نہین مُرنی کے زمانے تک جو شافعی رحمہ کے اور ابن عمر شاگرد امام اعظم رحمہ کے عراق اور عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم مین پھیلا اور مضاہت عقلا پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء ماوراالنہر نے مُرنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اسکے جلانے کا اور اُسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی رحم اور حنفی رحم دونون مذہبون کا اُسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہان تک کہ اُسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق دے تو اُسکی طلاق واقع ہوگی زجر اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت وفی شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بحرمتہ بجزیۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانھا مسکرۃ عین کہتا ہون اور ہمارے اُستاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح مین جو اُنکے باپ بدرالدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون کیا ہے کہ اُسنے تصریح کی ہے جائل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون الموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہے قسما قال سبحنا النجم والذی نفسی بیدہ لا یدخل احد النار بعد الکافر یدعی شاربہ انہ لا یسکر ولا یسلب لہ فانہ مفتر وھو حرام بالاجماع احد عن ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تنا ولہ المرۃ والمرتین ومع نفی ولو عند حرم قطعا علی ان استعمالہ دعا مصرا یلیق بہ لاصرار علیہ کبیرۃ لاستاذ والصغائر الخ پھر شافعی رحمہ کہتا ہے کہ تنباکو جو نو پیدا اُس ہے اور اُسکی پیدائش شام مین ایکہزار بیسو سال ہجری مین ہوئی اُسکا پینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اُسکے عدم سکر کو مان لیجے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنے اگرچہ عقل کو زایل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہو وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت ام سلمہ رضہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے ہر مسکر اور مفتر یعنے نشہ کرنے والی اور سُست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دفعہ یا استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہ کہ اُسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہان اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے انتہی کلام النجم الغزی بلفظہ ظہر الجود مفتی روم رحمہ تمام کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ کے خلاف ہے اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اُسکا سامان کردینا واجب ہے اور حقے اور نفقات شافعیہ رحم سے دریافت کیا سو اُنہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر لعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اُسکی عادت ہو اور ترک اُسکا ضرر نکرے تو از قبیل نفقات ہوگا اور اگر اُسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہوگا انتہے کلام الشافعیہ اور یہ جو ضرر بدن کا ذکر کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے باختلاف مستعملین کے یعنے ہر کسی کو مضر ہے ادرک یکون دافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف دبظھر ثمرتہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المتکامل امرہ والنبات المجھول سمیتہ انتہے قلت فیفھم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتن فتنبہ اور اشباہ مین اُس قاعدے کے اندر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدے کا جو اس چیز مین جسکا حال معلوم نہین جیسا نجہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہین ہوتا انتہے کلام الاشباہ تمت کہتا ہون تو اس قاعدے سے پوچھا جاتا ہے حکم اُس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پھیل گئی ہے جسکا نام تمن یعنے تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنے بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تنباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین توقف ہے یعنے نہ اباحت ہے نہ حرمت

بلا حکم شرع کے تو یہ مباح ہے نہ حرام وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیۃ الطاقالہ بالشوم والنعال بلا دلیل متدبر اور البتہ ہمنا کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہے اسکو لسن پانی کے ساتھ بطریق ادلے الممحق کرکے سواسکو غور کرلے ہم منفی ردوم ابو سعود رحمۃ نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور کراہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہے اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ سیخ میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لسن پیاز وہاں مکروہ تحریمی ہے اور فسق خوانی کے وقت اسکا استعمال صریح ہے ادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ کل دخان حرام ہے قیاس کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں آپک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے مشابہت آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ شعار اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہے انفس کلام الشریف واللہ اعلم ومتعاطی جزم بحرمۃ الحشیشۃ سامرحوم الوھبانیۃ فی المحیط ونظمہ نقال ۵ وافتوا بتحریم الحشیش وحرفہ وقد طبق محققی لزجرہ قردہ لما بہ المتادب والفسق تبقی ذوقہ للستحی وحرروا اور ان علما میں سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہیں خارج وہاں پیچھے بیان کیا ہے اسکو کتاب الحظر میں اور اسکو نظم کیا ہے اور بون کہا ہے اور علما نے فتوے دیا ہے بنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بنگ نوش کی اطلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اسکو متفق اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں صم نہائی نے مغربی سے نقل کیا کہ صیدوہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بطخ نکل گئی اسلئے کہ ممتنع سے وہ مراد ہے کہ اسکے پاؤں یا پر ہوں جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہے کہ آدمیوں سے مالوف نہ ہو نہ اور وحشت طبعی کی قید سے وہ پالو جانور نکلگیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لَعَلَّ مِنَّا سَتَیْہِ اَنَّ کُلًّا مِنْھُمَا یَرِثُ السِّرَّ وساتھا یہ کہ مناسبت صید کی کتاب لاشتر بہ یہ کہ دونوں جنیرورث سرور ہوتی ہیں ھُوَ مُبَاحٌ بِجُمْلَۃِ عَشَرَۃِ شُرُوطًا مبسوطۃً فی العنایۃ سنقرءھا فی اثنا المسائل شکار کرنا مباح ہے بیندہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں ۱ ہونا اسکا مسلمان کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو سو شریک نہ ہونا اسکے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۳ ترک بسم اللہ عمداً کرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مشغول نہ ہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں ۱ معلم ہونا اسکا یعنی تعلیم یافتہ ہونا ۲ جاننا اسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ۱ یہ کہ اسکی خونریز دار دانت اور جنگل سے نہ ہو ۲ شکار کا متحترات الارض سے نہ ہونا ۳ سوائے مچھلی کے آبی جانور نہ ہونا ۴ قابو ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پر دن سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ عن النہایۃ پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کے واسطے منع الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب متلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اسلئے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کیوجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کیواسطے اور کبھی دل بہلانے کیواسطے اور فغایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانورین اور حرام میں حلال تو کھانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار واسطے غرض کے واسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منع الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالیٰ واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنے جب تم حلال ہو لینے محرم نہ ہو تو شکار کرو اور جب حرام کردیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جبتک تم محرم ہو اور شروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ کھایا اور تو نے اوسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر اسنے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہیں کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے حدیث بخاری

کتاب الصید

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ سبب ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے انتہی مافی المنح لا محرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم حلبی نے کہا ہمارا بہتر تھا الا المحرم فی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں مباح نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حلال حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں اور المتلبس بحما هو ظاهر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفة علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما ذکرته بعد قوله وبالاباحة تحقیقا لاباحة الحرفة لانه نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحة سواء علی المذهب الصحیح کما فی البزازیة وغیرها یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ کو میں زیادہ کی اشباہ کی متابعت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنی کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب قسام اباحت صحیح برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے مصنف شاگرد ہے صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بھی علانیہ نہ کیا نصب شبکة لصید ملك ما تعلق بها انجلا وان ما اذا انفصلها للجفاف فانه لا یملك ما تعلق بها ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس جانور کا جو اسمیں پھنس گیا برخلاف اس صورت کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمیں ہم تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المفلش او غیره خاتما او دینارا مصوبا بطرب الاسلام لا یملکه ویجب تعریفه اور اگر نیلام یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اسکا مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جبکا ہو سو اسکو لے ہم مفلش بضم میم وسکون فاء وکسر لام وشین معجمہ عرف میں اسکو کہتے ہیں جو زمین میں مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملك ثلثة فاتل کصید وهبة وخلافة کارث واصالة وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید او حکما بالتهیئة کنصب شبکة لصید کما فی الجفاف علی البساط الخالی عن مالك فلو استولی فی مفازة علی حطب غیره لم یملکه ولا یحل المفلش ملخصا ملا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب تو تملک ہے یعنے ایک ملک سے دوسرے ملک کیطرف ملکیت منقول ہوجاتی ہے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہوجاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنے ایک کے مرنیکے بعد دوسرے کا مالک ہونا جیسا کہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنے استیلا اور قدرت ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہو مالک سے خواہ حقیقۃً استیلا اور قدرت ہو تصرف میں لانیسے یا حکماً قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے خشک کرنے کے لئے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنے اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی تمہانی سے ترجمہ میں مذکور ہوچکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم ما فی الذبائح من کلب وباز ودخولها بشرط قابلیة التعلیم بشرط کونه لیس بخس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ جیتا اور شکار بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور نہ ہو اسکے بخس العین نہو سکے کتاب الذبائح میں نیش دار اور چنگل گیر کی تفصیل ہوچکی یعنے ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلئے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے تمہ فرع علی ما مهد من الاصل بقوله فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتهما التعلیم فانهما لا یحتملان الغیر لاسد لطوعه والدب لخساسته والحق بعضهم بالدب الخنزیر لخساسته یہ بھی مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدے پر جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا بھیڑیے اور شیر سے اسواسطے کہ انمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں

ل قولہ فلو استولی الخ یعنی اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی لکڑی پر قبضہ کرلیا تو وہ اسکا مالک نہوگا کیونکہ ملک کا سبب تین ہیں ایک تملک دوسرا خلافت تیسرا اصالت اور یہ شخص ان تینوں سببوں میں سے کسی سبب سے مالک نہیں ہوا کذا فی الدر المختار من ۱۲

غیر کے لئے عمل نہیں کرتے غیر اپنی علوم سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خساست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیئے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا: لانجنزیر لبجاسۃ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ عینہ لا ان یقال ان التصرف فیہ فتنیۃ اور نہ سؤر سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونیکے سبب اور ریچھ اس قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہ ہوا ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجئے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کتا مستثنے ہے اس قاعدے سے سو آگاہ رہنا وبہ یندفع قول العھستانی ان الکلب نجس العین عند بعضھم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی ما فی التجرید فتامل اور اس جواب قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سو نجس العین نہیں ابو حنیفہؒ کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کرلے بشرط علمہ ما علم فی باب المخلب پنجہ دار اور جنگل گیر کا شکار حلال ہے اگر اسکی تعلیم پائگی کی شرط سے وذا یقول لا کلا اما الشرب من الصید فلا یضر فھستانی وبانی تلمانی الکلیب نحوہ وبانی وجوہ احداھا ھو ما فی البادی ونحوہ اور یہ یعنی اسکی تعلیم پائگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلائے اور شکار کا حق بھی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اگے مذکور ہوگا مع بیانہ جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت نمازگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دو تو بھی اپنی عادت چھوڑی تو تعلیم پائگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھاوے تو اسکی تعلیم پائگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وبشرط جرحہا فی ای موضع منہ علی الظاھر وبہ یفتی اور شکار حلال ہونیکو شرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوی ہے یعنے فقط گاڑھی کرنا شرط نہیں بلکہ کوہ فہستانی ہر زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ نجس خون نکلے یا نہ دعن الثانی یحل بالجرح وبہ قال الشافعی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول امام شافعی رح کا وبشرط علمہ ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنے اگر کتا یا باز شکار بھجا کرے بدون ارسال کے اور اسکر پکڑے کتے قتل کرے تو حلال نہ ہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال دونہ حکما فاشترط عدم ترکہا عمدا علی الاصح اور شکار حلال ہونیکو شرط ہے کہ تسمیہ کرے ارسال کے وقت اور اگر بھول کر چھوڑ دیا تو بھی حلال ہے یہی صحیح ہے کما صححہ جمع اور اگر عمداً چھوڑے تو حلال نہ ہوگا یہ شرط ہے نزدیک امام اعظم رح کے اور صاحبین رح کے نزدیک تسمیہ شرط نہیں ہے کما مر ممتنعا ای قادرا عن الامتناع بقوائمہ او بجناحیہ متوحشا فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البیت او استأنس لم یحقق فیہ الحکم المذکور ولذا حل بترکہا کالکلب الکلشوم فی صید لا کل بان حل صید غیر کما صحح اور اگر شکار ممتنع نہ ہو یعنے قادر نہ ہو ممتنع ہونیسے اپنے قوائم یا جناحیہ سے متوحش ہو تو اگر جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہوگیا تو اسمیں حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسواسطے مصنف رح نے شکار میں ماکول نہ ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلاً کھال سے غلہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آوے گا سو تامل کرلے وبشرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلبٌ لا یحل صیدہ کلب غیر معلم وکلب مجوسی او مرسل الی غیر علیہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہ ہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون سیکھے کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمداً بسم اللہ کرنا اسپر ترک ہوا تو ان صورتوں میں شکار حلال نہ ہوگا وبشرط ان لا یطول فقتہ بعد ارسالہ لیکون لا صطیادہ مضافا للارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں

زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو بواسطے شرط ہونا کہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمن وہ استغنی کا نفہد کما یکمن الفہد علی وجہ الحیلۃ والاستراحۃ برخلاف اسعورست جیکہ کتا یا باز دبک رہا ہو اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبک رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے بطریق استراحت و آرام کے ہم یہ نمبر ۱ استثناء کے ہیں یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دبک رہے بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہوا اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الخلاصہ وفی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصراً والمفہوم خصال خمسۃ ینبغی ان یکون العاقل عاملا بہا کما یسط المصنف وہو رجحان کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چاہئے مصنف نے شرح میں انکو مفصل بیان کیا وہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے وقت تک کنارہ رہے تاوقتیکہ شفقت مطلق حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اسکا سیکھنا مامور سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اسکے سامنے آجاتا ہے اور چیتا اسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسطرح عاقل کو لازم ہے کہ نجاسات مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر تاوقتیکہ رہتا ہے کتا ہو یعنی اپنی جان کیوں ہلاک کردں غیر کیواسطے ایسا عاقل کو مناسب ہے کذا فی النہایۃ وفی الخبازی عن الحاوی فان اکل منہ الباز فکل الا ان تعلیمہ لیس بتمام اکلہ پھر اگر شکار میں سے بازنے کچھ کھایا تو باقی حلال ہے کھایا جائیگا بواسطیکہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب لم یؤکل لقولہ علیہ السلام اذا اکل الکلب فلا تاکل فانما امسک علی نفسہ ولانہ علامۃ الجہل جیسے اسکا کھانا اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنیکے بعد یعنی تین بار کے شکار پکڑا اور نکھایا پھر جبھی بار کھایا تو شکار اسکا حلال نہیں بواسطے کہ وہ علامت ہے اسکی جہالت اور ترک تعلیم کی ذکن لا یؤکل ما صاد بعد ما حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسطرح وہ شکار بھی نکھا جائیگا جو اسنے شکار کیا بعد کھانیکے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم پانچکا تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد تین بار شکار کرے اور نکھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا وما صاد قبلہ لرتقی فی ملکہ فان ما تلفہ من الصید لا نظہر فیہ الجرحۃ فلا تفاوت فلم یحل فیما اشکل ذکرہ القہستانی یعنی وہ شکار حلال نہیں ہوگا جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا فرضیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ مالک ہو چکا ہے یعنی مثلاً مالک ہو چکا تو اسمیں بالاتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور یہی اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہم خلاصہ مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقاء محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اسکی ملک میں ہے تو اسمیں اختلاف ہے سو امام کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مرد و نوذی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعوی دار کے نزدیک انتہی الحاصل اشکال یہ ہے کہ انعدام مملکت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جیسکہ شکار پکڑا گیا تو مشتری رابع سے سن بھیر لیگا کیونکہ بیع مردود تھا اور اثر ظاہر ہوتا ہے تو ہمیں اسکے کھانے کے بعد اور راگر یہ کیجئے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو شخص غیر کا مال غصب یا جوری سے کھا جائے تو چاہئے کہ حرمت ثابت ہو جائے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کصیقۃ فرمن صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یؤکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ جرغ جو بھاگ گیا اپنے اوتر گیا اپنے مالک کے پاس سے سو جنید مدت چھوڑا رہا پھر بلیٹ آیا مالک کے پاس سو اسنے شکار پر چھوڑا سو اسنے شکار پکڑا تو وہ کھایا جائیگا اسلئے کہ جرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اسنے ترک جابت کی تو وہ اس کتے کے مانند ہو گیا جو شکار سے کھانیکا عادی ہو گیا ہو ولو الصید الصید من الکلب فقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ طفی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ تمحض فیہ علمہ

نمبر ۱ غلبہ ظن فرمحل حال ہے نفس ارسال سے

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور تین میں سے ایک شخص کہتا ہے اسکو کھانا اور کتے کی طرف ڈالیا سو اُسنے اسکو کھالیا یا کتا شکار میں سے کھا لیا یا شکار میں سے کھا گیا تو بانی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اسکی نہایت علم اور دستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اُسنے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق تھی یعنے خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنے گوشت کذا فی المنح ولو قتل الصید فقطع منه بضعة فاكلها فانه لا يحل لانه صار كالمأكول بدلا عن الكل كذا في السراج الوهاج اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اُسمیں سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا جائیگا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے هم تربیة شکار میں کتے کا دلوانا ہی ما افسده وتبع الصيد فقتله ولم يأكل منه حتى اخذ صاحبه تعلم بالاكل ثلاثة متتابعة اول من نفس الصيد لم يضر كما مرّ اور اگر کتے نے وہ شکار ڈالدیا جو نوچا اور بھاگا لیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُسمیں سے کھایا یہاں تک کہ اُسکے مالک نے شکار کو لیا یہ کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اُسوقت میں یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات کیلئے تعلق میں ضرر کرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا واذا ادرك الارسل او الرامي الصيد حيّا بحيث لو خرق مافي المذبوح خرق مافي المذبوح وجب ذكاته اور جبکہ کتے یا بانکا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات ذبح سے زیادہ ہے تو اسکو ذبح کرلے بشرطیکہ جو کچھ مذبوح میں ہے اگر شکار کو بعد مقتول ہونیکے پاتا تو وہ حلال ہے زکوٰۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اُسنے ذکوٰۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے شطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا اگر خرق مافی المذبوح حیات باقی نہیں اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین رحمہما کا لیکن الامام رحمہ کے نزدیک حلال نہیں اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط حله بالرمي التسمية دون حكما كما مرّ اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر گلانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنے نسیان سے ترک تسمیہ مضر علت نہیں وشرط الجرح لتحقق مبيحه الذكوة اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوٰۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلنے سے ثابت ہو وشرط ان لا يغيب عن طلبه لو غاب الصيد متحاملا بسهمه فمات في طلبه بحل وان تغيب عن طلبه فما اصابه مبيتا او بكل ليلا حتما اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز پیچھا نہ چھوڑے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہوگیا ہو اُسکے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک تیر انداز اسکی طلب میں ہو وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش اور طلب چھوڑ پھر تو نے شکار کو مردہ پایا تو اسکا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ مجروحات میں موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط في الحارث ان لا يتولى عن بصره وفيه كلام مبسوط في الزيلعي وغيره اور فتاوی قاضی خان میں جملہ شکار کی بشرط مذکور کی ہے کہ شکار جب تک تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے ہم وجہ یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہوگیا شاید کہ کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طالب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر دلیل پکڑی ہے کہ جب ہمارے مذہب میں مسلم امام احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہوگیا تین دن پھر تو نے اسکو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہوگیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اُس شخص پر جو اسکا مانع ہو انتہی ملخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی وان اخذه الذي ارسل حيا ذكاه وجوبا فلو تركها حرام وسيجيء پھر اگر مرسل یا بھیجنے والا کتے یا بانکا شکار کو زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کیا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا مسئلہ کہ ہوگیا واجب المعتبرة هنا ما يكون فوق ذكوة المذبوح بان يعيش يوما مثلا وجمع اور جو حیات کہ یہاں یعنے ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور یہی روایت ہے کہ اکثر روز ہفتہ دس سے زائد الی الجمع اما مقدارها فهو ما يتوهم بقاؤه كاني المنتقى فالمعتبر هنا حياة فوق ذكوة المذبوح في مقدارها اور حیات مذبح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم ہو چنانچہ منتقی میں ہے سو وہ مدت زندگی یہاں معتبر ہے یہاں تک کہ اگر اسقدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اسکو ذبح کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام ہو جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا

کہ یہ قول اجماع امام اور صاحبین کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات مخفیہ میں بھی ذبح کرنا ضرور ہے مستوفیہ وغیرہا کے مانند کذا فی الکبری والمعتبر فی الذبح ما یعتبر فی الذکوٰۃ وھو وجود ۃ وما اکل المتسبع والمبیتۃ مطلقا المیسرۃ وان قلت کما اشرنا الیہ علیہ الفتوی وتقدم فی الدباغ ذبح اور نشتر یہ اور اسکے مانند چنانچہ ٹھیلہ اور موقوذہ میں جسکو دوسرے نے کھایا اور بیان میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں ھم مُتَرَدِّیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے تڑپ کر ہلاک ہو گیا یعنے حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہیں ہیں اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور بیان ہو یا نہو گئی ہو ذبیحہ کے ذبح سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے اور دلیل اس آیہ کریمہ (وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ) اور دلیل حدیث عدی مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پائے تو ذبح کر اسکو کذا فی الملتقی فان بند کیا ای الذکاۃ عمدًا مما القدرۃ علیہا فمات حرم اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمداً باوجود قادر ہونے کے اسپر یہ حرام ہو گیا وکذا المجوم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاھر الروایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف یحل وھو قول الشافعی قال المصنف وفی متن الوقایۃ اشارۃ الی حلہ والظاھر سعۃ انتھی قلت ووجہ الظاھر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ھذا یجعل الحاقا ھذا اور اسی طرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایہ میں اگر صیاد ذبح کرنے سے اس طرح عاجز ہو گیا کہ اسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا رقت سنگ ہے اور امام ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایہ یہ ہے کہ یہ صورت عجز حلال ہے اور یہی قول امام شافعی رحمہ کا مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں کہا اور میری تین میں اور وقایہ کی متن میں اشارہ اسکے حلال ہونے کی طرف ہے یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایہ کو ترجیح دیجکا انتھی ماخرج المصنف میں کہتا ہوں اور ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتیں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ھم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گیا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا اور اسی طرح مجوسی کلبہ وخنزیر کا مسئلہ فائدہ جسکو بامجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیر کیا اور پھر کتا مشورکر کے سو وہ تیر ہو گیا اور اتنے شکاروں کا راسوہ شکار حرام ہے ھم ہر چند زجر لغت میں بمعنے منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور جوشیدلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے جو بنا یہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہئے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اسکے حلال ہے یعنے ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال مجوسی کا ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجری معتبر ہو گا پھر اگر زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے او فتلہ معراضہ وھو سھمہ کاریش لہ سمی بہ لا صابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمیں پر نہیں اور معراض اسکو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ لغانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ھم معراض یونزن محرب تیر ہے بدون پر کاد ونوں کنارے اسکے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولو لم یسہ حدّ فاصاب بحدّہ حل اور اگر معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقۃ فقتلہ ذات حدۃ حرم لفتلہا بالثقل لا بالجرح یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ یا بڑھئے کے تو شکار حرام ہے بسبب اسکے قتل کرنے کے بوجہ سے اور گرانی سے نہ بڑھنے اور تیزی سے ھم بندقۃ بضم باء موحدہ وسکون نون مدورمٹی ہے جس سے مارتے ہیں اور راسکو جلاہتی بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جسکو غلیل سے چلاتے ہیں ولو کانت خفیفۃ تعاد حدۃ حل قتلہا لما مر حنیئذ ولو لم یجرحہ لا بو کلا مطلقا وشرط فی البحر لا دماء وقد لم یثقبہ ونحلہ نیابہ علقہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا گولی ہو تو شکار حلال ہو گا اسلئے کہ اسروقت میں تو گولی غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی کیا تو اسکا کھانا مطلقاً درست نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا تو گولی اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان

لقمی کی ہماری شرح مین ہم فتاوی قاضی خان مین ہی کہ غلیلہ اور تیر اور معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہین اگرچہ شکار زخمی ہوگیا ہو اسلئے کہ شیاء مذکورہ چیرتی پھاڑتی نہین ہین اگر انکو مراز دک دار تیر کے مانند کرلے اور اسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا اور اگر اندر زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اور ظاہر نہین نہ پہنچا تو حلال نہین اسلئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہین ہوتا انتہے خلاصہ یہ کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہی تو حلال نہین اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ در مین اسکی طرف اشارہ ہی اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اُنسے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیون کا شکار کرتا ہی جیسے اور مٹی کی گولی سے اُسکا کھانا درست ہی یا نہین تو جواب لکھا کہ اُسکا کھانا حلال نہین نزلی مین ہی کہ اس قسم کے مسائل مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اگر موت شکار کے زخم سے بیشتر حاصل ہوئی ہی اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہی تو بیشتر حرام ہی اور اگر شک ہی نہین کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہین انتہے مین کہتا ہون کہ جیسے گولی کے شکار مین اختیار کیا ہی کہ اُسکا کھانا حلال نہین ہی اسواسطے کہ گولی تو زخم سے پیشتر "زخم سے پیشتر" مارتی ہی اور اگر پانی مین گر پڑا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اُسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الاطلاق ایضاً فوقع فیہ فمات انغمس حرمہ فیہ حرم وکذا احل ملتقطہ اور اگر شکار ابھی چڑیا ہو پھر گرنے کے بعد پانی مین گر پڑی سو اگر اسکا جسم پانی مین ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگئی اور اگر پانی مین جسم نہین ڈوبا تو حلال ہی کذا فی الملتقی اسواسطے کہ یہان دو صورت مین احتمال ہی کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری مین احتمال نہین یہ بسبب سوئت ہی جیسکہ ایسا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہی کہ وہان احتمال مذکور معدوم ہی کذا فی العالمگیریہ اور وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان الاحتراز عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہی ان سب مسائل مین اسواسطے کہ ایسی صورتون سے بچنا ممکن ہی ہم یعنے یضر ورنہین کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ یہی پر گرے اور اسبطرح کا حکم ہی درخت یا دیوار یا کھڑی برچھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہی اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہی کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداء او احترازا عنہ فیحرم ممکن بفصل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور پھر گئی تو حلال ہی اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہین ہم یعنے زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہی تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو نوسا قط الاعتبار ہوا ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا وارسل مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ محوسی فانزجر اذا زجر دون الارسال والفعل یرفع ما ہو دونہ مثلہ کستیم الحدیث یا سلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اسکو زجر کیا یعنے منتشر کرکے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہی اسواسطے کہ زجر کرنا ہی ارسال سے اور فعل دفع ہوجاتا ہی اُس فعل سے جو اُس سے فوق ہی برابر اُسکے ہی نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث سے فسخ ہوتی ہی صحیح یا صحیح سے نہ ضعیف سے ہم زجر اسواسطے کہ زجر ہی ارسال ہی کہ اُسکی تاکید ہی تو حلت اور حرمت مین ارسال معتبر ہی نہ زجر ولو سلمنا احد فزجرہ مسلم فانزجر اذا زجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہین چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہی اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہی یعنے بمنزلہ ارسال کے ہی صورت عدم ارسال اواخذ غیرہا ارسل الیہ کان غرضہ اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل کل الکل اکل الکل کتے نے اور شکار ارسوائے اُسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اُس شکار کا پکڑنا ہی جسپر کتا قادر ہو سکے یہان تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا ایسے شکاروں پر اکیلا بسم اللہ کہکر اور سوائے شکاروں کو چھوڑ دیا تو سب کا کھانا حلال ہی یعنی خلاصہ یہ ہی کہ تعیین شکار کا اعتبار نہین اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ مین ہر شکار حلال اور ماکول ہی اُن دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزاء فان دفع اور اُسکے مقطوعات کی کصید وقطع عضو منہ فانہ بوکل الا العضو خلافا

للشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما ابین من الحی فھو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا اسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا بخلاف شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ھم ابوداؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما قطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھو میتۃ یعنے جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ اور دارمی اور ابویعلی کی سانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الھدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات انمیں قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے جمہور نے کہا قطع اُس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد جو اسی زندہ رہے جنانچہ رانوں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل اتیانہا کالعضو ایضاً واما کالعضو ایضاً اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کردیا اور اسکا بدن سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا متصل ہے تو اُس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اتصال اسکا نہیں ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثاً او اکثرہ مع عجزہ او قطع نصف ثاسہ او اکثرہ او قدرہ نصفین اکل کلہ لان فی ھذہ الصور کلھا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح بتذاوی الجرح ثلثاً او اکثر اگر تیر انداز نے شکار کو تین نہائی قطع کیا اور اسکا اکثر بدن اُسکی ڈھلائی اور دم کے ساتھ رہا یعنے ایک تہائی سے کی طرف رہی اور دو تہائیاں دُم کیطرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفاً نصف پھاڑا سر سے دُم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتوں میں اُسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اسکو شامل نہ ہی ھم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اُسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اُسکی ذکاۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا یعنی نے کہا مراد حدیث شمس طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر او معہ رأسہ للامکان الذی ذکرہ بیسر علامات اسصورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اُسکے سر کے ساتھ رہا تو اُسکا اکثر اکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے نفی اگر ایک تہائی دُم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات تدبیح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی الملح وحرم صید مجوسی ومرتد ومحرم لانھم لیسوا من اھل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والیکا اسلئے کہ انخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیداً فلم یثخنہ فرماہ اخر فقتلہ فھو للثانی وان اثخنہ الاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلاً لا مذکیاً اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا اسواسطے کہ زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اُسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اسکو حیز امتناع سے خارج کردیا دان الجنۃ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الجنوۃ ما یبیح فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلاً لا مذکیاً اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا بایں طور پر کہ حیز امتناع سے اُسکو خارج کردیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اُسمیں اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اُسکے دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اُسکا کھانا حرام ہے بسبب قدرت شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اُسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ھم وبہ یعنی نے کہا جب کہ شخص اول نے اُسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اُسکے ذبح پر قادر ہوگیا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اُسنے اُسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اُسکا قاتل ٹھہرگیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولیٰ حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کملاً وقیل انما ضمن لہ نقصہ جراحۃ او دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اُسکی پوری قیمت کا

جوا کی قیمت ہو اُسکے تلف کرنیوالے کیوقت سوائے اُس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے محال ہوا ہم وجہ تاوان یہ ہو کہ ثانی نے غیر کے مملوک جانور کو ذبح کر دیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگا چکا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر حرمت لازم آویگی جو اوّل کا نقصان وضع کر کے تو جسکی قیمت دس درم تھی اُسکی دس درم کا تاوان دے کذا فی المنح وحلّ اصطیاد ما یؤکل لحمہ دمکا یؤکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لغیر منفعۃ کلہ مشروح فی الاطلاق النص اور حلال ہونیکا کہ جسکا گوشت حلال ہو اور جسکا گوشت حلال نہیں ہوا اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی تیر اور اذیت دیکے دفع کرنے کیواسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے جس قرآنی کی مطلق کی دلیل سے یعنی حقتعالے نے فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا جسکو قبل حج کا احرام باندھے ہو تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قیدنہیں اور لفظ حرم میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی الفقیہ یجوز بجارح الطیر والکلب لنفع ما والاولی ترکہ اذا اخذ بحیث یدرکہ بالموت او قدر علی ذبحہ بین ترکہ کی اور کہنے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کر ڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اُسکو نہ مارے نہ اُسکے کان سے بلکہ اُسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ وجیز میں ہے اور اگر کلب معلم ہو یعنی کاٹنا ہو تو اُسکا قتل جائز ہے اور اُسکا مالک تاوان نہیں لے سکتا کذا فی المحیط وبہ یطہر لحم غیر مخمس العین المختبر یلا یطہر اصلا وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وھذا اصح مما یفتی بہ کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ناموسی الفطرۃ تارک ہوجاتا ہے گوشت اور چمڑا خبیث العین کا بنانچہ سور کردہ اصلا پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہوجاتی ہے نہ گوشت اُسکا اور یہ قول اقوال اشبہ بہان میں صحیح تر وچنانچہ شرنبلالیہ میں ہوا ہے کتاب الصید میں مفہوم ہے اور پسند کیا گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطیر لیلا مما دم والاول عدم فعلہ خانیہ پرندہ کا پر بارات کو سباع ہے اور بہتر یہ ہے کہ ابا نکرے کذا فی الخانیۃ بلکہ تعلیم ابانی بالطیر الجارح بتعلیمہ کروہ ہر بازکرتہ شکار کیلئے اندازہ پرندہ پر اسلئے کہ پرندہ کو اُس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الدماثلہ حس انسان او غیرہ من الحیوانات القرس وشاۃ ترمی لیلا فاصطاد صید الم یذبح شکاری نے آدمی یا اُسکے سوا کو یا گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سوا اُسکی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہم یہ مسئلہ کتب متقدمین مخالف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات میں اسکو قول مختار قرار دیا ہم فقہی نے اسکو غیر ماکول کیواسطے کہ تیر مارا اور شکار کرنیکا قصد نہیں کیا زیلعی نے اسکو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کیطرف تیر خطا اصطیاد نہیں ہے اگر تیر شکار کو لگکر جاوے کذا فی المحیط وفی ما اذا سمع حسّ صید وختر برمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ھو صید حلال الاکل حلّ بہ حلال ہے اگر شکاری نے کسی شیر یا سور کی آہٹ سنے سوا اُسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر نا گہاں وہ شکار کا ایسا ہے جیسا کہ اول ہم نکلا نوہ حلال ہے الحسّ حسّ صید او غیرہ لم یحل جمہور الائمۃ الجمع المبیح والمحرم غلب المبیح حلّ اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کی راہ سے رہی اظبیا فاصاب ذرنہ ارظلفہ فمات ان ادماکل وجود الجرح فلا جزاء اس ہرن کو سوا گائے بیل کے شکار کیا سو وہ مرگیا اگر اُسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا ہم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہیں نکالا تو وہ ماکول نہیں والعبرۃ بحالۃ الرمی فعل المحرم یرد تہ اذا رمی مسلما ثم اسلم او اہل اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت میں ہم عنایہ میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چھوڑنے کیوقت اسلام شرط ہے تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اُسکے برعکس حلال نہیں کذا فی الظہیریہ وجب الجزاء محلۃ اذا رمی محرما باحامہ وسیجیء قبیل کتاب الدیات لو بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام میں شکار کے محرم ہوجانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الدیات میں پہلے

ہے اور ایک نسخہ میں اسکے بعد ہے

فرع مسئلہ مفہ شارح کا لون بانیًا معتادًا اخذ صیدًا فقتلہ کلابہ ہی ارسلہ انسانٌ اولا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلًا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذنہ صحیح فرمایا کہ اگر بازنے شکار پکڑا پھر اُسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اُسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اُسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور جبکہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر بازآدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اُسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت وقد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی اُن رجلًا وجد شاۃ مذبوحۃ بسیتان ہل یحل اکلہا ام لا وقد مقتضی ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمّی اللہ تعالٰی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو ذبح میں ذبح پایا تو اُسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہمنے ذکر کیا ہے ابھی سے اُسکا مقتضا یہ ہے کہ اُس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اسمیں کہ اُسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں سے ہے جنکا ذبح حلال ہے یا اُن میں سے نہیں ہے اور اگر ہو تو اُسنے ذبح کے وقت اللہ تعالٰی کا نام پاک لیا یا نہیں لیکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ فرع اصابوا بعیرًا مذبوحًا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبًا من العامر ودقم فی قلبہ انّ صاحبہ فعلہ لئلا یاخذہ الناس لا بأس بان یاخذوا ویاکل کان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالعیان یعنی اگر اونٹ کو بیابان میں ذبح کیا ہوا پایا تو کھا سکتا ہے بشرطیکہ مالک کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہ ہو اور اُسکے دل میں یہ بات جم جائے کہ اُسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر پہل کرنے کیواسطے تو اُسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں باسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اُسکے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہو انتہی فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اُسکا کھانا بشرطیکہ ذبح صحیح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رحمہ اللہ نے شرح میں ہم یہ قول اسند ذکر کیا ہے عدم علم کے قول پر پانی کی قرب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مرگیا اور دریائی جانور نے اُسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اُسکو باہر ڈالدیا اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہووے یا نہ ہووے قلت وقد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ فان الذابح فی الاولی غیر المالک قطعًا وفی الثانی یحتمل ان یکون منہ ان استفتاء رمذکور اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقینًا اور ثانی میں احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی البحر والطحطاوی وروایت بخط ثقۃ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا حل تو کل لا ستہ لا کفر بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا تمان ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر اور مدین نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اُسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اُسکو پایا تو اُسکا کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اُسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہوجانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہے قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہئے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا سو معتمد قول اسکا یہ ہے کہ اسقدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب تک حلال جانے گا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا صورۃ مثال یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے جیسا کہ بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال ؎ ومامات لا تطعمہ کلبًا فانہ خبیث حرام فخصہ متعدیًا اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا اور مکتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعدی النفع ہے یعنی مردار کو کتے کے پاس ناجائز نہیں لیکن کتے کو کسی اور غرض صحیحہ متعدیہ کیواسطے ناجائز ہے چنانچہ شہر یاراں میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقہ حرمت پر دلالت کرتا ہے بخلاف حنفیہ کے اسند فقیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علماء نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں نفع لینا کسی وجہ جائز نہیں اور کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں دو قول ہیں جن کذا فی الطحطاوی ؎ وتمثیلہ عصفور لو احدًا خرہ اور ناجائز دگنی تک کتے کی اُسکے

پانے والے کو ہم بیعنے ارسال کیوقت اُسکی تملیک بروجہ اباحت مراد ہے جنمیں اور مزید مین ہی کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اُسکو لیا اور اُسکی درستی اور خبر گیری کی پھر اُسکا مالک آیا سو اُسکی وہ صورتین ہین اگر اُسنے چھوڑتے کیوقت یہ کہا کہ جو اِسکو پکڑ لے ہمنے اِسکو اُسکا کر دیا یا یہ نکہا تو پہلی صورت مین مالک اُسکو نہین لے سکتا اسواسطے کہ اُسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت مین اُسکو لینا جائز ہی عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارے اصحاب کے چھوڑ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصراً واعتاقه بعض الائمة ینکر اور اُسکے اعتاق کو یعنی کہ چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنے ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح دہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہی کہ اکثر علما اسکے مجوز نہین بلکہ ظاہر یہ ہی کہ جمہور ہی کہ جائز ہی کذا فی الطحطاوی وانما یلقطه اھم غیر جائز اخذه اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واحد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہی اھم یہ اسوقت ہی معمول ہی جیسکا مالک ارسال کے وقت لینے والے کو مباح کر دیا ہو جانچہ نحبس اور تقیید سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی تفسیر اھم وان ردھا فالقشر جیسے لینا جائز ہی جھلکا اُس اناکا جسکو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم بزازیہ مین ہی شیخ حفیر نے فتویٰ کاذبین سے اُٹھا لینا نحبس کے کنزدیک درست ہی لیکن بعد التقاط مالک اُسکا اُسکو لے سکتا ہی کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر فی معایانهاب ۵ ای حلالا بلا عمل اصطیاده + صبوءً وما صدت کالھی متنه وہبانیہ کی پہیلیون مین یہ ہی وہ کون غیر عرم غیر ارض حرم مین ہی جسکا شکار کرنا حلال نہین ان شکارون کا جنکو غیر اُسکے نے شکار نہین کیا اور نہ اُس سے منتفر ہووے نہ بھاگے اھم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ھو صیدٌ دخل احد جل فغلق علیه بابه ملکه فان یملکه غیرہ او بعد خروجه یعنی مراد وہ شکار ہی جو ایک مرد کے گھر مین گھس گیا ہو اُسنے اُسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنے قصداً اُسطرح سے بند کر لیا کہ اُسکے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اُسکا کوئی مالک نہوگا سوائے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اُسکے خروج کے ہم بعنے شکار کے گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اُسکے پکڑ لینے پر مقادر ہو بدون شکار کرنے کے تو صاحب خانہ شکار کا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اُسنے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اُسکو معلوم نہین تو اُسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورت مین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہوگا اور دوسری صورت مین مالک ہوگا جانچہ شرح دہبانیہ مین ہی قولہ اصیدت مین نفی صید سے مراد صید حقیقی ہی نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہو مسائل رہن یعنی گرو رکھنے کے احکام مین مناسبته ان کلا من الرھن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہی کہ رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین ھو لغة حبس الشیء وہ یعنی رہن لغت مین عبارت ہی حبس شی سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شیء مالی ای جعل الشیء محبوساً لاحد الحابسین ھو المراد اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہی مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنے چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہی ہر ایک رہن شرع نے حبس شی کی تفسیر جعل الشیء محبوساً سے اسواسطے کی تا رہن حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہی ہو نہ راہن بلکہ راہن تو شی کا محبوس کر دینے والا ہی اور تعریف مین حبس مرتہن سے اسواسطے معتبر نہوا کہ کلام ہی اُس رہن مین جو راہن کا فعل ہی نہ کہ مرتہن کا فعل ہی مثلاً زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اُسکے پاس گرو کر دیا تو زید راہن ہوا اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءه ای اخذ منه کلا او بعضاً کان کان قیمة المرھون اقل من الدین مرہون عبارت ہی جس شی سے بعوض اُس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اُس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکلی جو دین ٹھہرتی چنانچہ برہن کذا فی الطحطاوی لاستقضاء کان العین کا یمکن استیفاءه من الرھن الا اذا صار دینا کما یاتی چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مراد ہو اس حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر بسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان

بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کہ دین کا کافی استقصا کا کافی ہونا تشبیہ ہے دین میں نہ دین کل حق ہے بعض ہم استیفاء عین مرہون سے اسواسطے کہ ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہو سوا اسکا نکلنا اور محال ہونا دوسری شے سے ممکن ہیں برخلاف دین کے کہ اسکا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اسکو بیچکر کذا فی شرح الوقایہ حقیقۃ وھو دینٌ واجبٌ طاھرًا و باطنًا اوظاھرًا فقط لکتم عبد او خل عجد او اخر فحواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو دیر بقا ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اُس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو نظر ظاہر میں صحیح ہو تو ان لازم آوے گا بائع پھیر سکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درہم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درہم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع صغیر میں کہا کہ مقبوض بعقد فاسد ہیں ضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الخطابی عن الاختیار اد حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما سیجئ خواہ دین حکماً جیسا کہ آگے آتا ہے یا حقیقۃً جیسے اعیان مضمونہ بمثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہو جانے کی صورت میں مثل واجب ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب عین نہیں ہوا و چنانچہ مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد تو مضمون بغیر چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا ناوان یعنی درصورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی خاتمہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہونے کے جائز ہے لیکن رہن بعوض اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض اُن اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسیطرح رہن یعنی مستاجرہ بھی ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے مبیع کو یا بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی اتی المحقق المختصر خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حالا کونہ غیر لازم وحینئذٍ فللراھن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الھبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسواسطے تین طرح رہن تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے دلہذا راہن ہر چہ رہن میں کہتے ہیں فاذا سلمہ وقبضہ المرتھن حال کونہ محوزا لا مشاعا فاکثمر علی شجر ھا غلا مستعولا بحق الراھن کثمر بدون الثمر صیفا لا مشاعا ولا حکما بان اتصل الراھن بغیرہا حلقۃ کالشجر وستتضح لنا مرۃ بھر حرب آہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مضموم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے میز اور مضموم ہے نہ مشاع اگر شیوع حکمی ہو مثلاً کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے شروط مذکورہ کے ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب ہوں کا خالی ہونا حق رہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا فاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ وصحح فی المجتبیٰ انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا حق رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبیٰ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جب کہ قبض لزوم کی شرط ہوگئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الراھن فلا قبض حکما علی الظاھر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنے قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نہ لے

اور وہ ضائع ہو تو اوان اُسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود رہ ہم تخلیہ یکہ راہن مرہون کو ایسے موضع میں کھسے کہ مرتہن اُسکے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایہ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایہ کالمبیع فانہا فیہ یتم التخلیۃ رہن میں قبض ہے مانند بیع کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وھو مضمون اذا ھلک بلا کفل من قیمتہ وہی التی بہا یفتدی الراہن اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اُسکا تاوان ہے قیمت اور دین سے لازم آویگا ھم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو قیمت اُسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون سے تو اسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی اگر مرتہن مرہون کو تعدی سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اُسپر لازم ہوگا بچنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو منت طلب ضمان ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا مالک در موجود میں مثلاً اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اُسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی امانۃ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک کما ھو ھو فی الاشباہ بخلافہ المنقول کما مر ہا المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اُسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا کہ لکھا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف رح نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المفوض علی سوم الوھن اذا سیبن امانۃ اولا لما مر ایما رہن میں دین ایسی چیز کا ہو جو مضمون نہ ہو لاصحکن اتی القیۃ کالاشیاء جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گفتگوئے رہن کے بمبلغ مقدار اُس دین کی مذکور نہیں جسکو راہن طلب کرتا ہے تو اُسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے یعنے راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز رہن نے تیری پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر مقدار بیان کر چکی ہو تو تاوان لازم ہوگا فان ھلک وسادت قیمتہ الدین صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہے تو مرتہن اپنا دین گویا شرع پا چکا یعنے جتنا لینا تھا اُتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر برابر ہو گیا گویا دین بھر پایا اور لو زادت کان بالفضل امانۃ فیہلک بما یقابل الدین اور اگر قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اُسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنے جب امانت ٹھہری تو اُسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اُسکو ہلاک کریگا وینقسط بقدر ذلک ویرجع المرتھن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بھر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ھم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہو اور دس درم مرہون کی قیمت ہو تو ہلاک ہو جانے سے بصورت بین گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہو تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا وضمن المرتھن بدعوی الہلاک بلا برھان مطلقا سواء کان من امور الظاھرۃ او الباطنۃ وخصہ ملک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اسوال ظاہرہ سے ہو چنانچہ آرمی اور غلام وغیرہ خواہ اسوال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک رح نے تاوان مخصوص باسوال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دینہ من ایہا شاء ولہ حبسہ وان کان الرھن فی ید عدل الحبس حتی یستوفی مطلقہ اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا جسکے راہن سے اور اسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بلا ہم یعنے یا وجود قبض مرہون کے دین کا اقتضا کرنا اور راہن کو یہ حق اسواسطے محبوس کرنا مرتہن کا ورثہ ہے ولہ حبس ھذہ بعد الفسخ بالعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرھن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رھنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدھما لم یبق رھنا زیلعی و درر وغیرھما اور مرتہن کو جائز ہے حبس کرنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد یہانتک کہ وہ اپنا دین پا چکے یا دین کو معاف کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا مجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن

باقی رہنا ہے جب تک کہ قبضہ اور دین ساتھی باقی رہیں پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہو اپنے قبضہ نہ رہا یا دین کو ساقط کر دیا تو اسے رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی الدر
وغیرہا لا انتفاع بہ مطلقا لا بالاستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ او اعارۃ سواء کان من مرتھن او راھن الا باذن کل للآخر
جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے
سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کیونکہ درست نہیں اگر یا باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تبالبتہ درست ہے
یہ ہمارے ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور نہایۃ البیان میں قطع سے یہ منقول ہے کہا ہے اصحاب نے کہ
راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسطرح اسمیں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتھن ان ینتفع ربحوا اور
بعضوں نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے سو یہی تو
بیاج ہے اسی لئے بعض علما اس بات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو وجیہ اور قوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب
مشہورہ میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا کما اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں استیفاء
منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواھر یا ثم الراھن المرتھن اکل الثمار او سکنی الدار او لبس الثیاب المرھونۃ
فاکلھا المرتھن وقد منعہ فلہ الفداء فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتھن الانتفاع بذلک وسیجیء انہ الراجح اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درخت رہن کا
پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی
جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا ہم غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے
سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہ ہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے حرمت جواز کی کذا فی الطحطاوی
مات الشاۃ فی ید المرتھن فقسمۃ الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنھا الذی شربہ فحط الثلث یسقط حط الثلث الخ اگر رہن مرتہن کی بکری مرگئی مرتہن کے پاس
پینے والی بکری جسکے دودھ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا بکری اور اُس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور
دودھ کا حصہ مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گروی رکھی اور مرتہن کو اُسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اُسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی
قسمت ہوگی باری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے بھریگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے
بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی النہایہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اُسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے ولو ھلک الانتفاع بہ قبل ذلک
صار منتفعا باداء بعض الرھن بہ پھر اگر مرتہن نے رہن سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور راہن باطل نہ ہوگا اگر اسکی اس تعدی سے
وان طالب المرتھن بدینہ احضر رھنہ لیاخذ بعید مستوفیا منہ یعنی اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کرنے کا حکم ہوگا نہ کہ
دوبارہ استیفاء نہ ٹھہرائے ہم اسواسطے کہ رہن کا تعلق استیفاء کا تعلق ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام یہ استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں تکرار استیفا لازم آتا ہے اُس
صورت میں جبکہ مرہون ہلاک ہو جائے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حق او عند العدل لانہ امانۃ شرح مجمع مگر اس
صورت میں احضار رہن مرتہن جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے بار برداری کی ساجت ہو بار مرہون کسی متعہد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو متعہد تو
سب دے دیکھا پاس رکھا کذا فی شرح المجمع ان احضر سلم لہ کل دینہ او ثمنہ سلم الرھن رھنہ تحقیقا للمسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اسکا بھی راہن
دین اسکو دیا جاوے پہلے پھر مرتہن سے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعیین حق میں برابری ثابت ہو جائے ہم لینے حق مرتہن دین میں تعین ہو جائے جیسے راہن کا حق
مرہون میں تعین ہوا اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہو گا مرتہن دفع

مرہون کا امور نہ ہوگا ان طلب دینہ فی غیر بلد العقد للمرھن فکذلک الحکم ان لم یکن للمرھن مؤنۃ وان کان حملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضر لان الواجب علیہ التسلیم بحیث لا تلحقہ المؤنۃ والنقل من مکان الی مکان یلحقہ مؤنۃ اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہ ہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون یعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا او قام بقیام الیوم او الیومین یلحقہ الحرج یقبض دینہ سے یہ نقل کیا کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر تادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ھلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنے درصورت عدم احضار وھذا کلہ اذا ادعی الراہن ھلاکہ اما اذا لم یدع فلہ فائدۃ فی احضارہ ولکن الحکم عند کل محل حق اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا دعوی کرتا ہو اور اگر بلا کی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اُس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہونچ گئی ہو یعنے اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر ہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ؎ ولا فرق ما لم یحضر او لم یکن ؎ بغیر مکان العقد والحمل یسر ؎ چنانچہ مضمون مذکور کو صاحب متاخ وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یہی کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اُسکی بار برداری میں دشواری ہو یعنے درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو ؎ ولکن الاصح لا دون دعوی من بہ ھلاکہ کذا فی النہایۃ یہ ذکر کیا اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں ہوں دعوی ہلاک راہن کے اور تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تنویع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے اتفاقی کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار نہ ضرور ہے تا اُسکی خاطر جمع ہوجاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی منتقیٰ ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار رہنہ قد وضع عند العدل باسم الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اُس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اُسنے رکھا ہے عند شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اُسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار رھن رھن باعد المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ کذا ذکرہ بن ملک اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اُس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیع ڈالا راہن کے امر سے یہان تک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہ جان ہوا راہن کا بیع کیواسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے قائم مبدل کے یعنی ثمن ہوا و بدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین لازم ہوا اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کینکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معد عند تمکین الراہن من بیعہ الا بقبضہ ثمنہ لانہ حکمہ الرہن الصحیح الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہو وہ اُسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تاوہ اپنا دین اُسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی جیسا ہونا چاہئے ویکلف من قضی بعض دینہ او ابراء بعضہ تسلیم بعض رھنہ حتی یقبض البقیۃ ھو الذی ینبغی ویقع علیہ الاعتبار الحبس المسمی اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اُسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف ہوگا جب تک وہ قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا جیسا ہم نے قیاس چہارم یعنے اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح یہ بعض دین کے قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کالمودع والودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہو ہم حفظ عیال میں ساکت معتبر نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرہون نے زوج کے حفظ میں دے تو اسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر بروج کا نفقہ نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظ بغیر ہو تمام فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا کہ اگر غیر عیال سے اسکی حفاظت کرادیگا چنانچہ کتاب الودیعہ میں گذر گیا اور ضمان سے عضب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بابداعہ واعارۃ واجارۃ واستقراض ومعدتعد بہ کل قیمتہ یوم قبض اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور نعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تاوین ساقط ہوجاویگا بقدر اسکے یعنی اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر دکن ایضمن کل قیمتہ جعل خاتم الرھن فی خنصرہ سواء جعل نصفہ لنباطی کقدر الدیۃ ولیجعلہ علی الاصح اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا راہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی چھنگلی میں بنا بر اُس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگینہ کو اپنی باطن کف میں کرے یا نگینے اسید کا فتوی ہو کذا فی الجلابی ہم ضمان اسوا سطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے حفاظت لکن قد مناتی الحطر عن البزازیۃ انہ ینبغی ان یضمن فیما اذا لبسہ فقتلتہ ولکن جرت العادۃ فی زماننا بلبسہ کذا فی الذخیرۃ قیاساً علی مسئلۃ السیف یعنی کہ اگر مرتہن نے تلوار راہن کی پہنی اور وہ مقتول ہوگئی تو ضمان لازم ہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری انگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو انکے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے ٹھیک کیا ہے یعنی کیونکر نسبت کرسکے کہ عورتیں انگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہوجانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اُسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثلہ تنقل سیف او رھن لا ثلثۃ فات الشجعان تبقل دون ثلثۃ سیفین لا ثلثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں کا باندھنا ہے تین تلواروں کا اسواسطیکہ بہادر عادت میں دو تلوار ہی باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر مرہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ او خاتم فوق اخر یرجع الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور مرہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرہن اُن لوگوں میں سے ہو جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اُن لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ ہوگا شان قطع بہای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین بلتقاصا فحسب او ای بحر الفضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراھن بالفصل کان لہ فصل پھر اگر مرتہن نے قیمت نہ کروا دی کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں ملکر برابر ہوجاوینگے بحر وادا کرنے قیمت کے حسوفت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے مع دراہم اور دنانیر دونوں جنسیں مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین مؤجلا یقضی المرتہن قیمتہ ویکون رھنا عندہ فاذا حل الاجل اخذ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اُسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت نہ کرے مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اُسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رھنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرھن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان

رہن رہیگا مرتہن کے پاس اُسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے مین واجرۃ بیت حفظہ ونحافظۃ مال الغیر علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الراہن والحراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ صلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن لانہ لاجلہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور اسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلئے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اُسکا محبوس رہنا اُسیکے حق کیواسطے ہے ہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیرذالک من المصلحات واعلم انہ لا یلزم شیٔ منہ ولا شروط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہے اسمین سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرلے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ہم چنانچہ نخم مرہون کا اور رودکی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے نہ شرط کیا ہو مرتہن کے پاس نخم لگانا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ ردہ کما کجعل آبق او رجوعہ من سفر لطلبہ او ای بیدہ او ای الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین کلہا واما جہاز الی بیت او ای الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین کلہا واما جہاز الی بیت او ای الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین کلہا اور مرتہن کے بھیجدینے کا خرچ جیسا کہ غلام گریختہ کے لانیوالے کا اجیر یا اُسکے کسی مجرّب کے بھیجدینے کی اجرت چنانچہ عضوتی کا معالجہ سو منقسم ہے مضمون اور امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اُسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ہم مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے بھیجدینے مین دس درم صرف ہونے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر بشرطیکہ المؤنت اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کی برابر ہے یا کم تو اُسکا خرچ بھیجدینے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراضہ وفرجہ وقلع خبایتہ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور فرج اور نفیہ خبایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر تبرعا لا یرجع الا ان یأمرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر غیابۃ بوجہ وبغیر امر القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اُسکا دعوی نہین کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اُسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرادے دوسرے پر تو اسوقت یہ دو دوسرے سے اپنا خرچ بھر لیگا اور بغیر امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اُسکو دوسرے پر دین ٹھہرادے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہ ملتقط مین مصرح ہے وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی فیما لو حج لوصی صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الحج زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اُسکا ساتھی موجود ہو مطلقا رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے یا نکرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حج کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم اپنے امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حج نہین کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے خانیہ وعالمگیری مین جو اسکے خلاف ہے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک دوسرے اپنا خرچ بھر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن لی بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ القابض راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلئے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر قابض ہی کا مگر تین گواہ گذرین تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب یہ بات ثابت کرنے اور رہن مرتہن کا ساقط ہو جاوے یا گواہ نہ ہون تو بھی بقسم مرتہن کے کہ اگر مرتہن نے کہا کہ بعد قبض کرنیکے تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنے رد عارض ہونے کا وہ منکر ہے فان برہنا فللراہن ایضا یستظہر الدین لانہ اثبات الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن

کہتا ہو کہ بیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف ہوا تو رہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکی دخول فی الضمان کا منکر ہی کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ دان برهنا فالرهن علی اثبات الضمان بزازیہ اور اگر وہ دونوں اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو رہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے کہ ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ یحتمله السقوط بالتوهین اذا کان الطریق امینا کما فی الوجیز یعنی اگر راستہ امین ہو تو رہن کو جائز ہم مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ خوف ہو جیسے دشمن کا سفر میں لیجانا بشرطیکہ اس طریق جائز ہی اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا لا ینقل عن البلد وکذا للعدل الذی الرهن فی یدہ کما فی العمادیة علی خلاف ما فی فتاوی القاضی ظهیر الدین ولنا ما فی العمادیة قول الامام وما فی الفتاوی قولهما کما فیدہ کما تم القنیة اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجانا درست ہی اگرچہ مدت سفر نہو اور اسی طرح اُس شخص کو سفر جائز ہی جسکے قبضے میں مرہون ہی جیسا کہ عدلیہ میں ہی عمدہ سے منقول ہوا اور قاضیوں کے فتاوی یعنے قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی اور شارح کیطرف روایت عمدہ میں ہی وہ امام کا قول ہی اور جو دونوں فتاوں میں وہ صاحبین کا قول ہی چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہی قنیہ کے کلام سے ہم شاید کسنے کی کچھ حاجت نہیں سوا سطیکہ فتاوی قاضی خان میں قول صاحبین کا صریحا مذکور ہی کذا فی الطحطاوی **فائدہ** فی الحدیث اذا اشتهی اردهن خصیا فیه قالوا معناه اذا اشتهت فیته بعد هلکه بان قال کل لا ادری کم کانت قیمته بخلاف ما لیس مما یدین کما اخذناه من التصحیح ولنا فائدہ حدیث میں ہی کہ جب رہن کھائی نہ جیسے تو وہ ہوض اُس دین کے ہی جسمیں وہ مرہون ہی شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہی کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اُسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اسطرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اُسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تھا یعنے دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجانے ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث سند اور مرسل دونوں طرح مروی ہی سند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہی اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے رسایل میں روایت کی ہی میں کہتا ہوں مرسل ابوداؤد صحیح ہی یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز رہنہ وما لا یجوز

یہ باب اُن مسائل میں ہی کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہی اور کہ کا جائز نہیں **لا یصح رهن مشاع یقسم کونه ممیزا کما مر** صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اُسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا مقارنا او طارئا من متبرع کذا وغیر قسیم ولا مشاع کا رہن رکھنا مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنی شریک سے اُسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہو الصحیح انه فاسد یفسد بالقبض یا بالقبض عند زفر والشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہئے کہ مذہب صحیح پر یہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہی مرہن پر اُسکا ضمان قبضہ کرنے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہی ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہی مال ہو اور اُسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہاں رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا حر مرہو یا مقابل اُسکے مال مضمون نہو تو رہن سرے سے منعقد نہوگا اسی کا رہن باطل نام ہو ذی لا شیاعه ما قابل البیع من الاعیان اربعة المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقه بشرط فلم یوجد یعنی رہن ہر اُس چیز کا صحیح ہی کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہو اور اشیاء میں ہی کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہو وہ رہن بھی قبول کرتی ہی یعنے جس چیز کی بیع صحیح ہی اُسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہی سوا اسکے چار چیزوں کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا سی شرط سے قبل اُسکے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہی رہن رکھنا انکا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہی کیونکہ مشغول بملک الراہن مانع رہن ہی اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہی اور عتق معلق کی صورت یہ ہی کہ مالک اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہی تو اسکی بیع تو درست ہی مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وفیها الحیلة فی جواز رهن المشاع ان یبیعا النصف

باب ما یجوز رہنہ وما لا یجوز

بالخیار ثم یرهنه النصف ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیه نظر ولعله مفرع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ ذکر کیا ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بالائے شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف رحمہ اللہ نے شرح میں کہا کہ اسمیں اعتراض ہے اور شاید یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر مع ہذا ان میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں نہ کہا کہ شیوع طاری بقاءً حکم رہن کا نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانه بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکه او یعود للملک وعلی کل یکون رهن المشاع ابتداء کما بسطناه فی تنویر البصائر فتنبه میں کہتا ہوں بلکہ یہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہیگا اسکی ملک میں یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتداء سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر میں توجہ فرمائیں نہر الفائق عزمی کے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مفرزین بلکہ ظاہر اسپر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جب بیع کی اس شرط پر کہ مجھکو اختیار ہے تو بیع بائع کی ملک سے باہر نہیں گیا چونکہ اپنے ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع ابتداء سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگر چہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع کے ملک میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتداء سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً قلت والحیلة الصحیحة ما فی حیل منیة المفتی اور رہن نصف دارہ مشاعاً یبیع نصفها من طالب الرهن ویقبض منه الثمن علی ان المشتری بالخیار ثم یقبض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یده متدلة الرهن بالنصف واعتمده ابن المصنف فی ذخائر الجواهر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو منیۃ المفتی کے حیلوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص رفع اپنے گھر میں سے نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اُس سے ثمن اُسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر خبنکے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن کے اور اس حیلہ پر شیخ ابن ہمام رح نے اور اسی الجواہر میں اعتماد کیا م اور اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا صاحب الغفار رہن کہا کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار ہو جاوے گا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیها الشیوع الثابت ضرورة ثم لا یضر لما فی الولوالجیة لو جاء بثوبین وقال خذ احدهما رهنا فالکل رهن بضاعة عندك فان نصف کل منهما یصیر رهنا بالدین کان لهما لیس بادلی من الآخر فتیشیع الرهن فیهما بالضرورة فلو یقسم اور زواہر الجواہر میں ہے کہ یہ شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہوا وہ رہن کے اسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہرا جاویگا دین کی ضرورت کے اسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے اسطے اور لے اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم تسلیم کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا وکذا رهن ثمرة علی نخل دون نخل وکذا زرع ارض دون ارض وبناء بدونها اور جائز نہیں ہے رہن رکھنا اُس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون زمین کے وکذا عکسها وهی الشجر لا النخل والارض لا النخل اور اسی طرح کا حکم ہے اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے مع اور اگر اخراج شجر کی تصریح کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا لا اصل ان الموهون متی تصل بغیر الموهون خلقة لا یجوز کالمتاع فیض الموهون فی حدة اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب قطع ہونیکے مرہون کے مقطع کذا فی الدرر وعن الامام جواز رهن الارض بذی شجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رهن الشجر موضعا او الدار بما فیها جاز ملتبعا لانه متصل اتصال بقاء اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے موضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اُسکے ساتھ

جو اسکے اندر ہی تو جائز ہی کذا فی المنتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہی باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفی القنیۃ رھن دارا والحیطان مشترکۃ بینہ وبین اجنبی لم یصح فی العرصۃ وکذا یمضرا تصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ مین ہی کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اسکی دیوارین مشترک ہین اجنبی اور اسکی پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہی صحن اور انگنائی مین اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیوارون سے مضر رہن کا نہین اسلئے کہ وہ تابع ہی نہ اصل ھم قنیہ مین پوری روایت یون ہی کہ رہن صحیح ہی صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیوارون مین کذا فی الظھیریۃ والمدبر والمکاتب وام الولد والموقوف اور جائز نہین رہن رکھنا اگر انکا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا فرق مما ذکر مما یجوز رھنہ ذکر مما لا یجوز الرھن بہ فقال وکالاماناتِ کودیعۃ واما یتہ بھر حال یہ مصنف رح نے دو چیزین ذکر کین جنکا رہن رکھنا درست نہین اب اُسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکھنا درست نہین تو مصنف رح نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے امانتون کے چنانچہ ودیعت اور امانت ھم اور اسی طرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہین اسواسطے کہ یہ سب موجب باستیفا ہی مرتہن کیواسطے تو رہن کا قبضہ لازم ضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تا کہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا دین اُس سے ہو سکے اور امانت کے قبض مین ضمان نہین کہ رہن اُسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوفا استحقاق المبیع فالرھن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہی بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذرا یعنی رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرک کی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اُسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن اُسکے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہی اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اُسکا لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہوا نہو بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہی وجہ فرق یہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفا کے اسواسطے اور استیفا نہین وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہی وکالمبیع مضمونۃ بغیرھا ای بغیر مثلہ او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمونٌ بالثمن فلو ھلک ذھب بالثمن اور رہن جائز نہین عین مضمون بغیر ہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اُسکا ضمان ثمن سے ہی پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا ھم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہی بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہی اسواسطیکہ رہن واجب ہی دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس یون نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہی اور اُسمین ضمان نہین کذا فی الدرر وکالکفالۃ بالنفس اور اُن جائز نہین حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اُسکے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن اسکے ذمہ کے مرہون نہین ہوگا کذا فی المنبع وکالقصاص مطلقا فی نفس ودما ودونھا اور رہن جائز نہین ہے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفاء قصاص رہن سے مستفاد ہی اور یہ رہن باطل ہی اسواسطے مرہون یعنی قصاص مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطأ او بمکان استیفاء الا بدل من الرھن ہر خلاف جنایت خطا کے کہ اُسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب ممکن ہونے وصول دیت کے مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہی تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا وکالشفعۃ قبل الاخذ اور رہن جائز نہین ہے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہین اس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہی اسواسطیکہ مبیع کا مشتری ضامن نہین دباجرۃ الناقصۃ والمفتیۃ اور رہن جائز نہین ہے اگر دایگی والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اُسکے مقابلہ مین کوئی چیز لازم ضمان نہین کذا فی الدرر وباجرۃ العبد الجانی او المدبون اور رہن جائز نہین غلام جانی یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ ایکا ب اُسکا ضمان نہین واذا لم یصح الرھن فی ھذہ الصور ظاھرا من اخذہ فھو ھلک عند المرتھن قبل الطلب ھلک مجانا الا اذا حکم بالبطلان فیبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال

اور جبکہ رہن صحیح نہو ان سب صورتوں میں تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہی پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مضمون تلف ہو گیا اسواسطے کہ رہن باطل ہو اسلئے کہ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال وکذا رھن مع خمر او خنزیر فانہا من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرھن خمرًا او یتہنہا من مسلم او ذمی ولا یجوز للمسلم ان یرھن خمرًا او یتہنہا من مسلم او ذمی سے یعنی مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہم اسواسطے کہ ایفاء اور استیفاء حق مسلم میں تعذر ہی اسواسطے کہ مسلم منع ہی تملک اور تملیک خمر سے وکذا یضمن لہ ای للمسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیًا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان دیگا یعنے الگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو ذمی پر تاوان اُسکا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اُسکا تاوان واجب ہو وذا علی عکسہ الضمان تقومہا عندھم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہی یعنے الگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیوں کے نزدیک مال متقوم ہی ہمارے نزدیک وصح الرھن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمدًا اور صحیح ہی رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اُسکے مثل سے یا اُسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو چنانچہ مغصوب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمدًا خون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وقد مر بیانہ فی الدرر یاد رکھنا کہ اعیان یعنے اشیاء غیر دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہی جو غیر مضمون ہی یعنی اصلا اُسکا ضمان نہیں چنانچہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہی لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی چنانچہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہی تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہی چنانچہ مغصوب اور مانند اُسکے اور اسکا پورا بیان دُرر میں ہی ہم تفصیل اسکی دُرر میں یوں ہی کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنے اُسکا تاوان نہیں چنانچہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہو گئی اُسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہی یا اُسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہی تو امانت اگر تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو اُسکے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں با امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت ہی رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا چنانچہ مغصوب اور مانند اُسکے اور فضا اُسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ رکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا اور وجہ اسکی یہ کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سے یا اُسکی رد قیمت سے چنانچہ معلوم ہو چکا اور شی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اُسکا مثل یا قیمت تعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تبصرے وہ عین ہی جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مضمون ہی جیسے مبیع بائع کے قبض میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اُسکی مثل یا قیمت کا ضمان نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جاوے گا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہی تو مجرد اس اعتبار کے اُسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی مافی الدرر وصح بالدین الموعود بان رھن لیقضہ کذا کالف مثلا فلوجد فہ الیہ بعض المتنع لاجبوا شیاعا اور رہن صحیح ہی بقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے کوئی چیز گروکھی تا مرتہن اُسکو قرض دے اسقدر چنانچہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اُسکا بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اُسپر جبر نہیں کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا یا عتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسیقدر برابر مرہون محبوس رہیگا اور رہن موعود کا ابتدا لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہیں حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر جبر نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرًا فاذا ھلک ھذا الرھن فی ید المرتہن کان مضمونًا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الف للراھن جبرًا ان کان الدین مساویًا للقیمۃ او اقل امان کان اکثر فھو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اُسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا جبر بھی اُسوقت جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہی یعنے مرتہن پر قیمت

مرہون کا تاوان لازم ہوگا، جس کا حکم اذا استحق قدر الدین فان لم یسمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما فی المقبوض علی سوم الرھن بان ھلک علی ان یعطیہ شیئا فھلک فی ید ہ ھل یضمن خلاف بین الامامین مذکور فی البزازیۃ وغیرھا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرھن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون پر تاوان لازم ہونا سوخت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اسنے معین شکی ہو تو اسکا ضمان لازم ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اُس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہوا طلب ہیں یہ اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اصح میں لازم ہوگا یا نہیں اصح خلاف ہے دو اماموں میں جن بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمیں تاوان نہیں ہے اور مقررقدر میں مقدر مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہ ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وصحح بر اس مال المسلم فیہ وضمن لو المسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کے راس المال کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ہم ہیئت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اسکو علحدہ اسواسطے مصنف نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فان ھلک الرھن فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرھون مستوفیا حکما خلافا للشافعی بھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقدین تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور رہن باطل ہوگیا اور رہن باجانے والا ٹھہر گیا حکماً برخلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اُسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے واں افترقا قبل قبض قدر ھلک بطلا فی السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے اِس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے دائما المسلم فیہ فیضہ مطلقا اور سلم فیہ تو مطلقاً قبض ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ھلک الرھن تم العقد وصار عوضا المسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو ابطلک ولکن تفاسخا المسلم والمسلم فیہ رد رھن فھو رھن برأس المال استحسانا لانہ تبدل لم تقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک ہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ اسی پر استحسان کے راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجائے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ھلک الرھن بعد الفسخ المذکور ھلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم المسلم فیہ لبقاء الرھن حکما ای ان ھلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا اور رب السلم کو مسلم فیکا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکماً اُسکے ہلاک ہونے تک ہم اپنے رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اُسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اُسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی نہ ہوگیا کذا فی الفتح وللاب ان یرھن بدین کائن علیہ عبد الطفلہ کان لہ ایداعہ فھذا اولی لھذا کہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اُس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اُسکے غلام کا ودیعت رکھنا دست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولیٰ اُسکے دست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہو کر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہو کر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یجوز ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنے اُسکے غلام کے رہن رکھنے کے تم اذا ھلک ضمنا قدر الدین الصغیر لا الاقل لانہ ھلک بقیمتہ جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجاوے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کے تاوان اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال الثانی یضمن الوصی القیمۃ کان لاب ان یلتقط بمال الصبی بخلاف الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرھا بالتسویۃ بینھما اور ثانی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ

باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں کیونکہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے ولہ ای للاب وھن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ الصغیر علیہ لہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اُس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ھم فرزند صغیر کا دین جیسے اُسکی مان کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو وبحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی ھذا کلہ علیٰ ذلک سراجیہ اور باپ اُس رہن کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیۃ وکذا عکسہ فلاب رھن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لو غر شفقتہ جعل کمتخصصین وعبارتین کشراء مال طفلہ اور اسیطرح کا حکم ہے اسکے بالعکس ہے تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص حاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی جناب باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنے تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی العقد فی رھن وکالبیع وقالہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہ ہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں اور نہ اسکا بیان زیلعی میں ہے ھم حاصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور مبیع کے عقدین ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن قاعدہ باپ میں اُسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہ ہوگا کذا فی الزیلعی فحصل ھذا صح رھن عبد وخل ذلک ان ظھر العبد حرا او اخل حمرا او الذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے ھم فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضمان ساقط ہوتا امانت ہوکر کذا فی الطحاوی وصح بدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والا صل ما مر ان وجوب الدین ظاہرا یقضیہ الرھن والکفیل اور رہن صحیح ہے اُس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اسپر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جو لازم ہے کہ واجب ہو نا دین کا ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب دین صحت رہن کیواسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رھن المشاع والمشاع والمعدود والمشاع والمشاع اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے کا پیسہ اور دوسری چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر فان ھلک المذکور بخلاف حنطۃ ھلک بقیمتہ وھو ظاھر پھر اگر چاندی یا سونا یا پیسہ یا دوسری کو رہن رکھا اُسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعض کتب میں ثبات ہے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثبات کی قیمت کے تمت ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے دین بجنسہ وھلک ھلک بمثلہ دینا او کالا قیمۃ خلافا لھما من الدین اور اگر انبار مذکورہ رہن ہو میں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین رح کے ھم دو صورت انحاد جنس دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک ناوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلاً بعد دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہو تو امام رح کے نزدیک دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اُسکی قیمت کا ضمان واجب ہے اُسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح طحاوی کالعبد بالجودۃ عند الثانی لا بالجنس ثم ان نساء یا فظاھر ودان الدین ازید فالزائد فی حق الزوائد ودان الرھن ازید فالزائد امانۃ ھذا عند ابی حنیفہ رح اور صاحبین رح کے نزدیک اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنے دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ پر ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنے وہ راہن کا ہی

یعنی اگر تلف ہوگیا تو مرتہن پر اسکا ضمان نہیں گذا فی الدرر والصدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرھن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا بذلک بعینہ صح خلافا بحیلہ یعنی اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ہم اگر معین رہن نہیں نوا گر مجلس بیع میں نہ معین یا ئع اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور رہن فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ عقد غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں عقد رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ عقد غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا ہیں سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنے بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی رضا تام نہوئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجائے لان یدفع المقصود الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرھن المشروط ھذا ھو الحاصل المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن فقد دے یا مرہون شروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ ہیگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ہم جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شروط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی خلاف ہے حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی بر ثابت ہے یعنے قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے بعینہ صورت وان قال المشتری لبائعہ قد اعطاک ثمنک غیر مبیع امسک ھذا حتی اعطیک الثمن فھو رھن لتلفظہ بما یفید الرھن والعبرۃ للمعانی حلافا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اسکو رکھ یہاں تک کہ میں تجھکو تین دن تو وہ رہن ہوگا بہ سبب لفظ مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ شرط نہیں ولو کان ذلک الشئ قال لہ المشتری امسکہ ھو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رھنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ اگر کھو وہی مبیع ہو جسکو اسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا برطبکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے قبضہ کرنیکے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت ہم متعین ہوگئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو ھلک کان کالمقبوض بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ہم تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور رہن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما ینقسم فتلف بعضہ وھلک بعضہ فانطا المشتری خائف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید فصدق بہ کان فیہ شبھۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہوجانے سے تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمیں شبہہ ہے غیر کے مال ہونیکا یعنے مشتری کا ہم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو وان رھن رجل عینا عند رجلین بینھما صح وکل واحد منھما کل الرھن ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہوا اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ہم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطیکہ رہن مشاع ہے جمیع عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمیں شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اسمیں کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک صحت نہیں اسواسطے کہ ہبہ مقصود ایجاب ملک ہے

اور عین واحد مین ہر شخص کی ملک کامل مقصود نہین ہوسکتی کذا فی الدرر فان قیل انکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الاخر ہذا لو سلما تیخرا دان ما تیخرا فعل کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عند خلاد فالہا واصلہ مسئلۃ الودیعۃ ذکرہ بلیغ پھر اگر دونون مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندھلی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق مین یہ اسصورت مین ہے جبکہ مرہون اُس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا جیسے گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو جیسا کہ تمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک اُسپر تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی البلیغی ہم دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جب شیوع قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکھے سوا یک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ہلک ضمن کل حصتہ لنجزء الاستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا منجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی احدہما نکلہ رہن للاخر خلافا لمرّ ان کل العین رہن فی بدل کلہ وبقی بالدین پھر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کردیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ مین رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی وان ہذا رجلا رہنا واحدا بدینین علیہما صح بکل الدین ویمسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصون نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی عوض اُس دین کے جو دونون پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورت مین شیوع نہین ہے ہم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع متحقق ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف یاخذ احدہما بقضاء حصتہ بخلاف الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اُسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب محبوس ہونے دونون غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادا کل ثمن فان سمّی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمّی لہ بخلاف البیع لتعدد الحق بتفصیل الثمن او رہن کلا بالبیع کالصحیح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کردیا یعنے مثلاً یون کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درہم کے رہن رکھتا ہون اور وہ غلام بعوض چھ سو درہم کے رکھتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اُسقدر دین جو اُسکے واسطے معین کردیا تھا بر خلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین بیع مین ہی قول صحیح ہر دو جہ اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین بخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہین ہوتا ولہذا اگر ایک مبیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہوجاویگی کل مبیع مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفرق صفقہ سے کیونکہ عادت جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچھ فرق نہین کذا فی النہر ط طحطاوی نے کہا بحر نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہے نہ رہن مین وہ باطل بقیۃ کل منہما ای من رجلین بخلاف رجل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشیء کعبد مثلا عند رجل فقبضہ لا یستحق کون کل واحد رہنا ہذا ذکرہ رہنا لذلک فی آن واحد ولا یمکن تضییفہ للزوم المشیوع فقہا تراہ وحینئذ فیہلک امانۃ اذا ہلک لا کما لو ردہ مردود کے گواہ ایک مرد پر باطل ہین اس مقدمہ مین کہ اُس مردنے اُسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اُسنے اُسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہے اور اُسکا نصف نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونون گواہیان ساقط ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچھ حکم نہین ہوتا ہم حق یون ہے کہ آیہ کی ضمیر کا جمیع رجل ہے نہ کل واحد اور یہ تمکی ضمیر مشترک بمعنی جمیع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلئے کہ مرتہن دو مرد ہین اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الخطاوی لہذا

مترجم نے اسکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع هذا اذا لم یؤرخا فان ارخا کان صاحب المتاریخ المتقدم اولی وکذا اذا کان الرهن بید احدهما کان ذو الید احق لقرینة سبعته یعنی اطلاق شہادتین کا اسوقت ہوجبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق تر ہے اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو فاضل زیادہ ترحق دار ہے اسکی سبقت کے فرمنے سے یعنے اسکا قابض ہونا قبض پر دلیل ہے اسکے سبقت کی ویلومات راهنه ای راهن العبد مثلا والحال ان الرهن معهما ای فی ابی بهما اکلا اولیس العبد معهما فان الحکم واحد یلغو فیرهن کل کذلک کما وصفناه کان فی ید کل واحد منهما نصفه ای العبد رهنا بحقه استحسانا لانفراده بالموت استیفاء للشائع بهلاک اگر مثلاً غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ مرہون اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضے میں ہے یا قبضے میں دونوں کے ہے مرہون تو بیمن دونوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح گواہ لایا چنانچہ ہمنے اُسکو بیان کیا ہے یعنے ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میتے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اُسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض میں نصف غلام رہن رہیگا اُسکے حق یعنے اُسکے دین کے بدلے از روی استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب منقلب باستیفا ہوگیا اور شارع استیفا کو قبول کرتا ہے ہم قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہوا سواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفا اور دین کیواسطے اور حبس ہمیں نہیں ہوسکتا شیوع کے سبب وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مرہون نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا تو زندگی راہن میں حبس تھا اور شارع اُسکو قبول نہیں کرتا اور راہن کی موت کے بعد دین حاصل کرتا ہے مرہون کو بیچ کر اُسکے ثمن سے اور شارع اسکو قبول کرتا ہے کذا فی فاتح اخذ عامة المدیونین لتکون رهنا عند کل منهم رهنا واذا هلکت هلک بحصته - عون قال هذا ظاهر اذا رضی المطلوب بترکه رهنا عند مدیونه مفاده انه ان رضی بترکه کان رهنا والا لا وعلیه یحمل طلاق السراجیة وغیرها انادة المصنف ان نے مدیون کی پگڑی لی تا اُسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنے ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنے اُسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اُسکے رہن رہنے پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ یہ راس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اُسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور رشید ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے اسکو شرح میں بیان کیا ہے ہم سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکھنے کیواسطے لی وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی ملخصا مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدون رضامندی مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی البحر الرائق ولو استاجر ثوبا من المدیون رهنا بدله اذا رده قیل اذا ابی قبوله اخذه مکان حقه قضاء عن بینة وفتوی المصنف وصححه فی البحر ہمیں ہے کہ مالک اگر چاہے کہ مدیون کے مال کو بدون اُسکی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو پاس ہو تو اُسکو اپنے دین کی جگہ مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست ہے اور اسکو مصنف رحمہ اللہ نے ثابت رکھا ہے ودفع لوبین فقال خذ ایها شئت رهنا بکذا فاخذ هما یکون احدهما رهنا قبل ان یختار احدهما سراجیه اگر مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دونوں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ بعوض اتنے روپے دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لے تو ان میں سے ایک کپڑا بھی رہن نہوگا ایکے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیة یعنے جب تک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہ ہوگا

فروع مسائل حقہ شارح کے غصب الرهن کهلاکه الا اذا غصب فی حال انتفاع مرتهن بالرهن رہن کا غصب کرنا اُسکے تلف ہوجانے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں مگر جبکہ بغاصب نے غصب کیا اُس حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو اور اسکی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا مثلاً اگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو آسین پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا بخلاف اسکے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا اسلئے کہ رہن کا حکم حبس ہے پھر جب اُسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر قرأت ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ گویا

عن الجبر امرہ بد فعہ لہ ذلک فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اُسنے اسکو دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن ضمان لازم نہ ہوگا حامیؒ وضع المصحف الرہن فی صندوق وفیہ دواتہ وضع علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء فہلک المصحف فہلک بضمان الرہن کا الزیادۃ ایک حامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہوگیا تو حامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا پینے دین اُسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اُسکا تاوان لازم نہ ہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئا فیہ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدون تعدی کے کذا فی القنیہ لہذا جس نے اور جس کاعدت مقرر رہن کی مفسد ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الخطابی سلطہ ببیعہ ومات للمرتہن بیعہ بلا محضر الراہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا اور مرتہن کو اُسکی بیع کا اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہم تو وارث نقص بیع نہیں کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اُس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل نہیں ہوسکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الخطابی غاب الراہن عینیۃ منقطعۃ فوفم المرتہن امرہ بالقاضی لیبیعہ بدینہ فباع الرہن وان خاف تلفہا لا یملک لہ وارث منعہ القاضی دارہ جاز کذا فی منفرقات بیع العمر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اُسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچے اُسکے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہیہ کے جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اُسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اُسکا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے منفرقات میں وفی الخبزیۃ للیس للمرتہن بیع عروۃ الرہن وان خاف تلفہا لانہ لہ ولایۃ الحبس لا التبیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی وکان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا بیچ ڈالنا اگرچہ اُسکے تلف ہوجانے کا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اُسکو قاضی کیطرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ بحال ایسا نازک ہو کہ سڑجاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اُسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہے اُس رہن کے احکام میں جو رکھا جائے عدل یعنے معتمد کے ہاتھ میں ہم جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اُنکے نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اُسکی بیع پر راضی ہوئے مدت کے اتنے پر لہذا وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہونگے تقریب کو رہونگے سیتے بہ لعدا التفری فی زعمہ الواہن المرتہن نائب کا نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اُسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرہن علی ید عدل صح وتید بجنسہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تام اور لازم ہوگا اُس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یأخذہ احدہما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق استیفا دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہو کذا ضمن لو دفع الی احدہما المتعلق ضمنا اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونوں کا حق اُس سے متعلق ہے یعنے اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم نہیں تاوان اجنبی کے دین سے کذا فی الدرر ولو دفعہ فتلف ضمن لتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند عدل ولیس للعدل جعلہا رہنا فی ید ثالث

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یسیرۃ فضیاعہ فعلیہ اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی نعدی کے سبب سے اور دیوے راہن یا معتمد مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لیوے یا راس قیمت کو رہن رکھوے مرتہن اس معتمد کے پاس یا اسکے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو اس قیمت کا امین رکھ لیوے اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد اور اگر نیلام ہو قیمت کا تقاضا کرنے والا نہ ہو کسی کا ہم اسواسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہوتا تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا موجود گیا اور حالانکہ دونوں میں مخالفت ہے کذا فی الفتح وھل العدل الوجہ مبسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا حق ہے جواب اسکا مفصل کو رہ بڑی کتابوں میں ہے رملی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سوا اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کیواسطے سالم رہی اُسکو جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت بھر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا بودیعت کے دیا اور وہ تلف ہوگیا ہو اُسکے پاس تو مرتہن سے اُسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اُسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے بھر لیگا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دیتے کے وقت مرتہن سے یوں کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا جس کرا سکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الظہیریہ وان شئت اخذت عبدک من ضمان المرتہن اور جب کہ مرہون تلف ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اُسکا لازم ہوگا فان وکل الراہن المرتہن او وکل احدھما بیبعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اھلا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اُنکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو ورنہ لا یکون اھلا لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل بیبعہ صغیر لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح فلو اور اگر وکیل اُسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر نے نمیز کو وکیل کیا اور اُسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الراہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراہن ولا المرتہن للزوم العقد فھی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجہ احدھما ھذا پھر اگر وکالت شروط ہوئی عقد رہن میں تو وکیل معزول نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رہن کے اور یہ حکم اسکے برخلاف ہے تو رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ اُن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے ہم شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن نے کہا کہ میں نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحاوی والثانی ان الوکیل ھنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل یہاں یعنی بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اُسکو بیع ڈالے کذا فی الذخیرہ کذا لو شرطت بعد الرھن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاھر الروایۃ فان صحیحا فاضہ خان وغیرہ علی ما نقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ الفرق

اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط ہوگئی ہو مدت بعد رہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے فتبصر اور ہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری میں ہے کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اُسپر جبر کیا جائے گا چنانچہ وجیز میں ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیعہ الولد والاصح انہ لا یملک اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اُسکی دیت میں

انجلس

اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہو والرابع اذا باع بخلاف جنس الذین کان لہ ان یبیع من ای الدین شاء لان الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہو کہ جب وکیل نے مرہون کو بجنس دین کے بخلاف تو اسکو جنس دین کیطرف پھیرنا درست ہو بخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والخامس اذا کان عبدا دفعہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچویں وجہ یہ ہو کہ جب مرہون غلام ہو اور اسکو دوسرا غلام ارادہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل تو مثل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اسکی بیع کا اختیار ہو بخلاف وکالت مفردہ کے بمخالفت کا قول پانچویں صورت پر متعلق ہو وہ بیعہ فی غیبۃ و نقدۃ ای درتہ الراہن کما کان لہ حال حیاۃ المیت بغیر حضرۃ ای حضرۃ الراہن اور وکیل کو کہ مرہون کا بیچنا راہن کے واارثوں کے پیچھے درست ہو جیسے اسکو اسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہو وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا متمما غیرہ کیونکہ اسواسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اسکی غیر کی رائے پر عن الثانی ان وصیتہ یخالفہ لکن خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہو کہ وکیل کا بھی وکیل کا خلیفہ ہوا سوا رہ مذکور میں لیکن یہ روایت اصل یعنے امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہو کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اخر بیعہ لم یصح لانہ اذا کان مشروطا لذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں اگر چہ اپنی وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں شروط ہو گیا ہو تو درست ہو ھم صورت اسکی یہ ہو کہ اصل یعنے وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو آپ میں کرے میں نے تجھکو اسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی وکما یملک وارثہ وکما مر تھن بیعہ بغیر رضی الاخر اور مالک نہیں راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضامندی مرتہن یا مرتہن بدون رضامندی راہن بیع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہو تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اسکے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل بیعہ کما ھو الحکم فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ اداء ما ھا فانہ یجیب طلبا بان یحبسہ یا ما لیبیع فان لم یفعل بعد ذلک باع القاضی جبرا علیہ دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آپہنچی اور راہن غائب ہو تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اسکی بیع کا جیسا کہ یہی حکم خصومت کے وکیل میں جبکہ اسکا موکل غائب ہو دے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جاویگا اسطرح کہ قاضی اسکو قید کر کے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اسکو بیع ڈالے دفع ضرر کیواسطے ھم طحطاوی نے کہا کیفیت اجبار کی در المختار کے اکثر شمس بن مذکور میں دان باعہ العدل فالثمن رھن کالمقبوض فیھلک کہ لک اور اگر معتمد نے مرہون بیچا لا تو اسکا ثمن راہن رہیگا بیع کے مانند قبض تلف ہو گا بیع کے تلف ہونیکے مانند ھم یعنی مرتہن کا مال تلف ہو گا بسبب باقی رہنے عقد رہن کیواسطے کہ ثمن قائم مقام ہو مبیع مرہون کے فان ادی ثمنہ بعد بیعہ المرتھن فاستحق الرھن ومن فان کان المبیع ھالکا فی ید المشتری ضمن المستحق ارھما شاء لانہ اخذ عین مالہ بغیر حق پھر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون خیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اسکا تاوان دیا گیا سو اگر بیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہو جاوے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہو جیسے بردا یا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وھذا بیع الفضولی لتملکہ بضمانہ اور اسوقت میں بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن بیعتہ کے ہاتھ سے صحیح ہو گیا یہ سبب مالک ہو جانے راہن کے اسکے تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ھو ای العدل یضمن الراھن صحیحا ایضا یا چاہے مالک شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت میں بیع مرہون صحیح ہو گی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بھی صحیح ٹھہر گیا او ضمن المرھن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتمد نے اسکو دیا اپنی تعدی کیواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وھو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنے ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہو اسواسطے کہ اسکی ملک کا بدل ہم جب معتمد نے مرہون بیچ کا تاوان دیا تو مرہون اسکی ملک ہو گیا اور ثمن اسکا بدل ہوا تو ثمن معتمد کا مملوک ہو گیا کذا فی الدرر ویرجع المرھون علی راھنہ بدینہ ضمونۃ بطلاق قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین بھرلے بصورت بطلان قبضہ ثمن یعنے جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا

تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالفور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لیگا وان کان الرھن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق ممن شاء اور اگر مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اسکے مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ودجع ھو المشتری علی العدل تمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اُسکا ثمن پھر لے اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ھو ای العدل علی الراھن ای بثمنہ پھر معتمد راہن سے اُسکا ثمن پھر لے یعنی اسواسطے کہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اُسکو وکیل کر کے تو راہن پر اُسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر وانما رجع علیہ لتمام القبض للمرتھن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا پھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اُسکو مسلم ہوا اور رجع العدل علی المرتھن بمثلہ یا بما ھو اعتدہ یعنی معتمد مرتہن سے اُسکا ثمن پھر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع فسخ ہوگئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اُسنے اُسکا ثمن حاکم کے قضیہ کیوجہ سے پھر جس پر ہنا باطل ہوا تو اُسکا قبض قبض بالفرد واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ھو ای المرتھن علی الراھن بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین پھر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تادا دھنا فی الدرر والوقایۃ دان شرطت الوکالۃ بعد الرھن رجع العدل علی الراھن فقط سواء قضی تمنہ او لا کذا فی الدرر اور وقایہ میں یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بیع عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ھم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اُس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہوگی کہ معتمد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگا اُسکو راہن سے پھر لیگا کذا فی الدرر فان ھلک الرھن عند المرتھن فاستحق الرھن وضمن الراھن قیمتہ ھلک الرھن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرتہن غیر راہن کا مالک نکلا اور مالک کے راہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادا ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر دان ضمن المرتھن بقیمتہ یرجع علی الراھن بقیمتہ التی ضمنھا لانہ ظھر ان قضاءہ وبدینہ لا ینتقض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر پھر لی اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھر لے انتقاض قبض کے سبب سے ھم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر صدر الشریعۃ

فرع مسئلہ المتن شارح کافی الوالجیہ ذھبت عین دابۃ الرھن یسقط ربع الدین وسیجئ ولو الجیہ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرھن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ علی الرھن علی غیر ہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنیکا اور مرہون پر جنایت کرنیکا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراھن رھنہ علی اجازۃ مرتھنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اُسکے مرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو یہ بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہوئی موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اُسکا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی فان وجد احدھما نفذ وصار ثمنہ رھنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہوگئی اور اُسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں بنے فی صورت ادائے دین رہن کی حاجت نرہی دان لم یجز المرتھن البیع وفسخ بعکسہ ینفسخ فی الحال صحیح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن کی بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہوگی اُسکے کرنے سے صحیح نزقولین میں وان اجاز ابقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرھن او دفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وھذا اذا اشتراہ وھو لا یعلم انہ رھن بان کان مالکا اور جب بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہی چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے تاضی کیطرف تاوہ بیع کو فسخ کردے اور یہ اختیار مشتری کا اسوقت ہی جبکہ اُسنے خرید کیا اور اُسکو اُسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراھن من رجل ثم باعہ الراھن ایضاً من رجل اٰخر قبل ان یجز الموقوف البیع فالثانی موقوف ایضاً علی اجازتہ اذا الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اُسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت بعد بیع مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہو مثل بیع کے مانند اسکے کہ بیع موقوف ہو دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی یا بطلہا اجاز لزم ذلک وبطل الاٰخر پھر دونوں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہوجاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعہ الراھن ثم اجرہ اور ھنہ او وھبہ من غیرہ فاجاز المرتھن الاجارۃ او الرھن والھبۃ جاز البیع الاول لحصول النفع بتحول حقہ الذی علی ما تقرر وفی ھلا خرج الرد دون غیرہ من ھبتہ لعقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتھن فیھا فکانت اجارتہ اسقاطا لحقہ قول المانع بیسقط البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اُسکو اجارہ پر دیا یا کسیں رہن رکھایا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ یہ سبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنا بر اسوجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہی کہ بیع اول جائز ہی نہ اُسکے سوا یہ عقود مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کو بواسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اُسکی اجازت اسقاط ہی مرتہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی ہم مسئلہ اولے میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ تصرف جائز نہوا سواسطے کہ بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہوکہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہی اسواسطے کہ اُسکا حق بدل مبیع یعنے ثمن سے متعلق ہوگیا بخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ یہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہی نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہی نہ منفعت میں تو اُسکی اجازت میں حق مرتہن کا اسقاط ہی سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراھن المرھون من اٰخر ثم ماتہ من المرتھن انفسخ الاول اور اشباہ میں ہی کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اُسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم یہ گویا استدراک ہی مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہی بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند وہ ہی جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ نافذ ہوجاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراھن رھنہ اور صحیح ہی یعنے نافذ ہی راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد بیٹے کیلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اسکو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا کان دینہ المرتھن خلا اخذ المرتھن دینہ من الرھن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا ضرر تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے دان مؤجلا اخذ قیمتہ الرھن یحل لہ الی زمان حلولہ فاذا خل استوفی حقہ لو من جنسہ وردّ الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کیواسطے عوض غلام کے دین کے مدت ہونے تک پھر جب مدت آپہنچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الراھن معسرا فی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اُسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ عنیا اور جسقدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے بھرے جبکہ اُسکو مقدور ہو فی الحال بیسر او بعسر ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر ملک المولی اور تدبیر اور استیلاد میں سعی کرے سر و احد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہی بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراھن المرھون فحکمہ حکمہ اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو

تلف کردیا تو اسکا حکم مانند ہی اُس حکم کے ہیگا اگر مالک غلام مرہون کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہو چکا مع یعنے اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہی تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدر والوھبانی اَنْ اَتْلَفَهُ اَجْنَبِیٌّ ای عَبْدُ الرَّاھِنِ فَالْمُرْتَھِنِ بِضَمَانِهٖ اَیِ الْمُتْلَفِ قِیْمَتَهٗ یَوْمَ هَلَكَ قَنُوْتُ الْقِیْمَةِ رَهْنًا عِنْدَهٗ كَمَا مَرَّ اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنے غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا وَاِنْ ضَاعَ اَخَذَ الْمُرْتَھِنِ فَیُعْتَبَرُ قِیْمَتُهٗ یَوْمَ الْقَبْضِ لِاَنَّهٗ مَضْمُوْنٌ بِالْقَبْضِ الثَّانِیْ بَیْعٍ اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اُسکے تاوان میں یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی وَبِاَعَارَتِهٖ اَیِ الْمُرْتَھِنِ اَوْ هِبَتِهٖ نَحْوُ جُزْءٍ مِنْ ضَمَانِهٖ بِسَبَبِهَا عَارِیَةً مَجَازًا اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو یا ہبہ کرنا اسکا ہم مرتہن کو اُسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازاً استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اُسی سے کیونکر ممکن ہوگی فَلَوْ هَلَكَ الرَّهْنُ فِیْ یَدِ الرَّاھِنِ هَلَكَ مَجَّانًا حَتّٰی لَوْ كَانَ اَعَارَهٗ اَیِ الْمُرْتَھِنِ كَفِیْلٌ لَمْ یَلْزَمِ الْكَفِیْلَ شَیْءٌ بِخِلَافِ مَا لَوْ كَانَ الرَّاھِنُ اَخَذَهٗ بِغَیْرِ رِضَا الْمُرْتَھِنِ حَیْثُ یَضْمَنُ الْاَقَلَّ مِنَ الْقِیْمَةِ وَالدَّیْنِ پس اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو موقت تلف ہوگا یعنے دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہوگیا یہاں تک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن کے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہی ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلاوے کذا فی الظہیری فَاِنْ عَادَ قَبَضَهٗ عَادَ ضَمَانُهٗ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وَلِلْمُرْتَھِنِ اَسْتِرْدَادُهٗ عَنْهُ اِلَیْهِ اور مرتہن کو جائز ہی پھر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے فَلُوْمَاتَ الرَّاھِنُ قَبْلَ ذٰلِكَ اَیِ قَبْلَ الْاِسْتِرْدَادِ فَالْمُرْتَھِنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ سَائِرِ الْغُرَمَاءِ لِبَقَاءِ حَقِّهٖ فِیْهِ پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ حق دار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ہم رہن کا حکم اسواسطے باقی ہی کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اَعَارَ اَوْ اَوْدَعَ اَحَدُهُمَا اَجْنَبِیًّا بَانَ لَمْ یَسْقُطْ ضَمَانُهٗ اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نہ رہا وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا اَنْ یَّعُوْدَ رَهْنًا كَمَا كَانَ اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوا کہ پھر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اُسمیں ثابت ہی بِخِلَافِ الْاِجَارَةِ وَالْبَیْعِ وَالْهِبَةِ وَالرَّهْنِ مِنَ الْمُرْتَھِنِ لِاَجْنَبِیٍّ اِذَا بَانَ بِهٖ اَحَدُهُمَا بِدُوْنِ الْاٰخَرِ حَیْثُ یَخْرُجُ عَنِ الرَّهْنِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اِلَّا بِعَقْدٍ مُبْتَدَاٍ لِاَنَّهَا عُقُوْدٌ لَازِمَةٌ برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا سبب ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہی رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں ہم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا سواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہی منعقد نہیں ہوتا مگر بعقد انفاض رہن کے اور اسی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اُسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہی بیع اور ہبہ کا طحاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہی زیلعی نے کہا اسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتھن من الراھن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اُسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے بَقِیَ لَوْ صَاتَ الرَّهْنُ

قبل ان یفتدیہ تاتیا فالرھن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار راہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہی باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو اجانبی کو یا منقض اجارہ کرکے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس نہیں رکھا اور راہن مگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہی اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی شرعاً باطل ہوگیا ولو اذن الراھن للمرتھن فی استعمالہ او اعارتہ للعمل فعلت الرھن قبل ان یستحق فی العمل او بعدہ الفراغ منہ ھلک بالدین لبقاء عقد الرھن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اسکے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے لھم مراد یہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کے واسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان نہیں لازم ہوگا کذا فی الھدایہ ولو ھلک فی حالۃ العمل او الاستعمال ھذا ھو الذی ذکرہ فی المبسوط وھو الصحیح اور اگر ہوا تلف استعمال کی حالت میں تو ضمان ثابت ہوگا ولو اختلفا فی وقتہ ای وقت ھلاکہ فقال المرتھن ھلک فی وقت العمل وقال الراھن فی غیرہ فالقول للمرتھن لانہ منکر والبینۃ للراھن لانھا اتفقا علی زوال یدالراھن فلا یصدق الراھن فی عودہ الا بحجۃ بزازیہ اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا سواسطے کہ وہ منکر ہے جو ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی سواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض دین کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض دین کے عود کرنے میں نہ ہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفیھا اذن للمرتھن فی لبس ثوب الرھن یوما فانجاء بہ المرتھن متخرقا قال تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراھن بل لبستہ فیہ لا تخرق فیہ فالقول للراھن لان اقرار الراھن بالبس فیہ لکن قال تخرق قبل لبسہ او بعدہ فالقول للمرتھن فی قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایک دن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اسی دن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تو نے اس دن نہیں پہنا اور نہ اس دن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہوگا اور اگر راہن نے اس دن کے پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پھٹا گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا عود ضمان کی مقدار میں یعنی جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو وہ صورت تلف ہونے ثوب بتخرق کی قیمت لزوم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الخلاصۃ وفی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے رھن الاب من مال طفلہ شیئا بدین علی نفسہ جاز فالرھن قیمتہ الکف من الدین فھلک ضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ بخلاف الوصی فانہ یضمن فیھما والفرق ان للاب ان یتملک مال الصغیر عند الحاجۃ لا کذلک الوصی آپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز لیکر اس دین کے جو اپنے ذات پر ہو رہن رکھی تو جائز ہوا اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کیلئے جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور یہی ایسا نہیں کہ اسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو لانہ لا یملک الاب ذلک ولا الابن ذلک ولا یملک الوصی ذلک فبقی قضاء الدین دینا علی الابن فی مال الاب ان کان ھذا لفظہ یکون مضطرا فی حق الراھن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اتنا بھی نہ لے اگر اسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کے ساتھ یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ سمجھا جائیگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے مصیر یہ رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الخطابی ولو رھن شیئا ثم اقر بالرھن لغیرہ لا یصدق فی حق الرھن وھو قضاء الدین ویدفع الی المقر لہ اور اگر رہن سے

کوئی چیز رہن کھی پھر تو اقرار کیا کہ یہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق رہن کی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور تین چیز کے پھر پیچھے کا مقر لہ کی طرف امر ہوگا کما لو رھن عند غیرہ فاجاز المرتھن بیعہ فاذا باعہ الراھن عند ثالث ثم اقر ان الرھن کان عند المرتھن قبل ان یبیعہ لم یقبل اقرارہ علیہ وکان الرھن عند الثالث ویمینہ الرھن عند المرتھن اور راہن کے گواہ مدعیوں کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد مختلف پڑا اسکی قیمت میں مرتہن کہتا ہو کہ اسکی قیمت سو درہم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہو کہ ۵۰ درہم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرین گے بواسطہ کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہین وذکر فی الرھن لو اقام عبد الرھن دارا وقال ھی عبدی فلا یصیر رھنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیان چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہی نہ کرایہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہو کام عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ زوائد رہن کی دو قسم ہین ایک قسم تو رہن میں داخل نہین یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا و نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب و ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہی یعنی جو مرہون سے متولد ہوا چنانچہ بچہ اور پھل اور دین اور روئین یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونیکے یہ معنی ہین کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اُنکے تلف ہو جانے سے تاوان نہین تو اُنکے تلف ہو جانے سے کل یا کچھ دین ساقط نہوگا کذا فی المحیط وھی مختصر الرھن الفاسد کالصحیح وضمانہ رہن فاسد ہین صحیح کے مانند ہی اسکی ضمان میں ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہا زیادہ قرض لیکر اور وہ دونوں کو قبض کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو جس مرہون تا استیفاء دین دست ہی اور اگر ہر دو مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی منح الغفار وصح استعارۃ شیء لیرھنہ فیرھن بما شاء اذا اطلق ولم یقید شیئا او صح ہو عاریت لینا کسی چیز کا استعیر کسو کو رہن رکھے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جسطرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو دین قیدہ بقدر او جنس او صفۃ بان قال لا ترھنہ الا بالف او بالدراھم او بالدنانیر او بالحنطۃ او بالشعیر او بالبغداد یۃ او بالرملیۃ او بالھرویۃ وحینئذ فان خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتھن ایھما شاء کل منھما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت یہ تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اُسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے ہم مستعیر کی تعدی تو صریح ہی مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہی کہ اُسنے بیگانی چیز قبضہ کیا بدون اُسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب لا ان خالف الی خیر بان رھنہ بمثل ما امر او بخیر منہ فلا ضمان علیہ بخلاف الخیر مگر جب کہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیکی میں ہو بیشک کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا مستعیر نے اسکو اُس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اُسنے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں اُس کا فائدہ ہی بیقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر عقد الراھن لھلاکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد زائل ہوگیا بسبب ہلاک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتھن یرجع بما ضمن علی الراھن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھرلے جسقدر کہ اُسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق رہن یعنی جب حق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بدلے تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان بھرلیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان ھلک عند المرتھن صار المرتھن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور شناخت ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی المحیط وادی دینہ بمثلہ ای مثل الذی رھنہ المستعیر علی المعیر وھو الراھن فقضاہ دینہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا

یکن کلہ مضمونا ضمن قدر المضمون بہ الباقی امانۃ وجوب بقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہ ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذھب من الدین بحسابہ مثل المغنیں اور اسیطرح اگر مستعار رہن کے پاس عیبدار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اسی کا مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الراھن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراھن لانہ غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین زاد فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر در لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فلو لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعتہ للدرر فتدبر اور اگر معیر نے فکاک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر معیر نے جو دین ادا کیا وہ راہن سے جسقدر پر معیر متبرع نہیں ہوگا کیونکہ وہ مضطر ہوا اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے پس رجوع معیر اس شرط پر ہوگا کہ دین برابر یا زیادہ قیمت مرہون کے اور اگر دین کم ہوگا تنکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا متبرع ہونا ہوگا اور اگر دین کم قیمت سے تو مرتہن پر بقدر تین تسلیم مرہون کا کرنا فی الدرر لیکن ادا نے زائد کے متبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح متن میں تو اسواسطے مصنف نے زائد کے متبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اسکو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو اصل کر یعنی باوجود یکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ھم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ اشکال ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو یہ معترض ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے جس مرہون کا ادائے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے جموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اسکی تصریح واجب تھی من شارح علیہ مرہ الیہ او ھلک الرھن المستعار مع الراھن قبل رھنہ او بعدہ فلہ ان یضمن وان استھلکہ اجنبی او ردیکہ ونحو ذلک من قبل کہ اذا مات خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فکاک رہن کے تو راہن پر اسکا تاوان نہیں اگر یہ قبل اسکے مستعار سے آسنے ضدت لی ہو یا آسپر سواری کی ہو اور مانند اسکے اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہوجاتا ہے مالک کی مخالفت کرنیسے بعد اسکے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تا وان سے بری الذمہ نہ ہوگا ہو جب اس قول کے مبسر فتوی ہو انتہی ماتی الشرنبلالیہ لکن لو اختلفا فالقول للراھن لانہ ینکر الایفاء بما لہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطیکہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے ھم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون تلف ہوگیا پس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فکاک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ ضمان واجب نہوا ولو اختلفا فی قدر الرھن فالقول للمرتہن فی قدر دینہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار دین میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر لے مرکب تھا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا کذا فی الھدایہ ھم یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر کثرت دین کا مدعی ہوا تا مستعیر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اس دین کا منکر ہوا اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الھلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرھن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ ولو مات مستعیر مفلسا حل دینہ فالرھن بامانۃ علی حالتہ فاذا باع الابرئی المعیر کانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس میعاد ہوکر مرگیا تو مقدر کی باقی ہوئی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

مرہون بیچا جاوے گا مگر مرتہن کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون مرتہن کا مملوک ہوا وَاِنْ کَانَ لِغَیْرِہٖ بِغَیْرِ رِضَاہُ اور اگر مرتہن کی رضامندی کے بغیر بیچا جاوے گا بدون اسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہو جاوے اور اگر دین ادا نہو تو اسکی بیع موقوف ہے مرتہن کی رضامندی پر اور اگر مرتہن رضامند نہو تو بیع باطل ہے لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَتَصَرَّفُ فِیْ مِلْکِ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ وَلَا وِلَایَۃَ لِاَحَدٍ عَلَیْہِ اور اگر مرتہن رضامند ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور ثمن مرہون کے قائم مقام ہو جاوے گا اور مرتہن کا حق اسکے ساتھ متعلق ہو جاوے گا لِاَنَّ الْبَیْعَ لَا یُبْطِلُ حَقَّ الْمُرْتَہِنِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ

مرہون بیچا جاوے گا مگر مرتہن کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون مرتہن کا مملوک ہوا وَاِنْ کَانَ لِغَیْرِہٖ بِغَیْرِ رِضَاہُ اور اگر مرتہن رضامند نہو تو بیع باطل ہے لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَتَصَرَّفُ فِیْ مِلْکِ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ وَلَا وِلَایَۃَ لِاَحَدٍ عَلَیْہِ اور اگر مرتہن رضامند ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور ثمن مرہون کے قائم مقام ہو جاوے گا اور مرتہن کا حق اسکے ساتھ متعلق ہو جاوے گا لِاَنَّ الْبَیْعَ لَا یُبْطِلُ حَقَّ الْمُرْتَہِنِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ

مرہون بیچا جاوے گا مگر مرتہن کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون مرتہن کا مملوک ہوا وَاِنْ کَانَ لِغَیْرِہٖ بِغَیْرِ رِضَاہُ اور اگر مرتہن رضامند نہو تو بیع باطل ہے لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَتَصَرَّفُ فِیْ مِلْکِ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ وَلَا وِلَایَۃَ لِاَحَدٍ عَلَیْہِ اور اگر مرتہن رضامند ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور ثمن مرہون کے قائم مقام ہو جاوے گا اور مرتہن کا حق اسکے ساتھ متعلق ہو جاوے گا لِاَنَّ الْبَیْعَ لَا یُبْطِلُ حَقَّ الْمُرْتَہِنِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ

مرہون بیچا جاوے گا مگر مرتہن کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون مرتہن کا مملوک ہوا وَاِنْ کَانَ لِغَیْرِہٖ بِغَیْرِ رِضَاہُ اور اگر مرتہن رضامند نہو تو بیع باطل ہے لِاَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَتَصَرَّفُ فِیْ مِلْکِ غَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ وَلَا وِلَایَۃَ لِاَحَدٍ عَلَیْہِ اور اگر مرتہن رضامند ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور ثمن مرہون کے قائم مقام ہو جاوے گا اور مرتہن کا حق اسکے ساتھ متعلق ہو جاوے گا لِاَنَّ الْبَیْعَ لَا یُبْطِلُ حَقَّ الْمُرْتَہِنِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دیدی اور ثمن ہلاک ہو گیا تو مرتہن کا حق ساقط ہو جاوے گا لِاَنَّ الثَّمَنَ قَائِمٌ مَقَامَ الْمَبِیْعِ

موجبة للقصاص فعتبرة فيقتصّ منه ويبطل الدين خانية وعبارة القهستاني وشرح المجمع يبطل الرهن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد میں غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ و قہستانی و شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا مطلقاً دین کی وجہ سے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل باقی نہیں باقی رہا اور ظاہر ہے بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی لکن ذکر الشارح الآتی ان الراهن على الراهن وعلى الرتهن فانها معتبرة اذا صح حتى يؤدّ قيمها ويقدى الامر كان كانت على المال يباع كما لو جنى على الاجنبي وهو اجنبية لتبين ان لا ملك اصلا الخ جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہوگی قبول صحیح ہیں تو مرہون باجا ویگا بسبب جنایت کے یا اسکا فدیہ دیا جاسے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہوتی فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے جبا ین الملاک سبب کذا فی الزیلعی ولو رهن عبدا يساوي الفا فباعه المولى فجنى قتل الاجنبي فقتل رجلا وغرم قيمة فالمرتهن يقتصّ بها اى المائة قضاء حقه ولا يرجع على الراهن بشيء لموته بلا قتل والاصل ان نقصان السعر لا يوجب سقوط الدين بخلاف نقصان العين فاذا كان الدين بالغا ويدّ المرتهن يدّ استيفاء قيمته مستوفيا لملكه من الاصل ابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درہم کے برابر ہے ہزار درہم پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درہم کی ہوگئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درہم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت کو پہونچی تو مرتہن سو درہم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب یعنی ادائے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ ستیفا ہو تو وہ تمام دین کا پانے والا ٹھہر گیا ابتداء ہی سے ولو بأعاه اى العبد الذي يساوي الفا بأمر الراهن فقضاه اياه قضاء حقه ورجع بتسعمائة لانه لما كان الدين باقيا وقد اذن ويبيعه بمائة كان الباقي في ذمته كما لو استرجع وباعه بنفسه اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درہم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درہم پر اپنے حق کے سبب اور نو سو درہم راہن سے بھریگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درہم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درہم راہن کے ذمہ برابر رہے گویا اذن مذکور بے ادا مرہون بھیجنے کیا مرتہن سے اور اسکو بات خود بیچا لاوقتل عبده قيمته مائة فدفع بها فتلفه الراهن وهو لا يملك الدين وهو الف هلك الالف امانة في يده ولا يسقط الدين عن الراهن وقال محمد ان شاء امر المرتهن بقبض قيمته وتركه على الراهن وهو المختار كما في الشرنبلالية عن المواهب لكن عامة المتون على قول محمد الاوّل اور اگر ہزار درہم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درہم ہے پھر قاتل غلام قتل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درہم دیکر رہن سے چھوڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون امین یعنی آدمی ہونے میں دونوں برابر ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر متون فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان كان ترك التفريغ اولى الراهن خطأه فضاه المرتهن لانه ملكه وتقاصا ورجع على الراهن الخ پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فارغ تفریغ کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہم تعلیل ملک مرتہن غیر ظاہر ہی تو اگر شارح یوں کہتا لان الجناية تعلقت في ضمانه بتعذر تسليمه اصل قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اسکی ضمان میں ہے اور اسکا دین قیمہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا يملكان يدعه الى قن الجناية لانه لا يملك التمليك اور مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابى المرتهن من الفداء دفعه الراهن ان شاء

او وفاہ وسقط الذین بقدر ما بقی من قیمۃ الرہن فی مسئلتنا ولو لم یکن سقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی بحصۃ الدین فقط کما لا یسقط الباقی فی صورۃ رہن من فداہ بدینہ کما لو کان رہن عبدا فجنی علیہ اجنبی فاختار المرتہن فداہ بدینہ فانہ یسقط الباقی بحصۃ الدین فقط کما لا یخفی علی من لہ ادنی تامل فی الفرق بین المسئلتین فافہم

اگر کسی نے مرتہن رہن رکھے غلام کو قتل کر ڈالا ہے یا اسکا فدیہ دے اور رہن مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کم تر ہو مرہون کی قیمت سے بقدر جواد اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہ ہوگا دیکھو استحقاق کا مال لیستغرق رقبۃ ذلک المال نہ ہونے کی حالت میں اور اگر مملوکہ مرہون تلف کرے اسقدر کہ جو اسکی قیمت سے کمتر ہو تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اسکو بیچ ڈالے یا اسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور بصورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور غالمگیری میں ہے ولو قتل المرتہن انسانا او استہلک مالا کان فعلہ کالراہن وحکمہ حکمہ الراہن فداہ او بقی رہنا مع دینہ او اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو بیچ ڈالے اور وہ رہن سے خارج ہو گیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا جنایۃ ولد الجاریۃ کجنایۃ الام بصیرورتہ ام ولد لہ وقیمتہ کارش الجنایۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے تلف ہو گیا اور اسکا بیان ذا وہی قاضی خان میں ہے مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن المرتہن وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مر گیا تو اسکا وصی اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی لہ وصیا او امرہ ببیعہ لان نظر کل عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادا ے دین راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جسکو وہ حاجتمند ہوں اپنے کام میں ڈھلا لوگ درشتہ صغارا فلو کبارا گحلفوا المیتۃ فی المال فکان علیہم تحلیفہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں مگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو انپر حضر انا مرہون کا لازم ہے کذا فی البحر الرائق فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الوصی بعض ترکۃ المیت علی المیت عند غیرہم من غرمائہ تنفذ علی الصغیر وبالغہم ان قضی الکل قبل الرد نفذ لو اتحد العزم جاز بیع الوصی فی دینہ وصی نے بعض متروکہ میت کا اسکے اس دین کے لیے جو میت پر ہو کسی ایک اپنے کے پاس رہن رکھا اور دین والوں کے تو رہن ہو توقف ہیگا یا تیموں کی رضامندی پر اور انکو رہن کا پھیڑا نلنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی قرضوں کا دین ادا کر دیا رہن سے پہلے تو رہن مکفوک ہو جاویگا اور اگر متاخر دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہوگا اور رہن بیچا جاویگا ادا ے دین کے واسطے وفی معین الملتقی والمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن ولا بموتہما او بموت المرتہن ولا بموتہما ویبقی الرہن بحالہ عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب معین الملتقی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے جانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس مرہم اسواسطے کہ وارث راہن کے راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی المحیط

فصل فی مسائل متفرقۃ

فصل ہے مسائل متفرقہ کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا فصنعہ خمرا بعشرۃ فخللہا تخلل دھو لسبعۃ العشرۃ فھو رہن بحالہ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہو گیا پھر سرکہ ہو گیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا مع لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل نہو اسلئے کہ ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جاے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہو جانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عادتہ اس کا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اسمیں یعنی اس شیرہ میں جو خمر ہو گیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادت و نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار

ہوا قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی اور وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی مضبوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فان نقص ثمنہ عمن قدرہ بسقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اسکی مثلی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہ ہوگا تو دین بھی ساقط نہ ہوگا ولو ھی شاۃ قیمتہا عشرۃ بعضہ بھذا قیدہ لا بد منہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ اداۃ بحسابہ فتنبہ فانت بلاد بغ عقد بغرجلہا بما لا یملکہ فلو قیمۃ ثبت لہم حق حبسہ بما زاد باغۃ وھل یملک تولان وھو اصح الجلد لساقی درھما فھو رھنہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہو دس درم پر رہن بھی رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنے کے مرگئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز ہے یعنی ٹھٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم پر رہن ٹھہر یگی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہوا اسواسطے کہ اگر اسکی قیمت دس سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہر یگی اسکے حساب کے موافق سو خصوصا در ہنا الطحطاوی نے کہا مثلا اگر دین دس درم ہوا اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہوا اور کھال ایک درم کی ہو تو کھال نصف درم پر رہن ہوگی اسی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اسقدر کے عوض میں مرتہن کا اختیار ہوگا اور اس صورت میں جن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک جن باطل ہوا اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہم بناء جن کے بعد اسواسطے لکھا کہ اگر بکری ذبح ہو کر مر گئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت المستامۃ المبیعۃ قبل القبض فان جلدہا حیث کان یعود الیہم بقدر ہ علی الشہور والفرق ان الرہن بتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض یفسخ بہ بخلاف ہذہ الصورۃ کے کہ یکی بکری قبض مشتری سے پہلے مر گئی پھر اسکے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں حسب بیع ہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوتا ہی نہیں مالک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے بسبب اسکے تلف ہو جانے سے ولو ابق عبد الرہن جعل العبد بالدین تقاعد یعود الدین الرہن خلافا لزفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہو گیا بر خلاف زفر کے دلنا ان الرہن کالولد والثمر واللبن الصوف والوبر والارش وتحو ذلک للمرتہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسا کہ بچہ اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور غیرہا اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے دھو مرہون مع الاصل بتکالہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہوگی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالمکسب الاجرۃ ولذا لھبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ فی الرہن فلا تکون للمرتہن لان کل ما یتولد من عین الرہن یسر الید حکم الرہن وما لا فلا لجمع الفتاوی بر خلاف اس بڑھوتی کے جو منفصل مرہون کا بدلا ہو جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہی قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہی اور جو ذات مرہون سے پیدا نہ ہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا واذا ہلک المتماہ المذکور مجانا لانہ تولد حال تحت العقد مقصود اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو اگر کل تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہی واذا بقی النماء فی ید الراہن فحکمہ کما بان کان ہلک بالاذن فانہ لا یسقط حصۃ مما یاکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد الاکل فان یقسم الدین علی قیمتہا یوم قبضہا کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگر یہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ جیسا کہ کھایا جاوے رہن رہے بسطرح پر کہ کھایا جاوے راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو بھریگا راہن سے جیسا کہ جب اصل مرہون تلف ہو جاوے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائیگا دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی التتارخانی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آیندہ میں ذکر کیا یعنی زیلعی میں ہی کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اسنے کھایا تو اسمیں ضمان نہیں اور اسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو دین مستوسم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا

اور چنانچہ زیادت ماکولہ کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو کھلایا اور تلف کیا
کذا فی المطواعی لخصاصۃ ھذا لاصل فذھب حصتہ من الدین لانہ صار مقصودا بالفکاک والتبع یقابلہ شئ اذا کان مقصودا
یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کی جائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص
کرنے کے سبب اور تابع کے مقابل جب مقصود ہوجاوے وجب ان یسقط من الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض
ویسقط من الدین حصۃ الاصل ذلک النماء حصتہ کما لو کان للدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ
فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط ثلثا العشرۃ حصۃ النماء فیفکہ بہ اور اسوقت مین دین سے قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ
کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کی جائیگی بقدر اسکے حصہ سے پنانچہ اگر دین
دس درہم ہووے اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درہم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درہم تھی تو دس کی دو تہائیان یعنی چھ کسر سے زائد
اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درہم سے زیادہ مذکور کا مالک رہن کیا جائیگا وان ذن الراھن للمرتھن
فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الرھن بان قال لہ مھما زاد فکلہ فاکلھا ظاھرا یعم اکل ثمنھا وبیانی المصنف قال الکلاعی یوجد نقل مخصص
یخصص حقیقۃ الاکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتھن لانہ اتلف باذن المالک اور اگر راہن نے اول وہلہ مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے مین
اسطرح کہا راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی دودھ یا پھل یا حیوان کا بچہ پس اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہوگا اسواسطے کہ اسنے مالک
اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہو یعنی خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور ایسیکا فتوی دیا ہے
مصنف نے اپنی شرح مین صحت نے کہا مگر یہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکو اتباع کیا جاے یعنی تو صورت
وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والا طلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والحظر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز نہیں بخلاف تملیک کے
ہم یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہر تملیک نہین ہوا اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول علق کہ جو چیز
مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے کذا یسقط شئ من الدین بھلاک شئ من الرھن البعض لا یسقط شئ من الدین کالثمن بالمبیع وساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال
فی الجواھر رجل رھن دارا وامر السکنی للمرتھن فوقع بینھما ان دخل البعض لا یسقط شئ من الدین کالثمن بالمبیع اذا امر السکنی اخذ حکم
العاریۃ حتی لہ ارادہ منہ کان لہ ذلک جواہر اخلاطی مین کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کردیا سو اسکے رہنے سے
خلل پڑگیا اور کچھ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرتہن نے عاریت کا حکم لیا پہانتک
کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اختیار ہے ہم آہین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے
فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور رباح ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ بیلعی اور جواہر اخلاطیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور کی عمومی نے حاشیہ شباہ
مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المطواعی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رھن شاۃ فقال للراھن کل ولدھا واشرب لبنھا فلا ضمان علیہ ولو قال
لو اذن لہ فی ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراھن ثم نقل عن النھایۃ یلزمہ ان یکون للمرتھن ان ینتفع بالرھن اذا اذن لہ الراھن قال المصنف فحصل
یحصل ان مجرد اسلام من الاذن لا یحل للمرتھن ذلک ولو باذن لانہ ربا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحرمیہ فتامل اور مضمرات مین ہے
اور اگر کہا ہی کرور کھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھل کھانے مین
دیدیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگر راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح میں کہا اور اسی کراہت پر معمول ہے جو محیط سے منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہیں اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ ربا ہے شرح طحاوی کہتا ہوں اور اصیل اسکی اسکے مفید ہونے کو مقرر کراہت تحریمی ہے سوا سمیں تامل کرو ان لیفتک الراھن الرھن بل بقی عند المرتھن علی مالہ حتی ھلک ھلک امانۃ ان بدل المرتھن قیم الدین علی قیمۃ الماء الی الزیادۃ التی اکلھا المرتھن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتھن من الراھن کما فی الھدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرھا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑ دیا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ میں تو دین باطل جاویگا اس زیادت کی قیمت پر سکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو مستقر اصل مرہون کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا اور بقدر دین زیادت کو پہنچیگا اسکو مرتہن رہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے ہم اضافہ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب شامل راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہیں ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیۃ وفی الجواھر الاصل ان الاتلاف باذن الراھن کاتلاف الراھن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنے کے برابر ہے بسبب اسکے کہ دیدیے راہن کے دفیعا یا عم للمرتھن انفع ھل للمرتھن ان یوجر قال لا بل علیہ اجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ للراھن قال لان الاجرۃ ملک اذن ان یاذن فلما اذن بطل الرھن اور اسی کتاب میں ہے کہ اگر راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ درست نہیں ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ میں دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت ملک کی ہے اور اسصورت میں رہن باطل ہوگا وفیھا رھن لدرھم وتسلم المرتھن ثم وقعت الراھن لیستقیلہ یقوم بھا لم یبطل الرھن اور اسی کتاب میں ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر مرتہن نے راہن کو باغ دیدیا تاکہ اسکو سینچے اور اسکے امور ضروریہ کی خبر گیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما وباعہ ثم وھبہ ثم باع الکرم فقبض المرتھن الثمن ان ثم یحصل بعد البیع فللمشتری ان قبل علی الراھن ان قضی دین المرتھن لا یکون رھنا ویعود البیع رجوعا عن الاقالۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا اور اسکا پھل مباح کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچا لا سوم مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہوا اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہیں کیا تو پھل رہن رہیگا یعنی ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع عن الاقالۃ شمار کی جاویگی اسواسطے کہ اقالہ قابل رجوع ہے چنانچہ مذکور ہوچکا بخلاف اسصورت کے کہ مرتہن پھل بیچا گیا اسواسطے کہ اسنے مباح کر دیا تھا اور رہن جوں کا توں رہا مالک نہیں کھا جانے کے بعد کذا فی المحیط وفی الخانیۃ وفی الطحطاوی عن المنح وفیھا ادعی المرتھن ان الراھن ابیعہ لہ لا انتفاع لا یجب بشیء وان لم یلزمہ نقصان الارض ضمان الماء لو من قناۃ مملوکہ فلیحفظ اور اسی کتاب میں ہے کہ تہمت رہن کی زمین میں زراعت کی اگر اسکے انتفاع مباح ہو تو کوئی چیز واجب نہیں اور اگر انتفاع مباح نہیں تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بخلاف پانی مملوک کا کہ اسکو سکو یا وہ کہتا چاہیے زرعھا الراھن او غرسھا باذن المرتھن ینبغی ان تبقی رھنا کما کان لا یبطل الرھن فتنبہ زمین مرہون میں رہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یوں ہے کہ وہ زمین بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو بہر دو رہنا ہم رہن باطل نہوگا بلکہ حکم ضمان باطل ہوجاویگا یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ استثنی الراھن لیکون للمرتھن ظاھر یفید سکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہیں کہ بجائے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن کے کھو جانے سے استثنی بعضھم ان شاء تعالی یبطل الرھن وان مقرر ابقی جنس بکل الدین لکن لھا بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مرہون کو شائع غیر مقسوم ہو تو باقی میں بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض متمیز کو مرتہن کے حوالہ کیا ہو تو باقی میں رہن باقی رہیگا اور بعض تمام دین کے وعوض رہیگا

لیکن اسکا تلف ہوجانا بقدر اسکے حصے کے ہوگا اجر دار کے لئے تو رہن امانت ہوگیا اور بطلت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی ستایر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگا ولو اذن ثم اجرہ من راھنہ فاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے وان الرھن سقط الدین بھلاکہ فان عاد سقط بحسابہ بقصہ لان الاباق عیب واحد ففیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اسکے ہلاک ہوجانے کے مانند بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے ہوا تھا میں اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرھن تصح اور زیادہ کردینا مرہون میں صحیح ہے ہم شلا دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہوگئے وتعتبر قیمتہ یوم القبض ایضاً اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافاً للثانی اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں برخلاف ابو یوسف کے کہ زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا شلا دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے باجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی والالحاق باصل العقد انما تصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیۃ الزیادۃ فی الدین لیست منھما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اسوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ میں شلا ثمن میں یا معقود علیہ شلا مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کرنا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا معقود بہ ہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ ہونا اسوجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے واسلئے دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رھن مشاعا فالمرتہن والشریک بالخیار ومع انہ نبہ علی انہ انما عطفہ بالواو لا بالفاء لیفید انہما مسئلتان مستقلتان لا فرع للاولی فنبہ عبدہ بالفاء فقد فہم عبدہ اگر رہن کیا مکان الاول قیمۃ کل من العبدین الف فالاول رھن حتی لو ھلک الراھن للمرتہن فی الاخر اما حتی یجعلہ مکان الاول یا حتی یرد الی الراھن فحینئذ یصیر الثانی مضموناً اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے اور حالانکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے بیتک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض امین ہے یہانتک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسمیں تین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدقہ ہمارے اور وجود یکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کردیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسیواسطے عطف بواو کیا ہے کہ یہ مسئلہ مستقل ہے جدا گانہ ہے مسئلہ اولی پر متفرع نہیں ہوا گاہ ہوا ان المرتہن ھو الراھن ھو الذی باراہ فی ھبہ منہ ثم ھلک الراھن فی یدہ المرتہن ھلک بغیر شیء استحساناً لسقوط الدین الا اذا منعہ من صاحبہ فیضیع ضیاعاً بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو یہ ہبہ کردیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو غیر ہلاک ہوا اور بروے استحسان کے بسبب ساقط ہوجانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور ڈیا تو وہ غاصب ہوجائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی ہم رصورت برابر ہے کہ اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا وان قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ مرہونا او غیر مرہون او استوفی او ابرأ المرتہن بالدین عنہ او اصالم عنہ ای عن دینہ علی شیء منہ استیفاء او حال الراھن المرتہن بدینہ علی اجنبی ھلک رھنہ معناہ فی الرھن ھلک بالدین اور اگر مرتہن نے پاتمام دین یا بعض دین رہن سے یا اسکے غیر سے کچھ کسی احسان کرنے والے نے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور مستبعد دین ہے یا حوالہ کیا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ہم وجہ قرار برا اور استیفاء میں یہ ہے کہ اصل دین

ساقط ہوجاتا ہے اور استیفاء سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ اجنبی ہونیکا حکم فضاء دیون باشتراط ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہوگیا تو استیفاء اول یعنی استیفاء بقبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہوگیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر ولمضمار ترۃ ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفاء الراہن او متطوع او فضولی او صدیق اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا غیر دینے صحیح کی صورت میں یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسیطرح خریدار اصیل میں پھیر دیتا ہے جبکہ استیفاء مکرر نہ ہو جائے وتبطلت الحوالۃ وہلک الرہن بالدین لانہ فسخ الابراء بطریق الاداء وھذا یہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ درمعنی ابراء بطریق اداء کے ہے کذا فی الہدایہ یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ ہے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ یعنی ابراء کے ہوتے ہوئے یوں کہا کہ مرہون امانت کے تلف ہوتا ظاہر ہے جواب یہ ہے کہ ہوا اگرچہ ابراء ہے لیکن بطریق اداء کے بنا بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کردیا کذا فی البطحاوی والعینی فتسقط دیونہم کما لو اداہا بطلان بہلاک فان الدین لیس بالمذمم قیمۃ الرہن لانہ لا یتطرق الیہ التوی قید بالزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ ہونا چاہیے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لازم یوں ہے کہ حوالہ باطل نہ ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا اذا ہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ بہلاک بالیقا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتہم وجوب الدین لتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفاء کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یا دکرین اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا بخلاف ابراء کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کردیتا ہے یعنی اسمیں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا ہم تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین متصور ہوا اور یہاں مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابراء کے کہ اسمیں توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ وشروحہا کما جزم بہ فی الرہن الصحیح فہو محکم فی الرہن الفاسد کما فی العنایۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں مروی اور معلوم ہے وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال قد ذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد بمنزلۃ المضمون عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق ہوگا بطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلا متعلق نہیں والعلم عند اللہ وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا وللمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن وجودا ولا ینعقد لہ لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہ بھی سمجھا دینا چاہیے کہ ہر وہ جس مکان میں مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فاسد کی صنعت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند فی کل موضع لیس فی الرہن کذلک یکن مالا ولیکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہ ہو یعنی مال نہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون نہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو رہن بالمال کہتے ہیں وحسیئذ فاذا ہلک ہلک بغیر شیء فی الفاسد ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہو یا باطل ہو اگر تو جبکہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رائیگاں تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد

جیسکہ مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس تو کتنا مال قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کتنی ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کتنا ہی قیمت سے تو دین لازم ہوگا مرتہن پر لہ غرماء فالمرتہن احق بہ کما فی البحر الصغیر جو مرہون ہیں فاسد کا جو رہن مرہونگا اور اسکے چندہ قرض دینے والے تھے مرتہن زیادہ تر مقدار ہر مرہون کا جیسے رہن مشاع میں مرتہن احق ہے فرع مسئلہ لمعۃ شایع کالرھن المرھون باطل کما حرروھا فی العاریۃ صرح کاللوھبانیۃ ایک مرہون کا بلا تک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہوجاتا ہے اسکی کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول ہے کہ عدم رہن باطل ہوجاتا ہے اگر رہن کرے سوا مرتہن کے لیکن اگر مرتہن کے رہن کو رہن جائز رکھیگا تو باطل نہوگا کذا فی البحر والظہیریہ وفی معلیا تہا قال ۵ واتی رھنین لاثم الفکاکہ ۵ یعنی جو رہن لیا اور دیا بیشتر اور دوسرا پیچھے کی پہلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہوسکا ہے مگر مطلوب نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قائل ہوسکا منقول اگر مرجائے تو موجب اسکی دیت نصف ہوجاتی ہے سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عند یہ الانفکاک نفس ہی حق تعالی نے فرمایا کل نفس بما کسبت رھینۃ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد تشبیہ ہے لزوم والا ہونے میں یعنی کہ جسطرح قطع کرنا اور قطع عشقہ سے وہ مرگیا تو اسپر نصف دیت واجب ہوا اور اگر صغیر زندہ رہا تو وہی دیت واجب ہے کذا فی الظہیری وانما اطلت ھذہ المسئلۃ لان کثیرا من الناس یقعون فیہا

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں لمناسبتہ ان الرھن لصیانۃ المال وھذہ الجنایۃ لصیانۃ النفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایات کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور ہر ایک سیاست شرعیہ ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہوتی ہے الوسیلہ چہ شرف بیت تصاعد حیوت ہم حرمت رحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیاں وہ ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل پائدار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر فصاعدا یعنی جنایت لغت میں برے کام کرنے کا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں صد بمعنی مصدر ہے لہذا جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم علی مال او نفس وعضو لقیام الفعل بما علی مال او الجنایۃ بما علی نفس او طرف یعنی شرع میں جنایت اس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقہ قضاص کر لیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہوا اور جنایت خاص کر لی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور طرافت یعنی ہاتھ پانوں ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت ملی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت ملی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عبد کی طرف مضاف ہوا اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہوجائے اور زوال حیات بلا عمل عبد سمی موت ہو کذا فی الزیلعی والشمنی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من وجوب دیۃ وکفارۃ ودائم وحرمان ارث خمسۃ اقسام کثیر وحکمہ وصف قتل حرابہ وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہوں پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا یعنی حد قتل کا اقسام مستثنیٰ ہیں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہر تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجری خطا قتل بالسبب الاول عمد وھو ان یتعمد ضربہ بما یقتل غالبا کضرب الآدمی فی احد موضعیہ من جسدہ بالۃ تفرق الاجزاء کمثل سلاح ومثقل من حدید او حجر او خشب طویل جامع فجرد بہ فمثقل وھو ما لم یطعن او یرم بسہم او یشق بمروحۃ او یغرق بماء مفرط او یحرق بنار او یخنق بحبل او نحوہ او یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یموت جوعا وعطشا او یحبس فی الحر او البرد او یلقی فی بئر فیہ حیات او عقارب او یطرح من شاہق او یلقی بین سباع او یحمل علی دابۃ لا تطیقہ او یکلف ما لا یطیق من عمل او یضع فی الماء الحار او البارد فاخرج العروق کل یعنی ان سال بہا الدم والا لا حکما فی الکفایہ قسم اول قتل عمد وہ ہے

کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام میں بدن سے جو اسطے ایسے ہتھیار کے جائے جس سے اجزاء بدن کو پھاڑ دے چنانچہ آلات جنگ اور ہتھیاری وزنی چیز جو ہے کی کذا فی جوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب کوکدار یا ڈھ والی چیز کے چنانچہ تیر تفنگ اگر بدن پر کوئی شدہ تیر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرکل کا تیر جلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور زخم کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل زخم میں رکھے سو وہ رگوں کو جلا دے تو بیشک قتل ہوگا یعنی اگر آگ کے جلانے سے خون بہا دے اگر خون نہ بہے گا تو کھانا اسکا درست نہیں کذا فی الکفایہ غلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد دہ ہے جسمیں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرائے سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی میں کہا قتل عمد وہ ہے جسمیں قصد قتل ہو جلد سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا چیز لوہے کے مانند ہو خواہ آہنین صنعت ہو کہ پھاڑ دے یا صنعت نہو لیکن کھا لے جیسے عود آہنی اور ٹھار وہ کے آہنی بانٹ یا قتل پتھر یا سوئی سے کو چکر یہ شرط کیا ہے کہ ہمیشہ دائم ہو خواہ غالبا اُس سے قتل کی ہو یا نہو اسواسطے کہ احادیث میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت مشہر ہے اور اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیز پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح ہر چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز پھاڑ دے یا بدن میں گھسجائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو قتل عمد ہوگا یہی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے میں جرم ہونا شرط نہیں اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون جرم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو یہ بوجہ ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلاشک قصاص واجب ہوا اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہوا اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی تہی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک بوجوب قصاص کا جو برجان سے نکل کر چبھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہیں اسلیے کہ عادت میں اس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکر ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصر اً قضاء قاضی خان میں ہے اگر عدم قصاص کا مذکور ہے والد اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما یقتل کالسیف والسکین والحدید والحجر المحدد والنار والسم عمد انتہی میں کہتا ہوں اور شرع میں ہر چیز سے ذبح کرنا حلال ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی وفی البرہان فی حدیث غیر محدد کالصخرۃ والخشبۃ العظیمۃ انہ عمد اور بیان میں ہے اذا ضرب لوہے کی چیز نوکدار جو جیسے نرازہ کا بانٹ انہیں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے ذکر فی المبتغی وفی الخلاصۃ وان لم یکن محدداً وفی المجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ انہیں آگ موجود سو وہ مع المظاہرین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو انہیں گرا دیا یا ایسی جگہ میں آگ دیا کہ انہیں سے کل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے ہمنہ سلاح کے خانہ میں ہے خواہ وہ شخص انہیں مر جائے یا صاحب فراش رہے مرنے دم تک اور اگر مر جاتا پھر تا رہیگا اور پھر مر گیا تو قاتل پر قصاص نہیں فی معین المفتی المقتل للصنعۃ کالابرۃ اذا اصابت المقتل فیفید القود والا فلا فلیحفظ انتہی مفتی صنعت کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگجائے تو انہیں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوائے کے قتل سے تو انکو یاد رکھنا چاہیے فان کان الثلثۃ ضربوہ قصداً عمداً وہ صاحب جواہر الاخلاطی میں ہے تینوں امامون نے کہا کہ قتل کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب سے اکثر انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا کلہاڑا قتل عمد ہے امام کے نزدیک قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان موتہ اشد من جرحہ لتراخی کلمۃ الکفر بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اسکا حرام ہونا سخت تر ہے کافر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا دنیا میں کفر کو دست ہے اور قتل کرنا کفر کو کبھی دست نہیں ہے حرمت قتل عمد کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا یعنی فرماتا ہے اللہ تعالی کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اسکا بدلا دوزخ ہے قطعیت آیت قتل اس بلیغ صیغہ کے واسطے کافی ہے اور احادیث تو بہت ہیں ابن ماجہ اور نسائی اور بیہقی میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے

مرد مسلمان کے قتل سے اور ذمی مرد ذمی سے بدلہ لیا جائے گا اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل اسلام اور اہل ذمہ میں سے کسی کے خون میں شریک ہوں تو اسے قتل کیا جائے گا اور نسائی میں حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں حضرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرنے اور دین سے پھر جانے کا قصد رکھتا ہو اور ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کرے گا تو وہ خدا سے ایسا لکھا ہوا لائے گا کہ دونوں آنکھوں کے بیچ میں لکھا ہوگا کہ یہ خدا کی رحمت سے مایوس ہوا اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ خزانۃ المفتین حر بالحر والنفس بالنفس یہ آیت مدنی ہے وھو جزاء القود عمدًا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک موجب قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص و خون بہا لینے میں خیار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو حوالہ اپنے بھائی پر لکھا وہ خرچ ہے اور اس آیت میں قتل عمد و سہو دونوں واجب ہے دلیل اس آیت کی ومن قتل مؤمنا خطأ الآیہ

دلیل حدیث عبداللہ بن عباس کے ہے جو ابن ابی شیبہؒ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود والخطأ الدیۃ یعنی قتل عمد موجب قتل ہے اور قتل خطا موجب دیت ہے کذا فی العینی یعفو لولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے علمائے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے صحیح ہے کیونکہ خبر واحد محمل قرآن کی بیان ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں کی گئی ہے تو حدیث مشہور بطریق اولیٰ محمل قرآن کا بیان پر مسکیگی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد و قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کا شفاء اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر ملکا الا بالتراضی فیصالحہ علی مال او بمثل الدیۃ او الاکثر بحسب اختلاف الخ جب قتل عمد میں قصاص متعین ثبوت ہوا تو وہ مال نہ ہو جاوے گا مگر ہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگر چہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ بین کمال تے حقائق سے بیان کیا ہم اور ابو یوسفؒ قتل کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز نہیں خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو بہر حال ہو یا مجمل کذا فی البحر وھو رواۃ لا الکفارۃ وھی کفارۃ معنی العبادۃ فی الکفارۃ لا یناط بھا موجب اسکا قصاص ہے کفارہ بسبب کے قتل عمد کرنا کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد یہ مربوط بکفارہ نہ ہوگا قلت لکن فی النہایۃ لو قتل مولاہ او ولدہ المملوک بغیر عمدًا کان علیہ الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن نہایہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کو اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدًا قتل کرے تو اس پر کفارہ واجب ہے والذی یشبہ ھو ان نفس ھذہ الافعال موجبۃ للاثم ولکن لا یتعین ذلک للجزاء بل ھو مفوض الی مشیۃ اللہ تعالیٰ ان شاء عذبہ وان شاء عفا عنہ کما فی سائر الذنوب اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی شبہ عمد کے وہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جاوے سوائے اس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نہ کرے اگر چہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یہ امام کے نزدیک ہے برخلاف صاحبین امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ہم شبہ عمد وہ ہے جس میں قصد ضرب ہو اس چیز سے جو صلح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اس سے غالبًا ہلاک ہو جیسا پتھر سنگ غلیلہ اور عصائے کبیر او بیگانہ دھوبی کا یا ہلاک غالبًا نہ ہو جیسا کہ عصائے صغیر کہ شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہ خطا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمیں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمیں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل غایت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور یہ قاتل ہر محل کا قصد کرتا ہے اسکے آدھا ص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی وھو موجب الکفارۃ وھو مفوض الی مشیۃ اللہ تعالیٰ سیجئ تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے عاقلہ پر اور بی تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات میں آوے گی شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہونا تعمد فعل کے سبب سے اور کفارہ ہونا بواسطہ اس کے کہ وہ خطا ہے آلہ تادیب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ بواسطہ اس کے کہ وہ شبہ عمد ہے اور عاقلہ پر اسلئے کہ وہ خطا ہے اور ابن ماجہ میں ہے کہ الا ان قتیل خطأ العمد بالسوط والعصا مائۃ من الابل منھا اربعون فی بطونھا اولادھا یعنی سنو مقتول خطا عمد کا چابک اور عصا سے سو اونٹ ہیں ان میں سے چالیس پیٹ میں بچے ہیں اور ابن ماجہ میں ہے کہ قتل

آدمی کے اطراف میں ہو یہ قصاص کا موجب تو جان کے سوائے میں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہے ہم یعنی اکثر نفس بالمثلوث آلہ مخصوص ہوتا ہے اور ماورائے نفس مخصوص نہیں ہوتا مثلاً عصا کے ذریعہ قتل نفس کا آلہ نہیں اور جو ہاتھ یا پانوں کے توڑنے کا البتہ آلہ کہ ہو تو عصا کے وغیرہ سے اگر ہاتھ پانوں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ یا پانوں توڑا جاویگا والثالث خطأ وھو ان لا تہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا ھو مسلم او ذمی وامّا فی القصد کان قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ان یضربہ فاصاب غیرہ او اراد ان یضرب رجلا فاصاب غیرہ او اراد ان یضرب رجلا فاصاب عنق غیرہ او اراد ان یضرب عنقہ فسقط فمات او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السہم فاصاب الرجل فھو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ الخطأ وجوعہ سبب آخر والحکم یضاف لاحدا سبابہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر ایک مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہوا اور حکم مضاف کا مبنوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال کذا لو سقط من یدہ حجر فمات انسان بہ او لبنۃ فقتل رجلا یجب القود والخطأ فی الفعل لا تصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ سے کوئی مر تو قتل ہو جاوے تو اسصورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اور شخص کے لگ جاوے انتہی حاصل کلام اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکور میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمیں مطلقاً قصد نہیں لیکن بتقریب آویگا کہ یہ جاری مجرائی خطا کی صورت ہے نہ خطا فی الفعل کی کذا فی البحر الطحطاوی مختصراً وفی الوھبانیۃ ؎ وقاصد شخص ان اصاب خلافہ ؎ فذا خطأ والقتل فیہ معدد اور وھبانیہ میں ہے اور قصد کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگ جاوے تو قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل زرد سے قصاص کے متعدد ہے ؎ وقاصد شخص حال نوم ان بہت ؎ فیقتص ان بقی دما منہ فیھم اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مر جاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی البحر الطحطاوی عن التتمۃ والدایم مأخوذ من دیمومۃ المطر وھو دوامہ وفی الخطأ کذا ثم القاتل یصیر رجل قتل کالنوم ان بقی دما منہ فیھم اور جو قسم قتل ہے جو جاری مجرائی خطا کے ہے جیسے سونے والا منقلب ہو جاوے کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص اونٹ پر یا زمین پر یا چھت کے کنارے پر سوتا ہو سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گرا اور نیچے کا آدمی مر گیا پھر گرنا اس شخص کا مانند قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحطاوی میں جامع الکبیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرائی خطا جیسا ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گرا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور یہ بھی ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہ حقیقت میں خطا نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے قصد کا مخطی ٹھہرے تو قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرا گیا فعل حقیقی کے موجود کے سبب انتہی فی الطحطاوی تو معلوم ہوا

کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کی طرف صریح خلاف ہے موجب ہذا کی موجب ہذا الفہم من الفصل ہو الخطاء ومآجرہ ومحض ہذا الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ لا
ثم دون اثم القتل اذ شرع الکفارۃ یؤذن بالاثم تکملہ الغرامۃ وہاں قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور شبہ عمد خطا کا موجب کفارہ ہونا دیت خاص قاتل کی مال پر
اور کفارہ کا گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خود ثبوت گناہ کی سبب ترک کرنے غیرت اور احتیاط کے حکم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک
احتیاط کا گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی وجہ سے ملک ہوگیا اسواسطے کہ افعال سابقہ کی بہ اثرت جائز متعین مگر شرط عدم ایذاء بصورت دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے
احتیاط ترک کی اندریں گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ کا معنی پوشیدہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الاسرار یعنی دلیل کہ مطلق قتل کا سبب
فجاز وجوبہ واضع حجرا فی غیر ملکہ بغیر اذنہ من السطان او بالکل اور پانچویں قسم قتل کا سبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کے مکان میں بلا اذن
حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی وہم غیر ملک جعفر اور وضع وہ دونوں کی قید سے پانچ در آمدن ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھے گا تو اسکی طرف سے قتدی
ثابت نہ ہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہ ہوگا کذا فی الطحاوی لکذا واضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ
یا بحفر ونحوہ در راہ اور سیطرح قاتل بسبب ہر رکھنے والا کرایکا شارع عام میں اور مانند اسکے جو ملت ہوجانے کا سبب ہو پانچ منزلوں کا ڈھیر کر دیا راہ میں مگر جبکہ
کوئی شخص کنوئیں وغیرہ پر چلا کودنا وغیرہ جان بوجھکر کہ فی الدرر اسواسطے کہ جان بوجھکر زنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ
وقتل سبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر کنوان کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اسمیں تو منزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا
تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل
کا بلکہ غیر ملک میں کنوان کھودنا اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکذلک ذبح بہیمۃ وان الاذن لہ اجماعی ولکنہ اثم کمال اور قتل کے
جمیع اقسام مذکورہ میں میراث کے موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال اور
یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا پانچ سید شریف کی شرح سراجیہ میں شرح ہوا کالاصل ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان
قاتل کے موجب ہیں سوائے اس قسم کے یعنی قتل سبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہ ہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے عدم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں ہوا جو
حرمان ہوا اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں ہو جو نہیں بلکہ قاتل فاعل میں سے البتہ متصل ہوا اور مباشرۃ کے ساتھ خلاف ہے یہاں کسواسطے
یعنی کیا ہے کہ خون کا تباہ جناب کذا فی المحیط وہو المشافۃ بالخطاب فی احکامہ اور امام طحاوی نے قتل سبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ وہو فصل

یعنی قصاص کے بیان میں ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو نہیں یجب القود فی
القصاص بقتل کل مکلف محقون الدم بالنظر لفاعلہ در مستیضاح عند قولہ ولو قتل القاتل احینہ ہل التأبید عمداً واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم اس
کے عمداً قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب یہ ہے کہ فصل میں مراد ہے کہ اس فعل کے پاس تو قتل القاتل کیا
واضح ہوگا ہم یعنی ہو مقتول کہ بنظر قاتل کے محفوظ الدم ہے یعنی اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب
ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا اسیطرح ذمی اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ
ہمیشہ تو دیا تھریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص
یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورت میں تفسیر قود کی قصاص کے
ساتھ تفسیر بالاعم ہے وہو المراد اللہ اعلم اور وہ مسلمان احترازی ہے یعنی ہدائی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی میں سو جو اسکو عمداً قتل کریگا وہ اسکے بدلے مقتول ہوگا
اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے

تو قوا عمد کے تحت میں داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اب مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ ابتوہ شبہہ ہوگیا قصاص کے ٹل جانیکا اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے معارض سے کذا فی الطحطاوی لا للستا مر مولفہ بے یہ ستامن اور حربی یعنی کافر کے قتل عمد سے قصاص واجب نہین ہوتا من تو اسوجہ سے کہ اسکا دم امحفوظ نہین اور حربی تو مطلقاً مباح الدم ہی بشرطیکہ ان یکون القاتل مکلفاً فلا تقرر انہ لیس بصبی ومجنون عمداً مقتول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہو بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہوا سواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ صغیر و مجنون کے واسطے عمد نہین فی البزازیۃ حکم علیہ بقومہ مجنون قیل دفع للولی انقلب دیۃ بزازیہ مین ہی قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی الخ قتل من یحن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اُس قاتل نے کہ کبھی دیوانہ ہوجاتا ہو اور کبھی اُسکو افاقہ ہوتا ہی تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا فان حن بعد ما رمی سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے کہ مجنون مطبق یعنی دائمی ہو تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبدہ مولاہ لا کفارۃ فیہ قال ابو حفص یقتل غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امام محمد و صاحبین سے اور ابو حفص متقی نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمداً الا تو وفیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی مراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لی جاے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خریدا جاویگا قتل فتنہ عمداً وبنتہ فزنکاح سقط الکفو قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہو تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانہ یعنی ہی کہ اگر مقتول کے وارثون مین قاتل کا فرزند ہو باقی فرزند کا تو قصاص باطل ہوجاویگا اور دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ فلا یقاد الاصل بفرعہ لقولہ ﷺ لا یقاد والد بولدہ ولا سید بعبدہ ولا مسلم بذمی ولا حر بعبد ولا رجل بامرأۃ ولا ابن بابیہ ولا ابن بامہ ولا ابن بجدہ ولا ابن بجدتہ ولا ابن بابنتہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابنتہ ولا ابن بابن ابنہ ولا ابن بابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن ابن

ماعدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نہ جاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد ہے جو مفہوم لقب سے حجت پکڑتے ہیں قتل کے بدلے قتل قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ان عباش سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہوجاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعوی فضیلت رکھتا تو وہ یوں فضیلت کہتا کہ ہم راضی نہ ہونگے جبتک کہ عورت کے بدلے مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے آزاد کو نہ مارین حق تعالی انکے دعوی پر یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں قیل کذا فی الخبازی قولہ لا ولد کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال دین کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ اولاد بدلے غلام کے مارا نہ جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اسکے داخل ہونے سے بطریق اولے کہ جمہور شارح کی اس عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت منع انفکاک کے قتل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم ہموقع چل گیا یوں کہتا حق تھا قبل ولا العبد بالحر اور عطف ہوا ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کہ ذاتی اطلاق مختص یعنی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر تشکل کیا ہے اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا دلیل قولہ تعالی والعبد بالعبد سو معترض کا کلام منقوض ہوا سو جہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد بدلے کے بطریق اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہوا وکالی القوم یسئی بعضھم بعضا ۱۲ خذ ولد من ھذا الغزال فانہ + رمانی بسھم و بکی فی موکبہ + مقلتیہ علی عمد + ولا تقتلونی بالشیوخ انا عبدہ + ولو ارحرا قط یقتل بالعبد اور مناسب یہ مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب کے ابطال دلیل کے کما ہو حقہ کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اسنے اپنے دونوں گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجھکو قتل کیا ہے لیکن اسکو قتل نہ کیجیو اسواسطے کہ یہ اسکا غلام ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جاوے بدلے غلام کے عطاوی نے کہا تو رند روا بدی اور لا تقتلونی میں مناقات ہوا سو اسطے کہ خذ بلد من قتل کا مقتضی یہ ہے کہ اسکو قتل کرنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب ہے ان فاجابہ بعض الحنفیۃ علیہ ۱۲ خذ وابدی من رام قتلی بلبلطہ + ولم یخش بطش اللہ فی قاتل العمد + وقود وایہ جیرا وان کنت عبرہ + لیعلم ان الحر یقتل بالعبد سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے دونوں گوشہ چشم کی دو تیروں سے ارادہ کیا اور یاد بھی دلادو اوہ شخص قود اخذ کے کہنے سے جو ثابت ہوا قاتل عمدین اور قصاص تو اس سے زبردستی اگر چہ میں اسکا غلام ہوں تا معلوم ہوجاوے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے کما اس نظم میں حمل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو ان کنت عبدہ کے مناسب نہیں ۱۲ والمسلم بالذمی خلافا لہ وقتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض پر خلاف شافعی کے کما امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر رواہ البخاری اور یہی مضمون ابو داود و نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دار قطنی میں عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ کریم ہوں عہد دار قطنی نے ہر چند کہ اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا سنہ شافعی میں بھی مذکور ہوا اور حدیث لا یقتل مومن بکافر میں کافر حربی مراد ہے تو یقابل الروایتین کذا فی العینی یا یہ کہ نے علی مرتضی سے نقل کیا کہ ذمیوں کے حق میں اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور انکے مال ہمارے مال کے برابر لا یستامن علی ھو بمثلہ قیاسا للمساواۃ ۱۲ استحسانا لقیام المبیح ھدایہ و مجتبی و مراد غیرھا قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی الدوام مبیح نہیں بلکہ یک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر قتل کیا جاتا ہے قیاس سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب عالم ہونے مبیح کے کذا فی الھدایہ و العینی والدرر وغیرہا وجہ استحسان خون کی وجہ کہ وہ جو باعث ہو مرتبہ مسلمین کا اسواسطے کہ مستامن راجع ہے دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قتال المتصف

ینبغی ان یقول علی الاستحسان لنصہ بحکمہ بالعمل بالکافی مسائل کثیرۃ مضبوطۃ لیست ھذہ منھا وقد اقتصر ملاخسرو فی متنہ علی القیاس انتھی یعنی فتبعہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ فقد یعتمد المتون عامۃ المتون حنفیۃ الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور بہتر اور یہ ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان پر عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ سے متنی الاحکم کہ یقتل القاتل بالمجنون والصبی بالبالغ بالصبیۃ والصحیح بالاعمی والزمن ناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آدمی بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت کے بالاجماع ہم تو لکھ چکے ہیں کہ مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ یا دونوں کان اور ذکر یعنی تازہ اور فوطے مقطوع ہیں اور کہیں اسکی چھوٹی ہیں تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بسبل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں متساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے نہ اوامور کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الخلاصۃ اور الطحطاوی والفرع باصلہ وان علا علی حسنہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگر چہ جڑ دور کی ہو بخلاف اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر ٹیڑھا یا چھری چھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں اور جمہور ائمہ مالک میں ہیں کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں بھی قتل نہیں ہوتا اس شبہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی العینی تو ظاہر ہے کہ قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب میں متعدد نہیں فی الاکثر مالکیہ میں متعدد قصاص علی العموم مذکور ہے قوتی والد اعلم ای لا یقتص لہ بالاصول وان علوا مطلقا ولو انا من قبل الام فی نفس او اطراف بفروعھم وان سفلوا للولد علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ کیا جاویگا بدلے اپنے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگر چہ اصول درکی ہوں طلقا اور اگر چہ اصول عورتیں ہوں کی جانب سے اور اگر چہ فروع صبیہ ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصاص نہیں باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے ہم یعنی دادا والی نانا نہ الی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پروتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنے نواسی کو یا پرنانی قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور دیگر بیٹا اپنے باپ کو دادا دادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمد کا کریگا تو اسپر قصاص جاری ہوگا یعنی نے کہا حدیث ملا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وھو وصف معلل بالجزئیۃ فتبتعد ای لکن علا لانھم اسباب فرعیاتہ فلا یکون سببا لاشائھم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو لید وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متحدی ہے اسواسطے کہ اصول سبا بین فروع کے زندہ کرنے میں فروع کے شائبہ کا سبب ہوگا ھم اور لہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو وصف کفار میں پاوے یا اسکو ذمی محصن کیے ہاں مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ فیجب الدیۃ زمال الا فی ثلث سنین لان ھذا مما تحمل والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبدل الصلح یبلغ جوھم ویسمی العاقلۃ اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ غیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل جہم ہے اور مددگاروں پر دیت نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر تغلیظ واجب ہے مثل صلح کے مانند پنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے اور اسکی تفصیل گئی کتاب العاقلۃ میں مرآۃ وغیرہا اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ واللفظ لہ ولا یقاد حر علی شریک الاب والمولی والمجنون والصبی ولا یجب القصاص بقتلہ اما تقرر من عدم تحقق القصاص فلا یقتل العامد عندنا خلافا للشافعی وبرھان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں ہے باپ یا مالک یا خطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور اسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کے شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں تو اسکو

قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد و بیٹے کے مخطی کے مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی قتل نہ ہوگا ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سبیل بعبید نفسہ ای بعبید نفسہ قصاصا ومکاتبہ وعبد ولدہ الحر اذا قتل عبد نفسہ من مملوک قصاصا علی ما سیجیء سقط کما سیجیء اور قتل ہوگا مالک اپنے والی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت وقائل ہمارے فقہاء ہیں کے اس قول کے تحت ہیں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہوگا بنا بر یہ مسئلہ پندرہ سطر کے بعد آویگا ہم مالک قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اسکا مال ہوا اور انسان پر اپنے مال کے قتل کرنے میں کچھ واجب نہیں لیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ سوائے کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی وکذا بعبید بملک بعضہ کان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تبعیض کی وجہ سے یعنی جیسا کہ شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے وکذا بعبید الولد حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرہون دونوں موجود ہوں کذا فی البحر ہذا وتحقیق قول مجمل مذہب ہمارے حنفیہ جو ہدایہ میں کافی سے منقول ہے کذا فی النہر یعنی جو کافی سے در میں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عمد رہن کا قصاص نہیں ہوتا مگر کذا ہے یہ تخیر کا تو ہم جب اس مذہب کے سبب قصاص ساقط ہوا تو قیمت بقتل کیسے مرتہن کے پاس رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے تبھی تو اختلفا قالوا فما یضمن ولکن یرفعان کما کانا باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص یا قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائیگی اور قیمت بیچا عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل عبدا لاجانی فالقود للمولی اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے کذا فی البدائع واذا قتل المبیع اذا قتل المشتری یدہ او نحوہ قبل القبض فان شاء فسخ البیع واسترد الثمن وان شاء امضاہ وطالب القاتل بالقیمۃ لان القیمۃ تقوم مقام المبیع فی حق القاتل کذا فی الہدایۃ اور جو غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا گیا قبض مشتری سے پیش تر تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول صحیح ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے سکیگا قیمت لے کذا فی البحر وکذا بمکاتب لکن ابنہ وعبدہ الشرنبلالیۃ قتل عمدا لا حاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود وارث سیدہ دین اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا ورقیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود او قصاص واجب نہیں ہے اس سے کہ جو عمداً مقتول ہوا فاریدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر اگر یہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت میں کذا مذہب کہ اگر غلام ہو کر اسکے قتل میں اس اختلاف کے سبب سے شبہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور یہ حکم قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیۃ شارح نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے علی مرتضی لا جل عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب کو آزاد ہی اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام ہے اگر آزاد ہوا تو ولی قصاص کا مالک ہوا اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا فلزم لعدم الوارث غیر سیدہ سواہ ولا ولد ولا وفاء اولا وارث کہ وفاء لہ ولا وفاء اذ سیدہ للتعیین پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی بیٹا یا وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے مولے کے خواہ وہ فاریدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا کچھ نہ چھوڑا مگر نہ فاریدل کتاب ہو موجود نہیں تو اسکا مولی قصاص لیگا بسبب تعین ہونے اسکے ولی ہونے میں وہی اول الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلے صورت میں خلاف محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہے کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولیٰ کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہو کہ مکاتب کا کوئی وارث نہ ہو مولے کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ سوائے مولے کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث ہو مگر بدل کتابت موجود نہیں جلبی نے کہا شارح کو لازم کو ملنا صواب تھا وفی نہایۃ الصواب للازم خلاف متحتم یعنی صورتیں چار ہیں ان سے دوسری صورت میں خلاف ہے مگر ہمارے نزدیک یہ ہے کہ مولیٰ کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد کے نزدیک یہ بھی قصاص نہیں ہے وَيَسْقُطُ قَوَدٌ قَرَنَهُ عَلَى أَبِيهِ أَيْ أَصْلِهِ لِأَنَّ الْفَرْعَ لَا يَسْتَوْجِبُ الْعُقُوبَةَ عَلَى أَصْلِهِ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جس کا بیٹا وارث ہوا اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے ہر وارث کی یعنی اگر اصل نے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع اصل ہو تو قصاص ساقط ہے اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی ہم اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولے جب کہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب ابا امرأتہ مثلا ولا وارث لہ غیرھا ثم ماتت المرأۃ فان ابنھا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فیسقط اذکرناہ اما تصویر مصدر الشریعۃ فتبوئہ فیہ للازم ابتداء لا وارثا عند ابی حنیفۃ وان احد الحکمین کما علم یعنی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے اسکے بیٹی کے جو زوجہ قاتل کی ہے عورت وارث مر گئی تو میراث مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا اس دلیل سے جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اسمیں قصاص کا ثبوت قاتل کے غرور کے واسطے ابتداء سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکساں ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں ہم صدر الشریعۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوھرۃ لو عفا المجروح او ورثتہ قبل موتہ صح استحسانا لانعقاد السبب لھما اور جوہرہ میں ہے کہ اگر شخص زخمی مارا گیا وارث معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اسکے وارث دونوں کے واسطے قولہ یتصادر ہے غیر کا حق معاف کر دیا یکس استحسان میں عفو مجروح صحیح ہوا اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الحقائق عن النھج مختصرا لا یقال یقتل مسلما فکیف یکون مستحقا لان الصفین ملتا من الخطاء او تماعادہ لیتبین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو اسلئے کہ مسلمین اور کافرین کی دو صفوں کے اندر اسواسطے قصاص نہیں کہ فصل میں مذکور ہو چکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تا کہ اسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے عاقلہ کے اوپر دیت ہے قالوا ھذا اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین کبیرا یرتفع السقوط بعصمتہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من کثر سواد قوم فھو منھم قلت فاذا کان مکثرا سوادھم منھم وان لم یرتمی بسھم فکیف بمن یرتمی قال الزاھدی فی قال المصنف حق لو اشکل الامر بما یلام قتلہ فمضمون الا اذا قام علی قتلہ ثواذا تبین انہ جد فلا شئ علی القاتل واللہ اعلم علما کہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مسلمان اور کفارہ لڑتے لڑتے رلمل گئے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی کہ کفارہ نہ دیت نہ تو بسبب کی عصمت کے ساقط کے ہے یعنی اسکا خون معصوم نہ رہا سلئے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھا دے وہ شخص اس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں جبکہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا تو اگر اسکا جسم قتل اور ہر لباس سے کہ کفار کی حال ہو کافر مسلمان کا جو کافروں کا لباس اختیار کیا ہو دیکھا نہ جائے نہ مصنف نے شرح میں کہا تو اگر ایک جن اس جماعت کی قتل ہو جائے بے جرم کے تو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ

سبب تو اسکے قتل پر پیش قدمی لائق ہی پھر جبکہ ظاہر ہو کہ وہ سبب تعمیقت ہیں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم وان قتل بمثقل خلافاً للشافعی اور قصاص لیا جائے مگر سیف یعنی تلوار سے اگر یہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو بر طبق امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک السیف قتل کا قائم مقام ہے بسبب اسکے مقتول کو یا رسول اللہ یہ حدیث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرفوعاً مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بالسیف یعنی قتل نفس وغیرہا میں قصاص نہیں مگر تلوار سے کذا فی العینی علی الہدایہ وفی الدرایہ عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی نجم المضمرات حیث قال والتخصیص باسم العدد کما یجمع الحاق غیرہ بہ اگاہ کرنا ہی اس کا ساتھ السیف کے اور السلاح کے قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا قود الا بالسیف فیما ذکر الزاہدیۃ من انہ قود فی کل ما یقتل غالبا کالسیف فلا قود فی یدہ او فقتلہ بحجر او بنوع آخر مما یقتل غالبا وکان مستوفیا یحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درین کافی ہے کہ تلوار سے سوا ہے ہتھیار مراد ہیں کہتا ہوں اسکی تصریح کی ہے مسعودی نے کتاب الحج میں سوال کیا ہے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ الا قود الا بالسیف سو جو سزا دیوے کوئی کو جو قصاص لینے کا مالک ہو تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا آگ میں جلائیگا یا اور کسیطرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ شخص اس قتل سے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہ معلوم ہوا اس سے کہ صاحب السراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے والسلام اعلم ولا یقتص الا بعد الموت لانہ الاستیفاء المتعذر قبلہ فلا یستوفی القود قبل اندمال الجراحۃ لجواز ان یسری الی النفس فیتبین ان القتل وقع بحق فلا یقتص لان الاستیفاء بعد السبب الواجب لا یکون اعتداء وکذا لا یقتص قبل برء المجروح لجواز ان یسری الجرح فیتبین ان القتل وقع بغیر ح

ثابت ہوتی ہے جیسے بکلع کر دینے اور کانوں کے پناہ دینے کی ولایت ہم شئ عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور مال کا جبکہ کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفائے قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم معوض علی مرتضیٰ کے مارنے اور حضرت حسن کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور سبب کامل کی قید سے سلم سپرد لگر چھوٹ گیا بواسطہ کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا عبرة الفوجدت بلغ الصغیر جماعة ازیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق ائمہ اور وصی حسن کے کذا فی الزیلعی تو اسصورت قاتل کو یاد رکھنا چاہیے ہم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن آسمیں خلل یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اسکی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو اور دوسرے زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانه محقون الدم بالنظر لقتله کما مر اور اگر قاتل کو اُس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اُسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مارا جاویگا والدیة علی عاقلته ای القاتل فی اخطاء او وجبت قاتل اخطا کی قاتل ثانی کے عاقلہ پر ہوگی نہ قتل خطا میں ولو قال ولی القتیل بعد القتل اے بعد قتل الاجنبی کنت امرته بقتله لا بینة له علی مقالته لا یصدق وتقتل الاجنبی درمختار اور اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی وقاتل اجنبی قتل کیا جاویگا ہم یہ نہیں کہتے کہ وارث مقتول کو قاتل کا کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کرنا باطل ہے بلکہ استیفاء قصاص سہو صورت ہوگا اور قاتل مامور ضمان لازم نہ ہوگی اس صورت میں جبکہ مرد وارث کا خاطی ہو بسوا گر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوے کیا اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو اثر ثابت نہ ہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بئرا فی دار جل فمات فیها شخص فقال رب الدار کنت امرته بالحفر صدق مجتبی یعنی لانه یملك استنباط الحال فیصدق فی بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل حکما هو الواقع غیر خلاف اُس شخص کے جسنے کنواں دوسرے مرد کے گھر میں سوا دی اسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے، اسواسطے کہ صاحب خانہ استنباط واقعات کا مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے اسکا ہونا بوجہ عمل کے سبب ہے اندا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی بخلاف والی صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا بواسطے کہ وہاں ابتداءً اسکا قتل فی الحال تصدیق نہیں کیا جاتا ہے فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور یہ امر تصدیق کلام قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے بشرطیکہ اول بظاہر اسکے برعکس نہ ہو یعنی زیادہ طاقت سے حجت کرنا ہی نہ ہو تو وہ شخص بالفعل استیناف واقعات کا مالک ہوا اسطرح کہ نہ ہو صفت اطلاق کی باقی ہو تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور گر ابتداء حجت کافی الحال ملک نہیں اسوجہ سے کہ حجت کا دعوی کیا بعد صفت کے تو اب اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی وظاهره ان حق القتل یسقط رأسا کما مات القاتل حتف انفه او نحو ها ہر تین یا ظاہر تعلیل فوت محل سے سوالات کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل نے فرش اپنی موت مر گیا ہو، ان قتل کرنے کے لو استوفاه بعض الاولیاء لو بعضه شیئا فشیئا اور اگر وہ مقتول میں کسی وارث نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی ورثاء کے واسطے اگر بعضے ورثاء باقی وارث ہیں حق کذا فی الزیلعی وفی الدرد المحتبی دم بین اثنین فعفا احدهما وقتل الآخر ان علم بعفو بعضهم یسقط حقه یقاد والا فلا والدیة فی ماله بخلاف مسئلة سجل لیقتل عمدا فقتل ولی القتیل الممسك فعلیه القود لانه کما لا یملك علی الناس اور دراصل مجتبی جس پر کہ حوالہ ہے یہ ہے کہ دو وارث ہیں ہر ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو گذشتہ وارث قاتل پر یہ جانتا ہے کہ بعض تک

معاف کرنا حق قصاص دیت ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو قصاص نہیں اور اسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص حق آہ ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں جو سکا بجھنا لوگوں پر مشکل ہو برخلاف پہلی صورت کے یعنی مقبوض تہ سے باقی دارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اسمیں در صورت علم ساقط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اسکی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت جرم انساناً وماتَ المجروحُ فاقامَ اولیاءُ المقتولِ بینۃ انّہ ماتَ بسببِ جرحہ واقامَ المضاربُ بینۃ انّہ برئ من الجراحۃ وماتَ بعدَ مُدّۃٍ فبینۃُ ولیِّ المقتولِ اولیٰ کذا فی معینِ الحکام معزیاً للحاوی لیکن شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضاربکے گواہ ثابت کیا کہ وہ تندرست ہوگیا تھا زخم سے اور دیت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقامَ اولیاءُ المقتولِ البیّنۃَ علیٰ انّہ جرحہ زیدٌ وقتلہ اقامَ زیدٌ البیّنۃ علیٰ انّ المقتولَ قالَ انّ زیداً الیومَ جرحنی ولم یقتلنی فبینۃُ زیدٍ اولیٰ کذا فی المحیط وموجبہ الفساد سو جو مقتول نے اسپر گواہ قائم کئے کہ مقتول نے کہا زید نے مجھکو زخمی کیا اور زید نے گواہ قائم کئے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھکو مارا تو زید کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں کذا فی المحیط مستشکل عن مجمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نفی پر قال المجروحُ ثم ماتَ المجروحُ فلانٌ بجرحہ فی فلانٍ لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح ھذا بالسبب مطلقاً وقیل ان المجروحَ معروفٌ عندَ القاضی الماضی قبلہ فبینۃ الورثۃ اولیٰ کذا فی الخانیۃ محروح نے کہا کہ مجھکو فلاں شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی ہو کر مر گیا تو اسکے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہیں ہو سکتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہوا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہے کذا فی التتمۃ وفی الدرر عن السعودیۃ لو عفا المجروحُ او الاولیاءُ بعدَ الجرحِ قبلَ الموتِ جازَ العفوُ استحساناً اور درر میں مسعودی سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے یہ مسئلہ اس فصل میں کوچ کر گیا وفی الوھبانیۃ جرحَ رجلٌ فقالَ فلانٌ وماتَ فجرحنی وارثُہ علی الجارحِ انّہ قتلہ لم تسمع لانہ حقّ المورثِ وقد اکذبَ نفسہ اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کئے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہ ہونگے اسواسطے کہ جس سے موروث نے گواہوں کو بلوایا اور ان کو بلوا کر یا تو کہا جرحنی فلانٌ ومات فجرحنی ابنہ علی ابن خالتہ جرحہ خطأً فقبلت فقضیٰ بہا علی عاقلۃ الاب اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کئے کہ اسنے از راہ خطا اسکو زخمی کیا تھا تو گواہ ہی طلب کئے جاوینگے بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے مجروح ہونے پر سفاہ ثم ماتَ ان ذکرہ حتی یعلم بہ فات لا تقصاص ولا دیۃ لکنّہ یحبس ویعزّر لیکن دوسرے کو زخم لگایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اگر اسنے اسکی طرف کر دیا تھا تک کہ اسنے خود کھالیا اور وہ نہ سمجھ سکتا تھا سو مر گیا تو مرہر دینے والے پر قصاص ہے اور لیکن معبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجائیگی ولو اوجرہ السمّ ایجبُ الدیۃ علی عاقلتہ اور اگر زہر اسکے حلق میں زبردستی دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قال کبلاد وعدگاروں پر ولو دفعہ لہ فشربہ فمات منہ فکالاول لانہ شربہ باختیارہ الا ان الدافع خدعہ فلا یلزم الا التعزیر و لا یستفاد خانیہ اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مر گیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں قتل نے زہر کھانے پینے اختیار سے پیا ہے مجبور سے مگر یہ کہ مطیع دیا دغا دینے والے نے زہر کو پلا دیا ہو کہ پینا اسپر لازم نہیں مگر تعزیر کیونکہ خطا کرنا دغا دینے والے کا قتلہ بمنزلہ القتل بہ قال الطحاوی یقتصّ ان اصابہ حدّ السیف وظھرہ وجرحہ اجماعاً کما نقلہ المصنف عن المجتبیٰ اور اگر مقتول کو قتل کیا چھاوڑے اور مٹھیے سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اسکی بیٹھ لگی ورنہ تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا جیسا کہ مصنف مجتبیٰ سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرفقہ میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ اور اگر پھاوڑے کے دستہ سے

قتل سے تو قاتل پر دیت ہے قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن پر ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبینؒ کے نزدیک اور یہی امامؒ کے نزدیک کذا فی الطحطاوی علی الدرالمختار ولا یصیبہ حدہ بل قتلہ بثقلہ یوم بمرۃ لا یقتص فی روایۃ البطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بہ لجرح فی حدید ونحاس وذھب وبخورھا وعزاہ فی الدرر لقاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود علیہ بجرح بالکلال اور اگر بھاوڑہ یا کھرپی کی طرف سے نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امامؒ سے اور بظاہر الروایۃ امامؒ سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاوے بدون زخم کے لوہے اور بانسے اور سونٹا وغیرہ کے ہم جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضیخان کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امامؒ کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی قول پر اکمال بھی چلا ہے وفی الخلاصۃ ضرب بسیفہ فی عمد فحرق لسیفہ العمد قتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفہ اور مجتبی میں ہے اس طوار سے مارا جو اپنے بیان کے اندر ہے سو تلوار نے بیان کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں ہے قاتل پر امامؒ کے نزدیک لیکن قاتل پر دیت ہے عمومی نے دولابی سے نقل کیا کہ قصاص اسوقت نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کالحق والتقریب خلافا لھما والشافعی جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص ہمیں برخلاف صاحبینؒ اور شافعیؒ کے کم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تو یہ کہ نکلا جانے سے غالبا اور یہ مر گیا تو یہ خطا یہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اسطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ اسکے ہاتھ پانو بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیرا کہ ہے تو یہ بھی خطا عمد ہے اور اگر اسطرح پانی بہت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امامؒ کے قول پر یہ قتل خطا عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبینؒ کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص اجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتا فمات فیہ صبوعا لم یضمن شیئا ولا تجب الدیۃ اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں کر سنگی سے مر گیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبینؒ نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضیخان میں محمد رحمہ سے منقول ہے کہ اسپر عقاب نہیں کیا جائے گا چاہیے دلو دفنہ حیا فمات عمدا یقاد بہ عند محمد یعنی اگر اسکو زندہ دفن کر دیا ہو اور مر گیا ہو تو محمدؒ کے نزدیک قصاص میں قتل کیا جاوے بخلاف قتل بمثقل کہ ضرب اسوط کما سیجیء اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا تو محمدؒ سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لیا جاوے بخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے جیسا کہ عنقریب آویگا ظاہر یہ ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادرون پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل بہ سیاسۃ ولا یقبل توبتہ لو بعد مسکہ کالمتلصص او مقدرین ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد قبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ گھگوں کا قتل کرنا حاکم کو بازروہ سیاست کے درست ہے کیونکہ انکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے جو انکا پیشہ ہے وفیہ قطع رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ والدیۃ ویفرق بین الاثنین بموت زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پانوں باندھ دیا اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو داروغہ حبس کرتا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے امامؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہم اسطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہو گا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قطع صبیا والقاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلیہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پانوں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہانتک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادرون پر دیت ہے ہم اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قطع رجلا والقاہ فی البحر فرسب فعرف انہ القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بفعلہ وفی الاول غرق بفعلہ وفی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پانوں باندھے اور اسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا پھر وہ ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادرون پر

دیت ہو امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تڑپ کر مرگیا تو دیت نہیں اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اسکے پانی میں گرادینے سے ڈوبا قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلاً وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه على الاول لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرہ میں کچھ باقی رگیا اور اسمیں روح ہے مرا دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل عانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول درحکم میت کے ہوا ہم تو اگر مقتول ملکر کا بیٹا باپ کی اس حالت میں مرگیا تو مقتول کا باپ اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے قرنیکا وارث نہوگا کذا فی الظہیریہ وهو في حالة النزع قتل به لانه كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا کیونکہ یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ اور دو شخص نزع میں ہوں کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور یہ نزع میں ہو تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی دو صورت عدم توقع زندگی کے سبب قتل ہوگا لیکن بحر میں نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غالب کہ اختلاف نسخ باعث ہو اس اختلاف کا فی البرجندی شرح نظمه محمد بن وقطع اخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل قاطع العنق والا فالشاق غير القاطع اور بزازیہ میں ہو کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زخم باقی رہتا متوہم ہو پھاڑنے کے بعد گردن کے کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطاء سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہوگی اگر وہ دوسری جانب تک نافذ ہوگیا تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی بصورت عمد کے ہو اور خطا میں دیت واجب ہو کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلاً عمداً فصار ذا فراش ومات بقتله لا اذا وجد ما يقطع كجرح الرقبة والوتين منه اور اس نے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے جنگا ہو کر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹا اور زخم سے بچنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب معالج پر قصاص نہوگا کہ یا تو زخمی افاقہ پاکر اچھے ہونے لگا اور مرگیا تو جان بر قصاص نہوگا وقد هنا انه لو عفا المجروح او كان ابرأه قبل موته صح العفو والابراء اور اس سے پہلے سنے ہیں کہ اگر کسی نے مجروح کے یا اسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہوا وان مات بفعل نفسه فيجب نصف دية اذا كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید پر اوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے صورت میں اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو مرد اپنی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیر ہیں اگر کان لان فعل الاسد والحية جنساً واحداً لان فعل كل واحد منهما هدر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حديثاً تم بالاجماع فصار كأنه جنس واحد وان لم يكن جنساً واحداً لان فعل نفسه هدر في الدارين وفعل غيره معتبر في الدارين فصار كأنه جنسان مختلفان فعلى هذا لو قتل نفسه وقتله غيره عمداً فعلى عاقلة الغير نصف الدية وفي مال القاتل ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته اور اگر شیر اور سانپ کے فعل سے اور زید کے فعل سے تو زید پر اوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے صورت میں اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو مرد اپنی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیر ہیں اگر کان لان فعل الاسد والحية جنساً واحداً لان فعل كل واحد منهما هدر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حديثاً تم بالاجماع فصار كأنه جنس واحد وان لم يكن جنساً واحداً لان فعل نفسه هدر في الدارين وفعل غيره معتبر في الدارين فصار كأنه جنسان مختلفان فعلى هذا لو قتل نفسه وقتله غيره عمداً فعلى عاقلة الغير نصف الدية وفي مال القاتل ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید پر اوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے صورت میں اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو مرد اپنی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیر ہیں اگر کان لان فعل الاسد والحية جنساً واحداً لان فعل كل واحد منهما هدر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حديثاً تم بالاجماع فصار كأنه جنس واحد وان لم يكن جنساً واحداً لان فعل نفسه هدر في الدارين وفعل غيره معتبر في الدارين فصار كأنه جنسان مختلفان فعلى هذا لو قتل نفسه وقتله غيره عمداً فعلى عاقلة الغير نصف الدية وفي مال القاتل ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته

اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید پر اوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے صورت میں اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو مرد اپنی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیر ہیں اگر کان لان فعل الاسد والحية جنساً واحداً لان فعل كل واحد منهما هدر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حديثاً تم بالاجماع فصار كأنه جنس واحد وان لم يكن جنساً واحداً لان فعل نفسه هدر في الدارين وفعل غيره معتبر في الدارين فصار كأنه جنسان مختلفان فعلى هذا لو قتل نفسه وقتله غيره عمداً فعلى عاقلة الغير نصف الدية وفي مال القاتل ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید پر اوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے صورت میں اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو مرد اپنی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیر ہیں اگر کان لان فعل الاسد والحية جنساً واحداً لان فعل كل واحد منهما هدر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حديثاً تم بالاجماع فصار كأنه جنس واحد وان لم يكن جنساً واحداً لان فعل نفسه هدر في الدارين وفعل غيره معتبر في الدارين فصار كأنه جنسان مختلفان فعلى هذا لو قتل نفسه وقتله غيره عمداً فعلى عاقلة الغير نصف الدية وفي مال القاتل ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید پر اوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً ہو تو اسکے برادران پر دیت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے صورت میں اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اسکو کاٹا تو مرد اپنی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیر ہیں اگر کان لان فعل الاسد والحية جنساً واحداً لان فعل كل واحد منهما هدر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حديثاً تم بالاجماع فصار كأنه جنس واحد وان لم يكن جنساً واحداً لان فعل نفسه هدر في الدارين وفعل غيره معتبر في الدارين فصار كأنه جنسان مختلفان فعلى هذا لو قتل نفسه وقتله غيره عمداً فعلى عاقلة الغير نصف الدية وفي مال القاتل ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمداً والا فعلى عاقلته

یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال ویجب دفعہ ومن شہر سیفا علی المسلمین
ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ ای لانہ مریاب دفع الصائل صرح بہ الشمنی غیرہ
دیانۃ ومایؤید ۴ ایجب قتلہ باسیان سے کہ کافی مسلمانوں پر اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اسکا قتل واجب ہے یہ بیان ابن کمال نے اپنی تصریح کی ہے کیونکہ آپ نے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی جو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اس شخص کا جسنے تلوار کھینچی مسلمانوں پر اگرچہ دفع اسکا اسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن ہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس پر شمنی یعنی اسواسطے کہ دفع ضرر صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کے دفع کے مانند تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور گیا وہ کلام جامی کا تائید کرتا ہے اس کمال کے کلام پر جسنے قتل کو الوالی بطریق اشارہ کے کہا تا تصریح کی نہیں اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شائع یوں کہنا ہوتا جیسا کہا ابن الکمال کی زبان الملتحا کی ولا شئ فقتل مجانا الصائل اور تبدیل کرنا اسکے قتل میں کچھ نہیں اسکے قائل پر قصاص دیت تعزیر پر بخلاف قتل صائل کے قتل کے یعنی گواہ نہ آدمی ہیں یہ حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو ہیچ نہ اسکے قتل میں گناہ نہ ہو بلکہ اسکی میراث دینا قاتل پر واجب ہوگا ۱۲ لقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا ونہارا فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ للمشہور علیہ ۱۲ اور کہیں من شہر سلاح مارڈالنے سے جسنے لوہے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک شہر یا زیادہ شہروں میں خواہ شہر کے اندر ہو سوائے اسکے جنگل میں یا سپر لانے کی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی یا ٹھیکرا وغیرہ میں اسواسطے کہ اسکا لانا اور اٹھان

او صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مارڈالے تو اسپر کچھ نہیں خصاص دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کرا اپنے مال کے اس پاس ہو مسلمان ہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ نہ ہو گا اگر حاکم تجھ سے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے اس پاس تک مقاتلہ کر یہاں تک کہ تو شہید ہو اور اپنا مال بچا رکھے کذا فی التبیین وکذا قتل قبل الاحراز قصداً خذلہ الامام او لا یتکی مرد دنہ لا بالقتال صدالشریعۃ او بیطرح کا ملکہ ہو اگر اسکو قتل کرے سال لینے سے پہلے جبکہ وہ اسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے ہٹانے پر سکا مار ڈالنے کے قدرت ہو کذا فی صدر الشریعۃ قتل قصداً مالہ ان عنہ او لا کذا فی قتل القاتل لا یقتل۔ اور فتاوی صغری میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال درہم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے سکا اور اگر کم ہو تو اس سے مقابلہ کرے لیکن اسکو قتل کر کے نہ ڈالے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے لیکن نہر الفائق میں اضرار بات محل طریق میں یوں ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہو اگر مال اقل نصاب کے ہو اور اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من قتل دون مالہ فھو شہید یعنی جو اپنے مال کے دے پر سکا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وھل یقتل قولہ انہ کابرا ان بینۃ نعم والا فان القتل معروفاً بالسرقۃ والشر لیقتص حسماً والدیۃ فما لھ ورثۃ المقبول برازیۃ اور قاتل کا قتل کیا مقبول ہو گا کہ اسنے اس سے مکابرہ کیا تھا یعنی جبکہ چوری سے وہ باز رہا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہو کیونکہ قبول نہ ہو گا اور اگر شہادت سے نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور تھا تو قاتل سے از راہ قصاص قصاص لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں قتل کے واسطے لازم ہو گی کذا فی البرازیۃ ھذا اذا علم ان لو صاح علیہ طرح فان کان علم ذلک فقتلہ ھدر وعلیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہ ہوا اسوقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر وہ اسپر شور کریگا اور للکاریگا تو سارق اسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بھاگیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہو گا اسکے ناحق قتل کرنے کے سبب سے کما لو قتلہ منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود تقدیرا علی دفعہ الا ستعانۃ بالمسلمین والقاضی منصوب لہ کالمنعۃ یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہو گا اسواسطے کہ وہ دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کرکے اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہوں چنانچہ اس زمانے میں ہر متمول ظاہر اقتل غاصب جائز ہے بموجب حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی عن مبسوط شیخ الاسلام النھایۃ للشافعی ولو صیح عند القتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیموت یحرم الحرم فحینئذ یقتل خارجۃ۔ بلوغ الامام یعنی جسکا خون مباح ہو چنانچہ زانی محصن اور تارد اور قاتل پناہ پکڑے حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نہ کیا جاویگا اور نہ وہ بیچنے کر خرید کرکے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اسکا کھانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گھبرا جائے ہو کر یا ہاں کے مارے سو آپ نکلے باہر حرم سے تو اسوقت میں حرم سے باہر قتل کیا جاوے بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے واقعاً فیما دون النفس فتقیض منہ فی الحرم اجماعاً اور جان کے سوا اطراف میں قصاص لیا جاویگا اس سے حرم کے اندر باتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف میں قتوا موال کالطرف یعنی مسلک ہو اور انشاء القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعاً کما یجیء اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ابتدا کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہو گا کذا فی السراجیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ الصنعف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نہ کیا جاوے گا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیفہ فلا قصاص ولا دیۃ فی الاصح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس فسقط القود بشبھۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اسنے اسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہو گی قاتل کے مال میں بقول صحیح سوا سکے کہ اباحت ہمان میں جاری نہیں ہوئی تو قصاص ساقط ہو گیا اذن قتل کے شبہے سے ہم یہ حقیقت میں اذن مقتول نہیں لیکن شبہ اباحت کا پیدا ہو گیا اور قصاص میں شبہہ حکم حقیقت کے ہے ولذا لو قال اقتل ابنی او بنتی او ذا رحمی فلہ ذلک ولا قصاص ولا دیۃ فلو قتلہ لا یسعہ فلا قصاص ولا دیۃ ولا کفارۃ وھکذا یقتص حسماً فلو قال اقتلنی لقتل ابنک او لقتل ابنک فقتلہ لا یقتص منہ لانہ اذن بقتل غیر معین فلا یعتبر کذا فی البرازیۃ عن الکفایۃ وھکذا یقتص حسماً فلو قال اقتل ابنی او بنتی او ذا رحمی فلہ ذلک ولا قصاص ولا دیۃ فلو قتلہ لا یسعہ فلا قصاص ولا دیۃ ولا کفارۃ وھکذا یقتص حسماً فلو قال اقتلنی لقتل ابنک او لقتل ابنک فقتلہ لا یقتص منہ لانہ اذن بقتل غیر معین فلا یعتبر کذا فی البرازیۃ عن الکفای

بشرطیکہ قاتل مقتول لین کے خون کا وارث ہو دفع عن الواقعات ثانیہ صغیرا یقتص اور یہ دونوں ہو واقعات سے کہ اگر مرکا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
ہم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کرا اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہو حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہدایہ کا منع الغفار مین ہو کہ یہ محمول ہے قتل
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو ویت ہو کذا فی الطحطاوی وفی الکفایۃ بعتک ہذا العبد فقتلہ فقبضہ قصاص اور ثانیہ مین ہو کہ ایک نے دوسرے کہا کہ
مین نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے پا ہزار کو بیچا سو اسنے اسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہو قتل کا اذن نہین ہو تو یہ قول قتلنی کے قول کی
مانند نہین کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول مین کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہو قاتل پر قتل کر میرے فرزند کو سو اسنے
وفی اقطع یدی اقطع یدہ یقتص اور اس قول مین کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اسنے اسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی تبیین الحقائق
علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول مین کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اسنے اسکا سر پھوڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہین پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اسپر
خون ہا ہو قیل لا یجب الدیۃ ایضا وہو الصحیح لکن الاسلام کما فی الخلاصۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن رد ہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہو کذا فی
النوازل کے اذن قتل پر روایت بھی قصاص کے مانند واجب نہین اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہو چنانچہ خلاصہ مین ہو اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی
لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہم شروع وہبانیہ مین ہو کہ لائق یہ ہو کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہوا سواسطے کہ عصمت دم موجود
ہو اور قصاص کو ساقط ہو گیا ہو شبہ اذن سے اور شبہہ لوجوب مال کا مانع نہین ہو کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ فقتل فلا ضمان علیہ ہم کذا فی الخانیۃ اگر کسی
کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اسنے اسکو قتل کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا تو اسپر تاوان نہین بالاتفاق ہم اسواسطے کہ غلام مال ہو اور مال
مین ابتذال جاری ہو لیکن اس قتل اور قطع مین امر اور مامور دونون گنہگار ہین کذا فی الحموی لکن لو قال اقطع یدی ان شئت لنفسہ فما کان لہ الا طرش
کل اموال فصہ الامر چنانچہ اس قول مین کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤن کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی مان تک پہونچ جاوے اور وہ مرجاوے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہین تو امر کرنا اسمین صحیح ہوگا کما سرایت الی النفس اور ہو موت نہ نزاز ہین ہم منع الغفار مین اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجے تو بستہ ترا تبیین کے اسمین بھی خلاف
نہ کور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطع عضوا من اعضائی فقطع عضوا من اعضائہ فلا شئ لہ الا العفو وبطل الصلح بزازیۃ اور اگر
کہا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یکہزار درہم دے سو اسنے قطع کیا تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطا ے ثوب یا دراہم باطل ہو گی کذا فی البزازیہ
ہو لاکہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یکہزار درہم دے سو اسنے قطع کیا تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطا ے ثوب یا دراہم باطل ہو گی کذا فی البزازیہ

فروع مسائل ملحقہ بمارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سوا قاتل کے جائز نہین ہو اسواسطے کہ اسمین
تملیک جاری نہین ہم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص جایز نہین کذا فی الحموی حاشیہ الاشباہ عن الخانیۃ الافضل ان یقول صالحت او اصلحت او افضل
من القصاص او ورث کا سماک کر دینا قاتل سے افضل و بہتر ہو مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہو قصاص سے عدم عفو وارث سے قاتل کے برات ہو جاتی ہو دنیا مین و قصاص
سے لیکن فی الآخرۃ علی القاتل حق حتی یسلم نفسہ للعفو فصالحہ صحیح نہین تو بہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکرد ے کذا فی الاسبانہیہ یعنی فقط
زبان سے تو بہ کرنا اور دل مین نادم ہونا کفایہ نہین کرجبتک قصاص کے واسطے اپنی جان حاضر نکرے اور یہ بھی شرط صحت تو بہ ہو کہ مقتول کے وارثون سے خبر کرد ے کہ فی الحال بھی
سوا کچھ کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحد عند الاصولیین وفرق الفقہاء بشبہۃ امام یعنی حاکم مسلمین شرط
استیفاء قصاص ہو یعنی خون کے بدلا لینے مین حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہو علماء اصول کے تزدیک اور فقیہون نے قصاص اور حدود مین فرق کیا ہو کذا فی الاسلام یعنی قصاص کا
استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہو قصاص کے واسطے محیط مین ہو کہ ایک مرد مقتول ہوا عمداً اور اسکا ایک وارث ہو تو حکم قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہو فاضی قصاص کا حکم جاری کرنا
دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کر سکے اور اسکی گردن کاٹی اور اگر غیر تلوار سے قتل کرنا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل ممنوع کر بیٹھا تو تعزیر دیجائیگی مگر اسپر دیت نہین اور عمد سے قتل کرنے مین قصاص

کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود وتدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی مسئلۃ یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود
اور الشبہات میں الحدود وتدرأ بالشبہات کے قاعدے میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اس معنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتوی اس پر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بروں شہادت کے مطلقا جائز نہیں کذا فی المحیطی شرح الاشباہ القصاص یورث دون الحد لا قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم وہ سرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی مورث نہیں کذا فی المحیطی یصح عفو القصاص کالحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیہ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد ۴ موت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت بالشارۃ الاخرس کالکتابۃ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھ دینے سے برخلاف حد کے حد قذف کی صورت اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اس نے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اسکو مارا ہے ۔ یہ ہی طرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں ۷ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر الا فی القسامۃ والقصاص بخلاف الحد سوی حد القذف ۱ منتہی ۷ ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں وہی ضرور ہے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضرور ہے انتہی
ما فی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی الباب رجل فقأ عین الرجل عینہ لا یضمن لو یمکنہ تجنبہ من غیر فقئہا وان امکن یضمن اور قنیہ میں ہے کہ
ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ ضمان نہ دے گا جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن ہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو ان صورت لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونو صورتوں میں تاوان نہیں ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل یہ حدیث ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون حرج کے اسکی سو آنکھ اسکی آنکھ پھوڑ دے ٹھیک ہے مارکر تو کچھ گناہ نہیں ۔ ودعامی دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے خانہ کو بغیر نظر کرنا اور اسلئے اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں جھانکے کچھ نے تو بھی تو وہ جلع میں نہیں اور حدیث ابوہریرہ منافقہ فی الزجر بچھوا دینا گھر میں نظر کرنے والے کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائے گی لیکن یہ حمل اس زیادہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے کچھ تفصیل نہیں والد اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وادخل رأسہ فرماہ بحجر ففقأ عینہ لا یضمن اجماعا بخلاف فیمن نظر من خارج اور اگر ایک شخص نے اپنا سر کر دیا صاحب خانہ نے اسکو پتھر مارا سو اسکی آنکھ
کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن السغدی میں کہتا ہوں حنفی اور شافعی کے اختلاف منقول ہے شافعی تو فقط اسی صورت میں ہے کہ گھر کے باہر سے نظر کرے اور اسکو علم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے میں ہم قصاص ماوون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع سے قال تعالی وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الآیۃ قصاص
ہے شریعت میں ثابت ہوا کہ ایک عورت نے جاریہ لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وھو فی کل عین فیہ عین حفظ اللہ تعالی
وروہ یعنی قصاص ماوون النفس میں ہمارے ہم جہاں نقصان کی نہایت ممکن ہو یعنی جہاں برابری اعضاء ظالم و مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلا لینا جاری ہوا اور جہاں خطا ہو ممکن نہیں وہاں قصاص نہیں وہاں یہ ہے کچھ اور جہاں یہ معلوم ہوگا کہ ہم جب نہایت مماثلت کے بدلا لینے میں لازم ہوئی تو دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جائے گا اور نہ بائیں بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ کے بدلے شل ہاتھ کے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے سوائے غلام کے ہاتھ میں بوصف قیمت واجب ہونے قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہو اور قصاص میں مال میں اور کسی کا مال میں ہو جیسا روایت کیا ہے اشہب نے کہ اگر دانت یا انگلی کسی نے کاٹ لی تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے تو قصاص لے اور اگر چاہے تو دیت لے

قطع ہوگا اور سیاہ پر بے سیاہ کے اور وسطی پر لے وسطی کے اور چھوٹے چھوٹے کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری واجب ہوتو نیش نیش اور ڈاڑھ بدلے نیش کے اور ڈاڑھ بدلے ڈاڑھ کے وعلی ہذا القیاس سب اعضا واجب ہوں گے منافع اور مرفق کے تفاوت کے سبب کذا فی المحیط طاوی المنعما وحینئذ فیقطع قاطع الید عمدا من المفصل اور بکید رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمداً چھوٹے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمداً کلائی کے مڑے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ الاصبع یقتص لامتناع حفظ المماثلۃ وھو الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا ساق کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص دیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم بسوط مین ہی کہ جو قطع چھوٹے سے ہو تو اُسمیں قصاص ہے اور جو قطع کہ چھوٹے سے نہو بلکہ بڑی نوڑ کے ہو تو اُسمیں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ گاہے قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاتی ہے یا اُسمیں زیادہ خلل ہوجاتے تو برابری نہیں کذا فی المحیط طاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت بکرہ الا برمنھا لامتناع المماثلۃ قصاص ہوں چھوٹے سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو قطع کے ہاتھ کے بسبب ستحم ہونے منفعت کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں بلکہ اُس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی زیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن فلو کانت او اسیطرح کا حکم ہے پاؤں اور ناک کے متعلق اور کان میں ہم مارن جسم نرم مخصوص کو کہتے ہیں ناک میں ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے قطع میں قصاص نہیں ہے مطرح گریا لوں اور کان جوڑے سے قطع ہو تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے نقل ہے کہ نوک یعنی کے قطع میں حکومت عدل ہے تحول صحیح من کذا عکس ضدہ دلال ضوعھا وقامۃ غیر مخسفۃ فیجعل علی وجھہ قطط متقابل عضوا عضوا یعنی اور اسیطرح قصاص لیا جاوے اُس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اگر اُسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منھ پر سیکی روئی ڈالی جاوے اور آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ھکذا فی ملتقی عن علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہو اعبدالرزاق کے مصنف میں علقمہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا ایسکی کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو حل علی ما سمعت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لاقتصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے کھا لیجائے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی الجنین دیۃ ففی القائمۃ ثلثھا وفی العمیاء ثلثاھا اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ بصورت باہر نکلنے والی کی بائیں آنکھ چھوٹی ہے موجود نہیں تو قاص سے بلا لیا جاویگا اور وہ اندھا چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی ھذہ عین بخلاف ید اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ ہتھیلی کے چھوڑنے میں قصاص نہیں ہم مجتبی میں ہے کہ اگر اصل کی آنکھ زائل ہو تو قصاص ہے اور اگر مضمحل ہو تو ملکوت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو طاہر اقول حل معتمد ہوا و قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر تقصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی المحیط طاوی وکذا اعوا یضاً فی کل جنایۃ برأس فیتحقق فیھا المماثلۃ کموضحۃ اور اسیطرح قصاص کا حکم ہی ہر ایک زخم سر میں بھی سمجھیں مماثلت درسماوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت اور موضحہ میں ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے پہنچ کر یہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی وکا قود فی عظم الا السن ان تغاور نا طولا وکبرا المماثلۃ اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں سوا دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہوگا اگرچہ کہ برابر کسوریہ کے دونوں دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی استحاذ منفعت ہم اور یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے استثناء عظام سے کتاب کوہیں مروی ہے کذا فی العینی فتقلم ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن فیسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لھا تہ وبہ اخذ

هما جميعا لكان في قال المصنف في المجتبى وبه يفتى تو ظالم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت رہتا جاوے جہاں سے گوشت ٹکے یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور باقی رہے اسکا قصاص ساقط ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اسکو کہا ہے اور مجتبی میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے ہم مطلاوی نے کہا کہ خجندی اسیطرح لکھا ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ اسمیں اضطراب ہے یعنی بجائے ہاہر ہونے کے شاید شکستہ ہو گیا ہو یعنی بجائے سوراخ کے ٹوٹ گیا ہو اور مصنف کا کلام اسکے مناسب ہے بلکہ دانت کا پیتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے سوراخ ہوں ہیں اکثر اوقات ہو جاتا ہے کما یرد الی ان ینسد وبان کسر فی یبیسہ دانت پیتا جاتا ہو یہانتک کہ کل سلو کہ سورہ دونوں کے دانت برابر ہو جاویں اگر کسور کا دانت توڑ گیا ہو ہم رتبا صورت ہو جکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہیں ہو سکتا ہے کذا فی المطلاوی عن الکفایہ فی المجتبی ویؤجل حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل الصبی الی البالغ وہو مجتبی ہیں ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور وہ سر قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کے واسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کے واسطے مصنف کہتے ہیں ہے جو بات سے کچھ توڑ گیا تو ایکسال تک انتظار کیا چاہیے پھر جسقدر اوپر ابھر جاوے اور دانت نہ بھرے تو اسپر قصاص ہے سوہان سے پیت کر اور پیسہ ہیں ہے کہ دانت کے قصاص کا موقوف دانت کے جمنے ہونے تک انتظار کیا چاہیے ایکسال کا انتظار لیا ہوا نہیں مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا دیر کذا فی المطلاوی فلو مات المقتص قبل حول جرح پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو قاتل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمیں حکومت عدل ہو لانہ اتلاف اجل فی تحریکہ فاشبہ قطع ذکر الصبی بوسف نے جب حکومۃ علی الاجرۃ القلاع والطبیب متحققہ اور اسپیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے اندر تحریک دانت ساقط ہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خوف نہ ہونا یعنی دانت اکھاڑنے والے طبیب معالج کی بابت وہ ناضارب پر دیا جیسا دوا کے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو یکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط ہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر یکسال کے اندر اسی ضرب سے دانت گر گیا تو اگر مضروب بالغ تھا تو قصاص واجب ہوا اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہو کذا فی المطلاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے مذکور کیا وتدخل الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب لا یؤخذ ناب بثنیۃ ولا ثنیۃ بناب لانہ لا منفعۃ لہ لا یجتنی والحاصل انہ لا یؤخذ عضو بمثلہ قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور پیش کا پیش کے بدلے اور بدلا نہیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور علامہ مقدسی نے کہا کہ عضو کا بدلا نہیں لیا جاتا مگر اسکی مثل برابر اسکے قود عندنا فی کف رجل دامر اوطاف فی حق عبد قطع عبد یطف فی عبد یقطع المماثل بدلیل اختلاف دیتہم یعنی ہمارے نزدیک قود قصاص میں ہم مذہبوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور غلاموں کے اطراف میں بسبب متفاوت ہونے کے مساوات کے کمی دیت اور قیمت کے مثلاً کمی دلیل سے اوپر اس قول کے اسمیں اضطراب ہے یعنی جب اطراف انسانی ہیں تو ہر مال کے ہونے تو ساقط ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور غلاموں کی قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص میں تعذر متحقق ہوا قلت هذا هو المشهور لكن في الواقعات لو قطعت امرأة يد رجل كان لولي المقتول أن يقتص منها بالكامل إذا رضي صاحبها فلا فرق بين حر وعبد لا بين عبد وعبد اقتصاستا في البدين جدیدے میں کہتا ہوں یعنی مرد اور عورت یا دو آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہ ہونا بھی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے سواسطے کے استیفاء ناقص کامل کی جنس ہو سکتا ہے جب صاحب ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جبکہ آزاد و غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا مالک عبد ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور بدیعی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مشہور معتمد ہی یہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فلا یحش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونہا کی مساوات کے سبب سے کما وجہ
ی ہدایہ کافر حربی اور مسامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ نفسہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہو جسکے بدلے کسی کا
عضو بھی قطع کیا جاتا ہو اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اسکے عضو کا بھی قطع نہیں اسکے
عضو کے بدلے لا فی قطع ید من نصف ساعد یدا مثلا اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بسبب لیکن شدہ یعنی رعایت مساوات میں ہو سکتی کمی بیشی
بمقابل سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفۃ بتر بہ اور قصاص نہیں اس جائفہ میں جو چیکا ہو گیا ہو جائفہ وہ زخم ہی جو اندر پیٹ تک
پہونچ گیا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے نوگردن اور حلق اور ہاتھ و پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور قعر عین جائفہ ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح
القدوری فان لم تؤمن فلسرایۃ یقصد لا لینظر البرء والسرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہ ہوا سواگر سرایت ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مر گیا
تو خارج سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر یہ امر اتو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیئے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر وانثیین واصبعہا بہ یقطع شرع وہبانیۃ وقدر بالمنصف
لانہ ینقبض ویبسط قلت لکن جزم قاضیخان بلزوم القصاص من جعلہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکر من
لا یولد من الحشفۃ اقتص منہ ذلک حدا معلوما واقرہ فی الشرنبلالیہ فلیحفظ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ فضول بے قطع
ہو گئے ہوں اس قول پر فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ناقص الحشفہ ایسا ہی یعنی قطع میں کمی بیشی متحمل ہی جیسی
کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطع حلمہ کیا ہی اور محیط میں اسکو امام کا قول قرار دیا ہی اور مبسوط میں ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر نابالغہ سے قطع ہو لیا
سیاری سے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے سواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہی اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہی تو اس اصلاح کو یاد رکھنا چاہیے فقہا بی فقہا میں
ہی کہ ذکر کے قطع میں عمد اجبر سے قصاص ہی اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور محیط زبان میں قصاص نہیں نتہی اور ہدایہ وغیرہا میں صحیح ہی کہ قطع اصل کرنے سے
واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہی تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول ہی کہ نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہی کہ بعض کہ کے قطع قصاص نہیں اور
اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر ہوں ہی کہ اسمیں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہی کہ اسمیں قصاص ہی مضمرات میں ہی کہ ظاہر
الروایۃ صحیح ہی انتہی واللہ اعلم لا ان یقطع کل الحشفۃ فیقتص لو بقدرہا لا مگر یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاوے گا اور اگر تمام
نہیں بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع علوم ہی نہ بعض کی دسیقی ولو قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم اگے مذکور ہوگا
ویجب القصاص فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان المماثلۃ ولا یستوفیہا لا یقتص مجتبی وجوہرۃ اور قصاص واجب ہی ہونٹ میں اگر
قاطع نے قطع کے سب سب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی رگ تک کاٹا کچھ باقی نہ رکھا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہی اور اگر لب کو گرگ کے دہن کا
قصاص لیا جاوے گا کذا فی التجنیس واسجوبہ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے دلسان آخر ش فیہ یقطع لا یتکلم علیہ متصلا اور اگر زبان دوسرے غیر
متکلم کے قطع زبان میں حکومت عدل ہم حکومت عدل کی نے کتاب الدیات میں علوم ہو چکی کہ عبد ابادی عیسائی کی دیت شمار کی جائے تو جسقدر دونوں میں تفاوت ہووے اسی کی حکومت عدل ہی وان کان لقاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج ختر الجنی علیہ بین
القود واخذ الارش علی ہذا فی السنن وسائر الاطراف التی تفاوت اذا کان طرف الضارب والقاطع مغیبا یفضی الجنی
علیہ بین اخذ الحیف والارش کاملا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو سکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہی
تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں وعلی ہذا القیاس دانت اور باقی اعضا میں مطراف میں جبکہ قصاص لینا واجب ہی جبکہ عضو ضارب اور قاطع
بھی برابر ہو تو مضروب اور مقطوع عید از عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہی چاہے بدلیں عضو عید کو کٹوا دے چاہے تو انہوں کا اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتوں میں ابطال کمال حق متصور ہے جو سوی نے بوجہ سوی نے نقل کیا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت لنجا ہوا ور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو پھر بعد قطع کے لنجا ہو جائے تو قطع قصاص لے دیت نہ پائیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہوگیا بقدر ہلاک ہوجانے محل کے کذا فی الطحطاوی قال وہٰذا اذا برء المشلول ینتفع بہا فلو لم یبرء لم ینتفع بہا فلو لم یکن محل القود فلہ دیۃ کاملۃ بلا خیار ویؤخذ القود بحقہ علیہ القنوی تصحیح برہان الدین کما مر یہ اعتبار اس شرط سے ہے کہ کچھ ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہوگی بلا اعتبار قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التجنیس فیہ لا فضال صحیحہ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ کے بدلے قطع نہ ہوگا ویسقط القود بموت القاتل القوات المحل اور ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا ویعفو لا ولیاء اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے مقتول کے معاف کردینے سے ویصلحہم علی مال فلو قتلا اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو بموجب اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جو حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اسمیں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا فی الحموی اعنی بسقط بہ تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش بجنس حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عند تعیین مدت کی صورت میں ویصلحہا جرحہم عفو وملن بقی من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح علی العاقلۃ ملتقی اور قصاص ساقط ہوجاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور مضمون نے کہا کہ قاتل کے بلوغ دن پر دیت ہے کذا فی المحتبی اگر اقر القاتل و سید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما الذی اشترکا فیہ بالف ففعل المامور الصلح عن دمہما فالالف علی اخر السیدین نصفان لانہ مقابل بالعفو دونہما سویۃ فبذلک کان الدم ازاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایکدو ہزار درہم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جسمیں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے مگر یا سو مامور نے دونوں کے خون سے صلح کی سو ہزار درہم پر دونوں نے امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولی پر اور صلح ہمیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درہم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسیطرح دونوں پر برابر ہوگا وقتل جمع بفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا کان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجزء بخلاف الاطراف کما سیجیء اور قتل کیا ایکی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح متحمل کا الکلنا ثابت ہوتا ہو مشارکت سے اسواسطے کہ زخم روح اور قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے مشترک میں ہو احد مقتل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ولہذا نقل فعل جماعت کی ہو ملاکی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضہ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر ان صنعاء قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعاء شہر یمن کا کذا فی شرح الہدایۃ یعنی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجائے اور علوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر وقوف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہوجائے اور یہ معلوم نہیں اگر موت سے پہلے تو سب پر قصاص واجب ہوگا جب کہ زخم مہلک و کاری ہو گا کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ کما فی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہ تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے کہ خواہ کسی کا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک نہ باقی کا تو جبکہ مہلک ہوگا اسپر قصاص ہوگا اور باقی لوگوں پر بتعزیر کذا فی الطحطاوی فی قولہ انما یقتلون اذا وجد من کل جرح ما یصلح لبدء وقوع الزہوق الروح فاما اذا کان فی الظاہر واحد ومعزرین او معینین بامساک واحد فلا قود علیہم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت شماشا میں ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کرکے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ آنیوالے خون بہا ہے کذا فی الطحطاوی وادلۃ ان لم یعرف الجمع

بلام العهد فانه لو قتل فردًا جمعٌ احدهم ابوه او مجنون سقط القود قهستاني اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ انمیں سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی انمیں دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی فہم یعنی اگر لام عہد خارجی ہوتا تو خیر مراد خارج ہو جاتا بالاکلف ویقتل فرد بجمع لنفاه بالباقين خلافًا للشافعي ان حضر ولیهم اور قتل کیا جاتا ہو ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت متعدد ہو وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیوں کے واسطے برخلاف شافعی کہم امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت مال مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سبکی طرف سے کافی ہے اسواسطیکہ وارث قاتل کا قاتل ہی بوصف کمال بازروی قصاص کے اور اسلیے کہ قتل خراج روح کے واسطے صالح ہو اور خراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجه الكمال كذا في العيني فان حضر ولي واحد قتل له وسقط عن الباقي حكومة القاتل حتف انفه تفويت المحل كما تقدم پھر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوا ہم قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے جیسا کہ گذرا قطع رجلان فقال رجل اولي رجلاه او فلما استه وهو ذاك مما دون النفس جوهره دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا دونون کاٹا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور مانند اسکے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی السچوبری وبيان اخذ سكينًا فامرها على يده حتى انفصلت فلا قصاص عند احد منهما لانهما لم تباشرا الا ما تلف باقطع یا دونون ہاتھ کاٹا کہ دونون شخصون نے چھرے کو پکڑا اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا دونون پر یہانتک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دونون سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے مباشرت اور مساوات کے اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت واعتماد سے حاصل ہوا وحاصل یعنی باقطع بہت پڑیگا ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی روا ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف قتل نفس بس واحد اسواسطے کہ تمام کی طرف علی وجه الكمال مضاف ہے خروج روح کی علم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الهداية وشرط مساواة الشرط في الاطراف والمنفعة والقيمة بخلاف النفس فان الشرط فيها المساواة في العصمة فقط در کسی پر قصاص نہین الا مع مماثلت کے سبب سے سواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت وقیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحد اور نفس عصمت دم مین برابر ہین بانداز ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہو وضمنا اوصمنوا دیتها على عدد هم بالسوية اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنے قطع کے برابر جان قطع واحد يجمعهم رجلين فلهما قطع يمينه ووديعة بينهما ان حضر معًا اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور ایک ہاتھ کا خون بہالینا آپسمین آدھون آدھون باتفاق بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون ان حضر احدهما فقط له فلا خيار عليه اى لقاطع نصف الدية لما مر ان له اطراف النصف فلو اجتمعوا على قطع يد واحد فلا شيء لهم لانه لا يستحق النصف بقطع اكثر من اليد فلو قطع يد واحد منهم فلا شيء له

رقبتہ ان یعتق کما نقلناہ صنعہ ممن بالجوہرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ نہ ہوگا بلکہ اسکی گردن
سے وہ آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان
اقرارہ بالخطاء اصلا یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید ومن ثم شبہاہ معللا بان موجبہ الدفع او الفداء انتہی
فتامل اھ مصنف نے کہا اور زیلعی کا مطلب کلام یہ ہے دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اسکے مالک کے
حق میں اور اسکے مانند شبہاء کے احکام عبدین میں مذکور ہے زیلعی نے بطلان اقرار ثابت کیا ہے پھر تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا
انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کر صاحب شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہے نہ شبہاء کی طرف سے اسواسطے کہ شبہاء میں تعلیل نہیں کو
نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار نہ صحیح ہوگا
خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا گذانی الطحطاوی اکد علیہ القہستانی فی باب اقرار العاقل بالصبی
العاقل انتہی فتدبر اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا صلحا ولا اعترافا
او اقرارہم یا فصل خطا لان اقرارہ اقرار علی العاقلۃ ای لان یصدر بقوۃ ولذا قدرہ القہستانی فی العاقل فتنبہ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے
اسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور غور کر کہ منظور فیہ ہے اسلیے کہ علمانے اجماع کیا ہے اس حدیث کے
مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر
نہ ہوگا یعنی اسصورت میں مددگاروں پر دیت واجب ہوگی جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب العاقل میں تو خبردار رہیو ہم
طحطاوی نے شارح کی اس اعتراض کا جواب دیا جسکو اسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس تتمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے واللہ اعلم
عمدا فنفذ السہم الی حرفنا فیقتص لاولی لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی قلبہ لانہ خطاء ایک مرد نے عمدا تیر مارا اسواسطے بدن سے پار ہو کر
دوسرے شخص کے جا لگا سو وہ فوراً مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمد ہوا اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے
برادران پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہوا ہر چند کہ فعل واحد ہے لیکن متعدد ہو گیا گذانی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فرفعہا عن نفسہ فسقطت علی آخر
قد فرفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فمات فعلیہ دیۃ الاول لبو حلیفہ رحمۃ اللہ علیہ بحجۃ عامۃ
عقال لا یضمن الا اول لانہ الحیۃ لو نصبۃ الثانی وکذلک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واکتفی الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فورا
من غیر مہلۃ فہی الرافع الدیۃ وہی بالہلاک وہی تکسعۃ نوا لا یضمن احد منہم ایضا علیہ ایضا فاستحق جمیعا وہذا من
مناقبہ رضی اللہ عنہ فیہ مجمع الفتاوی سانپ گرزہ ایک شخص پر سوتے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو وہ دوسرے شخص پر جا پڑا پھر وہ دوسرے شخص نے
سانپکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو اسنے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون سے شخص پر دیت واجب ہوگی اس طرح سوال مواتھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے
علماء متاخرین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو زمین پر پھینکا یا اور اسطرح دوسرا تیسرا شخص ضمان سے بری ہوگیا اگر تین
آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوتے یا اخیر شخص سوا اسکے یہ حال ہوتا کہ اگر اسکو سانپ کے گرنے کے ساتھ ہی ہلاک کرنے والے کا ہٹانا ہوتا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر جو ہمارے مالک کے والدین کیواسطے
واجب ہوا اور اگر سانپ فوراً نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں ہوگا پھر سب عالموں نے اسپر اتفاق کیا اور یہ مسئلہ بھی مجمع
مناقب امام کے ہے جنمیں اللہ نے کفایت فرمایا بصیرہ مجمع الفتاوی ہم اور اگر سانپ نے ڈسا اور زخم لگا کر مر گیا تو ڈسنے سے واقع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اسپر خون بہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب
نہ رہا قال المصنف بعد التفصیل الجید فی ہذہ الفتوی ہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فلقاہ علی الثانی والثانی

علی الذی ذکرناہ اعلم کذا مصنف نے شرح مین کہا کہ موجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تھا اُسمین یہ تھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو گرفتار کیا سو اُسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واسطے اعلم یعنی واضح اخیر پر یہ بات لازم ہوگی کہ اُسنے تو اُٹھانے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کر اُسنے کاٹا تو اُسپر کچھ دیت نہین فروع مسائل مختصر نافع کے لئے اخیرہ وعقربا فی الطریق فمدغت رجلا فمات لا دیۃ لانہ مات بفعلہ ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین ڈالا سو اُسنے ایکدم کو کاٹا یہی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جسکو سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹا گیا ہو اُسنے کاٹا تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگا مختار طحاوی نے کہا کہ مسئلہ مذکور کا مقتضائے جواب امام یہ ہوگا کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہوگا اور اگر ڈالنے کے بعد ایکساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہوگا وضع سیفا فی الطریق فعثر بہ انسان ومات لم یکن لسیفہ دیتہ علی الاصح لتسبیب التسبیب فیہ قیمۃ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گرا وہ گرپڑا اور تلوار ٹوٹ گئی اُسکے گرنے سے تو اُسکا خون نہوا تلوار کے مالک پر یہ تلوار کی قیمت گرنے والے پر یہ ٹوٹنے کی قیمت لفظ نور غیرہ فمات ان اشھد علیہ بضمان ولا قال فی البدائع لا ضمان لان الاشہاد انما یکون فی الحیوان تاجتہ مار ہیل چھپڑا پھر اُسکا مین سو اُسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گیا و مقتول کے مالک نے اُسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اُسکی شاخ زنی پر گواہ کردیا ہو تو گیا و قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور یہ دون اشہاد کے تا ان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقاً واو ان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہی دیوار راہ مین نہ سانحہ نہین کذا فی البنایۃ واعلم ان اذا اشترک فی قتل العمد ممن لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ کاجنبی شارک الرجم فی قتل

مرجنبۃ لہ منہا ولد او کمدبر ومکاتب ومدع ولو عاقل ممن یجنن ویبلغ مجنون وصغیر شریک حنیتہ وسبع کما فی الخانیہ فلا تود علی احد منہم ای لا قصاص علی واحد منہم فیما ذکر وہذا یعلوم کہ جب شریک ہوگا قاتل عمدًا اُس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اُسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا دوہ کا اُسکی اُس زوجہ کے قتل مین جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہو اور جیسے قاتل عامد قاتل خطی کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین ہم پہلی صورت مین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اُسکے ساتھی سے بھی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب اُسپر واجب نہوا تو اسیطرح اُسکے شریک پر بھی واجب نہوا مطلقاً کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونون کے حاص مال مین اسلیے کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد و مخطی کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہو اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل نصف دیت ہو اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ نصف دیت ہو اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہو اور باقی دیت ساقط ہو دخل بیتہ فرای رجلا مع امراتہ او جاریتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ الشرح مغربا للشرح الوہبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر مین سو ایکمرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اُسکو قتل کرنا حلال ہے اور اُسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخون سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے سو مغربا للشرح الوہبانیۃ اور مجھے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین ہم ملت قتل مین ظاہر احصان شرط نہین اسواسطے کہ اوین وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل بیان باب حدود سے ہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح زنا نہی نے مطلق رکھا ہے اور ظہیریہ سوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق آنفات کے نہین اسواسطے کہ زنا موجب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور عمومی مین زیادہ سے زیادہ یہ منقول ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اُسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے اور آدمی اس خوف سے کہ اُسکو حاکم وغیرہ سچا نہ جانیگا اسمین کہ اُسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منیع الغفارین خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل سو وقت ہے جبکہ

شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شاح کے جملہ مجور قال لہ اجعل شدقہ ہی فاراد شدھا فرقصہ فمات فدیتہ علی عاقلۃ الآمر صغیر او مجنون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اُسنے اُسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اُسکو پانوں سے کچلا سو وہ مرگیا تو اُسکا خون بہا امر کرنے والے کے برادر نیز ہو وکذا لو اعظم بیا عصیہ او سلحا فاما امرہ بحمل شوکۃ او کسر حطب فحذف ذلک بلا اذن فمات اور سیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اُسکو کسی چیز کے اُٹھانیکا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور کوئی امر کیا بلا اذن اُسکے وفی کے سو وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی مع یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا اٹھانے کے واسطے کہ اگر اس سے کچھ نہ کہا سوا اُسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اُسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور میرا دمین کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو باغیر کے ہلاک کر گیا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی من الکتاب ناقہ نہایہ والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقتل اور اگر اُسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب صح قول مختار یہ کہ دیت واجب ہوگی کذا فی العالمگیریہ عن الخلاصہ صبی عتی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقم فقام فمات لا یضمن ولو قال قم فقام ضمن وبہ یفتی وقیل لا یضمن مطلقا تا جبہ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اُسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اُسپر ضمان نہیں اور اگر یون بلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو ضمان لازم ہوگا اسی قول فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہیں کذا فی البحر الرائق

فصل فی الفاعلین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل مین شاملا قطع ید او قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو مختصر بیان ذلک بقولہ اجتمع الآمر الخ ابو القطع والقتل وتولکا عامدین او کانا مخطئین او احدھما عامدا والآخر مخطئا تحمل بینھما اثلاثا برؤس او کلا باتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اُسکو مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل دونون فعل مین پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اُس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل مین صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوخذ بالامر فی الکل بلا تداخل الا فی خطئین یتحمل بینھما اثلاثا فی الاصح فیجب فیھما دیۃ واحدۃ واحکرۃ وان تحمل برؤس لم تتداخلا کما علیہ یتوخذ فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ مین بدون تداخل کے مگر اُن دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے مندرج ہونگے یعنی ایک فعل مین داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوئی تو دونون مندرج نہونگے پس اگر تو معلوم کر چکا ہی مین کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطا والقتل کذلک صار اربعۃ ثم اما ان یکون بینھما ابرء او لا وصار ثمانیۃ فذکر بقولہ فلو حکم کلا منھما تو خلاصہ یہ ہوا کہ قطع یا عمد ہوا یا خطا ہوا اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہوا یا خطا ہوا تو یہ چار قسمین ہوئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمین ہوگئین اور البتہ یہ صورت کا حکم معلوم ہوگیا ص تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو یہی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو ہزار قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہو اور قتل خطا ہو خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہو اور قتل عمد ہو خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ کمن ضربہ ما ئۃ سوطا فبرأ من تسعین ثم مات اثر ما بقی اثر ما بقی اخر ما اثر الجرح ومات من عشرۃ فعلیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم یتبق معتبرا لکونہ متناولا شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ نوے کوڑے کھا چکا ہو گیا نوے کے کوڑے سے اور کوئی جزو کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مر گیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ نوے کوڑے سے تو بالکل مارنا معتبر باقی نہ رہا مگر کیونکر

حق من ابنیۃ مستقرۃ ولکل حرفۃ اندملک وتعزیر لھا انتھی وعند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف وھو قول عمر وعن محمد اجرۃ الطبیب فی غیر الکی مودیۃ درر وصدر الشریعۃ وھدایۃ وغیرھا اور اسپطے غیر معتبر ہی ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی رہا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکے مانند مین حکومت عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور وہ داسون کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا مین ہے وبجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی فایتہ سوط جرحۃ وتعنی ترھا بالاجماع لبقاء الاثر دھو کالارش باعتبار الازھاق ہدایۃ وغیرھا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہیں ان سو کوڑون مین جنھون نے زخمی کردیا اور اسکا نشان باقی رکھیا کیونکہ اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہوا اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ یا مین مصرح ہے پس یعنی ۹۰ کوڑے کا زخم چنگا ہوگیا لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے سوا اسکے کہ دینا دو نفس کی واجب ہوتی ہے عینا کی اور بدنہا سے اور عینا کی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے دفی جواھر الفتاوی رجل جرح رجلا فبرء الجرح عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ ولدواۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا یا تو زخمی کمائی سے عاجز ہوگیا تو زخم لگانے والے پر اسکا نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی ابتک سے زخم کذا فی المحیط وفی فتاوی اھل سمرقند رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان فبرء عن الکسب فیداوی الضارب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتھی قال المصنف وھو الظاھر انہ مفرع علی قول محمد انہ تتحمل دقدمنا مرارا ان المختار عند ابی یوسف نحو محمد وسنحققہ فی الشرکۃ ۱۲ اور اسی جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مار سوٹا وعاجز ہوگیا اپنے کسب اور کار سے تو ضرور ہے کہ اسکا علاج اور دوا کرنا اپنا اسپر واجب ہو یہ ظالم کو لایا انتہی مافی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے جس مین کہتا ہون اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے نسبت یعنی اوراگے تحقیق بیان کرینگے ص باب القود فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے محیطی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہو دمن قطع ای عمدا خطاء بدلیل ما یاتی وبہ یحرم فی البرھان کما فی الشرنبلالیۃ لکن فی القھستانی عن شرح الطحاوی ان الادلۃ علی العاقلۃ فی الخطاء ومن ظن الحاقہ العاقلۃ فی الخطاء فقد اخطاء وکذا لو تحمل اجرح فعفا عن قطعہ او شجتہ او جراحتہ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جسکا ہاتھ یا پانون کاٹا گیا سو اسنے اس قطع یا سر کچلنے یا جراحت کو معاف کردیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال مین سے اسکی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح کی ہے برہان مین پانچ شنبلالیہ مین کہا قہستانی مین شرح طحاوی سے یون منقول ہے کہ قطع خطا مین قطع کی برابری پر دلالت ہے تو قاطع پر دلالت ہے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا مین سو اسنے قرخطا کی اور اسپطے کا حکم ہے اگر اسکا سر کچلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لھما فانھما قالا ان عفا عن القطع فھو غیر القتل بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب مین کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہو اور قطع کا معاف ہونا قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوسکتا دلو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدثہ فھو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کردیا سرایت سے یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ عافی ہے نفس سے تو فاعل کچھ ضمان مدیگا ہم اسوا سطیکہ جنایت اتم جنس ہو شامل ہو قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا کمر توڑ دے اسپطے قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو مرجع ہر عفو نفس تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم ہوگا کذا فی المحیط وحینئذ فالخطاء یعتبر من ثلث مالہ فان جرح من الثلث فبھا وان لا فعلی العاقلۃ ثلثا الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت اور خطا ہو تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خون بہا اسکی تہائی مال سے نکلا فہو المقصود ورنہ اگر اسکے ثلث مال مین دیت کی گنجایش نہوئی تو عاقلہ یعنی

قاتل کے برادر نہیں پر دیت کی وہ تہائی ان واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت سے عفو کردی ہو تو یہ دیت کی معافی ہو تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہوا اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہو تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہوا اور قصاص مال نہیں ہوتا تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہوتا تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہوگا کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انها على القاطع فقد اخطأ قطعاً سو جسنے یہ گمان کیا ہو کہ دیت اُس مقتول کی قاطع پر ہو سو وہ بالیقین چوک گیا دمنفک ان عفو الصحیح کالمعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہو کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر ہوگا ایسا ذکر کیا ہو قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہو سو اگر وہ صحیح ہوا سطرح کہ ہاتھ اسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ بسبب سرایت زخم صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مرگیا اسکے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا ثلث میں کذا فی الطحاوی تبصرۃ والکل یعتبر من حیث تعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہو نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہو والشبیہۃ مثلہا فی القطع عمداً وخطأً اور یہ جنایت عمد کا عفو مثل قطع عمداً و خطأً کے ہو یعنی اگر مرد نے عورت کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر عورت نے اسکو معاف کر دیا پھر وہ مرگیا تو ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہوگی اور اگر خطأً کاٹا پھر عورت نے اسکو معاف کر دیا پھر وہ مرگیا تو ہاتھ کی دیت عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر مرد نے عورت کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر عورت نے اسکو معاف کر دیا پھر وہ مرگیا تو ہاتھ کی دیت عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر مرد نے عورت کا ہاتھ خطأً کاٹا پھر عورت نے اسکو معاف کر دیا پھر وہ مرگیا تو ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہوگی کذا فی الطحاوی فانہا القطوع یدہ على يده ثم مات فلولم يمت من السراية فهما سواء لان الاثر ولي عمداً اجماعاً سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر بدلے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا عوض ہوتا یعنی پانچسو درہم اگرچہ قطع عمداً ہوا باتفاق امام وصاحبین کے بخلاف عند ابی حنیفہ رحمہ مثلہما والدیۃ فی الخطأ ان تعدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہوا اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہے اگر اس نے عمداً ہاتھ کاٹا ہم چونکہ قصاص فی الطرف پر نکال ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ زوال عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جبکہ مہر قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی مانند مہر مثل کے واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اسکے مددگاروں پر اسواسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہو نہ اسکے مددگاروں پر دفع المقاصۃ بیان الحکم والدیۃ ان تساویا والا فالزائد الفضل اور مہر اور دیت برابر ہو جاوینگے اگر دونوں تساوی ہوں اور اگر کم وبیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پہنچیں ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم محو ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہو تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہو تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں وعلى عاقلتها ان اخطأت في قطع يده اور عورت کے مددگاروں پر دیت واجب ہو اگر عورت نے مرد کے خطأً اسکا ہاتھ کاٹا ہو وکذا لو قتلته خطأ لان الدية على العاقلة في الخطأ بخلاف العمد فان الدية عليها والمهر على الزوج فيتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم محو ہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگاروں پر واجب ہوئی ہو خطا میں برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہو اور دونوں پر مہر تو دونوں باہم محو ہو کر برابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ينبغي ان تقع المقاصة في الخطأ ايضاً لانها عليها دون العاقلة على القول المختار للفتوى لكنه ليس على اطلاقه بل في القهستاني ولعله اذا لم يطلقها كما لو قال لها ابرأتك عن صداقك ونحوه اور صاحب درر نے کہا ہو کہ مناسب یہ ہو کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاویں اسواسطے کہ دیت خطا میں عورت پر نہیں مددگاروں پر ہو بموجب اُس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہو میکن یہ قول مختار مطلق نہیں ہو بلکہ محجم کے گروہ میں منحصر ہو یعنی اسواسطے کہ محجم میں تنازع کا احتمال نہیں ہو جو دیت مددگاروں پر واجب ہوا و ایسا ہی حکم ہر مطلق کا ہو تو اسکے بھی

ایک دوسرے کی دیکھا ۲

یعنے اخلاق باعتبار عجم کے ہو نہ عرب کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحها علی الف وما یعدل منها او علی الخنابة ثم مات منه وجب لها فی العمد مهر المثل ولا ینقص علیها الرضاء بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اُس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا کل کیا جنایت کے بدلے پر وہ مر گیا اُسکے سبب سے تو عمدین عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مہر کے واسطے بایں معنی کہ ہو جانے عمد کے موقوف قصاص سے یعنے جب اُسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلة مهر مثلها او الباقی دیته لهم لو القاتل اقر اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اُسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت بمیت ہے مددگاروں کے واسطے مہر جنایت خطا میں بمعنی وجوب کل خمسہ اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہو تو زیادت واجب نہیں اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہو تو زیادت وصیت ہو مددگاروں کے واسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فسقط بہ اگر زیادہ از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنے جو مہر مثل سے زیادہ ہو تو سمجھنا ظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہو تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے لیکن حق عین تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں قتل سے اور اگر ثلث مال سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوائے ثلث مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یده فاقتص له فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی به کسر ایته وعن ابی یوسف لا تود کما لو اقدم علی القطع فقطع برأه عفا او لم یعف وظاهر الاشکال الا ان یقال یفصل تقریة قول ابی یوسف قالہ المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اسکا بدلا لیا گیا سو قطع اول مر گیا قطع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اُسکے بدلے بسبب روایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ قصاص نہیں اسواسطے کہ جب قطع اول نے قاطع کے قطع پر اقدام کیا تو اگر مقطوع بری الذمہ ہوتا اسے قطع سے اور ابن کمال کا فی ہر اشکال کی تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کر دے پھر جائے تو قاطع پر دیت ہے اور سوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کھوڑنگ کردہ سرایت شبہہ ہو تو وہاں اُسکی براءت معتبر کی ہے اور یہاں تبرئہ کی طرف عادی نہ کیا کریہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے بیچ روایت نہیں ولو مات المقتص منه فدیته علی عاقلة المقتص له خلافا لهما قلت هذا اذا استوفاه بنفسه بلا امره حاکم وامام الحاکم والمحکم والقصاد والبزاغ فلا یقتل فعلیهم لشرط السلامة کالجرح تمام فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اُسکی دیت اُسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا بر خلاف مہر جنایت کے کہ اُنکے ذمہ یکبارگی نہیں بیچ بیچ کے ہر مہینوں یہ یعنے دیت کا واجب ہونا اُسوقت ہے جبکہ قطع بذات خود ہو تیقناً قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور بچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد کرنے والا اور نشتر زن ہو اُنکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہمزور کے مانند اور اسکا بیان دوسرے ہو وہ کما سیاتی بقید بوصف السلامة وللہ اعلم یتقید ۱۲ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل بساط سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ہم یعنے جو کہ حاکم کے قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عمد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو وہ صورت مہر زے کے اُپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل ساجع کہ اُسمیں عدم شرط ہے وہ منہ ضربه لابنه تادیبا او لامر الوصی او بجده فمات فعل ساجع کے باپ کا مارنا اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو دمن کا قول ضربه لابنه او الوصی او للمعلم باذن الاب تعلیما فمات کهمان فضرب التادیب علیه کذا مبهما حضر بالتعلیم لا کذا واجب او بسبب اول سے یعنے جو فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کے واسطے پر صغیر مر گیا تو ضمان نہیں تو تادیب کے واسطے ماں سلامت

سے کے ساتھ شرط ہو اسواسطے کہ تادیب مباح ہو اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی کا شرط سلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے وہ محلہ
فی الضرب المعتاد وامّا غیر المعتاد فیجب الضمان فی الکل وعامۃ المشایخ علی ان الضرب المعتاد ما یکون علی وجہ التادیب
سب صورتوں میں اور بیان اسکا اشباہ میں ہم لیکن مگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہو یا اعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سوائے میں ضمان نہیں
تو اگر خنہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہو اور صغیر تلف ہو جائے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلاخلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی الملتقط
عن ابی اسعود وعن تلمیذ الکرخی وان قطع علی القتیل بالقاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید کذا استوفی فی غیر ھذہ لکن لا یقتص
للطیفۃ وقالا لا شئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے اسواسطے
کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنے اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ
وارث پر کچھ لازم نہیں قصاص فوت ہوا وضمان لھ بوارثہ وھو صغیر تادیبا ای التادیب علیہ ای علی الاب والوصی لان الواجب
یحصل بالزجر والتعزیر فقالا لا یضمن یجتھد واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مرجاوے اپنے
باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کے واسطے اُنمیں دونوں پر ہے یعنے باپ اور وصی پر اسواسطے کہ اوب سکھانا تو جبر کرنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے
کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کضربہ معلم صبیا کبیرا بغیر اذن
ابیہ وموکلہ لانہ ضرب فلا ضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں بغیر اور غلام کو بدون اذن اُسکے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر بصورت
عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ میں لف ونشر غیر مرتب ہے وان لضرب باذنھما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل ھذا
وجہ لکم مبایحتج بہ الی قولھما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہو تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ اپنے امام کا یہ قول
کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے جو کہ رہا ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرنا ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف عدم تعرّض اور کفایہ بیہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول
کی طرف رجوع کیا ہے لیکن ہمیں دلیل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں تو ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ
خلاف نہیں کذا فی الحلاوی القدسی وکذا لو ضمن زوج امرأۃ ضربہا تادیبا کان تادیبا للولی کذا فی الواقعات المصنف لشرح الجمع للعینی قلت وھو فی الاشباہ
وغیرھا کما قدمناہ اور اسیطرح ضمان ہوگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کے واسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اُسکی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہ
قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف کہتا ہوں اور یہی قول شاہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اُسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں وفی دیات المحیط الزوج
والوصی کالاب تفصیلا واجمالا فعلیھما الاثم والکفارۃ وقیل یجب الاثم لا قولھما وتمامہ اور محیط کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند
تفصیل اور اجمال میں خلاف امام اور صاحبین ہیں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی
طرف اور اسکا بیان مجتبیٰ میں ہے فروع مسائل ملتقہ شارح کے ضرب امرأۃ فان کانت تسلمت بولیھا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ
کسی نے ایک عورت کو مارا سوائے صدمہ سے اسکے بول اور مینگ کا یا سلک میں اور غائط کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو اور اُسمیں تباہی نہ ہو
اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو اُسمیں پوری دیت ہے وان اقتص لکما بالزنا فاقتصا فان مات وقد حدّ او لا فلھم وان مکرھۃ فعلیہ الحدّ وارثہا لا قصاص
لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سوائے اسکا سلک بول اور غائط کا پھٹ کر ایک ہو گیا اور عورت کی نماز
حرام کی ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد جاری ہووے اور مرد پر عقر نہیں ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور عقر نہیں ہے اور
قاضی کو اختیار ہے حاوی القدسی قطع الحجام لحاما من عنقہ وکان خیر حاذقا فمات فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی گردن سے گوشت

کہ بھی مانی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو اگر اسکی اندھی ہو گئی تو جمام پر اگر اسکی نصف دیت ہو گی الوشباہ وفی الفنیہ سئل نجم الدین عن صبی یقطع من وسطہ فانتفخ رأسہا فقال کثیر من الجراحین ان شقت رأسہا ماتت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرأہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن قال لا اذا کان الشق باذنہ وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارجا عن الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا لانہ توقد لہ علم تیقن الضمان الی آخر الشرط علی ان ما یلزم بالباطل عن ما یلزم بالفاسد انتہی اور فقیہ ابو اللیث سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا جو بہت پیٹ سے گر پڑی سوائے کاٹ دینے کے سو اسکا علاج نہیں تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اسکے کاٹ کر چیر دو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاویگی اور یہ سر کو چیر دینگا اور اسکو اچھا کر دینگا سو اسنے اسکو چیرا تو وہ مر گئی ایک سو دن یا دو دن کے بعد کیا یہ ضمان لازم ہو گا یا نہیں ہو گا نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں ہے کیونکہ چیرنا اون سے ہوا وہ چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنے بہت اور عادت سے خارج نہ تھا پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مر جائے تو میں ضامن ہوں یعنے سر سے اوپر اسکا خون بہا ہو تو ضمان دیت کا یا لازم ہو گا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہ ہو گا انتہے السوال والجواب من التتمہ یعنی کہ تمام ہوئی سو اسکے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ میں پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے پھر قول اسکے بہ کہ اسنے کلام مستانف کی شروع کی اھ

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالۃ الشہادۃ علی حالۃ الفعل یعنی شہادت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت بالولۃ والاقرار لا بطریق الخلافۃ غیر مبنیۃ علی ملک الموروث کما فی ہبۃ القولنج فقصد ورثۃ الغار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے سر سے بطریق خلافت کے بدون ثبوت ملک موت کے واسطے کہ قصاص کا شروع ہونا قتل میں اولیاء مقتول کے حاصل ہونے کے واسطے ہوا درست اسکا اہل نہیں ہے یعنے شقی قاتل پر اولیاء خون کا جسکا امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت انہوں کے واسطے ابتدا ہوتا ہے طریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں مذہبوں میں یہ ہے کہ وراثت ثبوت ملک موت کی مستدعی ہے پس موت سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اسکے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جو قاتل نے تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسی قاتل پر تعدی کرتا لیکن چونکہ مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول مالک ہوا ہو ملک کے اس سے وارثوں کی طرف بہ تقابل کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں سو اسکے کہ اصل کا قائم مقام ہو خلافت قصاص کے واسطے حقیقی غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنے مقابل وارث ہونے کے اور قولہ تعالیٰ فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ اور حق تعالیٰ کا یہ قول فقد جعلنا الولیہ سلطانا سو اسکے معنی یہ ہیں یعنے ورثہ کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے بطریق وراثت کے نہیں ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہے اسکے وارث کے واسطے سوا قتل یا قصاص کا تسلط ظہور دیا وہ قاتل بطریق لاحق کے وارث کا وانقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق وارث کے ہے جیسے باقی موروث میں سے تمام منقلب بہ مال ہو جاتے ہیں یعنے متروکہ طامین و دفع توہم خلاف ما افادۃ بقولہ فلا یصیر احدھم اولی احدا الا ورثۃ خصما عن الباقین فی استیفاء القصاص خلافا لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے کہ مصنف نے بیان کیا ہے یعنے بایں قول سے یعنے بموجب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہ ہوا تو ایک وارث نہیں ہو سکتا باقی وارثوں کی طرف سے بنیابت قصاص میں بخلاف صاحبین کے وکان اصل الکل ما یملک المورث بطریق الوراثۃ فاحدھم خصم عن الباقین قائم مقام الکل فی الخصومۃ تتمہ ما یملک المورث لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدھم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث خاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث خاصم نہیں ہو سکتا باقی وارثوں کی جانب سے اور نہ خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ قائم کئے تو سب وارثوں کی طرف ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کی اور گواہ قائم کرنے کی حاجت نہیں اور جس طرح اگر کسی شخص نے ایک

وارث کسی چیز کے ترکہ میں سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب باتوں پر ثابت ہو گیا ہر شخص یہ دعوی کرے کسی دعوی کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام احدھم بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یدل للقود کما یقبل احدھما حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار منھما بمنزلۃ خصم واحد یہ مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی یعنی جب قتل خطا اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے بالاتفاق غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کیا جاوے گا اسواسطے کہ وہ متہم ہو گیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہ ہو گا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور وہ حجت ہے نزدیک غیر غائب کے بمنزلہ قصاص نہیں خان حضر الغائب یعیدھا فانیا یقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی حاضر ہوا اور حجت کی دوسرے بھائی اور دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مدعا بطریق میراث کے ہوتا ہے بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء وللاربعۃ اخذ الدیۃ بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہوتی ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنے قتل خطا اور دین کا موجب مال ہوا اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہو گا فلو برھن القاتل علی عفو الغائب قبل حضورھم کافلہ یہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مدعا علیہ ثم ہو گا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ہم حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر دعوی کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مدعا علیہ اسپر سبب اسپر حکم ہو گیا تو غائب پر یہ حاکم ہو گیا پھر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اسکا حق ہو گا کذا فی البحر طاوی قلنا لو قتل عبدھا عمدا او خطا والحال ان السید بن احدھما غائب فھو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمدا یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہو تو حاکم بموجب تفصیل سابق کے ہم یعنے اگر مالک حاضر گواہ لاوے گا تو گواہی مقبول ہو گی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاوے گا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ثم ہو گا اور قصاص ساقط ہو جاوے گا ولو اخبر ولیا قد یعفو اخیھما اتی الثالث فھو لو اخبارھا عفو القصاص معا فلا بأس بہ فعلھما اور اگر قصاص کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اسکا خبر دینا عفو قصاص ہر انہیں دونوں کی طرف سے اُنکے گمان بعمل کرنے کی وجہ سے ہم اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں ہوتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں وھو ظاھر الروایۃ فالاول ان صدقھما اتی المخبر القاتل وکاخ الظاھر یہ ظاہر الروایۃ ہے فلا شئ لہ اتی الثالث بتصدیقہ لھما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں ہر ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ نہیں ملے گا اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائی یعنی ہم اسواسطے کہ دونوں کا حصہ ملا ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذبا ھا فلا شئ للمخبرین ولاخیھما ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہو والثالث ان صدقھما القاتل وحدہ فلکل منھم ثلثھا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنے دوسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقھما لاخر فقط فلہ ثلثا الدیۃ لاقرارہ بتلفھا لقاتل اباہ فوجب ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہر اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب سے یعنے جب قاتل نے تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہ ہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم صاحب نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہو کہ جب تیسرے بھائی نے مخبر بعفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر زیادہ معاف کر دینے کے سبب سے پھر نصف دیت کیوں اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہو کہ اسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نہ ہوا اسواسطے کہ متہم ثابت کا ہوا لکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وھو کلام یدل علی انہ صار متہما بالعفو لقاتل لیکن ثلث دیت مذکور مخبرون کی طرف پھیرا جاوے گا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقر ہو گیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ہے یہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان میں قصاص ساقط ہو گیا مخبرین کے جھٹلانے سے تو تیسرے بھائی کا حصہ قلب بحال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا نصف قلب بحال ہو گیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا قاتل مقر ہے کذا فی الشرح الوقایہ سلطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ شلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درہم ہیں پھر خالد نے کہا کہ وہ درہم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہو گا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مخبر بھائیوں کا ٹھہرے گا وان شهد انه ضربه بسوط خارج فلم يزل صاحب فراش حتى مات يقتص لان الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة ولا يحتاج الشاهد ان يقول انه مات من جراحته هذه اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاوے گا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہوا وہ اسکی مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہوا وہ اسکی حاجت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مر گیا اسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب کی طرف جب تخلل زمان کی وان اختلفت شاهدا قتل في زمانين وقد لكل ابنه او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لم اذكر قتله او شهد احدهما على معاينة القتل والآخر على اقراره فالقاتل يطلب لان القتل لا يتبعض اور اگر قتل کے دو شاہد مختلف کریں زمان قتل میں یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد عائنہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دو بار نہیں ہو سکتا مگر ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہو گی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مدگاروں پر نہیں ہوتی وهكذا تبطل الشهادة ولكل اولياء احدهما القصاص لكل واحد منهما لتيقن القاضي بكذب احد الفريقين لا الولاية اور اسیطرح شہادت باطل ہو گی اگر شہادت کی نصاب شہادت کی ہر واحد میں پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا یا بالیقین ثابت ہوا اور کسی قرین کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو كمل احد الفريقين دون الآخر قبل الكامل لعدم المعارض اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نسبت دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہو گی عدم معارض کے سبب یعنی اگر شلاً زمان قتل میں اختلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہو گی ولو شهد احدهما انه قتله بمائة والآخر بمائتين قبل الكامل لما قلنا ولو قال قتله بسيف ابيض والآخر بسيف اسود قبل الكامل لعدم المعارض ولو شهد احدهما انه قتله عمدا بحديدة والآخر بحجر كبير او بخشبة كبيرة قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو سو درہم سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ دو سو درہم سے قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله بالف وقال الآخر بالفين قبل الكامل لما قلنا ولو قال قتله يوم النحر بمكة وقال الآخر قتله يوم عرفة بالكوفة قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو دس روز سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ بیس روز سے قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر يوم الجمعة قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة بعد العصر قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز عصر کے بعد قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة قبل العصر لم يقبل لتكاذبهما اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز عصر سے پہلے قتل کیا تو کامل مقبول نہ ہو گا اسواسطے کہ ہر ایک شاہد دوسرے کو جھٹلاتا ہے ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة قبل العصر وبعد الزوال قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز عصر سے پہلے اور زوال کے بعد قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة قبل الزوال قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز زوال سے پہلے قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة قبل الزوال وبعد طلوع الفجر قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز طلوع فجر کے بعد اور زوال سے پہلے قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة قبل طلوع الفجر قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز طلوع فجر سے پہلے قتل کیا تو کامل مقبول ہو گا لما قلنا ولو قال قتله يوم الخميس وقال الآخر قتله يوم الجمعة قبل الزوال وبعد طلوع الفجر قبل الكامل لما قلنا اور اگر ایک شاہد نے کہا کہ اسنے اسکو جمعرات کے روز قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے روز زوال سے پہلے اور طلوع فجر کے بعد

القتل بلا تصدیق فیقتلهما باقرارهما یعنی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں قرون میں سے ایک
شخص کا بھی قتل کرنا جائز نہیں سوا اسکے کہ وارث کی تصدیق ہر شخص کے تنہا قتل کرنیکی اقرار ہو اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہیں کیا یعنی تو دونوں حقیقت دونوں کا مکذب ہو اور اس
حق قتل کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہے اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہر دو بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کریگا
اسکے اقرار کے سبب کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانه قتله وقامت البينة على اقراره قتله وقال الولي قتلهما كان له قتل ايهما شاء والقود
المشهود عليه كان فيه تكذيبا للبعض موجبه كما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر دوسرے شخص نے
اسکو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور شہود علیہ دونوں نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو اختیار ہے شہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمیں بعض موجب شہود علیہ
مکذب ہے چنانچہ گذر گیا مر موجب شہود بانفراد ہو یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہو کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا
قائل ہو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفریق ہے شاہدوں کی قوسین مثل شہادت ہیں ولو قال الولي لاحد المقرين صدقت انت فقتلته
وهذا كان له قتلهما قصاصا وقيمة على وجوب القتل عليه لهما اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک کو اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہے جو تو نے
اسکو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر نے کہ قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہے پھر اگر ولی نے اسمیں سے ایک
کما لو قال لاحد الشهود عليهما كان ذلك قتلا لهما تكذيبا شهود عليه وانما كذب الآخرين چنانچہ اگر ولی نے اسمیں سے ایک
شہود علیہ سے کہا تو وارث کو اس شہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اسنے شہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اسنے تو اوگواہوں کی تکذیب کی فی کذا
حكم الخطأ فى كل ما ذكرنا كذا فى الزيلعي اور اسمیں یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن عمدی قتل واجب
ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شهدا على رجل بقتل خطأ وحكم بالدية على العاقلة فجاء الشهود بقتله حيا ضمن العاقلة الولي يقضية
الدية بلا حبس او الشهود رجعوا اى الشهود عليه على الولي لتلفهم المضمون الذى فى يد الولي دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی
دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہوگیا پھر مسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا
تاوان لینگے اسواسطے کہ وارث نے حق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لینگے اور گواہ وارث سے بھلینگے اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اس مال مضمون کے جو وارث
کے ہاتھ میں ہے والشهادة على القتل العمد فى هذا الحكم كالخطأ فاذا جاء حيا يحلف الولي انه بين تضمين العاقلة الدية والشهود كالرجوع خلافا
لرجوع الشهود على الولي لانهما اوجبا له القود وهو ليس بمال وكانا يرجعان كالخطأ اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر جبکہ مقتول
مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے شہود علیہ کے وارث مختار ہیں اسمیں کہ مقتول مفروض کے ورثہ سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں
عمد و خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کرادیا تھا اور
وہ حالانکہ قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ اور وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا قصاص اسواسطے کہ
حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا ساقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شهدا على اقراره اى اقرار القاتل بالخطأ او العمد فرجعا حيا او شهدا على
شهادة غيرهما فى خطأ وقضى بالدية على العاقلة ثم جاء حيا لم يظهما اى لم يظهر كذبهما او شهدا فقط فهما اى ظهر الولي الدية فى الصور تين
للعاقلة اذ ظهر انه اخرها منه وغيبة حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں کے اوپر ظاہر ہوا
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحاوی پھر
وہ شخص زندہ آیا گواہوں پر تاوان لینگے اسواسطے کہ گواہی میں انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کو وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگار کو رجوع

ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اسکے وارث نے مددگاروں سے ماخوذ لیا ما اعتبر بحکمۃ الرمی فی حق الحل والظمان لا الاصول اور حلال ہونا اور ضمان کی لازم ہونے میں تیراندازی کی حالت معتبر ہوتی ہے تیر لگنے کی حالت ہم اسواسطے کہ درد ہم ضمان اصل کے سبب سے ہتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی اصل کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہر گیا تیراندازی کی حالت سے فقط کذا فی الاطعانی وحینئذ فنجب الدیۃ فی مالہ سقط القود لشبہۃ بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لا شئ علیہ اور جبکہ تیراندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو واجب ہوگی تیر انداز کے مال میں دیت قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہ کے اس شخص کے مرتد ہوجانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبینؒ نے کہا کہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیراندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امامؒ کے نزدیک زید پر دیت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس حال میں جبکہ عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا لہٰذا تجب دیۃ الرمی الیہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اسکے مسلمان ہونے کے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے واجب ہم یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی دیت واجب نہیں اسواسطے کہ تیراندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اس حالت میں اسکا خون مباح تھا نہ معصوم وتجب القیمۃ بعقرہ بعد الرمی قبل الاصابۃ وقیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہوجانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کہ یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا وجب الجزاء علی المحرم فی صید محل وصل علی حال رماہ فاحرم فوصل اور بلا واجب ہے اس محرم پر جسنے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اسنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اس غیر محرم پر بلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اسنے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا کما یضمن من رمی مضمضا علیہ بترجیح فرجح شاہد الوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہوگا پھر اسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اسکا تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ جاگر گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو ٹالدیتا ہے کذا فی الطحطاوی وکما رماہ مسلم فتحتم فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مرتد ہوگیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا کما رماہ مجوسی فاسلم وصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی جان مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہوگیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کرچکا ہے کہ تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی نفس مسئلہ میں تکثیر بطور پہلے کے اما جان لو مات محجنہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالواجب ثلث نصف قطع الحشفۃ باذن ابیہ کون جنایت کرے اگر جنایت کردہ مرجائے تو اسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب دے کہ وہ خنثہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کی سپاری قطع کردالی اسکے باپ کی اجازت سے یعنی پانچ خنثہ کرنے کی اجازت دی سو اسنے خطاء سپاری قطع کردالی یعنی ایک چنبار کو اور ہر چنبار میں پانسو دینار ہیں تو واجب ہے نصف الدیۃ وینقطع رأسہ نصف عضو فاقل جنین خرج رأسہ فقطعہ فعلیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہوا اور اسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ پیٹ کا وہ بچہ بکا فقط سر نکلا سو اسکو قطع کیا تو اسمیں غرہ ہے یعنی پانسو دینار دیت سے مراد دیت مفلس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اسوقت ہے جبکہ قطع کے بعد مردہ نکلے زندہ کذا فی الطحطاوی ای ثم یجب بالاکثر دیۃ وثلثہ اجمالیہا فقل دیۃ انسان کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ اسکا بیان کتاب الدیات میں مفصل ہوگا واللہ اعلم وستغفر اللہ العظیم اسلیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی وجب بدلا لنفس او لعضو او لمعنی فی النفس او فی العضو کذا فی الکافی شرعی دیت یعنی خون بہا اصطلاح شرع میں اس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہو اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقۃ عرفی ہے پھر تملک کے نزدیک دیت مفت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے ذرن تعلیل میں یعنی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت اسواسطے ہے کہ واجب فیما دون النفس اصل مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور گاہے نفس کو بھی کہتے ہیں لیکن استعمال اکثر یہی ہے جو مذکور ہوا بیان کی دیۃ شبہ العمد والخطاء مربعات مخمسات ثلاثین بنت لبون وحقۃ وحقۃ واربعین خلفۃ فی بطونہا اولادہا اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دوسالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وھی الدیۃ المغلظۃ اغلظ اور بڑی دیت مغلظہ کہتے ہیں سوا سے ایک کم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ اخماسا متہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے قسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دوسالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے الف دینار من الذہب او عشرۃ الاف درھم من الورق یا دیت کی قتل خطا کی ہزار دینار ہیں من سونے کی یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے حکم قاتل کو اختیار ہے جو خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعی رح نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقالا منہا من السہم ثمانمائۃ بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ وصار کل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار ورداء والحلۃ عندہما اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی شتر بارکردہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار بھیڑ بکریاں اور اور خت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہبند اور چادر یمنی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سروال ہے یعنی کرتا اور پاجامہ برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے وکفارتہما ای الخطاء وشبہ العمد عتق رقبۃ مؤمنۃ فان عجز عنہ صام شہرین عجز عنہ اطعام ستین اذا لم یرد بہ النصرۃ والمقاربۃ ولو قتلہ خطأ او شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مسکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی میں وارد نہیں ہوا اور بقدر ان مذکور وتوقیفی میں یعنی نص شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے نہیں قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہیں وکفارۃ اعتاق ولد الولد کاعتاق الولد لانہ مسلم ابعدا الابعدین اور صحیح ہمارا کہنا ہے جس غلام شیر خوار کا جسکا باپ یا مان مسلمان ہے اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا مان کا ساتھ دیکر نہ یہ کہ شکمی یعنی پیٹ کی ماں کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں وفیہ نصف قیمۃ القن وفی الیدین او الرجلین او احداہما او الشفرین او الانفین او الاذنین او القرنین او الحلمۃ او الصلب او الصلع او الذکر او الانثیین او الاشفار او

یعنی دیت کی ولا کالانف وما مر نواریہ وقیل فی ارنبۃ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم حصوں میں اور ناک کی لو کٹ جانے کی
میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سر مثنی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع
کرڈالنے میں پوری دیت واجب ہے قطع زبان اور قطع مثنی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا اس پر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان
کے اعضا میں سے کل یا معظم فرد ہو تو اس میں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو
چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ربع کے قطع میں ربع دیت ہے اور اگر زیادہ عضو ہیں پانچ انگلیاں تو ہر ایک کے قطع میں پوری دیت ہے اور
ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا فی العضو الواحد والشفۃ والذکر والسمع والبصر واللسان ان منع النطق او ادات فی لسان الاخرس
حکومۃ عدل فیھما وھذا ساقط من نسخ الشرح فلیستدرکہ اور اگر عقل و سمع و بصر کو بھی قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع
زبان بولنے کا مانع ہو کیا ہو شارح نے کہا صحیح ہے بشرطیکہ قطع زبان کی شرط سے شمار کرے یا گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی البحر اور
یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہوا ہے تو اگر کاہ در چشم جو گاہ در چشم تو یہ کلیہ نہیں ہے بلکہ بعض مقامات میں بعض اعضا میں وجہ کمال فوت ہو جاتے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے مثلاً آنکھ اور جمال میں اس کی وجہ سے کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں ہے پانچ گونگے کی قطع زبان میں پوری
دیت واجب نہیں اسلیے کہ منفعت نطق و جمال بھی وجہ کمال فوت نہیں ہوا اور مجرد قطع حشفہ اور آلہ تناسل میں اور سیل ہاتھ اور نگارے پانوں کے قطع
میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں قصاص واجب ہے جیسا کہ پہلے خطاب میں بلکہ ان میں حکومت عدل ہے ان کی شبیہ کے صفحہ بین و بیاض کہ ایک مرد نے دوسرے
مرد کے سر میں پتھر مارا زائل منفعت نطق ہو گئی لیکن جمال باقی ہے تو اس کا موضح اور زبان اور آلہ تناسل جانا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قدرت نہیں کر سکتا تھا تو عمر مثنی الحدیثہ نے چار
دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع احد اکثر الحروف ولا فیت الدیۃ علی عدد حروف المجاء الثمانیۃ والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر
تصحیحان وما اصاب الثمانیۃ یکزمہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ وغیرھا یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے کہ اکثر حروف کے
ادا کرنے کا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور منفعت ادا ہوتے ہوں تو دیت کی مقدار ہوگی بحسب حروف کے شمار یا قطع زبان کے سولہ حروف پر دیت تقسیم
ہوگی اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو بحسب قدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہنچے گی اسقدر جنایت کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ غیرہ
میں مذکور ہے ہم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے کیونکہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہو تو
ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدمے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حروف اس سے نکلا بقدر
اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ معدلہ السراور زبان کے تمام سولہ حرف یہ ہیں ث ش ذ ض ر ز س ش ص ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی وبخیۃ
خلقت فلو نبتت اور مونث داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال جمے پوری دیت ہے ہم اسواسطے کہ زمانہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی
مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق زائل ہوا ہو یوجل سنۃ وان مات فیھا برئے اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہے پس اگر وہ شخص سال بھر
میں مر گیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے فی نصفھا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب وبخیۃ عبد فی الصحیح اور داڑھی
مونڈنے میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں کذا فی البخیۃ تو یہ
علوق قبضہ شعرات ممدودۃ ولو علی بخیۃ ایضا ولو کثہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا ففی کل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اگر کسی کی
مونڈنے میں جیسی کی نھٹی گئی کہ چند بال ہیں اور اگر اسکے رخسارہ میں پر بھی بال ہوں لیکن متصل نہیں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت
واجب ہے وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی حلقہ عمدا اور سر کے بالوں کا بھی حکم یہی ہے کہ

سر کے بال پر وہ زبردستی سے کوئی سونڈ ڈالے اور سال کے اندر وہ بھیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم وہی ہے جو ہمارے امام شافعی کے نزدیک اسمیں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولو مات قبل تمام السنۃ ولو نتف علیہ لتعرض صدرہ وساعدہ وساقہ اور معلوم کرو کہ بالوں میں مطلقاً قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمداً ہوا اور اگر وہ شخص مرگیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ بھیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سوائے تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں والعینین والشفتین والحاجبین والمارنین والاذنین والالیتین والحشفتین وثدی المرأۃ لو حلمتہا او الثیبین اذا استأصلہما او الاحلیلین او الحلمۃ تعدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں بھوؤں اور دونوں نتھنوں اور دونوں کانوں اور دونوں فرجوں اور دونوں چھاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوتڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمیں حکومت عدل واجب ہے وکذا ثدیا المرأۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل اسیطرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے ہم قطع شرمگاہ وعورت میں اتصال شرط ہے کہ ہڈی تک پہونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ھذہ الاشیاء الثلاثۃ وھو بقیۃ نصف الدیۃ اور ان دو بھری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک نتھنا یا ایک بھوں یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے میں نصف دیت ہے وفی اشفار العین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وتفتح الجفن او الھدب الدیۃ اذا قلعھا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں کے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے کھینچ لیں اور جہاں سے بال اگتے ہیں وہاں سے کھینچ لیں شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفر کی بضم شین اور فتح بھی اسکا جائز ہے شفر عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے ہم اطلاق شفر کا پلک پر بتحقیق ہوا اور پلک کے بالوں پر بھی ہوا اور دونوں میں سے جو اراد لیجیے مطلب صحیح ہوا سوا سطے کہ پلکوں اور آنکھ کے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی احد ھا ربعھا اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے ہم نے کہدیا ہے کہ ایک پلک میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں دلو قطع جفون اشفارھا فدیۃ واحدۃ لانھا اثنتی واحد اور اگر قطع ہوں پلک آنکھ کے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسوا سطے کہ پلک اور آنکھ کے بال ایک چیز کے حکم میں ہم شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارھا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا اشعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد انہ فی کل اٰیۃ کاملۃ جفنا او شفرا اور جس پلک میں جسپر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن بمعتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان میں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اسمیں حکومت عدل تھی مجھکو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفاء ہے وفی کل اصبع من اصابع الیدین او الرجلین عشرھا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ ہم ابو داؤد اور نسائی میں ابو موسی اشعری رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی العینی وفیھا مفاصل ففی احدھا ثلث دیتہ ففی الاصبع دیتہ ففی نصفھا ای نصف دیۃ الاصبع وفیھا مفصلان کما یأتی اور ہر انگلی میں مفاصل ہیں جو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو مفصل ہیں جیسا کہ انگوٹھے میں وفی کل سن من المرأۃ نصف دیۃ الرجل جو ھدہ خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائۃ درھم اور عورت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درہم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے سب دانت مراد ہیں سوا سطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ او حرا و نصف عشر قیمتہ لو عبدا دیت کے مذکور ہونے سے اس حدیث کی دلیل ہے کہ جو دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر کوئی دانت کسی کا توڑ دے تو اسکی دیت کے دسویں حصہ کا

نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہو تو اسکی قیمت کا بیسواں حصہ ہو جبکہ خطا سے ہو اور اگر عمد ہو تو اسمیں تین حصے ہیں اور دیت میں سب دانت برابر ہیں بدلیل اُس حدیث مرفوع کے جو بزار میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی العینی فإن قلت ترید حدیث دیة الأسنان کلها علی دیة النفس ثلثة أخماسها قلت نعم ولا أثر فیه لأنه ثابت بالنص علی خلاف القیاس کما فی الغایة وغیرها وفی العنایة ولیس فی البدن ما یجب بتفویته الکل من قدر الدیة سوی الأسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتوں کی دیت زیادہ ہوتی ہے جہاں کی دیت سے تین پنجم حصے دیت کے میں کہتا ہوں کہ یہاں زیادہ ہوتی ہے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ ثابت ہے نص حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا میں مذکور ہے اور عنایہ میں ہے اور بدن میں وہ عضو نہیں ہے جسکے فوت کرانے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوائے دانتوں کے ہر آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں ۲۰ اضراس یعنی ڈاڑھیں اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار رضاعک یعنی جو دانت کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد توجد نواجذ أربعة فتکون اسنانه ستا وثلثین ذکره القهستانی قلت وحینئذ فلکل سن دیة وخمس دیة وغیره إما دیة ونصف وثلثة اخماس اور اربعہ نواجذ یعنی اوگاڑھ ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی دندان فرد جنکو بعض اہل ہند عقل ڈاڑھ کہتے ہیں تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہیں بنوکر کیا ہے قہستانی نے میں کہتا ہوں اور اسوقت میں کھوسے دانتوں میں ایک دیت واجب ہو اور دو خمس دیت کے اور کھوسے کے سوا ایک دیت اور نصف دیت ہو یا تین خمس دیت کے واجب ہیں ہم مغرب میں ہر کوچ یعنی کھوسا معرب ہے جسکے دونوں پر بال ہوں نہ خسارون پر اور ضمیمی نے کہا کوچ وہ ہے جسکے دانت کم ہوں اور میں منقول ہے امام ابو حنیفہؒ سے قہستانی میں ہے کہ کوچ کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں اور یہی مناسب ہے اُسکی تو کھوسے کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا کما ہو فی قہستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت اُکھاڑ دیا دین خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اُکھاڑ دیا دین تو دیت اور نصف دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۲۸ دانت اُکھاڑ دیا دین تو دیت اور دو خمس واجب ہیں یعنی اُٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المرأة علی النصف فتبصر اور جبکہ یہ جان چکا کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہو کہ یجب فی کاملة فی کل عضو ذهب نفعه بطرب ضارب کیدٍ شلت وعینٍ ذهب ضوءها وصلب انقطع ماؤه اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اُس عضو میں کہ منفعت جاتی رہی کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ مضرب ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک و بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اوپر ضرب کے صدمہ سے یا ٹھیک کسی منقطع ہو گئی وکذا لو سلس بوله أو أحد ثقبی ذکره أو ثدیها فلا شیء علیه ولو بقی أثر الضربة محکومة عدلیٍ اور اسیطرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب بند ہو گیا یا ایسا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوئی زخم ایسا ہو گیا تو جانی نہیں ہو گا جبکہ زخم بھر جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اسمیں حکومت عدل ہے ویجب حکومة عدلٍ بأتلاف عضو ذهب نفعه لو یکون فیه جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے اُس عضو کے تلف کرانے میں جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اُس عضو میں جمال اور خوشنمائی نہ ہو چنانچہ ہاتھ یعنی نہ اُسمیں منفعت ہے نہ خوشنمائی تو اسکے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور اوتاره کاملا ان کان فیه جمال کالأذن الشاخصة أو الطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ کو بھی مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے میں ہم طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص یعنی طرش نہ کہا زہری نے کہا ہے باللہ التوفیق رشید شارح نے یوں کہا ہوگا وہو الأطرش یعنی درحالیکہ وہ بچے کان والا ہو اور ہم سماعت نہیں یکہتا اطرش بروزن أحمر یعنی کان سے نہ سننے والا غالب ہر جو نہیں کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور راء جاتا رہا کیونکہ ہیں لگیا ہوا لا اطرش کا حاصل مطرم نہیں ہے تاکہ یوں کہا جائے کہ طرش یعنی گرانی گوش شخوص یعنی ارتفاع

کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وسیجیٔ ما لو انصفہ فی آخر ھذا الفصل اور فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آوے گا اگر عفو کو چپکا یا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل شجاج کے مسائل میں ہے شجاج جمع ہے شجہ کی مختص بالشجۃ بما یکون بالوجہ والرأس لغۃ اور شجہ مختص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے قرن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور وہ اڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ حنفیوں نے کہا حکم خاص شجہ پر ترتب ہوا ہر جراحت یعنی مطلق جراحت الحق بشجہ نہیں اسواسطے کہ وجہ اور اس کے مشترک ہوتے ہیں تو انکے حکم میں تمایز ہے وہ بمعنائی ہے وما یکون بغیرھما کجراحۃ ای لشتی جراحۃ وفیھا حکومۃ عدل یجتبیہ اہل مسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ جسے جراحت ہے اور سر میں دیت میں حکومت عدل ہے کذا فی المحیط الحکیم وھی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمھملات وھی التی تخرش الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے کہ چمڑا چھلے اور خون نہ نکلے والدامعۃ وھی التی تظھر الدم کالدمع وکالتسبل اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وہ زخم ہے جس سے آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہا دے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والمتلاحمۃ التی تاخذ اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تقص الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظھرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جس میں کھال و گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلے والھاشمۃ التی تھشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقل بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وھی الجلدۃ التی فیھا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہنچ جاے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بیچ اور بعدھا الدامغۃ بغین معجمۃ وھی التی تخرج الدماغ ولو یذکرھا لعلم للموت بعدھا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلیہ ارش القتل استقراء بحسب الامکان یرید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے یعنی معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو پہونچے کو کاٹ دے اور دامغہ کو محمد نے ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد تو موت ہے بااعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری جراحت تو تشخص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی المرفیحۃ نصف عشر الدیۃ ای نوغیر اصلم ولا ففیھا حکومۃ عدل لان جلدۃ الفرنیۃ من غیرہ قھستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درہم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہ ہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہ میں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع سے کنارہ آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الھاشمۃ عشرھا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا پندرھواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ وللجائفۃ ثلثھا اور جراحت آمہ و جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر میں انشاء اللہ بیان کریں گے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر یا پیٹ میں ہوا و قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا مگر تعلق کے اوپر تہائی سطح دماغ میں ہو کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہوا اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پانوؤں اور ران اور منھ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی المحیط وفی نقد الحائفۃ فشلثاھا کلاثھا اذا

نفذت صارت جائفتین فی کل واحدۃ منھما فجائفۃ واحدۃ نافذۃ ہوگیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائی ان واجب ہے اسواسطے کہ جب جائفہ ایرپار ہوگیا تو وہ جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اور حارصہ دامیہ باضعہ متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوئی ہم مصنف عبدالرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اسروں موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وھی ای حکومۃ العدل ان ینظر لو فقد ارھذہ الشجۃ من الموضحۃ کم یجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور خیال کیا جائے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسویں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً اقل عابت ہوا وہ شجاج سے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا چند گی مقدار کی تو تصحیح یہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ وہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہو موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اسمیں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی قیل قولہ الطحاوی یقوم الشجوج عبداً بلا ھذا الاثر ثم معہ فقد رالتفاوت بین القیمتین والقدر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص نحو عشرہ فیجب عشر الدیۃ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام تصور کریں بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جائے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں مسبقدر کذا دین اسکی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جائے اور اسیطرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ھو ای ھذا التفاوت ھو ای حکومۃ العدل علی ھذا یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیہ وغیرھا وجزم بہ فی الھدایہ وغیرھا وھو المختار للفتوی اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور صحیح میں اسی قول پر یقین کیا ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ بلخ کا اور اہل علم کا ابن منذر کے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اعتماد سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہہ وراس فیتبین بہ ولو فی غیرھما او نقص علی المقنع یعنی یقول الطحاوی مطلقاً لانہ ایسر انتھی ونحوہ فی الجوھرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسیصورت میں مستقیم ہے کہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہوا یا مقنعی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دی مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقبل تفسیر الحکومۃ ھو ما یجب الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرء اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑی بخلاف خوراک اور اجرت طبیب اور دوا کے کذا فی الصحیح کہ صحیح ہو جانے تک طحاوی نے کہا کہ قول مفتی کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے کذا فی الفصاص فی جمیع الشجاج الا الموضحۃ عمداً اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمداً میں شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ منقلہ اور مذکورین بالالقاب قصاص نہیں ہے اور ما دون موضحہ یعنی حارصہ دامیہ باضعہ متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما کان فیہ قود فیہ یشتری الدم والخطأ فیہ اور جس شجاج میں قصاص نہیں اسمیں عمد اور خطاء دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحطاوی عن المحیط لکن ظاہر الذہب فی جوف النصاص فیما قبل الموضحۃ ایضاً اذکر محمداً فی الاصل وھو الاظہر وبہ یعتبر وابہ اکمل وغیرھا لامکان المساواۃ بان یبدء غورھا مسبارا ثم تعتد حدیدۃ بقدرہ فیقطع، لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہو ان فیہ بھی جو دونہ موضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ و دامعہ و باضعہ و متلاحمہ و سمحاق میں یہ کہ گیا ہے محمد بن حسن نے اصل میں یعنی مبسوط میں اور یہی قول مبنی ہے وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہونا کذا فی الدر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ احتیاج مذکورہ میں برابری کرنا ممکن ہے اور ظاہر مذہب کہ زخموں کا عمق اور گہرائی امتحان کیا جائے آلہ استحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آسنی چیز بجائے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جائے ہم کافی ہیں پر کہ یہی قول صحیح ہے دلیل ظاہر قرآن الجرح قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہونا کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا یقاد اجماعاً کما لا یقاد فیما بعدھا کالھاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وغیرہ الجوھرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنیٰ کیا ہے تو اسمیں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ و منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو قول فی الجنبذی کالا تود فی جلد رأسہ وبدن وکسر خد وقطع ظفر پھر زاہدی نے مقتبی میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ہم شایکہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہو یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہو ہمارے کلام کبیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات بدن اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں انمیں حکومت عدل ہو جبکہ کھلا ہوا سے یا ٹوٹ جائے بشرطیکہ ارتفاع اگر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں ماتوشیخین کے نزدیک اسمیں کچھ نہیں اور محمد کے نزدیک ماخوذ ہے حکومت عدل کذا فی الطحطاوی وکلا ہما فی الظہیریۃ وذکر دجاعۃ اور قصاص ہو طمانچہ مارنے آدمی کے اور ضرب دینے میں عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں وفی السراج جلد الوجہ کجلد الظہر وزمر دی کھال اکھاڑنے میں پوری دیت ہو وفی کل اصابع الیدین او الرجلین الدیۃ ولو مع الکف ثلث الدیۃ تم الاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کے قطع میں نصف دیت ہو اگرچہ انگوٹھوں کے ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہو نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درہم ہو ومع نصف ساعد دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف ساعد لذی المثال اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہو ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہو نصف ساعد کے سبب سے اور وہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر انگلیوں کی آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہو اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہو وفی قطع کف وفیھا اصبع اصبعان عشرھا او خمسھا ثلث وثلث مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع میں جسمیں ایک انگلی او دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہو خلاف کے کہا یا ف العشر مرتب ہو یعنی ایک انگلی میں دسواں حصہ ہو اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ وہی مذہب ہے امام شافعی کے لکف عندنا وعند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع کذا فی الکافی لانہ یسمی کفا بالاجماع ولہذا لا یجب حکومۃ العدل اور کچھ واجب نہیں قطع کف میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اسوسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہو یعنی جسطرح کف میں کچھ واجب نہیں جبکہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسیطرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بلا کچھ نہیں ہوا اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہو اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہو کذا فی الطحطاوی وفی جواھر الفتاوی ضرب یدہ رجل وبری الا انہ انصل یدہ الی فقاہ فبقدر النقصان یؤخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وھکذا فی واقعات المصنف اور جواہر الفتاوی میں ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ پنگا ہو گیا مگر یہ کہ آسکا ہاتھ گرنے کے نیچے نہیں پہنچا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور سیطرح ثلث اور ربع نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت کہا ہم دو نہیں کہا ہم دو قطع مفصلا من الاصبع فثلث الدیۃ او قطع الاصابع فثلث کل

ف یہ قول ظاہر مذہب کے مخالف ہے

الکف لزم دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فانہ ضمنہ وان خالف الدرکذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وسیجی متنا اور اگر ہتھیلی کی ایک پور سے متصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو تعطیل خشک ہوگئی تو فقط دیت قطع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھے لگے اگرچہ یہ قول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں آویگا ص ۱۰ ۱۲ میں شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو مثل ہو کہا اسکی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور درر کا کف ہے تو کف کی دیت ہے اور فرق یہ ہے کہ جب تمام انگلی بکٹا ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر اکثر انفع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور شجاج اور جراح کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وقال الشبلی الزائد ہو عین الصحیح فکذا ولسانہ ان تولد منہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی انگلی اور زائد شاسل اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت و سلامتی اسکی معلوم نہ ہو کہ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں بولنے سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں بدوں دیت واجب ہوا و کھکھ وغیرہ سے منافع مقصودہ میں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علم الصحۃ قلبا فیخطاء او عمد اذا ثبت ببینۃ او باقرارہ ان کان او قال لا اعرف حقہ فحکومۃ العدل جو ہو پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جیسا گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہوا کہ میں اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی المحیط ہر وہ جس موضحہ اذھبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا شلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اسکی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ص ۱۰ ۱۲ عمل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ انتفاع بدن بدون عقل کے متصور نہیں ہوگا کو یا وہ مردہ ہو گیا کذا فی البحر وان ذھب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ لکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہوگی اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں بخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہے جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص اعضاء علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئی تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ذکرہ قاضیخان وذھبت عینا بل الدیۃ فیھما خلافا لھما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت ہے کالقطع ویسیع مسئلۃ جارحۃ خلافا لھما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف مانحن فیہ یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضع قطعۃ مفصلۃ الا علی افضل ما بقی من الاصابع علی حدۃ المفصل والکلام فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کا آگیا ہو باقی انگلیاں خشک ہو گئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا الا فردہ بکمہ نصف سن اسود او احمر یا فیہا بعد کسر ہا کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فسلو قیما یری حکومۃ عدل ایضا والمحکومۃ عدل نہ یلغی قول الدرر والا فلا شئ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جیسا کہ منفعت فوت ہو جاوے اور اگر جیسا تھا فوت نہ ہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو ہنسنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تنبیہ کہنے میں کہ اگر جیسا تھا فوت نہیں ہوا تو تمہیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور تعلیل ہے ہم محل یہ ہے کہ تمہیں نفی مطلق نہ کرو یہ حالانکہ ایسا نہیں ہے

بلکہ باوجود عدم فوت منفعۃ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بدنمائی کے سبب اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح بہ الزیلعی تنبیہ الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محل یستباح بہ حقیقۃ فان زال احد ھما لا بمنع تود الاجر وھی وقعت علی محل لا تؤلف شیئین فان زال احد ھما منع السقود بھو رایت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان جو فی العقبقہ جداگانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور بیک جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کردے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ہم رملیہ میں ہے کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل احد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد منہ بعد مضی حول ثم ثبتت بعد ذلک لتبین انہ الخطا حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے بعد پھر بعد اسکے اسکا دانت جم کر نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے اسکے لئے قصاص میں اسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہہ کے سبب یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت نہیں سے پہلے وفی الملتقط ویستانی ان اقتصاص العین والموضحۃ تحکم اذا ذھب ضوء ھا سیدنا فتح اللہ لکن نے الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرتجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ لیترا الا السنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسطرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں گر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ مل گیا لیکن علامہ عینی نے کہا جس جوان کے دانت جمنے کی توقع نہیں ہے تو اجیل اور انتظار نہیں ہے یہی فتوی ہے اور گاہے توفیق ہیں الفولین کی کافی اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اسکے جمنے کے واسطے ہو جانے کے واسطے ہر نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر اور الوفق صحیح وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال پر خلاف کا کلام محمول ہے اور قول تاجیل کا قائل ہوتو وہ اور اصح تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن بغیر لفظ صحیح اسکے مفید کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایک سال انتظار کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح یہ ہے کہ انتہی اور مدت ثابت کی تعلیل سے مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایک سال کی مدت ہے کذا فی الطحطاوی وکلھا فردت ای ردت ھا صاحبھا الی مکانھا وثبت علیھا اللحم بعد مرور العود کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت کھاڑا اسوہ دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھدیا اور اسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ کریں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتھا الاولی فلا شیء فی المنفعۃ والجمال الا شیء علیہ کما کانت وثبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت ٹیڑھے جمے تھے کذا الاذن اذا الصقھا فالتحمت یجب الارش کما لا تعود الی ما کانت علیہ درایہ اور اسطرح کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چسکا دیا یعنی ٹانکے دیکر سو گوشت سے جگہ دیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عنہ کسن الصغیر خلافا لھما اگر یہ کہ دانت کھاڑ کر گیا پھر دوبارہ دوسرا دانت جم گیا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے مزید یہ کہ اسکے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت سے دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فعلیہ حکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی فظم نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو ٹوٹا جسطرح پہلے تھا جسطرح اگر قطع کے بعد ناخن جما تو اسمیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں ایکی دیت مبین نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والنخعی اوالنخعی اصل ذلک بضرب ولو بقی لہ اثر وفانہ لا شیء فیہ یا سر کا زخم بھر گیا تو

ہوگیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑی وغیرہ کے ضرب سے چنگا ہوگیا اور اسکا نشان باقی نرہا تو اسمیں کچھ دیت نہیں ص اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور زوال نفع ہی سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک غیر فاحش میں اور دشنام مولم میں کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ الرحمۃ وھی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ لے الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنے حکومت عدل ہے اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لائق ہوا ہی صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی وقرر قول ابی یوسف ارش لہ لم یاجر الطبیب ولدواء فعلیہ الخلاف بینھما قال المصنف وغیرہ قلت قد قدمنا نحوہ عن المجتبی اذا کسر ھنا عتہ دولتین فبنتہ اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنے جو نہائے درد کی تفسیر اجرت طبیب ادویات ہیں موجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول میں مخالف باقی نرہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں مجتبے سے صاحب مجتبے نے اس مسئلہ کی شرح میں ابو یوسف سے دو روائیتیں مذکور کی ہیں سو جز ار بیسوم دو روائتوں سے ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے تفاوت نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق العتبہ ہوسکتی کذا فی الطحطاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہیں لیا جاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہوجانے کے بعد بخلاف شافعی کے ھم مسند احمد اور دار قطنی میں حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات میں انجام اسکا معتبر ہی شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو قتل ہونا بدون صحت کے نہیں معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطا بخلاف السکران والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بیہوش کا عمد خطا ہی برخلاف مست اور غش والے کے کہ انکا عمد خطا نہیں فتجب عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ در اور صغیر یا مجنون کے عمد میں انکے مددگاروں پر دیت ہی اگر دیت کے بیسویں حصہ تک پہنچی یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسویں حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجمی کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ھم ادا اسواسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور جہاں میراث عقوبت ہی اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو جرح بعد الحول فمات وقال کان تمادی علقہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص میں قتل کیا جاویگا الا بعضوں نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا ولی ابیان ہماری ملتقی کی شرح میں ہی صبی ضرب فسی صبی ضربا فانزعھا ینتظر بلوغ الصبی المجروح وان بلغ ولم یندمل فعلی عاقلۃ الدیۃ ولو من العجم فقی مالہ در وسنحققہ فی المعاقل اگر صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑ لیا تو انتظار کریگا صغیر مجروح کے بالغ ہونیتک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اسکے مددگاروں پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجمی کا رہنے والا ہی تو خود اسکے مال میں دیت ہی اور ہم عجمیوں کی دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل میں بعقلۃ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملھا العاقلۃ لانطلاق العاقلۃ علی العمد کما تقدم فی الصلح منزلۃ للتتار خانیۃ حکومت عدل کو عاقلہ یعنے جانے کے مددگار متحمل نہیں ہوتے بنا برقول صحیح کے ہر طرح لینے خواہ حکومت عدل موضح کی ہو یا کم ہو یا زیادہ یا ایسا ہی جیسا کہ تنویر البصائر میں ہی منیۃ المفتی فی الزاخانیہ

فصل فی الجنین

یہ فصل ہی بچہ شکمی کے مسائل میں جنین اس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ضرب بطن ام ۃ حتی حامل خرج اکثر اھ وابعضہ وسمع حکمھا قلت بل للشرط حرمۃ الجنین وانما کانت علقۃ من سعید ھلوا من الجزر وھبۃ الغزۃ علی العاقلۃ لا

عن الزيلعي فالمعتمد كما قدمناه ولو كان حملها من زنا كما في الخانية (ولو ضرب بطن حرة فألقت جنينا ميتا غرة) عبد أو أمة (قيمتها عشر الدية) أو عشر قيمة الأب لو كان رقيقا (فإن ألقت جنينين ميتين ففيهما غرتان) وإن ألقت ثلاثة ففيها ثلاث غرر وهكذا (فإن ألقت ميتا ثم ميتا ثم ميتا ففي كل غرة) لأن كل واحد منهم انفصل عن ضرب فيه موت (وإن ألقت ميتا ثم حيا ثم ميتا ففي الأول غرة وفي الثاني والثالث نصف دية الرجل) لأن الثاني حي بيقين فيجب فيه الدية كاملة والثالث مشكوك فيه فلا يجب فيه إلا نصف الدية (وإن ألقت ميتا ثم حيا ثم حيا ففي الأول غرة وفي الثاني والثالث دية الرجل) لأن الثاني حي بيقين فيجب فيه الدية كاملة والثالث مشكوك فيه فلا يجب فيه إلا نصف الدية (وإن ألقت ميتا ثم حيا ثم ميتا ففي الأول غرة وفي الثالث نصف دية الرجل) لأن الثاني حي بيقين فيجب فيه الدية كاملة والثالث مشكوك فيه فلا يجب فيه إلا نصف الدية (وإن ألقت ميتا ثم ميتا ثم حيا ففي كل غرة) لأن الثالث حي بيقين فيجب فيه الدية كاملة والثاني مشكوك فيه فلا يجب فيه إلا نصف الدية (وإن ألقت ميتا ثم حيا ثم ميتا ثم حيا ففي كل غرة) لأن الثالث حي بيقين فيجب فيه الدية كاملة والثاني مشكوك فيه فلا يجب فيه إلا نصف الدية (وإن ألقت ميتا ثم حيا ثم ميتا ثم ميتا ففي كل غرة) لأن الثالث حي بيقين فيجب فيه الدية كاملة والثاني مشكوك فيه فلا يجب فيه إلا نصف الدية (وإن ألقت ميتا ثم حيا ثم ميتا ثم حي

دونوں مرگئے ومایجب من غرۃ او دیۃ یرث عنہ ویرث منہ امہ واخوہ لامہ جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو وہ موروث پر لیعنے جنین کے وارث اسکی بطرق میراث کے پاوینگے اور اسکی مان اسکی میراث پاوے گی ولایرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأۃ فالقت ابنہ میتا فورث عاقلۃ الاب غرۃ ولایرث منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو اسنے بچا بیٹا اسکے پیٹ سے گرپڑا سو وہ باپ کی عاقلہ پر غرہ ہو اور باپ اسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے لیعنے قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں ہے وفی الجنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمۃ لو انثی لما تقدم لانہ الرقیۃ تبلغ قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اسکی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہو اگر وہ زندہ پیدا ہوا وقیمت کا دسواں حصہ واجب ہو اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ مملوک کی دیت اسکی قیمت ہو ہم تعیین قیمت جنین کا یہ طریقہ ہو کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہو کہ لازم آتا ہو کہ جو واجب ہو مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب ہونے اسواسطے کہ وہم اکثر بسبب اسکا جواشتاع نے اپنے لگے قول میں دیا ولایلزم زیادۃ الاشی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبا ہم لیعنے اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہو لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درہم ہو تو اسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہو تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کی دسویں حصہ سے کم ہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ لو ام لکن لو نزت علی کوتہ ذکرا او انثی فلا شئ علیہ اور مذکور اور مونث کی دیت کے تفاوت مین اشارہ ہو اسطرف کہ جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمیں شارح تابع ہو گیا ہو قہستانی کا اور عینی مین یوں مذکور ہو کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیئے خنثی مشکل کے مانند انتہی یعنی مین ذخیرہ سے منقول ہو کہ جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ہو خنثی مشکل کے مانند چنانچہ کسی خنثی مشکل کو ازراہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہوا اسی طرح یہاں یعنی امر یہ عمل کرنا چاہیے انتہی کمالی والقی بلا رأس کلہ اما یجب القیمۃ اذا القی فی الروم ولا تسقط من غیر رأس فخیر چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرپڑا گدا یا بدون سر کے تو تمامی قیمت واجب نہین اسواسطے کہ قیمت تو اسی صورت مین واجب ہوتی ہو جبکہ جنین مین روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہین کذا فی الذخیرۃ وفی مال الضارب للامۃ حالا جنین مملوکہ مین اسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اشخص کے مال مین واجب ہی فی الحال جنینے لونڈی کو مارا ہم ضارب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہین اور اس کا مالک مالک لونڈی کا ہو چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الخبل لنقصانہا لو بقیمۃ ولدہ بالا فعلیہ اتم ذلک یحتمل اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہو نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہو گا تو ضارب پر اسکا کچھ واجب نہو گا کذا فی المجتبی ہم مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت ۵۰ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہو یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہین اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے جنین مین لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہی جیسے جانور کے نقصان مین جانور کا نقصان معتبر ہو نیچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الامۃ صدر المذنبۃ بعیر لانہا لا تحبل اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین مین اسکی مان کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہو کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو تحقیق نہین ہو کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہو فان رمی الی الجنین بعد ما ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حالتی الرمی والضرب وما بینہما للاکثر حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریکے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مرگیا تو اسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہو نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہو یعنے قتل اسکا ضرب سابق سے ہوا اور وقت ضرب مالک رق مین ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ یجب دیۃ وھو روایۃ عنا وا لائمۃ الثلثۃ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہوتی ہے اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا یعنی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی ہم نفی وجوب سے واسطے ہم کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کامادین تو انکے غیر میں مدعی ہوگا وجہا نجاب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنی فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایۃ وشروحہا وان خرج حیا فمات تقبلہ الکفارۃ لذا اشترط بہ فی الجامع الفاسی وھو مفہوم من کلامھم لتصریحہم بوجوبہا ثم حیث تجب الکفارۃ فیہ مما یخفی فیلحظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مرگیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے جامع قدسی میں اور وہ یعنے زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درمختار زندگی جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یا ہم مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنے اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ ایسا ہی ہے و ما استثنیان بعض خلفہ کظفر وشعر کتمام فیما ذکر من الاحکام وعدم وقتہا کامل فی یا بلسا اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر ہوا ہو چنانچہ ناخن اور بال وغیرہ پیدا ہوا ہو جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذرگیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدقۃ الفطر بعدہ وطہارتہ ثم مالہ یستبان بعض خلقہ ومن فی الحضر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل کضرب بطنہا بلا اذن زوج وجبا اور جس عورت کا دوا دے مرد بچہ ساقط کردیا عمداً بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارکے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہوا ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہ ہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہوگا سال کے اخیر کمافی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہ ہوگی اسقاط سے جبکہ جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہ کلیہ کتاب کے لحظ میں نظم مذکور ہو چکا ہم شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار نہ ہوگی اسواسطے کہ بیان کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہ ہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان ذکر ادلم تجب الغرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنے دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہم زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں وتمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اوحت امرأۃ فضغط کأن ضمن للزوج اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سوائے اسکے کہ اسنے کرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شئ علیہا لانہا تستحق الدین علی مولاہا مالم یستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مقرر فی ارام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنے غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہ ہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہوا اسواسطے کہ وہ مغرور ہوا یعنے فریب خوردہ ہوا کہ غیر ملک میں تصرف کیا اپنے ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ام ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خریدی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی نے پیٹ گرایا دوا سے یا غیر سبب سے پھر لونڈی غیر مالک کی ملک ثابت ہوئی تو مالک مستحق کے واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور بشتری بائع سے ثمن پھیرلے اور مستحق سے کہا جاسکے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ ازدھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہوا اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہوتی یا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات ثم یجب دواء للسقط عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہ الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرادے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہوا اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہوا اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہ ہوگی ونجب

فی جنین بہیمۃ ما نقصتہ لانہ ان نقصت ثمن لم تنقص لاکم کیجنین فیہ شیء لجنین وجانور کے بچہ کر نے میں ان کا نقصان واجب ہوگا ولادت سے اسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ان میں نقصان نہیں ہوا تو ان میں کچھ بھی عوض واجب نہیں کذا فی سراجیہ **فرع** مسئلہ بخط شارح کا قال المیزانیۃ ضرب بطن عامر امۃ بالسیف فقطع البطن دون فتح احدا ولدین حیا وجد حیا بالسیف والاخر میتا وبہ جراحۃ مات ایضا یقتہ ولا یجعل الزوجۃ لانہ عملہ علی عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذا مات وتجب غرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب فی لم یعلم بالولدین فی بطنہا کان بعضہ بخطاء نیز زید میں ہوا کہ مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اسکے پیٹ کو کاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس پر تلوار کا زخم نمودار ہوا اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے قصاص لیا جاوے گا بوجہ کے بچہ کے اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہوا بدیں مردہ کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مر گیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہوا سواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اسکے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضربا زدہ خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے فتدبر

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہوا ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بناوے اما ذکر لقتل ما یغرم بشرح دیتہ سیاتی قتل جسکا مصنف قتل طریق ما یغرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہو سوائے اگلا قول کہ اسمیں قتل طریق ما یغرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول سے بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ مثلاً دیوار بنائی اور اسکے نیچے دب کر کوئی مر گیا خرج الی طریق العامۃ کنیفا ھو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع ھو خوض طاھۃ وتحتھا عین او کانا جازا ھلا ان لم یضر بالعامۃ وتضرر بہ فان ضر لم یحل کما سیجئ مشارع عام میں پاخانہ اور ناند اسا پرنالہ نکالا یا جھروکہ بنایا جیسا پرج اور چھجا اور جیسا پیش طاق کا حوض اور مانند اسکے اور چیز کذا فی العینی یا دکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہوا اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا جلال نہیں جیسا پرج آگے آوے گا ھم جرصنا بضم جیم وصاد وسکون راء مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ ہیں لیکن مستعمل ہوا اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جھروکہ ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ وکذا شارح نے ہر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں کذا فی الطحاوی وکل واحد من ھذہ المذکورۃ ونحوھا لہ منعہ ابتداء وھو مطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ او بعد البناء سواء کان فیہ ضرر او لا وقیل انما ینقض بخصومتہ اذا لم یکن للہ مثل ذلک اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو شخص کو احداث سے روک دینا ابتداء سے اور اسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنا چکنے کے بعد جائز ہے خواہ اسمیں ضرر ہو یا نہ ہو اور ضعیفا کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اسوقت ہے جبکہ بانی نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا حق عناد ہے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اکثر مسئلہ میں نیز مواضع میں کلام ہوا اول بنا دے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہ ہوتا ہو کشادگی راہ کی سبب سے تو احداث جائز ہے جبتک کوئی منع نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑوا ڈالنے کا اگر کسیکو ضرر ہو نہ بلکہ اسکے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمدؒ نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں لوگوں کو حق ہے اپنے جانور کی چلاوٹ کے اختیار ہونے کا اور خصومت بھی ہے کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحاوی وھذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنے ذاتکے واسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر یہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور اگر بانا وجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین اور شمنی میں یوں ہے کہ درصورت ضرر کے اوساط جائز نہیں بانا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحاوی زاد الصفار وللہ یکن للمطالب شیء الا صفار سے اتنا زیادہ کیا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا وہ لیا امکان موقوت ہے ہم یہ وہی قول ضعیف ہے جو مذکور ہو چکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحاوی وفی ال

بنی للمسلمین کمسجد اوضع ادبنی باذن الامام لا ینفض اور حیلہ شارع عام میں نقض سے کے واسطے مکان بنا یا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا جائیگا عام فقہا کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضع عدم ضرر ہے اگر عوام کو ضرر پہنچا تو منع اور نقض سے بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو مسجد کو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو نافع مسلمین کے واسطے بنایا ہو کذا فی الطحطاوی وان کان یضر بالعامۃ کما یجیء ذا حداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنے ضرر ہو نچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کے طریقہ نہیں ہے حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادۃ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی میں مروی ہے باستلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر صد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہنچائے جیسا کسی حق تلفی نہ کرے اور نہ ضرر کی جزا دے اسکو ضرر پہنچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ابتدا سے ہو اور ضرار دوسرے کو ضرر ہو اور ضرار وہ ہے کہ ردِ ضرر کو تو ضرر نہ ہو جاوے اور تحملوا اسمیں مجھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہو اور ضرار دونوں طرف سے اور بعضوں نے کہا ضرار متحد المعنی ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ غایہ مین الکمنع کما للاضرار تمہید ولا اضرار جزا اور لغے بدلا لینے مین آپنے مقدار حق سے تعدی کرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار یعنی مفاعلۃ ہے یعنے جو اسکو ضرر پہنچا ویسے ہی تحکو ضرر پہنچانا و اللہ اعلم والمعقود فی الطریق البیع دشرا ھی ان لم یضر باحد والا کما علی ھذا التفصیل السابق اور راہ مین بیٹھنا بیچنا اور خرید کرنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہ ہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں جو جسی تفصیل سابق کے صرقستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین دوکان لگانے کا وھذا فی النافذ وفی غیر النافذ لمن یتصرف باحداث مطلقا اصر بھم او لا کما یأذن فیھم لانہ کالملک الخاص یعنے اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف ہے نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذ مین تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نہ کرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کی مانند ہے شارح اس تصریح مین صاحب درر کا رد کیا ہے اور ہدایہ مین مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے تم کا اصل فیما جعل حالہ ان یجعل حدیثا لو فی الطریق العام قدیما لو قطریق الخاصۃ بجدۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث مین جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں ہے اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی الجندی ھم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا بنانا جائز ہے اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ومن المتعدی فان مات باحد من الناس بسقوطھا علیہ فدیتہ علی عاقلۃ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اسچیز مذکورہ کے اوپر سے ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خون بہا مکان کے لانے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکے سبب بننے کے بھی بسبب ہلاکت پانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما مر فی العاقلۃ او حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا فمات بہ انسان او کان سبب جیسے عاقلہ پر دیت واجب ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ مین یا پتھر رکھا یا خاکہ یا مٹی راہ مین ڈھیر کی کذا فی الملتقی سواسکے سبب کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذکورات بھیمۃ ضمن فی مال الذی لم یأذن لہ الامام سبھر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے جیسے ٹھوکر کھانا یا میز اب یا پرچ وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئین یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال مین تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن دیا ہو ورنہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ عاقلہ پر نقص کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہ ہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا احتیاط کامل ہے راہ مین کیونکہ نائب حق تعالیٰ کا ہے تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک مین چنانچہ قہستانی مین ہے اور اذن سلطان کی مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کو جبکہ مین تو عدم اذن الامام راجع ہے اول کلام تک یعنے فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او حمی او

ف ۵ این نسخہ مطبوعہ نولکشور کے اور روایت کتاب الدیات کے اور کتاب الاشباہ کے اور کتاب الاشباہ کے اور کتاب الاشباہ کے اور کتاب الاشباہ کے

یہ بخلاف خلاف الجماع اگر سلطان کے آدمیوں نے کنیف وغیرہ کے اصلاح میں اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئیں گر پڑنے والا کھودا یا بیار یا غم سے مرگیا تو تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہے برخلاف عمد کے کہ انکے ترک میں سب صورتوں میں ضمان ہے اور غم مراد وہ کا رگر غم ہے جو آدمی کی ہوا سے ان اشیاء میں ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا اور بیمار یا علیل غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے ربط کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصابہ انسان فی الطریق فمات فلا ضمان اصلا لکونہ فی ملکہ فلو کان مشغولا او اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی راہ گیر کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک میں ہے تو مالک فی تعدی نہوئی ہوا میں تو اتا وان اصابہ الخارج او وسطہ جزا لذیۃ فالضمان علی واضعہ لتعدیہ اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی الزیلعی تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہوا اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں جتنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور اپنا پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اسواسطے کہ دیوار میں بھی پرنالہ ہوسکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ یہ ضمان اسی صورت میں ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اسی طرح مسائل آئندہ میں انتہی ولو مستأجرا او مستعیرا ذا فعا فضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو وکذا یسقط الضمان بالبیع لبقاء فعلہ وھو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما سیطلع الزیلعی اور ضمان باطل نہیں ہوجاتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے حاصلہ یہ کہ پرنالہ کا ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اسکا مستہلک نہیں ہوگیا اسکی ملک کا تلف ہونے سے برخلاف دیوار مائل جبکہ اسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور مالک کے حق میں اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو اصابہ للطریق من المیزاب فسلم ذلک وجب علی واضعہ النصف وھدر النصف ولو لم یعلم ایھما اصابہ فعلی عاقلۃ کل منھما النصف استحسانا الزیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونوں طرفیں داخلی و خارجی پڑیں اور وہ ہلاک ہوگیا اور وہ یعنے دونوں طرفوں کا اسپر گر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور ایگاں ہے اور اگر معاملہ نہیں کہ دونوں طرف سے کون طرف اسپر گری تو واضح پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی صم قیاس یہ تھا کہ درصورت عدم علم کچھ واجب نہ آئے کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان نہیں اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال میں پورا ضمان ہوسکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو لئے نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعہ احر فعطب رجل ضمن لان فعل الاول انتھی فعل الثانی وحینئے کنایہ ہے برگردیدا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر لگنے والا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل نیچے راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنے تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول ھذا ھو الاصل وکل ما وضعہ شیئا فی الطریق فعطب بہ انسان او بھیمۃ او دخل احد حصاۃ فی مسجد غیرہ او جعل فیہ حصا او بواری ابن کمال او حبس فیہ کلا للصلوۃ او یقرأن او تعلیم فعطب احد کالمتعلم ضمن خلافا لھما شخص کے مانند جسنے اپنے سیرا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اسمیں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا تیسری غیر کی مسجد میں لٹکا گیا یعنے مسجد میں پتھر یوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا کذا کو اون کمال یا سوے نماز اور فعل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگر چہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہوگیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بچھڑ یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مرگیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لیضمن من سقط منہ رحلہ لبعیرہ ضمان لازم ہوگا اس شخص پر جسکے پیچھے وہ چادر گر پڑی ہے کہ وہ اوندھا تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا صاحب حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ لابس شے اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامتین سے کچھ حرج نہیں اور الابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقیید بالسلامتین لیسر حرج ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل ھذہ الاشیاء والمذکورات

فی مسجد حیۃ ای محلۃ لان تدبیر المسجد لاھلہ دون غیرھم نھر فعل الغیر مباح فتقییدہ بالسلامۃ یشیر الی انہ مکروہ ای بالتنزیل یا تحریما بان اضر بالمحل او المسجد حیث لم یکن لہ فعلہ کما یاتی او کان شغل الطریق سببا لھلاک الناس فلو ھلک بہ انسان ضمن الا اذا کان الھالک ھو الفاعل کما فی البحر عن الخانیۃ وھذا ظاھر فی ان الفعل مباح لکن لو کان فی المسجد

قاطع ہو اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور جلنے والا سبب شہر کذا فی الطحاوی وھذا یتبین ان التسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور کذا فی الخبیثی اور اس کلام سے عدم ضمان تعمد سے ظاہر ہو گیا کہ متسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے کنوان کھودنے اور پتھر راہ میں رکھنے میں جیسا کہ گرنے والا بالقصد اسپر مردہ نکرے کذا فی الخبیثی وقیس حفر فی طریق کذا وغیرھا من الفیافی فلم یضمن بخلاف کما مصارقت ولھذا عرف المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والمصار کالمدینۃ لانہ یمکن العدول عنہ فی الامصار دون الصحاری والحجتی ہیں کہ مقرر یا انکے سوا میدان کی راہ ہیں کنوان کھودا اور اسمیں گر کے کوئی تلف ہو گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے ہیں کہتا ہوں اور اس کلیہ سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ ہیں شہروں کی راہیں ہیں نہ بیابان اور جنگلوں کی اسواسطے کہ شہروں میں راہ صحیح سیدھا کر لینا اگر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں فلو استاجر رجل رجلا لیحمل لہ وقعت البئر علیھم جمیعا من حفرھم فمات احدھم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربع کل واحد لان البئر وقع علیھم بفعلھم فقد مات مع جنایۃ جنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ حتی فیہ وغیرہ زاد فی الجوھرۃ وھذا لو البئر لھم او لھم ولصاحب المستاجر فینبغی ان لا یجب شیئ کان الفعل مباح فما حدث محض انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا یا انہوں نے کنوان کھودنے کو سو کنوان ان سب پر پھٹ کر گر پڑا انکے کھودنے کے سبب سے سوا انمیں سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصوں پر چوتھائی دیت واجب ہوا اور چوتھائی دیت ساقط ہو گی اسواسطے کہ کنوان انپر گرا انکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہو گی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہو گئی کذا فی الخانیہ وغیرہا جو ہمو دنے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہو گا تو لائق یوں ہے کہ کچھ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہو گا انکا ضمان نہیں انتہی مافی الجوہرہ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ ھی ان رجلا کرم دار صنعہ تاجر لیکون علوکۃ وعلیا الخراج کذا اذا نویت المال وتان تکون للوقف وتارج فی بیع مدۃ طویلۃ یؤدی خراجھا دعلیک الانتفاع بھا بغرسہا وغیرہ فیستاجر ھذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئر الیغرس فیھا اشجار العنب وغیرہ فتسقط علی احدھم ھلا وسقتہ مقابلتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہھا عدم وجوب شیئ علی المستاجر وکذا علی الآجر کما یفیدہ کلام الجوھرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا بتحمل الحکم والحادثۃ واللہ اعلم یعنی کہتا ہوں اور جو ہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہ ہے کہ ایک مرد کے وقف انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اسپر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز رہتی ہے کہ وہ انکا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کہ کنوان کھودیں کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جمادے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اسکے وارثوں کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اسکے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنے یہ جو کتب فتاوی میں مذکور ہے بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہوا اسکا ضمان ہے سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر میں ہے مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی معین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا میں یہ داخل ہے کہ حادثہ انگور متعلق ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور عنقا ہونے سے منصوص نہیں تو حکم متحد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مخالف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی **فروع** مسائل ملحقہ نتائج کے لواستاجر دربا لدار الفصلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قیل قواقلھم مع عاقلتہ فالضمان علیھم لانہ جنایتہ الحکم بسلامۃ المکری اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو اسسے کسی آدمی کو قتل کیا

اُنکے واپس جانے سے پہلے تو ضمان کا رگیروں پر ہے نہ صاحبخانہ پر اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے قبل از فراغ صاحبخانہ کے واسطے وہ مسلم نہیں ہوا وہ مضمون ہے اس عبارت کا کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ راستہ طریق ہے اور ضمان دیوار کا اگر پانی کی کثرت سے چھڑکا اسطرح پر کہ اسسے آدمی رپٹ جاتا ہو اور چھڑکا دھام رہا ہو ہم اور اگر چھڑکا تھوڑا ہو یا تمام کا ہو ہمیں چھڑکا ہونہیں ہے تو ضمان نہیں اور دیکھ فتاوی حانوتی باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا تاما فللمتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کی سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کیواسطے واسطے پر ضمان ہے استحسان کی بنا پر اور یہ اسکا بیان متقی میں ہے

فصل فی المحاذاۃ للمائل

فصل ہے دیوار مائل کی طرف جھکی ہوئی دیوار کے مسائل میں ماخوذ ہے المحاذاۃ طریق العامۃ مضمون یہ ہے اور صحیح ما فیہ من نفس انسان او حیوان او مال جھک گئی ہو دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب جبکہ اسنے دیکھا اس پر کہ جو تلف ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز بلا شبہ جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی ملک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد شخص ہے جسکو تصرف اور تفریق کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا والد یا ماں ہو یا کاتب ہو چنانچہ شارح بیان کریگا انہ طالب بحقیقۃ او حکما کالواقف والقیم یحاذ المسجد فیتضمن ما فیہ فلو یوقف ضمان تلف لازم ہوگا اگر طلب کیا دیوار کے مالک سے مطالب کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار یا مال مسجد کی ہو مانند وقف ہے ضمان لازم آویگا وکذا لو ولی والد الصغیر او الکاتب او العبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور ایسا ہی مکاتب اور سوداگر غلام ہے ہم ولی سے مراد مجبر کا ولی ہے جیسا کہ باپ اور دادا ہیں کا ذکر سواسطے کیا اگر نہیں ہے مجبر تو مالک ہیں ہو یا مکاتب ہو یا ماذون ہو یا وہ تاجر ہو یہ ہم دیوار پر غیر مسجد کے بعد یہ ہم دیوار بنا رہے ہیں فصل میں کر دی اور کاتب کی دیوار ساقط ہوگی اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں تو اگر وہ جز انسان ہے تو ہو اسکی غیبت اور بیت منقطع میں قابل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی ادائے قیمت میں بھی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر بعد تاجر کی دیوار ہے مال تلف ہوگا تو اسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیتہ ہے کذا فی الخلاصۃ وفی الولوالجیۃ کذا فی الوجیز للکردری استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہو اگرچہ استحسانا خاص کر ان میں عنان اُنکے وارث ہوں باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ اخذ الشرکا ء قرار دیا ہے کہ ہر ایک شریکوں سے مطالبہ کیے نا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دیں تو اگر شریک بقدر اپنے حصے کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہ ہو کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہیں نعم فی الظہیریۃ لو مات ربہ عن ابن فقط دون مستغرق فحکم الاشہاد علی الابن فان علم الاول بدیر جندی فجدید وان ظہیریہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البر جندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد لسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقض وکلف مسلم اوذمی یعنی من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن ولیہ وعدلا بالخصومۃ ولا یعلم خلافہ اور مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھانے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب بشرطیکہ مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا یعنے بالغ تو صغیر کی طلب میں اسکے ولی کا اور غلام کی طلب میں اسکے مالک کا اذن خصومت کے واسطے خطر ہو کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجب ضمان میں طالب قبض ضرور ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہ ہوا ہو ہم تو وجوب ضمان میں طالب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہم کا انکار کریں تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل ہو تو نہ اشہاد دلیل ہے نہ بیان چنانچہ طالب شفعہ پر شہادت کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس پر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طالب قبض مفہوم ہو چنانچہ یوں کہنا تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طالب کہ رشاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد دیوار والے سے یا اسکے گھر کو جانے میں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ مجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں اور نہ اشہاد اگر یہ مشہد ہو کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب قبض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحال انہ لم ینقض وھو ما ذکرنا نقض فی مرتین فان علی صاحبہ ضمان ما نقض فیھا صاحب دیوار پر ضمان واجب ہوگا بعد اس حالت میں کہ مالک نے اسکو گرا دیا اور حالانکہ وہ اسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر میں جسمیں اسکے ڈھانے پر قادر ہو ہم یعنے طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً گرا دیا اگر غیبی مانع نے اتنی مدت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اسپر لازم نہ ہوگا لعدم قدرت علی النقل لان دفع الضرر واجب صاحب دیوار پر باسواسطے ضمان تلف لازم ہے کیونکہ دفع ضرر عام کا واجب ہونا دفع ضرر خاص کے واجب ہم اگر ضمان واجب نہ ہو تو تخریب ممتنع ہو فوراً بند ہو جائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے حق اللہ کا ضرر یا دفع ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے یہ اور اگشتری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار نے بچہ مسلمان کو اسیر بنایا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو اسیر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاکت کے خوف سے اس کا ہاتھ کاٹنا جو شرعاً جانا ہوا کذا فی الظہیریہ وفی ما تلف بہ من التفوس فی العاقلۃ وفی الاموال علی العاقل لا العاقلۃ لا تحمل المال یہ معلوم کرنا چاہئے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں پر ہوا اور جو مال تلف ہوئے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے باسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے کما ھو ضمان الاجانب الا بالاشہاد علی قلۃ اشیاء علی القدیر علیہ فعلی الھلاک بالسقوط علیہ فعلی کون الجدار علی حالہ ای من وقت الاشہاد الی وقت السقوط ولو قال او ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ والے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہم مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاک ہوئی اسپر گرنے کے سبب تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہی یعنے اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک میں باقی ہو لمذا اصحتین فحوا الآیۃ ذکر کیا ولو تقدم الی من لا یمانع نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتھن او الی الموجر لا یعتبر لعدم قدرتہم علی التصرف اور اگر طلب ہم اس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں وحینئذ فلو سقط بعد التقدم بمن ذکر او اتلف شیئا فلا ضمان اصلا علی مالک ولا مالک اور اس صورت میں گرا دینے پر ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار کے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر باسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر باسواسطے نہیں کہ اسپر دو اشہاد ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملک بیع او غیرہ کہبۃ او صدقۃ او وقف او لو جزء مطبقا او اراد ہدمہ لحق وجعلہ بلا قیم عاد او اوفاق حانثۃ چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہو گئی اسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہو گیا بجنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہو گیا پھر دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہو خیار ہو گیا کذا فی الخانیہ ھذا ظاہر ہے بنا بر تسلیم مرضی بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے یہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو جہ شارح اگلے قول میں کچھ گا ذکر کی اور الآیۃ بالبیع ونحوہ وغیر ظاہر ہے کذا فی الظہیریہ بعد الاشہاد ولو قبل القضاء والا یتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعد ذلک بعد ما خرج عن ملکہ بعد الاشہاد وسے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط بعد ہو کا فیض مشتری سے بعد ہو سبب اہل ہو جانے اسکی ولایت بیع اور اسکے مانند سے اگر یہ ملک بالغ کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہونا ہی ترک رہنے سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہو گا تو بھی ضمان لازم نہ ہوگا مگر اشہاد ثانی سے مقید ملک کے سبب بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما ھو بخلاف مانند جناح کے سبب باقی رہنے فعل بانی کے بخانچہ فصل سابق میں زیلعی سے مذکور ہو چکا ہم شارح جناح عبارت ہوا خراج خارج دیوار سے یعنے دیوار سے دھنیان راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عبارت جنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے حاصل یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس منع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں چاہتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہم پر قدرت نہیں ان مالی لا دار انسان موجبات دساکن یا جارۃ او غیرہا لا ضمانۃ

کالدن فلا یسترقہستانی قال طلب الیہ لان الحمالہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی اجنبی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہتے والا ہو کرایہ وغیرہ کو لیکر تین آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اسیکا ہے قہستانی نے کہا وار الانسان کی اضافت کہ تعلق اور اختیاط کی وجہ سے ہے یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحبخانہ کہنا صحیح ہے ظہیریہ تاجیلہ و ابراءہ منہا او من الجنایۃ تو صاحبخانہ کی تاجیل اور رضایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہوا صاحبخانے مالک دیوار کو مہلت دی کتانی مدت میں گرا کر بنا لینا یا کہا تجھے ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر کچھ موت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی و انتقال الطریق فی جملۃ القاضی او من طلب التقضی لا یدل انہ حق العامۃ و لعرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما یفعلہم لا فیما یضرہم فی خیر بخلاف تاجیل من لہ الید او اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اتنے مہلت دی جتنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ ہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام میں سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اسمیں جو انکو نفع کرے نہ اسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ برخلاف تاجیل صاحبخانہ کہ وہ ان اسیکا خاص حق ہے و لو مال البعض للطریق و بعضہ للدار فلی طلب ہدم الطالب کلہ اذا صح الاشہاد و البعض صح فی الکل بہ یفتی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جسقدر میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی الہندیۃ مثلاً جو دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اسقدر دیوار میں جو انکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی بمنزلہ عامہ کے ہیں اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اسقدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جو بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ بسطحاوی نے کہا تو اسسے معلوم ہوگیا یا مشائخ کے کلام میں ہے یعنے اجمال محمل فان یوما تالا ابتداع ضمن بلا طلب کما فی الجناح و غیرہ کما یاتی بعد یہ پھر اگر دیوار مائل بنائی۔ سہ سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا جیسا کہ یہ آمدہ و غیرہ نکلے من جنایۃ میزاب میں ضمان لازم ہے بلا طلب سبب اسکی تعدی کے مائل بنانے سے حاشطلبین خمسۃ شہدوا علی احدہم فسقط علی رجل من عاقلتہ خمس الدیۃ اجماعا حتی لو تلف من المال او نفس تمکنہ من اصلاحہ بعد افاقتہ للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد بر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر یا بجوان حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنے جو پنجم تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان انکے پانچوں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اسکی حاکم سے تالش کریگا پھر یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہیں و اربعۃ نفر شہدوا علی احدہم فیما یکثر اما یبنی حائطا فطلب بہ رجل خمس قیمۃ الربع لتقدیم فی الثلثین و قد حصل التلف بفعلہ فاحتاج لتقدیر الحصۃ ایک گھر میں چار شخص مین مشترک ہیں انمیں کنوان کھودا یا دیوار بنائی سو اسکے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو صاحب دیوار دیت کی دو تہائیوں کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ دو تہائیوں میں یعنے تین شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو تقدیر حصہ متعذر ہوگا صرف موت کی علت واحدہ مثل مہلک ہے تو انکی قسمت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ و شرح الطحاوی و قالا انصافا لان التلف ضمان معتبر دھذا کما صححہ کما کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصفا نصف ہی اسلیے کہ تلف دو قسم ہوا ایک قسم معتبر ہے اور دوسری ناگہان صرف جسمیں شریک پر اشہاد ہوا تو انکے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جسمیں شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو انکے حصہ میں تلف بالکل اور ناگہان ہوا اور کنوان کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حاوز متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریک کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہوگئیں تو لفظا نصف نصف انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رایگان لان الاشہاد علی الحائط اشہاد علی المقصر بالکسر و ما یقصر من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں تتارخانیہ کما کہ

نقض بکسرتین وسکون قاف عبارت تراشنا نیٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحیثئذ فلو دفع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فعثرہ علیہ اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھاکے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ انیٹ اور مٹی نقوض مالک دیوار کی ملک ہوئی تو راہ کو اسسے فارغ نکرنا اور صاف نکرنا جس پر واجب ہے وان عثر رجل بالقتیل مات یسقوطہا او الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش پر ہے نہ صاحب دیوار پر علان الجنایۃ حیث یضیف دبہ القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا لقولہ انہ لو باغ الحائط او انتقض بسبب ولو باغ الجدار لا زیلحق بخلاف برآمدہ کرنیکا کہ وہاں مالک سکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اُسکی جنایت اور لعنتی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا وہ مسئلہ کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر بیرا آمد ہوا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یعلم الحائط لانعدام التعدی وابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب یہنوں تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل واحرأتین لانہ شہادۃ علی القدام کعلی القتل اور اشہاد مین ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہوئی نہ قتل پر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا خمنہ لانہ ان یکون الحائط طویلا یتضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ لم یحائط الا ذلک فلا اشہاد یصح فی الواہی کذا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور سست سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو مار ڈالے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اضافت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدھما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدر لانہ علی حائطین دو دیوارین ہین ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائیگان ہے کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائطان فاشہد علی احدھما فسقط الآخر ضمن ما اصاب الدابۃ علی عاقلۃ الذی اشہد علیہ ایک مسجد جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اسکے بنانے والے کے مددگارون پر حائطا لو وقف علی المسلمین علی عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مسلمین پر وقف ہو تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہے ہم یہ ہے کہ جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مسلمین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کذا فی الظہیریۃ حائطا العبد المتاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہے اگرچہ غلام مستغرق ہین ہوا استحسان کی دلیل سے قال وفی القتیل اذا جاء مقرا عفو عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تملیک وکل علیہ مسئلۃ الاصل اجاریۃ قتلت رجلا عمدا فرفہا او ولی القتیل قبل ان یقتص لہا کنہا صارت مملوکۃ ولیاجنہ مقتول کے ولیونے کہا کہ اگر جبکہ آزاد کی تو بیشک تمہارے قصاص کو معاف کر دینگا تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ تملیک ہے یعنے گویا اسنے یون کہا کہ جب آزاد کی تو مین اس خون کو جسکی بہانے کا شارع نے مجھکو اختیار دیا تیری ملک مین کر دو نگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص بیشک اصل کا یعنے مبسوط کا دلالت کرتا ہوا وہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اسسے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع ہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی اُنکی مملوک ہوگئی کذا فی ولوا الجنۃ اسکے قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جاریکے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہسے اور جو اپنی مملوک سے وطی کرے اسپر حد نہین

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے احکام من الاصل ان المودع فی طریق المسلمین مباح لشرط السلامۃ فعلیکم کا حتراز

قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ مسلمانوں کی راہ مین چلنا مباح ہر شرط سلامت رہنے کے اُس امر مین جس سے بچنا اور بار رہنا ممکن ہی ہر امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہی لیونکہ وہ چلنی کی ضرورات سے نہین لہذا اُنمین سلامت مشروط ہوئی بخلاف دم ہلانے اور اُسکے لگجانے کے کہ اسمین احتراز ممکن نہین جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہین ضمن الراکب فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدھا او رجلھا او رأسھا او کدمت بفیھا او خبطت برجلھا او صدمت ضامن ہی شارع عام مین سوار اُس چیز کا جسکو اُسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤن یا سر یا کاٹا اپنے مُنھ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حرکت المذکورات فی السیر فی ملکہ او لم یضمن لو بغیر اذنہ لانہ مباشرۃ بفعلہ فیحرم المیراث تو اگر اوپر مذکورہ اپنی زمین ملوک کے چلنے مین حادث اور پیدا ہوا ہون تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر چلنے مین ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اُسپر سوار ہوا سواسطے کہ کچلنا اور ناقل متقول کی میراث ہونا اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا ہم چند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہی لیکن اُسکا بوجھ سوار کے تابع ہی کیونکہ اُسکا چلنا اُسکی طرف منسوب اور مضاف ہی چنانچہ بولتے ہین کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر چالیس ہی تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ میراث ملک اور غیر ملک مین برابر ہی لہذا فی العین او لو حلت فی ملک غیرہ یا دانہ فھو لمالکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبھا معھا ضمن اور اگر غیر کے ملک مین اُسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہون تو غیر کی ملک نہیں اسکی ملک کے ہی تو سوار پر ضمان لازم نہوگا لیکن مگر چلنے مین البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جانور کا مالک اُسکے ساتھ نہو یعنی راہ مین اور جانور سے کچھ تلف ہوتا ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا لقدرتی دلالۃ لکن یأثم بضمن ما التقطہ تعدیہ اور اگر غیر کی ملک مین جانور کا داخل ہونا مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اُسکے تلف کرنے کا اُسکی تعدی کے سبب سے مطلقاً خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف چلنے سے ہو یا اور طرح یعنی مین ہی کہ اگر جانور غیر کی ملک مین داخل ہوا اور جانور کا مالک اُسکے ساتھ نہین ہی تو کچھ ضمان نہین اور اگر جانور کے مالک نے اُسکو داخل کیا تو سبب دون مین ضمان اُسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی لا یضمن الراکب ما کبحتہ یرجلھا او ذنبھا سائرۃ خلافا للشافعی رح ضمان ندیگا سوار چلنے ہولے جانور کے پاؤن یا دُم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے صرف اسواسطے کہ چلنے کی حالت مین اسسے احتراز ممکن نہین تو اگر سوار جانور کو تھپکا کر یگا راہ مین اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہی اگرچہ ضرب سے احتراز متنع ہی کذا فی الدرر اد عطب انسان بعادتہ او دابتہ سائرۃ او واقفۃ لافعل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ مین تو ضمان نہین خواہ جانور چلتا ہوا یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ جسقدر جانور لید پیشاب نہین کرتے ہین بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفھا لغیر حاجتہ ثم بعث یبولا فقام بھا فانفر بھا فراثت او بالت فمات بسبب ذلک ضمن اور اگر اُسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اُسنے پیشاب کیا یعنے اور اُسسے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اُسکے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب سے یعنے راہ اسواسطے موضوع نہین کہ جانور اسمین امر آخر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام یا یقلعھا فلا یضمن صوق الدواب فی ما باب المسجد فکما لطریق الا اذا عد الامام لہ موضعا مگر راہ کے اسمکان مین کھڑے کرنے مین ضمان نہین جہان سلطانی جانور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو از انجملہ نماس ہی اور مسجد کا دروازہ تو نیز راہ کے ہی وجو بضمان مین مگر جبکہ سلطانی جانور وہان کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان وہان مقرر کر دیا ہو فان اصابت بیدھا رجلھا حصاۃ او لواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا فنفقا عینا او افسدت شیأ لا یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤن مارکے کنکری یا کھجر کی گٹھلی او چھالی یا بھوٹا پتھر یا غبار اڑایا یا سوائے اُنکے کچھ چھوٹی یا بڑا پتھر اڑایا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اسسے احتراز ممکن نہین اور اگر پتھر بڑا ہی تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وعلیہ الفتوی والقائد والسائق والراکب وھو قولھما وھو مختار ومنتقی اور ضمان دیتا ہی جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اور اُس پر کہ جسکا سوار ضمان دیتا ہی اور مدرر مین تصحیح کی ہی کہ یفتی طرح

ایک نسخہ مین ہی ہر امر یعنے اسم فاعل اگر اور نہو

منتقی ہی ہر نہین ہی

اور عکس ہر دو اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انتفاس عبارت ہر نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہوا کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہو وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہو اور جس موقعہ میں راکب پر ضمان نہیں وہاں اس پر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل محمد قدوری کا قول ہوا کہ سائق ضامن ہو جانور کے ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہو نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کصاحبہ اور سوار پر کفارہ واجب ہو کھانے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہوچکا لاحلیہما ای علی سائق وقائدہ ان دونوں پر نہ کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں ہم سیاق اور قائدہ متسبب ہیں اور راکب مباشر ہو اور کفارہ مباشرت کا حکم ہو نہ تسبب کا اور اسی طرح کھانے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہو نہ سابق اور تائید کے حق میں کذا فی الفتح ولو کان سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ کان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کما مر ای اذا کان مباشرا کان یعمل بالفراد اتلافا کاھنا اما فی سبب یعمل بالفراد فیشترکان کما فی مسئلۃ الحفر الآتیۃ بیانہ کما فی الفتح اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا ہانکنے والا ہو اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ ہوگا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا یہ بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اختیار کیا ہو اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہو متسبب کی اضافت سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب کے ثابت ہوتی ہو جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں الکیلا عمل کرتا ہو چنانچہ یہاں ہو یعنی کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کوچنے کے مسئلہ میں آویگا اسکے راکب کا ذمہ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اسچل نور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بچا گا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسلئے کہ فقط کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہو وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاحزان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا او کانا حربیا الخ ہم ضمان عاقلہ کا ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں اس صورت سے کہ دونوں چت گر پڑے ہوں بشرطیکہ دونوں ازادہوں عجمی ہوں اور ٹکر لگانے کے قاصد نہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں ہم ضمان یہ ہو کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہو لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہو اسواسطے کہ اختیار میں ہو کہ ایک ہمرہی کو کیا جانور پر پیچھے سے سفر کیا جانور پر پیچھے سے آیا اور ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہوگیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہو اور یہی حکم ہو دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عبدا ودفعا علی الوجہ ابن کمال یعدد ھما فی العمد الخطاء شبہ لالیہ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہ کما مر آرا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں تو دیت انکے مال میں ہو نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہوچکا کہ عجمی کا عاقلہ نہیں ولو کانا عاقلتین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمداً ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہو ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت قصور ہوگی اور نصف باطل کیونکہ دیت عمد میں ہو واحد کی عاقلہ پر واجب ہو اور خطا میں پوری دیت ہو کذا فی الدرر ولو وقع احدھما علی دھمہ ھلک دھمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اسکا خون رائیگاں ہو نیز اسکا خون رائیگاں نہیں جو چت گرا ولو احدھما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد کالخطاء نفسہا فی العمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام ہو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہو خطا میں اور نصف قیمت ہو عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب شہور اور حدیث عاقلہ کے مخالف ہو کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی ولو تجاذب رجلان حبلا فانقطعہ الحبل فسقطا وماتا علی القفا عد ھما کالمولود کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مرد دونوں نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائیگاں ہو اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنے فعل کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر ولو بقوۃ صاحبہ اگر دونوں

گرے منھ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدھما علی القفا فالاحسن علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وعلیہ دم من وقع علی القفاء بموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس سے یعنے ایک شخص چت گرا اور دوسرا منھ کے بل تو منھ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر بسبب اپنے گرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور برابر گرا ہو اسکا خون ہدر ہے جب اگر ایک گرنے والے نے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبلین بنفسہ فوقع کذلک فعلیہ دیۃ علی عاقلۃ القاطع ثلاثا فی ثلاث سنین لانہ قطع متسببا بالقطع اور اگر ایک انسان نے دو رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع ادبارا ای لہما کسرج ونحوہ علی رجل نعامۃ وقائد قطارا بالکسر فطارا کابل وعلی راکب بغیۃ نصف الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسا پالان وغیرہ اور مانند اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک درسو دو مرگئی دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے پر جسمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو یا عورت کو مار ڈالا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنہ استحسانا فی الکل ضمان المفسد علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ھذا لو السائق من جانب من الاہل فلو توسطہا واحد بزمام واحد ضمن مالہ خلف ضمنا ما قدامہ وراکب وسطہا لیس علیہ الا خلف عالم بالحال اخذ بزمام خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا اگلے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کھینچنے والا نہ ہوگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موکے سبب لگیری میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہوا اور مال کا ضمان خود اسکے مال پر ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنے اسواسطے کہ یہ قطار سے زیادہ متصل ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد تر ہوا او یسار اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اسی اونٹ کا ضامن ہوگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل پکڑی ہو ہم یعنی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسیلی اونٹ کو ہانکتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ اسکا ہانکنے والا نہیں ہوا اور اسی طرح پچھلا اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلا اونٹ کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ابن جبرئیل اونٹ پر وہ سوار ہے اگر جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور چلانے سوار اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر ہے ہی لیکن کھینچنے کا ضمان خاص سوار پر ہوا اسواسطے کہ وہ مباشر ہے اتنا خطا وہی کما شارح کی عبارت انقضاء سے معلوم ہوگئی فان قتل جمیعا بالسوط فعلی قطار سائقہ ولا عمد لہ قائد جملا مقصورا وقتل عاقلۃ القائد الدیۃ جمیعا علی عاقلۃ السائق لانہ احسن کما مر وہم صدر الشریعۃ پھر اگر سوار نے مرد کو قتل کیا جو پانہ گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بیچ میں ملکر تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت متقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ پر اسکے مال کی دیت جو اسنے مرد کو دی تھی اسلیے کہ سوار دیت کو جلدی سے ادا کرنے والا نہیں ہوا اور کھینچنے والے کی عاقلہ پر تین برس میں دیت کا ادا کرنا لازم ہوا اسواسطے کہ اسنے اتنا نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب سچ حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا قصد سے اور یہ سبب ہوا سوار عاقلہ پر دیت آتی تو اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ مباشرت نے انکو اس جلدی میں ڈالا فلو ربط او القطار واقف صحیحا ما قالہ والقاعد بلا رجوع لتقوی الحامل ان پھر اگر اونٹ باندھا اور قطار کھڑی ہو تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کے لیئے عاقلہ رابطہ سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اسکو جائز نہوگا بسبب چھوڑنے قائد کے بدون اذن رابطہ کے ہم بخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بھیمۃ او کلبا ملتقط وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورھا ضمن کما لو کان لم یعتد خلفہا فما دامت فی فورھا فما دام سوقہ حکما او ان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفہا والمراد بالفور الکلب الیسیر اور جسنے جانور یا کتا چھوڑا کتا تو چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہی سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل اور باعث ہوا اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنے چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہی حکما اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ص دار المتقی مین ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے بہرحال مین لینے انکا ہانکنا ہوا نہ ہانکا ہوا اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مشائخ نے ابو یوسفؒ کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی قول مختار ہے اور اگر دعا چھوڑا سو کسیکے کھیت مین گیا اور اسکو فاسد کیا اگر اسنے چھوڑا اسکو اور ہانک دیا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اسکے پیچھے تھا تو اسپر ضمان ہے اور اگر وہ اسکے پیچھے نہین تھا لیکن گدھا فی الجملہ کھیت مین جا پڑا اور داہنے بائین نہین جھکا جسطرف اسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اسنے خراب کیا تو بھی ضمان الظہیر ہیگا اور اگر داہنے بائین گیا بیچ کھیت مین جا پڑا تو اگر وہان کسی راہین ہونگی تو وہ ضامن نہین ہوگا اور ایک ہی راہ ہو تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اسنے چھوڑا سو وہ عمداً بھٹک گیا بھٹکے کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہین ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہین تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصراً وان ارسل طیرا ساقرا او دابۃ او کلبا ولم یکن سابقا لہ او انفلت ثم انبعثہ فاصابت دلا او اوطیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جارحہا والمنفلتۃ ھدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا کتا چھوڑا اور حالانکہ اسکو نہین ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اسنے تلف کیا رات مین یا دن مین تو ضمان نہین سب صورتون مین بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے جانور کا زخم باطل ہے یعنے جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اسپر ضمان نہین ہے الجرحا جبار اور ابن ماجہ مین یہ حدیث یون مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنے جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اسپر ضمان نہین امام محمدؒ نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اسکا فعل باطل ہے نہ وہ جو چھوڑا گیا اسواسطے کہ فساد مرسل کا فوار سال مین رائگان نہین اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ اور اکثر فقہا و اجماز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن مین ضمان نہین رات مین ضمان ہے کذا فی العینی کما وجبت الدابۃ بہ ای بالراکب لو سکران ولم یقدر الراکب علی ردھا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا فلا یضاف مسیرھا الیہ حتی لو اتلف انسانا او مالا ضمنا جمیعا یعنے اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سو راہ سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہو اسکے پھیرنے پر ضمان لازم ہوگا خواہ یہ جھوڑے جانور کے ماتحت اسواسطے کہ اسوقت مین سوار اسکا چلانے والا نہین ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت مین سوار کی طرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالت مین جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہے اسکا کچھ ضمان نہین کذا فی الھدایۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب ویحملہا یعود بلا اذن الراکب فنفحت احدا برجلہا فعقرتہ او نفرت فضرمتہ وقتلتہ ضمن ھو ای الناخس الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کوچا یا دون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پالون یا ہاتھ سے کوچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور نے کہ سوار اسنے اسکو بھلایا اور قتل کیا تو کوچنے والا ضمان دیگا نہ سوار راکب مانند سائق اور قائد کے عدم ضمان مین کوچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسیکو تلف کرے تو اتھ رکھنے والے پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمان نصفین کما لو کان موقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الکل یقال ایضا اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ کوچنے والا اور سوار دونون نصف نصف ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ مین کھڑا کیا ہو تو دونون پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہوئی راہ مین کھڑے کرنے سے جیسے کوچنے والے کی تعدی ہوئی کما لو کان باذنہ ووطئتا حالا فی فمہا فانہ یضمنہا وجیسے اگر کوچنا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کھاکے کوچنے کے ساتھی بلا توقف تو مقتول کا خون دونون شخصون پر ہے ہم دونون پر خون ہدر ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہین تو فقط طاعن پر ہوگا کہ راکب پر کذا فی الطحاوی عن الملتقی ولو لقط لناخس فلا ضمان علیہ اور اگر کوچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اسکا خون رائگان ہے ولو لقط الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ الناخس ثم الناخس لہما یضمن لہما لو طئ فورا التحق کلا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر الناخس وبزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اسکو قتل کیا تو اسکا خون کوچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ کوچنے والے پر اسی صورت مین ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوچنے کے فی الفور امور اور نہین تو سوار پر ضمان لازم ہوگا کوچنے کے انقطاع اثر کے سبب کذا فی الدرر والبزازیہ ضمن فی غیر حاجۃ او شاۃ قضاۃ او غیرھا نقضہ لا لعدم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کے واسطے ہم یعنے قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہو تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجائے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہر کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وفی منیۃ المصلی بخیر یعنی اس طرح پر کہ علی القولین ضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان یعنے اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے سے پوری قیمت لیکر اسکو دے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین یعنی خزانۃ المفتین وجزم بہ ای بالمنۃ قائلا بالاضافۃ عدم اعتبار الاعد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال فی حمار وبغل وفرس یع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گائے بیل اور اسکے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت لینے کا اعتبار نہیں ہے وجوب یع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال ہم شترکش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ شرط موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نکرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو اسکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انمیں چوتھائی قیمت ہے مبسوط غیر ہا کول اللحم پنانچہ خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شرح الہدایۃ لابی اقامۃ العصلی بما اغاکون یارہم علیہا ان معدۃ لہا معدۃ لہا تعلیلا قصار کما ہا ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ انتے کام لیتا ہو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں جانور کے کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے ہے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے لکن وفی علیۃ لو قفا یعنی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی علیہ الصلوٰۃ والسلام فظنی فی الہدایۃ یتبع لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان ہے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں ہے پنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہوچکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے اور اسلئے کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا ہے معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ التقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا کذا السائر فی الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع احدا فوہ انہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی ای لو غیر ماکول لان ماکول لا یتحیز کما مر قال العینی وفی العتابی لو سلا یضمن شیئا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وعلیہ الفتوی وہو جعلہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا پنانچہ اگر ایک پانوں کاٹے گا جانور کا تو اسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم ہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اسکی تفصیل دونوں آنکھیں کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہوچکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانوں کاٹے جانور کو اپنے پاس کھڑے گا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہوجانا پانوں کٹجانے کے مانند ہے یعنے ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کردینے میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر لہ کل یاکل مما یکرم فاشہد علیہ فلم یحفظ حق کل العبد

لا یضمن وانما یضمن فیما اشهد علیه فیما یخاف تلفه فی العاده کالطائر الماکل ونقر الصور وعقر کتب عقور فیضمن الی هنا قال المصنف وعلی حمل التلف فی قول الترمذی وان اتلف الکلب علی صاحب الضمان ان کان تقدم الیه قبل الاتلاف والا فلا کالطائر الماکل علی الاوجه انتهی فیحصل التوفیق

مصنف نے شرح مین درسے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہو کہ انگور کے درختون سے انگور کھا جاتا ہو سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک سے لوگون کو گواہ کیا اسکے کھانے مین سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نکی سیان تک کہ وہ کتا عادت کے بعد بھی انگور کھاگیا تو اسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت خاص مین لازم ہوتا ہو جبکہ اشتہاد ہوا ہو اس امر سے جس مین آدمی کے تلف ہوجانے کا خوف ہو جنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی محافظت نکریگا انتہے قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہو حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر ترمذی کے اس قول مین اور اگر کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہو اگر اگے اسپر گرا ہو کہا ہو تلف نے سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہو دونون کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور ترمذی دونون قولون مین الاتفاق حاصل ہوگا ہم نے اطلاق ترمذی کا آدمی پر محمول ہو تو اب اختلاف باقی نرہا دونون قولون مین طحطاوی نے کہا قولہ علی الآدمی مطلق ہو قول اہل التسلف سے قلت وقد قدمنا الاستفتاء عما اذا دخل بستانه فنفرت فاکلت عند الناس فمن یضمن لهم هل یضمن رب الغنم ما اتلفت اهل الحب ونحوه لهم لا ذهابا بعقولهم الی الهجوم علیها مطلقا

شرنبلالی نے علیہ الاعتماد مسئلہ الکلب بل اولی ولکن اذکره المصنف فی محله لکن یاتی فی فتاویه انه فوق بالضمان فی مسئلة النحل فراجعه عند التفتیش کتابون اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اُس شخص کی حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکھیان ہین وہ انکو اپنے باغ مین رکھتا ہو سو مکھیان وہان سے نکلتی ہین اور آدمیون کے انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہین کیا مکھیون کے مالک پر مکھیون کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور انکے پاس سے دوسری مکان کی طرف مکھیون کے اُٹھا لیجانے کا حکم ہوگا یا نہین جواب استفتا یہ ہو کہ مکھیون کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگون نے اسپر اشتہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہی کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب اسکے جواب سے اولی ہی یعنے اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہو اور مکھیون کی خوراک اسطرح ممکن نہین اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہی لیکن عینی مصنف کے فتاوے مین دیکھا ہو کہ اسنے مکھیون کے مسئلے مین وجوب ضمان کا فتوی دیا ہی تو ہمکو اسکی طرف مراجعت کرنی چاہیے وقت عدم ظاہر اسمسئلہ کلب معتبر ہی حوالہ مین نہ مذکور ہو وجود بعض کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وقد اطلت فی هذا المختصر بذلک فلا یؤخذ بما هو ظاهر المذهب ولما جواب المشائخ فینبغی ان یؤخذ بما یلائم الزمان ویسد باب الضرر بینا علی ما علیه الفتوی اور مکھیون کا اُٹھانا اسکے ملک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہی کہ لائق یون ہی کہ اسکے اُٹھانے کا حکم کیا جاے جیسا کہ لوگون کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی یہ کے وقد للضرورة یقدر بقدرها کما یاکل حفظ اللسان فلم یمنع حق الصحیح ضمانا اور صیرفیہ مین ہی کہ گدھا کسی آدمی کے گیہون کھاتا ہی سو دیکھتے والے نے اسکو نرو کا یہان تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہی کہ اسپر ضمان ہی ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم لیسا لقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن علیه وفی البزازیة کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کردیا کھیت یا انگورستان مین اگر اسنے داخل کیا ہی بانک کے تو جو اسنے تلف کردیا اسکا ضمان دیگا اور اگر بانکا نہین ہی تو ضمان نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ بہرصورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ مین ہی فائدہ اپنے باغ یا کھیت مین ایک مرد کا جانور بایا اور اسنے کچھ خراب کردیا سو اسکو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مرگیا سو اسپر سیاونہ کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ محیط مین ہی ایک شخص نے جانور کسیکے گھر مین کردیا بدون اذن اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا سو اسپر تاوان نہین اور اگر کپڑا کسیکے گھر مین رکھ دیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اسکو بچھونے دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت مین تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے مین ہی جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والے پر ضمان نہین اور محمد کے نزدیک ضمان ہی چنانچہ کافی مین ہی الکل من العالمگیریۃ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں اعلم ان جنایات المملوک لا توجب کلا دفعا لاطلاق ما علم ان جنایۃ المملوک ہدر کہ مملوک کی جنایات جو ہیں نہیں ہوتی مگر ایک بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل نہ ہو جیسے اگر ایک غلام نے کئی جنایات کیں اور ہوں انکے اختیار متعذر ہے میں تو مقتضے تو اسکے قاعدوں کو جو غلام دیا جائے ایک دفعۂ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اسمیں اپنا اپنا حصہ کر لینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جبکہ انکے حاصلے حریت کے اسباب متعدد نہ ہو گئے ہوں چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب ثابت ہو گیا یعنے ایک نے مدبر کر دیا ہو یا مکاتب کر دیا ہو یا ام ولد بنا لیا ہو تو اسکی حری

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہوا اور جبکہ مولے نے دفع یا فدیہ کو کی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکن قدوری نے الدفع ھو الاصل والفداء خلیفہ لفظ الکتاب کلا ہ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولے کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصلی دفع ہو اتنے تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنیکے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہ ہوگا کہ تعیین کا اختیار مولے کو ہے سو اسنے فدیہ کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنے اختیار کرلینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ ثم مات فھو کما لو دفع جمیعا سوا گر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر مرا اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہے حکم دین یعنے مولے دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین فدفعہ الی ولیھما او فداہ بمالھما شم جنی جنایتین اخریین سو اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتین میں مولے غلام کو انکے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وھبہ المولی او باعہ لھما او اعتقہ او دبرہ او استولدھا غیر عالم بھا بخیار صح الکل قبل منہ او من الاخر شرکان علی ما یلزم فی الجنایۃ فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا تدبیر کیا یا ام ولد بنا یا جنایت کی ناواقفی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کبیعہ عالما بھا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جانکر صاحب طحطاوی نے کہا یہ مخل مکدر ہو گیا کیونکہ وان علم بمانع عزم الآمر میں داخل ہے وکتعلیق عتقہ بقتل زید او دخولہ الدار فعلا العبد ان کان لصیدفا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام من قتل زید کے ساتھ یا اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پر چوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج خارجیا ہے اس تعلیق سے کہ اگر تین بار ہیں تو تو طلاق ہے تین بار یعنے تو عورت وارث ہوگی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اصلیہ کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد یدحر فعمد اودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد سلم بجنایۃ الجنایۃ لکان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد کرنا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے ہم اسواسطے کہ ہمارا قیاس یہ ہے کہ آزاد کرنا صحیح صلح کے قدیر پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت ہمیں بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجائے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح و ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتدا سے وان لم یعتقہ وقد سرت یرد علی سیدہ فیقتل او یعفو لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام کو کر دیا اور یہ جانکر کہ تصالح کے وقت سے وہ مر گیا تو غلام اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہوگا خاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہونے صلح کے فان جنی ما دون نفسہ خطأ فاعتقہ سیدہ بلا علم بھا غرم الاقل لا الاکثر فی الاصح ومن دیتہ وغرم لولیھما الاحل منھا الی القیمۃ من یوم جنی اور اگر غلام ما دون نفس پر دو جنایتیں ازراہ خطا جنایت کی سوا اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان کم قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت غلام کی جنی سے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہو تو دین کا ضمان دے اور جنایت کے وارث کو مالک قیمت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین دے ولو اتلفہ اجنبی فالعبد بالخیار فقیمۃ ولحق المولی لا الغیر اور غلام جانی کو اجنبی شخص نے قتل کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے اسکے ہم یعنے صاحب دین اور وارث مقتول کا ماسوا خذہ قاتل پر ہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا متعلق ہے ملک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پا لیگا تو اسکو دینا پڑیگا

اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور مضاربین مقدم ہے مالکیت میں وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت فادونہ مدبرۃ یضمع ولدھا فالدبر لھا لانہ تبعھا وقالا للدبر قیمۃ ولدھا لانہ لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابھا پھر اگر مادون مدبرین لونڈی جنی تو اپنے پیچھے کے ساتھ بیچی جاویگی دین میں شبہ ملکیت ولادت ہونی ہوجین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہوگا برخلاف اسکی کمائیوں کے کہ انکا حق اسکی کمائیوں کے لیے کا حق تعلق ہے نہ اسکے ولد میں ہم نے مسئلہ اسباب میں متصور بالذکر نہیں ہے کیونکہ اسمیں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالفعل مذکور ہوا ہے تاکہ اسمیں اور مسئلہ آئندہ میں فرق ظاہر ہوجاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لانہ اولی الجنایۃ تعلقا بذمۃ المولی لانہ تعلق بالکسب فلا یتعدی الی الولد بخلاف الدین کما مر اگر مادون مدبرین لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر بعبد لرجل زعم جل ان سیدہ حر فقتل العبد المعتق لیس ای ولی الزاعم عتقہ قضاء فلا قود ولا دیۃ علیہ کانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو وہ سوار دیکھتا ہے کہ اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں ہے مگر مجرد شرع سے اسلیئے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے لا اسکی تصدیق سے عاقلہ پر مگر بحجت شرعی سے اور عاقلہ سے بیان مراد غلام کا مولے ہے فان قال استحق دمہ فعرف رجل قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقہ خطأ قبل عتقی فقال کاذبا ھو عبدی لا یلزمہ شیء لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے کہا اپنے اس مولے سے جسنے اسکو آزاد کیا ہے کہ یہ شخص تیرے بھائی کو لونڈا خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح صنعت اور حموی کہا تا ہے سو اسی اصل کی تصویر میں سلاح کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہے چنانچہ اور کتابوں میں صرح بہ فان قال لما قطعت یدک وانت اعتقت وقالت ھی بل قتلتہ بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القول اور اگر مولے نے اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ شخص تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی اور اسنے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے کیا جو ضمان سے بری الذمہ کر دے تو اسکا قول معتبر نہوگا کذا القول لہا فی کل ما اخذہ کتبی منہا من المال المذکور انفا اور اسی طرح لونڈی کا قول معتبر ہر اسکی اس چیز میں جو کہ لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے کذا فی الاصل والغلۃ فالقول للاستاذ حالۃ معہودۃ منا فیہ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمیں بیان کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت مقررہ کی طرف جو تاوان کے خلاف ہے ہم نے کہا کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدبرین ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگر یہ لونڈی قرنداہ ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی عاقل قتل رجلا فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل کان عمد الصبی خطأ غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سواسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا فعل عمد فعل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجوعہ علی العبد بعد العتق وقیل لا علی الصبی لانہ مرتبط بعد الحصول اھلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام کے سر سے دین بعد یعنی اسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول منتخب میں رجوع صغیر عاقلہ کا ہے لیکن صغیر کے سر پر بھی رجوع نہیں یعنے بالغ ہونے کے بعد بھی لقصور اہلیتہ کے سبب فان کان مامورا لعبد عبدا مثلہ یرجع علیہ ان اعتق وان لا فلا اور اگر غلام کا مامور بہی غلام ہو مثل کے مانند تو مالک مخلص قاتل کو واپس مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دیکر مخلص خلاصی دے کذا رجوع لہ علی الحر فی الحال ویرجع بعد العتق بالاقل من الفداء وقیمتہ العبد کذا فی المختار فی فصل الزیادۃ کا مضطرا وقاتل مامور کے مالک کو امر پر رجوع کرنا جائز نہیں بالاجماع اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ زیادہ قیمت غلام میں کہ ہر دو ہے اکثر

اسواسطے کہ مالک دفع زیادت میں مختار ہے نہ مجبور ہم یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جیسا کہ اسنے خود نا افراز قیمت اختیار کیا تو ولی کا تاوان لازم نہوگا لان الحکم فی العبد انما قاتل صغیرا لان عمد الصغیر خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہے حکم میں فان کبیرا قتل مثلہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اسمیں قصاص ولی جائیگا کے عبد حق بثرا فا عفنہ مولاہ او قیمتہ فیہا الانسان او اکثر دفعات فلا نفقۃ علیہ لان جنایۃ العبد کالتی توجب علیہ شیئا غلام نے کنواں کھودا سو مالک نے اسکو آزاد کیا پھر اسمیں چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اسپر کچھ لازم نہیں اسلیے کہ غلام کی جنایت اسپر کچھ واجب نہیں کرتی ص اور عبد عتق میں بھی یہی حکم ہے وجب علی المولی قیمۃ واحد ولو اوقع الفا فی بیلخ اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوئیں میں گر کے مر گئے ہوں کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین کلا منہما ولیان فعفا احدہما ولی کل منہما دفع السید نصفہ الی الذین لم یعفوا وفداہ بدیۃ کاملۃ بین الثلث سقط القود وانقلب ملکا وھو جنایتان وقد سقطت احدیہما فنصیب العافین بقی بینہ نصیب لساکتین اوید فع نصفہ لعفا تم اگر ایک غلام نے ان دو آزاد مردوں کو عمداً قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہیں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثوں آزاد کو دے جنھوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہو کر منقلب بمال ہو گیا اور بمال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنے والوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے دو وارثوں کے حصوں کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فلی ولی الخطاء نصفہا لاحد ولی العمد الذی لم یعف بھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہیں کیا او دفع الیہما ونصف ثلثا ما عونہ وادیا ما منا زعۃ عینہا یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ھم وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درہم میں ہے اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنے پانچ ہزار درہم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیاں خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت میں بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اسکو جسنے عفو نہیں کیا اسلیے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی قال قتل عبد ھما قرر بہما وعفا احدھما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا النصف نصیبہ للآخر ویفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام وجہہ انہ انقلب یا عفو ملکا ولو لم یستسع جعلی عبد دینا فلا تخلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصوں کی غلام نے مالکوں کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دیکر مالک کو دے یا اسکا فدیہ کا چوتھائی دیت دیکر اور بعضوں نے کہا کہ عمر امام کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب ہیں کا نہیں ہوتا تو اسکے وارث اسمیں انکے خلیفہ نہونگے کما لو اعطاہ ولی القاتل دونوں زندہ موجود ہیں تو مورث اور وارث کا یہاں کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایۃ علی العبد

یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان میں جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہے غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے

دیۃ العبد قیمتہ فان بلغت دیۃ الحر دبلغت فیہا الا دیۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل دیۃ خمسۃ دعشرۃ دراہم الظہار الاحتیاط دیۃ الرفیق عن النصف و
تعیین العشرۃ دیۃ اُم ولد عبد رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اُسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہنچ جاوے یعنے قیمت غلام کی دس ہزار درم
اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہنچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس دس درم گھٹا ئے جاوینگے تاکہ رتبہ مملوک کا بالخطاط رتبۂ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درم کا سیکڑا
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اشرف ثابت ہو دعنہ من الاحد خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم کم کیے جاوینگے فتکون حینئذ علی
العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مردگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں برخلاف ابو یوسف کے یعنے انکے نزدیک
نقصان دس درم کا صرف تین کذا فی الطحاوی و فالغصب یجب بالقیمۃ راجعا یلتقیا بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہاں تک
اسکی قیمت پہنچے یعنے اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قد رمن قیمتہ وحینئذ فوزیادۃ نقصان دیۃ الحر قد رمن قیمتہ بالغۃ ما بلغت فان کانت
دیۃ وقیل یزاد علی قیمتہ قدر نقصان دیۃ الحر جو مقرر ہے اعضاء احرکی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں تو مملوک کے ہاتھ میں اسکی صرف قیمت
ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ ہزار درم سے زیادہ ہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں مع ہی قول اضعف
ہے اگر کفر کرے بین چاہے برابر یا بوجہ خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مختبے میں کذا فی الطحاوی وجب بکمال قیمتہ فی الصحیح وقیل
کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی ڈاڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہوگی یہ اس صورت میں ہے کہ ڈاڑھی مونڈنے کے
بعد چہ قطع ید عبد فحرر فیہ سید فرضہ شاۃ منہ ولہ بعد د رشۃ عشرۃ غیر المولی لانہ یتقص کاشتباہ منزلہ الجنی ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا
پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو ختم سرایت کر گیا تو وہ اُس زخم سے مر گیا اور اُس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں سوائے قاطع کے تو قصاص لیا جاویگا صاحب حق سے
اشتباہ کی وجہ سے یعنے اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہوا اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو محفوظ وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو بمالت مستحق مال قصاص
ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہوگی یا مالک کی بھی کذا فی الطحاوی ولا یکون لہ غیر المولی قصد ضہ خلافا لمحمد اور اگر انکا کوئی وارث نہیں سوائے مولے کے تو قاطع سے
قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال العبد بعد احد کما حر فیخیر ان المولی القوی فی لحاقہما بعد النجر فادفعہما لسیدہ کذا البیان کالاستثناء مالک اپنے دو غلاموں
سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم کرنے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنے یوں کہا کہ عین اس فعلہ کو آزاد کیا تھا
تو دونوں کی دیت مالک کی ہوا سواسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنے گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو تلا فدیۃ حر دفیہ بعد د لو القاتل لمجہد معلوم قصاصا
سواء اور اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزادی کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھی قتل کیا ہو اور دونوں کی
قیمت برابر ہو ہم وجہ فرق یہ ہو کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہ ہوگا بخلاف بیان
اطہار ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی مختصرا وان قتل کلا واحدا حد ما فاوجب الاقاعد ولم یدل
الاول فعقیبہ العبدین لیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی
قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی ص قولہ وان قتل کلا واحدا منا خالف مقصود ہے ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے
جو ذکر ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہا شخصان مثالنا مترجمے کی عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو
اسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقال لرجل عبدی حر عند موکلا ان شاء وقتم وکلا عبدہ
المفقوء بالنفاق وأخذ منہ قیمتہ کما مر ولم یکلہ لم یأخذ منہ القصاص ولا کلا لم یأخذ منہ ضمن الفقہ ولسد الخجۃ العمیاء
ایک شخص نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام اسکو پھوڑنے والے کو دے اور اسسے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور صاحبینؒ نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا آپکو چھڑانے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑا اپنے پاس رکھے دو جنی مدبر اور ام ولد ضمن السبب لا قل من القیمۃ ومن الاخر تخلیصا تم فیھما مقامھما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک ناحوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے نیچے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو دیت دے اسلیئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے انکے محل مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق مین مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہی نہ تھا قول فلان دفع القیمۃ بقضاء بجنی المدبر او ام الولد الخ خبر ہے اذا کان الثانی کالاول الخ لیس فی جنایاتہ کلھا الا قیمۃ واحدۃ ولا شئ علی المولی لانہ مجبور علی البیع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات مین سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہین اور مالک پر کچھ واجب نہین اسواسطے کہ وہ مجبور ہی قیمت کے دینے پر لیئے بحکم قاضی دلو دفع الیھما او لی الاولی بغیر قضاء اتبع السید بحصتہ من القیمۃ درجع بھا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق فان للاول الا حبسہ لاجل قیمتہ فصار اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے اپنا حصہ کے اور مالک اسقدر پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلیئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین واتبع ذا الجنایۃ الاول کا دے یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے لیئے نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسنے انکا حق ناحق لیا دفعا لا شئ علی المولی اور صاحبینؒ نے کہا قیمت بلا فصل دینے مین مالک پر کچھ لازم نہین ولان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تتبعہ ای المولی لانہ یتبعہ واحدا عملا بالدلیلین قبل العتق لانہ حق المولی یتعلق بعینہ فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہین تو مالک آزاد کرنے سے اسکے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا ام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور مین لیئے مسئلہ عتاق مین اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ تو جب لم یجز اقرارہ لانہ اقر لازم علی المولی عملا لانہ اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہی تو اسکا اقرار جائز نہین اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر خلاف اسکے جبکہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاویگا دو جنی للمدبر خطأ فمات لم یسقط قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مر گیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہوگی دو قتل المدبر مولاہ خطأ سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت مین لیئے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے دو عمدا قتل الورثاء استسعاء فی قیمتہ شہ قتلہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدا قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کرا دے اسکی قیمت حاصل کرنے مین پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب الرقیق وغیرہ

یہ فصل ہی مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام مین غیر املوک سے مدبر اور جسی مراد ہی قطع ید غیر فغصبہ رجل فقطع فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی زخم سے مر گیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا دان قطع یدا وھو یزید فی الغاصب فمات لتسری الغاصب یصیر متلفا نفسہ متلفا نفسہ یسترد اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہی سو وہ اسی زخم سے مر گیا تو غاصب پری الذمہ ہو گیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک بھیر لیئے والا ٹھہرا جاویگا غصب عبدا مجبورا فقطع یدہ فمات فدیۃ ضمن لان المجبور مؤاخذ بافعالہ

لا باقرار المولی بعد عتقہ علی غلام غیرہ ماذون لہ اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضے مین مرگیا سو وہ ماذون دیگا اسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے اقرار مین ماخوذ ہی نہ اپنے اقرار مین مگر آزاد ہونے کے بعد قول مین بھی ماخوذ ہوگا ملی بن حق عند غاصبہ فردہ ثم جنی عندہ سیدہ الآخر خمس بقیمتہ یوما للصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے اسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اسکی قیمت کا تاوان دے دونون مقتولون کے وارثون کو نصفا نصف لینے نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ویجر المولی نصف قیمتہ علی الغاصب فدفعہ الی فدفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب کلا والراجح قائمۃ اور مالک مدبر کی نصف قیمت بھرے غاصب سے اور مولے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب ہوا تھا مگر اس حال مین کہ مزاحم موجود تھا مصنف طاوی نے کہا حلبی نے ذیلعی سے امام ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع اسکا نہ تھا اور کبھی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا خارج از حق غیر تو وارث اول اسکو لے گا تاکہ اسکا حق پورا ہوجاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لامزاحم لہ یعنے مقتول اول کے وارث کا حق اسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی علی الغاصب لانہ ضمنہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھرے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا بعلمہ بان جنی عندہ مولاہ ثم عند الغاصب لا یرجع المولی علی الغاصب بالثانیۃ لان الجنایۃ الاولی کانت فی یدہ مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے برخلاف یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھرے گا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی نہ غاصب کے پاس بخلاف فی الفصلین الاولین یرجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ثانیا لانہ جنی عندہ ثم عندہ اور غلام خالص کے دونون صورت مین یعنے خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہی سوائے اس بات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور وہان یعنے جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ فردہ فضمہ ثانیا لمولی عند کان علی سیدہ قیمتہ لہا راجع بقیمتہ علی الغاصب لانہ اخذہ فدفع للمولی نصفہا ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا لان ولی جنایۃ الاول یرجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سوائے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوئی اور مالک قیمت بھرے غاصب سے اسلیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھرے والمالک فی کلتا الحالتین برد علیہ لعلمہ ان سبب ملکہ تون مین سے پکڑ لیتا ہے غصب بجہل حیث لا یعتبر من نفسہ للزوم بغصبہ لذھابہ بلا اذن ولیہ فصار کالغاصب الاجنبی اور وہ غاصب کہ جسکے پاس سے مالک نے لیا ہے بعض اسکے مالک کے پاس سے غصب کیا ہے اور وہ غاصب اجنبی ہے بعض اسکے ایک مرنے اور صغیر کا زندہ ہونا اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا نگلنے یا تپ کے سبب تو مرد پتا وان نہین عند سے مراد صغیر کا بیعقل ہے بدون عبارت اسکے قول کے صم یعنے غصب کے معنی مجازی سماوی مراد ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت ہوا کہ موت تا گہانی اور تپ آنا ہر قسم مین ممکن ہی مختلف باختلاف الماکن نہین ہی وان بصاعقۃ او نحو حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب لتعذر الصواب حتی یتعذر نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی او کالمرض ضمن فیجب فی الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا لا سببا ھذا زیلعی اور اگر صغیر کو بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہوگی دلیل استحسانی کے اسواسطے کہ غاصب نے بڑا ہی بچھوؤن یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر عام صغیر کو اس مکان مین لے گیا جہان اکثر سب اور امراض لاحق رہتے ہین تو ضمان لازم ہوگا تو تمکین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کتاب الدیات

وغیرہا قات دبقی لو نقل الحر الکبیر ھذہ کما کان تعدیا ان مفیلا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن لانہ لم یتعدوا حفظ انفسکلام تقصیر لحکم صغیر
کبیر مقید احتراز بہ مین کہتا ہون باقی رہگئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کرکے اسطرح لے گیا کہ اسکو بچانا اُس سے
ممکن نہین تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اسکو بالغ ہونے اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے
مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی الخانیۃ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حتی یجیئ بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت
الفرقۃ بینھما فانہ یحبس حتی یراھا او یعلم موتھا اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہان تک کہ اسکو لے آوے یا اسکی موت
معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لے گیا یہان تک کہ زوجین مین جدائی ہوگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہین کہ زوجہ کہان ہے تو
وہ شخص محبوس رہیگا یہان تک اسکو بھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ اھ ختانا یختن صبیا فعمل الختان فی
قطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیۃ وان لم یمت فعلیہ عاقلتہ کلھا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی
معاملات البنایۃ ۵ ومن الذین ومات مجنیۃ قامہ علیہ فمات بالسقی یشطر بہ خیتہ کرنے والے کا حکم کیا صغیر کا ختنہ کرے سوائے ختنہ کیا
تو اسکی سیاری کاٹ دان اور لگا دیگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ حکم ضمان اجیر کا باب
مین سابق مذکور ہوچکا اور دعایات کی چیتان مین مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اسکا مجنی مرے تو اسپر دیہ واجب ہے جبکہ نصف اسکا واجب ہو
موت سے یعنی اگر مرے تو پوری دیت واجب ہو اور نہ مرے تو نصف واجب ہووہ کون جنایت کرنے والا ہے یہ کہ وہ ختنہ کرنے والا ہو کمن حمل صبیا
علی دابۃ وقال المسلمانی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ دیۃ عند ابی حنیفۃ کذا فی المحیط وکذا لو حمل صبیا
مانند اس شخص کے جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامنے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اسکے جانور کو ہوا کھا گیا تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانے والے کی
عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا اسکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے صبیا وھو عبدا فقتلہ او قتل الصبی العبد الموضوع
تحت عاقلۃ الصبی قیمتہ اندا اس صغیر کے جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سوائے اسکو قتل کیا یعنے صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا
ضمان دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ قال ابو یوسف ولکنہ یضمن پھر اگر صغیر کے
پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون نے التجارۃ بھی نہین ہے سو صغیر نے کھانا کھا لیا تو اسپر ضمان نہین اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو
طعام پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور طعاما فاستھلکہ فعند ابی یوسف والشافعی فی الحال
اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سوائے اسکو تلف کیا تو اسکا ضامن دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال ضامن ہوگا
ولکل الطلاق ولو عبدا وقع ضمانا اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا صریح یعنے صغیر اور غلام کے کوئی چیز عاریت لی یا طور قرض کے تلف کی
تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہین ہے بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الظہیریۃ وان کان
ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استھلک الصبی مال الغیر بلا اذن ودیعۃ
ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وھذا کلہ لو الصبی عاقلا واما
فلا یضمن بداجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین خلاف ما فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہون اور یہ تمام مذکور اس صورت
مین ہے جبکہ صغیر عاقل ماذونہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اسپر ضمان لازم نہین ہے بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنا یلدو شرنبلالیہ مین ہے شلبی اور مسکین سے
منقول یہ خلاف ملتقی وہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے انتفاء عقل صغیر اور عدم اشتراط مین اہل ہونے کے دو قول ہین

باب القسامۃ

یہ باب ہر قسامہ کے سائل ہیں ضم قاف یا فتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطوالعی ھی لغۃ تصحۃ القسامۃ وھی لغۃ ضعیفۃ مطلقا قسامۃ عرب میں کہتے ہیں قسم کے ہر اوہ یمین اور حلف ہر مطلقا یعنی خواہ ایک ہی قسم کھائے یا زیادہ وشرعا الایمان باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص وقدر معین مخصوص علی شخص معین مخصوص علی وجہ مخصوص یعنی ادا قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی صحت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجود مخصوص کسی اوپر ان کا عقیب آتا ہے قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس یمین ہوں قتل عمد کا ثابت ہونا یا تو بسبب اقرار قاتل کے یا بالبینہ یا بالقسامہ یا بالقرائن جو معلوم نہیں ہوا اور شرط قسامہ ہونے کی مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن انکا یہ ہے کہ یوں کہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں قتل کیا اور نہ میں انکے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور شروع ہونا قسامہ کا ثابت ہوتا ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطوالعی معنی قسامہ کے شرع میں یہ ہیں کہ قسامہ کی خوبی اور انکی شرعیت میں حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھیں اور مفت ضائع ہونے سے خوف کھائیں اور بیسبب قتل کی تہمت لگنی ہووہ قصاص سے خلاصی پاوے میتحر ولو خطأ میاً او مجنوناً بتولید لایۃ بجرح او ضرب او حفر بئر فی طریق او وضع حجر فی غیر ملکہ او جدید فی ملکہ او مرور بہیمۃ بلا اذن او مفسدۃ آزاد مرد جسمیں نہم ہو یا مانند یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون کا بہنا اگر انکے کان یا انکے وہ اعضا میں پایا گیا یا انکا یا اکثر بدن کسی طرح سے یعنے سر کی طرح سے یا پاؤں کی جانب پایا گیا یا نصف بہیمہ نہم کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرنبلالیہ ھم اگر غلام خالص غیر ملک مولے میں مقتول پایا جاوے تو اسمیں قسامہ نہیں ہوا تو قیمت انکی واجب ہوگی تین مال میں جناب شرنبلالیہ میں ہو تو اگر شاخ آزاد کی قیمت میں نہ لگا تا تو بتر تھا کذا فی الطوالعی والمضروب ورق فی البلد لکن لا اکثر ھم لکل حتی لو جدا قل من نصفہ او لوجہ رأسہ لا لثلاثۃ یدعی قتلہ او احدھم او ھو علیہ شرع اور نصف اگر یہ بدن میں وارد ہو لیکن اکثر بدن نہیں ہوا تو اگر نصف بہیمہ کے کمتر پایا جاوے اگرچہ یہ نصف اقل کے ساتھ بھی ہو تو قسامہ ثابت ہوگا تا کہ دوبار قسامہ لازم نہ ہو ایک بدن میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت نہیں مجتبیٰ اگر کثر نصف بدن میں قسامہ رہا تو ایک شخص میں دوبار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ایسا اکثر بہیمے کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بہیمہ کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں ولم یعد بقتلہ لان الواجب کان لھم او لھم کان ھو الخصم سقط القسامۃ او میت مذکور کا قاتل معلوم نہ ہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب میت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاویگا او ادعی ولیہ القتل علی اھلھا او المحلۃ کلھم او ادعی علی بعضھم حلف خمسون رجلا منھم اور اس میت کا وارث قتل کا دعوے کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شرع کے امین سے پچاس مرد قسم کھاویں بختارھم الولی فان عدد ما قتلناہ کما علمنا نہ قاتلا باد علی احد منھم باللہ ما قتلنا ہ ولا علمنا لہ قاتلا باد علی احد لہ تا تمام قسم کے واسطے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم جسنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہمارے محلے کا قاتل کو جانتے ہیں اور نہ ہم مرد اسمیں سے قسم کھاتے ہیں کہ واللہ میں نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں انکے قاتل کو جانتا ہوں ھم ہر شخص یمینہ واحدۃ قسم کھاوے نہ یمینہ شرع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو تو صیغہ جمع میں دو بیچارے لگ لیے یعنے سب لوگوں نے اسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سبنے مارا ہو گا تو بھی صیغہ واحدہ سے ہر شخص قاتل بٹھہ لگا لا یحلفان الولی وقال الشافعی ان کان ثمۃ لوث استحلفا لا ولیاء خمسین یمیناً ان اھل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وخصوم الولی الورثۃ او الوارث وان لم یکن وارث فالامام یا امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنے لگاؤ اور شبہ ہو تو وارث سے پچاس یا قسم لیجاوے کہ اہل محلے نے اسکو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے وعاقلہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوے ہو ھم لوث یہ کہ قتل کی علامت متحقق پر پائی جاوے یا ظاہر حال دعوی کی صداقت کا شاہد ہو یعنے اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا پسندیدہ شخصوں غیر عدل گواہی دیتے ہوں کہ محلے والوں نے اسکو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ قتل تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بیجا حکمی کیا صورت ہے سو یہود یوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ ہمیں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کرو ان سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہمنے اسکو قتل نہیں کیا ہے اور

نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اسکا خون بہا ادا کرو تو یہود یوں نے کہا کہ تمنے ہم لوگون میں ناموس یعنے وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرعن الزیلعی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بنصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم میں نو یون ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یون ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہ ثم قضی علی اھلھا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت الدعوی بقتل خطاء وان وقعت الدعوی بخطاء فعلی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلھم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاھر الروایۃ القسامۃ علی اھل المحلۃ والدیۃ علی عواقلھم فی ثلاث سنین وکذا فی القنیۃ لو حذف فی ثلث سنین ثم نبذ الیھم بعد ثلث سنین ثم جاء اھل المحلۃ بالبینۃ علی القتل عمدا لا یقضی علیھم بشیء لانھ لا یقضی بالدیۃ علی العاقلۃ بعد ثلث سنین ثم اھل محلہ کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جاے لیکن ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنے مددگارون پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگارون پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا فی الشرنبلالیۃ وان لم یتم العدد حلف علیھم لما مضی ولا شیء علیھم فیما بقی اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہوا تو مکرر قسم لیجاوے الخ تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاوین وان تم العدد واراد الاولیاء ان یکرر الایمان حتی یحلف خمسین یمینا فلھم ذلک اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی ومن نکل منھم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور وھذا ھو الاصح کما فی الخلاصۃ وھو الاصح لانھ لا یحبس ابن کمال مزیا للخانیۃ اور جو شخص انمین سے قسم نکھاے تو قید کیا جاے بیان تک کہ قسم کھاے اسطرح پر جو یہان مذکور ہوچکی یہ حکم ہر قتل عمد کے دعوے میں اور قتل خطا میں نہ لوگہ مددگارون پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ مجبوس نہ ہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ وعبدا قبل اقراری ولو علی غیرہ ضمنہ الولی فسقط القصاص عن اھل العاقلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون ولو مراھقا وعبد اور قسامہ نہیں ہے نابالغ اور دیوانہ اور عورت اور غلام پر ہم سواسطے صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام فطرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگارون پر ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ کما لیس یقتل لان القتیل عرفا ھو فائت الحیوٰۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف انفہ والزام تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں ہے اسلیے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زدن کے کرنے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان لازم ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے اولیس لہ من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم لم یخرج منھا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے مُنہ یا ناک یا مقعد یا ناامہ سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلنا ہوا ان مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکھ کے اد نصف منہ او لا قسامۃ فی بضعۃ میت شق طولا او اقل منہ او من نصفہ لو عظما لانکے نصف میں یعنے قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑا گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ بھی ہو دلیل گذشتہ مصنف یعنے مذکور ہوچکی کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن میں یا اکثر بدن میں او علی رقبۃ لہ حیاۃ مستقرۃ لان الظاھر انہ مات بسببہ کما بزاذیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ وما تم حلفہ کبعض او عجز سقط تمام الخلاف بہ اثر الخلاف فی وجوب القسامۃ والدیۃ بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما مر فی الدیات اور جسکی پیدائش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے بشرطیکہ تندرست پیدا ہوا ہو پھر گرایا گیا ہو یا گیا ہو جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہو تو قسامہ واجب ہوا وظاہر یہ ہے کہ حکم مخالف کا یعنے جسمیں قسامہ نہیں قال ادعی الاول علی واحد من غیرھم کالمعتاد کالحلاج فقط قسامۃ تعدد پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اسکی طرف سے اہل محلہ والون کے واسطے

اور قسامہ انکے اوپر سے ساقط ہوگیا ان ادعی الولی علی معین منھم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والون مین سے ایک شخص پر قتل کا دعوے کیا تو انکے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہوجاتا ہے ہم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معھا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اھل المحلۃ کانہ قتلہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عزیزون پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول انکے قبضہ اور تصرف مین ہے گویا انکے گھر مین ہے ولو لصق بھا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیھم جمیعا وان لم تکن مملوکۃ لھم عملا ببید ھم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا یجب علی السائق الا اذا کان یسوقھا لمنفعتہ او یجرھا والراجح الاول اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبض و تصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہوا اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو چلانے کیلئے ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جو ہر زمین وان لم تکن معھا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اھل المحلۃ الذی فیہا القتیل علی الاصح اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والون پر ہے جسکے محلے مین مقتول جانور پر پایا گیا ولو حوت او دابۃ علیھا فئتین یدعی کل قبیلتین قتلھا اقربھما لما روی ان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ فی قتیل وجد بین قریتین بان یدعی فریق الی احدھما اقرب بشبر یقضی علیھم بالقسامۃ ولو استووا فعلیھما وقیل الدابۃ اتفاقی قیستانی اور اگر ایک جانور کذا جسپر مقتول ہے دو گانون مین یا دو قوم کے درمیان تو جو انمین نزدیک تر ہوگا اسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونون کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانون کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھین لوگون پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونون گانون برابر ہون بلا کم و کاست تو دونون پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القستانی ہم قرب کا اعتبار اسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہو تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ ہزازیہ مین یون مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانون کی زمین مین لیکن وہ متصل ہے دوسرے گانون کے گھرون سے تو اگر زمین ملک ہو تو مالک پر قسامہ ہے اور نہین تو نزدیک تر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا ورنہ قرب کا اعتبار ہے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منھم ھکذا اعتبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرھا ھکذا فی عبارۃ البرجندی عن الکافی یسمعون صوتھم لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی الیصر فنزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یون منقول ہے کہ اہل قریہ انکی آواز سنتے ہون اسواسطے کہ ساعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مدد گاری مین منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبًا مقتول کی آواز بھی گانون کی زمین تک پہونچتی ہوگی والا بالکان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لانتفی عنھم التقصیر فلا تنسب الی التقصیر فالاظھر ان قول الدرر نہین لیعنے اگر مقتول ایسے مکان مین کہ انکی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مدد گاری لازم نہین تو وہ منسوب بہ تقصیر نہونگے تو وہ نہ تدیرًا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ہم لیعنے قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جبکہ مقتول کی آنحضرتی مدد نہ کی تو گویا وہی انکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان مین مقتول ہوا کہ انکی آواز گانون تک نہین پہونچ سکتی تو وہ عدم تقصیر مین معذور ہین تو انکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان علی کما یحتج القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتھم کذا لو موقوفا علی ما یاتی معلوما من کون العبرۃ للدار دالولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للدرر والبزازیۃ قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرھا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب اذا وجد فی مکان مباح او ملک فیکون دیتہ علی عاقلۃ من یلیہ اور مراعات ہوگی

اس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگارون پر اور اسی طرح اگر وہ مکان معین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہوگا اور دیت اُنکے مددگارون پر ہوگی اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنے تصرف کا اعتبار ہوتا ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہومین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین در روغیرہ کی پیروی سے تو اسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اُس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسیکی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف عام محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول ملا بیابان مین تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامہ اور دیت مالک اور اسکی قوم پر ہوگی اور اگر کسیکی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اُجرت قسامہ ہوگی اور اگر آواز نہ سُنی جاتی ہو تو اگر اُس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس لینے سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اُسکا خون رائیگان ہوگا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اُسکے قرب مین آبادی نہو کذا فی الظہیریۃ والخلاصۃ فی الملتقط والبدائع وفی الخانیۃ ذکر فی الملتقط والبدائع وفی الخلاصۃ عن العالمگیریۃ کذا فی الظہیریۃ اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہوگی وللمراد بالولایۃ والید الخصوص والمجاعۃ یعنی صون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ کما یاتی بدائع اور ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوے یعنے ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا کسی پر قسامہ نہ ہوگا نہ دیت کذا فی البدائع لکن یستحق دجوبھا فی بیت المال قلت تامل لکن یاتی عن قریب آویگا۔ سو تامل کرم الظہادی نے کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المحقۃ حتی لو اماما لا اراضی التی لبیت المال اخذھا والظاہر انہ یکون القتیل فیھا ھدرا لانہ لیس علی الغاصبیۃ تستحق من الکرمانی صلحیر اور یہی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین بر حالہ نے زبردستی اُنکو چھین لیا ہو تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اُسکے اُنہ مقتول کا خون رائیگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی اور اسکی تحریر اور تصحیح کرنا بیجے مذہب کی روایت سے دان میاحا لکنہ فی ایدی المسلمین بجانب فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ لو صوت یجب علیہ الاجر بذلک کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضہ مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اسوجہ سے جو ہمنے یہ ذکر کیا ہے کہ جیب وہ اسطرح پر ہے کہ وہان سے آواز سُنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ محیط سرخسی سے نقل ہوچکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الظہادی وفیہا لو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اھل القریۃ فھی علیہ علی عاقلۃ اھل القریۃ علی اھل القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فھذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ کما مملوکۃ کما لا یخفی فتنبہ فتنبہ اور ولولجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاے ایک مرد کی اس زمین مین جو ایک گانون کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہوا نتہی ما فی الولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اسی صورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُسکے گوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا فان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضری راجع فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہ قالہ بالحجۃ کما یستحق کالعاقلۃ کذا فی الخلاصۃ اور دیت اُس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو اسمیں سے کہ وہ لوگ اُسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہین ہین تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وھی الدیۃ والقسامۃ علی اھل الخطۃ الذین خطا بیوتھم اولا الفضۃ ولو غیرھم خلافا لہما اور وہ یعنے دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط لکھدیا یا ملکیت کا استبداء

فتح اسلام میں اگرچہ امین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ہم خطہ الکسر عبارت ہو مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے زمین کے جبکہ امام نے شہر فتح کیا اور انکو غانمین میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہو جاویں کذا فی العینی دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلہم شرکاء فی دار کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف رح کما کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلہم فلمشترین بالحصاص پھر اگر دار کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہو بالتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے ان وجد فی دار بین قوم لبعض الکثرۃ علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہو درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہو تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہو شفعہ کے مانند ہم مثلاً ایک شخص کا حصہ آدھا ہو اور دوسرے کا دسواں اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت اگلے عاقلہ پر تین ساوسا برہو اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا ملک حفظ اور تدبیر میں برابر ہیں کذا فی الطحاوی دان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ہنوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اسمیں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بالغ کے عاقلہ پر ہو وفی البیع یختار علی عاقلتہ ذی الید خلافا لہما اور بیع میں بشرط خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہو بخلاف صاحبین رح کے ہم خواہ خیار بالغ کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یثبت الشہود الذین ای الدار التی فیہا قتیل الذی الید لہ او ھو القتیل کما سیجیء اور عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت دینا لازم نہو گا جبتک شاہد گواہی نہ دیں اسکی کہ جس گھر میں مقتول ہو وہ قابض اور متصرف شخص کا ہو اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہو گا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہو گی جبتک گواہ نہ دیں ذی الید کی ملک نہ ثابت ہو گی ولا یکتفی بحجر الید حتی لو کان یلہو تدعا قلتہ ولا نفسہ رح اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا لو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہو گا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللاً فانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للموروث بہ شیء صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کے واسطے ممکن نہیں ہم مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثون کا ملک ہو گیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہو تا وارثون پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثون کی ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہو اور وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہ تعلیل صاحبین رح کے مذہب کی بیان کی ہو اور امام کا یہ مذہب ہو کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہو چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ مسئلہ متن اور شرح میں آئندہ بھی مذکور ہو گا خلافا لو رثۃ لا یخلفونہ فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہو ناہو سکتے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہو تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد یقال لما کان ھو کالید فی التقسر فغیر بالاقوی الغیبۃ فتامل میں کہتا ہوں جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہو تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولے دیت واجب ہونگی عدم وجوب کے شبہ قوی ہونے سے سواسکے تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی من فیہا من الرکاب والملاحین تغلیظا کما مر فی یدیہم کا لدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہو جو ناؤ کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی اگلے قبضے میں جانور کے مانند ہو عدم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا العجلۃ تحمل کما تحمل الدابۃ اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہو یعنے اگلے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سواروں پر ہو وفی مسجد محلۃ وشارعہا الخاص بہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو والمصنف تبعہما اور اگر مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہو کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہو جسمیں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہو اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہو اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہو

ھ ملاخسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اسواسطے کہ ملاخسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمیں بیان کیں اسطرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع محلہ ہے جسمیں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہوں اور دوسرا شارع عام ہے جسمیں جمیع طوائف برابر ہوں جیسے بازار ہوں کی راہیں اور خارج شہر کی راہیں انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہوگئی جسمین مسافر نماز پڑھتے ہوں تو وہان قسامہ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسوق محلہ علی الثلاث وعند ابی یوسف علی السکار طبقے اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اسکے مالکون پر قسامہ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر واجب ہے کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ھو النافذ والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد منھم کالجامع بخصوص کالقسامۃ والدیۃ علی احد ابن کمال والدیۃ فی بیت المال کان العرم بالغۃ اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہو نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہین اور نہ کسی پر دیت ہے کذا فی صحیح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہے اسواسطے کہ تا دان بمقابلہ سفقت کے ہے جو کہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی اُنپر ہوگا یعنے مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہے یعنی لے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامۂ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اسمین شریک ہین سو خدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما یجب الدیۃ فیما اذا کان المال انکان نائبا او بعیدا عن المحلات والا یکون نائبا بل قریبا منھا فھو اقرب للمحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ کانہ محفوظ بحفظ اھل المحلۃ فتکون القسامۃ والدیۃ علی اھل المحلۃ تعبیر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلہ سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اُنسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا کذا فی السوتانی اذا کان من بیتھما فی الفیافی اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید مین جبکہ لوگ اسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین اور کان لاحد فیھما حانوت مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی النھایۃ معزیا للنھایۃ قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود وفی الروم واعتمدہ المصنف وان خلا عنہ للمتون لانہ صحح بہ فی غلب الاقفاء والشروح فیلحظ یا کسیکا اس بازار بعید مین گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اسپر تقصیر کا موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ نہایہ مین ہے نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب مملات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف) فتوی دیا ہے مرحوم ابو سعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہے اسی متن مین اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب مملات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویعتبر لو وجد فی بریہ وفی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا حتبسا کما سیجیء اذ لا بد لاحد من قرب اذا کان موضع ابعاد مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہوگا اگر مقتول پایا جائے جنگل مین اور دریائے فرات کے درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہوا نہ لایا ہو لانہ حکمی متحبس ہو جیسا کہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا وہان کسی کا

الفرات تنین اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے باقی نکلنے کا منبع دار الاسلام میں ہو تو دیت اسکی بیت المال میں واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضہ میں ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تمثیل کے واسطے تنین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمیں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر وھو ما یستقی بہ الشفعۃ علی اھلہ اختصاصا بہ اور نہر صغیر کے جسمیں شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہو انکے متقول میں اُس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر میں جسمیں چھوٹی کشتی جاری ہو اور بعضوں نے کہا جسمیں لوگ متعین ہوں کذا فی الظہیریۃ ولو کانت البریۃ محلوکۃ او وقفا علی احد کما مر وینبغی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاجمۃ او الغیاض بحیث یسمع منہ الصوت یجب علی اھلہ او ذی الید منہ او علی اھل القریۃ او اقربہ الاجمۃ زیلعی اور جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہو گاؤں سے یا قریب ہو کل کے خیموں سے یا کچھ کے خیموں کی آواز وہاں تک مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی ص عبارت میں الف نشر مرتب واقع ہو ولایت میں اہل حواشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجری کی قوم ولو تحبسا بالشط او البحریۃ او موضعا وسط فی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری او المصار زاد فی الخانیۃ والاحاضی واقربھا للصقف اذا کان یصل صوت اھل الاحد من القری الیہ وکالکما مر اور اگر مقتول رکا ہوا دریا کے کنارے پر یا پانی کے کنارے یا وہاں سبتہ ہو یا کنارے پر پٹا ہو تو جو وہاں سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہر دن سے وہاں کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہوگی خانیہ میں اتنا زیادہ کیا ہو اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا کذا مر مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو شرط یہ کہ جب اہل زمین اور دیہات والوں کی وہاں آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہاں تک پہونچتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان انفی قوم یا سیوف فاجلو الی اقربھا عن قتیل فعلی اھل المحلۃ لان حفظھا علیھم الا ان یدل علی غیرہ او دین علی بعض معین منھم فلہ یکن علی اھل المحلۃ شئ ولا علی اولیاء حتی یقیم بینۃ لان مجرد الدعوی لا یثبت الحق ویرئ اھل المحلۃ لان قولہ لیس حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلواریں کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی انکے ذمہ ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمیں سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہیں ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول انکے ذات پر حجت ہوا اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے میں وصح خلافہ علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حاقدا بالامس وما قتلت ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ وحق مدعی یعنی قتلہ اور جسپر قسم عائد ہو اہل قسامہ سے اسکے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہاں یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم جسنے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہیں انکے قاتل کو جانتا ہوں سوا زید کے اور اسکا قول قبول نہوگا اس شخص کے حق میں جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہو شارح نے کہا مستحق اسم مفعول ہو نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اھل المحلۃ بقتل غیرھم خلافا لہما او بقتل احدھم یعنی لنفسہ فاولیاء اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق میں باطل ہی بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دینی تو باطل ہی تہمت کے سبب سے ص نیچے ایک شخص محلہ میں پیدا ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والوں نے سوا اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ میں سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہی اور اہل محلہ سے دو شخصوں نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہی امام کے نزدیک تہمت کی وجہ سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہوا اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہوا اور شاہد چاہتے ہیں کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹالیں کہ غیر پر ڈالیں تو وہ متہم ہوئے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فقتل منہ فبقی فراشہ حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف رح اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری میں سو وہاں سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے برخلاف

ابو یوسفؒ کے کہ قسامہ اور دیت نہیں اگر خطا معہ جرح بہ رمی فحملہ احزہ اھلہ فمکث سنۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف رحمہ اللہ وقال ابو حنیفۃ یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سوا اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہاں ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دیگا ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امامؒ کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر لیکن اسواسطے کہ اسکا قبضہ بنسبت محمل کے ہو تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہو جیسے محمل میں مجروح ہونا زخمی کا کذا فی الدرر و فی رجلین بالثالث وجد احدھما قتیلا ضمن الحی الظاھر ان الانسان لا یقتل نفسہ وینہ عند ابی حنیفۃ خلافا لھما بدون میرے شخص کے دو مردوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضمان دیگا امامؒ کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف صاحبینؒ کے انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو و فی قتیل قریۃ او محلۃ کر للحاکم علیھا والدی عاقلتہا وھندا بی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ لیصیر والعورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دینگے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ یہاں قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون وللمرأۃ تدخل فی التجارح لعا قلۃ وھذہ المسئلۃ کذا فی الملتقی وھذا ھو الصحیح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہاء نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم رملیؒ نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہو تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الظہیریہ وان وجد قتیل فی دار فصاحب الدار عاقلتہ وعندہ ابی حنیفۃ وھندھما ومن فر لانثی فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کما ذکرہ ملا خسرو تبعا لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعہما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے دار والوں کا عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اسی قول کا راجح ہونا کہ جسکی صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے وھو الصحیح لما ان الدار فی ید حی حین وجد الجرح فیحمل کانہ قتل نفسہ فیکون ھدرا ظہر ان القسامۃ انما تجب بظہور القتل وحال ظہور الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتھما وصدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے اس کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اکارت رائیگاں ہوگا اور امامؒ کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی کما یحتمل العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لھم وکما یمکن ان لا یجب علی الورثۃ للورثۃ لان لا یجب علیہا لیس للورثۃ قبل المقتول شیء یقضی منہ دیونہ وتنفذ وصایاہم بخلافہ الوارث فیہ فاظہر لصیرورۃ المعتوہ ان قتل ابلہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون ھدرا لما قلنہ یوں نکہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اسلیے کہ اس سوال کا یوں جواب پایا جاویگا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں ہے بلکہ مقتول کے واسطے ہے تاکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا کیے جاویں اور اسکی وصیتیں اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور معتوہ کے مانند ہے اگر صغیر یا معتوہ اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا معتوہ میں اور وہی دیت صغیر یا معتوہ کی میراث ہوگی تو غیر وارث رہا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار لذلک حیث ھو فوقتہ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیھم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسطرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انھیں لوگوں پر ہے وان کانت لاھل اللہ

موقوفۃ علی المسجد ھو کما لو وجد قتیل فی المسجد ذیلعی وھندیۃ وسراجیہ وغیرھا وقد قدمنا اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جائے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو انکا حکم مسجد محلہ کے مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو انکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتحقیق ان یکون کالاول بان یکون الموقوف علیھم معلومین المخرج خبر المعلومین کما کان قبلھا علی الفقراء المساکین فان الظاھر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین قالہ شیخنا الجامع قال المصنف قلت مین کہتا ہون اور موقوف علیہم لوگون مین معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہے نکلجاے چنانچہ فقیرون اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا اپنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی رد ہے صراحت کے طریق سے دلو وجد فی معسکر فلا غیر مملوکۃ فھی لقطۃ بالشرط علی ما یاتی بیانہ اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکر گاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہے تو انکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہے وقد مناحکمھم او الخیم والفسطاط اذا کان لواحد ساکنہ خاصۃ فان کان لقبیلۃ وجد القتیل فیھا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو لشکر خراج کے رہنے والے قوم قسم ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے دلو بین القبیلتین کان حکمہ کما ھو بین الفریقین اور اگر دو قوم کے درمیان پایا گیا تو انکا حکم ویسا ہے جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہو چکا یعنے اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونون برابر ہین تو دونون پر واجب ہے دلو نزلوا جملۃ مختلفین فعلی العسکر اور اگر لشکری لوگ رہنے کے مختلف اور جدے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہے دلو کانوا قد نادوا عند وافلا قسامۃ وکذا حی صلحوا اہل العسکر کفار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت لھم دار فی اقل فیھا العسکر مملوکۃ ذوی المال بکل حال جمیع ما تحتھم مکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ وھذا لکن فی الملتقی خلافہ کما یاتی بیانہ سفتنبہ اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اوترا ہے مملوک ہو تو انکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے ساکن ہین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسفؒ کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا چاہیے صاحب درر کا متعقب علیہ کہنا صحیح نہین دیکھا تو وجہ کی تقریر کا تمام لیکن علی کل تمام قسامہ تھی علی عاقلتھم کما یاتی بیانہ اور ملتقی مین ہے کہ اگر مقتول پایا گیا لشکریون کے گانون مین تو یہون پر قسامہ نہین اور وہ یعنے قسامہ ہر انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے کی قسم کے لائق نہین ظن کان قیم ھذا لک فیھا لکنہ من اھل الیسر ولہ بھیمۃ اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الولوالجی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو وجد فی دار عبد او معتوہ فعلی عاقلتھما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا پاگل ہونیوالے کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہے دلو فی دار ذی حلف حنفی یمینا دیتہ من مالہ دلو تغلو فعلی عاقلتھما اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو یہ اس قسمین کھائے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کے عاقلہ ہوتے ہون تو دونون پر یعنے سود اور لفظہ ی کی عاقلہ پر دیت واجب ہے گی ھم یہودی یون قسم کھائے (کہ اس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو نہین مارا اور نہ مین انکا قاتل کو جانتا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھائے جسنے انجیل اتاری کذا فی الخلاصۃ دلو وجد قتیل فی محلۃ فاصابہ سھم او حجر ولم یدر من این اصابہ فعلی اھل المحلۃ القسامۃ والدیۃ ہر دو کذا اگر ایک محلہ مین سوا اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو علوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بھیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلا شیء فیھا اور خانیہ مین ہے کہ جو پایا یا جانور مقتول پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین دلو وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

عواقلهم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول ہائے عمامین تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل عمامہ کے مددگار دن پر واجب ہو تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فهدر لانه مدیون او قیمته علی عاقلة مولاه لو مکاتبا فقیمته علی عاقلة مولاه مؤجلة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اسکا رائیگاں ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والوں کے لئے اور بجز مکاتب کے یعنے اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ص مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاے اور جو بدل کتابت دیگر باقی رہے وہ اسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریة ولو وجد المولی قتیلا فی دار مأذونه مدیونا اولی وعلی عاقلة المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنے قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیه او امه او المرأة التی فی دارزوجها فالقسامة والدیة علی العاقلة ولا یرثهم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب العاقل

یہ کتاب ہے احکام عاقل کے بیان میں ھو جمع مقعل تعقیر فسکون فضم وہ یعنے عاقل جمع ہے مقعل کی لفظ میم وسکون عین وضم قاف جیسے کہ رغیف سے کہ جمع رُغُف ہے وهی الدیة وتسمی عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفک او سمیه العقل لانه یمنع القاتل اور وہ یعنے مقعل دیت ہے اور دیت کو عقل لفظ عین وسکون قاف بھی کہتے ہیں یعنے اسواسطے کہ عقل یعنی منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے و بایں معنی دانش و فرد مندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے ھم جبکہ مقعلہ سے مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہو جن پر دیت واجب ہے جسکو عاقلہ کہتے ہیں تو بجاے کتاب العاقل کے کتاب العواقل کہنا تو اب ہوتا چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضوں نے اسکا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنے کتاب اہل العاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلة اهل الدیوان وهم العسکر عند الشافعی اهل العشیرة دھم العصبات اور عاقلہ یعنے جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنے عصبات ہیں ھم دیوان عبارت ہے ان اور ان سے جنہیں اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کرام کے سامنے بلا رد و انکار جو نکہ انسان کی جان محترم ہے ہیچ پر تو باطل اور رائیگاں نہیں ہو سکتی اور قاتل محلی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اسے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنے مدد گاران پر ڈالی گئی اسواسطے کہ اسمیں احتیاط اور احترز ہے ان اپنی قوت اور زور کو سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبًا اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تھے سبب میں اسکی سہائی اور تقویت کی تو انکی تقصیر ثابت ہوگی کہ محلی کو انھوں نے کیوں معونت نہ کھائے اصیاملی سے تو انھیں پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا ہم جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوا اسواسطے کہ آپکے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولمدد النسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں اسواسطے کہ وہ مددگار کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ مبنی نصرت کی تقریر یہ ہے یعنی ھو ھم اہل لشکر عاقلہ ہیں انکے جو انہیں سے ہو یعنے سپاہی لشکری کے زمرہ قاتل کے یعنے جس سے اور جس پلٹن میں قاتل ہوگا انھیں پر دیت واجب

ہوگی فیجب علیہم کلہ یہ وجبت بنفس القتل خرجہ ما اذا قتل ملا یصلح اوشبہ تکفل اکاجی ایۃ عمدًا فدیۃ فی مالہ حالۃ فی الجنایات سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہو نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہوگیا صلح کے سبب سے یا شبہ کے وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمدًا اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہوجیسا کہ گذر گیا کتاب الجنایات میں صفر نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہو قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجری خطا میں جیسا کہ اسکی تنقیح کتاب الجنایات میں مذکور ہوچکی فتوخذ من عطایاہم او من اذراتہم الفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال یقوم بہ الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ کالقود الحاجۃ بل لصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت اپنے اہل لشکر کے عطاء سے یا انکے رزق سے اور فرق عطاء اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو لقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطاء وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ انکی شجاعت اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء ولکذا ما یجب فی مال القاتل عمدًا بان قتل لا بدلہ یوخذ فی ثلث سنین عند ابی حنیفۃ رح حالا لاشکر کی وجہ معین سے دیت لیجائیگی تین سال میں قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنے جیسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا سو یہیں سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہر قاتل عمد کے مال میں اسطرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو جمہور کے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی صر قضاء کے بعد تین مستقبلہ کی عطاء سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطاء جمع ہو قبل قضاء کے پھر لشکریوں کو قضاء کے بعد حاصل ہو تو اسے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی المحیط وفی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اقل من ثلث او اکثر منہ یعمل بالقضیۃ ثم اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اسی سے دیت لیجاویگی مطلقًا حاصل ہونے کے سبب سے ہم اپنے اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اسی سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اسی سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہو تو اگر اسی سے لیا جاسے تو اسکو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطاء کے کذا فی المحیط وان لم یکن القاتل من اھل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ فادیۃ کل من یتناصر بہ تنویر البصائر اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریبی ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مدد گاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر صر قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے یعنے یک جدی لوگ خلاصہ یہ کہ وجوب دیت میں نیچ صر اور مدد گاری کا اعتبار ہو تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل دیہ یا برادری کے لوگ سطح پر ہوں کہ جب انمیں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مدد گاری کے واسطے مستعد ہوجاتے ہوں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولیٰ ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہو کہ نہ اسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اسکے مال میں ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا بتغیر وتقسط الدیۃ علیہم فی ثلث سنین ای بعد القضاء لا بعد الاستیفاء فی الاصح فتح السنین یعنی العطایا فیشکل ما یاتی من ان العطایا تعتبر عند خروجہا لا عند القضاء اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین یعنی عطایا کے کذا فی العستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صر طحطاوی نے کہا تم السنین یعنی العطایا کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مفہوم مذکور ہوگیا کما یوخذ فی کل سنۃ ثلث درہم او درہم ثلث ولو ترد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین ملی ابہ تحملا صحیح اور نہ لیجائے دیت سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا جاسگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے زیادہ نہیں یہ صحیح تر قول کے ہم اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہوگی تین سال میں تین درہم سے اور اگر ایک درہم اور تہائی درہم کی لیگئی تو چار درہم ہوئے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمد سے منقول ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال میں ہر شخص سے چار درہم سے زیادہ نہ لیا جاسے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضم الیہا اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنے یک جدی برادری اسکے واسطے یعنے دیت پوری ہونے کے واسطے کفایت نہ کرے تو جو قبیلہ انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

راہ سے وہ ملا لیا جاوے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہو کہ اول بھائی ہیں پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضوں کے نزدیک نہیں مجتبیٰ میں کہا الحاصل استظہار اہل الشکر ظاہر ہو تو اسکے ساتھ قرابت اولاد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر ہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہو تو بایں ہمہ اگر قاتل میادین سے ہو تو اسکے عاقلہ میادین اور انکا اتباع نہ انکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہو کذا فی الطحاوی والقاتل عندنا کاحدھم اور ہم حنفیوں کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہو ہم یعنے دیت دینے میں وہ بھی شریک ہو عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اسکو خارج کرنا عاقلہ سے بے وجہ ہو بخلاف للشافعی قولہ العاقلۃ اموالھم قاد میادین ولا یجب ولا یتحمل الا بحضور الصبی العاقل کذا فی الصحیح لہ یعنے اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سو ان میں سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی التبریکی یعنے صغیر اور مجنون کا ولی انکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اسکے مالک کا قبیلہ ہو یعنے مالک کے ساتھ کذا فی الطحاوی عن ابی حنیفہ رح ویعقل عن مولی الموالاۃ موکلہ وقبیلۃ موکلہ اور مولاے موالات کی طرف سے اسکا موالے اور انکے موالے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ کالقتل العاقلۃ عنایۃ عمد ان سقط القود بشبہۃ او قتل الزنجی عمل الکاھر او بطلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہ سے یا بایں کہ قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً جانیوالا مقرر ہوگیا وکالملزم بصلح او اعتراف وکالمادون نصف عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العاقلۃ عمداً ولا عبداً ولا صلحاً ولا اعترافاً وکالمادون یعنی جو مال جو لازم ہو اقتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسویں حصے سے کم ہو بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل دیت نہیں دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موخمی کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس رض پر موقوف نقل کیا ہو اور حدیث مرفوع تو غریب ہو لیکن موخمہ کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو کذا فی العینی لان اصلوہ فی اقرارہ او لقوم عجمہ وانما جعلت السنۃ ھنا صح لا اقرار مع اتہام لا لعتبر مکم تبت مالیس بثابت باقرار لہذا علی علیہ ھو لیجب علی العاقلۃ لکہ یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کریں یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور بیان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی یا وجود یکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اسواسطے کہ گواہی اسکو ثابت کرنی ہر چو جو عاقلہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنے واجب ہونا مال کا عاقلہ پر دلو تصادقا القاتل واولیاء المقتول علی ارث قاصر علی بلد کذا قضی بلد یۃ علی عاقلۃ بالبینۃ ولکذبھا العاقلۃ فلا شئی علیھا فی العاقلۃ کان تصادقا لیس بحجۃ علیھم ولو بینۃ علی حصتہ کان تصادقا حجۃ وقضیا یلزم اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثوں نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہو اسواسطے کہ قاتل اور اولیا مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہو اور نہ خود قاتل پر حجت ہو اسکے مال میں مگر بقدر اسکے حصے کے اسلئے کہ قاتل اور وارثوں کا تصادق انکھین دونوں کے حق میں حجت ہو کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال میں عاقلہ کا حصہ رسد اقرار انکا حجت ہو بشرطیکہ اسکے واسطے عاملین ہو چنانچہ عالمگیری میں ہو کافی سے اور ظاہر الشکر میں ہوتی ہو قبائل میں کذا فی الطحاوی والعلیم ان الخصم فی ذلک ھو الجانی لا الحق علیہ ولو کان صبیاً فالخصم ابوہ کما فی قلت یوخذ من قولہ الخصم ھو الجانی لا العاقلۃ وجواب حادثۃ الفتوی وھو ان صبیاً فقاء عین صبیۃ فصالحت فاراد ولیھا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی الولی لہ ان یحلفھا لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وھی غیر متوجہ علی العاقلۃ ولو بقی ھنا شئ وھو ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الصبی ھل یلزم اقرارھم بالنسبۃ الیہ حتی یقضی علیہم بالدیۃ ام لا فارقت نعم یلزم لانہم الخصم فی ذلک فتجب الدیۃ علی العاقلۃ کما فی المصفی

انکا معتبر نہیں سو وہ مرگئی تو مفہوم کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وارد ہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور بیان گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت انکے صحیح ہوگا تا اینکہ اُنپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ یہ ان تو لائق یوں ہے کہ قسم انکے حق میں جاری ہوا نکے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے صحیح تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو صحیح قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو صحیح قسم جاری ہوگی تو صحیح ظاہر ہے کذا فی المطلوبی واذا جنی حر علی نفس عبد خطأ فهي على عاقلته يعني اذا قتله كذلك لان العاقلة لا يعقلون اطراف العبد لانه لا تحمل النفس الا النفس اور اگر آزاد نے بجنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں وکذا دخل عندنا دخولهم في الغرة اذا ظهر بتناصر او يعني لو القاتل غيرهم ولا فيد حملوا على الصحيح كما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری کرتے ہوں یعنے اگر صغیر وغیرہ قاتل نہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیرہ وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا حکم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انمیں مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجوب دیت میں کذا فی المطلوبی ولا يعقلون عن مسلم ولا بعكسه لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والكفار يتعاقلون فيما بينهم وان اختلف مللهم لان الكفر كله ملة واحدة يعني ان تناصروا كما في مالہ في ثلث سنين كالمسلم كما بسط في المجتبى اور کافر کافر میں باہم خود ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہوں اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنے بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہوں اور اگر تناصر انمیں رائج نہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبی میں اسکو مشرح بیان کیا ہے مجتبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہیں سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی المطلوبی ولذا الصحيح للقاتل ما قبض كله وهو الى سلم فالدية في بيت المال قد ظاهر الرواية وعليه الفتوى وبه يزال الريبة وجعل الزيلعي رواية وجوبها في ماله رواية شاذة اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو انکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایہ میں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنے جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو انکے مال میں دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتد کہا ہے قلت وظاهر ما في المجتبى عن خواهر زاده من ان تناصر هم قد انعدم وبيت المال قد انعدم يرجح وجوبها في مال القاتل وفي كل سنة لان الغرة على عاقلته راهم اور اسکو مجتبی نے کہا ہے کذا نقله في المجتبى عن التاتارخانية لكن هذا مخالف لما قدمه المصنف فليحفظ فقد وقع في كثير من المواضع انها في ثلث سنين قلت میں کہتا ہوں اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں اور قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبے میں ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبے یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی المطلوبی تین سال میں ہو تو اسکو سمجھ رہے وهذا اذا كان القاتل مسلما فلو ذميا ففي ماله اجماعا بزازية اور یہ یعنے جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اسوقت جبکہ قاتل مسلمان ہو اگر قاتل ذمی ہو تو اسکے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ ومن لا عاقلة معروفة مطلقا او لعبده او مجهولا او بقرية لا يعقلون بيت المال وهو الصحيح كما بسطه في الخانية اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ لیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ میں مشرح بیان کیا ہے ولعاقلۃ الخ وبہ جزم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصر مجیبون کے لغۃ غیر کے سوا اور مالک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے درر میں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسکے عدم تناصر کے سبب وقیل لہم عواقلہم یتناصرون کالکفالۃ والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیہ اور بعضوں نے کہا کہ مجیبوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور یہ گروہ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اسکے عاقلہ ہیں اور اسی طرح طالب علم باہم گرد یا قاتل ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ھذا الباب ومعنی التناصر انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایۃ دعامۃ مجتبی میں یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اسکی کارسازی میں یعنے اسکو بجالانے اسکی تکلیف مال دین اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے وفی تنویر البصائر ومن یأخذ العطایا نظیر والحق ان التناصر فیہم بالحفظ فہم عاقلتہ فخط ط والقہستانی اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہوا اور حق یہ ہے کہ مجیبوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ میں ہونے کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے کذا فی الحامدیۃ قلت ویفہم الحانوتی ان التناصر صنعۃ کالاب والبعض منہم کل واحد المکلی لغۃ فتنبہ لکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تتبع کی ہے کہ بالفعل تناصر جو دینمیں حسد اور جنس کے غلبے کے سبب سے اور ہر شغل اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہونا اگاہ رہیو ہم کو یہی قول ہے جو زاہدی صاحب مجتبی نے عوض نواز مکاسبان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ یہی ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت شاذہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور حمایت کرنا رائج ہو تو وہ لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحکیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل المیراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے یعنی مصدر اور وصی یہ کہ یعنے جس چیز کی وصیت کیجاوے اسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایضا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اسکی عینیت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہوا اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء ویقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا واکثر ما جاء فی الوصایۃ ویبقی فی المستقبل واوصی لفلان یعنی ملکہ بعد الموت وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنے اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصاء اور وصی کے مسائل جدا باب میں آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنے اسکو مالک کیا بطریق وصیت مطلقا وجیز کہا لام اور الی کا فرق کتب بعنت سے معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ فرق اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب بحر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب بحر کا فیشمل تملیک معتاف الرما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت میں یعنے بعد تفقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین قلت یعنے بطریق التبرع لیخرج نحو الاخراج والدین فانہ تاقین کل المال کما سیجیئ میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ ماننداقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنی بخلاف وصیت کیونکہ وہ تملیک مال ہے نافذ ہوتی ہے بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہے الزام ذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو لفظ تملیک کے لفظ سے خارج ہوا رادہ احسان کی چہ حاجت تھی کذا فی الفتح وجوبا لحقہ تعالٰی فتامل اور تبرع کے مخالف تھی وصیت کا واجب ہونا حق تعالٰی کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کرہم یہ جواب بحال مقدکا تقریر سوال یہ ہوگا کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کی اور حلال کر زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق زمانی میں وصیت واجب ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں سو اسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب بنافی تبرع کے نہیں ہے اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند ہوا کذا فی البحر وھی علی ما فی الملتقی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوٰۃ التی فرط فیہا وصحاحۃ لغرماء ومکروھۃ کالمستغرقۃ ولا مستحبۃ اور بنا بر اس کلام کے جو بعضی مین ہے وصیت چار قسم ہی واجب ہے وصیت زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوٰۃ کے جسکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کے واسطے اور مکروہ ہی فاسق فاجر کے واسطے سوا وصیت مستحب ہم ہے وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہی تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور بعضی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبے کا ترجمہ یہ ہی کہ وصیت چار قسم ہی واجب ہی جیسا پھر روو دائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہی جیسا پھر کفارات اور فدیہ صلوٰۃ وصیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی جیسے اغنیاء کا اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہی جیسے اہل فسوق اور عاصی کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین ولا لاقربین لان آیۃ الوصیۃ منسوخۃ بآیۃ المیراث اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب نہین اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نساء کی آیت سے منسوخ ہم سورۂ بقر کی یہ آیت ہی کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَنِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ یعنے حق تعالٰی نے فرمایا کہ فرض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والونکے واسطے اور سورۂ نساء کی آیت آیۃ المواریث ہم اور جو ناسخ ہی سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور علقمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل التفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحابونے کہا ہی کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہی اس حدیث سے جو چند صحابہ کیا ہے مروی ہی انا بحمد اللہ الوارث بابی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مذکور ہی کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالٰی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا کہ حق تعالٰی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہوا اور اس حدیث مشہور کو اکثر علماء نے قبول کیا اور اسی حدیث سے نسخ کتاب جائز ہی ہمارے نزدیک اور یہ بحث ہم امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الہدایۃ سیہا ما ھو سبیلہ لتبرعات وصیت کا سبب وہ ہی خیر عبادات غیر واجبہ کا سبب ہم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہی جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہی یعنے جو اعمال فوت ہوگئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نہ ہے تاکہ انجام مین کام آوے بعضی مین ہی کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی مغرت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا اقتراض آمال کے وقت اسواسطے کہ مرحوم زندہ کے واسطے موت مزدری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید مین بتاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث مین اسطرح کہ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْنَ بِہَا اَوْ دَیْنٍ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالٰی نے تمھارا ثلث مال پر تصدق کیا تمھاری آخر عمر مین تمھارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سرہانے پاس ہو اتنے حموی نے قاضی خان سے فرع لفتیں یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہی تحسین نے کہا کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہی اور اگر اولاد کبار ہی اور مال تھوڑا ہی امام ثانی نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہی اور وارث غنی ہین تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین ہی تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا غنیا ہین تو

پڑ وسیوں کے واسطہ وصیت کرے کذا فی الطحطاوی و شرنبلالی لکون للوصی ھلا التقلیث ثم بحر من صغیر بخور و مجنون کما لا یخفی اور وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آوے گا وعدم استغراق قدر الدین نقد و عرض لوصیت کما یجئ اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب عدم نفوذ وصیت کے پس وصیت پر چنانچہ آگے آوے گا وکون للموصی لہ حیا وقت الموت تحقیقا او تقدیرا فیشمل الحمل المستکنۃ فافہم فارض سقط ایراد الفخر نبلالیۃ اور موصی کہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے موت موصی تک تحقیقاً زندہ ہو یا تقدیراً تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو بوجھ لے کہ اس تقسیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے ہم صاحب درر پر کہ انہوں نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے سو اسواسطے کہ اگر وہ وصیت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کے واسطے کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کیا کہ وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہے یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اسنے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت لگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا وکذا قاتل اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اسنے قتل کیا ہو بعد یعنی جسکے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وھل یشترط کونہ معلوما فقت تعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الثبات اتی وہ کیا شرط ہے موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں اسکا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہو اب آیندہ میں ہم موصی لہ کا علم بالوصف کا فی ہے چنانچہ فقہ اور سیاکہ کذا فی الطحطاوی وکون موجودا قبلا للتملیک بعد موت للموصی فلم یصح لمعقود علیہ کالحمل و معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی یہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو کر یا معدوم ہو کیونکہ علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلوں کی وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اسکے مال پیدا کیا تو وہی ثلث مال کا مستحق ہوگا اسکی موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون معقودا للثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی یہ بمقدار ثلث مال کے ہو مصطحطاوی نے کہا یہ لزوم موت کی شرط ہو دلکنہا قولہ اوصیت بکذا للفلان ما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ یعنے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کے واسطے اور جو اسکے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہیں ہم چنانچہ یوں کہنا کہ یعنے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے ٹھہرایا وفی المبسوط ان ذکر ما یجاب بہ القبول قائم وکذا بخلافہ اور بہمارے میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور نہ فرق کیا کہ فقط ایجاب رکن ہے ہم غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک تبرع ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد ہمارے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول ہو ایجاب سے پیدا انتہی لصفحا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ یدل علیہ قولہ الآتی ولا قبول کما یجئ نہیں کہتا ہوں اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مر جائے موصی کے موت کے بعد بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آوے گا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور بیچنے کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی ولہا کون للموصی لہ ملکا جدیدا للموصی بہ کما فی الہدیۃ فیلزم استیراء الجاریۃ للموصی بہا اور حکم لینے اثر ترتب وصیت کا ہونا موصی یہ کا ملک جدید موصی لہ کی چنانچہ ہبہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کو تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا وقوت بالثلث لا حینئذ عند عدم المانع

وان لم یجز الورثۃ ذلک او ورثتہ ثلثہ مالہ کی وصیت جائز ہو اپنی شخص کے واسطے درصورت عدم مانع کے اگر نہ ہو وصی کے وارث اسکو جائز نہ کہیں وصی مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہیں حدیث مذکور کی دلیل سے یعنے حق تعالے نے تمھارا ثلثی مال تم پر تصدق کیا تمھاری آخر عمر میں تاکہ تمھارے اعمال زیادہ ہوں لا الزیادۃ علیہ کما مر یجیز ورثتہ بعد موتہ ولا یعتبر اجازتہم حال حیاتہ اصلا بل یعتبر ثلثہ فقط کبارا نہیں جائز ہو ثلثی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اس صورت میں جائز ہو جبکہ وصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت وصی کی زندگی میں اصلا معتبر نہیں بلکہ اسکی وفات کے بعد معتبر ہو ہم حیاتہ وصی میں وارثوں کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ جنوز اسکا حق ثابت نہیں اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہی اور اگر وارث صغیر ہو تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہوگی اور نہ اسکے ولی کی ثلثی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہی سعدؓ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہی اور میری بیٹی فقط وارث ہی تو میں اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ دو ثلثی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا تو نصف مال کی وصیت کروں فرمایا نہیں کہا ثلثی مال کی وصیت کروں فرمایا ثلثی مال کی وصیت کرو اور ثلثی بہت ہی یعنے وصیت واجب یعنی ہمیشہ ارثا او غیرہ وارث کا حق ہوتا ہی وقت الموت او وقت الوصیۃ علی اختلاف قولین للمشائخ یعنے وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے یعنے کہ اقرار میں وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہی اسواسطے کہ اقرار تصرف ہی ذمی الحال کا بخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور دعا انکہ وہ اسکا وارث نہیں تو اقرار جائز ہی اگرچہ وہ شخص بعد اسکے اسکا وارث ہو جاوے لیکن یہ شرط ہی کہ وہ وارث ہوا سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اپنی کے واسطے اقرار کیا پھر اسکے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قائم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح ہوگا چنانچہ اپنے اس بھائی کے واسطے اقرار کیا تو محجوب بتمامہ مگر فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مر گیا کذا فی الظہیریہ وان کذبت عاقلۃ ورثتہ او عند غرق ورثتہ او استغنائہ بحصتہ او استحق ہ کثر من ثلث مالہ سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کثر از ثلث کی وارثوں کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصوں کے سبب سے اگر استغنا حاصل ہوا ہو گذرکا ای کما مر کذب ترکہا بلا احد ھذا ای غرق او استغناء کما ذکرنا فصار کما لو اوصی بجمیع مالہ وورثتہ محتاجون او غیر مستحقین وصیت کا ترک کرنا مستحب ہی بدون تونگری یا استغنا ورثہ کے یعنے جبکہ وارثہ نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے حصوں سے انکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت میں ترک وصیت مطلقا مستحب ہی اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت میں صلہ رحمی بھی ہی اور صدقہ بھی ہی ہم یعنے جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال چھوڑ گیا تو اسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور میراث کا بھی اور وصیت میں اپنی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہی حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہی اپنی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی الہدایہ یعنے بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہی جو عداوت مخفی رکھتا ہی تیگاہ میں الطحطاوی میں فتاوی من الظہیریہ سے منقول ہی کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہی کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہوا و فضلی سے روایت ہی کہ ہر واحد دس ہزار درہم کی میراث پاوے وقولہ من الذی تقدم حق العبد اور وصیت متاخرین ہی دین سے یعنے ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہی سبب مقدم ہونے حق العبد کے ہم حق العبد حق الشرع پر مقدم ہی اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہی موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہی تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما مستامن کے عدم مزاحم کے سبب ہم یعنے جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہو اگرچہ اسکے دار الحرب میں وارث ہوں کذا ذکرہ ابو السعود وزین ہی لو لحق حق وارث مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث ملحق ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی وظاہرہ ثلث مالہ لاقاوتکون وصیۃ بالحق فان خرج من الثلث

فیھا والا سبع فی بقیۃ فقتہ وان فضل مما ثلث شیٔ فھو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور اسکی آزادی کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے تو وہ لے اور ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ہو تو وہ اس غلام کا ہے مگر موصی کا مال ۱۰۰ درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت ۲۰۰ درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اسکی قیمت ۱۲۰ درم ہو تو ۲۰ درم کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اسکی قیمت ۸۰ درم ہو تو ۲۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اسکی تفصیل فتاوے عالمگیری میں مذکور ہے وبدل ثالثہ دراھم موسلہ کالعشر فلا عشر کالا تعتبر بعین من اعیان مال اور اگر اپنے غلام کیواسطے دنانیر واشیاء غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی عشر درمیں خلاصہ سے منقول ہے اگر غلام کیواسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ حق کی وصیت ٹھہریگی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی لمطاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید سواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تھی اور تعیین کی صوت میں تو جنس کے مانند وصیت صحیح تھہریں وصحت لمکاتبہ فقیرہ او کلھم ولد او اسقسانا لالمکاتب واں ثم اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت للحمل وبہ یفتی او صیت بحمل جاریتہ او بما تلد ھذہ الغنم اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے ھم اور حمل کے واسطے اسطرح وصیت ہے کہ مالک کے کہ میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درموں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولدت لاقل من ستۃ اشھر لوجود الحمل حیا او لمنتاھی مدتہ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ باختیار مجوھرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت کردہ کو یہ اُسیوقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو وہ وصال سے کمتر مدت موت ملاقات سے کذا فی المطاوی مشروط ہونا بدلیل ثابت ہونے اُسکے نسب کے کذا فی الاختیار واجوبہ وھذا فرق بدیع الا وھو فیما بین الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی عورت میں حیوانات سے یعنی حمل موسی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی لحاملٍ بطفلٍ ابنۃ فلان لیتفق علیہ ھم تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تو اگر صرف کیا جائے تو صحیح ہو ومدۃ الحمل للاقل ستۃ اشھر وللاکثر اربع سنین والفیل اجتمعت فیہ الامارات الحیض الحامل والبقرۃ فالبقیۃ تسعۃ اشھر وللشاۃ خمسۃ اشھر وللسنور اشھر ان ولدت لاقل لایعون یوما وللطیر احد عشر یوما وقیل اربعون یوما وقیل اربعۃ اشھر یا للاستیفاء اور مدت حمل یعنے اقل مدت حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اُنٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گائے کیواسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۱۵ دن ہیں بلا پانچ ثانی میں بمنسوب باشیفاء من وقتھا الی وقت الوصیۃ والمتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی پر متون فقہ کے شامل ہیں صرح شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وقیل النھایۃ من وقت صوت الموصی الخ نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفیدانہ من الاول ان کان لہ مال ثانی کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جسکے مفید ہے اگر حمل نہ ہو تو ابتدا سے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تتوقف العبۃ للحمل لعدم قبضہ کالا یلزم احد علیہ لقبض عینہ کبیع وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اُسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اُسپر کسی کی ولایت ہوتا کہ ولی اسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالحا او اوصی لہ لم یجز کالا ولایۃ

للاب علی الصحیح ولو لبعید تو اگر بچہ شکلی کا باپ اُسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اُسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکلی کے اور پر کذا فی الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وھو انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل الا قالوا الحمل یرث کما لا یوقف علیہ میں کہتا ہوں اسبیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہو کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اُسمیں جو حمل کیواسطے وقف ہوا اسلئے کہ فقہا نے کہا ہو کہ حمل بچہ شکلی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اُسپر ہی وصحت بالاحمال ہا اور لونڈی کی وصیت بدون حمل کے صحیح ہو لیکن اگر یوں لکھے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کے واسطے اگر اُسکے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ صحیح ہی لما تقرر ان کل ما صح افرادہ بالعقد صح استثناء منہ ولا فلا ولونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہو چکا ہی اصول میں کہ جسکا علیحدہ تقریر اعقد میں صحیح ہو تو اُسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہی اور جو ایسا نہیں اُسکا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنے چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں درست ہی تو اُسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا وھو المسلم للذمی وبالعکس اور وصیت صحیح ہو مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اُسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہی ہم دلیل صحت اول کلام الٰہی ہی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم یعنے نہیں روکتا ہے تم کو اللہ تعالی اُن کافروں کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھروں سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہو کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا سابقا میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسیطرح ممات میں بھی کذا فی المدرۃ حرر وذادہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دارالحرب میں اسواسطے کہ وصیت من سلوک اور احسان ہی اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین سے احسان سے لقولہ تعالی لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہی کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہی اُن کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما قالہ اللامشی صنف نے عدم جواز وصیت میں دارالحرب کی قید لگانی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہو صحت وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان کیا ہی بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہوا ہو سیر کبیر میں جواز مذکور ہوا وجواب دیا میں نے کہ عدم جواز مقید بدارالحرب ہی تو یہ احتراز ہی اُس حربی سے جو دارالحرب میں نہیں یعنے مستامن یہی مراد ہی سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے وصیت ہو انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہی بکتب متعین قلت وبہ صرح الحدادی والزیلعی وغیرھما وسیجئ متنا وشرحا للامین کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہی حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن میں آویگا ذمی کی وصایا میں دلا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لا تسببا کما مر اور درست نہیں ہی وصیت اپنے وارث کا اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قبل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع میں ولا وصیۃ لقاتل قتل تسبب جیسے وضع مجر غیر ملک میں کذا فی الدر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح لا ایجارۃ ورثتہ لھا علیہ الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجز ھا اور نہ نفاذ عند وجود وارث الخ کما یفید الآخر الحدیث وتحقق توارث کیواسطے وصیت درست نہیں مگر موصی کے وارثوں کی اجازت سے درست ہی بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہیں وارث کیواسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں یعنے دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اُسپر دلالت کرتا ہی چنانچہ اُسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے ہم کبار عقلا اور بچہ اجازۃ صغیر ومجنون اور عالانکہ نہیں ولی مالے وارث بالغ عاقل ہوں تو وارث صغیر اور مجنون کی جائز نہ ہوگی اجازۃ المریض کما جاء بہ النص اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے نہیں ہم بعضے اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اُسکو شفا ہو گئی تو وصیت صحیح ہو گئی اور اگر مریض مر گیا

اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہو تو اجازت مریض کی جائز نہ ہوگی جبتک مریض کے لوارث اسکی موت کے بعد اجازت نہ دیدیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہو اور ثلث سے تو اجازت جائز ہوا اور ثلث مال سے متجاوز ہو کذا فی المنح ولو اجاز البعض وردّ البعض جاز علی الذی یقی حصتہ اور اگر بعضے وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجیز بلا اجازۃ کہنہا لیسا بایلاء تنبیہ کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اولم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ای سوی المرصی لہ القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجتہ ادھو لہ ولم یکن ثمہ وارث اخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہ ہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنے سوا اس قاتل موصی لہ کے نصف تو اگر وصیت کی بی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال ولو قال بجمیعہ فلو اوصت لزوجہا بما کان لہ الکل بجمیعہ لیتناولہ اگر زیادہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہوگا یعنے جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہ ہو سوا زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قیدنا بالزوجین لان غیرھما لا یحتکم الی الوصیۃ کا نہ میراث الکل او ما یرجع الیہ وقد قدمناہ قبیل الاقرار معزیا للشرنبلالیین کہتا ہوں اور فقیہوں نے زوجین کی بیواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا کل و میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں شرنبلالیہ کیطرف نسبت کرکے وفی فتاوی ابن الشحنۃ اوصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترک ولدا ولا امرأۃ فان لم تجز فلہا السدس الباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فیبقی الثلثان ظہا ربعہا وھو سدس الکل ولو کان مکانہا زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فتاوے ابن الشحنہ میں ہے کہ وصیت کی ایک شخص نے اپنے تمام مال کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نچھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ثلث حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا اسلیے کہ موصی کا ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی بیس میں دو تہائی ان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ثلث حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوج کے بجائے زوج ہوا وارث وصیت کرنے والے کا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے ہم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے انمیں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنے ایک سہم اور وہ ثلث حصہ ہے کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نہ کی تو اسکی میراث تہائی ہے یعنے دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنے چار سہم کا وکمن صح غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہیں ہے نابالغ صغیر سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام میں انکے نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز لانہ فی تجہیزہ واحسانہ فی دفنہ فیحتاج استحسانا اور اسطرح صغیر یا ممیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز و دفن کے امر میں تو وصیت استحساناً جائز ہے ہم لیکن تجہیز اور تکفین میں صلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائے گا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہوگا کذا فی الطحطاوی وعلیہ نحمل الاجازۃ عمر رضی اللہ عنہ او وصیۃ یا فعہ بعض الرفاق اور اسی پر یعنے تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہم یعنے فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح المجمع وان وصلیۃ صحت بعطف الخاص اذا ضاقہا الکل کان ادرکت قولہ لفلان لم یجز للصور کما یتہ فلا یملکہ تجز او تعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ بلوغ کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جان نابالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو اوصحیح

نہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اسکا مالک نہوگا تدبیر کے طریق سے تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اسکو ملک نہیں برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اسکو مذکور کیا ہے ولا من عبده مكاتب وان ترك المكاتب وفاء قيل عندهما فهو قن لو فولد له اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کیوجہ سے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے وصیت کرنے والے کے مال کتابت کے گذاف الدر اذا ادى اضافها كل منهما والدر اضافا الى العتق فهو لورثة المالك وهو حق المولى مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہونے کا اور درر کی عبارت یوں ہے اضافا کما لو اضافا الى غلام ومكاتب دونوں نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ہو یعنے غلام اور مکاتب کی وصیت حق ہونے کے سبب سے جائز نہی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو باقی مال کا حق باقی رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل اللسان بالاشارة اذا امتدت بحقله حتى صار له اشارة معهودة فهو كناطق بس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہاں تک کہ اسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا ہو تو جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذافی الکمالی وہ یہ ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان سے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور حدود اور خرید اور قصاص میں وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے بستہ زبان میں وقد لا لاعتماد سنة وقيل اذا امتدت ملوته جاز اقراره بالاشارة كالاخرس وكان كاخرس تولوا عدا القنوى در مسئلہ فسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکی بستگی اسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں واما يصح قبولها بعد موته لان اوان ثبوت حكمها بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے پھر اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول کی تو وصیت موقوف بیٹھی اسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہوگئی کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں واما يصح قبولها بعد موته لان اوان ثبوت حكمها بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے پھر اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول کی تو وصیت موقوف بیٹھی اسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہوگئی کذا فی الاتقانی فتبطل بقبولها قبله فتبطل بقبولها قبله وانما تعمل بالقبول اذا كانت موصى بها ثم هو بالقبول يملك الموصى به ويدخل في ملكه بلا قبول اسخانا کا مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک میں قبول کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنے موصی لہ کے وارث کا ہو بدون قبول کے احسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ احسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ رجوع کی متحمل نہیں مگر موت تک موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو اسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع میں جسمیں شتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصى للغنيمة يدخل في ملكه بلا قبول احسانا لهم من بارع ليقبل عنه كما مر اور اسیطرح اگر یہ شکی پیدا ہوئے کہ وصیت کی تو وہ اسکے ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے احسان کی وجہ سے یا نہیں ہونے اس شخص کے جسکی ولایت ہو اسپر تاکہ وہ اسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا وان ملكه الموصى له الا جرح عنها بقبول ورثته او فصل قطع حق المالك عن العين بلا اسم ولا عظم منافعه كما مر فالغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو ملک کے حق کو قطع کر دیتا ہو جسکے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب النسب میں مذکور ہوگیا ہم چنانچہ پرنے کی وصیت کی پھر اسکو قطع کیا اور سیا تو اب اسکا نام قمامیص ہوگیا او فصل يزيد في الموصى به ما فيه تسليمه كما مر كلت السويق للموصى له بسمن او بعسل فالمدار للموصى به اختلاف تقصيصها دهمها بناء على انه تصرف فالشائع يا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کی تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصی بستر کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی جہاں گھر میں برخلاف اس گھر کے جو نہ گھا ہی کے اور اسکی عمارت ڈھانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل وتصرف عطف علی بقول صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر باو وعلیہ فھو اصل ثالث فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنھا کما یفید لا متن الدرر قید بہ بل لکلہ فانہ رجوع عاد للملک تاما ام لا کالبیع والاجارۃ اور موصی کو رجوع جائز ہو ایسے تصرف سے جو اسکے ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہو وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں واپس آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتصرف معطوف ہو بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہو اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہو اسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہو سوا اسکے کہ کہے ولکلا الا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمییزہ اور سیطح رجوع عن الوصیۃ ہو جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا جدا کرنا ممکن نہیں کا یکون راجعا بفعل او بیا وصی بہ کانہ تصرف فی الموصی بہ موصی وصیت سے راجع ہوگا اس کپڑے کے مشوب دینے سے جسکی اسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہو تابع میں نہ اصل میں وہ لعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ معلوم کرکے کہ یہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا ضرر نہیں کرتا وصیت میں وہ لا یجحود ھا در ر وکذرودہ قائم فی الجمع بالنفی وسئلہ فی الھندیۃ ثم نقلا عن العیون ان الفتوی علی الرجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی وافادہ للمنصف ورد موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسیطرح ہو در رو کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہو کہ اسی قول کا فتوی ہو اور ملتقی کے شرح مجمع میں ہو پھر میں نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہو کہ انکا رجوع ہو وصیت سے اور سراجیہ میں ہو کہ اس قول پر فتوی ہو اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دو قول پر فتوی ہو علامہ شامی نے شرح ہدایہ میں منلا علی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع کہا سو جسے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہو اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہو انتہی وکذا کا یکون راجعا لقولہ لکل وصیۃ اوصیت بہ الحرام اوربوا اولخزنۃ اور سیطح موصی راجع ہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ بیاج ہو یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف خمر تو کہ قسا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا پیئے یہ جو رجوع ہو وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہو اسواسطے کہ ترک شر اسقاط ہو اور تاخیر اسقاط نہیں و بخلاف قولہ لکل وصیۃ اوصیتہا فمحو یا طلقہ اذ الاذن او صیت بہ لزید فمحو لعمرو اذ الملاک وارث ذلک رجوع عن الاول فکون لورثۃ بالجہالۃ کا یہ برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہو یا جو وصیت کہ میں نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہو یا فلانے میرے وارث کیواسطے ہو تو ہر ایک یہ قول رجوع ہو اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہوگا کہ وارث کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقیما قاما علی من الوصیتین بحسبہا لبطلان الثانیۃ لموت الآخر اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہو بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو حیا وقیما وقت قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہو وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل جمیعا لفوات ووصیتہ لمن تکفنہا بعدھما ای بعد الھبۃ والوصیۃ فلما قدمہ انہ یشترط لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور وصیت باطل ہو دونوں کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہو اس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہو چکا ہو یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہو نہ وصیت کے وقت ہم وصیت لوارث

سے باطل ہو کہ عورت اگر چہ وصیت کیوقت وارث نہیں مگر موت کیوقت وارث ہو گی نکاح سے اور عالانکہ وارث کیلئے وصیت معتبر نہیں ہے بغیر اجازت دوسرے وارث کے اگرچہ بعض صورت میں لیکن بعض کے سبب سے وحکما مضاف الی مابعد الموت ہوا سواسطے کہ سبب واقع ہو گیا پس وصایا کے متن میں کیونکر تبرع ہو تو اسکا حکم ثابت ہو گا موت کے نزدیک بخلاف اقرار کے لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا اذ ہو غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فتکحہا فات حیا بر خلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث ہونا اقرار کے دن سبب ہوا اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پھر اسسے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہو گا اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہو گئی تو یہ اقرار کیواسطے سفر سے بین ویبطل الاقرار ہ وصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا وعبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ردالقیام البینۃ وقت الاقرار فیورث ثم کاتبا، اور باطل ہو اسکا اقرار اور اسکی وصیت اور اسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے سبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کے وقت تو یہ تمت اشیاء کا صورت ہو اس ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا اور تین موت کا مال متبدا ہو اور اقرار اگرچہ بذاتہ ہی لیکن ارث کا سبب ہے یعنے فرزندی اقرار اگر کیوقت موجود ہو تو یہ تمت اشیاء کی صورت ہو تو اقرار تحقیق کے اعتبار سے محض وصیت ہو گیا کذا فی الدر ردھبۃ مقعد ومفلوج ومشلول ومسلول ومجبوب الشق وھو فرج فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدۃ سنۃ ولو بعض موتہ متہ والا فالثلث وحیفہ وتہ فمن ثلثہ کالمرض المزمن لا قاتلۃ او شقداد ومفلوج اور شل اور مسلول کا ہبہ اسکے تمام مال سے نافذ ہو گا اگر مرض کی مدت ایک سال تک نہ از ہو گئی ہو اور اس مرض سے موت کا خوف نہ ہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہ ہوئی ہو جیسے ایک سال تک نہ رہا ہو اور موت کا خوف ہو تو اسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہو گا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متعادلہ ہیں قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہے جسکو سل کی بیماری ہوا وہ دق ہے جسکے مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو جانوں کی بیماری اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو جیسے آدھا وجز میں حرکت سے رہگیا ہو اور شل وہ جسکے ہاتھ میں عیب ہو جیسے ہاتھ کا بیکار ہو خلاصہ یہ ہے کہ یا امراض مزمنہ کو عارض ہوا ہو وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر مر جائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہو گا اسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہو گا اور اگر بعد سال کے مال الموت نہیں ہے اگر بیس سال کی چار دانی فصلوں میں طبیعت مغلوبہ تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا بچ گیا تو اسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہو گیا مریضوں کے حکم میں نہ رہا یا ان میں سے کوئی مرض زائل ہو گیا کذا فی الدر قیل مرض الموت ان لا یخرج محوا بہ نفسہ علیہ عمل فی الغرر بزازیہ بعضوں نے کہا کہ مرض الموت یہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتوں کو انجام نہ بخشا ہو اور اسی قول پر فتوی دیا گیا ہے تجنیس وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہے کہ مرض الموت وہ ہے جسسے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہ ہو قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخر للوصول وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر جمع ہوں چند قسم کی وصیتیں یعنے فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہو گا اگرچہ پیچھے ذکر کیا ہو اور اگر وصایا بایں ہمہ فرض یا نفل ہونے میں تو وہ مقدم ہو گا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش نہ رکھتا ہو قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اس فرض سے جو حق اللہ ہو پھر اس فرض سے جو حق العبد ہو پھر واجب پھر نفل السابع فی قضاء ما یلزم الصحیح کذا فی المحیط وقال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب وفی الفطر والظہار علی الصحیحۃ لوجوبہا بخطاء دون الاصحیحۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہے صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا واجب کتاب اللہ سے ثابت ہے بر صدقہ فطر کا واجب صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب حدیث صدقہ فطر کے اجماع سے ثابت ہیں قربانی کا واجب اجماع سے ثابت نہیں وقال الفقیہ ابو اللیث عن الظہیریۃ من لا مام الہدایا ولیس بہ کفارۃ مثل ثم یمین ثم ظہار ثم الفطر ثم النذر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الکل ہم اور فقیہ ابو اللیث نے ظہیریہ سے امام ہدایہ سے یوں روایت کی ہے کہ ابتدا کیجائے کفارہ قتل سے پھر کفارہ ظہار سے پھر نذر سے پھر صدقہ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر کذا فی البحر حتی لو ہلک

کتاب الوصایا کا بیان شروع ہوا

کتاب الوصایا کا بیان شروع ہوا

بصیغۃ اخذا ان حج افضل الفضل ملخصا وبہ ظہر ان ما فی الہدایۃ اور پر بندی مین ہر کہ امام ابو حنیفہؒ کا پچھلا مذہب ہے ہر کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہ ہے تحاکہ ہ افضل ہے حج سے پھر حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحجۃ عنی بحجۃ الاسلام احج عنہ اکبا وصیت کی حج کی یا فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کراوے سوار کر کے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے سوار ہو کر نہ پیدل تو اسی سے اسکے نائب پر فرض ہوگا قال ولم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بذا المال ما شیا لا یجزیہ فوستانے صعوبۃ یا للتہمۃ سوا گر حج کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سوا ایک مرد نے کہا کہ مین حج کرونگا میت کیطرف سے اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نہ کریگا کفایت سے چنانچہ فستانی مین ہے منقول ان کفی نفقتہ ذالک والا فہو حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہو کر وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کر کے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریق اوصی بان یحج عنہ من بلدہ لم یکف اما ہو من حیث مات استحسانا ہدایہ ومحیط وملتقط قلت ومفادہ ان قولہ قیاسا علیہ المتون فکالاول قیاسا وہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا جانے والا راہ مین مر گیا اور اسنے وصیت کی اپنے فرض حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کر کے اور صاحب ہدایہ کہا جہان سے مر گیا وہان سے چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الدرایۃ والمنحۃ والملتقی مین کہا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور انہی پر متون فقہ کی مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی متقدم ہوا استحسان سے سوا سکو بحر رد کہ جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہے پر یہان قیاس ہی مقدم کہا ان بلغ نفقتہ ذالک والا فحیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہان تک کفایت کرے وہین سے سوار کر کے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فحیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان مر گیا وہان سے حج کروانا چاہیے بالاتفاق امام ابو حنیفہ صاحبین کے اوصی بان یشتری لکل حج عبد فیعتق عنہ اوصی بان یحج عنہ بثلث مالہ یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جائے موصی کیطرف سے اور اسکے وارثون نے اسکو جائز رکھا تو وصیت باطل ہوگی کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبدٌ بالف درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری لکل الثلث فی المسئلتین محمد اسطرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درہم کا اور پھر ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت باطل ہوگی اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال سے دونون صورتون مین غلام خرید کیا جائے کذا فی الجامع مرض اوصی اوصی لاتم یبرء من مرضہ ثم مات بعد عشر سنین ثم مرض فوصایاہ ثانیۃ ثم مات من مرضہ ہذا فقط اوصیت کذا کذا فی الخانیۃ بیمار ہوا پھر تندرست ہو گیا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتین باطل ہین گر اسنے یون کہا ہو کہ مین اسی مرض سے مرگیا تو مین نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہو گیا اگر اسکا جنون چھ مہینے تک رہا یہان تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہوگی ورنہ باطل نہین وکذا لو اوصی ثم احتد بالو سواس فصار معتوہا حتی بطلت وصیہ اسیطرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے یا سودہ سوختن اور غافل ہو گیا یہان تک کہ مر گیا تو وصیت باطل ہوگی کذا فی الخانیۃ اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یحج عنہ الساعۃ او فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیہ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جائے فلان شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کیطرف سے جیسے حج کہ موسم مین یا خدا کی راہ مین تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول مین کذا فی الخانیہ اگر اوصی بمائۃ الف لیحج بہا فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعطی بہا دواب فلان حیث شاء جنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہ سو ہزار فلان شخص حاجیون کے لیے خاص کر کے وصیت باطل ہوگی اور اگر یون کہا کہ سو ہزار سے جانورون کو جو اسکو ملین تو وصیت جائز ہے تو وصیت جائز ہوگی اور اوصی بان ینفق علی فرس فلان کل شہر کذا جاز وتعطی بہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جائے تو جائز ہوگی اور گھوڑے

کا بیع ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے ہم خانیہ میں ہے محمدؒ نے کہا یہ وصیت صاحب فرش کیواسطے ہے پھر اگر گھر کو ڈھا دیا یا مالک نے اسکو بیچ ڈالا تو وصیت باطل ہو گی انتہی ولو اوصی بسکنی دارہ الرجل فلہ ان یسکنہا ما دام حیا ولیس للورثۃ بیعہا والشہا وقال ابو یوسف لہ ذلک ولورثتہ بعدہ ایضا ویقرز للثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کیواسطے اور موصی کا کچھ مال نہیں سوا اس گھر کے تو جائز ہے اور موصی کے وارثوں کو نہ حاصل یعنی تہائی گھر میں دست ہے جبتک وہ زندہ رہے اور ورثہ کے عارت کو اسکے گھر کی دو تہائیاں چنداں دست نہیں اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ یعنی بیع تلثین جائز ہو جاوے اور یہی جائز ہے کہ وارث وارثوں سے مقاسمہ کرے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیہ ولو اوصی بثلثہ لرجل بعینہ لآخر واوصی بالثلث لرجل آخر واوصی بالثلث لرجل ثالث فہو بینہم اثلاثا معینہ لرجل ویجعل ہا للآخر واوصی بغنمہ فی بستانہا الرجل وبالنخیل للآخر جازت الوصیۃ لہما واوصی للموصی لہما ان یردہ علی الموصی لہ الثالث او دراہم فالوصیۃ باطلۃ کذا فی الخانیہ اور اگر ایک کیاس کی وصیت کی ایک کیواسطے اور اسکے نبولوں کی وصیت کی دوسرے شخص کیلیے اور تیسرے بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک کیواسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اس کیہوں کی جو بالیوں کے اندر ہو ایک کیواسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہ وصیت دونوں مردوں کیواسطے جائز ہے اور دونوں پر لازم ہے کیہوں کا ماشنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا ہم اور سیلچ دونوں پر لازم ہے کیاس کا دھنا یعنے تاکہ ہر ایک کا حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ البیت المقدس جاز ذلک ویتفق فی عمارۃ بیت المقدس فی الحال وفی الحاجہ فقیرا کانوا او اغنیاء یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد علی فقیر ولو غنیا وہو مرجح وان یشتری بذلک الزیت والحصر للقناديل فی رمضان خانیہ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت میں اور اسکے چراغ میں اور مانند اسکے علمانے کہا کہ یہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلوں اور اسکے چراغوں پر جائز ہے اور یہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلوں کیواسطے رمضان میں خرید کیا جاوے کذا فی الخانیہ وفی الجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف للفقراء المکیۃ لا غیرہ وکذا للمسجد والمقبرۃ ومتی ہلک شیء من ذلک اشتری بقیمتہ اخر کذا فی الخانیہ اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجوں کیواسطے صرف کیا جاوے نہ اور کام میں اور یہی حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے ہم یہ قول ہے جو متن کے خلاف ہے کذا فی الظہیریہ وفی الوصیۃ للفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراء کوفہ کی وصیت انکے سوا اور محتاجوں کو صرف کرنا جائز ہے ہم اور یہی حکم ہے فقراء حلب اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریہ وفی الخانیہ اوصی بجبہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون للمسجد ولو ولد المولی الخ ملخصا من الخانیہ اور خانیہ میں ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اسمیں اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کہا فی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے اور اگر بچہ پیدا ہوا اس غلام کے بعد موصی کے وفیہا عن ابی جعفر اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون القریۃ جاز من الثلث ویفعل ذلک عام وعامین ومسافۃ کذا لم یطل ولو فعل ذلک عاما بعد عام لان کثیرا یفعلونہ الخ انتہی اور خانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھانا کھلایا جاوے ان لوگوں کو جو حاضر ہوں قریہ میں اسکے آدمی تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا ملال ہے اسکو جو اسکے مکان کی مسافت دراز ہو نہ اسکے مکان کی مسافت بہت نزدیک اور نہ زیادہ مقام اور اگر کھانا پکانے کو اگر کثیر ہو تو اسکا ذان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو ذان نہیں انتہی ما فی الخانیہ قلت وعلی الضعف الاول علی طعام یجتمعہ النائحات بقیۃ الثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لمن فیہلت والمثلی علی ما کان لغیر معین کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول کو یعنے ابو یوسفؒ کے قول کو جو بطلان وصیت میں ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر جمع ہوں اور باقی تین دن میں

تو وصیت ہوتی تو مگر دین کیواسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی پہلے الوجہ کے جواز وصیت کو اُس کھانے پر جو سوائے نوحہ اور لوگوں کیواسطے پکایا جاسلم تو مگر دین کیواسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر اتین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو نیاحہ ہر پہلے تین دن کے بعد بھی تو مگر ہی گناہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے اوصی بان یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یجصص او یبنی قبتہ او الی ان قال عند قبر میت معین فھی باطلۃ سراجیہ ۔ وصیت کی کہ نماز پڑھے اُسپر فلاں شخص یا موت کے بعد اُسکی لاش کو اُٹھا لیجاویں وہ سرے شہر کیواسطے یا اُسکا کفن دیا جاوے فلانے کپڑے میں یا اُسکی قبر پر گل کیجاوے یا اُسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاوے یا جو اُسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اُسکو کچھ معین مال دیا جاوے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اُسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ منارہ ہی کے قبر کی کہ مکروہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہیں کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ غیرہ قائم کرنا مکروہ ہے پھر اُسکی وصیت باطل ہے اور اوصی بثلث مالہ للہ تعالیٰ فھو فی سبیل اللہ وقال محمد یصرف لوجوہ البر تو وصیت کی اپنے ثلث مال کی خدا تعالیٰ کے واسطے تو یہ باطل ہے اور امام کے نزدیک اور صاحبین کے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاوے نیکیکاموں میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیاء حق تعالیٰ کی ملک ہیں تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہیں ہو سکتی اور تاویل اول تو یہ ہے کہ اجر و للفقراء کہنا اُسکی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف درھم ولم یکن لہ الا الف لم یجز لہ ان یعطیہ شیئا من الوصیۃ ۔ کہا کہ میں نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کو اسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا یہی حصہ ہو تو موصی لہ کیواسطے سوائے ہزار درم کے کچھ نہیں ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اُسکو ہزار درم لینیکے خواہ ہزار درم سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت لہ بجمیع مالی فھو للمکیس وھو الاصح فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواھر فکلہا لہ ان خرج من الثلث یعنی اور اس قول میں کہ میں نے فلانے کیواسطے وصیت کی اُس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہو اور حالانکہ وہ ہزار درم ہیں پھر جو اُسمیں دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیاں اور جواہر ہیں تو وہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو سکے کذا فی المجتبیٰ قال لمدیونہ اذا حللت فانت بری ء مما لی علیک صحت وصیتہ ولو قال ان مت کابرا للھما حلل تو اپنے مدیون سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے تو میرا اُس پر جو کچھ قرض ہے تو وصیت صحیح ہے بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دیوں سے تو میرا بری الذمہ ہونا ظاہر کے سبب سے ہم نے اوائے تعلیق ہے جو منتفی موجود نہیں لیکن اُسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل الخنثی فی الوصیۃ للموالی ولو اناثا دخل فی الوصیۃ للعلماء دخل الکل یعنی وصیت میں یعنے جو مال یاروں کیواسطے وصیت میں تعین ہوا تو خنثیٰ پر بھی صرف ہوگا اسلیے کہ خنثیٰ بھی ایک قسم کی یاری ہے دفی الوصیۃ للعلماء یدخل الکل یعنی بلا حاجت ارم دون بلاد نا اور حال مالوں کیواسطے وصیت ہوا اسمیں ملک خوارزم کے متکلم داخل ہیں نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم وجہ مذکور اسلیے کہ خوارزم کے متکلم اکثر کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکوں کے متکلم شبہات فلاسفہ غیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضلال اور ہوا پھیلنے سے کچھ نصیبہ نہیں رکھتا اور اوصی للعلماء یصرف للعلماء الزاھدین لا نھم ھم العلماء فی الحقیقۃ قنیہ ۔ اور اگر وصیت کی متقدمین کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالموں پر اسلیے کہ فی الحقیقت وہی عالم ہیں کذا فی الفقیہ حاصل کلام یہ کہ تم تو حقیقت میں تارک الدنیا عالم ہی ہو جسنے دنیا چھوڑ دیا اور آخرت اختیار کر لیا اسلیے کہ اسکو چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا دار القنیہ کے نسخوں میں بجائے لفظ قنیہ کے فقیہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ فقیہ ہو اسلیے کہ یہ عبارت فقیہ کی ہے بجائے چوتھے باب کے ہے اور قنیہ میں ہو اسکا اگر ایسا نہ ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہر جاویگی اسلیے کہ آخر فروع میں سراج مذکور ہو واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی الاصل ودیعۃ فی ید الموصی او ورثتہ حتی لو ھلک بلا تفریط لم یضمن الودیعۃ سراج جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اُسکے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہو جائیگا تو ہمارے ذمہ ضمان نہ لازم آویگا

باب الوصیۃ بالثلث والثلثین

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں اذا اوصی بثلث مالہ لزید ولآخر بثلثہ ولم یجز الثلثہ لہما نصفان یعنی اگر کسی شخص نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف ہوگا باتفاق ائمہ اور صاحبین رح اسواسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہوسکتی اور تہائی کے سبب سے دونوں برابر ہیں اور حل شرکت کے مقابل ہیں لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی واذا اوصی بثلث مالہ لزید ولآخر بسدس مالہ فالثلث بینہما اثلاثا انفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تین تہاؤ ہوگی باتفاق ائمہ اور صاحبین رح کے یہ دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدھما بجمیع مالہ والآخر بثلث مالہ لم یجز الا برثۃ ذلک بینہما نصفان لان الوصیۃ بالکثر من الثلث اذا لم یجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل واحد منہما بالثلث فینصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو اسکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بہ جہت ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہمارے امام کا وقالا ارباعا لان الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکل فی ثلثۃ یصل اربعۃ فجعل ثلث المال لہما اور صاحبین رح نے کہا کہ ثلث مال کے جاری رکھنے کیواسطے باطل وصیت وہ ہے جو تہائی سے زیادہ ہو تو کل کو ضرب دینا چاہیئے حاصل ہونگے بیس چار سہم ثلث مال میں قرار دیے جاوینگے پھر طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنے ہمیں وقت ہو طلب فیہ نہیں دور کی حاجت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیجاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باین ہونی باطل ہوگی کہ موصی لہ اسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن مع ہذا اسلامیں سے کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اس زیادہ اسلیے کہ اسطرح کے ابطال کا کوئی وجہ نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہوا تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر تقسیم ہوگیا انتہی ملخصا وقالا یضرب الموصی لہ بالکثر من الثلث عندابی حنیفۃ رح والمراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعند الامام الوصیۃ اثنان فاضرب کلا فی اثنین یکون سدسا فکل سدس المال وعندھما اربعۃ کما قالاہ لانہ کما ضربہ لہما کذلک ضرب لہ اربعۃ سہام الوصیۃ اثنت

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ کی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہاو بالاتفاق ہوگی یعنے دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم نے اپنی شرح مین کہا کہ تجانبات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۱۰۰ درم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درم سوائے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۱۰ درم پر بیچ ہو اور موصی کا سوا اسکے دو غلامون کے کچھ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۱۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۱۰۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہاو ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۱۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۱۰۰ درم پر اور ۱۰ درم اسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو کے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو مجانبات مین ہم نے کہی اور کچھ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین ہوئے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے ثلث مال بھی اسی طرح تین قسم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۱۰۰ درم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا وہ ۶۰ درم ہے اور سعایت کریگا ۶۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور ہر سہم رسلہ کی یہ صورت ہے کہ زید کیواسطے وصیت کی ۱۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذانی المطلاوی المخصا و بمثل نصیبه فقط له ابن کمال اور اپنے فرزند کے حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اسکا بیٹا موجود ہو خواہ نہ ہو بنصیب ابنه لا لو له ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصے کی دوسرے کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہین اگر اسکا بیٹا موجود ہو سوا اسکے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اُسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذانی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے مثل شی ہنا غیر شی ہو وان لم یکن له ابن صحت عنایه وجوهرة زاد فی شرح التکملة وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان امت هی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذانی العنایہ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصۂ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی مافی شرح التکملہ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان قد النصف انتہی وبخطہ مین ہے اور اگر وصیت کی بنصیب فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی مافی المجتبی ہم لیکن زیادہ اصل الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل النصف عن الشیخ صایغا لفه فتنبه اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہے اور سراج مین ثلث سلطور ہے کذانی المطلاوی وله فی الصورة الاولی الثلث الموصی به اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت مین تہائی ہے اگر موصی نے وہ فرزند کے ساتھ دست کم لیے دو فرزندون کے ساتھ موصی لہ کے لیے بمثل حصۂ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن واحد الخ اور موصی لہ کیواسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے ومثلهم لبنات اور بیٹیون کا حکم ہم یعنے اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورثہ ثلث ہے کذانی المنح والاصل انه متی اوصی بمثل نصیب احد الورثة زاد مثله علی سهام الورثة تجنیس اور قاعدہ یہ کہ جب وصیت کسی وارث کے حصے کے برابر بیٹے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا جاتا ہے کذانی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء سهم من مال الله فالبیان الی الورثة ویقال لهم اعطوه ما شئتم ثم المشهور عن ابی حنیفة ما هنا وما اصل الولوالجیة فخلافه اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جزء یا ایک سہم کی تو اسکا بیان ورثہ کی طرف ہے تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی کو وہ جتنا تمہارا جی چاہے پھیر دو یا فت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء اور سہم کے یہ ہمارا اختیار ہے عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے خلاف ہے ہم وارثون کو بیان سوا اسکے مفوض ہوا کہ جزو اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت بہلک سہم معین نہین اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے امام کے قول مین بنا عرف بعض اشخاص کے منع انفاذ مین ہے کہ

فرع لو اوصی بمثل نصیب احد ورثته

لفظ نصیب او حصص او بعض او حظ او شیء کاسہم او نحو کہ مانند ہو کذا فی المحیط اھ وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ لہ واجاز الورثۃ لہ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لہ فعلی السدس فی الثلث سقط ما کان اوصی لہ اذ لم یبق لہ شیء بالثلث وکل ابن الحال اور اگر یوں کہا کہ میرے مال کا سدس یعنے چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے پھر یوں کہا کہ میرے مال کی تہائی اسکے واسطے ہے اور اسکے وارثوں نے اجازت دی تو اس کے واسطے تہائی مال ہوگی یعنے اسکا حق فقط ثلث ہوا اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث میں خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ موخر بتقدیم کے سبب لہذا اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور مابین کمال کا ابکالی دفع ہو گیا ھم صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہو اور اگر انشا ہے تو واجب یہ ہے کہ موصی کیواسطے نصف مال واجب ہوا اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت میں احتمال ہے کہ سدس ثلث میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہ ہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر ارادہ ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث میں یقینی ہے لہذا یہی متبوع ہوا اور یہ وجہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہیں تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ رکھتا ہو نحو قولہ وفی سدس مالی مکذا لہ سدس الورثۃ فذا عینہ معرفۃ اور اس وصیت میں کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہوا اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکر ہوا معرفہ نہ ہو گا یعنے موصی نے یوں کہا کہ میرا سدس مال اسکے واسطے ہے پھر یوں کہا کہ میرا سدس مال اسکا ہو خواہ اسی مجلس میں تاکید کی یا دوسری مجلس میں تو سدس اسکا حق ہوا اسواسطے کہ اعادہ معرفہ میں ثانی میں ہونا ہو اول کا اور یہاں معرفہ لفظ سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف وبثلث دراھم او غنم او بثلثہ متفاوتۃ فلو تصدق فکالدراھم او بعبید ان ھلک الثلثان فالثلث جمیع ما بقی فالاولین ای الدراھم والغنم او موصی کے دراہم یا اسکی بھیڑ بکریوں یا اسکے مختلف بھیڑوں کی یا اسکے غلاموں کے ثلث کی وصیت میں اگر دو ثلث تلف ہو جاویں تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالوں میں یعنے درموں میں اور بھیڑ بکریوں میں شارح نے کہا اور اگر بھیڑ بے متعدد جنس ہیں تو وہ درہموں کے مانند ہیں ھم یعنے موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کیواسطے ہیں پھر درہم اور غنم کی دو تہائیاں تلف ہو گئیں تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہے مثلاً اگر دو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی دس درم میں موصی لہ کا حق ہوا ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف مالہ الخ حلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ الحلبی وثلث الباقی فالاخرین ای المثبت لہ العبید اذا خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالوں میں یعنے کپڑوں اور غلاموں میں باقی کا ثلث ہے موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھم یعنے اگر کپڑے ہم قیمت ہیں یا غلام ہم قیمت ہیں اور تین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنے ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے کہ ان میں جمیع الباقی موصی لہ کا حق ہے وکذا کل متعدد الجنس کمثلی وموزون وثیاب نحو قولہ وما یقسم جبرا لا کالثانی کل مختلف الجنس وما یقطع ملا یقسم جبرا اور اول یعنے درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس جانچ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنے ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہ ہو زبردستی سے ھم اشیاء متحد الجنس اگر وارثوں میں مشترک ہوں اور بعض وارث قسمت کے طالب ہوں اور بعضے نہ چاہتے ہوں تو قاضی انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو انمیں تقسیم جبری نہ ہوگی وبالف وله دين من جنس الالف وعين فان خرج الالف من ثلث العين دفع اليه اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اسکا مال دین ہے اور گوں پر ہزار درم کی نقد اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اسکو وہی دیا جاے ھم یعنے اگر اسکا تین ہزار کا ستر وکلہ نقد ہے تو اسی نقد میں سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دینے جاویں والا یخرج فثلث العين يدفع له وكذا لو خرج شيء من الدين يدفع اليه الثلثة حوليستوفي حقه وهو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلیں نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اسکو دیجاے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جائے تو اسکی تہائی سے اسکو دیتے جائے یہاں تک کہ اسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں ہم مثلاً فرض کرو کہ ۳۰۰ درہم ہیں تو ایسی صورت موصی کو دین اور حصہ قدر دین وصول ہوتا جاے اُسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درہم کے بعد تک
وبثلثہ لزید وعمرو وھو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت اذا وھب المعدوم لا یصح شیئاً فلا یزاحم غیرہ وصایا
کما لو اوصی لزید ولجبل ۔ اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہو تو زید کے واسطے پوری تہائی ہو اور اسکا قاعدہ یہ ہے
کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہ ہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کیواسطے ھذا
اذا خرج البراھم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للاخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ ۔ یعنے
استحقاق کل ثلث کا ہموقت ہو جبکہ مزاحمت کرنے والا نکلجاے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو ثلث
نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ارمی وھو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث ۔ چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال شلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کیواسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ
مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ۔ سو اسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سے تو اس صورت میں زید
پوری تہائی پاویگا وکذا لو مات احدھما قبل الموصی وترک ورثۃ کثیرۃ ۔ اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو ورثہ موصی النصف ثلث پاویگا اور
اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ہم ازانجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہوا وحالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کو نصف ثلث
ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی المحیط ۔ الخ واصلہ المعول علیہ زوجۃ دخل فی الوصیۃ ثم خرج فلقد
شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الاخر ومن لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاھلیۃ فکان الکل للاخر ذکر الزیلعی ۔ اور جبکہ موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ موصی لہ
میں داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ بوقت لموت الموصی والیہ یشیر کلام الکنز
تبعاً لما فی حیث قال لولد بکر فمات ولدا قبل موت الموصی الی اخرہ ۔ اور بعضوں نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہو اور اسی کیطرف
درر کا کلام مائل ہے کافی کے شیوہ پر چنانچہ صاحب درر نے کہا ہو اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ
ہم صاحب درر کا تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور اسکے محتاج فرزندون کیواسطے اور شرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کو ملیگا
ان صورتون میں اسواسطے کہ معدوم اور نیت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اسکی
مانند فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح ہے فی
حالۃ الایجاب وقیل فیہ نظر ایضاً لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنے جبکہ مزاحم خارج ہو جاے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی
اعتبار میں نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں دو اقوال ہیں ولو قال بین زید وعمرو وھو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین
توجب التنصیف حقیقۃ لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضاً ۔ اور اگر موصی لہ لا کر میرا ثلث مال بین زید و عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو
مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہان تک کہ اگر وصی لہ لا کر ثلث مال بین زید کے ہے حالانکہ وہ شخص مر گیا
ذکر کیا تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا ویثلثہ وھو ان الموصی یعتبر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسب بعد الوصیۃ او
اوصی لمن لا یقدر ان الوصیۃ ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہو وصیت کیوقت تو موصی لہ
کیواسطے اسکا ثلث مال ہے یعنے اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کیوقت موجود ہو خواہ اُسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہوچکا یہ کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد موت سے ط ح طحطاوی سے ملخصاً بتغیر قولہ کورثتی تا المالک ومجمع ہو ۱۲ منہ ملک الموصی
مبنیاً او نوعاً معیناً ثلث مال مذکور اسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین ہو اما اذا اوصی بجزء من عقار او ثلث قفزۃ من طعام ملک
قبل موت بطلت لتعلقہا بالمعین فتبطل بفواتہا ولان التسمیۃ لغو ہ لیکن جبکہ وصیت عین کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی جیسا کہ ثلث قفزی
وصیت کی پھر وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہوگی اسکے فوت ہوجانے سے
اگر چہ اُسنے وہ اس غنم کو واپس کردیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستقاد ہا او اتغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالمجموع
کتعلقہا بالکل اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلیے کہ تعلق وصیت کا فوج سے
ویسا ہی جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنے باوجود مفقود الملوت کا اعتبار ہے لو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا دیدے دوسطے
گوسپند ہو میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاویگی بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی لا یعطی
شیئاً فانہا تبطل برخلاف اس قول کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے جو میری غنم یعنے میرے بکریوں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنے ایک گوسپند بھی نہیں
تو وصیت باطل ہے ہم وبفرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت
حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کیساتھ
قرار دیا وکذا لو لم یضفہا لما مر او لکنہ اغتنم لہ وقیل تصح اور بسطرح اگر گوسفند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اُسکے ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے
اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہا ذیلعی اور بسطرح گوسفند کا مسئلہ حکم ہر قسم من اقسام
مال سے پنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند اُنکے کذا فی الزیلعی وثلثہ لہ مہمات اوکذا وصی لثلثۃ مساکین او لعمارۃ المساکین او لاحد ثلثۃ
اسہم مرتبۃ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم لسہامہ لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا الی الجمعیۃ
تبطل الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ امہات اولاد تین ہیں تو اُنکے واسطے تین سہم ہیں
پانچ سہم ہیں اور فقیروں کیواسطے ایک سہم ہو اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہوکر اسواسطے کہ فقراء اور مساکین کا لفظ جمع ہے
اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کیطرف سے کہ فقراء اور مساکین پر الف لام ہے مبنی کا اور الف لام مبنی جمع ہونے کو باطل کردیتا ہے یعنے خلاہر جمع کا
صیغہ ہو اور حقیقت میں مفرد ہو بسطرح لزید وللمساکین الذین لا نصف لہ ونصفہ وعند محمد انما الحکم اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کیواسطے تو
زید کے لیے نصف ہوگا ثلث کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کیواسطے اسلیے کہ اقل جمع دو ہیں
پنانچہ ہم کہہ چکے ہیں او لو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسما اثلاثا عند الامام وعندہما اسباعا عند ابی یوسف وعلی ہذا الخلاف اگر وصیت کی
اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہوکر امام کے نزدیک اور دو حصے ہوکر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہوکر محمد
کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ للمساکین واحد وقال محمد لا ثنین ولو اوصی صرف ما للمساکین لا قل من
ثنین عندہ والخلاف فیما اذا اوصی للمساکین فقط واشار بکلمۃ وقال ثلث مالی لہذہ المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتقانی اور اگر وصیت کی
مسکینوں کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسلمان پر یعنے بطلان جمعیت کیوجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنے اقل جمع
دو ہیں تو جہاں کہ مساکین کیواسطے ہو اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک بخلاف اس صورت میں ہے جبکہ یہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کردیا ہو کہ جیسے
کردیا سو اگر اُنسے ایک جماعت کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہو تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر جائز ہے بالاتفاق المراد محمد کہا تنین ولو اوصی

لفقراء بلخ فاعطی غیرھم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصۃ وشرنبلالیہ اور وصیت کی بلخ کے فقیرون کیواسطے سو دوسرے نے اُنکے سوا اور فقیرون کو دیا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیہ وبمائۃ لرجل وبمائۃ لاخر فقال الاخر اشرکنک معہما لہ ثلث مالہ بالسویۃ بینہما مائۃ مائۃ بکلمتہ واحدۃ فلکل ثلث المال مائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایکمرد کیواسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے وصی نے کہا کہ میں نے تجکو شریک کردیا اُن دونوں مردون کے اتم تو تیسرے مرد کیواسطے ہر سیکے کی نہائی ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہے تو تمکو بھی تینون کی برابری تو ہر مرد کو سیکے کی دو تہائیان ملینگی ولو بمائۃ لرجل وبمائۃ لاخر فقال الاخر اشرکتک معہما لہ نصف مالہ لکل منہما ثلثاہ نصیبہما فیساوی کلا منہما اور اگر شلا ۲۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے اور دوسو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے وصی نے کہا کہ میں نے تجکو دونون کے ساتھ شریک کردیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو ثلثہ اور دو ثلثون ہوگا ہم جب دونون کا حصہ متفاوت ہو تو تینون حصون کی برابری ممکن نہین تو ناچار کیا جائیگا مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ غلط اشتراک کا مفہوم نہو پس امکان صحیح ہووے وبثلث مالہ لرجل ثم قال الاخر اشرکتک واوصی لک معہما لثلثہ یقسم لہما کذلک اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجکو شریک کیا اُسکے ساتھ یا تجکو دوامل کردیا اُسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہے بدلیل یکہ اضافہ شرکت مقتضی ہے مساوات کی اور یہان مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق ویجبر الثلث شخصا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تم تصدیق کیجیو تو اُسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کیوجہ سے قیاس وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اُسکی بطریق وصیت کے ثابت ہوسکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ یہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ لکل مرا عطوہ من شیئا ما عطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اس قول کے جو شخص بیچ کسی چیز کا دعوی کرے تو اُسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہو اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے ہم یعنے تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقولوا ان رأوا الوحدان یعطیہ فیعود من الثلث وبصیرورۃ ہبۃ مگر یہ کہ قائل مذکورون کہے کہ اگر وصی اُسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہوجاویگا ہم وصیت ہوجانے کی یہ وجہ ہے کہ اُسنے وصی کو تفویض کیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سبق منہ دعوی فشیء معلوم فہو لہ والا کما یجب اور اگر یوں کہا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اُس شخص سے کوئی دعوی شی معین میں سابق ہوچکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اُسکی نہین کذا فی التجنیس فان او صی لہ صیا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث کما مر لوصایا والنثار لہ ورثتہ پھر اگر وصی نے چند وصیتین کین اُسکے ساتھ یعنے اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کے واسطے اور مدعو تہائیان جدا ہونگی وارثون کیواسطے ہم یعنے ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھ پر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اُسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کیواسطے وصیتین کین تو اُسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم ہونا مجہول کی تقدیم ہوئی بخلاف اصحاب الوصایا والوارث مقدم فیما تعلق بہ من الثلث فالوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو حتی قد میں تم چاہو جو باقی ہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہم پھر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ مین دین ہے دونون حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اُسکے حصہ مین ناقص ہوگا کذا فی الہندیۃ والدین وان کان مقدما علی الحقین کالنفقۃ محصول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث

دونوں قسموں پر پردہ مجہول ہے معلوم نہیں ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیوں میں جدا جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں بانکے عدم تعین کے سبب ہوئی وتعیین غریمہ ماذکر اور دین مذکور کے مقرار ہونے ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہوگیا یعنے تصدیق ذی یقین کی فیوخذ الدین من ثلثی ما اقر وذوا یا ما یقی فلھم تو ضیحہ دین کا وارثوں نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیوں سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین کرنے کے وہ انکا ہے یعنے جو دو تہائیوں میں باقی رہیگا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے فیحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھاوے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوی کرے یعنے ہر فریق یوں قسم کھاوے کہ واللہ ہم بمقدار دین کو جانتے ہیں قلت یقل لو کانت الوصایا دون الثلث ھل یعزل الثلث کلہ لھم یقل الوصایا لم ارجحانی سایہ احتمال کہ اگر وصیتیں تہائی مال سے کم ہوئیں کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے میں نے اسکی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی ویقع ایضا ھل یلزمھم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا انکو لازم ہے یہ کہ مقرلہ کی تصدیق کریں ثلث سے اکثر میں اسکے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا ہے جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا وکاجنبی واذا وقائلہ لم یعتق الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانھما من اھل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح ھبۃ الوارث لہ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہیں بنا بر اُس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے ہم بر خلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو ہمارا حکم بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ او کاجنبی حیث یکون فی حق الاجنبی ایضا کذا فی اقرار یعقل بینھما تنافی الغا بعضہ لغا ما قبلہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی یعنے کہ یہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنے دونوں کی شرکت کا زمانہ ماضی میں پھر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت انشاء تصرف ہے یعنے وارث اور اجنبی کیواسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اسا خبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اُسنے خبر دی ہے وصف شرکت کی زمانہ ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اسواسطے کہ وارث اسمیں شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ھذا اذا انصادقا فان انکر احدھما اشرکتہ الآخر ھم اقرار فی حصتہ لا حتی یتعدھا ویقوی عندھا یتبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضوں نے کہا یہ یعنی عدم صحت اقرار اُسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصے میں صحیح ہوگا محمد رح کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک کسکے حصے میں باطل ہوا سوجہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی لشیاخ متفاوتۃ جید و وسط ورذل لثلثۃ انفس لکل منھم بثوب فضاع منھا ذ ب فلھذا رای ھو الوارث یقول لکل منھم ھلک حقک بطلت الوصیۃ لھما لم یستحق کوصیۃ لاحد ھذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص منفعت کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر ایک کے کپڑا پھر اُن تینوں کپڑوں سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہیں کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی استحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردوں میں سے ایکے کیواسطے وصیت باطل ہو یعنے اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کیواسطے میں نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جہالت کے سبب سے یعنے معلوم نہیں کہ کس شخص کیواسطے وصیت کی لان ایسا عسی اوصیٰ لما بقی منہا فتعود جہالۃ المانع وھو الجحود مگر یہ کہ موصی کے وارث مضائقہ نکریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنے وارثوں کا انکار مانع تصاحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم لولدی الجید ثلثاہ ولدی الردی ثلثہ ولدی الوسط ثلث کل واحد منہما لان البیوت تتقدر کالمکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تفسیر کیجاویگی اسواسطے کہ یہ برابر کرنا ہر تقدیر امکان کے ولو اوصیٰ لاحد الشریکین ببیت معین من دار مشترکۃ وقسموہ وقع فی حظہ فہو للموصیٰ لہ ولا یقع فی حظہ فلہ مثل ذرعانہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال قسم فاذا وقع الخ اولی اگر کسی دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہو اور اگر موصی کے حصہ میں واقع نہوئی تو موصی لہ کیواسطے کوٹھری کے برابر گز مان سے زمین ناپ دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ نے وجوب قسمت کی تصریح کی ہو تو اگر ماتن یوں کہتا قسمت کیجاے پھر اگر کوٹھری اسکے حصے میں آوے الخ تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم للذی کورنا اور اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے مگر مذکور میں ہم یعنے اگر احد الشریکین سے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر بٹوارہ گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری مقر کے حصہ میں واقع ہو تو اسکا مالک مقرلہ ہوگا اور اگر اسکے حصے میں نہ پڑی تو اسکے برابر زمین ناپ دیجاویگی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے وبالف عینی ای معین بیان کانت وقت عند الموصیٰ من مال الخ فلجاز ربط المال لوصیۃ بعد موت الموصیٰ وقد فعہ المیہ صحیح اور ہزار درم عینی یعنے معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھیں وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز کی وہ ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے ولہ المنع بعد کالاجازۃ لان لجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اسپر واجب نہ تھا تو اسکو جائز کر کے تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التکملہ بخلاف ما اذا اوصیٰ بالثلث علی الثلث او لقائلہ او لوارثہ فاجازوا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ لان الموصیٰ بعینہ وقع التسلیم لما تقرر ان الاجازۃ لزمتہ من قبل الموصیٰ عند نا وعند الشافعی من قبل المجیز بخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ انکا زیادتی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لیعنے جسکے لیے اجازت واقع ہوئی وہ موصی یہ کا مالک ہوتا ہے موصی کیجانب سے ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کیطرف سے ھم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہو کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہوا اور امتناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کیطرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الورثۃ بعین قائمۃ بعینہا انہا وصیۃ لہذا بکذا بنصیبہ لزمہ اقرارہ فی ثلث نصیبہ لانصف اسہمہا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی معہما فیکون مقرا بثلث ما معہ وبثلث ما مع اخیہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکے کے تو اسکا اقرار اسکے حصے کی تہائی میں صحیح ہو نہ اسکے نصف حصے میں اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنے تو اسکا اقرار اسکے حق میں مقبول ہو نہ اسکے بھائی کے حق میں بخلاف ما لو اقر بعد ما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب

مقدم ہو جنکو دین کے میراث پر ہم تو مقرار مقرے سے تمام ترکہ لیگا تا استیفاء دین اور اگر فاضل نہوگا تو ترکہ کچھ نہ ملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہوا سلئے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہوگا تو موصی لہ کچھ پاویگا جنگ وارث کو دونا نکلے گا فافی المنع و باسمۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا و کلاھما غیر جان مال الثلث فما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین ولا یخرجا احد الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل و قلا یاخذ منہا علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع فراہم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبینؒ نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا ہم صورت مسئلہ یہ ہوگا کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درہم اور ایک لونڈی ہو ۱۲۰۰ درہم کی قیمت کی سو اسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درہم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درہم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درہم ہی تو امام صؒ کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین رح کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہوا تو خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام صؒ کی دلیل یہ ہوگی کہ ان اصل ہوا اور تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نہی اور یہ جائز نہین ہوگا فاذا ولدت قبل القسمۃ و قبول الموصی لہ فلو بعدھا فھو للموصی لہ کما مر فیما مر لکن الوجہ ھنا ما ذکر لقولہ علیہ السلام کما مر یعنی اگر لونڈی قسمت تک رہے موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر یہ قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہوا اسواسطے کہ اسکی ملک کی بڑھوتی ہوا اور سبب لڑکا موصی لہ کا ہوا اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہونا بایں قول کے جو دوسرے نے ذکر کیا ہو و لو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہوگا اسواسطے کہ وہ وصیت کی تخت مین داخل نہوا اور بیت کی ملک پر باقی رہا کذا فی الہدایۃ و الکفایۃ و الکفایۃ و فی الکافی و لو ولدت الجاریۃ و لد فاخذ کسب الولد کسب الام و عقرھا علی الغاصب و ھذا کما ذکرنا فی الموصی لہ بالجاریۃ اذا ولدت قبل القسمۃ و قبل القبض و ھذا کما ذکرنا فی الموصی لہ بالجاریۃ اذا ولدت قبل القسمۃ و قبل القبض و ھذا کما ذکرنا فی الموصی لہ بالجاریۃ اذا ولدت قبل القسمۃ و قبل القبض

باب العتق فی المرض

یہ باب ہدایہ سے کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق فی المرض یعنی وصیت ہوا سواسطے کہ وہ تبرع ہوا اسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہو گیا لہذا اسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہو یعتبر حال العقل فی تصرف معجز ھو الذی واجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہو تصرف منجز مین منجزہ ہو جاوے حکم کو فی الحال واجب کردے ہم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہی سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فی کل مالہ و لا فی ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا و المراد التصرف الذی ھو انشاء و یکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض یعتبر من کل المال و النکاح فیعتبر بقدر مھر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہو حالت مرض مین مراد اس سے وہ تصرف ہو جو انشاء ہو اور اسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہوگا اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہوگا کل مال سے ہم اقرار اعتبار ہو انشاء سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہو نہ انشائی اور نکاح احتراز ہو منے تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہو لیکن اسمین تبرع نہین ہو و المضاف الی موتہ و ھو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حرۃ بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث و ان کان فی الصحۃ اور جو تصرف عاقد کی موت کیساتھ مضاف ہو وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہو اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہو جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہو یا یہ چیز زید کی ہو میری موت کے بعد موصی صحتہ کا لصحۃ اور جس بیماری سے نافذ ہوگا ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہم اسلیے کہ وارث اور غیر ہم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اسکے مرض الموت مین اور جگہ ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اگر مرض ہو تا مرض الموت نہ تھا و المقعد و المفلوج و السلول اذا طالوا و لم یقعدہ فی الفراش کالصحیح بخلاف ما ذکر من الطاعون فی الموضع

المعتبر من الثلث لصلوٰۃ قاعدًا اور جاہندار اور غلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول ہو مزمن ہو جائے اور اسکو بستر پر نہ ڈالدے تو وہ تندرست کے برابر ہی احکام شرعی کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب تجنیس نے تطاول مرض کی حد جو زیادہ کی ہو کہ ایک سال ہو اور مرض متبر کی حد وہ ہو جو مباح کردے نماز کو بیٹھے ہم مرض متبر یعنے جس مرض میں نفوذ تصرف انشاء کا نکست ہو سکے متبر ہو کذا فی الطحطاوی اعتاقہ وھباتہ ووقفہ وصدقہ وضمانہ کذلک حکمہ حکم وصیۃ مریض کا اعتاق اور ہبات اور بیع اور اسکا وقف اور ضامن ہونا اس ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب باعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہو گئی حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محاباۃ کی صورت یہ ہو کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کی بیچی یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زیادہ خریدنے میں اور قیمت مثل سے ناقص بیچنے میں اسیکا نام محاباۃ ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل الا بقدر ثلثہ جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اً تصحیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص میں یعنے تجنیس اور محابی اور موہوب لہ اور قیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال کے واسطے کفایت ہو گیا تو فبہا المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور قسمت میں ہر ایک کا حصہ بقدر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی سمجھ لیا ہے کذا فی المطحطاوی ولم یسم العبد ان اجیز عتقہ کان المنع لحقھم فیسقط بکاحیاۃ اور غلام سے نکریگا اپنے استخلاص میں اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثون کیطرف سے اسواسطے کہ منع حق تھا وارثون کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے فان حابی فحمد وضاق الثلث عنھما فخیار المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محاباۃ کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اسکا ثلث مال محاباۃ اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنے تہائی سے دونون تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنے محاباۃ مقدم ہے پھر صورت اسکی یہ ہے کہ ۲۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنے سو درم محاباۃ مین صرف ہونگے کذا فی الدرر بعکسہ ان حابی استوعبا اور اول صورت کے بالعکس یعنے اول اعتاق کیا پھر محاباۃ کی تو دونون برابر ہین ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنے سو درم کی فقیر ہو کر یکر کذا فی الدرر فاعتق اولا فیھما اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونون صورتون مین مقدم ہے وصیتہ بان یعتق عنہ بعدہ التاثر عبدہ کاشتقا لوصیۃ بما یجی وان ھلک درھم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہے کہ اسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے زید سو درمون سے خرید کر کے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایک درم بھی سو درمون سے تلف ہو وے اسواسطے کہ القربۃ الی اللہ متفاوت ہوجاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج یعنے غلام حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف سے حج کیا جائے پھر ان درمون سے ایک درم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ھما سواء اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا کہ عتق اور حج کی دونون صیغتین صحیح ہین کوئی باطل نہین فتبطل الوصیۃ بعتق عبد بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدا بعد موتہ ان جئ بعد موتہ وقد ضم یکفی بہ کما لو ضم بعد موتہ الدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزاد کی یعنے یون وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ اس صورت مین وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بچا گیا موت بعد موصی کے دین مین ہم وجا طلاق یہ ہے کہ اصل جنایت کا حق مقدم ہے موصی لہ کے حق پر اسطرح پر وائن کا حق مقدم ہے دین پر فدوی الورثۃ العبد کما یبطل

وکان الغلام وارثا لهما یلتزمهما اور اگر وارثون نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اُنکے
الزام کے سبب سے یعنے اُنھون نے اپنے اوپر خود لازم کر لیا تو وہ تہائی ترکہ کے دوسرے وارثون پر لازم ہوگا فاقر کل من الوارث وبکر
ان المیت اعتق هذا العبد فادعی بکر اعتقه فی الصحة ینفذ من کل المال وادعی الورثة عتقه فی المرض لم ینفذ من الثلث ویقدم علی
بکر فالقول للوارث مع الیمین لانه ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام
چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر سے ہر ایک شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اُسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی
تمام مال سے نافذ ہوا اور وارث نے اُسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنے واسطے کہ مرض کا عتق
اگرچہ وصیت ہو مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول منکر کا
قسم کے ساتھ ولا شئ لزید کذا فی نهج الحق والشرح قلت صوابه لبکر کما نبه الماتن کرد اور لا شئ لزید کذا فی نهج الحق والشرح قلت صوابه لبکر کما نبه الماتن کرد اور لا شئ لزید
المصنف اولا ولسببه ثانیا والله اعلم اور زید کیواسطے کچھ نہین اسیطرح متن اور شرح کے نسخہ مین لا شئ لزید مرقوم ہے مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک نہین
ولا شئ لبکر بلکہ کیواسطے کچھ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہوا غایۃ الامر یہ ہو کہ قوم نے یعنے فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہو سو
مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کر بھول گیا واللہ اعلم لان یفضل من ثلثه شئ من قیمة العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے
غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ہم مثلاً ثلث مال سو درہم ہو اور غلام کی قیمت سو درہم تو یہ درہم بکر لیگا فان ادعی الموصی
له خصم کاتبه بشئ حقه وکذا العبد یا گواہی کی بحث قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ عتق صحت مین تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہو کہ یہ بندہ اپنے
حق کا ثابت ہوا اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہو دلوا دعی رجل حیا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحة ولا مال له غیره فضر قیمة الوارث
یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم وقالا لا یسعی فی شئ اور اگر دعوی کیا ایک مرنے والے پر دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور
حالانکہ میت کا کچھ مال نہین ہو سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونون مدعیون کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے مین اور وہ قیمت صاحب
دین کو دیجاے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھ کوشش قیمت مین نکریگا ہم صاحبین کی دلیل یہ ہو کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام مین تو گویا ساتھ ہی واقع ہوے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہ ہو کہ دین کا اقرار قوی تر ہو عتق سے واسلیے کہ
احوال کل مال سے معتبر ہو اور اقوی مدفوع نہین ہوتے اور سکا مقتضی یہ ہو کہ اصل عتق باطل ہو تا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو اُسکو باطنی
تنقض کیا اسیجہ سعایت سے کذا فی الدرر انتہا وعلی هذا الخلاف لو ترک ابنا وطلب درهم قاد عاها رجل دینا والخر ودیعة وصدقهما الابن
فالا لف بینهما نصفان عنده وقالا الودیعة اقوی وبنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درہم چھوڑے سو اُن
دونون کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے ودیعت ہونے کا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے دونون کی تصدیق کی تو ہزار درہم دونون
مدعیون مین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہو دین سے ہم اس مسئلہ مین اولیت مین خلاف ہو بر خلاف مسئلہ سابقہ کے
تو طی ہوا خلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہو کذا فی المطولات قلت وعکس فی الهدایة فقال عنده الودیعة اقوی وعندهما سواء والاصح ما ذکرنا
کما فی الکافی وتمامه فی الشرنبلالیه فلیحفظ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین اسکے برعکس کہا ہو سو یون کہا ہو کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہو اور صاحبین کے
نزدیک دین اور ودیعت برابر ہو اور صحیح تر وہ قول ہو جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہو اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ
مین یون ہو کہ صاحب ہدایہ سے پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین رح کا برعکس نقل کیا ہو کذا فی المطولات وے

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت اقارب وغیرہم کے بیان میں جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلۃ وبصحنہم مسجد المحلۃ وھو استحسان وقال الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اسکے گھر میں ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ میں رہتا ہو اور محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنی انکی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہر گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے ھم محمدؒ نے الملاصین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گھر کے ملاصقین کیواسطے ہے جو اسکے دروازے قریب ہوں بالاجماع امام کے نزدیک کذا فی العینی وصح لکل ذی رحم محرم من غیرہ کابائھا وامھاتھا واخوانھا واخواتھا وعزھم بشرط موتہ ھو ملکہ حتہ او معتدتہ من رجعی اور آدمی کا صحیح ہے اپنے سسرال کے لوگوں میں جو مرد کی جورو کے محرم قرابتدار ہیں چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اسکے چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنیں اور اسکے سوائے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح میں یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو فلو من یاملی کہ یستحقھا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو تو صحیح وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ھذا فی عرفھم واما فی عرفنا فیختص بالابوین وغیرھما اعنایہ وغیرھا واقرب القرابات قلت لکن جزم فی البحر بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ علوانی نے کہا کہ یہ حکم ہے تو ان متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنے خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن بربان وغیرہ میں اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن الصغیر ان قول الدرایۃ وغیرھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ ھو ابن حیی بنت اخطب ثم قلت فلیحفظ ھذہ الفائدۃ ۵ پھر شرنبلالیہ میں یعنی شارح ہدایہ سے یا نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے نکاح کیا حق اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے یعنی سنن ابوداود وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ میں واقع ہوئیں انہوں نے انکو مکاتب کیا اداء بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرتؐ نے اسکے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے میں آئے تھے انہوں نے انکو آزاد کر دیا حضرتؐ کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہیں اور وہ سنوخانوادے تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم کذا فی النسخ قلت الموافق لعامۃ الکتب ختن الرجل منہ کازواجہ وبناتہ وعماتہ وخالاتہ وانسان کا ختن اسکے محرم عورت کا شوہر ہوتا ہے چنانچہ اسکی بیٹیوں اور پھوپھیوں کے شوہر شارح نے کہا ختن کے نسخوں میں اسیطرح کل ذی رحم واقع ہوا اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہو وکذا کل ذی رحم من ازواجھن فیدخل ھذا فی عرفھم وفی عرفنا للاصھار ابو المرأۃ واعمامھا والخارج بوجہ المحرم فقط لزیلعی وغیرہ لاد الاقتصار علیہ فی دیارنا فان المختص بالصھریۃ ابوی الزوجۃ والختن یدخل البنت کالام للمشہور اور اسیطرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہروں کے ہر قرابتدار سے بعضوں نے کہا یعنی صہر اور ختن کی مستقد مین فقہاء کے عرف کے موافق ہو اور ہمارے عرف میں صہر خسر اور خوشدامن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قتالی نے کہا نازیبا ختن کہنا ہے اور ہمارے ملک میں یہ لوگ ہر صہر پر یہ خاص کیے ہوئے ختن بیٹی کے شوہر پر خاص کیے ہوئے داماد پر خاص کیے اسواسطے کہ یہ بھی مشہور ہے یا شاید اسطرح کہتے ہوں یا عرف کا رواج اور عرف معتبر ہو اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الظہیریۃ وغیرہا وھو نفقۃ وغیرھا لکنہ وقع الاختلاف فی شرحہ فقال ابن الکمال وھو مشکل یالنص قال اللہ تعالی فنفقۃ واحدۃ وھی نفقۃ الزوجۃ قلت وبہ اندفع ما اعترض بہ علی الکنز من ان نفقۃ الاصول والفروع لیست بواجبۃ بل ھی صلۃ فلا تقدر بالکفایۃ وھو مشکل ایضا لان الصلۃ لا تکون واجبۃ فتدبر ۱۲ منہ

نفقہ اور غیرھا لیکن وقع الاختلاف فی شرحہ فقال ابن الکمال وھو مشکل یالنص قال اللہ تعالی فنفقۃ واحدۃ وھی نفقۃ الزوجۃ قلت وبہ اندفع ما اعترض بہ علی الکنز من ان نفقۃ الاصول والفروع لیست بواجبۃ بل ھی صلۃ فلا تقدر بالکفایۃ وھو مشکل ایضا لان الصلۃ لا تکون واجبۃ فتدبر ۱۲ منہ

اور ہمارے ملک میں یہ لوگ ہر صہر پر یہ خاص کیے ہوئے ختن بیٹی کے شوہر پر خاص کیے ہوئے داماد پر خاص کیے اسواسطے کہ یہ بھی مشہور ہے یا شاید اسطرح کہتے ہوں یا عرف کا رواج اور عرف معتبر ہو اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الظہیریۃ وغیرہا وھو نفقۃ وغیرھا لکنہ وقع الاختلاف فی شرحہ فقال ابن الکمال وھو مشکل یالنص قال اللہ تعالی فنفقۃ واحدۃ وھی نفقۃ الزوجۃ قلت وبہ اندفع ما اعترض بہ علی الکنز من ان نفقۃ الاصول والفروع لیست بواجبۃ بل ھی صلۃ فلا تقدر بالکفایۃ وھو مشکل ایضا لان الصلۃ لا تکون واجبۃ فتدبر ۱۲ منہ

نفقہ اور غیرھا لیکن وقع الاختلاف فی شرحہ فقال ابن الکمال وھو مشکل یالنص قال اللہ تعالی فنفقۃ واحدۃ وھی نفقۃ الزوجۃ قلت وبہ اندفع ما اعترض بہ علی الکنز من ان نفقۃ الاصول والفروع لیست بواجبۃ بل ھی صلۃ فلا تقدر بالکفایۃ وھو مشکل ایضا لان الصلۃ لا تکون واجبۃ فتدبر ۱۲ منہ

نفقہ اور غیرھا لیکن وقع الاختلاف فی شرحہ فقال ابن الکمال وھو مشکل یالنص قال اللہ تعالی فنفقۃ واحدۃ وھی نفقۃ الزوجۃ قلت وبہ اندفع ما اعترض بہ علی الکنز من ان نفقۃ الاصول والفروع لیست بواجبۃ بل ھی صلۃ فلا تقدر بالکفایۃ وھو مشکل ایضا لان الصلۃ لا تکون واجبۃ فتدبر ۱۲ منہ

صاحبین کا استحسان ہو جیسے تو یہی قول راجح ہو کذا فی شرح الکلمۃ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنہیں تمہارے ماں باپ قرار دیا اور انکے اہل کو سوا انکی عورت کے انتہی قولہ من کتابہ ماں اور جد اب اس سے استدلال فاسد کیونکہ یہ بڑی کتابوں میں مذکور ہے ہم استدلال مذکور کا جواب یہ ہی کر تے ہیں کہ موجود ہو جیسے استثناء اور امام کی دلیل یہ ہو کہ لفظ اہل کا حقیقت ہو زوجہ کے واسطے بدلیل نصوص وعرف قال تعالیٰ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا وَسُنَّةٌ قولہم تامل بلیدۃ کذا اور مطلق متصرف ہوتا ہو حقیقت مستعملہ کیونکر کذا فی المطلاوی مختصراً واللہ اعلم بیتہ وقیلۃ التی ینسب الیھا وجنسہ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل اباۂ فی الاسلام سوی الاب الاقرب لانہ مضاف الیہ قبیلتان عرب الکوفان اور آدمی کی آل عبارت ہیں اسکے اہل بیت اور اسکے اس قبیلے سے کی طرف وہ منسوب ہوتا ہو اور اسوقت میں یعنے جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل میں داخل ہو ہر اس شخص جو موصی کیطرف منسوب ہو اسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اسکے پہلے سرے کے باپ تک پدر اقصی کے سوا سواسطے کے پدر اقصی مضاف الیہ ہو یعنے وصیت نہیں مگر مضاف کیا سواسطے کذا فی التتارخانی عن الکرمانی فہم پدر اقصی اسلام میں غلام علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نہ وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو تحقیق وہ داخل ہو جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہو نسب آبائی کیجانب سے وہ شخص جسکا نانہال ہو سادات میں کافی ولا یعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء وقریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الحر والفقیر ان کانوا کبعض کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگرچہ بعض غنی ہوں کذا فی الانہر ھم عبارت انسابکی یعنی ہو وان کانوا الاکبعض ان کذا فی المطلاوی عن المکی یعنے آل میں غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں اور یہی حق ہو سہر کاتب سے واللہ اعلم ویدخل فیہ ولد البنت وولد ابنہ وزوجتہ کما فی شرح الکنز کذا فی البحر یعنے داخل ہیں اولاد بیٹی کی اور آل میں داخل ہو موصی کا باپ اور دادا اور اسکا بیٹا اور اسکی زوجہ کذا فی شرح الکنز یعنے جبکہ وہ اسکے وارث نہوں ہم عدم میراث کی قید سواسطے لگائی کہ وصیت ثابت ہوتی ہو غیر وارث کے حق میں ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ الام کالاخ لام والعم لام یعنے نہیں داخل ہیں اسکی بیٹیوں کی اولاد اور نہ اسکی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اسکی ماں کا قرابت دار ہو سوا سواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہی نہ ان نسب میں وجنسہ اھل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اسکے باپ کے اہلبیت ہیں اسواسطے کہ انسان تجانس ہوتا ہی اپنے باپ کا نہ اپنی ماں کا صرخایۃ البیان میں ہو کہ جنس عبارت ہو نسب ستر ہی باپ کیطرف سے ولذا اھل بیتہ واھل نسبہ کاھلہ وجنسہ فحکمہ حکمہ اور سپطرح موصی کے اہل بیت اور اسکے اہل نسب اور اسکی آل اور اسکی جنس کی مانند ہیں تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہی ولو اوصی لعشیرتہ او لاھل بیتہ او لاھل جنسہ او لاھل ولد ابی حنیفۃ او لعترتہ دخل کل من ینسب الی ابیہ کما الیہ اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں ہوتا سواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہی نہ ان کیطرف الا ان یکون ابوہ ای الولد من قوم ابیہ فحینئذ یدخل لانہ من جنسھا درر وکافی وغیرھا قلت وھذا ان لم یشتھر من کانھم فقط فلو مشتھرا کما فی الخزانۃ وفتاوی ابن نجیم افتی بعضھم بالعدم لہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہ باپ اس فرزند کا اس عورت موصی کے باپ کی قوم سے تو اسوقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکا عم بنی اب ہم نسب ہو کذا فی الدرر والکافی وغیرھما میں کہتا ہوں قواسس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شہرت بقطع نسبت فقط ان کیطرف سے غیر معتبر ہو چنانچہ فتاوے ابن نجیم کے حاشیہ میں مذکور ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہی حامد اور اسکے والد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہو کہ سید کے فرزند کو فی الجملہ مزیت علی غیر سید ہو جیسی کی ماں سید نہیں لقولہ ﷺ الولد للفراش وللعاھر الحجر کذا فی الظھیریۃ الھاشمیۃ کذا فی المطلاوی ھم فتاوے عالمگیری میں بدائع سے منقول ہو کہ حسب اور نسب منحصر ہیں بدیں ہو کہ باوجود یکی ماں سید ہو ہو باپ سید نہو تو اسکو زکوۃ کا

اور بیٹا بھی اپنے باپ کی قوم والوں کو اور کہا اپنی ماں کے خویش کو

سطر ۱۲ سے اور اسی سے ہو قول ابن نجیم والدین کا کہ اگر نہ

شہرت نسب سے غیر معتبر ہو

سطر ۱۲ سے ہو

سطر ۱۲ سے ہو

مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا فرد ہو جو سادات نہیں اور سید وہ مال نہیں جو سادات پر وقف ہو الا بنص واقعہ اور یہ حدیث ہو کہ کل نسب ابن انثی منسوب الی ابیہ الا کان من فاطمۃ فانا ابوھم تو اسمیں اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہ خصوصیات سے ہو چنانچہ لفظ حدیث مفید ہوا اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی

وان اوصی لاقاربہ او لذوی قرابتہ لکل النسب قلت صوابہ لذی کما مر او کما مر اوکما شابہ فھو للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کیواسطے یا اپنے قرابت والوں کیواسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کیواسطے تو یہ وصیت ہو قریب تر کیواسطے پھر اسکے بعد جو اور قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے لفظوں میں اسیطرح لذی قرابتہ مرقوم ہو میں کہتا ہوں الذوی قرابتہ لصیغہ جمع ٹھیک ہو ھم لذی قرابتہ سفروہی اور یہ مسئلہ مفروض لصیغۂ جمع ہو لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الولدان قیل من قال للوالد قریبا فھو عاق والولد ولو ھمنوعین بکفر او رق کما یفید عمومہ قولہ والذی یرث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہیں بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہو بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہو ہم وجہ نافرمانی کی یہ ہو کہ اہل لغت کے عرف میں قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہو لا لغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد والولد فیدخل فی الظاھر الروایۃ وقیل لا واختارہ کثیر من الاصحاب اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسکو پسند کیا ہو اکثر شرح مختار میں ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہو ویکون للاثنین فصاعدا بالحجم فی الوصیۃ اشکالا کالمیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کیواسطے ہو گی یعنے اسطرح کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دین ہمارے امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا ہو اول یہ کہ کسوتی دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقارب فلانۃ میں سے ہو اور رابعہ محجوب ہو اقرب کے جو موت سے مانند میراث کے نتیجہ تھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمیں برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ فالکل للواحد عشرۃ وان کان فی بعضھا کالارث وقالا اثلاثا اگر وصیت کی اپنے اقارب یا اھلی تو اگر وصیت اقارب میں مرد بھی ہیں اور عورتیں ہوں تو وصیت اسکی دونوں جماعتوں کیواسطے میراث کے مانند ہو اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کیواسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ ورثہ کے وسائط کیوقت بہت اقوی ہو تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولھما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کیواسطے نصف مال ہو وصیت کا اور دونوں ماموں کیواسطے نصف باقی ہو اور صاحبینؒ کہا تین تہائی مال ہو گا پھر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم احدا غیر فلہ نصفھا ویرد النصف الاخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو فقط اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہو اور نصف ثانی اور اسکے وارثوں کو دیا جائے گا کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں ولو جمع وعہ استویا لاستواء اخراتھما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہو ولو اقدم المحرم بطلت خلافا لھما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہو گئی برخلاف صاحبینؒ کے کہ صاحبینؒ کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کیواسطے وصیت صرف ہو گی اسلیے کہ اسکے نزدیک اقارب میں داخل ہیں کذا فی الطحطاوی ولد الولد قیل کالولد کما لو قال لا ولد لی وکان لہ ولد الولد لا یحنث الا ان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہو اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہو یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہو ولا یدخل ولد البنین مولود صلب اور داخل نہو گا پوتا فرزند صلبی کے حاتمہ قولہ بنات لصلبہ ببنات ابن ابن ھن لبنات صلبہ بالحقیقۃ اور اگر کہا فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور بیٹے ہوں

تو وصیت بیٹیوں کیواسطے ہو حقیقت مین عمل کرنے کی راہ سے یعنے پوتون کو دلانیکا بنا صیا مجاز کے ہو اور بیٹیون کو بنا حقیقت کے ہو اور حالانکہ حقیقت مقدم ہی مجاز فلو لاعذر ت صرف الی المجاز تھر اعن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کیطرف تا کہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہین ہی تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی العالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون لاختیار اور بیٹیون کی اولاد داخل ہونگی اور محمد سے ایک روایت ہی کہ داخل ہونگی کذا فی الاختیار و لو ترکہ فلان للذکر مثل حظ الانثیین کانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا البلوہ میراث کے دیا جاویگا و شرط بعضھم ای الوصیۃ ھنا ای فالوصیۃ لورثۃ فلان وما فی معناھا کعقب فلان موت الموصی لہ ورثتہ او عقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور بیان کیا بعضے فلانے کے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہی کہ فلانا شخص جسکے وارثون اور پس ماندون کیواسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا مگر اسکی موت کے بعد ثم ان کان معھم موصی لہ اخر قسم بینھم وبینہ علی عدد الرؤس شما صاب الورثۃ یقتسمونھم للذکر کالانثیین پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی یعنی جو وارثون کو ملیگا تو اُنکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لہ ورثتہ وعقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ ای فیقسم الموصی بہ کما لو رد الموصی لہ وصیت کرنیوالا مر گیا اُس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اُسکے وارثون اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہو گئی فلم یکن معھم موصی لہ اخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کلما انقلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ کان کالاسم لا یتناولھم لانعدام الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میری وصیت فلانے شخص کے لیے اور اُسکے وارثون اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اُسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ وارثون کا اسم شامل نہین اُنکو مگر بعد مر جانے اُس شخص کے اور اُسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہی وفیہ عقبہ ولد من الذکور ولد لانات قال ابو اللیث فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد اناث ولھم عقب لانھم لا یسمون عقبا ہی اور سراج وہاج مین ہی اور عقب آدمی کا اُسکا ولد ہی خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اُسکے فرزندی کی اولاد اسیطرح ہو یعنے اُنمین بھی مرد عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین ہو سکتے کہ وہ اپنے باپون کی عقب ہین نہ اُسکے یعنے نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہی طحطاوی نے کہا شارح کو قول ابن کمال کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد مرد اور عورت دونون کو شامل ہی وفی ایتام بینہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال علیہ السلام لا یتم بعد البلوغ وعیالہ من یعولھم وارامل اکا وکیل الذی لا یقدر علی شیء ورجالکان اوامرأۃ ویؤیدہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرھم وغنیھم وذکرھم وانثاھم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندان مین اور اُنکے اندھون اور لنگڑون اور اُنکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور اُنکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہی اُس شخص کا جسکا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہین ایا ہل جمع ہی ارمل کی مادہ ہی جو کسی چیز پر قادر نہو یعنے محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس حکم کی تائید کرتا ہی مصنف کا قول یعنی قول کہ ہمین عورت اور مرد بچیان ہین وقسم سویۃ ان احصوا بغیر کتاب الحساب فانہ حینئذ یکون علی عدد کلھم اور سال بر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے فقیر اور غنی مستحقین اور نہ ہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت برابر بانٹے جینگے جبکہ سب ہون تمام وصیت تو بانٹ کر دیگا اُنکے واسطے ہم جنس اور اُنکے کی تعریف

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ اعصا نہ سکین بدون مکنہ اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ اسے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ عالم کی ہے اپنے فرض ہوا در اور محمد کا قول آسان تر ہے کذانی قاضیخان واذا لفظ انھم یعطی الوصی من شاء منھم شرح التکملۃ لغدا الفلیت حینئذ فیرادبہ الفقیر اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال انکے محتاجوں کو دیا جاوے وصی کو اختیار ہوا نہیں سے جسکو چاہے دے کذانی شرح التکملۃ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اسوقت میں تو اس سے فرائد مراد ہوگی ہم درمیں ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہوا اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی میں اور تمیم اولینا اور ملنگ کے اسماء متابعی پر دلالت کرتے ہیں تو متعا جوں کرنا جائز ہوا کذانی الحطاوی وفی بنی فلان یختص بالکور دھم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی بنی فلان میں یعنی خاندان کے فرمندوں میں تو یہ اُنکے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہوں لانہ اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیشتمل الکانات کان المراد حینئذ ذکر الانتساب کما فی بنی دھم اگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلے کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت میں فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں ہم جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلے کا یعنے جماعت کثیرہ کا جیسا کہ بنی تمیم کا اور اسے بنی اسکا یا کہ فلان پدر خاص ہو جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی اسامی سے یہ اسام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر فخذ پھر بطن پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ یہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذانی العالمگیریۃ ملخصا ولیدا یدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ وحلفاؤھم یعنی دھم یصیر کذا فی الوصیۃ یا طلاق اور سیواسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اس میں مولاے عتاقت اور مولاے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل ہونگے بایں طور کہ یہ لوگ تعیین کے ساتھ ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہو واذا صح ان الوصیۃ تصرف وقعت باسم یعنی عن الجامع کالیتامی بنی فلان لم یصح الا علی ما سمہ لو قوعہ عن اللہ تعالی وھو معلوم واذا کان لا یأتی عن الحاجۃ فان صحت صحت ویصح لھا کما لو اطلقت وتمامہ فی اختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو منحصر ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلان کہنے تم تو وصیت صحیح ہوا اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنا بر تقریر گذشتہ یعنے اسحالت میں محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہوا اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا اگر بعض انہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہوا اور اب وصیت تملیک قرار پاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہیں تو وصیت باطل ہوا اور اسکا بوجہ بیان اعتبار شرح مختار میں ہم ادصی من لہ مشتون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدھما جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہیں اسنے وصیت کی اپنے مولے کیواسطے تو وصیت باطل ہوا اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہوا اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرے عتق مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہو با عتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ مولی سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت نکردہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عندنا قالہ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمیں کچھ فرق نہیں ہو درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہم جمہور فقہاء کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الھدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہو کہ مشترک عام ہوتا ہو جبکہ نفی کی تحت میں واقع ہم صاحب بحر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہو اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں نفی تعیین اور باقی علمانے اسکا جواب دیا ہو چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا وحینئذ فقولھم لو حلف لا یکلم مولی فلان لا یعم الاعلی ولا یسفل کما لو وقع فی النفی بل کان الحامل علی الیمین بغضہ وھو غیر مختلف عنا یعنی اذا وقع المصنف اور اسوقت میں یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک مشترک میں نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہو مولاے اعلیٰ پیتے آزاد کنندہ اور مولاے اسفل پیتے آزاد کردہ کو تاسو جبکہ عموم عامل ہونا ہو مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسم کھانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہوا اور بغض غیر مشتمل ہو بین الاعلیٰ والاسفل کذا فی العنایہ اور مصنف نے سکوت ثابت کیا ہی شرح مین ہم شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم نکہ مین عموم مشترک کا قرینہ نفی ہو اور علما کے نزدیک علت عموم ہونہ نفی الاذا کانا عینہ ای کلاھما اعلیٰ او کلاھما اسفل قبل موتہ فیصح ذلک للکل لان الحکم جبکہ موالی کی وصیت مین موصے تعیین کردے مولاے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہوجاویگی زوال مانع کے سبب سے یعنے مانع صحت عدم تعیین تھی سواب زائل ہوگئی جسکے بیان سے دیدخل فیہ اولی الموالی من اعتقم فی صحتہ و عوضہ اور مولے مین داخل ہو وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری مین لا یدخل فیہ مدبرہ و امہات اولادہ و ھی مسئلۃ الکتاب و عتاقی بعد موتہ لان الوصیۃ تلحق بالمیراث یعنے مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہو کہ وہ بھی داخل ہین ہم صل دخول کی علت یہ ہو کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہین مالک کی موت سے پہلے اور وصیت مضاف ہوتی ہو موت کی حالت کیطرف قبل از موت تحقیق اسم کا صفوہ ہو کذا فی الدر و ھی بثلث مالہ الی الفقہاء یدخل فیہا من یفوت التعقل فی المسائل الظنیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کلا فی الفقیہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو فقیہون مین وہ شخص داخل ہوگا جو نظر و تدقیق اور تعمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ مین اگرچہ تین ہی مسئلون کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی العنایہ یعنے بدون علم دلائل کے فقیہ نہین قال حفیظ قیل من حفظ الوف من المسائل لم یدخل بحلوانیۃ صاحب فقیہ نے کہا یہان تک کہ یعنے فقیہون نے کہا کہ شخص ہزار مسئلے یاد رکھتا ہو یعنے بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت مین داخل ہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ و فتاوی مین قصی مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور منقہ یعنے جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہین ہزار مسئلہ وصیت مذکورہ مین حصہ نہین کذا فی المحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالمون پر فقیہ کا اطلاق کمیاب ہی الا ماشاء اللہ تو علما و مسائل ان متقدمین فقیہ نہین اوصی بان یطین قبرہ او یعلی بہ علیہ قبۃ فھی باطلۃ کما فی الخانیۃ و غیرھا و قد منا عن السراجیۃ و غیرھا یہ وصیت کی کوئی چاہے کہ میری قبر پر گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہو بنا پختہ و مٹی وغیرہ گچ وغیرہ مین ہو اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہین لکن قدمنا منہا فی الکراھیۃ انہ لا یکرہ التطیین القبور فی المختار فینبغی ان لا یکون القول ببطلان الوصیۃ بہا متفقا علی القول بالکراھیۃ لانہا جنسہ وصیۃ بالمکروہ قال المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب المکاتبہ مین گذر چکے ہین کہ قبرون پر مٹی لگانا قول مختار مین مکروہ نہین ہو تو لائق یہ ہو کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہیت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہو مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہین لہذا کہا مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ تہ رک ہو فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا ذکر نہین کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہی کذا فی المحطاوی قلت فکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراھۃ القرأۃ علی القبور او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی القول بعدم جوازھا فینبغی جوازھا مطلقا و تحمل فی نحو ما نحن فیہ علی الوقف من الواقف بشرط القرأۃ علی القبر و یطلق علیہ الوصیۃ کما یطلق علی الوقف بشرط القرأۃ عند القبر و یکون الشرط لازما و یجب العمل بہ کما سیجیء من الوقف فی شرح قول المتن ولیس لہ ان یشرط فیہ کذا یستحق الشرط لما فی شرح المنظومۃ یجب العمل بشرط الواقف و بالشرط القرأۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء تلک البقعۃ قال و تحقیقہ فی الدرۃ المنیفۃ فی مسئلۃ استحقاق الحاکمیۃ و شرح الجامع الصغیر شاہ مین ہو کہ یہ تصحیح یہ ہو کہ جس مکان کو واقف نے مسجد یا مدرسہ کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہی تو اگر اس مکان مین قرأۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس حق نہو گا اس مال کا جو اسکے واسطے شرط ہوا ہو اسواسطے کہ شرح منظومہ مین ہو کہ واجب ہو اتباع کرنا شرط واقف کا و جب مکان کو واقف نے مسجد یا مدرسہ کے لیے مقرر کیا ہو اسکے غیر مقرر کیے مدرس کے واسطے

(۱) قولہ اور مولے اسفل آزاد کردہ اور آزاد کردہ کے بیٹے ان ہی مولی ہی ۱۲

(۲) قولہ ایک روایت یہ ہو مدبر اور ام ولد کے آزاد ہونے مین ۱۲

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ والثمرۃ

فوت ہوتی ہے جیسے اُس کان کو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر الابصار نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اُس رسالہ میں ہے کہ جس کا نام المدۃ المنیفۃ فی مسئلۃ استحقاق الحجا لکھا ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں جب مصنف نے وصایا بیان سے فراغت پائی تو اب وصایا سے منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنیٰ دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بوجوض اور بلا عوض حکم میت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے بیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما یسطر فی الدر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک منفعت کے حق سے جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک جیسا کہ در مفصل مذکور ہوا اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالیٰ وبغلتھما اور غلام اور گھر کے خلہ یعنے اُنکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیدای الموصی لہ اگر نکلے گردن موصی کی تہائی مال سے تو حوالہ کیا جاوے موصی لہ کو غلام اگر وصیت سواگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو علام یا گھر موصی کو سپرد کیا جاوے وصیت کی وجہ سے ولا یخرج من الثلث تقسم الدار ثلاثا اور نہ نکلے تہائی مال سے تو مسئلہ الوصیۃ بالسکنیٰ اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر ہو تو گھر تین حصہ کیا جاوے وصیت بالسکنیٰ کے مسئلہ میں یعنے تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کے ہنیا ہے لما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں گھر تقسیم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اسکی شرح نہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال کنجائش نہ کرتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاوے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کو کرایہ پر دیکر لے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الظہیریہ وقیل یقسم ثلثا ثلثا الدور ویقرع اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ اُنکی خدمت کرے تین تہائی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم جنکہ اجزا غلام کی قسمت ممکن ہیں لہذا تین تہائی معین ہوئی بخلاف گھر کے کہ اسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ھذا اذا کان یکون لھما علی غیر العبد والدار وکالا فی خدمۃ العبد قسمۃ الدار یقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ مذکور اسوقت ہے جبکہ موصی کا مجموعہ مال نہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کو خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعہ نے اسکو بیان کیا ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اُسمیں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الظہیریہ وایس للورثۃ بیع ما فی ایدیھم من ثلثیھا علی الاظہر لثبوت حقہ فی سکنی کلھا لظھور مال الخراب بخلاف ما یفنیہ بالاستعمال یراجع فی باقیھا والبیع بینا فیہ فصنعوا عنہ وعن ابی یوسف لھم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں چنانچہ گھر کی دو تہائیوں کا جو اُنکے قبضہ میں ہے بیچ ڈالیں ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اُس تہائی گھر سے جو موصی کے قبضہ میں ہے اسواسطے کہ معین ہوا وارثوں سے ضرر اُٹھانا گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مراحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث نہ رکھے گے بیچ سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو بیچ کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنیٰ ان یوجر العبد والدار کان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکھا بعوض کان مملکا الشرھا ملکہ یعنی وھبا بعوض اور موصی لہ کو نہیں پہنچتا کہ اجارہ دیوے غلام کا یا گھر کا اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہمارے نزدیک کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا اُس سے زیادہ کا مالک نہیں ہوا لہذا ثمر اعلا الکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ چیز کو ملک کرے کے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدام العبد او سکنیٰ الدار فی الاصح وھذا لو الدار الموقوفۃ علیہ علی الفتوی شرح الوھبانیۃ لان حقھم فی المنفعۃ کالعین وقد ملکت الغرۃ بتبعھا اور جسکے واسطے غلہ یعنے حاصلات کی وصیت ہوئی اُسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور ایسے ہی ہے وقف کا گھر یعنے اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اُسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوھبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور جسکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ نہ ہوا

ہو استخدام اور سکنی کا دلا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا لا اذا کان ذلک مکانہ واھلہ فی موضع اخر ان خرج من الثلث ولا فلا یخرجہ الا بأداء الورثۃ قیمۃ حقہ فیہ اور باہر نہ لیجائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً اگر کہ یہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل و عیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجائے بدون ادا ورثاء ان کے بسبب باقی رہ جانے حق ورثہ کے غلام میں جو خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہو تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجائے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہوں اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل و عیال دوسرے شہر میں رہتے ہوں تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہوا تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہیں لیجائے طحطاوی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا من الکوفۃ الی البصرۃ الان یکون ذلک مکانہ اور اسم اشارہ راجع ہوتا البصرہ کیطرف تو الہاذی موضع اخر کی حاجت نرہتی وھی تہ ای الموصی لہ حیوۃ الموصی اجلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنے اسواسطے کہ اسکا مستحق نرہا وبعد موتہ یقوم العبد والدار الی الورثۃ او ورثۃ الموصی کما فی الملتقی اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کیطرف پھر آتا ہے حکم ملکیت چونکہ منافع کی وصیت میں ملک صحیح نہ ثابت نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتروا بہا عبدا یقوم مقام الاول ولھذا یعتبر المریض من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرھن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثوں نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا تاکہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے لہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا درتہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں خلل واقع ہو گیا ہے لیذا بہ اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی المتصل ولو اوصی بھذا العبد لفلان وبخدمتہ لاخر ھو یخرج من الثلث ھو وتمامہ فی السراج اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی ایک شخص کیواسطے اور اسکی خدمت کی دوسرے شخص کیواسطے اور ہا لانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا بیان در رمیں ہے وفی الشرنبلالیۃ نفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبۃ الی ان یبرء الخدمۃ فیصیر کالکبیر یفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہاں تک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی وان ابی کلا تفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع الصغیر اور اگر موصی لہ باخدمۃ اسپر حرج کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے اسکے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے متعیر کا حکم ہے صغیر کے ساتھ اگر متعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام صغیر کو پھیر دیگا جاویگا فان حبق فالفداء علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنے ازراہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او یدفع فبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہو گئی یعنے فدیہ یا دفع کیصورت میں وبقرۃ بستانۃ فمات او العکس ان فیۃ ثلث الدھنۃ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مر گیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کیواسطے فقط یہی پھل ہے نہ آئندہ پھل وان زاد لیدخل الثمرۃ وما یستقبل اور اگر موصی نے وصیت مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کیواسطے یہ پھل بھی ہے اور نہ مستقبل کا پھل ہے کذا فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ فانہ لہ ھذہ وما یصرت ھم ابدا او لا چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کیواسطے یہ غلہ موجود ہی ہے اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت میں ملاوے یا نہ ملاوے ہم شرح اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

فصل

شامل نہوگا مگر یہ دلالت زائدہ چنانچہ ہیضگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونے والے کو بھی شامل ہو تو موجود اور سعد دوم دونوں سعین داخل ہین ؛ فان ہین بلا توقف ؛ دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی ؛ وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثم قولہ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ مین اگر باغ مین پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہے ثمرۂ معدومہ کے شمول مین جب تک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم یعنے اگر وصیت کیوقت پھل باغ مین نہین ہین اور اُسنے پھلون کی جیسکی کسی شخص کیواسطے تو اُسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اُسکو ملتا رہیگا ؛ فی العنایۃ المنفی والخراج وما فیہ اصلاح البستان لصاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ قصار کالنفقۃ ؛ وفصل الخصومۃ اور عنایہ مین ہو کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے نظام کے نفقہ کے مانند ہوگیا ؛ تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض زرعا او اجرۃ الغلام وغیرہ ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اُس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اُسکے کرایہ سے اور غلام کی اُجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغۃ ؛ فاما ما فی المنتقی فلا یدخل ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر ؛ مین کہتا ہون اور ظاہر تو یہ ہے کہ غلہ سے دلالت کرتا ہو کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ مین داخل ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم یعنے ظاہر تو یہ ہے کہ غلہ سے دلالت کرتا ہو کہ جب اُس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اُسکا ثمن موصی لہ کا ہے مین کہتا ہون کہ اخروٹ اُسکا حق ہے اور وہی اُسکی بیع کا مالک ہے اصالۃً یا وکالۃً اور غیر شخص کی بیع اُسکی اجازت پر موقوف ہے بتقریر ہمارے اُس نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بحیم وزا منقوط قرقوم ہے اور جس نسخہ مین سجی بحاء مہملہ وجیم مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت سے تو اُسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل طلب کے ہے فتاوے عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اُسمین قوائم یعنے تھریان اور اوراق اور حطب یعنے خرد پنجی کذا فی الطحطاوی ؛ دیصوف غنمہ ودرہا ولبنہا لہ ما یلقح فی وقت موتہ سواء قال یدا ولا کان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقد فلذا بالوصیۃ بغلۃ البیت یدخل مساقاۃ اور اگر اپنی بکریون کے صوف کی اور اُنکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنے جو باقی رہا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اُسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اُسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے ؛ او ہو یجعل دارہ مسجدا دام حیا من الثلث ولجاز ان یجعل مسجدا لزوال المانع بحیاتہ جیسے اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اُسکے وارثون نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنے مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجز یزد یجعل ثلثہا مسجدا رعایۃ لحق الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو نہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونون جانب کی رعایت کرنے سے یعنے اس صورت مین وارث بھی محروم نہ رہا اور مسجد بھی بنے ؛ وبطل ما رکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فلذا الوصیۃ عندہما یجوز ان دردا اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونون جائز ہین کذا فی السدد ؛ قال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ لتحصیل الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف وغیرہ ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہے لینے قیاس وصیت کا وقف صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکے جیسا کہ ابھی مذکور ہوچکا ؛ او ہی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانہ تملیک وھو نحو ما قال المصنف وبقول محمد افتی وھکذا افتی صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہیں ہے اسلئے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور تحمد نے اسکو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے حکم محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تاحتی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے لانہ ان یقر للموصی بنفقۃ علیہ فیحمل اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاوے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے بالاتفاق امام اور محمد کے قال او وصیت بثلثہ لفلان او فلان لبطلت عندی خیفۃ وقالا للموصی لہ عندی یوسف ہم کہا ان یصطلحا علی الحد الثالث وعند محمد یخیر ایھما شاء او اعطی موصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کرلیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پر مصالحہ کریں یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے انمیں سے

جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

فصل ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی جنکا مستامن اور صاحب حرب ہوا اور مرتدہ کی وصایا میں

ذمی جعل دارہ بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فھو میراث لانہ کوقف لم یسجل کافر ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مرگیا تو وہ اسکے وارثوں کی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہے بیعہ عبادت خانہ یہود او کنیسہ عبادت خانہ نصاری کی اور آتشخانہ مجوس کی ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے دار الاسلام کے شہروں و قصبات میں واما عندھما فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسکو صحیح نہیں کہہ سکتے کہ انکا بنانا معصیت ہے دلیس ھو کالمسجد لانھم یمکنون من دخولہ فیہ مرتاھم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قال المصنف وغیرہ لانہ حینئذ لم یصر محررا خالصا للہ تعالی اور بیعہ و کنیسہ مسجد کے مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاری انمیں جاتے ہیں اور اپنے مردے انمیں دفن کرتے ہیں ہے اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی انمیں کوئی دفن ہوتا ہو تو وہ بھی میراث ہوگی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اسواسطے کہ وہ تمام خالص اللہ تعالی کیواسطے نہوا اور یہ جو میں نے کہا کہ صاحبین کے کلام کا خاتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا خاتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال کا کہ بیعہ و کنیسہ یہود و نصاری کی حق میں انہیں ہے جیسے مسجد ہمارے ہمارے حق میں ہے اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ او کنیسۃ لمعینین فھو جائز من الثلث ویعمل فیلکما اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین لوگوں کیواسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ہوگی انکے واسطے وان اوصی ببنائہ

ان تبنی کنیسۃ او بیعۃ فالقری فلو فی المصر لا یجوز اتفاقا لقوم غیر معینین صحت عندہ کما عندھما لانہ معصیۃ ولم انہم یترکون وما یدینون فتصیر او اگر ذمی نے اپنے گھر کی یہ وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات میں بنایا جاوے قوم غیر معین کیواسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کو صیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ھذا کلام المسلم وذمی کذا فی الوقایۃ کہ عبد تبعیض فیہ لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی کی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں دار الاسلام اسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اضافہ اور نہیں کیا ان وارثوں کا جو دار الحرب میں ہیں اسواسطے کہ وہ حکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں ولو اوصی بنصفہ مثلا نفذ مرۃ یا قیم لورثتہ لانہ قابل لانہ کا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اسکے وارثوں پر رد کیا جائیگا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے

ملک مین فکذا لو اوصی لمستام [illegible] جاز جواز وصیت کا حکم جو اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کیواسطے وصیت کرے دلو لعتق عبدہ عند للموت او دبرہ لقد من الکل لما قلنا اور اگر وہ مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اُسکے تمام مال سے ہم دلیل سے جو ہمنے بیان کی ہے اسواسطے کہ اُسکے وارثون کا حق واجب الرعایۃ نہین کیونکہ وہ اموات کے مانند ہین کذا فی الزیلعی دلو اوصی لہ مسلم او ذمی حربی علی الکل لم یجز ذیلعی اور اگر مستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول ظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصار کما لو کان لا یکفن فی بلدہ فیکفن المسلم الوصیۃ کما تا اوپنا بتداء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوئے لینے متبوع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اُسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہر وصیت کے لحاظ مین اسواسطے کہ ہم اوپنا احکام کے ہین ظاہر اسلام پر واذکان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ فان عند ہما تنفذ ہما تشرح الجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اُسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح الجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوا سے نفس کی تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اُسکے کفر کا حکم ہو جاتا ہے ایک گروہ اُنمین سے کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا کر مرتد کے مانند ہین کذا فی الدرر و المرتدۃ فی الوصیۃ کذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کی مانند ہے قول صحیح ترین اسواسطے کہ مرتد قبول نہین ہوتی یعنے تو اُسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقولہ ھذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لفقیر ہذا القدر من مالہ او ثلثہ وھی علی الغنی حرام وان عمت کقولہ لیأکل منہا الغنی والفقیر کان اکل الغنی منہا اثما کبیرا لانہ تملیک باسم الصدقۃ والغنی لا یحل لہ اور وصیت مطلقہ یعنے غیر مخصوص چنانچہ یون کہنا کہ تہائی میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مال کا جو حلال ہو اُنمین اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یون کہنا کہ اُسمین سے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا صحیح نہین مگر بطریق تملیک اور حلال تملیک صحیح نہین ہوتی مگر جس شخص کیواسطے اور غنی ہو اور محصور نہو یعنے وصیت مطلقہ وہ ہے جسمین غنی مذکور نہو فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمین غنی اور فقیر دونون مذکور ہون لو خصت الوصیۃ بہ ای بالغنی کقولہ ھذا القدر من مالی وصیۃ لزید وھو غنی او بقوم اغنیاء محصورین جاز لہ لعمہ علیہ کلہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہو یا مال اتنا معین اُن قوم کیواسطے وصیت مخصوص ہوئی تو اُنکو حلال ہونا تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا لو وقف کما مر وہ ملحق بالخبر اور اسطرح وصیت کے مانند وقف مین ہم چنانچہ مذکور ہوا لمحصورین اُسکی تسلیم لیوجود التسلیم کی ہم یعنے وقت مطلق مخصوص لیفقراء غنی کو حلال نہین اگر چہ وقت اُسکو فقراء و فقیر کیواسطے عام کرے اور جبکہ وقف کا غنی نہین کیواسطے یا قوم اغنیاء محصورین کیواسطے خاص کر دیا تو اُنکو حلال ہوا اور وہ اُسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اُسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمنا اور واجب الحفظ تھے اور اکثر لوگ اُس سے غافل رہتے تھے لہذا اُسکو بیان اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر و جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالموصی او جامع الفصولین مین ہے کہ متولی وقف کے مانند ہے موصی کے اور ہمنے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تھا

فروع

مسائل ملحقہ شاخ کے او صی بثلث مالہ للصلوات جاز للموصی صرفہ للورثۃ او لمحتاجین یعنی لغیر قرابۃ الاولاد ممن لا تجوز لہم الصدقۃ بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل واحد منہم یعنے لو اوصی بثلث مالہ لمحتاجین یا لمحتاجین را ھمین فلو منہم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز لہم نمازون کے کفارے کیواسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اُسکا صرف کرنا موصی کی وارثون پر جسمین وہ شرط ہو کہ وہ محتاج ہون لینے بغیر قرابت ولادت کے اُن لوگون مین سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنے مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کے واسطے ہو کیونکہ اُسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنے اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینے پر سو اگر اُنمین سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود و راضی نہو تو جائز نہین ہم غیر قرابت ولادت کی قید اسلیے لگائی کہ اُسکے واسطے صرف کفارہ جائز نہین اگرچہ موصی نے اُسکو

معین کر دیا ہو شام نے محمدؒ سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث فقیر محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر صریح انفاذ کیا کہ
کر انکے واسطے وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک مدت محتاج ہو گیا سو سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور اگر وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو
جائز نہیں کذا فی المحیط اوصی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین لم یجز الا فیما یتغابن فیہ لفساد الزمان وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارہ میں کسی ایک موصیٰ کیواسطے
تو اسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ہم قضات خیرہ میں طمع غالب ہوا لہذا تغیر وصیت جائز نہیں اوصی بصلوتہ وذلک قلیل
ویوخذ علی المعتبرین فلرکھا الورثۃ او وصی لھم عن الفدیۃ لم یجز ولا یدخل علیھم التصدق ثم التصدق علیھم اپنی مال کی وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارے
کیواسطے اور حالانکہ ایکثلث مال محتاجوں پر دین ہم سو وصی نے اس مال کو اپنے چھوڑا فدیہ ادا ہو نے کیوجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اس مال کا ادائی قبض کرنا
انکو صدقہ دینے بدون قبض ادائے کفارہ صحیح نہیں ولو اوصی ان یتصدق ثلث الثلث فمات فنصف ثلثی مالہ وستھلک فترکہ صدقۃ علیہ
وھو معسر یجز بقدر المحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل مالم یقبضہ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے
تہائی مال مثلا غصب کیا یا اسکو ضائع کیا سو وصی نے اسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ محتاج ہو تو کفایت کریگا تصدیق دین میں بسبب حاصل ہونے قبضہ
غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی میں ہوا حالانکہ وہ کفایت نکریگا یہ سب مسائل خانیہ سے مذکور ہیں وفی
المحاوھا وصی لرجل بعقار ودمات فقسمت الترکۃ وللموصی لہ فی البلد قدر علم بالقسمۃ ولم یطلبہ ثم بعد سنین ادعی انہ لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور وہ موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر میں ہے اور حالانکہ
اسکو قسمت ترکہ معلوم ہوا اور اسنے طلب نکیا پھر مدت سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہو گا اور تاخیر سے دعوی باطل نہو گا بخلاف اسکے وصیت کو رد نکر دیا ہو ھم عقار
عبارت ہے عرصہ بنیہ سے اور بنیہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی المحیط وعن جامع الفصولین اوصی لہ بدار فبنی عمارا بعد موتہ قبل القبض صح الرجوع
فی الموصیٰ بہ قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اسنے گھر کو بیچا بعد مر جانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت
کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ تعالی ولدھا صح الولد متولیا ولو انثی فلو تولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو
وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر تو لی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شرنبلالی اوصی بھا لرجل فلہ اخذھا کشفیع مر للموصی
الموصی لہ یوخذ الثمن ولو استحق الدار کان یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بثمنھا لانہ ظھر انہا وصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اسکی
وصیت کی ایک مرد کیواسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی امشتری کے
وارثوں سے کچھ نہ پاویگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ہم جب گھر شفیع لیگا
حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن بھر لینگے کذا نے المنبع

باب الوصی

وھو لغۃ ابلغ ہذا باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاے ہم عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال میں تصرف کرنے کے بعد موت کے وصیت
کی اور اسکو خوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح ہم اس سے وصی کو لائق ہونیکی کہ وصایت قبول کرے سواسطے کہ اسمیں خطر ہے ابو یوسفؒ سے
روایت ہوا دل یاد وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار زیادت ہے اور تیسری بار چوری ہے جسمیں روایت ہو کہ وصی قادر نہیں عمل پر اگرچہ علیہ المومنین عمر فاروقؓ ہوں ابو یوسفؒ نے
کہا کہ دیکھ لیا ہے برس قضا کی اپنی مدت میں کسی شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عمل کرتا کذا فی المحیط وھو الی ان یودی جعلہ وصیا
قبل عندہ صح فان رد عندہ او بعلمہ یرتد یہ کہ یطور وصیت کی یعنی ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنے قبول نکیا انکار کیا کہ وصی ہونے سے اسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ہم اسواسطے کہ وہ امین متبرع ہے اسپر قبول کرنا واجب نہین چاہیے اُسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ان اگر اسکے سامنے دوسری بار قبول کریگا تو صحیح ہوا سواسطے کہ بازہ یہین ہے اگر اسکو وصی کیا سوائے اسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تمسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سوائے کہا مین نے قبول کیا تو وصی ہوگیا کذا فی المحیط اھ ولا کا یصح الرد بغیبتہ لئلا یصیر مغرورا مجبورہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا اور انکار کرنا اسکے پیچھے یعنے اسکی عدم دانست مین صحیح نہین ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ولیھا خراجہ عینا ولو فی غیبتہ عند کلام خلافا للثانی اھ ہدایہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر وصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہم وصی تصرف نالمغیر مین متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اُسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا یا اسلیے کہ اُسنے حال دریافت نکر لیا کہ اُسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم عقد لو وصیۃ بجمیع شئی من المرکۃ وان جھل بہ ان یکونہ وصیا فان علم الموصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہوجاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیچ کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہے اُسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علم بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح لانہ اذا افضی قاضی رجعہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اُسکے کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدل لھم القاضی بغیرھم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو نصوا قیل لا کخلیج جاز سر اجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ۱۲ الاجادے یعنے قاضی اُنکے سوائے اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبول اخرج تو تصرف جائز ہوگا کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر او المرتد وتاب الفاسق بحجتوح فیہ فرمن ولایۃ الوقف نصبوھم استحسانا ان لم یخرجھم القاضی عنھا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان یکون عینھم لحق نفسہ سواگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اُنکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہوجانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہوگا کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو سونپی ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی بعید والحال ان قدر صغار صحکا یصا ئانہا الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان رد فی الرقوفکا لعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہے جیسے اسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادائے بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پھیر گیا تو اسکا حکم غلام کے مانند ہے یعنے اگر وارث صغیر ہین تو درست ہے اور نہین تو درست نہین ولا کا لا یصح مطلقا حر اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہین امصاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی السدر ومن عجز عن القیام بھا حقیقۃ کالعجز لخیانۃ ھم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اُسکے ساتھ اور وصی کو ملادے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کے واسطے ہم وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہوسکتی

اسواسطے معتبر نہو اکہ شکایت کرنے والا جھوٹا ہو تا ہی اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنح و لو ظھر للقاضی عجزہ اصلا استبدل بغیرہ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو اور وہ شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے دلو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اھلیتہ لھا نفذ عزلہ ان جاز القاضی منعھم اگر قاضی نے میت کے پسند ید وصی کو معزول کیا باوجود یکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہو تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے فکر کیا اور گنگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوھبانیۃ لکن یجب لا فتاء بعدم الصحۃ کما فی القنیۃ ولما عزل الخائن فوجب انتھی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین فی الوصی من لیت لو عزلہ کان لا یمنع القاضی ان یعزلہ لکن یعزل قیل یعزل المختار والصحیح عندی انہ لا یعزل لان للوصی شفقۃ بنفسہ من القاضی فکیف یعزلہ فینبغی ان یقع تبہ لفساد قضاۃ الزمان انتھی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل الوصی فکیف بالوظائف کالامامۃ اشباہ میں ہے فقہاء نے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی مانی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوں فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کفوی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے لیے اسنے بہتر سمجھا اسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یہ ہے کہ معزول نہو اسواسطے کہ موصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ھم منجملہ وظائف کے تولیت ہے فتاوے خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اسکی شرط یہ ہے کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ ہعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی و یبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانھما فی الحکم کالوصیین اشباہ و وقف القنیۃ اور دو متولیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے جیسے دو متولیون وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ وہ وقف القنیۃ صعفاہ انہ لو اجر احدھما ارض الوقف لم یجز بلا رأی الآخر وقد صادت واقعۃ الفتوی اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین کو اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ھم یہ صورت اسعاف میں بصریح مذکور ہے کہ انفراد احد المناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہے مفتی ابو سعود نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی لو اوصیۃ کان لکل منھما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وھو الاحوط وبہ نأخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے باطل ہے اگرچہ ہست کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ یعنے ہر وصی کا منفرد اور مستقل ہونا صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ قاضیخان والمبسوط وجزم بہ فی الدرر و فی القھستانی انہ اعزب الی الصواب لیکن اول یعنے بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہے صواب کیطرف ھم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور تضاد سست ہے چنانچہ بعض مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وھذا اذا کانا وصیین او متولیین من جھۃ المیت اما لو اقام قاض واحد لما کانا من جھۃ قاضیین من بلد تین فینفرد احدھما بالتصرف کان عملا من القاضیین لو نصر وبحازا نفرادھم فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر لیس

جاز ان رأی غیبہ للصلاح وکالاوقامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للملتقطات وغیرھا لیعلمہ ان کتاب ہون اور یہ یعنی بالملاں فعل احد الوصیین اسوقت ہو جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیان سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کیطرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسلئے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہے تو اسیطرح اُسکے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اُسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالہ مین ملتقطات وغیرہ سے منقول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی صیاۃ السراج لو لم یعلم القاضی ان المیت وصیا فنصب لہ وصیا ثم حضر الوصی فلہ ذلک ونصب القاضی لا حق لا یخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہے کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا تو اسکے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہ ہوگا الا یہ کہ اس کو کفنہ وتجہیز وہ والمخصومۃ فی حقوق قد تثبت لحاجۃ الطفل ولا تعاد لبلوغہ اعتاق عبد معین فی ردد ودیعۃ وتغیبہ وصیۃ معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل بالاولی مگر وصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات الطفل کی خرید مین اور طفل کے بلوغ کے واسطے بہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہے باطل نہین ہوتا وفی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منہا ان منصوبہ ومشتری شراء فاسد قسمۃ کیل او وزن وطلاق بین وقضاء دین بجنس حقہ شرح وہبانیہ مین امور عشرہ سوا اُسکے جو متن مذکور مین زیادہ ذکر کیے ہین از انجملہ منصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خرید ی چیز کا پھیر دینا اور کیل یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین وصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے ہم اسی عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر کیا از انجملہ عیب پر وجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور ایجاب نفس قیم اور میت کیطرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معسر فقیر یا اسکیسی کے واسطے وصیہ مما یخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ اور اُس چیز کے بیچنے مین جسکے تلف ہو جانے کا خوف ہو اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف یفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الاقران او الاجتماع اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے مین جمیع امور مین اگر وصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو اسکی تصریح کی پیروی کی جائیگی اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدھما فان اوصی الی الحی او الی الحی فلہ التصرف فی الترکۃ وحدہ کما کان الحی الی الحی وصیا اور اگر ایک وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسکیسوا ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے جسطرح پہلے وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اس وقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر دوشخص کو وصی کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الظہیریۃ والا یوصی بنصفہ القاضی الی غیرہ درر اور اگر وصی مرتے وقت وصیت نکی کہ تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اُسکے ترکہ مین دو شخصون کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب بھی سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدھما قام القاضی الآخر مقامہ وضم الیہ آخر اور اشباہ مین ہے کہ ایک وصی مر گیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام پر قائم کر دے یا اُسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی الغائب ان تصدق ثلثا لیت حیث شاء انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصیت باطل نہین ہو جاتی مگر جبکہ وصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اُسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی الا فی الاخباء واسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہے اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلاں شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مر گیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی

کذا فی الطحطاوی قضاء وهل فیه خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے اس میں دو قول ہیں یعنی بعضوں نے کہا خلاف ہے اور بعضوں نے
کہا خلاف نہیں وعنه ان للشروط ینفرد عن الوصی کما فی درته فیما علقه علی الملتقی ومیاتی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ
مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف میں وصی جیسا کہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح میں اور اسکا ذکر آگے آویگا شارح کی شرح ملتقی میں جو مبنی ہے قول پر
کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے
تصرف میں تفرد مشرف کا ثابت نہیں ہوتا تو خلاصہ کا کلام کما مبنی نہیں ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دو پسر کو وصی کیا
اور ایک شخص کو اُنپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے میں اول ہوا اور مشرف وصی نہیں ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز ہے
اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہیں نکلتا کذا فی الطحطاوی ومن تمام قوله اوصی الیه فی ماله او فی مال موصیة فایة وصی فی الترکتین خلافا
للثانی فی وصی کا وصی دونوں ترکوں میں وصی ہے برخلاف ثانی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہو بہر صورت دونوں
ترکوں میں وصی ہوگا کذا فی الوقایة ولهم قسمة ای الوصی حال کونه نائبا عن ورثة کبار غیر اصاغر مع الموصی له بالثلث اور صحیح تقسیم وصی کی
بالغ فاسق اُنون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثوں کا نائب ہوکر وصی کے ساتھ یعنے جسکے واسطے ثہائی مال کی وصیت ہوئی ہے یعنے کہ وارث موجود نہ ہوں تو وصی کو جائز ہے کہ
کو وصیت کے ترکے سے ثہائی مال بانٹ دے وکذا رجوع للورثة علیه ای الموصی له ان ضاع قسطه ثم ای الوصی لصحة قسمة جنس او وارثون کو وصی کا
رجوع کرنا جائز نہیں اگر وارثوں کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس صحیح ہو جانے قسمت کے ہونے میں واما قسمته علی الموصی له الغائب او الحاضر بالاولی
صغیر ای او ورثه ولو صغارا زیلعی فللاخیر اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیساتھ جو نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اسکے اذن کے
وارثوں کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہیں اگر بچہ وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی له بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطه لانه
کالشریک مع الوصی فی البعض الوصی کا نہ امین اور اسوقت یعنے جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی ثہائی موصی الیہ جبکہ موصی کا حصہ
ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ وصی اُنمیں شریک کے مانند ہے تو وصی کے زمانہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثوں کے پاس مال ضائع ہو گیا تو حصہ اُنھوں نے مال بانٹا
اُسکی ثہائی چاہے وارثوں سے لے چاہے وصی سے یہ اسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہو گا کذا
فی الطحطاوی وهم قسمة القاضی واحضر فسط الموصی له ان غاب الموصی له فلا شئ له ان هلك فی ید القاضی او امینه اور قاضی کی قسمت اور
اسکو موصی لہ کا حصہ رکھنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے کچھ نہیں اگر اُسکا حصہ قاضی کے ہاتھ میں یا اُسکے امین کے ہاتھ میں تلف ہو گیا ہو
حکم وصی اور قاضی میں وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے اور نا فہم میں داہنداز جسکے تلف ہونے کا خوف ہو اُسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف
وصی کے وهذا فی المکیل او الموزون لانه اقرار فی غیرهما لا یجوز لانه مبادلة کالبیع وسیع مال الغیر بغیر اذنه فلذا القسمة اور یہ یعنی صحت
قاضی کیلی اور وزنی چیز میں ہے اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی میں عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوائے اور مال میں قاضی کی بھی
قسمت صحیح نہیں اسلیے کہ وہ تو یہاں عبارت ہے مبادلہ بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہیں تو اسیطرح قسمت بھی جائز نہیں وادعی فاسمهم
الوصی فالوصیة بحج حج عنی للیت بثلث مالی فان هلك المال فی ید او فی یدین دفع الیهم خلافا لهما وقد تقدم فی المناسك
اور اگر وارثوں کو قسمت کر دی وصیت میں تو میت کیلئے حج کیا جاوے باقی مال کی ثہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اُسکے
ہاتھ سے جو وصی کے مال یا تاجر کے کل کے برخلاف صاحبین رح اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے حج کی کتابوں میں ولو اقر انه لمیت قبلی من ماله لحج قضاء بعد موته
لا یحج عنه بثلث ما قالا نه عینه فاذا هلك بطلت اور اگر میت نے حج کیلئے اپنا کچھ مال معین کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اُسکے بعد میت کیلئے حج نکلا جاویگا

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ اُسنے توجہ کیواسطے مال کو معین کردیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغبنۃ الفاحش لغلو تھم بالمسامحۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غبنت مین دین والون کیواسطے اسلیے کہ اُنکا حق اُسکے متعلق ہے رہن مین ترکہ سے وضمن وصی باترک ما ادعی بیعہ وتصدق قیمتہ فاستحق العبد بعد ھلاک ثمنہ ای ضمانہ عندہ لانہ العاقد قالعھدۃ علیہ اور ضمان پگا وہ وصی جسنے بیچا اُس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اُسکا ثمن موصی کیطرف سے تصدق کردیا پھر وہ غلام اور شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہوجانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کیوجہ سے ہوگا وصی ہی تو عاقد ہے پس عہدہ عقد کا اُسکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کما اذا قال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا علی التوکۃ اولم تقف فلا رجوع وفی منتقی ابن رجم علی من تصدق علیہ لان غصبھم لھم فغرم علیھم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ مین لینے جسقدر تاوان دیا وہ تمام ترکہ سے بھرے اور محمد نے کہا کہ ثلث ترکہ سے بھرے ہم جواب دیتے ہین بانام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر پھر اور دین کل ترکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر ترکہ تلف ہوگیا یا کفایت نہین کرتا تو رجوع نہوگا اور منتقی مین ابن رجم سے ہے کہ وصی تاوان بھرے اُن فقیروں سے جنپر ثمن کو اُسنے خیرات کیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا اُنکے واسطے ہو تو اُسکا نقصان بھی اُنھین پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وھلک ثمنہ عندہ فاستحق المال للیتیم او الطفل یرجع علی الوصی بحصۃ لا تتفاضل القسمۃ بما استحق وما اصابہ جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال مین وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ سے ہوا پھر اُسکا ثمن تلف ہوگیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی ماندہ سے بھر لیگا ایسے کہ قسمت ٹوٹ گئی اُس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا وصح لقیامہ بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الشراء لہ ولو مثلہ لیمین منیہ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو بسطرح کہ دوسرا احتمال علیہ زیادہ تر تالدار ہو بیٹے مدیون سے اور اگر وہ سرے سے کمانے والا ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین کذا فی الہندیہ وصح بیعہ وشراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس بمثلہ لا یتغابن فاحش وھو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملک المشتری بالقبض فتسانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنے اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہین اسلیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنے جسمین تبرع کرنا واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک نہ ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی التسانی وھذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع اجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی کفی ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ لینے صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش منفعت ہو جبکہ وصی نے خرید وفروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید وفروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہو تو یہ جائز ہے مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہوتا ہے قاضی کا لینے اور دینے وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہو اور موکل کا فعل جاکر نا ہو سو جاکر نا اپنی ذات کے واسطے درست ہو کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاھرۃ للصغیر وھو قدر النصف زیادۃ او نقصانا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہو بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہو کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی بیع عقاریلی مین منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درہم کو بیچے یا دس درہم کا مال صغیر کا پندرہ درہم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین رحمہما اللہ کہتے ہین کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہین مطلقا خواہ منفعت ظاہر ہو خواہ نہو وبیعہ لاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ فھو الیسیر دلالۃ اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جسقدر مین کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنے غبن قلیل اور اگر یہ نہو تو جائز نہین وھو کلہ اما فی المنقول او العقار فیجیء اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول مین ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید وفروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو نادی الوصی

علی الکفن حملہ فی العدۃ صفر الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن سے زیادتی کی شمار میں تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے ہم مثل میت کے ہمسروں کا کفن تین کپڑوں کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی الفیحۃ وفع المکفن لو لہ وحید تنفق ما دفع من مال الیتیم والولیۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت سے زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دیگا اسکا جو اسنے کفن دیا ہو یتیم کے مال سے کذا فی الواقعات وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فتلف عند الیتیم لا ضمان علیہ ان یدفع الیہ اور واقعات میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا سوا اسکے کہ اسنے اسکو دیا جکا ویا اسکو جائز تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہے بدلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہیں اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا سوا اسکے کہ جب یتیم ۱۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے وغیرھا مین کذا فی المحیط وصی عاجز یعنہ ای الوصی علی الاکبر الغائب فی غیر العقار کالمدین اوخون ھلاکہ ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی ردیلعی والقہستانی کالحاکم کالمدین تاجر اور وصی کو جینا وارث بالغ غائب پر جائز ہو مال منقولہ مین مگر اوسے دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہو یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا کہ گیا ہو عزمی زادہ نے خانیہ کیطرف نسبت کرکے مین کہا ہون اور ردیلعی اور قہستانی مین مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہو کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا تلف ہو جانا کمتر ہو ہم اگر میت پر دین متفرق ہو تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہو اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک جسقدر دین ہو اسقدر کی بیع جائز ہو اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہو کذا فی المحیط وھی من الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ لا لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیتہ موسلہ لا نقاذ ذلک الامنہ او لکون غلا تہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کودہ قولہ تقلید دراشیاء ملخصاً اور صغیر کی عقار یعنی غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہو غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کیواسطے کہ اگر اسکے یا وصیت مرسلہ کیواسطے ہو کہ بیع کیا فائدہ اور بھاری ہو کہ یعنی سے متعذر ہین سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی مصلحت زیادہ نہین ہوتی کہ مصارف سے اسکے دوبالا ہونے یا ناقص ہو جانے کے خوف سے یا سوا اسکے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہو کذا فی المحیط والاشباہ بالخصاف وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہو کہ وصی کو اسکا کہیں تعین نہ کیا ہو بیع ثمار مال یتیم جائز ہو اگر باعتدال کی بیع جائز ہو کذا فی المحیط قلت وھذا لو للیائم وصیا کما من قبل ام ولم تر فاعلہا بیع العقار صغیرا مطلقا مین کہتا ہون یعنی جو بیع عقار صغیر جائز ہو مین اس شرط سے ہو کہ بائع ماں یا بھائی کیطرف سے وصی ہو سوا اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہو ہم یعنی ہاں ہر جگہ بعض اشیاء مستثنے مین جنکے حکم مین ہم نے کلام کیا ہے وغیرھا من کتاب الاشباہ والنظائر وھبۃ طعام غیر مطعوم کحنطۃ وعدس طعام کھبوۃ اور مال ابن بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہین سوائے طعام اور لباس صغیر کے ولو لباسا لم یوان ما عد للاستغلال من منزل ونحوہ کما فی ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سوا اگر وہ لوگون کے نزدیک سزا اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہ ہو تو بیع جائز ہو کذا صرح بہ ابن کمال کلا یخفی الوصی فی مال الیتیم لیس لہ ان یفعل شیئا من ذلک بالغبن الفاحش اور وصی سوداگری کرکے یتیم کے مال سے اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سوداگر کسیکو اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو نصف کو خیرات کردے وجاز لو اجر من مال الیتیم لیتیمہ وغاصہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہو اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پدر ابیان اور دین ہم اور دین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال سے اجرت لیکر تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے عند حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات کرنا انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شئ من ترکۃ المیت بعد موتہ بغبن فاحش کما من قبل مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین بغبن فاحش مثل سے مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہو یعنے جبکہ وصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی طلاق شخص عالم فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی ہوا تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہو لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیما فی الکلام فاجر المثل فلو اجر مثل عمله فلو لم یعمل لا اجر له ولما وصی للمیت فلا اجر له علی الصحیح وهذا فاعین القاضی المتولی اجرا فان لم یعین شیئا فله اجر مثله حاوی انتهی اور شباہ مین ہی اجرت مثل کے بیان مین کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سو اگر اسنے عمل نکیا تو اسکو اجرت نہین ہی اور وصیت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہین ہی اور یہ یعنے متولی کیلیے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہو جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال مین کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اور شباہ نے ہر قول کو ضعیف کیطرف نسبت کیا پھر صاحب فتیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے خلاف ہی یعنے یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے والبتہ یہ اسکتاب اوقاف مین گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہی مافی الاشباہ وفی القهستانی معزیا للذخیرة ولو کانوا صغارا وکبارا یأخذ حصة الصغار کما لو کانوا الکبار علی ما مر والتفصیل اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہون تو وصی چھوٹون کے حصون کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناہ مین مذکور ہو چکا اور اسیطرح بالغ وارثون کے حصے کو بیچکر بتفصیل گذشتہ کے حکم تفصیل مذکور یہ ہی کما وہ ہین اور خوف ہلاکت مین بیع جائز ہی اسکے سوا سے مین کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیة ان فی بیعه العقار وفاء واختلاف المشائخ وجون صاحب الهدایة ان فیه استیفاء ملکه وعدم فوات الحاجة وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیه الفتوی وتمامه فیما علقته علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے مین بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین مذکور ہی ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہین میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار غیر کیلیے حجت نہین تو مقر کو اسکا امین بدون گواہی کے دست نہین اور اگر وصی دیگا تو اپنے ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یشفع من ترکته انه لفلان الا اذا کون المقر وارثا فیصح فی حصته اور نہ وصی کا اقرار کہ فلانے شخص کی چیز میت پر ہی گرچہ وہ شخص کہ اقرار کرنے والا وارث ہو ہمیشہ کا تو اقرار صحیح ہوگا نقلا مقر کے حصہ مین نہ باقی ورثہ کے حصون مین ولو اقر الوصی بعین لآخر لم یصدق انه للصغیر لا تسمع حربة اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اسکا دعوی سمع نہوگا کذا فی الدرر یعنے تناقض کی وجہ سے وہ وصی للطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ کما مر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر مقدار ہی صغیر کے مال مین تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب الحجر مین ثابت ہو چکا ہی وفی المنیة لیس للجد بیع العقار والعرض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان له ذلک اور منیہ مین ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتون کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہین برخلاف وصی کے کہ ہمکو یہ درست ہی

فصل فی شهادة الاوصیاء

یہ فصل ہی وصیون کی گواہی کے مسائل مین اس فصل مین شہادت اوصیا کے سوا اور مسائل بھی ثبت مذکور ہین قولہ ومن تمام فصل فی شهادة الاوصیاء ظهر ذلک وبطلت شهادة الوصی بکر لوارث صغیر عال مطلقا او کبیر عال المیت او باطل اور گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کیلیے میراث سے مال ہوا ہو یا ہبہ خریدے یا بعد بلوغ کے حق مین وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہی اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال مین وصی کا قصد غالب ہی اور بالغ کے مال میت مین وصی کو خلافت کی ولایت ہی وارث کی نسبت مین تو اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ہوئی وصحت شهادتها بغیره ای بغیر مال المیت لانقطاع الاتهام فلا تقبل عنه فلا تهمة حینئذ اور صحیح ہی گواہی اُن دونون کی غیر مال میت کے بسبب منقطع

(۱) ترجمہ عبارت ہذا کا ہمکو صحیح نہین معلوم ہوا ہے

(۲) ترجمہ عبارت ہذا کا ہمکو صحیح نہین معلوم ہوا ہے

(۳) ترجمہ عبارت ہذا کا ہمکو صحیح نہین معلوم ہوا ہے

دونوں وصیوں کی ولایت کی اُس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں کشہادۃ رجلین آخرین بدین الف علی میت و شہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کیواسطے ہزار درہم کے دین ہونے کی میت پر صحیح ہے گواہی اُنھیں دونوں شخصوں کی پھر دونوں گواہوں کیواسطے مانند اسکی ہزار درہم کے دین کے بیٹے فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درہم کی وصیت میں بیٹے ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درہم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف یقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف رح نے کہا کہ دین میں بھی گواہی مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین للعبد الآخرین بثلث مالہ او للاجانب المرسلۃ کالتی قبلہا الشرکۃ فتبطل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلوں کو گواہی ثلث مال کی یا غیر معین اجانب کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی کم کل مال میت میں غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہے وتہمۃ لو تہمۃ رجلان لرجلین بالوصیۃ بعینہ کالعبد وشہادۃ المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعینہ لم تقبل لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ یعنی اور گواہی صحیح ہوگی اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور شہود والمانے شاہدوں کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی الزید بہما لغت کذا فانہما انفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی معہما ثالثا وجوبا لاقرارہما باخر فیمتنع نصہما بدونہ کما تقرر دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی اُن دو وصیوں کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس صورت میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملا دے واجب کے کیونکہ اُنھوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے مال میں بدون تیسرے وصی کے جائز نہیں چنانچہ ثابت ہو چکا اگر ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنے زید یوں دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے اُن دونوں کے ساتھ تو اب دونوں کے گواہی بطریق استحسان کے قبول ہوگی اسلیے کہ دونوں وصیوں نے تیسرے وصی کے مقرر کرنے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کردی کذا فی الظہیریہ وکذا اذا قالت اشہد ان ایاہما اوصی الی رجل بعینہ معہما فقام بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹیوں نے جب یہ گواہی دی کہ انکے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہے تو گواہی اُنھوں نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچنے کیواسطے نصب قائم کرنے ایک نگہبان کے ستر کو کیواسطے وہذا لو منکرا ولو یدعی تقبل استحسانا اور یعنی گواہی اُنھوں نے کی اگر وہ شخص وصی جسکے کا منکر ہوا اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان ایاہما وکل لہذا یقبض دینہ بالکونہ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لا یملک نصب الوکیل من الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ اُنکے باپ نے زید کو اپنے قبض دین کا جاہل کی وجہ سے وکیل کیا ہے کیونکہ یہ گواہی کسیطرح مقبول نہیں خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا بیٹوں کی طلب سے مالک نہیں برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تقبل علی المیت لا لہ ولو بعد قول الامام خلافا لہما وصی کو گواہی میت کے لئے صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی اسکے بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو کو اُسکے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقی وہی اثبات الوصیۃ من مال نفسہ حتم مطلقا وعلیہ الفتوی وہ وصی میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو بقدر مال ترکہ میت کے بھرے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طمع خواہ وہ

میت کا وارث ہو یا نہ ہو خواہ وصیت نہ ہو یا للعباد کذا فی الطحطاوی مختصرا کوکیل اذا فی الغرس مالہ فان لم ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جتنے ثمن اوا کیا اپنے مال سے سوا اسکو موکل کے مال سے پھیر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما یتفق علیہ من مال نفسہ لہ ان یرجع اذا اشھد علی ذالک اور اسیطرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خرید کی جسکا صغیر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھرے جبکہ اسپر اُسنے گواہ کرلیا ہو یعنی سیہ شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے پھر لونگا و فی البزازیۃ وانما یشترط الاشھاد اذا کان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشھاد انتھی فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالنفس وان لم یشھد بخلاف الاجنبی وبحثہ بعضھم بان الوصی یقدر علی الاشھاد فی العادۃ بخلاف الاجنبی انتھی بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسپر واسطے مشروط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو قبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنے کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو نفس کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اُسنے گواہ نہ کرلیا ہو برخلاف اجنبی باپ کے کہ اُسکا رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آویگا جو اسکا فہیم ہے تجنیس وارسناھ شرنبلالیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام جو رجوع مطلق یا رجوع بالشہادت میں مضطرب ہوا وہ یہ استدراک طعام اور لباس کیطرف راجع ہے واسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او داوی المریض او اشتری لیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعاً ثابت ہوا ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشترت لوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن لوارث المیت او قضی دینہ من مال نفسہ لہ ان یرجع وکذا لو کان متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اُسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے ترکہ سے پھر لیگا اور متبرع نہ ٹھہریگا یعنی اُسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ قبل قولہ فیہ قیل ھو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اُسکا قول امین قبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا کہ یہ بیان کا قول زائد اور بیکار ہے قول ماتن او کفنہ ملبی درالمختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنے وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے مستغنی ہوا فتامل انتھے ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلبہ باکثر مما باعہ رجع القابض علیہ اھل البصیرۃ واکثرھم ان اخبر اثنان منھم انہ باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک کایلتقط القاضی الامین یزید اور اگر وصی نے یتیم کا مال بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اُسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی امین یا اہل البصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر دو معتبر شخص اُسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اُسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اُس مال کی یہی قیمت ہو تو قاضی القاط نہ کرے اُس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہو وان کان فی المزایدۃ یشتری ولا کثر وفی السوق یاخذ لہ بانقص الیوم لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اھل البصیرۃ فاراجحھم بحلان شھر عوا شیئ یوخذ بقولھا عندھما وکفی قول واحد فی ذلک عندھما کما فی التزکیۃ اور اگر مزایدہ میں یعنے جہاں بیع سن پر دیجاتی ہو جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام گھر بولتے ہیں وہ مال خریدہ ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اسی زیادت کے سبب بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف پھر اگر لوگوں میں سے دو معتبر متفق ہوں ایک چیز پر تو اُنھیں دونوں کا قول لیا جاے محمدؒ کے نزدیک اور ایک معتبر کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ھذا قیم الوقف اذا اجر مستغلہ او قدم جاھل الغبن یزید الاجر الکل ذلک دمرہ بالقنیۃ وعلی ھذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ ہوگا بدون قول اہل البصیرت کے یہ سب مسائل درمیں مذکور ہیں فتاوے قاضیخان سے منقول **فروع**

مسئلہ ۱۱ المختصر شارح کے یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بالبینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علما فی اکثیا ۔ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوی میں بدون گواہوں کے مقبول ہو مگر بارہ مسئلوں میں قبول نہیں پہنچتا شباہ میں مذکور ہیں ان مسائل مذکورہ کو شارح اپنے ذکر کرتا ہو لہذا دعی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہو کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعوی کیا ہم صورت اسکی یہ ہو کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے مورث کے دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب کرتا ہو اور انکے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہو گا ادا دعی قضاء دین من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا ادائے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکے ثمن قبض کرنے سے پہلے اوان الیتیم استہلک مال آخر فدفع خادمہ تیسرا مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا ہم صورت اسکی یہ ہو کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفل ہونے میں اتنا تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہو گا اور وصی ضامن ہو سکے نزدیک کذا فی المحیط وادخل الیتیم بیطارا فذکرہ یوید فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر دیون کے دین ثابت ہو گئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم کی طرف سے ادا دی خراج ارضہ فی وقت لا یصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہ تھی ہم اگر زمین زراعت کے لائق ہو تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق دیون موت مورث کے وقت پر کذا فی المحیط وجعل عبدا کاتبہ چھٹا مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا یتیم غلام مکاتبہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا ہم یہ ہمارا قول ہو اور ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہو اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول قبول ہو کذا فی المحیط وادا وجد عبدا الحاق ساتوان مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا وہ اتفاق علی عزمہ آٹھوان مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا یتیم کے مہم پر خرچ کرنے کا ہم صورت اسکی یہ ہو کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے احمد بھائی کیواسطے اتنا مانا یا تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اسکو ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے لیے کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہو گا اور وصی ضامن ہو سکے نزدیک کذا فی المحیط وعن تاتارخانیہ او علی فقیہ الدین صاتعا نواں مسئلہ یہ ہو یا دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم کے اُن غلاموں پر جو مر گئے ہم یہ قول ہو محمد کا اور ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہو اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہو کذا فی المحیط وادا اتفق علیہ ما فی مسئلہ یادعی نے دعوی کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں ہوا اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہ ہو کہ وصی چاہتا ہو کہ میں ادائے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہو گی کذا فی المحیط وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ وارادا الرجوع دسوان مسئلہ یہ ہو اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم شرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر مجھ پر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہو کذا فی المحیط وعن تاتارخانیہ اقامہ زوج الیتیم امرأۃ وہو ھو ھا من مالہ وھو میتۃ گیارہوان یہ مسئلہ ہو یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہو الثانیۃ عشر بقرہ وہو ھو ادعی انہ کان مضاربا بارہوان مسئلہ یہ ہو کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعوی کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ہم یہاں بھی عدم اشہاد شرط ہو اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہو گا کذا فی المحیط وکل من کان وصیا علیہ فلہ بیع ما فیہ وکلا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ یہ ہو کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اُسمیں اسکی تصدیق بیا دیگی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اُسمیں اسکی بلا شہادت تصدیق نہو گی ہم قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا کذب نہو کذا فی الحموی ینصب القاضی وصیا فی بعۃ مواضع مبسوطۃ فی الکشیا ۔

قاضی بیت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جنکا مفصل مذکور ہوا ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہو کہ قاضی کے روبرو گواہی دین کہ فلان شخص مرگیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہین کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا ہو بیت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وہی وصی ہو نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی کا اعتبار فقط اس قاضی القضاۃ کا ہو جسکو سلطان کیطرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین علیہ او تنفیذ وصیتہ منہا موضع سبعہ کے یہ تین مقام ہین جسکو میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے و زاد فی الزواہر موضعین اخر یباشتر و کلاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا یتسبب القاضی وصیا لیرد علیہ اور زواہر اور جواہر حاشیہ اشباہ مین دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہین ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اسمین عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ بایع چیز عیب ناک اسکو پھیرے دلو اجتمع کاتبات حق صغیر او وہ غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب لاثبات حقوقہا المجم القہستانی) اور جہانتک مرض صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو طریق بیت منقطع کے تو قاضی وصی مقرر کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب اشباہ نے ان دونون مقامون کو جمع القہستانی کیطرف نسبت کیا ہو حکم غیبت منقطعہ وہ ہو کہ ایسے مکان مین ہو جہانتک قافلہ آتا جاتا نہو یہ مفاد ہوتا ہو شرح مجمع سے اور فقہاے نے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح مین مذکور کیا ہو بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہو کہ ایسے مکان مین ہو جہان قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال مین ایکبار یہ قول قدوری کا مختار ہوا اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینہ یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر مین ٹھہرتا ہو جو طلبہ کرتا ہو طلب مفقود کو بخیر ہو اور بعضون نے کہا ہو منزل ہو اور بعضون نے کہا ایک شہر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی البحر الطحطاوی و ہو القاضی کوصی لمیت لا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہو مگر آٹھ جگہ مین ایسے برابر نہین ہو ایک یہ ہو کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے جسکو اسکے حق مین وصی کی گواہی مقبول نہین دوسری صورت یہ ہو اور جائز نہین اسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے ہم یہنے اگر قاضی نے نصوص کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد نصب کے وصی اس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت نصوص اور قبض دونون کا اذن دیا ہو تو اذن جدید کی حاجت نہین ولا ان یوجر الصغیر بعد مامر چوتھی صورت یہ ہو اور جائز نہین کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروادے ولا ان یجعل وصیا علی عملہ پانچوین صورت یہ ہو اور وصی قاضی کو جائز نہین کہ وصی کیواسطے وصی مقرر کرے ولو خصص القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہو اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کردیا یعنے ایک نوع مین وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنے جمیع انواع مین وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہو باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو عمّاہ عن بعض التصرفات صح خلافا لہما ساتوین صورت یہ ہو اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہو برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولہ عزلہ ولہما آٹھوین صورت یہ ہو اور قاضی کو جائز ہو معزول کرنا بخلاف اگر یہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن الینبوعی خلافا للملتقی بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھون صورتون مین وفی الخزانہ وصی القاضی کوصیہ لو وصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ مین ہو قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہو اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونون قولون کا دفع ہو گیا ہم یعنے تبیین اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ مین پانچوین صورت یہ ہو منقول ہو کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہین اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہو بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف دفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہو وصیت خاصہ مین اور جواز ہو وصیت عامہ مین وفی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ امامضی من الثلث عند عدم الحاجۃ الا فی تبرعہ فی المناقع فینفذ من الکل وان اجر اقل من اجرۃ المثل تمامہا تبطل بکونہ تبرعا اضرارا بحق الورثۃ وفی حیاتہ لہ املاکہ لعدم تعلق حق احد بہا وفی الخانیۃ ان من الثلث فلصاحبہ روایتان اور فتاوے صغری مین ہو کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا نافذ فرض ہیں نافذ نہیں ہونگے ثلث ترکہ ہیں دو حال عدم اجازت وارثوں کے مگر انکے منافع کے تبرع ہیں موکل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اسنے گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا لینے اُسکی اجرت مثلاً سو درہم تھی سو اسنے ۵۰ درہم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہوا لیکن کہ اجارہ مذکورہ فرض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہوا اور اسکی حیات ہیں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمادیہ ہیں ہے کہ منافع کا تبرع ثلث ترکہ سے نافذ ہوتو شاید کہ اسمیں دو روایتیں ہیں یا ع مال الیتیم لو ضیعتہ والمشتری مفلس یحل التاجیل فان نقد ولا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہو تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرادے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر المشتری وقد قبض یرفع الوصی الامر الی الحاکم لو فیقول ان کان بثمنکا بیع فقد فسخت پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہو تو وصی اُس امر کو حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اُس بیع کو فسخ کر دیا ہم اس قول کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبل الوصایۃ ثم اراد عزل نفسہ یحکم الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اُسکو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اُسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہوا ایک یہ کہ موصی اُسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپکو معزول کرے دوسری صورت یہ ہے کہ وصی سے پردین کا دعوی کرے اور حاکم اُسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی دفع الیتیم مالہ بعد بلوغہ واشھد الیتیم علی نفسہ لم یصر بہ وصیا من ترکۃ ابیہ ولو کان کثیرا ثم یدعی شیئا فی ید الوصی انہ من ترکۃ ابی وبرھن لم تسمع وصی نے یتیم کو اسکا مال اُسکے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اُسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس کم زیادہ جو کچھ تھا وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اسکا دعوی مسموع نہوگا ہم یہ اشہاد ابراء معلوم نہیں نہ شخص معلوم ہے نہ مجہول ہے تو یہ فقط اقرار بے جوابرا کا مستلزم نہیں تو یہ اُسکے دعوی کا مانع نہیں برخلاف اُس ابراء کے جو مجہول ہے ہم معلوم کہ یہ لفظ یعنے شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراء کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہوا اُسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسطرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا اور یہ ابراء صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ مختصراً للوصی الرکوب بقدر الحاجۃ قال تعالی ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہو یعنے جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہو اُسیقدر مدت تک کھانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ ولہ ان ینفق علی تعلیم القرآن والادب لا اھل الخ اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہو ورنہ ہم شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انمیں کی تعلیم ہوتی ہے انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہو لینے اگر یتیم خاندان علم سے ہو تو وصی خرچ کرکے اسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے ولا ینفق علیہ بقدر ما یتعلم القرآۃ الواجبۃ فی الصلوۃ حسبتی اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اُسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرآت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنے جسقدر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہو اُسقدر اُسکو سکھاوے کذا فی البحر وفیہ جعل للوصی مشرفا لم یتصرف بدونہ وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی میں ہے کہ وصی کیواسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اُسکے تصرف نہ کرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا لینے بدون وصی کے وصت ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں فصل مذکور ہو چکا وفیہ للاب اعارۃ طفلہ اتفاقا لا مالہ علی الاصح وفی المجتبی میں ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اُسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیہ عن الثانی للاب لا الجد عند عدم الوصی ما علیہ الوصی اور مجتبی میں ہے وصی ہونے کے وقت باپ مالک ہو اُس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہو اور دادا مالک

نہیں ہوتا وصی کے برابر کالاب بمالک خمسۃ مال مشترک بینہ و بین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہوا اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے درمیان باپ اور بالغین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اسنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں ہم نہ یہ نہیں نہ کور ہے کہ جو مال وصی ما و صغیر میں مشترک ہو اسکی قسمت وصی کو جائز ہوا امام کے نزدیک بشرطیکہ یہ نہیں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہے کذا فی المحیط والمبسوط الاب فی مال الجد لطفلہ بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے بخلاف وصی کے کہ دو یتیم کا مالک نہیں ہم یعنے اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں سوائے اسکے وصی دونوں یتیموں کی خیر خواہی کا ماموہو سو یہاں ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہو اور اسلیے اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیچ کر زیادت نہیں دلوا سکتا الاب الجد مال الصغیر مرکا جنبوی مثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرأی لو فاسدا فان باع عقارہ لم یجز فی المنقول روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال بغبن فحش شخص سے بیچا بقدر اسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہوا اگر وہ احمق فاسد الرائے ہو اور اگر یہ بفعل ہو تو اگر اسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہوا اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما او اشتملہ لم یجز علیہ خلافا لہما علیہ الفتوی اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خریدیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ میں یہ اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے بھر لونگا تو اُنہا ہو اگر صغیر کا مال ہو اور گر مال نہ ہو تو جو جائز نہیں ہے واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر سو وقت میں یکہ جب صغیر محتاج ہو تو اسکا نفقہ باپ پر واجب ہو جو جو جائز نہیں وہ مثلہ لو اشتری لہ دارا او عبدا یجوز سواء کان لہ مال او لا کذا ان لم یشہد کذا یجوز کذا عن ابی یوسف وھو حسن ھکذا فی المحیط لو اشتری لہ الطعام او الثیاب یجوز کذا فی الظہیریۃ کذا فی التاتارخانیۃ اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خریدیا تو جو جو کرے خواہ اسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے جو جو کر لینے پر گواہ نہیں کیا ہو تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور بتفصیل خوب ہو اسکا یاد رکھنا واجب ہو و اللہ اعلم ہو یہ تلخیص ہیں نہ کور ہر ایک وارث نے بحصہ میراث تک صغیر کیا بلا اجازت اور بلا اذن باقی ورثوں کے تو وہ تبرع ہے کہ اسکا مال سے مستحق نہیں کا اور وہ تبرع نہو گا اور اگر باقی ورثوں نے صغیر کی خرید میں بلا اذن باقی ورثوں کے اُسکے حصہ میں سے جو کچھ دیدیا تو اسکے حصہ میں سے مرنے کیا تو وہ تبرع ہے کذا فی الظہیریۃ واللہ اعلم و تستغفر اللہ العظیم

کتاب العتق

اس کتاب میں عتق کے احکام مذکور ہیں ہم عتق مشتق ہے عتق سے اور عتق ثابت ہے قرآن سے اور حدیث سے اور اسی سے عتق ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اسکا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متقابلین ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آلہ تذکیر اور تانیث ہے پھر کہا ہے متناسلہ واقع ہوتا ہے سطر پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جسمیں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الظہیریۃ و الخنثی کما ذکر من غلب وجودہ ذکرنا ادرجوحیکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی لینے مرد اور عورت کے احکام سے تو اراد الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ھو ذو فرج و ذکر او من بہ ما من ھما یعنی خنثی وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ جو مرد کیساتھ یا عورت کیساتھ ہو دونوں علامتوں سے علیحدہ ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جیسا اُسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا نشکاف ہے اور اگر اُسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثدوں کا نمودار ہونا ہے مسکی مانند ہے کذا فی التاتارخانیۃ وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو سبق اور تقدم پر حکم ہے یعنے جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسکا اعتبار ہے سو اسطے کہ قوت اسکی دلیل ہے کذا فی المضمرات وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں سطح اور دونوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے ہم مشکل سو اسطے کہا کہ احد الامرین سے کوئی یہ نہیں ہوا تعتبر الکثرۃ خلافا لھما اور کثرت پیشاب کی معتبر ہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو کی دلیل ہو دلالت کرے حکم بالکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ انھوں نے ابو یوسف رح سے

فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ھذا قبل البلوغ فان بلغ وخنثت لحیتہ او وصل الی امرأۃ او احتلم کما مر الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکی ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا اسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظھر لہ ثدی ولبن او حاض او حبل او امکن طیہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئے یا دودھ نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہو تو وہ عورت ہے ضمیر لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اسواسطے مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ نکلتا ہے الیاستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جو ہر و بین ہو کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہوگا ہے دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہیں ہوتی پس دودھ اثر تو ثابت ہوا گی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ فقہی نے نسی روئی میں ایک اپنی فرج میں داخل کی اور امکان حملی کی یہ صورت ہے کہ عورتوں نے اسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے حمل ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلاء وتعارضت العلامات فشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ فقہی مشکل ہے عدم مرجح کیوجہ سے صم تعارض علامات کی مثلاً یہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ لعد ضلعہ فان ضلع المرأۃ فرجل او ضلع الرجل بواحد ذکر الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ فقہی کی پسلیاں شمار کیجاویں اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے کذا فی السکزلی یہ قول ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیوخذ فی امورہ بما ھو الاحوط فی کل حکم اور اسوقت میں بالجملہ صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت توقف کیا جاویگا فقہی مشکل کے امر میں اس چیز کے ساتھ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہو تمام احکام میں قلت فی ھذا لکن فی ھذا انہ کما یجب الغسل باحتلام المرأۃ فکذا لو نظرت فی المنام انہ جامعھا الرجل یجب علیھا الغسل کما فی الخانیۃ وفیہ نظر لانہ یتعلق بالمنی ولم یوجد فتنبہ میں کہتا ہوں اس میں نظر ہے اول کتاب میں مذکور کیا کہ فقہی مشکل میں لیے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہے تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والحق ہو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے ہم یہاں امر اول کو رد کرتا ہے کہ فقہی مشکل سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دوسرے جزو سے متعلق ہمیں تو آگاہ رہنا چاہیئے فافہم والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے فقہی مشکل کھڑا ہوگا مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین یعنی مردوں کی صف میں کھڑا ہو عورتوں کی صف میں اسکے کذا فی الطحطاوی فیقف بین الصفین اگر فقہی مشکل فی الواقع مرد ہو تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہو تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اسکے دائیں اور بائیں اور پیچھے کا شخص سمجھنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر فقہی بالغ ہوا اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو اسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر نابالغ ہو تو احتیاط مستحب ہے اور اگر چہ فقہی مرد ہوں تو بھی کھڑے ہوں گے ہم متصل نہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ احد الشھود فقال لہ امہ فخنثی ومالہ فکون امتہ او مثلہ اور جبکہ فقہی حد شہوت کو پہونچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خریدی جاوے جو اسکی ختنہ کرے سو خرید سے اسکی وہ لونڈی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم نے کہا اگر واقع میں فقہی مرد ہو تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکا نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر عورت ہو تو عورت کا نظر کرنا کیطرف بضرورت جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطا لکن الختان عندنا سنۃ اور یہ مکروہ ہوگا کہ فقہی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے کہ اور کچھ ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک

سنت ہو نہ فرض ہم یہ نکہ ہو خنثی بالنکاح اور مخنثہ کا مخنثہ تو ہو اور عورت دونوں کو درست ہو کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم تبا اور اگر خنثی کا مال نہ ہو تو مخنثہ کرنے والی اور خنثی بیت المال لیعنے خزانہ سلطانی سے خرید کیجاے پھر مخنثہ کے علیحدہ کی جاے اور ثمن انکا بیت المال میں داخل کیا جاے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہو کذا فی الکبری وبزدیم امرأۃ خنثی لانہ ان کان ذکرا لم یتم النکاح وان انثی فقد الیس خنثی یطلقہا وتعتد وخلی بہا احتیاطا یا خنثی نکاح کرے مخنثہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ انکا مخنثہ کردے اسلیے کہ اگر مخنثہ ادھورا ہو تو نکاح صحیح ہو اور اگر عورت ہو تو ہم جنس ہونیکے سبب عورت کا دیکھنا عورت کیلئے بھی بکثرت ہو مرد کی نظر سے پھر مخنثہ کرنے کے بعد انکو طلاق دے اور مخنثہ کرنے کی عدت میں بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر مخنثے نے انکے عاجز ہونے کی وجہ سے یہ قول طحاوی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا ہو اور بیت المال کا قول علامہ زیلعی سے منقول ہو اسواسطے اگر انہنے نکاح کیا تو نکاح متروک ہو اور اگر صحیح ہو تو عورت معلق ہو گی اُس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی مشکل مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا نفقہ واجب ہی یا نہیں رازی نے کہا ہو اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے مطلع ممکن ہو کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہو سودہ مخنثہ کے بعد طلاق کے اختیار شرط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہو نا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے امر متعذر محال ہو تو نکاح کر لینا اہون ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن الکبری ویکرہ لہ لیس المحرم والمحل اور خنثی مشکل کو بشہوت چھونا اور دیکھنا مکروہ ہو کہ یخلو بہ غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی مکرے سوائے اسکے محرم کے وان قبلہ وجل تثبت حرمۃ المصاھرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو گی عورت جائیگی منہ کا خنثی کی دہن کو اُس بوسہ لینے والے سے روسے نکاح کرنا اور نہ اسکی بیٹی کو وکذا بیساقہ بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو محرم محرم سے مراد محرم مرد ہی اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأۃ کان عبثیۃ فی الاصح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اسکا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی بلا دلیل ہو وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہو اسواسطے کہ اُسکے سوائے اسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد نقل ذا کالہ لا یقبل وفیہ بقیل وقت فیہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہو کہ بعد ثابت ہو جانے اُسکی اشکال کے قول اُسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اُسکا مقبول ہو میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہو گی ہم لیئے عدم قبول کا قول اُس صورت میں ہو جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اُس صورت میں ہو جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہو میلے سے ودیضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح القدوری لسید غیر کالان یحمل علی ھذا فتنبہ اور ضعف ہو وہ قول جو قہستانی نے فرائض شرنبلی وغیرہ سے نقل کیا ہو مگر یہ کہ اس تفصیل مذکورہ پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہو گا ضعف رفع ہو جاویگا سو آگاہ رہنا ہم قہستانی میں فرائض شرنبلی سے یوں ہو کہ اگر خنثے نے حیض یا نہی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہو گا اور رجوع اسکا مقبول نہو گا بیشک کذبہ اسکا ظاہر ہو تا چنانچہ اُسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر ایسے کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہو بدلیل ما سیاتی واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر العلم اور اگر خنثی مر گیا قبل ظاہر ہو جانے اُسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاے اور اسکو تیمم کر دیا جاے خاک پاک سے بسبب نہ رہنے غسل کے ہم جنس کا اسکا مرد ہونا ثابت نہیں جو اسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہو اسواسطے اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہو تو اچھا ہے تیمم میں ایمپر الیسیٹ کرنیوالے اور اگر محرم ہو تو بدون کپڑے کے تیمم کرے اور اگر محرم ہو تو بدون کپڑے کے تیمم کرے اس مرد کیواسطے جو عورتوں میں مر گیا کذا فی الکبری وکذا لو مات بعض حال کونہ مراھقا غسل بیت خلافا لہما اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی مرد کے غسل میں عام ہو خواہ مرد ہو یا عورت وندب تیممہ قبر اور سب ہو خنثی مشکل کی جبکہ فوت ہو جاوے مخنثہ ہونا کہ مانند عورت کے ویوضع الرجل بقرب الامام ثم ھو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم دفعۃ لحق التوتیب اور امام کے قریب رکھا جاے مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ اُنپر جنازے

کی نماز پڑھی جائے حتیٰ تربیت کی رعایت کرنے کے واسطے عام خنثیٰ کا جنازہ دیکھ کر کہا جائے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثیٰ مرد کے ساتھ مذکر سے ایک قبر میں دفن ہو اور مرد کے پیچھے رکھا جائے اور وہ دونوں کو درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہی حکم ہے مرد و زن کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثیٰ ساتھ مدفون ہوں تو خنثیٰ کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثیٰ کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر میں مجرد ترائب والا دیکھ کر ارث احتمال کے سبب کے اذانی الیٰ قسام فرد من احکامہ من الاشیاء بل عندی فیہ تالیف عجیب لطیف اور خنثیٰ کے تمام احکام کے مسائل اشباہین مذکر میں ملیگا میرے نزدیک اسمیں ایک تالیف عجیب لطیف ہے اور مسائل خنثیٰ مشکل کے یہ ہیں کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے مشکل میں اصل اختلاف اس بنا پر ہے کہ خنثیٰ نکاح کرے نہ عورت سے نہ مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اسپر صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دو خنثیٰ مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الملتقط ملخصاً قولہ فی المیراث قال التصییر یعنی اصول الحالین ہو یقول صاحبہ خنثیٰ مشکل کی میراث میں قال التصییر ہیں یعنی اصول الحالین ہو اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے قال التصییر یعنی فرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کم ہوگا وہ اسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثیٰ مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اسکو مرد فرض کرنے میں کس قدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کم ہوگا وہ خنثیٰ کو ملیگا اور احمد القدیرین میں خنثیٰ محروم ٹھہریگا تو اسکو کچھ نہ ملیگا کذا فرع فی الاصل کما فی التیسیر واصول الحالین مذکور کل یجیء ہذا الثمن بین بہ ترحالت ہوگی خواہ کہ عصبہ یا محروم ہی ہو حال اسکے نصیب میں ہو تو اسوء الحالین تقتضا و حرمان مذکور کو شامل ہو گا اور اگر ابی بحرف و فکلا نصف التصییر اور صاحبین کہتے ہیں کہ اگر دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو دیا جائے یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ و ترک معہ ابنا واحدًا لہ سہمان والمختنی سہم تو اگر خنثیٰ مشکل کا باپ مر گیا اور خنثیٰ کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو خنثیٰ کے دو سہم میں سے خنثیٰ کا ایک سہم ہوا یہ خلاصہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثیٰ عورت کے حکم میں ہے میراث میں تا وقتیکہ اسکا مرد ہونا بالتعارض ثابت نہ ہو عندابی یوسف ثلثہ من سبعۃ وعند محمد احد عشر الخ ثلثہ من ابو یوسف کے نزدیک مطلقہ مذکورہ میں خنثیٰ کو تین سہم میں ثبات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم میں سے ہے صاحبین کی اصل مطولات میں مذکور ہے وعندابی حنیفۃ لہم من ثلثۃ کانہ اقل وھو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال کما یجب بالشک او الیقین یثبت بالشک او الیقین عند ابی حنیفہ خنثیٰ کا ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا جس طرح یقین سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح شک سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور خنثیٰ مشکل میں ان دونوں سببوں سے کوئی سبب معلوم نہیں اور اثبات مال کی ابتدا تعارض ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثیٰ مشکل میں ان دونوں سببوں سے کوئی سبب معلوم نہیں اور اثبات مال کی ابتدا زیادہ میں بسبب متحقق کے ہوتی ہے جائز نہیں تو متیقن پر اکتفا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عصبہ کی وہ یقینی ہے اور اضافہ زیادہ میں شک ہے تو یقین کی وجہ سے اسی پر اقتصار کریگا کذا فی التبیین شرح المنار حتی لو کان لا قل علی تقدیر ذکرانہ کزوج وام وشقیقۃ وخنثیٰ فللاول النصف وعلی انہ عصبۃ کان لہ الثلث فالثلث متیقن بہ اگر اقل پر مدار تقدیر پر کیا خنثیٰ کو مرد فرض کیجیے تو اسکو ہم مرد ہی ٹھہرائینگے چنانچہ اس صورت میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور اسکی بہن اور خنثیٰ مشکل ہو تو اسکو چھ حصہ ملیگا بایں طور کہ وہ عصبہ ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے تو صورت عندکر وہ میں شوہر کا نصف حصہ ہوا اور ماں کا ثلث اور خنثیٰ کا باقی مال یعنی سدس اور اگر اسکو عصبہ فرض کیا تو اسک

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی شتی چھوڑ کر تو شتی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر شتی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت میں یہ مسئلہ تو سہم کی طرف عول کریگا ہم اس مسئلہ میں سہم کا حصہ نصف ہے اور ان کا جیسا اور دو اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا بھائی جو شتی ہے وہ محروم ہو کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نہ رہا اور اگر شتی کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا اور اسکا حصہ نصف ہے تو بنا بر سہام العین کے اسکا حصہ وہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکل نصف پاوے ولو مات عن عم وولد اخیہ شتی فدا نثی وکان للاکل کالام اور اگر ایک شخص مرگیا اپنے ایک چچا اور بھائی کا ایک اور چھوڑ کر جو شتی ہو تو شتی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا کہ شتی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ چچا کے رد بر وارث نہیں ہوتی اور اگر شتی کو مرد فرض کرے تو عصبہ بالنفس تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہر چند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم ہو ستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرقہ وھو من دأب المصنفین لتدارک ما لم تذکر فیما کان یحق ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبا بما الحقوا ولہذا لم یذکر ہو مسائل شتی میں شتی جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ و عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوئے جہاں انکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور البتہ میں نے اکثر مسائل ملا دیے انکے مراتع مناسبہ میں اور مقدار کو جسے الحاق فروع کو توفیق دی عن قریب من اللہ خارج بحبسی ھذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا الکلام قد وعدتک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پس میں شراب دائم الخمر کا خارج ناپاک ہی یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم میں وہ کلام ہے جسکا میں نے تجھے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو میں ہم ابھی یہ قیاس ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ بحبس نہیں یا وجہ لیت یعنے پسینہ کا تولد ہونا بحبس سے بضعف اور شراب سے عدم تصلید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہم کہینگے کہ بحبس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج بحبس ینقض الوضوء ھذہ مقدمۃ کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج بحبس ہو وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یہ ہے کہ بری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدموں سے ملکر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للجتبی قال الدجاجۃ الحبشی اعلیہ فعرق مدمن الخمر بحبس بلا دلے لیکن اس شکل بین صغری کے ثابت کرنے کی حاجت اور جو ابن شحنہ نے کہا ذخائر اشرفیہ میں بنسبت جتبی یہ مذکور ہے اسکا ماحصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے کیونکہ اصل بالنجاستہ ہم وجہ الویت کی ہے اگر شوربہ قیمہ پنیا نجہ کی تاثیر عرق کے ثابت کرنے میں غیر قریب بنیا مرغی کے پارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال ولا اسلم ان کان عرقہ کلعاب الکلب والخنزیر یعنی مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتا قبیح اور مذموم ہے وہ شخص کا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہے ہم تسلیم نہیں کرتے اور مدمن خمر کی اگاذا اللہ منہ قال ابن الغرفی ینقض الوضوء وھو غریب وھو ظاھر قال المصنف والظاھر ما قالہ علیہ ابن الغرنے کہا تو اسوقت میں یعنے جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہو تو وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب وغریب ہے اور اسکی تصحیح ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تصحیح کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہمنے اسپر اعتماد کیا یعنے اور متن میں اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ یعول علی ما ھو مع غرابتہ کما یشھد لہ روایۃ وکادرایۃ وقد اظھر لی سر عن احبہ ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم التقدمۃ اکاوے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالیٰ انکو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہو کہ یہ کہ اسپر اعتماد کیا جاوے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہو بلکہ درایت بھی اور البتہ مجھ پر روایت اخوذ ظاہر ہوا اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتزلہ عالمون میں سے ایک عالم سے بھی مروی ہے استدلال فعلی تو عدم تسلیم تقدمہ اولی غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج بحبس ہو دیشھد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا ضذی بلبن الخنزیر فقد علی الراجح اکلہ بعد توبتہ

مستهلكا كما يقوله ثم فلت نقول في ش هو الذي اور عقد سادے کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہو بکری کے بچہ کا مسئلہ جیکا اسکا بچہ سوکھ کر مرجاوے یا الجھاوے اور علاے اسکی علت کامل کی علت بیان کی دودھ کے مستہلک کے نابود ہوجانے سے اصلح کہ اسکا بچا اثر باقی نہیں ہتا تو ایسطرح ہم دائم الخبر کے پسینہ میں کہیں گے یعنے شراب گئے بدن میں مستہلک نابود ہوگئی بچا اسکا اثر باقی نہ ہا مستدلال نقلی ہو عقلی مگر یوں کہیے کہ عقل اسکی تائید کرتی ہو دیکھیں فی ضعفہ قرابۃ مزجہ عن التقی ھلہ عن السرح من طن و شرح اور ہم کو کفایت کرتا ہوا سکے ضعیف ہونے میں اسکا غریب اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریق سے یعنے مذہب علما حنفیہ کے مسئلہ کا سافکر کرنا من اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہم سرح بفتح سین مہملہ و راء مہملہ ہو طحطاوی نے کہا منجملہ اسکے معانی کے وقت بھی ہو اور یہی متبادر ہو لفظ قرینہ لفظ یعنے اس وقت کا چل سافظ کیا جاے یعنے فروغ مذہب کے گریا جاے انتہی ملخصا اعلم اور منجملہ معانی شرح کے تناسے دار بھی ہو کہ زبانی اقاموس اور ستا کا اور عبارت ہو کشادگی پیشانی سے اور صیرے مزیک یعنی مناسقام ہوا یسلیے کہ متن میں نمز الگ کے ہو اور سرح بجاے وسعت پیشانی کے ہو لہذا ترجمہ یہ کیا کہ وہ اعلم خبز وجد فی خلال الخزة فارة فان كان الخزة صليا رطبا وهو اكثر الخبز ایسکہ وہ لی ہو جسلئے اندر چربی ہے کی بیٹگنی پائی گئی تو اگر بیٹگنی سخت ہو تو پھینک دیجاے اور روٹی کھائی جاے ورنہ یغسد حزة الفارة الدهن والملء والقطة المضرة كالاذاظهر طعمه اولونه في الدهن فيخلف ماء امكان الخز ذعنه حينئذ خانية اور چوہے کی بیٹگنی تیل اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جیکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند سائل چیز میں ظاہر ہو تو البتہ فاسد ہے سبب اسکی کثرت کے اور اسی سے کہا اس سوقت میں ممکن ہو کنانی اخانیہ ہم خانیہ میں ہو کہ چوہے کی بیٹگنی جیکا گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اسکے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اگر سوقت جیکا کثرت سے ہو اور اسکا اثر یعلم وغیرہ سے ظاہر ہو لیتے اب اسکا کھانا درست نہیں کنانی الطحطاوی وفی السن الروائتان يصلى وكان يفتي قديما بالفساد لكثرة الفارة وفي الخانية وهو الاصح وفي الظهيرية وهو الاحوط وفي الولوالجية وهو الاوسع وفي الحاوي القدسي وهو الاصح وفي الينابيع وهو الاظهر وفي الكافي وهو الاشبه وفي الذخيرة وهو الاقيس وفي المحيط وهو الاحسن وفي الوجيز وهو الاوفق وفي الواقعات وهو الاعدل وفي الجامع الاصغر وهو الاسهل وفي الغاية وهو الاوسط وفي التحفة وهو الاحوط وفي الهداية وهو الاصح

کپڑا نجوڑنے سے نہ پکتا ہو تو نہیں متعین ہوگیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاوے کذانی الملتقی ومختصر ہندیہ کہ صحیح قریب ثوب طاہر تھا لیکن یہ حکم حلوانی کا قول مفتی بہ کے خلاف تھا لہذا مترجم نے توب نجس کو صحیح قرار دیا واللہ اعلم **کالو نشر الثوب المبلول قط حبل بخیوط من غسل بجلده ومشی علی الارض نجسة او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظهر اثره کفی خانیه** چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا یا خشک سی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا ناپاک فرش پر سویا سوائے اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہوگا کذانی الخانیہ مصنف حموی نے کہا ناپاک زمین پر تر پاؤں سے چلا کر زمین تر ہوگئی اعضاء لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو پاک ہوگا اور سراج میں ہے اگر خشک قدم پاک کا ناپاک تر پر سویا اگر تر ہوگیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور فقط نداوت اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی بدون جرم کے کذانی الملتقی وذوی الکوة الکاذبة صحة فرضا جاز فی الاصح کالعبرة للقلب لا للسان لوائے زکوۃ کی نیت کی مگر اسکا فرض نام کہا یعنے محض نفل کو فرض نام کہا وہ درست ہی صحیح تر قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ہم صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واجب کا اعتبار ہے یعنے اسکے کام ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذانی الملتقی ومن لم یخط فی بیت المال کالعلماء ظفر بمالهو وجه لبیت المال فله اخذه یأتی قدمناه قبیل باب المصرف جب کا حصہ بیت المال میں نہ پہنچا علماء دین سوائے بیت المال کا مال پاتا تو اسکو اسکا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے یعنے اسکو بالمصرف کے پہلے نہ کور کیا ہم بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال الہ فقراء اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین ہیں نماز یہ میں ہے کہا امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس لاوارث ہو اور موسم مر جاوے اور اسکا کوئی وارث نہ تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے بہاے اس امر دین کے واسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حاکم اسکے مصارف شرعی میں نہ خرچ کریگا اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذانی الملتقی **افضل فی رمضان فی یوم ولم یکن حق افضل فی یوم آخر فعلیه کفارة واحدة ولو نوی رمضانین علی الصحیح وقد صاماه فی الصوم** روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں تو کفارہ ادا نہیں کیا یا ان کے دو روزوں کا روزہ توڑا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہے اگر چہ اسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے کہ دو رمضانوں کے ایام الصوم میں مذکور کیا ہے **ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح** اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنے یوں نہ کہا کہ میری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے اسلیے کہ جنس اور عدد متعین کی نیت شرط نہیں **ولو نوی رمضانین لقضاء الصلوة صح ایضا والاول یقع فی الصلوة اول صلوة علیه او آخر صلوة علیه کذا فی الکنز** تعیین یوم شرط نہیں اگر چہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگر چہ دن نیت نہ کرے مثلاً کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب اللہ ہی یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہی بطریق کثرت میں ہم مسکین کی خرچ کنندہ میں ہو دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ وہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں الا یہ مراد نہیں کہ وہ تو ان رمضان کو نیت میں جمع کرے سو اسکے معنی یہ ہیں دو فرضوں کا نیت کرنے والا متنفل ہوتا ہے یعنے فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہو جاتا ہے **قال المصنف قال الزیلعی وکما یشترط التعیین فی الصلوة فی رمضانین یلزم قلت وهکذا قدمته فی باب قضاء الفوائت تبعا للزیلعی وغیرها** اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اشتراط التعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں مسمی خزانہ کا تابن ہو کر ہم طحطاوی نے کہا اور التصحیح کی دلوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا التعیین صحیح ہے اگر چہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی لہذا دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوة میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی نماز کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر جائز ہے کہ نماز متعین ہو گئی اسکے متعین کرنے سے اور اسیطرح وقت بھی متعین ہوگیا اول یا آخر کہنے سے سو اسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اسکے بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اسکے پہلے وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنے اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کرنا مخلص ہے اس شخص کو کہ جسکو فاسقہ یاد نہ رہے یا اسپر مشتبہ ہو گئے

ف ۱ اگر کسی نے کہا میں نے جو نماز پڑھی ہے وہ ظہر علیہ ہے یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تھی

یا اپنے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لیست شرطا بل اعتیاد الموالیہ فحتاط متعود
بل باعتبار ان مراعاۃ الترتیب واجبۃ علیہ فلا یمکنہ مراعاۃ کلیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ
الظہر او غیرہ کذا فی المحیط وھو تفصیل حسن فی الصلوۃ یبقی حفظ امر آخر ذکرہ المصنف فی البحر الرائق من باب اللعان کما سیاتی وھو ان یعلم
کی نیۃ المعود من ھی التی اس ہیئت سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہو بلا کہ اس ضیاع سے نیت تعیین کی ساقط ہو جاتی ہے اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن
نہیں ہوتی مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے
نماز میں اسکا یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ عنہ فی اکثر کتبہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وھذا مشکل فاذکروہ اصحابنا
انفسھم فی غیر ھذا الموضع وھذا ھو الحق کذا فی التبیین انتہی بزیادۃ قلت پھر دیکھا میں نے صاحب البحر الرائق کو کہ اسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی بشبہ تعیین
منوی کی سبب سے پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت میں مشکل ہے اور جو ہمارے علمانے مذکور کیا ہے بنیاد پر کچھ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے لیے تعیین
شرط ہے اسکے کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظاہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے بنا پر تعیین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اسے آگاہ ہنا ہم وجہ اشکال کو
کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اس قاعدہ کلیہ کو مستلزم ہے کہ تعیین ہوتی ہے جس فقہا کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے جنس کی تمیز کیساتھ اور سب نمازیں من قبیل ظہر کے ہیں
کہ ہیں اسواسطے کہ انکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ للطحطاوی نے ہے اسکے حاشیہ میں کہ عدم تعیین قول بھی ہے اور تعیین صحیح ہے اگر چہ تعیین اسکو
راس شاۃ مثلاً یدم لعوز الرأس وقال عند الدم فانحد منہ مرۃ جاز استحسانا والحق قلت والفصل وقد صنا انہ من المطہرات بیڑیکی کا خون جس
نشہ تک آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کرنے میں اور جسنے کتاب الکھاۃ میں پہلے
ذکر کر دیا کہ جلانا بھی طہارت میں داخل ہے اگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شرنا پاک میں ناپاکی کا کچھ اثر نہیں رہتا پاک جلا کر راکھ کر دینے کی طرح استحالہ کے ولہذا اگر کوئی
جل کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا دھوئیں سے نمکسار میں اگر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخلیج لربا کا مزرعۃ جاز
بادشاہ نے خراج لینے محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہیں
عشر کی مانند مقاطع میں ہے کہ عمل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وان جعل العشر
لاکاتہ الزکوۃ قلت قد قدمتہ فی الجہاد وقد متہ فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر مقرر کیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے
میں کہتا ہوں کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیروں کا حق ہوا پس اگر زمیندار فقیر ہو تو
اسکو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المنتقی عشر اصحاب الخراج من زراعۃ اکارہ فی اداء الخراج دفعہ الامام الاراضی لغیرھم یکلفھا
الخراج من اجر فقال استحقہ جاز من اہل خراج ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے مالک نے اسے بادشاہ نے اور مخصوص کر دی بطریق اجارہ کے زمانہ
خراج ادا کرنے اسکی اجرت مستحق سے تو یہ جائز ہے وان فضل شئ من اجرتہا دفعہ للمالک وہو للمحقین پھر اگر کچھ فاضل بچے اسکی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک
دونوں حقوں کی رعایت کیواسطے لیے گا زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ بادشاہ کو دیتا ہے تو اسی روپیہ بادشاہ کو دیں پس زمیندار کو دے وان لم یکن کاجارہ
مرابعۃ جرھا باعیا فقد رد لخذ الخراج الماخوذ من الاجنبی علیہ خراج ورد الفضل کا ربا ہا ذیلعی پھر اگر بادشاہ اسکو بنا دے سبز زمین اجارہ پر
تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے گا مالکون پر خراج باقی رہا جو اور زائد کو اسکے مالکون پر دے کذا فی الزیلعی قلت وقد مر
فی الجہاد ان صحیح سقوط باستدخل فیعمل علی المرجوح او علی ان مراد استخراج المستہ الماضیۃ فقط بین کتابوں اور جسنے
کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح ہے محمول ہو گا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے

ہم ستقوط بالتداخل کا محل اسوقت ہو جبکہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو بیکے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہی محل خوب ہے قاضی خان میں ہے کہ جب خراج جمع ہوا اور ادا نہ لیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہ اُسپر سے ساقط ہو گا انتہی اور یہ صحیح ہر سال ماضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحطاوی وفہم مذبوحۃ میتۃ فانکانت المذبوحۃ اکثر تحرکا فہی کالکل والا کالبیان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا یحل لوفی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ وکالمحرم وہی چند چیزیں بلکہ بیان مذبوح اور مردار میں سوا اگر مذبوح زیادہ تر ہو تو اُسکا کل کرے اور کھاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہو یا حلال اور مردار دونوں برابر ہوں تو اُسکا کل نہ کرے اگر اضطرار کی حالت میں ہو مسطح پر کہ فوج کی بکری پاوے اور نہیں تو اُسکا کل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار سوا اسکے کیا کہ غالب قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہوا فادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہو کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں ہم لوگ مسروق اور مغصوب اور باوجود اسکے مباح ہونیکے ظاہر پر عمل کرکے ہر اسلئے کہ قلیل بے بچنا ممکن نہیں تو اُسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہو بخلاف کثرت یا سوا ہونے مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اُس سے احتراز ممکن ہو اگر نخوتن فی الاختیار میں یوں ہو مرغی کو یا کہ شاخ پر دیکھ موضع یاد رہے جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بقیہ نخوتن میں یوں ہو کہ امام فی اماما ملا کذا فی الطحطاوی اور عدد کے لکھنے نخوتن صحیحین میں فقط وقد رہ میں نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی میں ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ مذبوح کی علامت یہ ہو کہ اُسکی گردن کی شہ رگیں خوب خالی ہوتی ہیں اور مردار کی خوب بھری ہوتی ہیں اما ما الاخرس فیما ذکر کتابۃ کالبیان بالسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے یعنے زبان کے بولنے کے برابر ہم یعنے گونگا آدمی اگر پاک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہے ثبوت احکام میں پس لکھا اُسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اُسکا کوئی اشارہ فہم تحقق سمجھاوے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے متعذر ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان بخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان یعنی قادر ہو جو کلام کرنے سے گونگا اگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی مجلس اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونوں برابر ہیں فی وصیۃ وکلام وطلاق وبیع وشراء وغیرہا من احکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علم اشارتہ واشتہرت عقلیم الی موتہ بحیث قلحقہ موفی الوصایا اشارہ گونگا کا زبانی بیان کے مانند ہے وصیت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام میں یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ میں معتبر ہو اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہو بشرطیکہ اُسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اُسکا عدم تکلم اُسکی موت تک متداول ہو اتصل ہوا فی حال پر فتوی ہمیں کہتا ہوں کہ یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا وذکرہ ہنا کالکمال وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بکلامہ اشارۃ او طلق مثلا ثم فقد او عرض علیہ فلم یقدر مستمرا الا لاقرار معتقل اللسان کو یہاں الکمال اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ اُنکے کلام سے یہ مفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مر گیا اُسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہو گا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت مستمر نہیں تو طلاق وغیرہ نافذ نہو گا ہم جب طلاق نافذ نہو گا تو اُسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اُسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے علیہ فلو زوجہا کان صحیحا لاصابہا وطیہا لعدم نفاذہ لکن اذا مات بحال کان یباح لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اُسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مر جاویگا زوجہ کا مہر اُسکے ترکہ سے لازم ہو گا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لکن ذکر ابن ہبۃ فی نوادرہ عن ذکر انہ اشبہ بانہ لاحکم لہ اربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے نوادر ابن ہبۃ میں ذکر کیا ہے اشبہ یہ ہے کہ احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم یہ استدراک ہے علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہیں اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار جیسا نحو انشاء طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہو جاوے جیسا نحو طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلاً دخول دار تو جو طلاق کی علت نہیں وہ علت ہو گی اور استناد یہ کہ حکم نے الحال ثابت ہو پھر مستند ہو اپنے منشوب ہوا اُس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہے سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود النصاب بیقین سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور یقین یہ کہ فی الحال ظاہر ہو اکہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہنا کہ اگر نہ گھر میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہو اور دوسرے دن ظاہر ہو اگر نہ گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اتبین میں فرق یہ ہو کہ تبین میں طلاق ہمیشہ ممکن ہو اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ والمضمرات فہم والضابط للمقتضی والمستند انما یحم تعلیقہ بالشرط یقع مقتضیٰ او ما لا یحم تعلیقہ یقع مستندًا کما فی البحر من باب التعلیق عما لفظہ اذا امتنع مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یحم تعلیقہ بالشرط مقتضیٰ فتنبہ صاحب البحر انہ کما قرطبا کا یہ فعل او قاعدہ کلیہ مقتضا و مستند کیواسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط صحیح ہو وہ بطریق اقتضا کے واقع ہوتا ہو اور جسکی تعلیق صحیح نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ البحر الرائق میں ہو باب التعلیق سے مخالف ہوا اُسکے جو مصنف نے اہل الاردن کی طرف منسوب کیا ہو اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکور یہ ہو کہ طلاق اور عتاق اور انکے مانند جسکی تعلیق شرط صحیح ہو وہ بطریق اقتضا کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہ سنا کہ اہل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہو کذا تکون اشارۃ ولکتابۃ کالبیان فی حد کانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ ما منیہ ہو گونگے کا اشارہ اور لکھنا اُسکا بیان کے مانند کسی حدمیں حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہیں اسلیے کہ وہ حق اللہ میں اور نہ کسی گواہی میں بیان کی برابر ہو اُسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وھل الصحیح اسلام یا کما شارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشبہ ؎ اور کیا صحیح ہو مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام ہیہ دلالت کرتا ہو کہ زبان سلام اُسکا صحیح ہو اور میں اُسکو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع المصاب بصاق محبوبہ یفضی ویکفر ولا کمن محبوبہ یکفی وہو صائم فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی لیا اور روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اُسکا معشوق نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا ہو اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھنا تا ہو اور نہایت مکروہ جانتا ہو تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہو تو اُسکو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہو گئی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج وفی الحج مقتول ہو جانا بعض حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں معتمدا وحمامن الدخول علیہا وھو یسکن معہما فی بیت آخر وکما کما حررناہ وفی البدائع منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہو زوجہ کے گھر میں ناتوانی ہو کمامر چنانچہ بحث اس مسئلہ کی باب النفقہ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہو ہم ناتوانی اسواسطے کہ اُسنے اُسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب ہوگا روکنے کے وقت ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج اولکن لیسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف مالو کان فیہ شبہۃ یا کزوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ نوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہو اسلیے کہ غصب کے مکان میں رہنا حرام ہو برخلاف اُس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہو شبہہ کی صورت یہ ہو کہ زوج نے شناسا مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہو جسکی حلت اور حرمت معلوم نہیں قالت لا اسکن معک امتنعت وارید بیتا علی حدۃ لیس لہا ذلک ولکاتم ولدہ وکلہ ہو فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور میں علیحدہ گھر چاہتی ہوں تو زوجہ کا اُسکو اختیار نہیں اسواسطے زوج کے اور ولد کے ساتھ رہنے کا اُسکو اختیار نہیں اور یہ سبب باب النفقہ میں مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ یا عبدتی کرہ لہ ذلک لیس بعتق کہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا ہے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہو نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اُسنے اپنے غلام سے کہا اے مولی میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہو بنا برائس تقریر کے جو اپنے محل میں گذری اپنے کتاب الاعتاق میں ہم طحطاوی نے کہا کذا ہر اسوائی کا لفظ مالک اور غلام مشترک ہو اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منع الغفار میں لولیٰ تعلیل مذکور ہو کہ سوائے کے حقیقی معنے ثبوت ولا علی العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم

اشتراطیت پر دلالت کرتا ہو واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ کہ یخرج من ید ذی الید مالم یبرھن المدعی علیہ وفوض علیہ بخلاف المنقول
عقار متنازع فیہ نہ نکالا جاوے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو کذا فی الحموی) گواہ گذرانے برخلاف منقول
کے کہ یعنے حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے پر کہ بان وہ زمین یا اسکان میرے قبضہ میں ہو وضعت یعنی دونوں کے گتھ جانے کے
احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی ہو اور مدعا علیہ نے میرے اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تا کہ حاکم اسکا حکم دے پھر جدا کرنے حکم کیا تو اب اسکے
توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہان تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہو گا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے موضعت
کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہو گا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی
یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں دکہ یمکنہ تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت
نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہ تصدیق کہ وہ عقار اسکے لیئے میرے قبضہ میں ہو قول صحیح میں موضعت کے احتمال سے یعنے باہم گتھ جانے کے احتمال سے قلت قد منا
علیہ مرۃ اخرھا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل میں کہتا ہوں ہمنے پیشتر بارہا آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کیا
باب جنایۃ المملوک ہو کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں یہ ہو کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہو گا سو اسکو غور کرلے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہو جبکہ
مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو ملک مطلق کے دعوی میں ہو اما اذا ادعی الشراء من ذی الید
واقر بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحجر لبرھان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تقع علی ذی الید تقع علی غیرہ
ایضا کما بسط فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوے کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہو سو قابض
ذی الید نے اسکے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید صحیح ہو ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہو چنانچہ نزازیہ میں شرح ملتقی کے مذکور ہو عقار کا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کمنقول وھو المختار وتقدم
فی القضاء ان المصر لیس شرطا فیہ بہ یفتی ویکتب بالحکم القاضی بذلک التاحیۃ لیأمرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں ہو
تو اس قاضی کا حکم اس عقار میں صحیح ہو جیسے مال منقول میں صحیح ہو یہی قول صحیح ہو اور کتاب العقار میں آگے مذکور ہو گا کہ وہی شہر جو وسعت قضا میں شرط ہیں یہی
قول مفتی بہ ہو اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اسطرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہو تا کہ وہ اس زمین کے والے کا امر کرے وقیل لا یصح وعلیہ فی الکنز والملتقی
اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہو اور اسی قول پر صدر الشہید کنز اور ملتقی چلا ہو ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہمنے کنز الدقائق
کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ میں مذکور ہو کہ صحیح قول یہ ہو کہ قاضی کا حکم محدود میں صحیح ہو اگرچہ عقار محدود کے قاضی کی حکومت میں نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی بیتہ فی حادثۃ قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او قضیت فی ھذہ النہر جاز وبطلت حکمی او نحو ذلک لم یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں نے اپنے حکم سے پھرا یا سوا اسکے کہ حکم کیا ظاہر ہوا یعنی پہنچے نا حق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا بطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کی قول
معتبر نہو گا بسبب اس کے ہو جانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے مع اور وہ دوسری وجہ یہ ہو کہ اب اول راجح ہو گئی حکم دینے سے تو اسکی ثانی سے حق اسکے برابر ہو
منقوض نہو گی کذا فی الطحطاوی والقضاء ما مضی الکمال بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہو گا بعد صحیح دعوی اور شہادت
مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو مع صحیح دعوی وہ ہو جس سے دعوی کے احکام متعلق ہوں تو اسمیں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا میں اور مطالبہ
جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مسئلہ کا ضرور ہو گا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہو شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو جو فاسد دعوی

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کی صورت یہ ہو کہ مدعی دعوے کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ بنا ہے علم یا مساف زمین ہو اور بمنجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہو کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی للقضاۃ تصرف لا فی ثلث مرت فی القضاء لو بعلم او بخلاف ما ھیلہ او ظھر خطأہ قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہو گا مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں ہو گا تو اب القضا میں مذکور ہو گئیں یعنے اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حاکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشھود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن العز سنی الفوائد البزازیۃ زاد فی البزازیۃ خلافا لمحمد زاد فی البحر ما لم یتغیر قاضی آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فانہ لم یقض لوجود قضاء الثانی یہ قال المصنف ھو قید حسن لما قدمناہ علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہو تو قاضی کا قول معتبر ہو گا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن العز نے فوائد بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محمد کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول ہو گا سبب جو ہوا دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں کو واقف نہ ہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں شروط نفاذ القضاء کی المجتھد اتمہ من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ یتعلق دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر عند قاضی اھل لسماعھا فیقضی بمقتضی ما یسمع من بینۃ او اقرار او نکول او یمین او علم علی الاصح فی ظاھر الروایۃ بشرط کونہ فی مجلس القضاء وکونہ بعد الدعوی الصحیحۃ وکونہ بحضرۃ الخصم وکونہ بعد تمام الحجۃ بالبینۃ وکونہ بعد طلب المدعی وکونہ بعد تعدیل الشھود وکونہ بعد سؤال القاضی عن الشھود فی السر والعلانیۃ وکونہ بعد طلب المدعی الحکم بما ثبت عندہ وکونہ بعد سؤال القاضی المدعی ھل عندک حجۃ غیر ما شھد بہ شھودک وکونہ بعد سؤال القاضی المدعی ھل تطعن فی شھود الخصم

متی تعین یا جاہل ہو کہ آپ نقض قضا جائز ہی یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اُسکا توڑنا جائز ہی ہم قاضی اول کی قضا میں ارتیاب کیصورت یہ ہو کہ وہ متعین نہیں جو چاہتا ہی اُسکا حکم کر دیتا ہی اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہو کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ یہ بیاباد اُوسمیں نہیں کہ دو باغ ہی یا صاف نہیں یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہی کذا فی الخطاطی اذا ترتب بیع التقاضی علی بیع باطل وفاسد لا ینعقد مزدل البیع عن الخلاصۃ والبزازیۃ والبحر چیکہ بیع التقاضی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہ ہو گی جیسا کہ ہو گیا اول کتاب البیع میں خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے مع بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہی جسمیں شرط ہو جو مقتضاے بیع نہیں اور ترتب کی لفظ سے یہ شمار کیا کہ متعاقدین میں تناکہ واقع نہیں ہوا اور اگر تناکہ ہو گا تو بیع فاسد تعلی سے صحیح ہو جاوے گی کذا فی الخطاطی فقط تمام شد۔ جلا عن نقل فاتریہ وھو یرید نہ ویسمعون کلامہ وھو کلام اللہ اھر جادت شھادتھم علیہ بذلک لانہ اذا سکت شخص فی مجلس القاضی عند اقرار رجل بشیء ثم شھد علیہ انہ اقر عندہ لا تقبل شھادتھم لانہ لا یعلم ان سکوتہ عن الانکار اقرار منہ او لا لجواز ان یکون ساکتا لامر اٰخر کما فی الخانیۃ وغیرھا من کتب الفتاوی وھذا ظاہر فی ان السکوت لا یکون اقرارا ولا انکارا فلا یکون حجۃ لاحد الخصمین علی الاٰخر فلا یجوز ان یکون حجۃ لاحد علی غیرہ ثم وجدت فی الخانیۃ ما یفید ان السکوت حجۃ علی الساکت فی بعض المواضع حیث قال ولو ان رجلا ادعی علی رجل مالا فانکر المدعی علیہ ثم سکت ساعۃ ثم قال لی بینۃ اقیمھا لا تقبل بینتہ لانہ لما سکت صار مقرا بالحق ثم رجع عن الاقرار فلا یقبل رجوعہ ولو قال لی بینۃ اقیمھا ولکن اخرونی بھا یوما او یومین تقبل بینتہ لانہ لما سکت لم یکن مقرا بالحق لانہ یحتمل ان یکون سکوتہ لعجزہ عن اقامۃ البینۃ فی الحال فلما قال لی بینۃ اقیمھا ولکن اخرونی بھا یوما او یومین تبین ان سکوتہ لم یکن لعجزہ عن اقامۃ البینۃ فی الحال فلا یکون اقرارا بالحق فلا یکون رجوعا عن الاقرار فتقبل بینتہ ولو قال لی بینۃ اقیمھا ولکن اخرونی بھا شھرا او سنۃ لا تقبل بینتہ لانہ لما سکت صار مقرا بالحق لان سکوتہ لا یحتمل ھذا التاخیر فکان رجوعا عن الاقرار فلا یقبل رجوعہ ولو قال لی بینۃ اقیمھا ولکن اخرونی بھا یوما او یومین تقبل بینتہ لانہ لما سکت لم یکن مقرا بالحق لانہ یحتمل ان یکون سکوتہ لعجزہ عن اقامۃ البینۃ فی الحال فلما قال لی بینۃ اقیمھا ولکن اخرونی بھا یوما او یومین تبین ان سکوتہ لم یکن لعجزہ عن اقامۃ البینۃ فی الحال فلا یکون اقرارا بالحق فلا یکون رجوعا عن الاقرار فتقبل بینتہ ولو قال لی بینۃ اقیمھا ولکن اخرونی بھا شھرا او سنۃ لا تقبل بینتہ لانہ لما سکت صار مقرا بالحق لان سکوتہ لا یحتمل ھذا التاخیر فکان رجوعا عن الاقرار فلا یقبل رجوعہ فقد ظھر من ھذا ان السکوت لا یکون اقرارا ولا انکارا فلا یکون حجۃ لاحد الخصمین علی الاٰخر فلا یجوز ان یکون حجۃ لاحد علی غیرہ ثم وجدت فی الخانیۃ ما یفید ان السکوت حجۃ علی الساکت فی بعض المواضع حیث قال ولو ان رجلا ادعی علی رجل مالا فانکر المدعی علیہ ثم سکت ساعۃ ثم قال لی بینۃ اقیمھا لا تقبل بینتہ لانہ لما سکت صار مقرا بالحق ثم رجع

کیا بیان سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہو کذا فی الحموی بلغ صیحۃ شرح وعی علیہ وعلی مسجد کذا وکنت وقفتہا وارادہ تحلیف المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا لانا نقول اقام بینۃ تقبل علی انہ صح کما یصح الدعوی بل بقبول البینۃ فی الموقف بلا دعوی خلافا لما صححہ الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص خدمت میں پیر دعوی کیا کہ وہ زمین تجھ پر وقف ہے باطنی سجد پر وقف ہے اس کو وقف کیا تھا اور بائع معاملہ کی تحلیف چاہے تو یہ مسکوت جائز نہیں یا اتفاق بسبب تناقض کے اور اگر ایسا نہیں اس پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا پر صحیح تر قول کے نہ اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو رد بلکہ کہا ہے اعتماد اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وجہت ثم جالز وجہا فانت وطالبت وذقتہا بعہر ہا وقالوا کانت الہبۃ فی مرض موتہ ثم ہا وقال بل فی الصحۃ لم تقبل الورثۃ ہذا ما اعتمدتہ فی الخانیۃ بخلاف الروایۃ الجامع الصغیر یعتمد لقولہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج بقال والاعتماد علی قولہ الرابعۃ کانہ نص علیہ قولہ علی وجوب المہر واختلفوا فی الاستوطۃ فالقول لمنکرہا الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور نہ چھوڑا زوج نے اسکا مہر زوجیت سے طلب کیا اور یہ کہا کہ یہ مہر اسکے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بخلاف نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے کہ زوج کا قول مقبول ہوتا ہے فتاوی قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے کہ ان مسئلوں پر اتفاق کیا اور مقبوط مہر میں اختلاف کو نکر سقط کا قول معتبر ہوگا الزوم بانکار مرفاقاضیخان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف اضافہ ہوں قلت واقع فی التوہبۃ الصغری اعتمدتہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ المنلقی کالمکرمن ان القول للزوج وان جزم بہ شارحہ کابن ملک وابن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے اور ورثہ کا قول قبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا چاہئے واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہ الظہر ان الورثۃ لو یکن لہم حق بل لہا وہو یدعونہ لہا فتسمع دعواہم والزوج ینکرہا فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن العمام نے آخر باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اسکا دعوی کرتے ہیں پس انکا دعوی زوجہ کے واسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول قول المنکر والحاصل ان المقول قول الزوج انکر الوارث اعلم وتعلیلہا بطلاقہا لا بملک عزلہا لانہ یمین من جہتہ فی دعوی زوجہ کہ اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے مہم یعنے وکیل کرنیمیں یعنے یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تصدیق ہے زوجہ کے قول پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن جو کہ وکیل کرنا مجلس کے منحصر ہوا اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر منحصر ہے انتہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں اور رجوع کا اختیار ہے کذا فی الظہیریہ وفی کفالۃ الخصاف کلمالک اعزلک بکذا اعمل فی عزلک فانت وکیلہ فلہ ان یعزلہ ما لم یقل ان عزلتک فلست بوکیل فان قال ذلک لم یکن لہ ان یعزلہ لان التوکیل صار مقیدا بالوقت الذی عینہ فلا یملک عزلہ بعدہ وکذا لو قال ان عزلتک فلست بوکیل فی وقت کذا فلہ ان یعزلہ قبل ذلک الوقت وبعدہ لان التوکیل لم یتقید بالوقت الذی عینہ لان الشرط ہو العزل لا الوقت الذی عینہ ولو قال ان عزلتک فلست بوکیل الیوم فلہ ان یعزلہ فی الغد لان الیوم لا یصلح ان یکون شرطا للعزل وانما یصلح ظرفا لہ فلغا ذکرہ وبقی التوکیل مطلقا کما کان اھ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو وکیل کیا اپنی طلاق کا اور کہا کہ میں تجکو معزول کرونگا جس طرح

ادعی شیئا فی الذمۃ تبعض کرنا بدل صلح کا شرط ہوا اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اس طرح پر کہ دونوں پر صلح کی دینار دین سے یا اور کسی چیز سے جنس ہو دو مبین والا کہی دینا مبین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تتعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فیکون افتراقا عنہا اگر صلح دین کی دین سے نہ ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اور اس افتراق جائز ہے برخلاف سلم کے کہ وہاں افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہاں صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف میں افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینۃ لی فلہ یمینہ ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر مدعی نے کہا میرے گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو گی تو اس کی جواہر الفتاوی اور سریع اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کی نیکے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کھائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اس مال سے جو تجھ پر ہے اور اُسنے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق کی گواہی قبول ہو گی یا صلح کرلو مال دلا یا جاویگا کذا فی الخانیۃ ہم طحطاوی نے مناسب مقام ایک عنیس کا الہام جو کے کلاب فاضل کیا ہے تو کہا کہ دوسرے نے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درہم ہیں سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کھائے کہ ہزار درہم تجھ پر نہیں تو میں آنکو ادا کردوں سو اُسنے قسم کھائی مدعا علیہ نے مدعی پر اسکے سر گر اُسنے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہوا اور گواہ کو پھیر لینا جائز ہوا اسواسطے کہ شرط باطل مطابق شرع کے نہیں اسواسطے کہ قسم شرع شریف میں منکر پر ہے نہ مدعی فانتفی قبول الشاہد لامکان التوفیق بالنسیان فی الثانی کما فی البزازیۃ لہذا کہ کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے جیسے یہ ممکن ہے کہ اول گواہی یاد نہیں پھر اسکی یاد آئی فرق ہر کے ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کما لو قال لیس لی عندہ لان شہادۃ ترجاء بہ فتقبل او قال لا اعلم لی حتی فلان تواتر بہا بالحجۃ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق تشہد علی حقا لو تمم الشاہد فتنبہ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے ذمہ یہ میرا حق ہے کسی شخص کو یا سو آدمی سے گواہی نہیں پھر اوسی شخص کو یا سو آدمی سے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہیں پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہو گی جس دلیل سے جو چیز مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان الخ مذکور کیا یہ فلان کے ذمہ میرا حق نہیں پھر اسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع ہو گا تناقض کے سبب سے ہم اگر کوئی کہے کہ نسیان بھی نسیان اور تذکیر سے تو فیق مذکور ممکن ہوا اسکا جواب یہاں ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں برأت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برأت ثابت ہو گی کذا فی الطحطاوی للامام الذی ولاہ الخلیفۃ ان یقطع من لا قطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ جس کو اگر بادشاہ نے حکومت دی ہے اسکو اختیار ہے کہ قطع رہزن کا یعنی کسی کو شاہراہ کے درمیان سے شریکہ اسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہ ہو اسلئے کہ بادشاہ کو اسکا اختیار ہے تو اسپر سکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی بالفعل سے ہے جو دو معنی میں مشترک ہے ایک معنی میں ہے کہ بادشاہ نے کسی شخص کو زمین دی کہ اسکا مالک ہو جائے دوسرے معنی میں ہے کہ بادشاہ نے کسی شخص کو زمین دی کہ اسکا غلہ لے لیوے اسواسطے شارح نے یقطع کا لفظ اقطاع یعنی بالفعل سے ہر دو معنی میں مشترک لیا ہے فلو فعلہ فعکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعا مالہ بسبب الفساد لانہ غصب کما مر فی الکراہیۃ ایک شخص نے بادشاہ سے مال طلب کیا اور اسکے مال کو بیچنا مقرر نہیں کیا یعنی نہیں کہا کہ یہ مال بکریگا دس سو روپے کو پھر اسنے اوسکو بیچا تو بیع مکروہ ہو گی اسواسطے کہ بدل کرہ نہیں بیچنے والے کو اگر وہ غیر منقول ہو اجبار نہ کرنا بادشاہ کو اسکا کہ وہ بیع فاسد کو فسخ کرادے اسواسطے کہ شارح نے کہا اگر بادشاہ نے اسکے مال کی بیع مقرر کردی تو وہ مکروہ ہی رہیگی اب بیع نہیں گریہ کہ وہ شخص ثمن اسکا اپنی خوشی سے لے تو مکروہ نہ ہوگی یہ سمجھ لو کذا لو اذا احبس بالدین فباع مالہ لقضائہ صح اجماعا بیسے کہ دائن نے مدیون کو حبس کیا دین کے سبب سے اور اسنے اپنا مال بیچا دین کے اسواسطے تو بیع صحیح ہو گی بالاتفاق یعنی ہر فعل فعلہ ذو جہاں او غیرہ بالضرب حتی وہبت لہا لو بعد ان تدخل الضرب لا تہا مکرہۃ عبد زنیہ کرایا اسکے خاوند نے یا اور شخص نے زنا آیا ہے تاکہ کرایہ اپنا مہر بخشدیا تو یہ صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کا مالک ہو جائے اسواسطے کہ اسپر ہوا مال کی بخشش بعد ضرب سے منسوب شرعی مراد ہے اسواسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہیں ہوتا وان اکرہا علی الطلاق وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکرہ واقع ولا یلزم المال بالملتا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خاص کسی نے پر رسم سے نہیں کیا بطور اپنے شوہر کے جو زوج پر ہو تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ گھر کی طلاق راجع ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اُس دلیل سے جو پہلے مسئلہ سابقہ میں نہ کور کی ہم اسمیں نظر ہی اسواسطے کہ زوج کہ وہ تین طلاق میں کذا فی الطحطاوی عن الصغیر فی الواقعات انسانا هل الزوج شوهبت للمرأة والوهي اجيبة قلت انما تؤ يقبولوله فبعلوجيدتها الا ان يقال انه يمكن الحمال من مطالبته برفعه الى من لا يشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر کہ بشرط یہ تو وہ صحیح نہوگا فقیہوں نے کہا ہی اور یہ جیسا وہ میں کہتا ہوں کہ جملہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اُسکے حیلہ کو معلوم کرے اور دیگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اُسکا قبول کرنا شرط ہی مگر یہ کہ یوں جواب دیا جاے کہ محال یعنی صاحب دین جبکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اوسکی نالش کے اُس قاضی کے پاس جو محتال علیہ کے قبول کرنے نہیں کرتا اتخذ بذا فی ملكه او بالوعة فزمنها حائط جارة وطلب جارة تحويله لم يجبر عليه لفاده انه لو مر بالرفق وفعل الا ذی ایک شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اُس سے اُسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اُسکے ہمسایہ نے اُسکی تحویل چاہی تو اُسپر جبر نہ کریگا اور عدم جبر سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر نرمی سے امر ہوگا رفع تحویل اور شدت کی وجہ سے ہم عدم جبر کی وجہ یہ ہی کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہی دان سقط الحائط منه لو يضمن لعدم تعديه اذ حفره فی ملكه فكان تسببا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوٹ سے تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اُسکے عدم تعدی سے اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ تسبب ہوا یعنی اندام کا سبب انگیزہ اور فاعل اُسکا اور خاص فاعل عمل ہوتا ہی تسبب و مرفق اخراجا ذانه لو سقى ارضه سقيا لا يحتمله فتعدى لجارة ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اُسمیں نہ ٹھہرا سو اوسکے ہمسایہ کے پہونچا یعنے اُسکا نقصان جاتا تو اوان دے گا عمر و اودیعة عنده باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امر هازوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہوتو بسبب صحیح ہونے اُسکی اجازت کے بیٹے تبرع کا امر التزام ہی نفقہ کا باعتبار والت کے جیسے اپنے دین کے ادا کرنے کا امر (ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اُسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو محکم ہوگا ولها اذ نها فالعمارة لها وهو متطوع فی البناء فلا رجوع له اور اگر عمارت زوجہ کے واسطے بنائی بدون اُسکے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے میں احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو شہر پر کا لینا اُسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمه ولا بينة فالقول لمنكره بيمينه اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اُسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا فی ان العارة لها وله فالقول له لانه هو المتمك اما فاده شيخنا فقد صرح بالغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اسمیں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہی یا زوج کی تو میان زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متمک ہی جیسا پہلے اُستاذ نے اسکو بیان کیا ہی اور کہا ہی غصب بین یسکے مذکور ہو چکا قال هذه رجيتني تراعون بالعطاء وصدقتني خطاه فلان يتزوجها فالوبيت عليه بان قال افاده انه لا يثبت الا بالقول كقولها هو حق او صدقني او كما قلت اوشهد عليه بذلك شهود او فی معنى ذلك من الثبات اللفظي الدال على الثبات النفسي ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیر خوار ہی یعنے میری زوجہ کا اُسنے دودھ پیا ہی پھر اسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اسکے جھٹلانیکی تصدیق کی تو اُس مرد کو اُس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی قسم طلیکہ شیر خوارگی کے قول پر ثابت نہ ہوا سطرح کہنے سے کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا ساتھ ہی جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اُسکی قول پر گواہوں کو گواہ کیا ہو جو ایسی بہ جانب نفی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرتیوالا ہی شاہد نے کہا کہ مصنف نے خالین دیکھا لہذا ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم مصنف نے ہم ثبات قول کو نشد ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اوسکی شیر خوارگی حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا پھر گواہ کیے پھر جداس ثبات قول کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اُسکا قبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اُسکی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وهل يكون تكرارا قراره بذلك ثباتا خلاف مبسوط فی المبسوط

حاصل ان الکلوں کا یہ ہے کہ اقرار اور شہادت خونخواری کے اقرار کو مکرر کرنا ثابت ہوا یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مسودہ میں مذکور ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ اقرار سے ثابت نہیں ہوتا صاحب طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بھی اسے حاصل کے راجح کہتا تو واضح رہتا اور لفظ یعمل غیر یعمد فلا عبرۃ لانسان مدیدا لم یضف الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے بدیوں کو پکارا اسوا ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ کھینچ لینا سبب سازی ہے بچانے کی ہم وائن کی حق تلفی ہوئی مدیوں کے بھاگ جانے سے تو تانع کیطرف حق تلفی مضاف نہوگی جو اسپر ضمان لازم آوے ولکن اذا ذال السائق عظما لغیرہ او اصبر علیہا من عدو حتی قتلہ عدو لما قلنا اور سپاہی جبکہ ایک شخص نے سارق کو غنیمکا مال بتایا یعنے سوائے چور کے بتایا یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اسکو پکڑ کر لیا یہانتک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان مدعی کا قصاص دال دمسک پر لازم نہ آویگا اسوجہ سے جو بتایا مذکور کی یعنی تسبب ہم مستعرۃ ہوا سارق کے فعل سے دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے دمسک کے فعل سے فی یدہ مال الناس فقال لہ سلطان ادفع الی ھذا المال لا نعذبک او نقتلک او نضربک خمسین فدفع لم یضمن لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہو سو بادشاہ نے اس سے کہا کہ یہ مال حوالے کر دے اور اگر حوالے نہ کرے گا تو تیرا ہاتھ کاٹ دینگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اسنے اسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اسپر اکراہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی اللہ تعالی لا تسمع دعواہ بعد ھذا القول ذکرہ فی لقیطۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی سنا نہوگا قنیہ میں اسکو ذکر کیا ہو اذا جازت تلقی الاطفال علی الصحیح فلو غصب عینا من انسان فاجازت المالک غصبہ ھم اجازتہ حتی لو ھلک قبل اجازۃ المالک لا ضمان علیہ اجازت دینے جائز کر دینا فعلون کا بھی الحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے کہ اگر ایک دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح ہوگی اور سوقت میں تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب اب اسے ہم اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت سے قول میں اختلاف نہیں ہر بیع میں فضولی کے تصرفات میں ولو انتقصہ فامرہ بالحفظ کما یبرأ عن الضمان ملا یحفظ ثم عاد اور اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک سے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا ایسا کرنا یمین میں ہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو بموجب امر بالحفظ کے ضمان سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضم المجمل فی المجمل یصیر مجملا وضم مبین الی مبین کذلک فیدخل الفاتی اذا وجد میتا من ساعتہ لم یحل ذبحی وجد الحمار مجموعا میتا لم یدخل الا بشرط ان یذبح الشاۃ ایضا حتی یحل ذبحہ والا فھو میتۃ للنطیحۃ بچہ پایا جانور جنگل میں تاکہ اس سے گوشت کمانا کرے اور اسپر بسم اللہ کو ذکر کیا پیشکاری کے لئے دودھ نکالا یا گوشت خشک مردہ پایا تو وہ نکھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا نحر کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہو جو بسبب جانور کے سینگ کے ضم سے مر گیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی ہے اسواسطے کہ اگر اسکو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرھتہا او قل تنزیھا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاۃ والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر للانثی والانثی للذکر الخ ویکرہ ذبح ما یحلب لبنہ کالشاۃ والبقرۃ والناقۃ ویکرہ ذبح الحامل اذا تم خلقہ وظہر ولدہ بالحرکۃ والاضطراب وقیل بالشعر وقیل بالظفر وقیل بالسن وقیل بالوبر وقیل بالحافر وقیل بالقرن وقیل بالظلف وقیل بالمخلب وقیل بالمنقار وقیل بالریش وقیل بالجناح وقیل بالعرف وقیل بالذنب وقیل بالاذن وقیل بالعین وقیل بالانف وقیل بالفم

یا بیٹے فرح مراد جواد خاسعہ سے خصیہ اور عین سے عدد اور دال سے دم اور میم اول سے یتیم ثانی سے مراد اور فال سے مراد ہے بقا ضی فراضا الالتقاط والطفل واللقطة تشروط تقدمت فی القضا ج قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے اگر شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضا میں مذکور ہیں مگر یہ شرط کہ یتیم کا وصی ہو اور عقد مضاربت کا کرنے والا نہ ہو اور مستقرض مقدور الادا ہو کما علا (لا بیہ والوصی والملتقط الا اذا استدانها حتی شاع عجز تصدق فان اقراضا لولی زیلعی بخلاف باب الوصی لقطہ پانے والے کے لیئے باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہر گز جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا صدقہ کرنا جائز ہے تو اسکو قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ۱۲ طحطاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہے الا اذا استدانها حتی شاع عجزہ فاقراضہ اولی دونوں عبارتوں کا حاصل مطلب ایک ہے قال اذا کان اللہ یعذب المشرکین فما ذنب امرأۃ طالق کل امرأۃ لہ طالق من المشرکین من لا یعذب کما فی الخانیۃ ایک شخص نے کہا اگر اللہ تعالی سب مشرکوں کو عذاب کریگا تو اسکی عورت مطلقہ ہے اس قائل کی عورت پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ مشرکوں میں سے بعضوں پر عذاب نہ ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے وظاهر ترجيح هذا للمراد بهذا البعض من يصدق عليه المشرك وفي الحلية بان يكون مشركا في عمره ولم يعتم لم يأت الحسي او الحقائق الذين قاتلهم مشركون شرعا واذا ثبت البعض لا يعذب هو سالبة جزئية لم يصدق في الموجبة الكلية لفائدة كما قرر في محله قال المصنف اور ظاہر ترجیح اول ہے تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے کہ اس بعض غیر معذب سے وہ لوگ مراد ہیں جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ میں شرک کا مرتکب ہوا ہو اگرچہ کسی زمانہ میں شرک سے توبہ کر لیا ہو اور اسکا خاتمہ بخیر ہو کما ذکرہ الشارح اور بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیونکہ وہ شرعاً مشرک ہیں یعنے بحکم دین آبائی اگرچہ شرک کا اطلاق درحقیقت ثابت ہو کر بعض شرک معذب نہیں اور قضیہ سالبہ جزئیہ ہو تو موجبہ کلیہ یعنے ہر شرک معذب ہے صادق نہ آیا ایسا کہا ہے مصنف نے فی الفتح میں مطلق نہیں ثابت ہوا کہ صدق سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہیں آتا ۱۲ موجبہ کلیہ یہاں ان کان اللہ یعذب المشرکین ہوا سواسطے کہ مشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنے کل شرک معذب اطفال شرک میں ثابت ہوا حالانکہ یہ ہر گز وہ بہشت میں داخل ہونگے وقد رد هذا الغير على غير هذا ابن وهبان فقال ۵ وهل قائل لا يدخل النار كافر فيه ولكنهما يالمؤمنين تعلق ۱۲ اور البتہ ابن وہبان اس پہلی کو حاشر کے خلاف اصطرح پر لایا ہے وہبانیہ میں سواسکے ابن کہا اور کونسا ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ وہ دوزخ میں کافر داخل نہ ہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنوں سے معمور ہوگی قال ومعناه ان الكفار لما يردون النار يشمتون بالله تعالى ورسوله كما نقله فرعون يقتهم ايمانهم لما رأوا بأستا ابن وہبان نے کہا اور اس پہلی کا مطلب یہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکھینگے اللہ تعالی پر اور اسکے رسول پر ایمان لا دینگے اور اسوقت کا ایمان کچھ نفع نہ کریگا حق تعالی نے فرمایا تو کافروں کو انکا ایمان لانا فائدہ نہ کریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگر یہ نجات ہوگی اس ایمان کذائی سے تو کہیں نہیں تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد ہوگی استغفر اللہ من ہذا التلفظ والجواب المعتمد هو عدم اعترافهم حين تنكشف الغطاء ونحن نراهم مؤمنون ففي الدنيا سوال اور جواب تو مذکور کے پچھلے مصراع کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوزخ کے داروغے انکے موکل فرشتے ہیں جو وہاں کے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن باقی ہیں تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بہت میں دو سوال ہیں مگر یہ سوال ثانی میں مذکور ہے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی قال ابن الشحنة وعندي ان هذا مما يتكرر ذكره والتلفظ به ولا ينبغي ان يدون ويسطر ولا يعتمد تاويل قائله انتهى قلت هذا مع جزمه وجهمه تكلم فيه فكيف الاول فلا تعقل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اسکا لکھنا جائز نہیں اور اسکے لائق نہیں ہے کہ کتاب میں مدون اور مسطور ہو اور مناسب نہیں کہ اسکے قائل کی تاویل بخصوصیات بنائی قبول کیجاے انتہی کلامہ ابن الشحنہ شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور یہ یعنی بہت کا سوال ثانی یعنے مومنین کے فرشتہ داروغہ ناجا ہونے کا اسکی وجہ کے ہمین کلام کیا گیا اور اسکو مسلم نہ کہا سو پہلا سوال یعنے کافر دوزخ میں داخل نہوگا کیونکر مانا جاویگا سواے کتاب کے دیکھنے والے اسکے غافل نہ ہونگے جیسا کہ ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ بعضوں نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام

ف کیونکہ جو شخص کافر ہے اسکا خاتمہ بخیر ہونا کیونکر معلوم ہو سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا خاتمہ بخیر ہونا ظاہر ہے اسکی وجہ سے اسکو مومن کہا جاتا ہے

ف ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا جواب اس طرح پر ہو

ابو حنیفہ رح سے پوچھا گیا کہ ہوس شخص کے حق میں جو کہتا ہو کہ میں بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہوں اور مرد دار اور خون کھاتا ہوں اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہوں اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہوں اور حق سے بغض رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سو امام رح نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انھوں نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام رح نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے سو بہشت اور دوزخ سے اور جھوٹی اور تلی کھاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اسنے خدا کو اور رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہیں ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور جنازے کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو مبغوض رکھتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استہزاء ہے تو طرح استعمال کو کہتا ہے نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام طحطاوی طرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اسکی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصاً اس زمانہ میں جسمیں بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات مع تعالی میں پھیل پڑے ہیں انتہی من شرح الوہبانیہ لمذاقی الطحطاوی ثم سبحان اللہ طاہر دین ایسے قول پر اسقدر انکار کرتے ہیں اگر چہ اسنہ زمانہ کے مبتدعین اور بیباکون کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے العیاذ باللہ من بدع الاہوا و فضول الکلام ثم ثابت شیخنا قال قد تضمن انتقاد علی نصیر الکفار وانہ ماکان ینبغی لہ ان یرد ہ وباللہ التوفیق پھر سنے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی لینے میں نے ایسے کلام وحش کو حق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو انکار مردن کرنا اور کتاب میں قابل کرنا لائق نہ تھا اور عدم توفیق درستی کلام کی ہم لگاتے ہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ ابن شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے وحیتی حشفۃ ظاہرہ لو انہ الثان ظنہ مختونا لا تقطع جلدۃ ذکرہ الا بتشدید لم تر علی حالہ ایک مرد کا ہے جسکی سپاری اسطرح نمودار ہے کہ اگر آدمی اسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہے اور اسکے نازک کی کمال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت دردرسانی سے تو وہ اسی حالت پر چھوڑا جاے ہم ختنہ سے غرض الخشان حشفہ ہے پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی کشف اسد وقال اھل النظر کما یطیب الختان وکذا یطیب الختان ایضاً مانند اس بڑھے کے جو مسلمان ہو گیا اور واقعہ کا رد اس کا کہ ختنہ کی طاقت نہیں کہتا ہو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاے ولو ختنہ ہم انقطع الجلدۃ کلہا ینظر فان قطع اکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما دونہ لا یکون ختانا یعتد بہ لعدم الختان حقیقۃ وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال انکی کٹ گئی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ حقیقی ختنہ یہ ہے حکمی جسمیں سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ وہ ہے جسمیں نصف سے اکثر کٹے لائق للاکثر حکم الکل ولا صح ان الختان سنۃ کما جاء فی الخبر وھو من شعائر الاسلام منصفا لقہ فلو اجتمع اھل بلدۃ علی ترکہ حاربھم الامام فلا یترک لعذرہ وھذہ شبہۃ لا یطیقہ ظاہر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اسکے خصوصیات سے ہے اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمانوں کا حکم اسنے قتال وجدال کرے تاختنہ کے سیلح ترک نہیں ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان ہوا اور اسکی طاقت نہیں کہتا ہے تو اسکا عذر ظاہر ہے وہ ختنہ غیر مصلحم وقیل سبع سنین کما قالہ الزاہدی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے لیکن کے عسر من ختنہ کرنا چاہیے نفس قلعی ضعف نہیں اور بعضوں نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہیں کذا فی الشلبی وجہ اسکی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہوتا ہے اسی عمر میں اسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ طہارت حاصل ہو یہ قول کافی ہیں مذکور ہوا اور خزانۃ الفقہ میں اسنے زیادہ کہا ہے کہ اگر اس عمر میں ختنہ نہ ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہو ختنہ نہ کرے اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیلئے ہوا اور قبل بلوغ کے طہارت واجب نہیں کذا فی الطحطاوی وقیل عشر اور بعضوں نے کہا کہ دس برس ہیں ختنہ کا وقت ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے مارنے کا حکم ہوتا ہے اسکو حادث پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشرۃ سنۃ وقیل لبلوغ بلا تقدیر وھو الاشبہ اور بعضوں نے کہا انتہاء وقت ختنہ بارہ برس ہیں اور بعضوں نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب ترجیح دینے کا ہے مقال ابو حنیفۃ لا اعلم ولم یختنہ ولم یر عنہما فیہ شیء فی ذلک اختلاف المشائخ قیل اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہیں ختنہ کرنے کے وقت کا

سا جنین سے بھی اسین کوئی حاجت ہو نہیں تو اسواسطے علماء نے اسین ختان واقع ہوا ختان المرأۃ لیس سنۃ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں ہے بلکہ عورتوں کا مردوں کیواسطے تکریم ہے ہم نے حق تعالی نے شروعیت ختان نساء سے عرض کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہے جماع مین کذا فی الطحطاوی وقیل سنۃ مرفوعا قول ضعیف ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے ودفن جمیع السبعۃ وطمن دلن بختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فقال سبعۃ وفی المرسل بختونا العرب خلیفۃ ثمانۃ وستون طیبون اکارم وھم کرکیا شیثا ادریس ھود صالح ابراھیم لوط شعیب موسیٰ محمد صلی اللہ علیہم وسلم ونوح شیث اسماعیل اظنہ اسحاق یعقوب یوسف ایوب یونس عیسیٰ ہود زید تمام اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کردیا ہان انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سوا ان کہ اسکو سولون مین تیری کی قسم پیدا التی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت برکتی والے اور وہ ہین حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت خلطا اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہاد حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک پس ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام طحطاوی نے کہا اس نظم سے صحیح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین فیجب ذکی الصغیر وقطع قرحتہ وغیرہ من المداواۃ المطلوبۃ اور واجب ہے لغلم صغیر کا دغنا اور اسکے قرحہ کو چیرنا جلانا اور اسکے سوا اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور سہلیان ترکیون کے کان چیدنا بنیت کی نعمت کیواسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم وکل ما فیہ منفعۃ لہا اور جانورون کی فصد کرونا اور اسکو داغنا اور جس علاج مین کہ اسکے واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منہا کالکلب عقور فہم تقریر بجہا ای الموذۃ ذبحہ لا یضر بہ کہ نہ لا یفید لا یحرم قتلہا اور جانورون مین اس جانور کا مارڈالنا درست ہے جو موذی ضرر رسان ہو جیسا کہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہنچانے والی اور بہو موذی کو ذبح کردے اور اسکو نہ مارے اسلیے کہ مارنا اسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلاوے وفی المنتقی یکرہ احراق جراد وقملۃ وعقرب بلا بأس بأحراق حطب فیہا وعمل القملۃ لیس بادب اور منتقی مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین ان کو آگ سے جلانے کا نہین ہے چیونٹیان ہون یا جون کا پھینکنا زمین مین برادب نہین ہے ہم ہواسطے کہ جون ہر شخص پر چمٹ جاتی ہے تکلیف دیگی اور موت نسیان ہو اور گرسنگی سے اسکے تاحق تعذیب ہو تو اسکا مارنا بہتر ہے کذا فی الطحطاوی تبصرف وجازت المسابقۃ بالفرس والبعل لا الرجل الرمی لیرتاض بہا و المسابقۃ یعنے باہم سبقت کرنا اور آگے نکل جانا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی بہامنت کیواسطے ہم مسابقت کی شرط پر کہ دوڑنی مقرر ہو گھوڑا اور اونٹ تاب رکھتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کرسکیگا بالضرور تو جائز نہین ہے کیونکہ مسابقت خلاف قمار ہے جائز ہوئی استباع یا منت کی وجہ سے اور ہر صورت مین تو غیر کو حاضر کرنا اپنا مال نیا ہو اس شرط سے جسمین سبقت نہین ہے تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی الفتح یا منت جہاد کی جیسے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے امر واجب مقصود ہو اور دل لگانا تو اب مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط المحلل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت مین مال لگانا دونون جانب سے امر واجب مقصود ہو اور دل لگانا تو اب مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی تبصرف وجازت المسابقۃ بالفرس والبعل لا الرجل الرمی لیرتاض بہا و المسابقۃ یعنے باہم سبقت کرنا اور آگے نکل جانا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہو کر اور پیدل چل کر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی بہامنت کیواسطے ہم مسابقت کی شرط پر کہ دوڑنی مقرر ہو گھوڑا اور اونٹ تاب رکھتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کرسکیگا بالضرور تو جائز نہین ہے کیونکہ مسابقت خلاف قمار ہے جائز ہوئی استباع یا منت کی وجہ سے اور ہر صورت مین تو غیر کو حاضر کرنا اپنا مال نیا ہو اس شرط سے جسمین سبقت نہین ہے تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی الفتح یا منت جہاد کی جیسے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے امر واجب مقصود ہو اور دل لگانا تو اب مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط المحلل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت مین مال لگانا دونون جانب سے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجاوے تو مال شرط خالد سے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے نکلجاوے تو زید مال دیوے اسواسطے حرام ہوا کیونکہ یہ قمار ہے کہ احد الجانبین لا یخلو عن احدہما یعنی ایک جانب سے مال کی شرط ہو تو ضرور ہے کہ ایک جانب سے مال شرط ہو تو حرام نہین ہے جبکہ دونون جانب سے شخص غیر محلل کو دونون جانب سے داخل کرلین اسکی شرط کے ساتھ جیسا کہ کتاب کے نظم مین مذکور ہوا کیونکہ اس صورت مین داخل محلل کی یہ ہے کہ مثلاً زید اور خالد سے ہر شخص مثلاً محمود سے کہین کہ اگر تم دونون سے سبقت کرجاے تو ہم دونون سے دو مال شرط تو پاوے اور اگر تم سبقت کرو گے تو ہم تمسے کچھ نہ لینگے لیکن چونکہ زید اور خالد مین مال شرط ہوا ہے وہ بحال تو باقی ہے جو انمین سے بڑھ جاوے وہ دونون سے مال شرط کو لے لیگا اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کرگئے تو انکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہو کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ تر یقیناً یا دونون سے کمتر ہو یقیناً تو جائز نہین باعتبار علت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا لمال شرط حرام نہین ایک جانب سے

احسان کی دلیل سے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھ پر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھ جاے تو مین کچھ تجھ کو نہ دونگا یہ سو اسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہو دونون طرف کی باجیت کے احتمال سے سو یہان دونون طرف ہکا احتمال نہین بلکہ ایک طرف ہار نا ہی اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہی احسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوار ون کی جماعت سے کہا کہ جو تم میں سے آگے بڑھ جاے وہ ہمارے اسقدر مال لے یا اُسنے تیر اندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہ جائز ہی اور مسابقت کے مانند فقہا مین اگر کسی مسلمین تنازع واقع ہوا اور صلح کے واسطے مال مقرر ہوا یکجانب سے یا دونون جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے لیے کہ حلت کیوجہ سب کو شامل ہو کیونکہ دونون جانبون مین یکسان اور شرع کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی کلا یجوز استبقاء فی غیرھذہ الاربعۃ کالمشی بالجعل واما بلا جعل فجوز فی کل شیء

وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا جیسے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیر اندازی کے سوا اور چیزون مین چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال شرط کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شے مین مسابقت جائز ہی اور اسکا بیان زیلعی مین ہر ہم سے سب مسائل مذکورہ مسابقت کی فتاوے عالمگیری مین زیلعی سے منقول ہین اور یہی مذکور ہی کہ باب مسابقت مین جواند کورہ سے مراد حلت ہی نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال شرط کو نہ دیگا تو حاکم جبر سے اُسکو نہ دلائیگا اور حکم

کو سپرد نہ کریگا ولا یصلی علی غیرالانبیاء وکعلی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات ملائکہ کے اون

پر بولا جاوے مگر بطریق پیروی ہم یعنے یون کہنا سچا ہے بلا استقلال کہ اللھم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہا درست ہی کہ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء اُمتہ طحطاوی ملکی کما یفیدہ ان غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی (ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ) لیکن جمہور علما کے مانے ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہی تو غیر انبیا اُنکے ساتھ شریک نہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہوہ دعا جعلی ہی اور اسمین احتمال ہی کہ آیندہ کو خبری یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہی نووی نے اذکار مین اور کہا ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ کراہت نہین ہی اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہی ابو العالیہ نے کہا کہ یعنی صلوۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہی حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ سے دعا مراد ہو فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہی کہ یہ بہترین اقوال ہی اور اسیطرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہی اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول مقبول پر صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وھل یجوز الترحم علی النبی فی کلام زیلعی قال فی الخلاصۃ انہ مکروہ اور کیا جائز ہی لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جو از کذا فی الزیلعی مین کہا ہون اور ذخیرہ مین ہی کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہی یعنے یون کہنا اللھم ترحم علی محمد جائز نہین ہم یعنون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہی وانما غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بھی ہی اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللھم ترحم علی محمد کہنا جائز ہی اسواسطے کہ سب عبادسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الٰہی کے خزانہ اکمل پر ہی فرض کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسما معظمہ سے واجب ہی تو غیر عرب کیلیے یہ کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہی خصوصاً اہل حرمین کی حرمت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے ہین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی وجوز السیوطی

استقلالا افلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا بطریق استقلال کے تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب التوسل بالصحابۃ اور مستحب ہی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب دعاے آلہی مین نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین اور لوگ اگر چہ قطب الاقطاب ہون اُنکے ادنی مرتبہ کو بھی پہونچ نہین ہو سکتے جبکہ اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے ولکل مراختلف فیہ توکل الفریقین والقمان اور سیطی رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہی

لوگوں کو جنکی نبوت میں اختلاف ہے بنا بچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی
اور بعضوں نے کہا جنکی نبوت میں اختلاف ہو انکے نام لینے کے وقت یوں کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم بنا بچہ قونانی کی شرح مقدمہ میں مذکور ہے والترحم للتابعین
ومن بعدھم من العلماء والصلحاء ونحوھا اختیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہو اور جو انکے بعد ہیں یا ہر قسم علماء اور صلحاء اور باقی نیک لوگ ہم تابعین
وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا بچہ العلماء زین الدین وحسن البصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز علیہ والترحم
للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور ترحم جسکی اسکا جائز ہے یعنے ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور انکے بعد
صالحین کیواسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے فرمائی نعم والمذکور فی کتب فقہ من امامنا کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ وقولون لفظ مذکور ہے قال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی والتابعین بالرحمۃ ومن بعدھم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر ہے کہ صحابہ کیواسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے
تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگوں کیواسطے عفو اللہ لہم اور سجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ہم مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب
کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام میں قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی من کتاب الصوم ویکرہ ان یقال عطارد یا اسم الدبیر وزحل یا بعد یا یا اسم ھزیل المیمن جرم
اور لوز مذاد اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہیں یعنے تحائف رسانی ان دونوں کے نام سے حرام ہے ہم نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ
کی اور مہرجان جو اسمیں تاریخ ہے مہر ماہ کی آتش پرست وہ دونوں نوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے
کہ مشابہت ہنود کی ان تصانیف کا تعطیلہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی للمشرک یوم المہرجان بیضۃ یرید بہا
تعظیم یوم فقد کفر حبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم و تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک شخص نے
حق تعالیٰ کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بتحقیق کافر ہو گیا اور اسکا عمل حبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی
انتہی کلامہ ولو اھدی المسلم لمثلہ یوم النیروز یریدبہ تعظیم الیوم کما یعظمہ عبدۃ النار لکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اسکے دن کی تعظیم کا ارادہ کیا بلکہ
تحفہ رسانی میں لوگوں کی عادت پر چلا تو کافر نہ ہوگا ویینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ قطعا للمشابہۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ رسانی کرے شبہ دفع
کرنے کے واسطے نوروز کے دن اگر یہ تعظیم کا قصد نہ ہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہے تو اگلے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ عالم یشتری قبلہ الی لم یعظمہ
کفر وان اراد اکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن مویز خرید کی جسکے قبل خریدی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریدار سے ہو تو کافر ہو گیا
اور اگر کھانے پینے اور لذت شناسی کا قصد کیا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الزیلعی وکذا یکفر بلبس القلانس فیہ حریر وکذا یاس علیہ برلیس فوق ایہ اصابع مزاحیہ
اور کچھ مضائقہ نہیں قلانس کے پہننے میں سوائے اس کپڑے کے جسپر شیر ہو جو انگلیوں سے زیادہ ہو کذا فی الذخیرہ قلانس جمع ہے قلنسوۃ کی قولہ قلنسوۃ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم
اسکو سر پر رکھتے ہیں کذا فی بعض نسخہ المصنف یعنی کالقلنسوۃ المعروفۃ الآن یا کہ ضیاء الدین سے اقسام میں ہر کہ قلنسوہ پوشیدہ باشد کذا فی الطحطاوی وہو حرام ہے کما یاتی
اور شیخ قلنسوہ اور جبہ پر ہمیشہ رہنا مکروہ ہے کذا فی الحرست صحیح قول یہ ثابت ہوتا ہے بخلاف اس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا
فی الطحطاوی وفی بلبس الی ۔ اردو ان سال وسط العمامۃ بین کتفیہ الوسط ظہرہ وقیل الموضع الجلوس فی بغیر ہ اور سنت ہے بدلنا پگڑی اور عمامہ کا شملہ
لٹکانا دو سیدھا دونوں مونڈھوں کے آدھی پیٹھ تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام سے کچھ کم باشد ویکرہ ای لغیر حاکم او عالم کما فی قاضی خان ویکرہ لبس
المصمتۃ للنہی عنہا ابن عمر رضی اللہ عنہما انما کان رسول اللہ یحملہ ۔ علیہ وسلم من لبس المصمتۃ وقال وایاکم وکل مصمتۃ تمازی الشیطان
اور دون کی کپڑے ہو جیسا پائجامہ کہ کلاہ اور خفتان کہ بیچ کپڑے کا ہو بسبب قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس مصمتہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بیشک یہ لباس ہر شیطان کا ہے ستحیل ولباس اللہ للزینۃ بقولہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات کذا فی

اور مستحب ہو کہ اچھا اور آراستہ لباس پہنے اور اللہ تعالی نے زینت کو مباح کیا ہو بدلیل قول حق تعالی کے تو کہہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو واسطے بنانے کے لائی ہو اور پاکیزہ روزی سے الآیہ معہ ترجمہ اور مستحب ہو کہ حسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت بہم دینار تھی بدلیل آیہ کریمہ قل من حرم (پ ۸ ع ۱۱) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہو تو پسند کرتا ہو کہ اُسکی نعمت کا اثر اُسپر نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے رداء مبارک پہنے جسکی ہزار درہم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر وہ اتھی جسکی قیمت چار ہزار درہم تھی چنانچہ ربیع نے ذکر کیا ہو امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المؤمنین عمر اپنا قمیص سینتے تھے اور ایسے پیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المؤمنین تھے حکمت کے سبب ایسا کرتے تھے سوا گروہ انفس کے سینتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو انکے عامل انہیں انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کبھی عمدہ لباس یا طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ منع فرمایا کی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والشائبانی ان العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاهل ولو قرشیا قال اللہ تعالی وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ فاذا رفع اللہ ضعہ بضعہ لاجل قرشیتہ وهم اولاد الامام علی الاصح ودنائة الجاهل لاجل خسة نفسه ولا عقله وجوان عالم کو تقدم کرنا یہ جاہل پر جائز ہو اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالی ہو سو جاہل کو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی اسکو درجہ مین ڈالیگا اور اولوالامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہو علماء دین مراد ہین بنا بصحیح ترین اقوال کے اور یہی وارث ہین انبیاء کے بالاتفاق آنحضرت نہین ہم پوری آیت یون پڑھا فاقرؤا ما تیسر منه انکم ستکونون امة یتعلم بعضکم من بعض فمن وجد علما فلیأت اهل البصرة او الکوفة او الشام او الیمن فانی ادعو اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر یعنے جب کہا جاوے کہ اُٹھو تو تم اُٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہو اللہ تعالی درجات انکے جو ایمان لائے تم مین سے اور انکو جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو واللہ تعالی انکا عالم اور اور دانا ہو تفسیر بیضاوی مین ہو کہ اللہ تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین بواسطے کہ علم انپی بلند مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہو جو مقرون بزہد و خشیت ہو اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہو غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہو تفضیل عالم کی عابد پر جیسے چودھوین رات کے چاند کی تفضیل باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی نے احکام قرآن مین ہین کہ بسبب اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجالس مین فوقیت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہو اسطرح حضرت کے بعد بھی عالم کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس نے کہا کہ علماء کے رجا اور مومنین کے اور سات سود ہے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہو زید بن اسلم نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یہ ہو کہ عالم اور استاد کے پہلے فتاح کلام نہ کرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے مین اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اسسے بھی زیادہ ہو کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہو کہ زید نے سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم عاکر ین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہو فرمایا کہ امین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو امین بد ہین وہ اور بدون سے بدتر ہین کذا فی الطحطاوی منقول ہو امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہو فرمایا علم کو اسیقدر شرف کفایت کرتا ہو کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہو اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہو کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہو اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہو جاتا ہو خضب لجهل الذین للنساء والجواری جاز فی الاصح وکره فی السواد وقیل لا ومر فی الخطب ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لیے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین جم ابو یوسف سے مروی ہو کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہو کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہو اسکو سیر آرائش کرنا آئین اختلاف ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہو کہ نہین والوالحیہ مین ہو کہ صغیرہ کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاؤن مین لگانا لائق نہین کہ یہ آرائش ہو اور یہ عورتون کو مباح ہو اکمل کی شرح مشارق مین ہو کہ خضاب مین دو مقام ہر اختلاف علماء ہو ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین انس نے کہا کہ مجھے آپ کا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہو کہ انھون نے حضرت کا

تر و خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا سو جسنے دیکھا وہ بیان کیا اور جسنے اس مقام میں ہر گز خضاب نہ دیکھا اور قول مختار یہ ہے کہ ترک افضل ہوا اسلئے کہ پیغمبر پیری سے سنی دار ہوا اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہوا اسواسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبرؓ کا خضاب کرنے تھے اور بعضے عمرؓ سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا اور بعضے سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان اور حسنین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہوا اور ہم حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہو چنانچہ فتاوی خانیہ میں مذکور ہوا اور شافعی مذہب کے لحاظ سے ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہو مرد اور عورت کو زرد ی اور خرمی کا رنگ اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہوا اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہد ین کے حق میں ہو اور غازیان کو حرام نہیں کافروں پر رعب ڈالنے کیواسطے اور صحابہ کرام نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہو قالہ الحموی کذا فی الطحطاوی ہم یہ نے اپنے استاد میرزا حسن مجدت سے سنا وہ اپنے استاذہ سے نقل کرتے تھے کہ منسوخ وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیز سے ہوا اسواسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہو کہ جب اہل حسین شہید ہوئے تو انہوں نے سیاہ خضاب کیا تھا واللہ اعلم کما یجوز ذات یا کلا متکیا وکل ما لم یرد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام کل متکیا کجم الفتاوی جیسے جائز ہو کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوا کہ آپنے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اطلقہ الزاہدی فی ہدیتہ فقال الی القضاء لا لکن یرد استحب لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الحائط ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر میں سو وہ بھاگا میدان کیطرف تو یہ مکروہ نہیں بلکہ بھاگنا مستحب ہو بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے واذا خرج من بیت لا یطاق عدوہ فان علم ان کل شیء یقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی ہو کرو کذلک فلا یدخل ولا یخرج میاتزا لا عتقادہ وعلیہ عمل النہی فی الحدیث الشریف کجم الفتاوی اور جیکہ انسان نکلا اس شہر سے جہیں وبا ہو سو اگر وہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اسکے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہاں جانے میں جہاں وبا نہیں ہو اور اگر اسکے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچیگا اور اگر وبا کے شہر میں گیا تو اسمیں مبتلا ہوگا تو اسکو یہ مکروہ ہو تو وہاں نہ جاوے اور نہ وہاں سے نکلے تا اگر اسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف میں محمول ہو کذا فی مجمع الفتاوی فقہ ذیلعۃ لیس بہا غیرہا فقہ منیریدلان یفر ولیس لہ خلال بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں ہو کہ وہاں اس سے زیادہ تر کوئی عالم نہیں اور اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہیں ہو چنانچہ یزازیہ وغیرہا میں ہو یہ قول محمول ہو اُن جہادوں میں جو ہنوز فرض عین نہیں ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانوں کو زیادہ تر ہو تا ہے جہاد کے تو اب سے جو ہنوز فرض عین نہوا بلکہ فرض کفایہ ہی قضی الدین الدین الحال قبل الحلول اعمال فی الحال ولو تزاحم دین کتابۃ لا یأخذ من الزیادۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی ولا یلزم دھو جواب لمتاخرین قنیہ وبہ افتی الموحوم ابو السعود افندی صفی الروم وعلیہ بالرفق بالمدیون قنیہ فعلی الدائن ہدیۃ دین سے جو مال کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا مدیون مر گیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہو گیا یا فیلیٹ مؤجل بحالہ اور ہو گیا سو میت مدیون نے ترکہ سے لیا گیا تو نہ اس سے جو داس اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہو علما متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہو مرحوم ابوالسعود افندی مفتی الروم نے اور عنایت عباد میں اسکی وجہ مذکور کی ہو اور مقرر ہے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہم صورت اسکی یہ ہو کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ بارہ درم کو بیچ کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد دام ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد دام گیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ یلمقہ شارح کا فی اخر الکتاب یستحب لمن حفظ القرآن فی کل اربعین یوما ختمۃ مرۃ آخر کنز الدقائق میں ہو کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہو کہ ہر چہل دن میں ایکبار قرآن مجید ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہو نہ مجرد تلاوت قال تعالی افلا یتدبرون القرآن **خاتمہ** قرآن خوان بہ سلام کرنا سنچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب نیا باندہ دن درست ہیں قول صحیح میں اور جیب قاری الخان سے

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو آپ پر صلوٰۃ واجب نہیں اور مسئلہ روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال میں دو بار ختم کیا تو اُسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قیام میں ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایکبار ختم کرے اور سنت ہے اُسکے واسطے تعلیم اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو تنا دیل اور تنظیم سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کیوقت جمع کرنا اور اُنکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور سنت ہے یہ کہ تین دن سے کمتر میں ختم نکرے اور سنت ہے کہ ہر سال ایکبار اُسکو قرآن سنائے جو اُسسے زیادہ تر جانتا ہو اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر پاؤں رکھے اور مصحف کو کمر سے پیچھے پڑھا کرے تاکہ وہ مجرد اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور نجنبی قرآن کو اپنی قبل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اُسمیں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بغل قبر کے مانند کھود کر دفن کر دے یا اُسکو محو کر دے یا اُسکو ہر دو طرح پاک جگہ میں رکھ دے جہاں بے حرمتی نہ ہو اور دوسرے کا ہاتھ پہنچنے سے اور کتب تفسیر و فقہ اور کتب حدیث کے پاؤں پھیلانا منع ہے اور غیر نرم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھنا ہو تو بنانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی آیات یا سورت سیکھا کیپھر اُسکو بھول گیا اور یہ روایت ہے کہ اُسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہ ہو تو احادیث کو تو آدمی پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اگر اُسکا گھر میں قرآن پڑھنا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر اُنھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی والقطانی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں علم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدرہ قطعیہ مبینہ ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور یہ علم انواع سنی اور شرعی دونوں کیلیے ہو گئے کذا فی العالمگیریہ حدیث شریف میں آیا ہے تعلموا الفرائض وعلموھا فانہ نصف العلم وھو ینسی وھو اول شیء ینزع من امتی رواہ ابن ماجہ والدارقطنی والحاکم یعنی سیکھو فرائض کو اور سکھاؤ اسکو کہ یہ نصف علم ہے اور یہ بھولا جاتا ہے اور یہ پہلی چیز ہے جو میری امت سے اٹھائی جاوے گی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ جسنے فرائض کو سیکھا اور سکھایا اور اسکی تعلیم دی تو وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکو قیامت کے دن اس طرح اٹھائیگا کہ اُسکا منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور جو شخص فرائض کو سیکھے اور اسکی تعلیم دے اور اسکو یاد کرے اور اسکی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو جنت میں داخل کریگا جہاں وہ چاہی

منصوص مبین کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثان اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہا کے کہ ان میں منصوص مجمل ہیں سنت نبویہ میں اسکا بیان واقع ہوا کذا فی الفتح قلت ولذا سماہ صلے اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص الغیر والمفسر وبقائہ تلاوۃ بالقیاس الحاضر میں کہتا ہوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا کہ بسبب ثابت ہونے اس علم کے بعض نص سے نہ بفرض سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہوا اور کبھی قیاس سے مع بیان اسکا یہ ہے کہ علم یا بفرض ثابت ہو یا بالفرض والغیر فرض دونوں سے ثابت ہو تو جو علم کہ بفرض نص سے ثابت ہو وہ فرائض ہی ہو اور جو غیر فرض دونوں سے ثابت ہو وہ نہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں اور فرض سے مراد وہ ہو جو اجماع کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہیں وقیل المتعلق بالموت وغیرہ بالحیوۃ اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے مع یعنے فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہوا اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لمذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا او بالنصف دوری وغیر دوری کا اعتباری یا کذا فرائض بسبب ضروری کے ثابت ہوا اور غیر فرائض بسبب غیر اختیاری سے ثابت ہوا مع یعنے جس سے ملک ثابت ہوتی ہو وہ دو قسم کی اختیاری اور ضروری غیر اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ وارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وھذا ارث الحی من المیت اھم من المیت المعتل المتخلی لشرح الوھبانیۃ اور کیا ارشد نہ کہ زندے سے ہوتی یا مردے سے متعدد قول دوسرا ہی یعنے زندہ وارث ہوتا ہے مردہ کا کذا فی شرح الوہبانیہ مع شرح دہبانیہ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک تو خروج اجزاء حیات میت سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت اتصال بعد مرجانے میت کے ہے اسواسطے کہ جب تک زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث ہر حالت میں مالک ہی تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی مملوک ہو حالانکہ اوپر اس امر کے معقول تسلیم نہیں کر تبین کذا فی البحر المحیط وھو مختصر یبدأ من ترکۃ المیت المخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہ کالرھن والمأذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستأجرۃ ابتداء بتجہیز میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین کے کہ سوائے پانچ رہن المبیعہ جانی اور غلام مأذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس بثمن ہے اور اجارہ کا گھر ہر ترکہ کہ عین میں جنی متروک ہوا اور مصطلح میں ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کے قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ بمن غیر رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز شخص بالغ کے رکھ پر رہن رکھ گیا اور بالغ مرتہن کے پاس ہی اور یہ رہن سوائے بالغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتہن کا دین مقسم ہے رہن کی تجہیز تکفین پر چونکہ غیر کا حق عین بالغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادا سے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز میں صرف ہو گا اور بعد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے بالغ کو مولی کی حیات میں یا کسی اور کا مال نہیں سوائے غلام کے اور مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولی سے ہاں اگر میت دیکھ کچھ باقی رہے تو اسی مولی کی تجہیز تکفین ہو گی اور عبد مأذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اگر بجگوں کے عین میں مالک کی زندگی میں پھر مالک مر گیا اور اسکا کچھ مال نہیں سوا اسکے تو اور بائیعوں میں مقسم ہے تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن عین پر اور مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک لیا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوا اس غلام کے تو بائع حق ہا کس غلام محبوس کا تجہیز مشتری کے ورثاء پر کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ پر دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو جا فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی تو صاحب خانہ کے سوا اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہو گا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی البحر المحیط وانما قدمت علی الکفن تعلقا بالمال قبل صیرورۃ ترکۃ لکلا اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہوتے تکفین پر اگر بسبب تعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے حقوق تو قبل موت کے متعلق بمال ہو گئے تھے فتجہیز یقدم التکفین من غیر تقدیر کما تبدی وکفن السنۃ او قدر کفن الکفایۃ کما مال

شامل ہو مع صنو الہراج مین ہر کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہو شمار کی رو سے یا قیمت کی رو سے مرد کے کفن مین تین کپڑے ہین پانچ عورت کے کفن مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہوا اور قیمت کے رو سے تنگی ہوا اور اگر پانچ سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہوا اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہوا قیمت کے اعتبار سے اگر میت دنیا مین بیش قیمت کپڑے پہنتا ہو اور اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہوا اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہوا انتہی اور شارح کی عبارت مین الفاظ بعینہ ملوکے ہین تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ ذکر ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ ادا سے دین مین قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو ادا سے دین مین تو کفن غایت درجہ کا کفن کفایت ہوگا کفن کفایت وہ جدید ہو جو عادۃً مستعمل ہو عورت کے لیے پانچ کپڑے ہین کذا فی المطہاری ولو ھلک کفنہ فلو قبل تکفینہ کفن امرۃ بعد احرزہ اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونے کے بعد ہر چند کہ تکفین ہو چکی ہو کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہو قبر مین تو وارثون پر اسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر ہو ہنوز تو اول بار کیطرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہوا اور اگر دست نرما ہو تو اسکے متروکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیے اور اسیطرح کرنا چاہیے اگر بند بار کفن ہو چکا گیا ہوا دا سے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثون مین بٹ کر قسمت ہو گیا اور قضاء یا رضا اور بلا فرد قسمت ہو چکی تو وارثون سے کفن کیوا سکے استرداد ہو گا بعد اسکے کہ میراث کے واسطے ہر بار ہو گا نا بقدر مال میراث کذا فی المطہاری وکل من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے (واپس کیا جاویگا) ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جھۃ العباد دیون میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہو گا ترکہ سے جبکہ مطالبہ ثابت ہو عباد کی حجت سے ہم حجت عباد کی قید سے دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالیٰ کیطرف سے ہو پنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین علی دین المرھون جھل سببہ او صحت کا دین مقدم ہو مرض کے دین سے پنانچہ اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہ ہو صحت کا دین ہو جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہو جو بیت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کی حالت مین یا جو مرض کے مانند ہو پنانچہ مدید شریف نے اسکو شرح پر ان کیا ہم معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح ہو کہ مدیون نے اپنی مرض مین اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معائنہ کے ہوا پنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسیکا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقت صحت کا دین ہوا بسبب اسکے کہ اسکا وجوب اسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم مین منتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی و وسط ضعیف قوی وہ ہے جو صحت مین ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قابل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہی تو صحت مین وارثون کے تصرفات نافذ نہ ہونگے بسبب ترکہ دین سے کم ہونیکے برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہو تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہ ہو کہ بقدار قدر دین تصرف نافذ ہو اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہو کہ تصرف نافذ نہین علی قیاس المرہون شرح ملتقی مین ہے کہ ترکہ مستغرق کی تیاری کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اس صورت مین مالک اسکے نہین کذا فی المطہاری واما دین اللہ فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی وان لا لا اور دین حق تعالیٰ کا پنانچہ زکوٰۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہوا اور اگر وصیت نہین کی تو واجب نہین ہم دین خدا پنانچہ زکوٰۃ و حج و صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہو گا اور اگر وصیت نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی جانب سے ادا کیا تو منصوص ہے کہ یہ ادا میت سے ساقط نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اعتقاد بالکل معدم ہوا اسواسطے کہ فعل ادا کا وصیت کرتا ہو معدم جو اس کا حکم ہو گا کہ انحطاط مرتبہ ظاہر ہوا اور بمنصوص نہ کہا کہ کالبہ ساقط ہو گا وصیت کرنے کے مانند اسواسطے کہ جہان کی دلیل بیان مین گذر چکی ہے اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امید داری ہو اور یہ تو وصیت اور تبرع دونون کو شامل ہو اب کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہے کہ مال واجب ہو سبب ہونے کے

بدلے کے اخراج دین ہو اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہو برخلاف زکوۃ کے اسواسطے کہ اسمیں تملیک مال واجب ہو بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح فلاالتفات الی اختیار بعضہم کذا فی الدر المختار
اس قول کے بمقابل بعضوں کا اختیار شرح مختار میں مختار کیا ہم وصیت مطلقہ عبارت ہی بیع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہی جو کسی معین سے متعلق ہو جیسا کہ
گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضوں نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مفیدہ کو بیان کیا ہو وہ یہ ہو کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اطلع کر شلاثین درہم
یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں اختیار کے مانند تاتارخانیہ سے منقول ہو پھر وصیت مطلقہ میراث پر مقدم ہے
تو موصی کا مطلق کہنا کہ ہر یک مقدم من ثلث مایقی بلید بحقہ یزید و دیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تہائی سے ہو باقی رہ گیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد
وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے یہ ہے اصل مال کے ثلث سے بشرطیکہ وقوع تجہیز اور ادائے دیون کے یا بشرطیکہ وجود ایک جبکہ دوسرا حاضر نہ پایا جاوے اور اگر تجہیز اور دیون میت کو نہ
نہ پائے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص فوت ہو گیا یا جل گیا یا درندے نے اسکو کھا لیا اور وہ کسیکا مدیون نہیں تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی
وارث نہیں یا وارث ہو مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہو تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلقاً ہر
کہ جسقدر مال وصیت کیوں نہ ہو اسکے کفایت کرتا ہو تمام مال تجہیز قسمت سے ساقط کیا جاوے نہ اسقدر کو جدا کر کے مال باقی سے اور موصی کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی من کتاب
وانما قدمت فی الایۃ اھتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہیں کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب اسکے وصیت کے مظنہ تفریط کا
ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا کہ سوال یہ ہو کہ یہاں وصیت کا بعد دین کے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہی شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام مظنہ تفریط کے
تفریط کے ہو اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہی اور اسواسطے کہ وصیت فقرا اور مساکین کا حق ہو اور دین حق ہو ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کر کے سکتے ہیں تو
انکے دعوے کے نہیں احتمال تفریط کے بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا دین پر مقدم ہو ادائے وصیت کی ترغیب کے واسطے
ثم رابعا بالغا ما بقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچویں مرتبے میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جاوے میت کے
وارثوں میں ہم صرف ترکہ میں پہلے تجہیز اور ترکہ میں کا بمرتبہ ہی پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو
اعتبار کیجیے جو میں ترکہ سے متعلق ہیں پانچویں مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تا خصوصت کا محل وہ ہان ہو جہاں حقوق متعدد
پائے جاویں اور اگر حقوق مذکورہ نہوں تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہ ہان ہی جہاں وارث متعدد ہوں اور اگر ایک ہی وارث ہو تو تمام مال اسکا ہے
سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہیں پاتے جو ع الشرع بین ہر کہ در پیچ جمع وارث کی اصطلاح فرائض کے عرف میں وارث وہ ہی جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے سب کے
باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو باعتبار معنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہیں بعد فنا خلائق کے دلیل نسب اور سبب کی قسمت
خالق حق سبحانہ کے حق میں ماخوذ نہیں اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور زندہ ہی کذا فی الطحطاوی فحصای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثوں سے وہ لوگ ہیں جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہو ہم کتاب اللہ میں باپ اور ماں اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹوں اور بھائی اور بہنوں کی میراث
ثابت ہو او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام الحقوا الفرائض بالسلیم یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہو جیسا کہ بحدیث رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے کہ ملحق کرو میت کے اطمام کو بیٹی کی طرف اگر وہ بیٹی کی ارث سنت سے ثابت ہوا سیطرح سگی بہنوں کی بیٹی کی ساتھ سنت کے ہو بحدیث رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے فوراً یا خلاصۃً مروی ہو لہذا حدیث کا لفظ قولاً کو مخصوص نہیں اور کتب المناسخہ میں ہو کہ مطلق اہل سنت کا سنت نبوی کے اقتضاء کا مقتضی نہیں اسواسطے کہ اہل
شرع کے عرف میں مطلق اہل سنت ہو دین کا طریقہ جدا ہو خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کا بارضی اللہ عنہم کذا فی الطحطاوی الکل جمعا
کصل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو جیسا نچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند قرار

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق راے مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد نہیں اہل حل وعقد میں اسواسکے غیر اہل حل وعقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور صحیح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو لمصحفیہ یفتی وقیل لایورث وانما ھو للقاری من ولدیہ صبی فیہ باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد وکاباطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی متفق علیہ ہے پھر ان میں ہو اگر چہ مرتکب معصیت ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ معصیت میں میراث جاری نہیں معصیت تو یہ ہے کہ وہ فرزندوں میں سے قاری قرآن کا ہو کذا فی الفصیر جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہم نکاح فاسدہ جسمیں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل مثلاً پنجم حصہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی عیان سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو وہ ثلث ترکہ کو نہیں متعلق ہوتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً آٹا سیر بھر ہو اسکے ثلث میں باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یا اسکو نہ ہو اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے جو حق وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے ادا کریں اور شیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کرلیں کذا فی الطحطاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب پنانچہ مصنف اپنے آیندہ قول میں اسکو بیان کیا ہر فبدا بذوی الفروض الخ وضرب السہام المقدرۃ ترکہ کی تقسیم شروع کیا ہے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں جو کہ معین ہیں مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلثان اور سدس یعنے آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دو تہائی اور تہائی اور چھٹا حصہ وھو اثنا عشر ۱۲ ستۃ من نصیب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء وانما من السبب وھا الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جنمیں تین مرد ہیں جو کہ ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں ہم تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور علاتی بہن اور مادری بہن اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور دو جہت سبب ہیں ہم یا بسبب عصبات الجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج الشبیہ کما افادہ اقوی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو وارث کیا گیا سو اسکے عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو جمیں مراد اعم ہے برابر ہے واحد جمع عصبات کو جمع لانا اہل فروض کی مناسبت کیلئے ہے ہم عصبہ نسبی کو شبیہ بمعنی مشبہ پر اسلئے مقدم کیا کہ قوی ہے اسلئے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ثم یالمعتق ولو انثی وھو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد عتاقت شروع کیا ہے آزاد کرنے والے اگر وہ عورت ہو اور آزاد کرنے والا عصبہ نسبی ہو ثم عصبۃ الذکور کذلک لیس للنساء من الکلاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد اسکی شریر کیا آزاد کردہ کے عصبات مذکور سے ہو اسطرح کہ عورتوں کو وراثت کچھ حق نہیں سوائے اسکے جو کہ عورتوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاوے گی اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاوے گا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو اکیلا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض بالنسبۃ یعنی لحقوقھم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال پھیر جاویگا اہل فروض نسبی پر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ثلثین کو ثلثین کذا قال ابن کمال اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی نکل گئے زوجین خارج ہوگئے اسواسکے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاوے گا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور یہی ایک روایت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الہمام نے کہا کہ اس زمانے میں علی الراجح میں یہ فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں جائیگا اور ہمارے زمانے میں یہ ہے کہ اسکو فقراء پر خرچ کیا جاوے کہ یہ اقرب ہے بیت المال سے اور اسطرح بیت المال اور بیٹی رضاعی اور نانی کذائی روح الشروح اور حاشیہ مجمع زبدہ میں ہے کہ بنات منقطع ہوگئے ذوی الارحام وارث ہونے میں جبکہ نہ ہو بیت المال کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسطرح ہمارے زمانے میں

زوجین پر وہ میراث ہوگا اور اسنے مرصاد سے نقل کیا کہ ایسی قول پر فتوی ہوا انتہی پھر مجھ پر ظاہر ہوا کہ اسپر فتوی نہیں ہوا کیونکہ ایسے زمانہ میں بیت المال ہی نہیں بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال تذکرہ دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے اور اپنے عیال پر خرچ کرتے ہیں بھی ہیطرح وہ حاصل الزوجین قلیل مذکور سطر ہوا وسوع الشروح میں قضیہ سے مذکور ہوا کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف باقی حاکم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ مضمون ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوو الارحام پھر ذوی الارحام ہم یعنے جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہ ہوں تو ترکہ میں ذوی الارحام صاحبتہ ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں عائلہ الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی بچیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسیطرح اہل فرض کے باقی مال سے انکو دیا جاتا ہے قال ابن الکمال کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جنکا حصہ مقرر ہوا ور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ ولیت کی مان کیطرف سے قرابت دار ہوں یا اسکے باپ کیطرف سے اور لغت میں وہ ہم قریب من جہۃ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اشد بعدھم مولی الموالاۃ کما فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولاۃ الاعلی ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہ ہو تو مولاۃ سے سلالت میراث پاویگا مولاۃ لغت میں بمعنے دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہوتا جبکہ میں مروں اور میری طرف سے خونبہا دینا اگر میں کسیکو قتل کروں اور دوسرے نے اسکو قبول کیا تو اب عقد دلالہ کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافا لمن قال خلافا فی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن الکمال نے کہا شرح الکفایہ میں کہ وہ شخص آزاد ہو اور عربی نہ ہو اور نہ آنکے موالی سے ہو اور عقد دلالہ کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال مولاۃ سلالۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور ہیطرح اسلام کی شرط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فخصاد لہ الباقی بعد ہم ہذا حاصل الزوجین کما فی السراجیہ اور بعد فرض اصد الزوجین کے باقی مال مولاۃ مولاۃ کا ہو سیف الائمہ نے اسکو ذکر کیا ہم وارث ہونا مولاۃ سے مولاۃ مذروی ہے حضرت ہارون اور عامر شعبی اور ربیع بن انس اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہے اور دلیل ہے قولہ تعالی ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون والذین عقدت ایمانکم فاٰتوھم نصیبھم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد مولاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف ہے تنبیہ ہے اس پر کہ وہ استحقاق کی دلیل ہے اور وہ اگر امر بسبیل احسان اور سنت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاٰتوھم نصیبا اور اس بیان سے دفع ہو گیا وہ قول کہ آیہ کریمہ میں تم مراد ہے اسواسطے کہ وقت میں فاٰتوھم نصیبھم اس سے مرتبط نہیں ہوتا بلکہ مراد صیغہ خطاب بالیمین ہے بخلاف عادت کے ہر کہ وہ امر متعاقدین سے دوسرے کا اتم پڑتا ہے معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمیں بہت ہیں از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے اور میرا مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اسکی زندگی اور موت میں یعنی زندگی میں اسکی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی فخصاص ضمیر السراج وشرح الاکمل ثم المقر لہ ینسب علی غیر یعلم یعنے پھر اب بعد شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر کا نسب ثابت نہیں ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ تو میرا بھائی ہے تو زید مقر ہوا اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ وہ مقر علیہ ہے یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں ہوا بجز ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ کیلئے اسکا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہوتا ہے غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الخبر طرح جبکہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مرجائے اسکی اقرار کے سراسر پر پہنچ جاوے ان اذکر کہ یہ میرا بھائی ہے یا ابن امہ تک اسکے انتہی فلو ثبت بیان صدقہ المقر علیہ اذا وھو مقلد اقرار اوشھد بھا من اخرجت نسب حقیقۃ

اور محتار نے کہا کہ اسپر فتوی ہوا ہے

ہمارے زمانہ میں بیت المال ہی نہیں

وذا ہم الورثۃ والوارث احق المقر لہ فتوگا اگر مقر کا نسب ثابت ہوگیا اسطرح کہ مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی یا قرار کیا مانند اقرار مقر کے باوہ سرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اسکا نسب حقیقۃ ثابت ہوجاویگا اور مقر لہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد اسکے مقر لہ کے مقر لہ نے اقرار سے انکار کردیا ہو مقر لہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہکے کہ ان خالد میرا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہوتی ہے شرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً زید کی اولاد اپنے کہنے کہ ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے یہ سب اقرار سے منجملہ وارثون کے معتبر ہوگا لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر ہوگا اور مانند وارث ہوگا کذا فی البطحاوی ولکن الاصل فیہ للحق لہ قبل رجوعہ وتمام فی شرح السراجیۃ سیما وہم المقر بہ وقد لحضتہ فیما علقتہ علیہا اور اسیطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً شرح الشروح مین اور الدر مین نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح مین ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح امین نے تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب ہونے مین صنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہے اور ما لانکہ یقول بلا واسطہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت ہمین صریح ہے کہ التصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہی قلت ہم ھم للوحی الم یہا زاد علی الثلث ولو بالکل پھر اگر اب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال کی یا وہ میت نے وصیت کی اگر چہ تمام مال کی وصیت کی ہو ھم اسواسطے کہ وصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اضافہ شخص تعین کیا تو یہ جائز ہے بخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہوتو جائز نہ ہوگا ہمین اسکی وجہ متعلق ہے اور سیر قریب نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جسکے واسطے وصیت ہوئی ہمین ہی گیا ہو اور اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی البطحاوی وانما قدم علیہ الحاکم فوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقر لہ اگر سیر کے اس ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہر خلاف موصی لہ کے کہ اسمین احتمال نہین ہم یعنے حال مقر کا نوعی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مصر رہگیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فی بیت المال لانہ ارث بلا مستحق للمسلمین پھر مراد بعد کے جو بیت المال مین رکھا جاویگا ارث کے راہ سے نہین بلکہ لوجہ فقیمت منافع مسلمین کے واسطے لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے ھم روح المعانی مین ہے کہ علی مرتضی سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جو مسلمان مین سے بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہوکر پڑھا تو اسکا حق بیت المال مین ہر سال مفروض ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا مین نہ پاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح منتقر طحطاوی مین ہے کہ مصالح بیت المال کے طالع ہے ہمارے دون کا اور اگر خان صوفی اور فقہ لقیط اور جو حاجز ہو کے ادا کرنے سے بالغ ہونے یا جاننے کے کذا فی البطحاوی منتقرا وما نعم علی ما ھنا اربعۃ اور ہمنے انمارث سے بارہ مسائل کے چار مسئلہ جب سبب ارث کے کہ وہ ہو چکے تو اب مولی ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے مقتضی سبب نہ ہو سکے اثر عبارت ہے میت تحقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا سطح ائس حق مین جو خلافت کا قابل ہو یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولا کی خلافت سے خواہ نسب نکاح اور ولا صحیح ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہو کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہو جو میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود جسکے مفقود ہونے کا حکم کیا گیا ہو اسمین داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جسکا لحاق دار الحرب سے ہوگیا اور ملاعن اور ملاعنہ بھی حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ احتراز ہو عدم توارث نکاح اور ولا سے اور فقد میت کے توارث سے ثابت ہوگا کذا فی البطحاوی لقضاء الرقی ولو ناقصا کالمکاتب ولد لیبعض مندبا بحقیقۃ تعالیٰ رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنے مملوک ہونا اگرچہ مملوک ہونا ناقص ہو یعنی غلام مکاتب اسیطرح وہ جو نصف یا ربع آزاد ہو کل کو ائمہ ثلثہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو حرۃ قیرث بحجب قال الشافعی یرث بل یورث وقال احمد یورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین کے نزدیک جو غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ منزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہ ہوگا بلکہ اسکے مال سے اسکے مالک کو ملیگا اور ہم حنفیہ نے کہا کہ وہ عبادت اور موروث اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو ہمارے نزدیک ثابت ہے وقد ذکرنا المسئلۃ مبسوطۃ

فيها الرقيق مع رقه كله صوابا تماما من حين عليه فلقيه ابن الحربي فاسترق ومات فيقال براية تلك الجناية تورثه ولصاحبه لا يشكل وهو الاصح اور البتہ علامہ شافعیہ نے ایک مسئلہ کو کیا ہے جسمیں یہ غلام کا مال وارث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی شخص دار الاسلام میں جنایت واقع ہو لیکن کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے امامون کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تتبع اور تحریر کرنا چاہیے والقتل الموجب للقود او الكفارة وان سقط بعفو عنه كالموجود عند ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہو اگر یہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جیسا کہ پیچھے کتاب الجنایات میں مذکور ہوا یعنی قاتل عمد ہو اور کفارہ کا موجب قتل عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں ہوتا ہے مانع میراث کا نہیں ہے چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا اور اسکا مورث انہیں گر کے مر گیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر کا رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعي لا يرث القاتل مطلقا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل مطلقاً وارث نہیں ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو دلوجات القاتل قبل المقتول ولو المقتول لجنا عا اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاجماع ہم قاتل محروم ہوتا ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتين اسلاما وكفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یہ کہتے ہیں اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا عکس اسکے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں ہے چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال الجمهور اسلام الكافر قبل قسمة التركة ميراث اور امام محمدؒ نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا تو اسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فيورث عنده تأثيلا فالشافعي رحمه الله اور مرتد کے مال میں تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک خلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری نہیں کرتے مرتد کے اس مال میں جو اسنے زمان اسلام میں کمایا سو اسلئے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہو حالانکہ اسلام سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک تو ہم ہو گیا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اس سے فوت ہو گیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالیٰ (وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ) یعنے کافر تھا اسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بھی مرتد سے ہنوز بسبب تعلق ارتداد کے مرتد کیا اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہ ہوگا جبتک قطع امید نہ ہو جائے اسکی قتل یا موت یا قضاء بالالحاق سے پھر جب قطع امید ہو گئی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہر یگا ارتداد کے وقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پاویگا اور جو اسنے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبینؒ کے نزدیک مرتد کے دونون کے کل مال بیت المال میں رکھا جاویگا ذاتی الطحاوي المختار قلت وذكر الشافعية مسئلة يورث فيها الكافر صوفها كافر ملت من زوجته حاملا وقفنا ميراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ثم ام الام وصرحوا بانه متأمل میں کہتا ہوں اور علامہ شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکر کیا ہے جسمیں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہمنے حمل کی میراث اٹھا رکھی ہو اسکی وہ بچہ مسلمان ہوئی پھر اسکے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپکا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں جمع نہیں دیکھا ہم مسلم میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والراجح اختلاف الدارين فيما بين الكفار عندنا خلافا للشافعي فوقع اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکون کا جنکے قوانین میں باہم اختلاف ہو جیسا کہ ہمارے نزدیک خلاف شافعیؒ کے ہم مختلف الدارین ہونے کو مانع ارث کا نہیں جانتے سو اسکے کہ فیما بین ہمارے اور شافعیؒ کے اختلاف دارین ہی یعنے عاصمہ منقطع ہو جاتی ہے یعنے عاصمہ منقطع ہو جاتی ہے یعنے عاصمہ منقطع ہو جاتی ہے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک اسکے بالعکس ہر ذمی اور مسلمان میں اُنکے نزدیک توارث ہے پہلی قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی حقیقۃ الخبر وذمی اختلاف دار کا حقیقۃً ہونا یہ ہے کہ حربی اور ذمی میں ہم یعنے حربی مرگیا دارالحرب میں اور اسکا باپ یا بیٹا ذمی ہو دارالاسلام میں تو ذمی اُس حربی کا وارث نہ ہوگا اور بسبب اگر ذمی دارالاسلام میں مرگیا اور اسکا باپ یا بیٹا دارالحرب میں ہو تو حربی اُس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ وحکما کمسلم ذمی وکحربیین مختلفین کذلک وھندی لانقطاع العصمۃ فیما بینھم یا اختلاف دار کا حکماً ہونا یہ ہے کہ مسلمان اور ذمی دارالاسلام میں یا چار یا چار سے زیادہ حربی دو ملکوں سے مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو اُنمیں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اُنکے بھر فرق الحربیین کو اگر ایسے محمول کیجیے کہ وہ حربی دو ملک سے اپنے مختلف ملکوں میں تو یہ عذر لغو مردود ہوتا ہے کیونکہ قبل اختلاف دارین کے ہر حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کے مثال میں جو ہم نے ذکر کیا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ وہ حربی دو ملک مختلف سے دارالاسلام میں بطریق امان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃً اور دو ملک سے مختلف ہیں ہیں حکماً تو نسبت یہ تھا کہ شارح بیان کرے حربیین کے کہ انمیں انقطاع عصمت اختلاف دار سے ہے طرح ہر کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اُسکو پاتا ہے تو اسمیں اس کلام لغو طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد و پیمان ہو باہم بدکاری کا تو وہ دونوں فی الحقیقت نہیں ہیں بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی ہمارے مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں اُن کمال کے کما کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف الشرائع والملۃ کے کفار کیحق میں متحقق ہوتا ہے یہ مسلمین کے حق میں ہو اسلئے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام ہے تو اسلام کا حکم اُن سبکو شامل ہے تو انمیں بتاہین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب تو دارالاحکام نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور موضع الشروع میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اپنکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربے کے اہل بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شرع کے نظر میں چنانچہ کافر دین کا باوجود یکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہی خلاصہ کی نظر میں کذا فی الطحطاوی قلت ویقوم للوارث حالۃ تاریخ الموت کما اعرفہ طحطاوی وبعدہ وقتلی کما سیجیء میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث کے باقی ہے تین میں مجہول ہونا تاریخ موت کی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ جنکا پتہ نہ چلا کہ کون آگے آویگا ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد کذا فی الطحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ موت نہیں اسواسطے کہ مصطلح میں مانع ارث وہ ہے جسسے ارث کی اہلیت فوت ہو اگر میراث فوت ہو بسبب اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جسنے اتہمام تاریخ موتی کو لائق کیا اُسنے خطا کی انتہی مختصراً ومنھا جھالۃ الوارث وذلک فی قسمی مسائل الغرقی والھدمی وقتلی مبسوطۃ فی المتون صنعت جمیعاً مع ولد الھدمی وحاصلہ فی الھدمی اذا قال الوارث وبیّنہ مانع ارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے متونمیں منجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو ایسے لڑکے کو دو مرد یا دو لڑکے کے ساتھ اور وہ دو مرد گئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے باپ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند النظر وکبر فھما مسلمان ولا یرثان من ابویھما کذا فی النھایۃ اگر دو لڑکے ایسے ہوں کہ ایک مسلمان کا لڑکا ہو نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں نہ دیکھے جائینگے اپنے باپوں کی سنیہ میں اتنا زیادہ بیان کیا ہوگا یہ کہ دونوں لڑکے آپسمیں صلح کرلیں تو اگر یہ صلح آپسمیں نصف نصف یا جسقدر صلح ہو ہم دونوں کا مسلمان ہونا تو ہوسکے گا اور اسلام بیٹا والا یعنے صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انمیں کی ہو بلاشک گنے نہ جاوینگے مگر عدم تعین والے ہی جسمیں صلح ہوئی تو جسقدر والی وارث کو پہونچا وہ تو اُسکا حق ہوا دوسرے کو پہونچا ہے ہوگا حق کے جانب تم یرث ذو الفرض مقدما لانہ اصل الورثۃ لانہ اصل الولاد ومنھا مستولد الاولاد وبھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا نہ یہ کہ سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ وجہ اصل اولاد ہے کہ اُسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں بمثال فیقرض للزوجۃ فصاعداً الثمن مع

ع
[illegible]
[illegible]
[illegible]

و للاب و للابن وان سفل سو کی مصنف نے تو فرض اور عین ہر ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھویں حصہ ولد کے ساتھ یا بیٹے کے ساتھ اگر چہ ساقط ہو یعنی باپ یا پر دادا اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثیٰ زوجہ سے ہو یا عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو ان سب کا حصہ آٹھویں سے برابر بانٹینگی عدم الوارث کیوجہ سے کذا فی الطحطاوی والربع لہا عند عدمہا فللزوجات حالتان الربع بلا ولد او الثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنے ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج خالص کما لو ادعی رجلان فاکثر نکاح حیتہ وبرہنا او لم تکن فی بیت واحد یعتبرہم ولا حمل بہا فانہم یقسمون میراث زوج احدہم الا ولایۃ مع احدہما او الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہے جبکہ ولد کے ساتھ خواہ ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت اُن دعویوں میں سے کسیکے گھر میں انتہی اور نہ کسی مدعی نے اُس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپسمیں بانٹ لینگے برابر عدم اولویت کیوجہ سے ہم اور اگر زوجہ منکرہ کے نکاح کا چند مرد دعوی کریں اور گواہ ہوں سے ثابت کریں تو گواہان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اُس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کریگی بشرطیکہ اُسکے پاس نہو سکی استکذیب کی اور اُسنے قربت بھی نکی ہو اور اگر دعوی میں تاریخ کا پس و پیش ہو تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہوگا کذا فی الطحطاوی والنصف لہا عند عدمہا فللزوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد والربع للزوج خالص المطلق وہو السدس فی اربعۃ ولد او ولد ابن او اب او جد او تین حال ہیں فرض مطلق یعنے خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہو ولد کے ساتھ و التعصیب المطلق عند عدمہم اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنے خالی فرض سے دونوں کے نمونے کے وقت یعنے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا للاب حصوصیت و الفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض التعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا کو اول پانچا حصہ فرض ہے مسدس لیگا اور بیٹی یا پوتی پانچا حصہ فرض یعنے نصف لیکن اور جو باقی رہا اسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا قالہ وذا کما شیاء والجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ سنعنی فی الفرائض ان شاء اللہ تعالی فی عزیزہ میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا اپنے مانند دو گروہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور سبائی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں ہم فرائض کے پانچ مسئلے ان میں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہ کہ بہن دادا کے ساتھ عصوبت میں نہیں ہوتی اور دادا الزوجہ اور الام کو چھوڑ اتو بعد حصہ ادا الزوجہ کے اُسکی باقی کا ثلث پاویگی اور اگر سوائے باپ کے ماں اور تو ان اُسکی جمیع مال کا ثلث باقی کا ثلث فرضیت کے نزدیک ۳ یہ کہ بنی اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ الا الاخوۃ لام دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں صاحبین کے نزدیک ۴ یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اُسکے فرزند کے ساتھ سدس ولاء کا لیتا ہے اور دادا کیواسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام ولاء بیٹا لیگا دادا اگر کچھ نہ لیگا باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک ۵ یہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بجائے چھوڑا امام نے کہا کہ وہ دادا کیواسطے مخصوص ہوا صاحبین نے کہا کہ وہ دونوں میں مشترک ہوا اور اگر دادا کے بجائے باپ ہوتا تو تمام میراث دیتے یا تا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی تفصیل ہو چکی مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی تو یا زید کیواسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہ ہوگا دادا اسمیں داخل ہوگا ظاہر الروایۃ میں ۲ یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر الدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولا کو اپنے موالی کی طرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہو اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہ کہ اگر زید مر گیا اور اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اُسکی ولایت زید کے باپ کو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہو تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت میں دونوں شریک ہیں امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر سوائے دادا کے باپ ہوتا تو بیشک ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اُسکی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اُسکی اولاد صغار ہو اور مال نہیں ہو اور وصیت کی ایک انسان ہو اور دادا تو نفقہ صغار کا ان اور دادا پر ہے بطریق کہ تہائی نفقہ

مان پر ہو اور وہ تہائیان دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تمام نفقہ اسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ و زاد ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن الفصولین صغیر لہ اب جد جدہ فقط لو شرط دلہ کلہ ولو دینا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو دینا غیر بعضہم الجد فرجع کلا من الاب ثم الجد کذا فی شرح ابن ہشام نے اپنے حاشیہ اشباہ میں جہاں کا زہاد الجواہر نام ہوا شباہ کے تیرہ مسئلوں پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہو فصولین سے نقل کر کے وہ مسئلہ یہ ہو کہ باپ نے اپنے نفل صغیر کے مہر کی ضامنی کسی پر مہر اسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھرے اگر اسنے ادا کے وقت رجوع کرنا خود کر لیا ہو اور اگر شرط کیا ہو تو رجوع جائز نہیں ہاں اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنے شرط ہو یا شرط ہو بہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہوا تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کریگا برخلاف باپ کے واللام للحال السدس مع احد ہما او مع اثنین من اخر او من اخوات عصبات او ذی رحم کاد او لو مختلطین ادمان کے تین حالات ہین جس حصہ ہی بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھ بھائی بہن دو ہون سے زیادہ کسی جہت سے ہون اگر بیٹے چلے جون تو اگر ایک شخص مر گیا مان اور فرزند چھوڑ کر تو اسکے بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اسکی مان کا حصہ سدس ہی قال اللہ تعالی ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد ولد اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونون کو شامل ہوا اور ولد الابن کو بھی عام ہوا اور اسپر اجماع ہوا ہے کذا فی الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہو تو ربع ام مین اور اسیطرح مان کا حصہ سدس ہے دو بھائیون کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے ہر خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنے ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور تیسرا مادری والثالث عند عدمہم او مان کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہون یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی یا دو بہن و ثلث الباقی مع احد الابوین او بین او مان کیواسطے باقی مال کی تہائی ہو باپ اور احد الزوجین کے ساتھ ہو یہان صورتین ہین پہلی صورت یہ ہو کہ ایک عورت زوج کو اور مان کو چھوڑ کر مر گئی تو تقسیم جمع سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم مان کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا مان باپ اور زوجہ چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی مان کی یعنے تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہر چند مان نے ان دونون حالتون کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کرنے کا اشارہ کیا کہ مان کے تینون حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجائے باپ کے دادا ہوتو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مان کو چھٹا مال ملیگا اور السدس للجدۃ مطلقا کام ام اب اور سدس حصہ جدہ کا مطلقا خواہ جدہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو یعنے نانی اور دادی دونون کو صحیحین مین ہے باقی اوپر یہ ترکہ سے چھٹا حصہ یا دیگی فضاء لیشترکن فیہ اذا لن تاجات ای صحیحات کالدن کو رتین فان الغالب السدس فرض ولہن کما سیجئ متحاذیات فی الدرجۃ کان الغی یحجب البعد مطلقا کما سیجئ ایک جدہ ہو یا زیادہ تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنے جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ جدہ فاسدہ کو جو لیجاوے اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین ہے تو ذوی الفروض مین چنانچہ اسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہ ہو کہ جمیع جدات جدہ مین متساوی الدرجہ ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ قریبہ حاجب ان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو اور جدہ بعیدہ مجرد خواہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ہم اپنی نسخہ سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کے دو جدہ ہوتی ہین ایک مان کی مان اور دوسری باپ کی مان اسیطرح اسکے طالعہ مین کی اور جمیع اصول کی تا آدم حوا علیہا السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکے نسب الی المیت مین ایک باپ ماؤن مین نہ داخل ہوا ہو جدہ فاسدہ وہ کہ وہ داؤن کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کو میت کے ساتھ ثابت کرتا ہے وہ صرف عورت کے حق مین فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنے مان کا باپ نانا فاسدہ ہے اسواسطے کہ مان اور میت کے مابین نانا کے مابین نانا دو واسطے ہین اسلام کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہوا ہے جدات کے سدس کی تعمیم دیتے ہو کہ ایک شخص کی نانی یعنے مان کی مان جیسی کہ

کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نانا کا حصہ مجکو دیجیے صدیق نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں معلوم نہیں پاتا ہوں اور نہ تیری میراث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنتا ہوں لیکن میں لوگوں سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس بیبی کی جدہ دوسری یعنے باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیق نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے کچھ حصہ نہیں پاتا ولیکن مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں شرکت ہو اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اُسیکا ہے کذا فی المطحاوی ومن الاکمل للمصنف والسدس لبنت الاخ ان کان مع البنت او لبنت ابن او اخت لاب او اخت لابوین او اخت لاب وحدہا او اخت لابوین وحدہا او اخت لاب مع اخت لابوین او اخوات لاب مع اخوات لابوین او اخت لابوین مع اخوات لاب او اخوات لاب مع اخوات لابوین او اخت لاب مع اخت لابوین او اخوات لابوین وحدہن او اخوات لاب وحدہن او اخت لابوین وحدہا او اخت لاب وحدہا او اخت لابوین مع اخت لاب او اخوات لابوین مع اخوات لاب او اخت لابوین مع اخوات لاب او اخوات لاب مع اخت لابوین او اخوات لابوین مع اخت لاب او اخوات لابوین مع اخوات لاب او اخت

ہم ہم کا لفظ یہاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں ہمول چونکہ شارح کی سواسطے کہ امو تو ابوین میں داخل ہو کذا فی الطحطاوی من کلیہ لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث باقی ربع ہر کل ترکہ کا بنا ہے ترجمہ میں گذر گیا اگر زوج مر گیا اور مذہ داد اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی تصحت بارہ سہم صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہمی کی تہائی مان کی ہو سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل ترکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں او نو زوج وابوین وام فلہا ثلث الباقی یا ثلث باقی کی مان کو ہر زوج اور والدین میں تو موقت میں وفقت مان کو بہ سطے سدس ہر ہم یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی اگر زوج اور والدین چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم صحیح ہو نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہمی کا ایک سہم ہو تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے بیان مترادف ہو تا کہ ثلث باقی مال کا بایں سادس ٹھہرا تو نصف نے اسکو ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب قبل آیندہ میں دیا وہی قولہ تعالیٰ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ اور مصنف نے مان کی فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ (وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ) یعنے اگر میت کا ولد ہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہوں تو اسکی مان کی ہو بواسطے تہائی ہو باپ کا حصہ اسواسطے صریحاً ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہو وعلی ہذا الاتی یعنی ہر کہ ماں کا حصہ بیکا والدین کے ساتھ احد الزوجین ہو ان ثلث باقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہو ثلث مال جنانچہ ابن عباس کا قول پر کہ اسمیں تغلیط اس شی کی اس ذکر پر لازم آتی ہو جو اسکے برابر ہو حجت اور ترجیح میں آیندہ موضوع شرعی کے مخالف ہو کذا فی تفسیر البیضاوی وَلَهُمَا الثُّلُثَانِ لِكُلِّ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا يعنے مر فرضہ النصف وهو خمسة البنت وبنت الابن والاخت والاب والجد والاخت لاب والزوج مع الولد او ولد الابن او الجد او الاخت لابوين او لاب تثنيہ یعنے دو تہائیاں اُن دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض نصف ہو وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور مذہ ہی مگر زوج کیواسطے ثلثین نہیں اسواسطے کہ یہاں تعدد اور کثرت نہیں ہم یعنے زوج کے حق میں وہ تہائیوں کا مستحق نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کو وارث نہیں کرتا مددِ خاص جو لاکے افراد کے حالت میں نصف کے عائد ہو جاتے ہیں فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس ہو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہو زوج کا فرض ہو جسکا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی ہو اور بنت صلبی کا فرض ہو اور بنت الابن کا فرض ہو جسکا بنت فرضی نہو اور سگی بہن کا فرض ہو جسکا سگی بہن نہو اور علاتی بہن کا فرض ہو جسکا سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہو زوج کا فرض ہو جسکا میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہو جسکا میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہو جنکا باپ چند زوجہ کا جسکا ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہو دو بنت صلبی یا پوتیوں کا یا زیادہ کا فرض ہو اور دو اخت لابوین یا زیادہ کا فرض ہو جسکا بنت صلبی نہو اور اخت لابوین یا زیادہ کا فرض ہو اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہو جسکا سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہو اُن کا فرض ہو جسکا میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور دو بھائی دو ہوں یا زیادہ کا فرض ہو دو ہوں یا زیادہ ذکر ہوں یا اناث آور سدسات اصناف کا فرض ہو باپ کا فرض ہو جسکا میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور صحیح کا بیطرز فرض ہو جسکا میت کا باپ نہو اور اُن کا فرض ہو جسکا میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہو خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کیوقت اور بنت الابن کا فرض ہو بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہو سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہو اولاد ام سے مرد ہو یا عورت کذا فی الہندیہ عن خزانۃ المفتیین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہو عصبات کے مسائل میں ہم عصبات جمع ہو عصبہ کی اور عصبہ لغۃً قائمہ میں عبارت ہو حسیاً یا معنیً سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں وجود میں آیا کہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحطاوی المخصاۃ اور مصطلح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہو گی العصبات ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات بنفسہ چار قسم ہیں عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہو سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم ہیں بنفسہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ اکثر ثبوت عصبیت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں اور وجہ بغیرہ ہونے کی یہ ہوئی کہ اکثر ثبوت عصبیت میں غیر کے ملنے کی حاجت ہو بلا حاجت انضمام غیر عصبہ بنفسہ کا ثبوت ہو اگر عصبہ غیر کا ثبوت عصبیت میں غیر ہی اسکا شریک ہو تو وہ عصبہ بغیرہ ہو اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہ ہو تو عصبہ مع غیرہ ہو جو کذا فی الخصاۃ

وھو کل ذکر لا تدلی الی المیت بانثی او بغیرھا ومع غیرھا لم یدخل فی نسبۃ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کما لا تقم فانہ ذو فرض وکابی الام وابن البنت فان ھما من ذوی الارحام عصبۃ بنفسہ وھو ایک مرد ہے کہ میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شاخ نے کہا مرد کے قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہ ہوگا چنانچہ مادری بہائی کہ وہ صاحب فرض ہے بعد پنجم باپ کا اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا دادا سواسکے کہ وہ ذوی الارحام ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما بقی فللاقرب فالاقرب عصبۃ بنفسہا ہو پس مال اگر میت کے فرائض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فرض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہا لیگا خواہ چند اہل فروض ہوں یا ایک مگر فرائض کا افراد جمع تھا شارح نے اسکی توضیح فرمائی اشارہ کیا الف اللام کی طرف جمعیت باطل ہوگی وعنی ان کان فرد حقیقی او جمعی فللواحد فالواحدۃ او عصبۃ بنفسہا فللواحد فالواحدۃ یعنی اگر اہل فروض ہوں فرد حقیقی ہو یا جمعی ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصبہ کی جہت سے جمع انفراد میں ہو جہت واحدہ کے قید سواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ صاحب فرض میت کا مال لیتا ہے جبکہ اُسکے ساتھ عصبہ نہ ہو اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب اور باقی مال کا بسبب کسر کے تو ایک جہت سے اُسے سب مال لینا بلکہ دو جہت سے بخلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال لیتا ہے ثم العصبات باعتبارھم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار ہیں میت کا جزء پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء پھر بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ دادا اور میت کے باپ کا جزء چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزء چنانچہ چچا اور اُسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب متم لھذا الترتیب اور اصابت میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اُسکے بعد اُس سے جو زیادہ تر ہو وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب کے کہ فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پڑپوتا اور پڑپوتے کا پوتا ہم کہیں گے کہ تقدیم بیٹے کی باپ پر بیٹے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہو دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنے باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹی کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان فطرۃً اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ اسکا مال فرزند سے تجاوز کر کے اُسکے باپ کو نہ پہنچے لیکن نص قرآنی سے بعد قدر حصہ پدری کے اُسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اسکی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی المنصاً ثم اصلہ الاب ثم اصل الاب پھر فرع کے بعد اصل میت یعنے باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا پر دتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لیگا وکذا لو ترک ابنۃ فالکل عصبۃ وذا سھم کسام اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح متن مذکور ہو یکا اہل فروض کے بیان میں ہم طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وھو ابو الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنے باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جدا و نچا ہو یعنے پردادا سردادا الی غیر ذلک واما ابو الام فساقط من ذوی الارحام اور نانا کا باپ تو صحیح نہیں بلکہ بدرجہ ساقط ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ ثم ابن الاب پھر بھائی اور بھتیجا باپ کے ساتھ عصبہ ہونے میں مقدم ہے بعد جد کے ثم ابن ابن الاب پھر بھتیجے کے بعد میت کے باپ کا بھتیجا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہے بشرطیکہ بن برابر ثم ابنہ کابن ثم کالاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنے چچے کا بیٹا پوتا تا اخیر اگرچہ سافل ہو عند الجمیع وان علا قول ابی حنیفہ رح وھو المختار والفتوی خلافا لھما والشافعی قولا وعلیہ الفتوی تاخیر بھائیوں کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کیواسطے برخلاف صاحبین رح و شافعی رح کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے یعنے بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العصبۃ کابن ثم کالاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنے سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ کابن ثم کالاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چچیرے بھائی سافل ہون اعمام پدری سے مقدم ہین ثم عم الاب ثم عم الجد پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکا سوتیلا چچا ہو ثم ابن عم الاسام پھر اسام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اُسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذالک وان سفلا پھر جد کے اعمام بعد اُنکا بیٹا اسیطرح مقدم ہو لیے سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگر عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہون ہکذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط اھ اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ اُنپر باعتبار اُنکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اُنکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہو اور دس بھتیجے اور ہون یا ایک چچیرا بھائی ہو اور دس چچیرے بھائی اور ہون تو مال سے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیح بقرب الدرجۃ یحجب عند التفاوت بابوین واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو اثنی عشر قدم علی الاخر کاخ لاب مقدم علی اخ لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اُنمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونیکی وجہ سے عصبات مین سے جو عصبیت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہوگا اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ہم سے مراد قرابت کی جہت ہو یعنے تقدیم مین اول جہت معتبر ہے نہ خود میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون مین سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اعدیا تکسان ہو لیکن پوتے کے نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے متعین ہوگی پھر جبکہ قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیون مین یا چچیرے بھائیون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی لیئے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہین ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہو عصبات بنفسکے احسان کا اور اُنکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ بحیل ہے کیونکہ یہ لافت مذکور ہو عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ بغیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اُسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہو تو اُسکی ذیل مین بہن کی بھی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحطاوی المصنف لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مان کے فرزند باہم وارث ہوتے ہین سوتیلی ماؤن کے فرزندون یہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن تتمہ حدیث مذکور نہ کیا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التبیین یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فی القرب یقدم القریب کما مر اور خلاصہ کلام یہ ہو کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اہل یعنے قرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کذا طرح سے قرابت کو کہتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا لفظ اکثر بابت کہتا ہے باپ کیطرف سے نہ ماں کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا اور سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم مشرخ فی العصبۃ بغیرہ فقال وبصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالبنین وبنات الابن بابن ابن وان سفلوا پھر مصنف نے عصبہ بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتے ہین بیٹا بیٹون کے ہونے سے اور پوتیان عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین پوتون کے ہونے سے اگر عصبات مین سافل ہون ہم بنات اور بنات الابن عصبہ بغیرہ کلام مجید دلیل ہر (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) اپنے اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد مین وصیت کرتا ہو تم کو بسلسلہ وراثت کے کہ ہر ایک بیٹے کو ایک بیٹی کے برابر ہی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی کی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا فہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے ہون اسیطرح بنات ابن کو سمجھنا چاہیے ولاخوات لابوین او لاب عصبۃ بغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کے ہونے سے ہم سنون کا عصبہ بنانے بھائیون کے

ہونے سے مقدم کے کلام سے ثابت ہو وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین فھن اربع فروات النصف وللثنتین الثلثان وھو نصیب الاخوات لو انفردن عصبۃ بغیرہ چار حصہ تین تین نصف اور دو ثلثین کے حصہ والیاں مع عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے ہم اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اسکا بھائی عصبہ بغیرہ ہو تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عم زاد خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو پہنچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہمارے ابن العم کا ہے ابن العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولہذا کما کان ابن ابن یعصب من مثلہ او فوقہ اگرچہ بہنوں کا بھائی مگر ہو بہ تحقیق چنانچہ بیٹے کے بیٹے کا بیٹا بیٹے پر فوقا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو ہم عصبہ بغیرہ ہیں بھائی سے ہم اور وہ ہم جو برادر حقیقی اور علی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر علی بنات الابن ہیں ہوتا ہے تو پورا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور جیسے بہنوں کے وجود سے ہیں برابر ہیں اولاد ابن الابن کو وہ برادر علی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اپنے اسفل درجہ میں ہیں تو انہیں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیب میں آویگا کذا فی الطحطاوی وقد مر فی العصبۃ مع غیرہ وقال ومع غیرہ کالاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین یجعلون الاخوات مع البنات عصبۃ الولد من الجانبین انتہی پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سو لوین کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دیا واخوات اور بنات کی دونوں جموں سے جنس ملحوظ ہم سراجیہ اور اسکی شروح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہو واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی ہو اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے کہا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہو تو تکمیل اور تکثیر سب کو شامل ہو وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الکل ہم اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہو ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہو پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منع انتفاء سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جسکا باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی ماں کے موالی اسکے وارث ہوں اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور ایک والد ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض رد کے کہ گویا کہ انکا باپ ہی نہ تھا انتہے اور ولد مشترک کا نسب مشترک لڑکی سے ثابت ہوگا تو وہ مرد سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاویگا اور ہر مولی کے قرابت دار انکے میراث میں باہم شریک ہونگے گویا ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر ولی مر گیا تو وہ سراجاً فی مولی ولد مشترک کے مال متروک سے بدیں کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی ولو ادیا مولی ما ہم المعتوق العصبۃ لیعم مالو کانت کلام حر تکاملا حمل کما بسطہ العلامۃ قاسم کلامہ ایضا اور قرین میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح بیان کیا ہو ماں کا مولی اسواسطے عصبہ ہو کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہو یعنے شرعاً انکا کوئی باپ نہیں جس سے انکا نسب ثابت ہو اور وہ انکے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت وبفتوجان فی مسئلۃ ولد الحرام ان ولد الزنا یرث من امہ میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من امہ میراث اخ کامل یعنی میراث اخ کا بیوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہو کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہو اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہو وھذہ العصبات بالعصبیۃ ای للنسب پھر ہم عصبات کا اقتسام عصبہ نسبی سے کرتے ہیں یعنے سو عصبہ سببی مولی ہی غلام کا آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اقتسام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذکری الاولاد عام پر مقدم ہو کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

ہیں واقع ہوا تو انہیں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ہوں گے اور متعق مذکور ولی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مؤخر ہے ذوی الارحام سے اور متعدد جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات میں مذکور ہیں ثم عصبتہ نفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقۃ کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہے بایں ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولاء قرابت کے مانند ہے عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بقیہ مقدم ہوگا اسکے عصبہ سببی پر جیسے آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا مؤخر ہے عصبہ نسبی سے اور یہ جو ترتیب ثابت تقدم کے ابن متعق مقدم ہے ابن الابن اگرچہ بعید درجہ میں ہو پھر باپ متعق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اسکے عصبات معاً ہم کرنا چاہیے کیونکہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں بایں وجہ کہ نزدیک علماء الاقرب ابن راہویہ و الحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولاء سے مراد ولاء عتاقہ ہے نہ ولاء میراث لینے والا عتاقہ ہے نہ ولاء قرابت حاصل ہوئی عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی المنقطا واذا ترک المعتق ابن مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن ہذا قول ابی یوسف للابن المدبر اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑا تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف رح نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے ہذا ترک لجدک ای جعل المولی واخاہ ھو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا سگا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہوئی ہے اور صاحبین رح نے کہا کہ دونوں کے مابین مال تقسیم ہوگا میراث کے مانند لیس ھنا عصبۃ بغیرہ کما جمع غیرہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لیس للمسلم من الولاء الا ما اعتق الحدیث اور بیان یعنی ولاء عتاقت میں عصبہ بغیرہ نہیں ہے عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عورتوں کو ولاء میں سے کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولاء ہو جسکو عورتوں نے آپ آزاد کیا الا آخر الحدیث ہم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ جو کہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا ولاء عتاقت میں بہ سبب مذکور کے بیٹی میں اور یہ حدیث گذرا اس حدیث طویل کا جو راجع ہے میں مذکور ہے ذھبوا ان کان فیہ شذوذ ولکنہ تلقی بالقبول کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما بسط السید ابو الفتح المصنف اور اس حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متلقا ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفیہ میں اسکو شرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا جزم شاذ وہ حدیث ہے جو بکلو ثقہ راوی اور راویوں کی مخالف روایت کرے تو جسکی روایت میں راوی متفرد ہوا تو اسکو نظر کرنا چاہیے اگر اسکی روایت اسکے اوسی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ ترحافظ اور ضابط ہے تو اسکی روایت شاذ مردود ہے یعنے قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اسکی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اور اسکا انفراد صحت حدیث میں قادح نہیں ہے اور اگر اسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اسکی حدیث خارج ہے حد حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول میں راوی اور قرن ثانی اور بعد اسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو انکی گواہی بمنزلہ متواتر کے ہے خصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرات فاروق اور رضی اللہ عنہم عوض اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولاء میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی التجہیل فقال وکیجعل ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ اذ بقی الاسلام والکافر ان والولد ان والذکران والاناث پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد جہل کا بیان شروع کیا سو اولین کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہوتے البتہ یقیناً باپ اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور مولود اور زوج اور زوجہ ہر باپ کیواسطے یا سدس ہے یا صعبہ ہمیشہ اور ان کا سدس ہی یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اسکا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصوبت لدکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون بحال الحرمان بحال اخری وھم غیر ھؤلاء الستۃ سو اسکا کان عصبات اور ذوی فرض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجا اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں ہے ھو

سوا ان چھ شخصوں کے جو صاحب فرض اور عصبہ ہیں ہمیشہ ان کے سوا اور بھی کچھ لوگ ہیں جو کبھی وارث ہوتے ہیں اور کبھی محجوب ہوتے ہیں

ان میں فرض اور کبھی عصبہ ہوتے ہیں جیسے بیٹی اور پوتی اور حقیقی بہن اور علاتی بہن اور یہ لوگ محققین اور متحققین ۱۲

عینی اصلی اور محجوب کی بنا دو اصلوں پر ہے ایک محجوب ہونا یا جانا ہے وہ تین کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن تین میں دونوں صفتیں ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے والا وارث ہونگے احدھما انہ یحجب الاقرب من سواہ لا البعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب اتفاقا فی الباقی لا ایک اصل یہ ہے کہ انکے سامنے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے دونوں قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہ ہوں ہم معنی محجوب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے بارے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں گذر چکا کہ میت کا جزئیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع بعد ہری فرع جدی کی حاجب ہے وعلی ہذا القیاس فرع فی الفروض میں اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے اتحاد سبب کی مثال جیسے اخیافی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ کی طرف کا بھائی ہر دو الشانی الامن اولی الشخص کا یرث معہ کان کان کالاب یرث مع الاخ لاب وجہ کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت لشکی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہ ہوگا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ بیٹے پوتے کی قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پڑپوتا دادا کے مال کا وارث نہ ہوگا باپ کے ہوتے کالا ولاد الام فی ارث معہا لعدم استغراقہا للترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی معاملہ کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسلئے کہ ان تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے ہم یعنے چند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ مان کے ہے مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی مان کے ساتھ وارث نہ ہوتا مگر اسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ان سب متروکہ کی مستوفی نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں سے کوئی باقی نہیں رہتا تو ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پاوے گی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے تو نہ رد والمحروم کالمعدوم کالمیراث قائل لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر و قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان جب محروم میں صلاحیت میراث کی اصلا نہ رہی تو وہ متحقق تارک میت کے مانند ہو گیا تو سبیل من حجب میں وہ بمنزلہ میت کے فوت اہلیت کیوجہ سے وہ یحجب اتفاقا کالاب یحجب بالاب و یحجب ام ام الاب اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق فضلہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیۃ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے مانی کی مان کو کالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب یحجبہم ومان الام من الام الی السافل یحجب لنقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے یحجب حرمان کو نہیں بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں مان کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک یحجب لنقصان کو نہیں بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ مان کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے یہی مثال حجب حرمان کی ہے اور دونوں حجب نقصان کی عند حجب النقصان بخمسۃ بالہم وبنت الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے مان اور پوتی اور پوتے کی ماں اور زوجہ اور زوج کو ہم مان تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک لہذا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے مثل سابق کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور پوتے کی ماں محجوب ہوتی ہے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک سوا ولد الابن کے ہونے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب ام بثلثۃ بالابن وابنہ وان اسفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی عیاب سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے ابن یعنے ایک بیٹا اور پوتا اگرچہ سافل ہو اور وہ سوا باپ ہے باتفاق الہم اور صاحبین اور تیسرا شخص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران عینی کا ذکر کیا جسکے مناسبت سے ہوا اور یعنے مصنف نے مصنف فرض کو جو انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض ارثوں کے مسقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے وارث کے تمام حالات گنکر کر بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالات سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ سبھی حجب حالات سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسم ہم اصول زید فی الحال کالاولاد للسقط کلھم وذہب ابو حنیفۃ اصول یحجبہ سقوطہ فی الحال قد اور صاحبین نے کہا کہ جیسے بھائیوں نے کہا کہ جیسے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بھی تابت ہونیوالے سے مساوی ہوتا ہے اول قول کا یہ ہے کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول یہ ہے کہ طولات تقدیم شروع مذکور ہیں ہم منع انفاد میں اصول زید اور ان بھائیوں

کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہوا گر ہے مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اسکے لیئے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہو تو ترکہ کو اثنین پر تقسیم ہوگا اسواسطے کہ یہ مقاسمہ کرنا جد کے لیئے بہتر ہوا اور اگر جد اور دو بھائی ہیں تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہیں تو خمائی مال جد کا فرض ہوا اور باقی مال بھائیوں میں تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں مقاسمہ سے جو تہائی مال جد کو ملتا ہے وہ نہائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیوں کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو جاوے تو اسکا فرض دیا جاویگا پھر مال کیا جاویگا جد کے لیئے یعنی علامات سے کون حال بہتر ہو مقاسمہ یا ثلث مالبقی یا سدس تو جو اثنین سے اسکے حق میں بہتر ہوگا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ ؎ وما استقطا الاولاد میت علیہ وقد اسقط النعمان وھو الجد والاخ بنی الاعیان والاب وبنی العلات کالاخ والجد فی الاصح یعنی جد بھائیوں کو دادا کے ساتھ ساقط نہیں کیا ہو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے انکو ساقط کیا ہو یہی قول امام محمد کا اور یہی قول اصح ہے اور جد بھائی کا دادا کی طرح ہونا یعنی جد بھائی کے ساتھ وہی معاملہ کریگا جو دادا بھائی کے ساتھ کریگا کما فی الملتقی والسراجیہ وان قال مصنفہا فی شرحہما وعلیہ الفتوی اور مصنف یعنی صاحب وہبانیہ ان امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ میں مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کے شرح میں کہا ہو کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہو ویسقط بنو العلات وہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم او بنی الاعیان الصغار بہو لاء ای بالاب وابنیہ وبالاب والجد ولذا یاکلہ الاخ عصبۃ کما علیہ اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں سگے بھائیوں کے یعنی اولاد الاب بھی اور اولاد الشخص یعنی اولاد اور اولاد الابن یعنی باپ اور دادا سے اور سیطرح ساقط ہوتے ہیں سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاوے بنت کے ساتھ چنانچہ اگر اسکو معلوم کر کیا ہو چونکہ بنی اعیان قرابت میں اقوی ہیں بنی علات سے لہذا اُنکے ہوتے سے وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ مل تو وہ عصبہ بغیرہ ہو گئی تو اگر بہت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاوینگے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیار دھم الاخوۃ والاخوات کام یا ولد او ولد الابن دون سقوط بالاب والجد یا کاحدھما عند ھم من قبیل الکلالۃ کما سیظہر اور بنی اخیافی یعنے مادری بھائی اور مادری بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل الکلالہ ہیں یعنے ضعیف القرابت ہیں چنانچہ صاحب شرائف نے فرائض شرائف میں اسکو شرح بیان کیا ہو ھم بالاجماع جد سے ساقط ہیں یعنے بخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے قول پر ویسقط الجدات مطلقا ابو یا ام لبیلۃ بالام اور دادیاں ساقط ہوتی ہیں جدات مطلقا خواہ یدری جدہ ہوں یا مادری یعنی مادریاں اور نانیاں ماں سے ساقط ہو جاتی ہیں دالابویات بالاب اور جدات یدری یعنے دادیاں باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہیں وکذا بالجد لا ام الاب وان علت فانہا ثبت مع الجد کما لیست من قبلہ بل ھو رحمۃ فکانہا منہ اور ماں کے ہونے سے جدات ساقط ہو جاتی ہیں دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ بحال ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہیں ہوتی اسلیے کہ وہ وارث ہوتی ہو جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی طرف سے قرابت دادا کی جہت سے نہیں بلکہ وہ جدہ ہو جد کی تو وہ دونوں ماں باپ کے مانند ہوئی اصلی قرابت میں یعنے تو جیسے والدین وارث ہوتے ہیں ویسی جد اور جدہ وارث ہونگی ویحجب الاقرب من ای جھۃ کانت المتعرق کذلک وارثۃ کانت الاقرب ام محجوبۃ کما ذکرنا اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ بسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہو خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ اسکو قدم بیان کیا ہو یحجب المحجوب کی شرح میں تو جاصل یہ دونوں میں جمع حاصل ہوتا ہو کہ ہر جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ دادری کو محجوب کرتی ہو یعنی کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ یدری کو محجوب کرتی ہو یعنی کہ جدہ قریبہ یدری جدہ بعیدہ یدری کو محجوب کرتی ہو یعنی کہ جدہ قریبہ یدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہو ولذا الجمعنا کانت حدھما ذات قرابتہ ولحلۃ کام الاب کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق السراجیۃ وغیرھا کام ام الاب فلا تقدم ان القرب یحجب البعد مطلقا

فافہم ولاحرج فی ذات قرابتین او اکثر کام ام لام وھی ایضًا ام اب لاب ھذہ الصور ؎

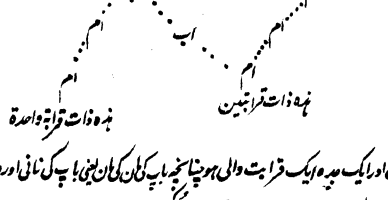
ام
اب
ام
اب
ام
ام
ام
اب
ام
ام
ام

تو عصبہ میں ایک قرابت کی جہت ہوئی اسکو ایک حصہ دیا اور جو عصبہ میں دو جہتیں قرابت کی متفرق اور محض ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہوا اور حقیقت میں تین ہوئے تو اسکو دو حصے دیئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہر دو جہت سے ساتھی دھما ای ابو حنیفۃؒ و ابو یوسفؒ اضافا باعتبار الاجزاء و بہ قال مالکؒ والشافعی و بہ جزم فی الکنز فقال وذات جهتين كذات جهة اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے نصف نصف قسمت کی ہے باعتبار اجزاء کے اور یہی قول ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا اور اسی قول پر متین کیا ہے کنز میں صوکنز میں لیوں کہا ہے کہ وہ جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے ہم قول شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کے تعدد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہوتو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کے مانند ہوا اور یہاں اسطرح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ ہونے میں ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ جمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک تین ہی سدس میں نصف نصف تقسیم ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملینگے طحاوی نے کہا کہ نتری شیخین کے قول پر ہے سراجیہ میں ابو یوسفؒ کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کو بھی ملا دیا ہے اور اسکی شرح فرائض شریفیہ میں ہے کہ خبر میں کہا کہ امام سے صاحبین اور صاحبین سے کسی روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شافعی المذہب کے فرائض میں یوں مذکور ہے کہ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کا قول ابو یوسفؒ کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استكمل البنات او الاخوات او البوين فرضهن وهن الثلثان سقط بنات وابن وان سفل الاخوات لا بانفسهن بنو الاخ كعصبة ابن وابن ابن وان سفل واخ شقيق او لاب كذلك وجد كاخ وان علا

مسئلہ اور نازل اعنی سافل فيحتجن بعصبتهن ويكمل الباقي للذكر كالا ثنيين قاله المصنف في شرحه اور جبکہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض حصہ یعنی دو تہائیاں پورا بعد لینے دو تہائیاں ساقط ہو جائینگی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کرنے سے پہلی صورت میں اور بجائی کے عصبہ کرنے سے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر حصہ میں یا نازل نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت میں ابن الابن بنات کو اور حقیقی بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کرینگا تو بعد ثلثین فرضکے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم بنات کا حکم بالثنین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نساء میں مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر ظاهر لتصريحهم بان الاخ لا يعصب اخته كالام لا يعصب اخته وابن العم لا يعصب اخته وابن المعتق لا يعصب بل المال للذكر دونها لانه من ذوي الارحام قال في الرجيز ص فليس ابن الاخ بالمعصب بمن مثله او فوقه في النسب ص شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کا مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علماء کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال صرف مردوں کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسلئے کہ عورتیں ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام سے ہیں جبکہ میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو یعنے بہن کو عصبہ کرنا جو مصنف کے کلام مذکور میں عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض ہو جیسا کہ مثال مذکورہ میں ہے اسکا بھائی اسکو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ اولاخ صفات پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہیں ہو سکتا ان دیانۃ کیونکہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف الیہ بھی کذا فی الحلوانی لیکن متصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانه يعصب مثله او فوقه عصبة لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه ✻ برخلاف ابن الابن کے نیچے ہونا اگرچہ ساقل درجہ کا ہو استحقاق کے وقت عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر والی کو یعنے بہن کو یا اوپر والی کو یعنے عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہ ہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے اُن عورتوں کو جو اُس سے نیچے درجہ کا ہو الیان میں ہم بیٹے اگر چہ صاحب فرض ہو تو اپنا فرض حصہ پا دیگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہیں کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن کے درجہ میں نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی جیسا کہ اگلی مثال میں ظاہر ہوگا علوا كذلك ثلث بنات وابن ابن ابن اسفل من بعضهن فلثلث بنات وابن ابن ابن اخر كذلك وثلث بنات وابن ابن ابن كذلك كذا في السراجية

میت

	الفرع الاول	الفرع الثانی	الفرع الثالث
	ابن	ابن	ابن
	ابن	ابن	ابن
علیا	ابن بنت	ابن بنت علیا	ابن
وسطی	ابن بنت	ابن بنت وسطی	ابن بنت علیا
سفلی	ابن بنت	ابن بنت سفلی	ابن بنت وسطی
			ابن بنت سفلی

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہو اور دوسری فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اسطرح درجہ بدرجہ کہ اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسطرح درجہ بدرجہ کہ سہ چھوڑیں پس چونکہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے مگر توضیح اسکی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اسکے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین پانچ میت کے پوتے نے اسطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین پانچ سب مرگئے تمام طبقات کے اور نوٹر کیان انکی باقی ہیں اور میت جد اعلی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ الشبیک کہتے ہیں کذا فی المطولات وفیہا قال العلیا من الفرق الاولی او الثانیۃ او الثالثۃ ان لہا احد فلہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو بحد اعلی کے ترکہ سے اسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اسمیں اور میت میں ایک واسطہ ہے برخلاف اور بنات کے لہذا اسکے برابر میں کوئی عورت نہیں تو دو نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام ہے والوسطی من الفروع کالاول تو ان بہا العلیا مع الفرع الثانی فیکون لہا السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس ملیگا تکملہ تین کے پورا کرنے کیواسطے ہم یہ دونوں پوتیاں اسواسطے بمد رجہ ہمین کہ میت میرا باپ تھا اور میں دو واسطے ہین مگر سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پاچکی دو ثلثین مین سدس باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا اگر وہ تنہا ہین وہ کانثی للسفلیات اور کچھ نہین ہر نیچی پوتی کیواسطے ہم نو پوتین ہین سے تین پوتیاں پانچ دو تہائیان پائین اب باقی چھ سفلیات پوتیون کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ نبات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین ہی اور عصوبت انکی قطعا ثابت نہین تو ہمالا انکو میراث نہ ملیگی کذا فی الدر المختار الشریف لکن ان یکون مع واحدۃ من غلام فیعصبہا او مع اخ فہا مر لا تکون صاحبۃ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لیے کچھ نہین مگر یہ کہ سفلیات مین سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بہن کو اور اسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اسکے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہین ہر عصبہ کر دیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم نے اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں المذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا المذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اسمین سے آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اسمین اور اسکی بہن مین تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیون کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی اسمین اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں المذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی المطولات والله اعلم بالصواب وبالحق ابن عم کذا فی نسخ الملتقی والشرح وعبارۃ السید وغیرہ وباخذ احد ابنی عم

تنبیہ شریف کی اصطلاح میں اسکو کہتے ہیں جسمین ذکر اور انثی اور ذکور اور اناث کا اجتماع ہو اور ذکور کو انثی پر فضیلت ہو جیسا کہ اس مسئلہ مین ہے اور ذکور کو انثی پر فضیلت ہونا اسلئے ہے کہ ذکور کو ان کے اصول کی طرف سے عصوبت ثابت ہے

یہ مسئلہ مشہور ہے اور اسکو مسئلہ الشبیک کہتے ہیں

یہ مسئلہ مشہور ہے اور اسکو مسئلہ الشبیک کہتے ہیں

یہ مسئلہ مشہور ہے اور اسکو مسئلہ الشبیک کہتے ہیں

ھو احکام السدس بالفرض قال شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے لفظوں میں ہے طرح دیا ہے ہم نے ابن عم مرقوم ہو اور سید غیرہ کو عبارت یا قاعدہ اپنی عم ہو یعنے دو چچیرے بھائیوں میں جو اخیافی بھائی ہو میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے عم صورت اسکی یہ ہو کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا اخلاعا مدیہ اجھا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مر گیا اور دوسرے بھائی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اسکا حامد پیدا ہوا پھر حامد یا محمود یا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اسکا اخیافی بھائی ہو چھوڑ کر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحاوی تصرف و کذا لو کان الاخر زوجا فلہ النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے اعتبار سے و یقسم الباقی بینھما نصفین بالعصوبۃ حیث کانا من ادلۃ بھما فیرث لجھۃ تعصیب اور دونوں چچیرے بھائی باقی مال کو آپس میں نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی بالغ نہیں اسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونوں جہتوں سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونوں جہتوں سے عم اور پہلی صورت میں باقی مال بالغ سدس میں اور دوسری صورت میں نصف ہو اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کیوجہ سے نہ زوجیت کیوجہ سے اور اخیافیت کیوجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحاوی و اما بفرض و تعصیب معا بجھۃ واحدۃ فلیس لہ الا احدھما او بفرض او تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو یا نہیں جانا کسی وارث میں سوا باپ اور دادا کے عم جہت وارثہ میں یعنی ابوت ہو یعنے باپ ہونا یا دادا ہونا قلت و قد یجتمع جھتا معصبیۃ کابن ھو ابن ابن عم بان تنکح ابن عمتھا مثلا ابنا ہیں کہتا ہوں اور گاہے عصوبت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا دہی چچا کا پوتا ہو سطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہوئے کی جہت سے بھی عصبہ ہو چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہو لیکن اس مثال میں خلل یہ ہو کہ یہاں میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کیوجہ سے سو اسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہی مگر اسکا یوں جواب دیا جاے کہ اجتماع جہتین یہاں مراد ہو نظر میراث سے کذا فی الطحاوی و کابن ھو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنے والا ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بحر و خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہو فرزندی کی جہت سے اور ولاء عتاق کی جہت سے بھی و قد یجتمع جھتا و جوہ اغالبا یتصور فی الخسیس لئلا یحرم الحارم و یتوارثون بھما جمیعا عند ابی حنیفۃ و عند الشافعی فی احدی الجھتین و تمامہ فی کتب الفروائض الاخوۃ لاب فی الغرض اور کبھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ تو مصنف نہیں مگر مجموعیوں میں اسطرح سے کہ وہ لعون اپنی محرم عورت سے نکاح کر لیتے ہیں سو اسکا ہم وارث ہونگے دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابوں میں مذکور ہو اسکی طرف فریقوں کی فصل میں اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہو اس عورت کا اور بھائی بھی ہو ہم اگر وہ مر گیا تو اسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اسکی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی و لو ترکت زوجا و ابا و اخوۃ لاب و اخوۃ لاب و ابوین اخذ الزوج النصف و الاب الجد السدس و قد لزم الثلث و لا شیء للاخوۃ کابوین فھم عصبۃ و لم یرثوا لھم شیئ اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا تو زوج نصف متروک لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی ثلث لینگے اور سگے بھائیوں کو واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور انکے واسطے کچھ باقی نہیں رہا جنے عصبات وارث ہوتے ہیں اس مال کے جو ہم سے الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فرض سے کچھ باقی نہیں رہا و عند مالک و الشافعی لیس ترکہ بین الصنفین الاخرین کان الکل اولاد ام اور مالک اور شافعی کے نزدیک یہ مال دونوں قسموں میں یعنے اخیافی اور سگے بھائیوں میں اشتراک کا حکم ہوگا گویا وہ سب اخیافی بھائی ہیں ہم سے مذکر کا نام شریک لفتح راء مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور مصنفوں نے اسکو بکسر راء مہملہ بھی لکھا ہو اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حمایہ اور حجریہ اور تیسیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی مختصرا و کذلک یفرض مسائل الواضح للاخت للابوین او لابیہ النصف و للجد السدس مع زعمہ ان قولہ قول الائمۃ اور سیطرح امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بہن یا بہنیں ابن کی ہو یا سوتیلی بہن کو فرض نصف کا دیتے ہیں

اور ماں کا اسی طرح چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ یہ مسئلہ عول کر یگا تو سہم کیلئے ہم اس مسئلہ کو اگر یہ کہتے ہیں تو صحیح ہے مگر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ ثابت نہیں ہے بلکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ ثابت ہے کہ بہن کو دادا کے ساتھ مصاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اس کو دادا کے ساتھ مصبہ کہتے ہیں مگر یہ مسئلہ یہ ہے کہ بہن کو دادا کے ساتھ مصاحب فرض کہتے ہیں صورت اگر زید کی یہ ہے کہ زوج اور اور دادا اور بہن کا حصہ شرعی ہے تو زوج کا چوتھا حصہ ہے اور ماں کا تیسرا حصہ ہے اور دادا کا آدھا حصہ ہے اور بہن کا آدھا حصہ ہے تو مسئلہ چھ سے بنا اس میں زوج کا ایک حصہ اور ماں کا دو حصہ اور دادا کا تین حصہ اور بہن کا تین حصہ ہے تو مسئلہ نو سے عول ہوا اور اگر مسئلہ کو اس طرح پر بنائیں کہ

داخل ہوگا ہر سہم میں سبع یعنے ساتوین حصے کا تو وہ چھ میں سے دو سہم اور چار سبع یا ویگا اور دونوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو دو تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہے ملخصہ یہ کہ ایک چھ کا سُدس تھا جب چھ پایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہوئی تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی وَاَوَّلُ مَنْ حَکَمَ بِالْعَوْلِ عُمَرُ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں ایک میت واقع ہوئی جسکا مخرج اسکے اور فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا مگر ابن عباس نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی وفتاوے عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا حضرت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اسنے عول کیا آٹھ کی طرف

ثم المخارج سبعة پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصوں کے سات میں ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہیں اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنے نصف ربع ثمن مخرج ہوں تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں یعنے زوجتین تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جبکہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبع کے ساتھ مختلط ہوا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہوا اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ اُن دو مخرجوں سے ملکر بنات ہوئے یعنے دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اَرْبَعَةٌ لَا تَعُوْلُ اِلَّا ثَمَانِيَةً وَالثَّلٰثَةُ وَاثْنَتَانِ وَاحِدَةٌ

مخارج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ ہم حصر باعتبار استقرا کے ہوا سواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اسنوقت ہوگا کہ نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی جیسے زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریفی نِصْفٍ وَثُلُثَانِ قُلْ تَعُوْلُ بِالْاِخْتِلَاطِ كَمَا سَيَجِيْءُ فِيْ بَابِ الْمَنَاسِخَةِ اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المناسخہ میں آویگا شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہوتا ہے وَسِتَّةٌ تَعُوْلُ اِلٰى عَشَرَةٍ وَسَبْعٍ اَوْ شَفْعًا تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق اور جفت دونوں کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فَتَعُوْلُ لِسَبْعَةٍ كَزَوْجٍ وَشَقِيْقَتَيْنِ تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہوتے ہیں م تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے سدس کے زیادہ کر دینے سے سات ہوگئے اور بقدر نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحطاوی سے مذکور ہوگئی وَثَمَانِيَةٍ كَهُمَا وَاَمٍّ اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ زوج ورثہ مذکورین اور ماں میں یعنے زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں میں م تو اس صورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہو گئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اصحابنا کہ میں نصف مال ماں تو علما جو سے اسکا سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہے وَلِعَشَرَةٍ كَهُمَا وَاَخٍ اَخِرَيْنِ اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی ہیں یعنے زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی میں م تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی دس کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو تیریجیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اُمیین تاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم کا تو زوج شوہر

پہلا اور آخر اور درمیان کا حصہ ملا کر تین حصے ہوئے

گھر میں چھوڑا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑ کر اور اسنے کوئی بیٹا یا بیٹا نہیں چھوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے تھے نصف ہے تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے نہ مجلد نصف دیا نہ ثلث بغیر قاضی کو پہونچی تو اسکو طلب کیا یوں کہ کر کہ مجھ تیرے لیے باقی ہے ہمارے پاس بھر جب وہ آیا تو اسکو تعزیر کی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور واجبی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجھ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے لیے عمل کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہے مختصراً بالمجلد و تحمل جاہل تھا عمل کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو جن نہ جانتا تھا فاقا وے عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہے جبکہ چھ ۶ یا آٹھ ۸ کی طرف عول کرے تو ثابت بالیقین عورت ہے اور اگر بات کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہے واشار عشر اعولوا ثلثا الی سبعۃ عشر و ترال شفعا تعول ثلثۃ عشر ان وجہ ثم شقیقتین ام وخمسۃ عشر کم ثم اخ لام کام وسبعۃ عشر کم اخ لام اخ لام اور بارہ عول کرتا ہے تین بار سترہ تک طاق عدد مین زوجیت مین تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کی طرف جیسا کہ زوجہ اور دو سگی بہن اور مان اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہے جیسا کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور اخیافی بھائی مین اور سترہ کی طرف عول کرتا ہے جیسا کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور دو اخیافی بھائی مین ہم جبیا رہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہے اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونون کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ وا ربعۃ عشر تعول الی سبعۃ عشر وعشرین فقط کام اۃ وشقیقتین ولبنتی ابن یقاسم ابن یقاسم اور چوبیس کا عول ہوتا ہے فقط شماس کی طرف جیسا کہ زوجہ عورت لیے زوجہ اور دو بیٹیون اور مان اور باپ کے وارث ہوئے مین اس مسئلہ کو منبر پر کہتے تھے صماس یہ کہ منبر پر اسواسطے کہتے تھے کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا حق کیا فرض معین ہے تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعا یعنے اسکا آٹھوان حصہ نو ان ہو گیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپ کی فطانت اور ذکاوت کا اور شیخ زوری نے شرح ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جب خطبہ مین آپسے یہ سوال ہوا اور خطبہ یہ تھا الحمد للہ الذی اعلم بالحق فقط او بجری کالفرس بالسنے او الید او المعاد او الجبی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہے خواہر زادہ کی شرح مین ہے کہ علی مرتضی کمال حاذق و ماہر تھے علم حساب مین حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپسے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصہ مین تم اپنی کتاب یعنے قرآن مین پڑھتے ہو ثلثمائۃ سنین وازدادوا تسعا اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہوا اور مسیح نہین تو ہماری کتاب کے مخالف ہے تو آپنے فرمایا کہ تمہاری کتاب مین جو تین سو نو کو رہن تو یونان کے حساب کے موافق ہے یعنے شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین ضرب کے یعنے قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی ضرب کے قمری حساب پر تین سو ستہ تین تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا ولہذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین نقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مقرر تھے آپکی نبوت کے اور ایسا ایسا کلام ہے جیسا بعضے علمائے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضعا کما مر اور رد ضمد ہے عول کا چنانچہ اوان باب مین گذرا کیا مسائل فرائض کے تین قسم ہین فرضیہ عادلہ اور فرضیہ قاصرہ اور فرضیہ عائلہ فرضیہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پورے طور سے کہ میت سے نہ زیادہ نہ کم ہو جیسا کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو سوتیلی بہنین جھوڑین تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہے اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال ترکہ کے سہام سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فرضیہ عادلہ ہے یعنے پورا نہ کم نہ زیادہ اور فرضیہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور مان کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین اور مان کا سدس ہے اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہے رد کا یعنے سدس باقی انھین وارثون کو بحصہ دیا جاے اور فرضیہ عائلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر من مال کے سہام ہون جیسا کہ اسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذ فیأخذ فضل عنہا ای عن الفرض من الحال انہ یعصبۃ تمہ ثم ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم جماعۃ کما فسد بہت المال اھ

سہ
سہ فرائض
کو نہ اور تین ہین جو فرضیۃ
ہون کو ان کی طرف
کا بدلہ دیتا ہے اور
ان کی طرف بازگشت
اور رجوع کرتا ہے
یعنے

یعنے جیسا رد عول کا فیصلہ ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہو فروض سے تو اس اعتبار سے صنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور بچا لائق دہان کوئی عصبہ نہیں ہو تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے عم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی سبیل تعصیب اور سائکے متابعین جناب حنفیہ وغیرہم کا قول ہوا اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہ ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہوا اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہوا اور شافعی محققی کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کی ثبت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہو وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یعنے بعض اہل قرابت اولے میراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع ترکہ کا بوجہ صلۂ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث نے مال کے خبر دہیں کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہو مواریث کی آیت کے حکم سے بچہ باقی مال انھیں وارثوں کو بھیر دیا جاوے بوجہ صلۂ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارع نے رد فاضل کے لیے فضیلت المال کو علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہو اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ تعلیل کا محل زوجین اور نبات متحق اور انکے قرابت دار ہیں یعنے اگر مراتب تقدیم سے کوئی نہو سوائے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فضیلت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور بہتر نہیں سوائے اسکے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہوا اور امام مالک کا بھی مذہب یہ ہو کہ فاضل مال بیت المال ہو اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی لَا عَلٰى الزَّوْجَيْنِ فَلَا يُرَدُّ عَلَيْهِمَا فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا فرمودہ حضرت پر اسواسطے رد نہو گا کہ انمیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہو چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو اثر قرابت کی وجہ سے رد ہو گا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يُرَدُّ عَلَيْهِمَا اَيْضًا قَالَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ قُلْتُ وَجَزَمَ فِی الْاِخْتِيَارِ بِاَنَّ هٰذَا هُوَ الرَّاوِیُ لِلْجَمْعِ وَاَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاوے جیسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اسپر یقین کیا ہو کہ یہ یعنے عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور غلط ہو تو اسکی طرف مراجعت کرنے سے طحطاوی نے کمال نقل عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہوا اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور روح الشرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہوا اور مکمل جواب بھی نقل کیا واللہ اعلم وَفِی الْاَشْبَاهِ اَنَّهُ يُرَدُّ عَلَيْهِمَا فِی الْاَظْهَرِ لِفَسَادِ بَيْتِ الْمَالِ وَقَدَّمْنَاهُ فِی الْوَكَالَةِ اور اشباہ میں ہو کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاوے سبب بگڑ جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الوکالہ میں مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے تصریح تمام مذکور ہو چکا مَسَائِلُ الْاَدْوَارِ بِعَشَرَةٍ اَقْسَامٍ لِاَنَّهُ اِمَّا اَنْ يُّرَدَّ عَلَيْهِ مَا فَضَلَ اَوِ الْكُلُّ وَعَلٰى كُلٍّ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ لَّا يُرَدُّ عَلَيْهِ اَوْ لَا يَكُوْنَ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہو وہ ایک قسم کے ہیں یا دو قسم ہیں اور بتقدیر پر یا انکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہو یا وہ لوگ نہیں ہیں فَاَوَّلُ الْاَقْسَامِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَحَدٌ مِّمَّنْ يُّرَدُّ عَلَيْهِ مَا فَضَلَ عَنِ الْمُرَدِّ وَعَلَيْهِمْ كَبِنْتٍ وَاُخْتٍ لِاَبَوَيْنِ فَهٰذِهِ الْمَسْاَلَةُ مِنْ مُّجَرَّدِ رُءُوْسِهِمْ اَبْدًا قَطْعًا لِلتَّطْوِيْلِ پہلا قسم یعنے اگر وہ بارہ پانے والوں کی جنس سے نہو چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں دوسرے قسم سے کہ مسئلہ وارثوں کی تمام سے تاکہ تطویل قطع ہو جاوے یعنے چونکہ جمیع ترکہ انھیں وارثوں کا ہو فروض دو کی ماہ سے اور ذاتیں انکی کسیاں ہیں برابر ہیں مرد کو دوسری زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاوے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے دیا جاوے پھر دوسری بار باقی مال کو بقدر انکے سہام کے دیا جاوے تو وہ باقی تسکرنا ہوگا تو سب ترکہ کا ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہو وَالثَّانِیْ اِنْ كَانَ الْمُرَدُّ عَلَيْهِ جِنْسًا وَاحِدًا كَثَلٰثَةِ اَخْمَاسٍ لِاسْتِقَامَةِ فَمِنْ عَدَدِ سِهَامِهَا وَقسم ثانی اگر وہ بارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو انکے سہام کی شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقرا کے لیکن جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہو کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس دو کو سہم کی پائی نہیں گئی فَاِنْ تَبَايَنَ لَا مُوَافَقَةَ بَيْنَ عَدَدِ سِهَامِ كُلِّ فَرِيْقٍ وَعَدَدِ رُءُوْسِهِمْ فَاثْنَانِ وَثَلٰثَةٌ لَوْ ثُلُثٌ وَسُدُسٌ وَاَرْبَعَةٌ لَوْ نِصْفٌ وَرُبُعٌ وَخَمْسَةٌ فَمِنْ سِتَّةٍ لِلسَّافَةِ تو رد وہ سے قسمت ہوگی اگر وہ سے

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہوئی کی یہ صورت ہو کہ عینی اور اخیافی ہین وارث ہین تو مسئلہ چھ سے ہو اور اسمین انکے دو سہم ہین قسمت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہو کہ دو اخیافی بھائی اور مان وارث ہو تو اصل مسئلہ تین سے ہو اور دو ان کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہا کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیون کو دو ثلث مال کے اور مان کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہو کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہو یا ایک بیٹی اور مان وارث ہو تو یہان بھی مسئلہ چھ سے ہو اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا مان کا ہی تو دونون مسئلے چار سے قرار دیے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا تو سطح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع مان کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہ صورت ہو کہ دو بیٹیان اور مان وارث ہو یا ایک نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور مان وارث ہو یا ایک نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور مان وارث ہو تو ان تینون صورتون مین بھی مسئلہ چھ سے ہو اور سہام خوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور مان کا ایک سہم ہو تو متروکہ کے پانچ حصے کیے اُنمین سے چار جنس بیٹیون کے اور ایک جنس مان کا اور دوسری صورت مین تین جنس بہنون کی جمع ہوئین اور منجملہ چھ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہین اُنمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم مان کا تو اُنہ متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر سہام کے تو بیٹی کے تین جنس اور پوتی کا ایک جنس اور مان کا دوسرا جنس اور تیسری صورت مین بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم اور اسی طرح مان کی سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا یا ویگا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا تصفیہ کے واسطے یعنے دو قسمتون کو ایک قسمت قرار دینے کی غرض سے

والثالث کان جمیع ما کان لاحد الجنسین لا یرد علیہ ھو الرد بان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل فحاربہ وقسم الباقی علی قسم من یرد علیہ کزوج وثلثی بنات فھی من اربعۃ للزوج واحد وبقی ثلثۃ وھی تنقسم علیھم فلا حاجۃ الی الضرب

اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ تحض ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاے اُسکے کمتر مخرج سے اور باقی رد کیا جاے اُنکی داتون پر جسپر رد کیا جاتا ہی چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور رد ہے تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین زوج کا فرض ولاد کے ساتھ چوتھائی ہی تو اسکا کمتر مخرج چار ہی جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیون پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت ہوئی وان لم تستقم فان وافق فرد سھام کل من یرد علیھم کزوج وست بنات ضرب وفقھا وھو ھنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وھو ھنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ

اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور اُنکی داتون مین جزء رکھا جاتا ہی توافق کی نسبت ہو جنانچہ زوج اور چھ بیٹیون مین تو اُنکا توافق جو کہ یہان دو ہی اُنکے مخرج مین ضرب کیا جاے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہی تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چھ ہم افل مخرج زوج چار ہی پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیون پر مستقیم نہین ہوتے لیکن تین اور چھ مین تو افق بالثلث ہی تو رد کر دس بنات کے وقت کو جو یہان دو ہی چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی وان لا یوافق بل بان صوب کل عدد رد سھمہ فیہ ای فی المخرج بالکل کزوج وخمس بنات فالمخرج ھنا اربعۃ للزوج واحد وبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ سھم والباقی ثلثۃ اضربھا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ

اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین جنانچہ زوج

اور باپنج بیٹیاں تو مخرج یہاں چار ہوا تین زوج کا فرض ایک ہی باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہیں تو چار کو پانچ میں ضرب کیا ہو ئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کیا مضروب میں یعنے پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہوا اسکو بھی مضروب میں یعنے پانچ میں ضرب کیا حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین تین حصہ یہ صورت بھی صورتین سابقتین کے مانند ہوا اصل اسکی بارہ سے ہی اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا کہ وہ کثر مخرج ہو فرض زوج کا پھر جب اسمیں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر تقسیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباین کی نسبت ہو تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنے پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفی والوافی ولو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا اکثر منها بحکم الاستقراء اذ لا ندعم اربع طوائف اصلا بالاستقراء اور جو تیسری قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنے فقط دو جنسوں کے ساتھ دو جنسوں سے بیان یعنے قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ رد کرنا چار جنسوں کا اصلا نہیں ہوتا استقرا یعنے تتبع جزئیات کی دلیل ہے ہم یعنے اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اسکی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع میں تین جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسیں ہو ئی جاتی ہیں اور حالانکہ رد کرنا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا استقرا کی دلیل سے ولعل هذا نکتة اقتصاره فیما مر علی الجنسین اور شاید یہی نکتہ مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا ہم یعنے مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع میں اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسوں کی سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی ولکنه افراد بالثانی بعضه لاکله فتامل اور اگر اقتصار علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں بیان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کر ہم یعنے قسم ثانی کی بعض صورت یعنے جسمیں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہیں نہ اسکی سب صورتیں اسواسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لا یرد علیہ فاسهم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ علی مسئلة من یرد علیہ ان استقام کزوجة وابوام جدات وبنت لخوات لاب یعنے اگر دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کریں وارثوں کے مسئلے پر جیسے رد کیا جاتا ہو لیکن طریقہ قسمت مستقیم ہو جائے چنانچہ زوجہ اور چار دایاں اور چھ اخیافی جنسیں وارث ہوں ہم استقامت باقی کی ہمیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنے احد الزوجین کا ربع ہو اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اس مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی متن میں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی منتظم مخرج من لا یرد علیہ ربعة للزوجة واحد فی ثلثة تستقیم علی سهام الجدات وسهم الاخوات لکنه منکس علی اصل فریق کما یجیء تو مسئلہ مذکورہ میں من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہوا جسمیں زوجہ کا ایک ہی باقی رہتا تین وہ دادیوں کا ایک سہم اور بہنوں کا دو سہموں پر مستقیم ہیں لیکن وہ نو تین پر ہوتے ہیں ہر فریق کے نمبر فریق پر چڑھیں اسکی استقامت کا بیان اخیر باب میں آویگا کام چار دادیوں کا حصہ ایک تہائی ہے پر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہے اور پر قسمت نہیں سلما وان لم یستقم فی نصیب جمیع مسئلة من یرد علیه فمخرجه من لا یرد علیه فللزوج الحاصل بعد الضرب فی مخرجه فرض الاربعین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مرد علیہ کے نام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج میں ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس سے وہ دونوں فریق جسموں کا مخرج ہوگا یعنے فریق من یرد علیہ و فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ہونگے کل آویگے کا ربع زوجات ونصف بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیه ثمانیة للزوجات الثمن واحد وبقی سبعة لا تستقیم علی مسئلة من یرد علیه وهی اربعة وهی خمسة لان الفرض بین ثلثة وسدس فی ثلثة اثنانیة تبلغ اربعة وعشرین فمنها تصح الفریضة یعنی چنانچہ حاشیہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنے ایک ہی باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ یہاں پانچ ہیں اسطرح بیٹیوں اور دادیوں کی دو فرض دو ثلث اور ایک سدس ہو تو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرق کی ضرب کر حاصل ہو ہونگے تو یہی مخرج ہو دونوں فریق کے فرق کی ضرب من یرد علیہ

مسئلہ کو پانچ اسواسطے کیا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور حیات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو اسکے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو صحیح فریضہ پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو چالیس ہوئے یہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ میں سے بیان کرتا ہے فقال اضرب سہامہ من لا یرد علیہ وھو للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ لکن خمسۃ فرق حق الزوجات لانہ ربع بعد الکل بعین بعد من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ میں ضرب کرتو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے یہ ہیں سے واضرب سہامہ کل فریق من یرد علیہ وھو اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی او فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ لکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الاتیۃ وقیل بالمخارج تصح من الف واربعۃ وثمانین واربعین وسہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہیں چار بیٹیوں کے اور ایک سہم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ہوئے ۴۵ ہوئے انمیں سے بیٹیوں کے ۲۹ سہم ہیں اور دادیوں کی سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض مسئلہ راست نہ لگا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہیں ہوتا تو ناسکی تصحیح مرلے اُن سات قاعدوں سے جکا بیان اوپگا باب المخارج میں تو صحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکسو اڑا نوے ہوا اور یہ سہم ہے عم بالجملہ جو قاعدہ کرورہ کے بموجب ۱۴۴ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۰۰ ہوا اور ہر زوجہ کا حصہ ۲۵ ہوا اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہوا اور انمیں سے ہر بیٹی کا حصہ ۲۵۲ ہوا اور دو بیٹیوں کا نصیب ۵۰۴ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہوا کذا فی الطحطاوی مختصرا وھو لاحد من ثمانیۃ اربعین فلو لا خشیۃ الاطالۃ لاوضحت الکلام ھنا اور یہ مسئلہ یعنے ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنوں کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہ ہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا ہم ۴۸ سے زوجہ کا حصہ بارہ ہوا اور حیات کا نصیب بھی بارہ ہوا اور ہر جدہ کا حصہ تین ہوا اور بہنوں کا نصیب ۲۴ ہوا اور ہر ایک کا حصہ چار ہر کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل میں ہم فرض میں ہیں کہ رحم اصل میں بمعنی ولد کا اور اسکا ظرف پھر قرابت اور وصلت میں جتہ الولادیسمی رحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے کما فی المغرب ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جتہ الولاد ہو یا نہ ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فہو ذو رحم ثالث عینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثوں کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت میں ہم یہ مصطلح شرعی کا بیان نہ کرتے صحابہ کرام مانند خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم اور زید اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم بروایت مشہورہ توریث ذوی الارحام کے قائل ہیں اور یہی قول ہر امام اور صاحبین اور اکثر تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت شاذہ ہیں میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں اگلے نزدیک جب اصحاب الفروض اور عصبات نہوں تو مترکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا گو فقہ کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ عز اسمہ نے آیت موارث میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہیں کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ وکذا یورث مع ذوی السہام وکذا مع عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھ سوا زوجین کے یعنے زوجین اگر چہ صاحب فرض ہیں مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہیں فیاخذ المفتی جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لے گا قرابت کی وجہ سے جمیع مال کے لینے میں اشارہ ہو کہ وارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اسمیں قرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب گاہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت کے توجیہے تصیب میں بیٹا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جزئیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی الطحطاوی وجعل اخ بعد لا بعد لا ترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا محاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنے جسطرح عصبات میں اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام میں

اقرب ہوتے الجد وارث نہیں ہوتا خمسہ اصناف جزء المیت ثم اصل ثم جزء ابویہ ثم جزء جدۃ اوجد تیہ توکل ذوی الارحام جاز قسم من قسم اول میت کا جزء یعنے میت کی اولاد و دختری چنانچہ نواسی اور نواسن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنے نانا اور نانیاں پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جزء یعنے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جزء یعنے دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء یعنے حاوی اور نانی کی اولاد دنیا پھر تفصیل اسکی آگے کریگی متن اور شرح میں وحینئذ یقدم جزء المیت ثم اصلہ ثم اصلہ ثم اصل ابویہ ثم جزء جدیہ الاجود ان مفاوا و اسوقت میں یعنے جبکہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہو تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام کی اقسام میں اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچندد رجہ ساقط اور نازل ہوں ہر تو اگر میت کی نانیں یا پرنانیں ہوں اور نانا یا نانی ہو تو نانیں یا پرنانیں میراث سے گئی نانا اور نانی کو کچھ نظر آیگا اسواسطے کہ جزء مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ ثم اصلہ الی الاقرب فالاقرب فان استووا فاسدان هلم اجرا اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ بچند درجہ عالی اور اونچے ہوں ہم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت میں میں کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی مان یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ ابن قسم من بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی ثم قسم جزء ابویہ هم اولاد الاخوات لابوین او لاب او لام اولاد الاخوة والاخوات لاحد ابوین او لابوین او لاب ان نزلوا ثم والدین میت کا جزء مقدم ہے یعنے سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ بچند درجہ ساقط اور نازل ہوں ہم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد مرد ہوں یا عورت یعنے بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام میں اور سگے یا سوتیلے بھائیوں کی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہوگیا اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل قسم قسم میں اقرب بالمیراث اقرب ہے الیت ہو تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا نانی تمام مال کو بھائی کی پوتی لے گی نہ بہن کا نانی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مقدما ویقدم الجد علیهم خلافا لهما اور مقدم ہوتا ہے نہیں یعنے اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر بخلاف ما جیسے کہ ہم ائمہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہو کہ نانا مقدم ہو نانی اور نانیں پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور دوسرا فتوے ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہو کہ نانی اور نانیں نانا پر مقدم ہیں اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجوں پر اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے سگے بھائیوں پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ الاجد تسلیه پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے الی آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنے دادا اور مان کا باپ یعنے نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی مان یعنے دادی اور مان کی مان یعنے نانی مراد ہے هم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں ہم یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہن ہیں انکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیافی بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی والاعمام کالام اور اخیافی چچا ہیں یعنے میت کے باپ کے اخیافی یعنے مادری بھائی ہیں ذوی الارحام میں مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام میں سے مطلقاً سگی ہو یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اپنی جدہ مادری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ اخوال و خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے میں برابر ہیں سیان کوئی اقرب اور الجد نہیں الا فرض حکم کہ ترکہ میں خنثیٰ ہو تو قرعہ کے ذریعہ سے مسیح مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد بالنہیں اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو قرعہ کے

بالاجماع لینے سگا اولے ہی سوتیلے سے اور سوتیلا اولے ہی اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی مین بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اھ اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی مان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے حمزکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کے واسطے ایک تہائی ہو کذا فی الطحطاوی مقرر آبنات اعمام واولاد ھؤلاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اعمام اولاد ان اشخاص مذکورین کے یعنے خوال اور خلالت اور اعمام اخیافی وعمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین قسم عمات الاباء والامھات واخوالھم وخالاتھم واعمام الاجداء لام واعمام امھات کلھم واولاد ھؤلاء کذالک وان بعدوا لتعلق بالمستولد پھر اشخاص مذکورین کے بعد سیکے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور انکے مامون اور خالائین اور باپ کی اخیافی چچا اور ماؤن کی چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اونچے اور نیچے ہوں یعنے جملہ میت کے عمات وخلات اور اخوال اور انکی اولاد موجود ہون تو اب جملہ منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور انکی مان کے چچا اور مامون اور عمہ اور خالہ کی طرف تو اگر انمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحمہ کے سبب اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے تو قرابت انکی معتد ہوگی تو انمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والون کو ایک تہائی الی آخر ما مر پھر اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات ونیز ہم کی طرف انکے بعید انکی اولاد کی طرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کے قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ہر قسم قسم رابع مین یہ حکم ظاہر نہین لیسواسطے کہ انمین کوئی قرب نہین مان انکی اولاد مین انتفاء قرابت متحقق ہوتی ہے لانہ الملاق اسی پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی اذ الاستوی فی الدرجۃ واختلفت الجھۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجے مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہو اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد ہو اور صنف ثانی اور رابع مین یہ نہین ہوتا ہان انکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب لثلثی والقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین ترکہ میت کی اور مان کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہر ہم طحطاوی تکمیلا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہے اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الادلاء والانوثۃ اعتبر ایلاد الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رح کے ہم در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اھ اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو تاتی دو ثلث پاویگا اور تاتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع وکانت اصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت یعتبر عند محمد فی ذلک اصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وھو ثانی البطن الثانی وھو ابن بنت وبنت بنت فجعل اعتبر صفۃ الاصول فی البطن الثانی فسئلتنا فقسم علیھم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فیختلف یکون ثلثاہ لبنت ابن البنت نصیب ابیھا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشرحھا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ نواتی کی بیٹی اور تاتن کا بیٹا تو ائمین محمد رح نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف استقسام کی مثال مین بطن ثانی مین بیٹا ہے یعنے نواتی اور تاتن مین تو محمد رح نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو اجر مال کو تین حصے کرکے باٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان نواتی کی بیٹی کی ہونگی جو ماتحت باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی تاتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی مان کا حصہ ہے اور اسکا ابو افضل بیان سدا جیہ اور اسکی

شرعون ہیں یعنے یہاں نہایت مختصر مذکور ہوا جبکہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی یہاں فروع کا اعتبار کیا ہوا ور اختلاف اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلاء بطن مختلف پر برابر کو تقسیم کیا ہو اور ہر اصل کا حصہ سگی فرع کے واسطہ مقرر کیا ہو تو تین کی صورت مذکور میں ابو یوسف کے نزدیک اصل کی تین ہتھیلیاں ہو کر دو ہتھیلیاں ناتی کا بیٹا پاویگا اور ایک ہتھیلی ناتی کی بیٹی یا دونی بر عکس قول محمد رح کے اور بقدر اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف ارجح کے احکام جدا گانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب ترجمہ کرنے سے معذور ہوں فمن شاء الاستقصاء فلیرجع الیہا وھا نحن نذکر ہ بعون اللہ الملک الوھاب لفظ اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہو نہ اصول کا ھر یہاں نہیں ہر کار رح مقدم مذکور نہیں ہوا بلکہ رح سمیع سراج الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قال المحدث الرواتین عن ابی حنیفۃ رح ھو ما ذکرہ ذوی الارحام علیہ الفتوی کذا فی شرح الراجیۃ لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور ہے ان دو روایتوں میں سے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تاہم ذوی الارحام میں اول ہی اسی قول پر فتوی ہوا ایسا ہی ہو سراجیہ کے مصنف کی شرح میں وکذا فی الحامدیۃ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری میں ہو کذا فی السیوطی میں مذکور ہو کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہو کیونکہ وہ آسان تر ہو اور احوط محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہو اس قسم کے مسائل میں طحطاوی میں ہو کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوے دیا ہو وفی الملتقی وبقول محمد یفتی سئل محمد عن بنت بنت شقیقۃ وابن بنت شقیقۃ یلقی فقسمہا اثلاثا بینہما نصفین ثم قسم نصف الشقیقۃ بینہا وبین اخیہا للذکر مثل حظ الانثیین فصار المال بینہما نصفین ثم قسم نصف الشقیقۃ بینہا وبین اخیہا للذکر مثل حظ الانثیین فصار المال بینہما اثلاثا اور ملتقے میں ہو کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہو محمد سے سوال ہوا اس مسئلہ میں جسنے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی انکا مترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو انہوں نے جواب دیا اسطرح کہ فقہانے شماء فروع کا اصول میں فرض کیا ہو یعنے اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جاویگی یعنے اسواسطے کہ انکی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو منزلہ دو بہنوں کے ہو گئی انصاف نصف تقسیم ہوگا بیچ سگی بہن کا نصف اسکی اولاد میں تین ہتھیلیاں ہو کر تقسیم ہوگا سو جواب یہ ہی محمد کے قول پر انکا مذہب ہو کہ اگر فرع میں تعدد نہیں ہو تو فرع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو جیسا کہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہیں اور دوسری اصل کی دو فروع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو بیان اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل میں اعتبار نکرینگے تو بنا بر اس قواعد کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کے دو فرع ہیں لہذا سگی بہن کو منزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین ہتھیلیاں کرکے انکی دو ہتھیلیاں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹے کو گا اور ایک ہتھیلی بیٹی کو گذا فی الطحطاوی ہیں لفظ المحیط کے

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرھم یہ فصل ہو ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں ہم غرقی جمع ہو غریق کی اور حرقی جمع ہو حریق کی جیسے قتلے جمع ہو قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوبے یا مکان کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا انہر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ سبھی ایک ہی آن میں مر گئے تو ارث بین الغرقی والحرقی کما اذا علم ترتیب الموت فیرث المتاخر من الغریقین ورثۃ المتقدم منہما دونہ اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنے ایک غرقی دوسرے غرقی کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جاوے اسطرح پر کہ تعیین بعد شبہ واقع ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردے کا ہم غرقے اور انکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہو کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہوا انکا حکم یہ ہو کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہ ہو کہ میت سابق ملا التعیین پہلے تو معلوم نہ تھا پھر تعیین شبہ پیدا کیا انکا حکم یہ ہو کہ انکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہ زائل ہو کر تعیین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کرلیں اسواسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہیں ہو تیسری صورت یہ ہو کہ میت سابق بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہو کہ سبکی موت معا انتہی ہو پانچویں صورت یہ ہو کہ

سبقت اور میت کچھ عاجز ہو تو ان کچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن مجمع الرامختی اشریفی فلو جھل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم ہو مگر معمول ہو جائے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس راہ اشتباہ واقع ہو گئی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہو تو پانچ صورتوں کی جو ذکر ہو چکیں کذا فی الطحطاوی واحتمل کلا یقدح وقد علمت کونہ یقدح بتبین ایصلح للترجیح تو دیا جائے ہر ایک کو یقینے ساتھ اور میں شک بڑے ہو موقوف رہے بیان تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنے یاد آجائے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ للمصنف لکن نقل بیخا عن ضوء السراج مع بیان الحاتہ لوصلت احدھما ولم یکن یعلم عینھا ھو محل کانما ماتا معا فحقق التعارض بینھما وھو مخالف للتبیین میں کہتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی خرچ میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاذ نے ضوء سراج سے منسوب مجمع کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مرا تو یہ محل یہ ہے یعنے جیسا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسلوب سراج اہم ضوء سراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو ثانی اور ثالث مع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالتعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو بالخلاف قولین باقی رہا وادا الحلم زینہ یعلم اکل منھم علی وبنہ کاحیاء اذ کا تعارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہ ہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں سے انکے زندہ وارثوں پر تقسیم کیا جائے سوا واسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے میں یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبکہ سبب متیقن نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحطاوی وانظر شرنبلی میں ہے کہ مصداق الخبر لمن لا علیہ متقولین میں بھی اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندہ ان کو مردوں کی میراث دلائے اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جو عمومی مین وبا سے لوگ مر گئے تو فرانگ نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضیٰ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہے والحاصل فی توریث بالشک المسلم اور کافر وارث ہونا بسبب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر بھی میراث سے محروم نہیں ہوگا فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق سے جیسکا کہ احکام مسلمین کی طرح مرافعہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ فرایثان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدھما الاخر فانہ یرث بالاحجاب اور اگر کافر میں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جیسے صم بنا چہ مجوسی نے اپنی ماں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب ہونگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدھما الاخر یرث بالقرابتین عندنا کذا قضیٰ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہ ہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنیفہ کے نزدیک چنانچہ پہلے اسکو لکھ کر دیا ہے باب عمل سے بھی صم صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اسکے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے ثلثی مترو کہ پاوے گی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکے لے گی ویکون یا کلہ مستلۃ عندھم ویسمونھا کثروج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا یوجب بین المجوس کذا فی الجوھرۃ قال وکل کافر طلق امرأتہ ثلاثا ثم اسلما یقران علیہ ثم ان ماتت ورثھا وان ماتا معا او لا ادری ایھما مات اولا لا یرث احدھما من صاحبہ فی القیاس وھو قول ابی یوسف وفی الاستحسان یرث کل واحد منھما من صاحبہ وھو قول ابی حنیفۃ ومحمد رح اور کفار وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہ ہوگا کذا فی الجوہرۃ اگر کافر نے کافرہ سے جن نکاحوں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاویں تو باہم وارث نہ ہونگے انتہے مافی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجھۃ الام فقط عندنا خلافا للعصیکری انہ لا یرث لھما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ مجھے مصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے

کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنے احکام شرعی میں نہ واقع میں ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو تو بھی سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی ماں کی فرضاً اور ردّاً اور اگر ماں نہ ہو تو ان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی **دو وقف** لمحل حظ الانثیین واحد وبنت واحدۃ ایھما کان اکثر وعلیہ لفتوی کما فی الخانیۃ یوقف بالفرائض احتیاطا اور اسکا رکھا جائے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ نہیں سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثوں سے اسقدر حصہ کا ضامن لیا جائے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کر ڈالیں ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے جو بیٹوں کا حصہ اور ہم گے نزدیک بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا جائے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب حادث یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر مبنی ہوگا جب تک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما ترک ابوین وبنتا ولو زوجۃ جمیلۃ فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین لان فرض الحمل ذکرا او انثوا لبعدۃ علی بن لو فی فرض ثنتی کان للبنتین الثلثان چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حامل کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا جو بیس سے اگر بیٹ کے لیے کو مرد فرض کیجئے اور جو بائیس عول کریگے ۲۴ کی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجے اسواسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو ثلثان فرض ہیں ہم ۲۴ سے اسواسطے مسئلہ ۲۴ سے اور والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تمن ہے ۳ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے بین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۷ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دو بیٹوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اسلیے مسئلے عول کریگا ۲۷ کی طرف **فلھا** ثمن الحال من ثلثۃ وعشرین **فلھا** کثیرۃ بین کہتا ہوں یہ مثال اس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت کے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالیں بہت کثرت سے ہیں ہم مثل الیم ہم وشاد شاقہ جمع ہو مثال کی نتائج کی عبارت اسکی یہ ہے کہ حسب تقدیر پر حمل میت ہو تو اسکی ہی مثال خاص ہے جسکو منتاج نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی **کما ورثت زوجا وابا حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان ذکر ذکر السدس کما تقدم فیعد دانتی لفرض الاصل النصف وھو لھا تعیدہ کالاصل** حیانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ ثلث ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجے تو سدس ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہوتا ہے مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ میں ہو اور اسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہم نے مسئلہ جو سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفیہ اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی **قلت ولم ارھا وکان علی احدا لقدیرین یرث وعلی الاخر لا تم واخویہ لکم فلان قدر ذکرا لم یبق لہ شیء فینبغی ان یقدر انثی وفضول لمستعرۃ احتیاطا** میں کہتا ہوں اور میں نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر بیٹے کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مر گئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی سہا بھائیوں کو چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجے تو اسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق تھا عادہ یہ ہو کہ اسکو عورت فرض کیجئے احتیاط کی راہ سے اور عول کرکے ۷ مسئلہ نو کی طرف سے ہو یہانیہ کے اسپر بھی کا ہو جو بلا اسکے فکدہ ہوگی مفروض کرنے میں اسواسطے عول کے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حسب نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بھائیوں کا ثلث ہے پھر جبکہ نر کو مستغرق بفرض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہو گیا اور عول کو عورت فرض کیجے تو مسئلہ ۶ سے ہی ہو سب کا جمع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیوں کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھیں گے تو میں نے کذا فی الطحطاوی نہر فی والبرہانیہ قال **ولو مات عن زوج وام وابوین وابنۃ حاملا فلھا الثلث بالقدر** اور برہانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے نصف کی مقدار ہے جسکو شمار نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عائل ہے اسواسطے کہ تین نصف ہو تو کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات

یہ فصل ہے مناسخات میں ہم مناسخہ لغت میں عبارت ہے انتقال اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض میں مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سہام انکے بھیجوں کی طرف منقول ہو جاویں بوجہ استحقاق لیے ورثہ کے وارثوں کو دیے جاویں کذا فی الطحطاوی

ل
یعنی بعضی حمل
یعنی اصل مسئلہ
جمع ہو کر اسکا
نصف عدد
نتائج ۶ و ۳ کا
مجموع ۹ ہوا

یعنی مرکہ ہنوز قسمت نہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اسکے حصے کو اسکے وارث کی طرف نقل کریں گے اسی کا نام مناسخہ ہے **مات بعض ورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحت المسئلۃ کاولی واعطیت سہام کل وارث لبعضہا ومات وارث مرکیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام دے جاوینگے** مراد تصحیح مسئلہ اسسے عبارت ہے کہ سہام ایسے جاوینگے کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشرنبلالی اور تصحیح مسائل کے سات قاعدے ہیں آگے معلوم ہونگے **ثم مات الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلے کے بعد ہم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مابین الدین نظر کرینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہیں یا دونوں مابین الدین موافقت ہوگی یا موافقت نہوگی یا مباینت انکی مثالیں آگے معلوم ہونگی کما ذا اتحد کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدھم عنہم اگر جیکہ دونوں مسئلوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑ کر پھر اسکے بعد انمیں سے ایک بیٹا مرگیا تو بھائی چھوڑ کر صرف بھائی سگے ہوں یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار کو یا کہ بیت ثانی کو دیکھنے کی ہمیں اسواسطے کہ اگر اول دس سے کیجئے پھر ایک کا حصہ لو کو دیجئے تو تطویل بلا طائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فبہا وغیعت پھر مسئلہ ثانیہ میں اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا انکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثوں پر بلا کسر مقسوم ہوگیا تو بہت خوب اور بتر مروہم اہم ہم ایک مثال مذکور کرتے ہیں جسمیں احوال ثلثہ یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور مان کو چھوڑ کر مرگئے پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مرگیا پھر بیٹی دو ماہن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑ کر مرگئی جو میت اول کی مان ہے پھر وہ جدہ یعنے ثانی زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب جسنے عمل مذکور کا آرادہ کیا تو پہلے مسئلہ اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دئے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح میں تامل کیا تو مسئلہ اوے کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے میں رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور مان پر بقدر انکے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فرض میں سابق مذکور ہوچکا سو اسمیں من یرد علیہ کے دو جنسوں کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہوا سو اسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجئے تو مسئلہ اوے سے ہوا نصف اسکا تین سو بنت کا فرض ہوا اور سدس ام کا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج میں اور وہ مخرج بھی چار ہی تو چار کو چار میں ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ یعنے چار میں ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی میں ضرب کیا گیا تو مان کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین میں جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب چھے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح باقی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب چھے زوج کی مانی الید سہام میں نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثوں پر بلا کسر مستقیم ہیں انمیں سے زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح میں ضرب کرنیکی حاجت نہ پڑے اور یہ مثال مسئلہ اور دوسرا سوالہ سے صحیح ہوگیا کذا فی الظہیری وان یتوافق فان کان بین سہام ومسئلۃ موافقۃ ضرب وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلے میں موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام میں ضرب کریگا ہم مثال اسکی وہ بنت ہے صورت مذکورہ میں جو کہ دو ماہن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مرگئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہی**

یعنی ایک سہم رہا باقی پانچ رہے سو پانچ کو اس میں یعنی چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اسکی مانی الید میں جو دو ہیں اور انکے مسئلے میں جو چھ ہیں تو ان سے موافقت بالثلث ہوئی اور مسئلہ ثانیہ کے اموات دو ہوئے تو اسکو ضرب کیا تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۳۲ جسکے سہام سولہ تھے یعنی بیت اول کے ورثہ کے سو وہ یہ گا دونوں ضرب کرکے اسواسطے کہ دو دفعہ ہی میت اول کے مسئلے کا اور جسکے سہام چھ ہیں یعنی میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ یگا تین میں ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مانی الید کا دفن ہی سو بیت اول کی مانی تین سہم تھے سو لہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ مان کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہوگی یعنی زوجہ کے دو سہم اور انکے باپ کے چار سہم اور انکی مان کے دو سہم اور بیت ثانی کے مسئلے سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور بیت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمیں سے سہ پسر کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تصحیح صحیح ہوگئی کذا فی المطولی والشرنبلالی لمقطا ولکن یقع فی اکثر النسخ ما وقفت علیہ بل جمیع ما وقفت علیہ من نسخ الشرنبلالی فی کل الاصول المخرج للمسئلتین اور اگر بیت ثانی کے سہام میں اور انکے مسئلے میں موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کرنگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنی علی تقدیر الموافقت وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب تصحیح اول میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکور میں وہ جدہ ہی جو زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مری اور انکے ہاتھ میں تو سہم ہیں چھ سہم اسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہی بالکل اور تین سہم اپنی ناتن سے جو میت ثالث ہی بالکل چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار ہے ہوا سواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہی تو اصل مسئلہ ہوا دو سے انکا نصف زوج کو دو ایعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر قسمت نہیں ہوسکتا مباینت کی وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلے میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار تین سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں تو سہم ہی ہا تو نہیں اور بھائیوں کے ہاتھ میں نو سہم ہی پا تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے چار کو ضرب دیا حاصل ہوئے ۱۶ تو جسکا حصہ ۳۲ میں تھا وہ حصہ چار میں یعنے مسئلہ جدہ میں ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار میں ہو وہ جدہ کی مانی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہی میت اول کا اسکی دوسری نہ جدہ تھا ۳۲ سے اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب انکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی مان کا بھی حصہ دو تھا انکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی مان کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دو فرزند دن کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا انکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہ انکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کی مانی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے یہ انکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا انکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو سہم کا ہوا کذا فی الشرنبلالی والطحطاوی ملتقطا فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول وہی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب کرے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ حیث اجد البطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہوگیا امثلہ سابقہ میں وہ سہام ہر ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مانی الید میں علی تقدیر المباینۃ یا التصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ تو ہر وارث کا حصہ مضروب مذکور سے حاصل ہوگا کما مضت سابقا او ان فیہم من میت من المیتین فمیت لصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ او نصیبہ من الثانی فی الاول او وفقہ اور اگر وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہو تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

مثال اجمالی سہم
میت اول ۱۶
ف ۲
مسئلہ ثانیہ

سنہ	زوج	بنت	ابن	ابن
	(۴)	(۸)	(۴)	(۴)

میت دوم مسئلہ مستقیم کتابہ

شائستہ	ماشیہ	خالد	خالد
۲	۲	۲	۲

میت سوم مسئلہ توافق بالثلث

ابن	ابن	بنت	بنت
مرد	مرد	صابرہ	صابرہ
۲	۲	۲	۲
(۲)	(۲)	(۲)	(۲)

میت چہارم مسئلہ تباین بہبود

زوج	قمر	کوکب	خورشید
۲	۲	۲	۲
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰

الاحد المبلغ ۱۲۰ شمار

شمائلہ	رشیدہ	خالد	
جمیلہ	محمود	عنایتہ	
۲۴	۲۲	۱۲	
جبر	کوکب	خورشید	
۱۰	۱۰	۱۰	

فوائد

ف ۱ ہر وارث کا حصہ اصل مسئلہ میں جو حاصل ہوا ہے اسکو ضرب دیں اسکے حصہ کو اصل مسئلہ میں جو

اور ضرب کرے تو اسکے سھم کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مبائنت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو سہلی موت کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک بیٹے سے اور تین بیٹیاں چھوڑے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنیں اور ایک موتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہو اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہو اور ایک تین اور تین میں مبائنت ہو تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو پہر اس کا اول سے ایک سھم ہو اسکو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنے تین میں تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنوں کے دو سھم تھے اسکو ایک میں ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سھم تھا اسکو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہو کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہو اسواسطے کہ ثمن ملا ہو سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جو بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہو ۲۴ میں ضرب کر تو ۹۶ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی میں وہ اپنا حصہ لے گا ایک میں ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہو اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ میں وہ اپنا حصہ لے گا چار میں ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہو میت ثانی کی مافی الید کا تو مسئلہ اولے میں زوجہ کے تین سہم تھے اسکو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے اسکو بھی ایک میں ضرب کیا تو وہی حاصل ہوئے مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا جو تین سہم کے اسکو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہی حاصل ہوا بیٹے کا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وقسمات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثة مقام الثانية وافعل هكذا كلما مات واحد بعقبه مقام المبلغ الذی قبله مقام الاول الا ان ينتهی اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جیسا ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرو اور جو مسئلہ اسکے پہلے حاصل ہوا تھا اسکو مسئلہ اولے کے مقام پر قائم کرنا چاہئے غیر متناہی تک ہر میت ثالث کی موت قبل القسمت سے جو مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہو وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہو وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل میں گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہئے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینوں مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جو احوال اوپر کی تصحیح ایک ہوگئی چار دن مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی مالا تہایۃ ہی پھر معلوم کرنا چاہئے کہ عقد دمنا سخات کا میراث کے مرتبہ واحدہ میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وهذا اعلم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہی عمل کرنے کا سو اسمیں غفلت نکجیو ہم شارح نے اس کلام سے بتادیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اسمیں ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمیں بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہے مخارج میں ہم مخارج جمع ہے مخرج کی یعنے جانے خروج فروض ستہ اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فرض کسور میں تو انکے مخارج بھی کسور ہی کے مخارج ہیں اور مخرج ہر کسر مفرد کا وہ اقل عدد ہے جس سے عدد بے کسر واحد صحیح ہو جیسا کہ نصف کا مخرج اثنین ہے اور ربع کا اربعہ اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے نصف سے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو پھر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین بین الاعداد میں کہ یہ مقدمہ ہے تصحیح کا پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والضرب والعول والرد والفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف فالمخرج کل کسر مفردۃ کالربع مرادہ الا النصف فانہ من اثنین فرض ہوئے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول النصف ہو اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہمنام ہوتا ہے جیسا کہ ربع نکلا ہی اربعہ سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہیں کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنے دو سے ہم ہنام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں شریک

ہیں اور اسی طرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہمنام ہیں چنانچہ ثمانی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے اوسط کے کہ وہ ہمنام سے نہیں ہے کیونکہ اسکا مخرج دو ہی اور معلوم کرنا چاہئے کہ جب مخرج کسر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کم ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اُسکا اقل ہی ربع کے مخرج ہے قال ویخرج من اربعۃ والثمن من ثمانیۃ والثلث والثلثان کلاھما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور نکلتا ہے چوتھائی قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فرض کی ثلث اور ثلثین میں وہ دونوں نکلتے ہیں ثلثہ سے اور سدس نکلتا ہے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہوتا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سہ ہے دوسرا سہ تیسرے کے ساتھ مل گیا اور اسی طرح حال تے ہوگئی اور پہلے نے دوسری تے میں بچی ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتصنیف فتقول لمثلا الثمن وضعفہ وضعفہ ضعفہ او تقول النصف ونصفہ نصفہ نصف فرض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہے تو مثلاً تو یوں کہے کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یوں کہے کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسی طرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تضعیف میں ہے اور اہل فرائض نے جو فرض ستہ کو دو قسم کیا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ انکو ربع ان فروض میں سے اسکی فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو یا جسکا مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں تو انھوں نے ان تینوں فروض کو ایک قسم شمار کیا جسکے شریک بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمیں سے بلا کسر نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشرنبلی قلت واحصر الکلام تقول الربع والثلث ونصفہ وضعفہ بین کہتا ہوں اور جمع فروض میں سب عبارتوں سے مختصر تر یہ عبارت ہے کہ تو یوں کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ثم اس عبارت میں فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء ک المسئلۃ من ھذہ الفروض احادیۃ فخرجھا کل فرض منھا سمیہ کالنصف کما مر پھر جبکہ مسئلہ فرائض میں ان چھ فروض میں سے ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اسکا ہمنام مفرد ہے سوائے نصف کے جنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ واذا جاء ثنوا ثلثۃ اسھم نوع واحد فکل عدد یکون فیہ ذلک العدد ایضا یکون مخرجا لنصفہ واضعافہ کالستۃ ھی مخرج السدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ کالاثنی عشر اور جبکہ کسی مسئلے میں فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آویں اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جز کا مخرج ہے سو وہی عدد اسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دوچند یعنے ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے بشرطیکہ فروض مجتمعہ ایک نوع سے ہوں چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ اکثر کا مخرج اقل میں موجود ہے بلا کسر تو اقل کے مخرج میں استغنا ہے اکثر کے مخرج سے مثلاً ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہ سدس کی مخرج میں یعنے ستہ میں موجود ہے اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج میں داخل ہے فاذا تخلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی او الثلثۃ الاخر او ببعضہ فاذا کان فالمسئلۃ من نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین وبنتین کم دام فمن ستۃ لزکیہا من ضرب اثنین فی ثلثۃ یصح بعد فرض کی نوع اول کا نصف مخلوط ہو نوع ثانی کے یا بالکل فروض سے یعنے تینوں فرضوں سے یا بعض سے مخلوط ہو تو جبوقت کہ مسئلے میں نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو جنانچہ زوج اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین میں حاصل ہوا ہم یہ مثال ہے اختلاف نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہیں مذکور کی سو فرائض فرلفی میں اسکا بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنوں کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج

۱۲ نصف ثلثین کا نصف ہے سو ثلثین کا نصف ثلث ہے

اور دو سگی بہنیں وارث ہوں اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھی اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں وارث ہوں اور اختلاط ثلثین اور سدس کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنیں اور مان وارث ہوں اور اختلط الربع من النوع الاول بالکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ ردت ومن ذکر فمن اثنی عشر لترکیبہا من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ لموافقۃ الستۃ بالنصف یا باختلط او مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا ببعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلے مین ردہ ہو اور انتخاص مفروض ہوں، تو مخرج انکا بارہ سے ہو بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف ہے ہم انتخاص مذکور سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کئے یعنے دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان[۱] وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد ماوری سے ایک شخص وارث ہوا اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان وارث ہوا اور اختلاط اربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط اربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیافی بہنین وارث ہون نو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہے اسواسطے کہ چھ تمام نوع ثانی کا مخرج ہے پھر بسبب ربع کے مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے دو کو چھ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشرنبلالی واختلط الثمن مع الفرع الاول بعض الثانی واما بکلہ فغیر مقصود کہ علی رأی ابن مسعود او قول الوصایا فیلحظ فیہ اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ ہو منصور نہین مگر عبداللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم ابن مسعودؓ کے نزدیک محروم صاحب ہونا ہمکو محبوب نہین چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور ساحب سدس مان ہوگی یا عدہ تو اسوقت مین جبکہ ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہے یا اسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہو حکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو جمیع ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہو کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت یعنے ۲۴ کو اسم کی طرف عول کر کے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصرا لکن جعلہ ثمانیۃ وبنتین قام لترکیبہا من ضرب الثانیۃ فی ثلثۃ لما قام من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور مان بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ مین تو افق بالنصف ہے ہم بیان انکا یہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہے اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین مرتب کیا تو ۲۴ ہمکو حاصل ہوئے لا یعقلہا اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر اعتراض ہوگا ہے پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتی ہین چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور گاہے چھ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ ہوا ایک عورت نے اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہوا اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول جواب یہ ہوگیا اور اعتراض ثانی کا جواب یہ ہے کہ اتحاد مسئلہ کی شرط ہے کہ

[۱] یہ بیان اس صورت کی ہے کہ جب ثلثین کے ساتھ ثلث کا اختلاط ہو اور ثلث کا اختلاط ثلثین کے ساتھ ہو اور ثلثین کا اختلاط سدس کے ساتھ ہو اور سدس کا اختلاط ربع کے ساتھ ہو اور ربع کا اختلاط ثمن کے ساتھ ہو اور ثمن کا اختلاط بعض ثانی کے ساتھ ہو اور بعض ثانی

فرد من غیر مکررہ مین اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہر کہ وہ نادر امر ہی اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وکا یجتمع من انصبائہا الکثر من خمسۃ اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا وکا ینکسر علی اکثر من اربع فرائض اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ کسر واقع نہین ہوتی فہم یہان تک مخارج کسور کا بیان ہوچکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہونگے مین فرائض شریفی مین ہر کہ تصحیح مسائل فرائض سے عبارت ہر کہ کثرت عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لیے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو لیعنے سب وارثون کے سہام پورے پورے ہون کسیکا سہام تہائی چوتھائی وغیرہ لیعنے تصحیح مسائل کے واسطے سات قاعدون کی طرف حاجت ہر انمین سے تین قاعدے تو مابین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ سنے باستقامت ہر جو یہ ہو کہ سہام ہر فریق کے وارثون پر صحیح ان پر منقسم ہوجاوین بدون کسر شیع کے تو بیان فرض کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھ سے ہر والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس لیعنے ایک ایک اور دو بیٹیون کے دو ثلث ہین لیعنے چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہوگئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار رد دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہو کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت ہو تو بیان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول ہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دو بیٹیان اور ہم بیٹیان اور میسر قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہو کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر ٹوٹتی ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہو تو بیان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہو تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہوا اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھ قاعدون کو ذکر کریگا اور استقامت کو اسلیے حذف کیا ہو اسواسطے کہ وہ ظاہر ہر وقت طلب نہین اور پیچھے چارون قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جہان مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی وان انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عدد ہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کما مر اۃ وابوین للمرأۃ الربع یبقی لہا ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ تبلغ منہا ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ جاوین تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرا اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور انکے عول مین ضرب کرینگے چنانچہ ایک عورت لیعنے زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہا باقی رہتے تین وہ دو بھائیون پر قسیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق ہی بھی نسبت نہین تو دو کو لیعنے عدد رؤس کو چار مین لیعنے اصل مسئلے مین ضرب کرو تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا سہم یہ مثال ہر مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہر کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھ ہر انکا انصف لیعنے تین زوج کا حصہ ہوا باقی تین لیعنے چار بہنون کا حصہ ہر تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہان فقط بہنون کے سہام انمیر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس لیعنے چار اور پانچ مین مباینت ہر تو چنے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور انکے عول یعنے سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو بیس ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ میسر قاعدہ ہر مجموعہ تین قاعدون کے وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کما مر اۃ وستۃ اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ تبلغ منہا ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثون کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین توافق ہو تو انکے عدد کو وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور انکے عول مین ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہون تو بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کی عدد رؤس لیعنے چھ مین توافق ہو تو دو کو چار مین ضرب کر تو مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا سہم یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہر کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہر بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہو لیعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس لیعنے چار سہم اور چھ بیٹیون کے دو ثلث لیعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ تک

اور بیٹیون کے سہام پہلے آٹھ فقط انکے عدد رؤس پر یعنے چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہی تو ہمنے انکے رؤس کو نصف کی طرف پھیرا یعنے تین کی طرف پھیرتین کو اصل مسئلے اور اُسکے عول مین یعنے پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اُسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا تو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اصل سے چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب مین یعنے تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہوکہ اگر سہام ماخوذہ اور مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہ بہلا قاعدہ ہوا اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہی اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین موافقت ہی یا نہین اگر موافقت ہی تو وہ دوسرا قاعدہ ہوا اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہی تو وہ تیسرا قاعدہ ہوکذا فی الشریفی فاذا انکسر سہام فریقین او اکثر علی عدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احدی الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا او بعد وفق یعنی اگر دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور انکے عول مین یعنے اگر عول ہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین انکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہان ہی اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو ہامین رؤس کے ہین لہذا بیان کرتے ہین کہ اگر سہام جیسہ اور انکے شروع مین عول نہ کورہنین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اسسے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہوکہ زوجہ اور تین چچا لی ہنین اور تین اخیالی ہنین وارث ہون کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فتکفی باحد المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ متہما نصحہ چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے مین ضرب کر تو حاصل ہونگے انتیس سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ بیچ ہی سے اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تیسرے ثلثین یعنے دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اسکا ثلث یعنے ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس وہ نہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنے تین کو تین مین ضرب کیا تو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ او الموافقۃ بین السہام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنی عشر عمۃ فاضرب الکثر الاعداد لتداخلہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائتہ واربعتہ وارثہ اور اگر سہام منکسر ہون دار ثون کے تین یا چار گروہ ہون پہر تو مشارکت یعنے نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پہر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پہر وہ عمل کر جو تو نے کیا ہی دونون فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہوا اُسکا نام جزء سہم ہی اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اسی مذکور کی طرف اشارہ کیا ہی اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب انکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنے اصل مسئلہ بارہ ہی تو اس ضرب سے ۴۸ حاصل ہونگے اسمین سے مسئلہ صحیح ہوگا ہم اصل مسئلہ بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے دو سو انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین مباینت ہی تو انکے تمام رؤس کو لیکے تین کو لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہی یعنے تین سو اسپر بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہی تو انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنے سات چچون کا حصہ ہی وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تبائن ہی تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پہر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہی تو اسی بارہ

کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بالکسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق کے مانند عمل کر سو فریق مین تو فقط مماثلت مذکورہ ہی احد توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہو چکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہر نہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدها الی احاد العداد فی جمیع الاخر والخارج فی وفق الثالث وان وافق الاثنی جمیعه ثم الرابع کذلك ثم الجمع وهو جزء السهم وهو ثلثمائة وثمانون فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون یحصل اربعة الاثنان فی ثمانیة وعشرین فی ستة اصلها اور اگر بعضل اعداد روؤس کو بعضل اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور نتائج جو اسکو نسبت اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر نسبت مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو انکے تمام مین ضرب کرے پھر جو چوتھے مین اسی طرح ضرب کرے یعنے اگر توافق ہو تو اسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر جو پانچ کو جو سہی بجز سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہی اصل مسئلہ مین جو یہان ۲۴ ہی ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بالکسر صحیح ہوگی سہم اصل مسئلہ ۲۴ ہی چار زوجہ کا ثمن ہی یعنے بیتن وہ انپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد روؤس مین تباین ہی تو تمام عدد روؤس مین تباین ہی تو تمام عدد روؤس کو نہنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیون کی دو تہائیان ہین یعنے سولہ اور وہ انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور روؤس مین توافق بالنصف ہی تو انصف عدد روؤس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے چاردہ انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور روؤس مین تباین ہی تو انکے تمام عدد روؤس کو یاد رکھا اور چھ چچون کا حصہ باقی ہی یعنے ایک وہ انپر مستقیم نہین اور انکے عدد روؤس مین تباین ہی تو انکے تمام عدد روؤس کو یاد رکھا سو حاصل ہوئے محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر نہنے اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون سے ایک کو انکے انصف کی طرف پھیرا اور اسکو بجنسہ مین ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہی تو ایک ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی اور پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہی تو پندرہ کی ثلثائی یعنے پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے جو اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنے ۲۴ مین ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اسے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ مین تین تھا اسکو مضروب مین یعنے ۱۸۰ مین ضرب کیا ۵۴ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۱۳۵ ہیونچے اور اٹھارہ بیٹیون کا حصہ دو تھا اسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ اسمکا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچون کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیهم سهامهم کاربعین وستة جدات وعشرینات وسبعة اعمام ضربنا احدها فی احد اعداد فی جمیع الثانی ثم الحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع یحصل جزء السهم وهو هنا مائتین وعشرة لتوافق الربعین والجدات بالنصف فاضرب نصف احدهما وهو هنا اربعة وعشرون یحصل خمسة آلاف واربعین ومنه تستقیم اور اگر اعداد رؤس تباین ہون انکے جن پر انکے سہام منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور ۷ دادیان اور ۹ بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی مین یعنے حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین اور انکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزء سہم یعنے مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہی بسبب توافق بالنصف بجز رؤس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہی حاصل ہونگے پانچ لاکھ اور ۴۰ اور اٹھیس ہزار مسئلہ مستقیم ہوگا حاصل اصل مسئلہ ۲۴ ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہی یعنے تین وہ انپر مستقیم نہین اور انکے رؤس اور سہام مین تباین ہی تو نہنے انکے عدد رؤس کو یعنے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے چاردہ انپر مستقیم نہین اور انکے عدد رؤس اور عدد سہام مین موافقت بالنصف ہی تو نہنے انکے عدد رؤس کے نصف کو یعنے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیون کا حصہ ثلثان ہی یعنے سولہ وہ انپر مستقیم نہین اور انکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہی تو نہنے انکے نصف عدد رؤس کو یعنے پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ باقی ہی یعنے ایک وہ انپر مستقیم

اثنین اور ایک مین اور سات مین مباینت ہو تو ہنے اُنکے تمام عدد رؤس کو لیعنے سات کو لیا تو ہاے پاس اسوا ماخوذہ رؤس کے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہین تو ہنے دو کو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر ہنے اس مسئلے کو اصل مسئلے لیعنے ۴۰ مین ضرب کیا تو مجموع ۸۴۰۰ ہوئے اثنین سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقون پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے اسکو ضروب مین لیعنے ۲۱۰ مین ضرب کیا ۴۲۰ حاصل ہوے تو ہر زوجہ کو اثنین سے ۲۱۵ سہم ملے اور چچہ دادیون کا حصہ چار سہم کا تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوے تو ہر ایک دادی کو ۴۲۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہ تھے اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوے تو ہر بیٹی کو ۲۳۶ سہم ملے اور سات چچون کا حصہ ایک تھا اسکو بھی اسی مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصون کا یہ ہے کذا فی الشریفی للطاودی نے کہا جزء سہم سے بیان عبارت ہے مسئلہ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور راس مسئلہ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث مین مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام نیات اور جہات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعلیل اسواسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف متعرض تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے واذا اردت معرفۃ التماثل والتوافق والتداخل والتباین بین العددین هذه طريقتها اليها في تفسيره الاركة اور جیکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کے کوئی سے دو عدد دون مین شارح کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت ہے فی شروکہ کی تقسیم مین لیعنے اعداد منقسمہ پر قسمت کرنا بلا کسر بون رکھنے اس مقدمہ کے نہین ہو سکتا فماثل العددين كون احدهما مساويا للآخر كاثنين وثلثة سوو وعدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے جیسا کہ تین اور تین مہم اور ایسے دونون عدد ون کو متماثلین کہتے ہین اور بیان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ دونون عدد دو صل مین واقع ہون جیسا کہ رؤس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق مین تعدد نہین تو مصنف مساوات نہونگے قطعاً کذا فی التعریف والطاودی وتداخل العددين المختلفين باحدامرين على ما هنا اما بان يعدا قلهما اكثراى يفنيه او يكون الكثر العددين منقسما على الاقل قسمة صحيحة بلا كسر كقسمة الستة على ثلثة او اثنين اور عددین مختلفین کا تداخل بدو امر مین سے کسی امر کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اسطرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور یہ تب ہے یا اکثر عدد کا تمام عدد اقل پر منقسم ہو جانا بقسمت صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر یعنے اقل اکثر کو فنا کر دے یعنے اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائین تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے جیسا تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جاتا اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددون کو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین برخلاف اسکے کہ وہ تبیع کرنے عدد فانی نہین ہوتا اور یہ تعریف تداخل کی تعریف دوامر اور زیادہ مذکور کے لیے ہین ایک یہ کہ تداخل وہ ہو کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جاے دوسرے یہ کہ اقل جزء ہو اکثر کا شریفی نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارۃ ہے وہ توافق العددين ان لا يعد احدهما عدد ثالث لكن يعدهما عدد ثالث كالثانية مع العشرين يعدهما اربعة فيتوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کثر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونون کو تیسرا عدد فنا کر دے جیسا کہ آٹھ کے ساتھ کہ ان دونون کو چار فنا کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار مین توافق بالربع ہے ہم توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء پر یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا سے مین معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح مین دو احد عددین داخل نہین اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت متالفہ عن الوحدات سے اور واحد ایسا نہین ہے تو تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجیے کہ مرتب مدد یز واقع ہو یا کم ہو کے جواب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہے تو بیان یون کہنے کی احتیاج ہو گی کہ توافق العددين وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن اُنکو عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے ہر فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح مین بایں واحد اور کسی شے کے نداخل نہین بلکہ تباین ہے کذا فی الشریفی والطاودی والمتقنا وتباين العددين ان لا يعد العددين المختلفين معا عدد ثالث اصلا كالتسعة مع العشرة اور دو عدد ون کا تباین اسطرح ہوتا ہے کہ

عددین

عدد دیگر مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلاً فنا نہیں کرتا چنانچہ نو دو کے ساتھ ہم لیجئے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹاتا اور واحد علی الاطلاق نہیں ہوا اور چونکہ تماثل بالوتداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں التبہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اسکی توضیح قولاً آیندہ سے فرمی ہے

واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين على الاحوال التفاني حتى تجد واحدا

اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط او۔ کہ یہاں تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق ہو جاویں مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب سقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے و احد میں لیجئے ایک ہی باقی رہا وہ دونوں عددوں بیچ اسقاط کے درجات میں فان توافقا فاحد تجدها واحدا

ولا توافق سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں وان توافقا فاثنتها

فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایئے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشرفی للطاوی تنکہا توافق بالنصف

یا توافق بالثلث ونظائر ہا کا مطلب یہ ہو کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہو فالثة فبالثلث هكذا الى العشرة وتسمى الكسور

المنطقة یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے اگر عددین دو میں توافق کریں جیسا کہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں جیسا کہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں جیسا کہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں جیسا کہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس جیسا کہ بارہ اور ساٹھ اور سات میں بالسبع جیسا کہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن جیسا کہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع جیسا کہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین بالعشر ہیں جیسا کہ بیس اور ہیں اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے بغیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے انکے مخرج کی طرف ممکن ہو جیسا کہ یوں کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع الی آخر الکسور الستة بخلاف کسر اصم کے کہ اسکے بغیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں جیسا کہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم یعنے گونگا کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحاوی واحد عشر فبجزء من احد عشر هكذا وسمي كسرا اصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا نیزہ کا ایک جزء اور یہ کسر مسمی باسم ہیں جیسا کہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہ جزء کا مخرج ہو تو دونوں عدد گیارہ گیارہ جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہ بیس جزء میں جیسا کہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہ تیرہ جزء میں جیسا کہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح اوسنیس جزء میں توافق جیسا کہ ۳۵ اور ۵۷ میں کذا فی الطحاوی ملخصاً تتمہ خلاصہ مقام یہ ہو کہ واحد کے سوا جو دو عدد متفق ہوں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو نسیر اعدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا واحد ثالث مخرج ہو وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہو اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا ہو یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصة الحساب واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم

من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان لاي لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في جزء السهام الذي خرج

المسئلة تخرج لهذا الفريق اي لكل فريق وجبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی جیسا کہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو مستقیم

حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دیانت کرنا مقصود ہے ہم نے اما قضاء الدیون فان وفی منها او اداء دیون کی تو یا تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پڑا اور کرنے دین تو بہتر اور کیا خوب ہے قال الحبر یف و تعلق الغرماء اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں ہم نے اگر نقد نہیں بلکہ حساب دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی یکانہ یتنزل مجموع الدیون کالشخص الواحد للمسئلة وینزل کل عین منهم کسهام وارث وفعل کما مر درصورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے آتا ہے تو سب دیون کو بمنزلہ شخص واحد کے اور ہر ایک دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر جو قسمت بین الورثہ میں عمل کر چکا ہے مرب اور قسمت سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا تو اثر فیون کا ترکہ چھوڑا اور اسپر دش اثر فیان ایک شخص کی اور چار ہیں اور بانچ اثر فیان دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں چند دیون کو بمنزلہ شخص واحد کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نسبت اثر فیان میں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو جیسا کہ صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دش اثر فی والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے یہ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو اسکا حصہ ہوا اثر فیون سے اور جبکہ پانچ اثر فیون والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اثر فیون والے کا حصہ ہوا اور اگر اس صورت میں تیرہ اثر فیان ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنے پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے تو ہر دائن کے نصیب کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو تصحیح پر خارج قسمت کر خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اثر فیون والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا تو ہوئے تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اشارہ اثر فیان اور ایک اثر فی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اثر فیون والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اثر فیون والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اثر فیان اور ایک اثر فی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اثر فیون والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اثر فیون کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اثر فیون والے کے دین کو جنس ترکہ میں یعنے ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو جنس تصحیح پر یعنے تین پر قسمت کر تو خارج ہونگے تین اثر فیان اور ایک اثر فی کی ایک تہائی یہ حصہ ہو دش اثر فیون والے کا اور پانچ اثر فیون والے کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے میں پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہ حصہ ہے پانچ اثر فیون والے کا اور یہ بھی انتباہ ہے کہ تباین اور تداخل و توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا لحاظ نہ اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشرنبلی ثم شرع فی مسئلة التخارج چھ مصنف نے بیان سہام تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح الفرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثا ہم صلح کر لیں یعنے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اسکے حصے سے کہ ہے اور یہ فرع ہے میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجہ میں سے ایک زوجہ کو اپنی مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجہ باقی کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو اسکے وارثوں نے اس عورت سے صلح کر لی اسکے ۱۲ ثمن یعنے آٹھویں حصے کی جو تہائی سے آسکے نصف یہ تھی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکمل الدین اور حالانکہ المجتبیٰ بن عوف نے چار بار بابا اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصف الف نصف الف تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنے بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے نیک آدمی کے واسطے خوب ہے کذا فی الطحطاوی فقال مع صالح من الورثة او للغرماء فعلی شئ معلوم متعارف ای طرح سہامہ من التصحیح وجعل کانه استوفی فیصیر مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرے چند معین پر نزدیک تصحیح کے تو اس سے وارث کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ بھر پایا ہم نے مع وجہ مصالح بین الورثہ اولاً مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشرنبلی طحطاوی نے کہا شئ معلوم کی قید اسواسطے لگائی کہ مجہول ٹھل جاوے اسواسطے کہ شئ مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اسکی صلح درست ہے ثم قسم الباقی من التصحیح والدیون علی سهام من بقی منهم فصحة کذلک

لیکن اگر مال مرکہ تہائی سے زیادہ ہو تو وارث کو اختیار ہے کہ چاہے تو ثلث میں سے دیون کو ادا کرے اور چاہے تو ورثا سے اجازت لے کر ادا کرے اور اگر ورثا اجازت نہ دیں تو ثلث میں سے دیون ادا کرے اور باقی ورثا کو دے دے کذا فی الطحطاوی

دیون پر قسمت کی صورت میں توافق کی صورت میں وفق لیا ہو گا یا کیا وفق لیا ہو گا

یعنے ایک دین چار زوجہ کا تھا اور دوسرا دین چار بیٹیوں کا تھا

حصہ ربع ثمن ہوا ۱۲

اور جس چیز پر اصطلاحی کا اطلاق ہو

یہ عبارت مصنف کی ہے

یہ عبارت مصنف کی ہے

یہ عبارت مصنف کی ہے

چھ رہ گئے باقی تصحیح یا دیون سے گئے سہام پر جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو صحیح ہونگے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور مان اور چچا وارث رہے ہم نو سلمہ
سع وجود زوج کے چھ سے ہوا اور یہ تقسیم ہو وارثوں پر انتین سے زوج کے سہام تین ہیں اور مان کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصار الزوج علما فی ذمتہ من المفرخ
من بین الورثۃ فاطرح سہما من التصحیح وھی ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وھو ما عدا الحق بین الام والعم اثلاثا یقل سہامھا من التصحیح قیل
الحجاج وھیشذ یکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کرلی اپنے چھٹے کی لیئے نصف میراث کی اسپر جو اسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہوا اور وہ حجاج
ہو گیا وارثوں کے درمیان صحیح تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرادے اور باقی ترکہ سولے سہم کے مان اور چچا میں تین تہائی کر کے بقدر انکے سہام کے تصحیح قیل از تجاج سے نسبت
کردے اور امیوقت میں دو سہم مان کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہوا ہم لیئے جو سہام تھے ہر ایک وارث کے تصحیح سے تجاج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہو جانے سے
سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں لا یجوز ان یحصل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرضھم من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی وھو جائز
نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجئے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ مان کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف مبدل نہ ہا و ہم اصل مال چھ سہم تھے اسکی تہائی
دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصیبہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہو گا تو ہیشذ یکون للام سہم وللعم سہمان وھو
خلاف الاجماع قالم السید شریفہ قلت وھذا ھو الصواب وقد غلط فی قسمۃ ھذہ المسئلۃ صاحب الختار وتبعہ مجمع الجزیرۃ وغیرھما علی ما سنذکرہ
من التصحیح فاقسم الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انتخلاف الاجماع اسواسطے کہ اسنے مین لیئے باقی مال کی نسبت مین مال کی ایک
سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہوا جیسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شاحین سراجیہ کے مین کہتا ہون اور یہی قول یعنے زوج کو نابود نہ فرض کرنا صحیح اور ٹھیک ہے اور
البتہ اسمسئلہ کی قسمت کرنے مین صاحب مختار اور صاحب مجمع الجزیرۃ وغیرھما غلط کہہ گئے ہین جو سب ان کتابون کے شحون کو جو میرے پاس موجود ہین اسواسطے کہ ان دونون
مصنفون نے باقی مال کو لیئے تین ہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے مان کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ وہ خلاف اجماع کے ہے اور ہم اسکو
اس رتبہ محمول کرینگے کہ اجماع مختلف ہوتا ہوا ہوگا اور اسکے فرض عدم ہے اور جبکہ اصل مسئلہ مختلف ہوتا ہے جیسا کہ اگر چچا کے باپ ہونے کے دخول کا اعتبار کرنا لازم
نہین اسواسطے کہ مان کا ایک سہم اور باپکے دو سہم ہین دونون تقدیرین پر اور اگر یون فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کرلی کہہ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جبکہ چچا کا حصہ لینے کے
سہم گرا دیا باقی ہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم مان کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور مان مین تو تین خمس زوج کے اور دو خمس مان کے اور اگر یون فرض کیجیے کہ باپ کے
حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ حاجب ہوگیا میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جبکہ حاجب کا حصہ باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا اسمیں سے تین زوج کے اور ایک چچا
کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاحجبہ کالاب یعنی نظائر ذکرھا فی تبیین الحقائق وقطب الدین محمد بن
سلطان الحنفی شرح کنز ہین کہا اور مانتا ہون کہ یہ قول کہ زوج کو یون قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول ہین غرض ہے پھر شارح نہ کورنے ولیسا بیان کیا جیسا کہ خفی پر پوشیدہ نہ رہا ہوگا سو اسکو نہ مان سے
قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی الحنفی العامری الامام بجامع بنی امیۃ ثم للعفی یدعفی للحمیۃ
ثم وفقہ من تالیفہ فی الخامس عشر من المحرم الحرام سنۃ احد وسبعین والف ھجریۃ علی صاحبھا افضل الصلاۃ والسلام میں شرح کا جامع بندہ عنایت منعم ضعیف ناچیز یعنے
محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصنی کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر خدشے محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ مین اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا
پچھلی تاریخون شہر محرم الحرام سن اکہتر ہزار اکہتر ہجری مین ہجرت والے رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہم تاموس مین ہے کہ حصن کی ایک ہی مواضع کا نام ہے شائد کہ شارح
الدین سے کسی موضع کی طرف منسوب ہوا امام اور مفتی ہین احتمال ہو کہ تتاج کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قاسما لغفی تلخیصہ تحریرہ وتحبیرہ اور البتہ
مین نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر پر بہت منفعے مین بہت مبالغہ کیا ہے تاموس سے مراد اختصار ہے تاموس مین ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے تنویر الاسلام نے شرح
رسالہ تنویر یہ مین کہا کہ ایجاز اور اختصار یعنی واضح مین یعنے اقلال لفظ مع توسیع المعنی یا اقلل جملا اخلالا بالمعانی والبیان یا رد الکثیر الی القلیل وقیل

غیر فوق قاموس میں ہو کہ تحریر کتاب بہ عبارت ہو اسکے تقویم سے اور تحریر بر قبہ عبارت ہو اسکے اعتاق سے اور تنقیح شعر عبارت ہو اسکی تہذیب سے کذا فی الطوطاوی مختصر اعلامہ حموی شرح اشباہ میں کہا تحریر بکلام عبارت ہو بیان بالکتابہ سے اور تقریر بکلام عبارت ہو بیان بالعبارۃ سے ایسا ہی علامہ قہستانی نے شرح تنویر میں اور شرنبلالیہ نے غنیہ شرح منیہ میں اور ملا نے کہا کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر بکلام عبارت ہو تہذیب کلام سے انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت احتفاظ اور کمال تحریر اور غایت تنقیح کی تحفہ کہ کتب مقبول منہا کی طرف رجوع کرے وہ اسکا یقین لاوے کہ شارح کے کمال میں مقتدر ہو دریا کو کوزے میں کرنا شارح کا کام ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء وتبعت المصنف فی تقدیمہ ایراد ضابط کثیر تضمن مسئلہ و تصحیح بہتمت علیہ عالیا و علی مواضع سہوا وخروجا بالجملہ فالسلامۃ مرجو اللخل بہ ویعیز علی البشر فستر اللہ تعالیٰ وعفر لمسو عفیہ اور میں بیچ بیروی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اسکی تنقیح میں اور میں اسپر کہ اخیر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعضے مواضع میں مصنف کے سہو اور خطا پر خبردار کر دیا ہے اور اصل اگرچہ یہ ہے کہ تلخیص اور تحریر میں بیچ عرق ریزی کی ہو پر سلامت رہنا بعض تصنیف اور تالیف خطرناک کے سہو اور خطا سے وہ امر ہے جو عسر تو بوجہ اور نادر الوقوع ہو آدمی پر سو حق تعالیٰ بروے پردہ پوشی کرے اسکی جو عیب کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اسکو حوادثوں کی خطا معاف کرے ہم پر اپنے انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور عالم اور عارف میں امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہیں اسلیے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول ناس وان تجد عیبا فسد الخلا جل من لا عیب فیہ وعلا اور اگر پاوے تو عیب کو تو خلل کو مبذول کر بیٹھے ظاہر نگر بزرگ اور باندہ تہ ہو وہ ذات پاک جسمیں عیب اور زوال نہیں ہم پر اپنے اگر اکابر کے کلام میں کچھ سہو اور دیکھ کو تو پاوے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اسواسطے کہ نام بنی آدم سوائے حضرت معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقصان سے منزہ نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے منزہ ہو وہ ذات اکبر ہو جل وعلا کیما قد بیضتہ وفی قبلی من یا را لبعا وعن البلیۃ کلا وحاشا ان لا یحفا دبا بفضلہ کما یشہد بہ کلامہ اور البتہ بیچ در المختار کو مسودہ کے اوراق سادہ میں صاف کیا اس حالت میں جبلہ سے دل میں آتش جدائی تھی بلاد اوطان اور بھائیوں اور ثانی پر توضیح اسقدر کہ کلیجوں کو تکڑے کرتی تھی فرحم اللہ القنقاذانی حیث اعتذر واجاد حیث قال نظما ؎ یوما بجانب ذی دیر مررت بہ یبکی بعینین ما یبکی بہ الغیص صاح سوجہ صاحبہ یا ذا الذی لیف الخیر بجانبہ ھذا المقام الذی یبکی بہ الغیص فقلت یا ھذہ ان کنت تبکین من ترک الاحبۃ فی اوطانہ فلقد بکی ابتداء بیضۃ وجہ صاحبہ الدر ساکنہ الفرقد الذی لیف الخیر بجانبہ ھذا المقام الذی یبکی بہ الغیص علامۃ اقبولہ فیہم والشریف لیکن تباکش اور شکر ہو خدا کو اول اور آخر میں اور ظاہر ہو سوالبتہ مجھے احسان کیا ایسا پیشتر تمیز در المختار کے سامنے فنات یا کل مشکلات اور نسرت کہ کلہ زائد ہو ہم اور یا ہم اور بیستجم بخشے اسکی کے مقابل فی بضعۃ عشر جملہ واسم تفسیر کا شاید کہ یہ ہو کہ قبول اور نشر نیکی کے ہم پر اپنے مدینہ طیبہ میں وطوبہ وبضعۃ عشر کے نقل مسودہ کی ابتدا ہونا اور غرہ اشہر من ثانی کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر انشانی ہے تقویت کی فال ہو ؎ فیا فالا ان کنت ترجی قبلتہ وان کان کل الناس کاذبۃ حدیثہ کہا اس کتاب کے مولف نے تو اے میری شرف حاضر ہو اگر تو خدا میرے پر در گنہ کے والے قبول کر لیا التماس کر اور اگر یہ ہو کہ مجھکو مسکر در کرین سے قبول ہو صاف وطہارت بخشے تاجماع المصطفیٰ احمد مجتبیٰ کے صدقے مجھکو مان ہو اور اسادوں کی ساتھ اور ہمارا سکا خیر کیجیو احمد مجتبیٰ کے صلی اللہ علیہ وسلم ؎ واخر دعوانا ان الخیر انما ہو والدنا ہم الی اللہ تعالیٰ الرشاد و آلی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیوں کا جو ہمشہ ہمارے لیے دعا خیر میں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والدکا جو ہمارا دامی تھا اور طالب ہمارے استقامت دینی کا وجعلنا ممن یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم اور حق تو لے جارا کافی ہو اور کیا اچھا کارساز ہو اور کیا اچھا مددگار ہو اور نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اسکی طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور وعلینا اتباعہ اور ہم پر ہے اسکا اتباع

خاتمۃ الطبع پروردگار کا شکر کہ بچھی جلد غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ ماہ شوال سنہ ۱۲۸۳ھ مطابق جولائی سنہ ۱۸۶۶ء میں

لہ کیونکہ آدمیوں میں کا اول ہے قوم علیہ السلام اور اسی سبب سے انسان کہا گیا ہے

کنز الدقائق - فقہ کی معتبر کتاب مصنفہ مولوی نصیر الدین کرمانی۔

مالابد منہ بیع وصیت نامہ - مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

فقہ عربی

فتاوی عالمگیری - علمائے متفق ہو کر مسائل مذہبیہ یہ فقہ بادات اور معاملات کو ایک اعلیٰ درجہ کا ذخیرہ عمدہ دولت عالمگیر مین بموجب مجوزہ بادشاہ کے بنایا جسکی چار جلدین ہین کتاب مفید۔

۱- جلد اول - جسمین مسائل کتاب الطہارت سے تا کتاب الحج ہین

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا کتاب الوقف مسلسل ہندسہ جلد اول و دوم لکھا ہے۔

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا کتاب الفرائض۔

ایضاً - کاغذ خانی۔

یہ فتاوی کثیر الضخامت کمال درجہ کا مستند اور مستند اول ہے کہ تمام علم و زیر حراست بلاد اسلامی مین اسی فتاوی کے مسائل پر خواہ وہ مسائل عبادات سے ہون یا معاملات سے عملدرآمد اور انجام کار مدار الاست اسلامی کا اسی کتاب کے مسائل پر موقوف ہوا اور علمائے ہند کا اسپر اتفاق ہے۔

کیا غرض صنعت چھاپہ کی اختراع ہوئی ہے کہ سکے ذریعے سے ایسی کتابین بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور صحت مین خوب میسر آجاتی ہین اور اس زمانی کے ساتھ تمام ملک محروسہ اسلامی وغیرہ شہر مین مل سکتی ہین یہ انسان کو ایک موہبت عظمی سوا ہے جسکے تصور کرنا اور شکر بجا لانے کا مقام ہے لہذا اہل علم ایسے گو ہر بے بہا کو نقد جان سے اگر خریدو مادین تو بجا ہے۔

عینی شرح ہدایہ - عامل المتن اور حاشیہ پر پورا ہدایہ بھی چڑھا ہے مولفہ شیخ ابا محمد بن احمد العینی یہ شرح بہت کمیاب اور نادرات سے ہے سارے ہندوستان مین تلاش صرف ایک کتاب بہم پہونچی جسکی نقل ہو کر بصحت و کوشش تمام پہنچی یہ کتاب چار جلدین ہے۔

۱- جلد اول - کتاب الطہارت سے تا کتاب الحج دو ٹکڑے یعنے دو حصے مین

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا کتاب الوقف دو ٹکڑے یعنی دو حصے مین

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے تا کتاب الغصب۔

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔

در مختار فی شرح تنویر الابصار - بہت عمدہ فتاوی اہل اسلام کے مسائل و فتووں کا اس کتاب پر زیادہ دار و مدار ہے - اول تو یہ کتاب متن تنویر الابصار ہی ایک بامع کتاب ہے و جب اسکی شرح ہو گئی ہے تو کوئی مسئلہ کوئی احتمال کوئی جزئی مسائل باقی نہ رہا مولانا بالفضل والدنا مشہور خاص و عام گردہ اسلام محمد علاؤ الدین حنفی اسکے مصنف ہین سبحان اللہ خدا نے تعالی نے استخراج مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت استعدادی اور ملکہ راسخہ انکو ایسا عطا فرمایا تھا کہ حتی الوسع انھون نے اپنے تبحر اور فضیلت سے کوئی بات تمام نہین چھوڑی احتمال سے احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ پیدا کیا ہے اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاوی مثل فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضی خان اور فتح القدیر اور عینی اور کنز الدقائق وغیرہ تصنیف ہوئے ہین اور ہر ایکیہ کی شان علیحدہ ہے مگر جس خوبی اور بسط اور انکشاف مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اسکی طرز ہی سب سے نرالی و عبارت نہایت صاف اور سلیس ہے جسمین اجنبی اور غریب لغت نام کو بھی نہین ہے اور فی الحقیقت ایسے عالیشان فتاوی کی ایسی ہی عام فہم عبارت ہونی چاہیے۔

۱- جلد اول - کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴- جلد چہارم کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔

فتاوائے قاضی خان - مصنفہ قاضی حسن بن منصور بن محمود آذربندی - مع فتاوائے سراجیہ حاشیہ پر پڑھے رہنے کا فتاوی ہے مقبول العلماء بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہی چار جلد میں۔

۱- جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔

ادراکہ ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر عمل ہے۔

عینی شرح کنز الدقائق - محشی کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک مصنفہ عبداللہ بن احمد المنشی۔

جامع الرموز - درست اول میں العلماء از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا حاشیہ شرح وقایہ - مصنفہ محمود بن صدر الشریعۃ بن عبیداللہ بن جمال الدین المحبوبی محشی مع رسالہ دائرہ ہندیہ از مولوی خادم احمد فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہے جلد بن اولین عبادات میں چھپیں۔

شرح وقایہ مع چلپی - حاشیہ شرح وقایہ کا نہایت مستند ہے کمال رجحان محشی ہو کر چھپا ہے چار جلد یعنی کتاب الطہارۃ وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ اور جو حواشی کثرت سے تھے اور کاغذ شکیلے کلفی نہ تھا لہذا ملحقہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پر لگا لیے ہیں۔

ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ کا مصنفہ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ کلکتہ سے نقل ہو کر چھپا۔

ملا مسکین - حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ ملا اخوند محمد کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

فتاوی کنز الدقائق - محشی مصنفہ عبداللہ بن مسعود المنشی چار جلد میں کتاب الطہارۃ وکتاب النکاح وکتاب البیع وکتاب الشفعہ وما یتعلق بہا سب مذکور ہیں دو سرہ حاشیہ ہے قدوری - مصنفہ ابوالحسن بن احمد بن محمود بن جعفر البغدادی تصحیح علماء فرنگی محل طبع ہوئی۔

شرح الیاس - محشی چار دن جلد کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ تین مذکور ہیں۔

جلد بن اولین۔

جلد بن آخرین۔

ایضاً - کاغذ فاختائی۔

ایضاً - مطبوعہ قدیم کاغذ سفید۔

عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچوں کے دودھ پلانے کی حد سعادی ارزاہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

حسامی محشی - متن متین ہے مصنفہ مولانا حسام الحق بصحت علماء فرنگی محل لکھنؤ چھپی۔

کتاب التحقیق - معروف بہ نہایۃ التحقیق یہ شرح حسامی کی ہے از مولوی عبدالعزیز بن احمد البخاری بصحت علماء فرنگی محل چھپی

اصول شاشی محشی۔

توضیح تلویح - مع حاشیہ کیا ہے مصنفہ صدر الشریعۃ۔

۱- حاشیہ چلپی - مصنفہ حسن چلپی۔

۲- حاشیہ شیخ الاسلام - مصنفہ مولانا شیخ الاسلام۔

۳- حاشیہ خسرو - مصنفہ ملا خسرو۔

شرح مسلم الثبوت - مصنفہ بحر العلوم ملا عبدالعلی بصحت علماء فرنگی محل چھپی

اشباہ النظائر - شرح حموی از سید احمد بن محمد حنفی۔

نور الانوار - شرح منار اصول فقہ میں تصنیف مشہور از ملا جیون استاد عالمگیر محشی بحواشی ذیل۔

(۱) حاشیہ قمر الاقمار۔

(۲) رسالہ احکام النفائس۔

(۳) رسالہ ترجیح الجنان۔